يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

[illegible]

الموسوم به

تفسیر مواہب الرحمٰن

بترجمہ

جامع البیان

[illegible]

[illegible]

اعلان حق تالیف کتاب ہذا بحق مطبع ہذا محفوظ ہے۔

باہتمام [illegible] سپرنٹنڈنٹ ۱۹۲۷ء

اطلاع - اس مطبع میں ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہیں اُن میں بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدیں۔

تفسیر سورۂ اذا زلزلت - جدید الطبع۔

تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔

تفسیر سورۂ یوسف - مسمی بہ ... مولوی اشرف علی۔

پنجسورہ مترجم - باترجمۂ اُردو۔

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط۔

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف۔

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ایسی ہو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسی عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت وسلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصلاح بے نقط - فرعون وقارون کا نام بے نقط روات کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر بیجا ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔

فتح الخبیر - مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ نجیر

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلد میں ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو میں۔

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں۔

ایضاً - جلد دوم حسب مراتب بالا۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن - شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔

جامع ترمذی - امام ابو عیسیٰ جو صحاح ستہ میں سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید۔

سنن ابی داود - منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے بصحت تمام ہر چھپا ہر جلد کامل دو جلدیں از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف جدید الطبع۔

دلائل الخیرات - باترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف۔

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ۔

صحیح مسلم عربی مع شرح امام النووی - چونکہ عرصہ دراز سے یہ کتاب ہندوستانی مطابع نے شائع نہیں کی تھی اور چونکہ یہ طلباے صحاح ستہ کے درس میں داخل ہے لہذا اسکی خواہش اہل ملک کو بہت زیادہ تھی - مطبع ہذا میں بھی یہ کتاب ایک مدت سے ختم ہو گئی تھی اور اسکی اکثر فرمائشات کو بوجہ عدم موجودگی خارج کرنا پڑتا تھا - اسلیے مطبع ہذا نے نہایت اہتمام کے ساتھ دوبارہ اسکو

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

[illegible]

تفسیر مواهب الرحمن

المسمّٰی به

جامع البیان

[illegible]

[illegible]

اطلاع — حق تالیف و تصنیف اس کتاب کا [illegible] نولکشور پریس محفوظ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد علم تفسیر ہی وہ علم ہے کہ جس پر
کمال ایمان ومعرفت موقوف ہے کیونکہ تمام علوم سے اصل مقصود یہ ہے کہ کتاب الٰہی عزوجل میں فہم حاصل کرے تاکہ اعتقادات صحیحہ و معارف حقہ و اخلاق جمیلہ و اعمال
شریفہ رضیہ سے آراستہ پیراستہ ہو کر لائق حلول دار السلام و منزلت اکرام ہو اور ماسوا اس مقصد کے متاع دنیا و مکانات و روپیہ و آل و اولاد کی
سعی باطل ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جب آنکھ بند ہوئی تو خزانوں کے صندوق جو اس نے تمام عمر جانکاہی سے جمع کیے تھے یوں ہی رکھے رہے اور وہ صرف
چار گز کفن و تختہ تابوت پر اٹھا کر گور میں دفن کر دیا گیا اور وہاں صرف وہی ساتھ ہے جو اس نے علم و عمل سے کمایا اور سوا اس کے تو ساری
محنت و جانکاہی و مشقت کو خاک میں ملایا کیونکہ یہ دنیا دار فنا ہے اور باقی تو دار الآخرت ہے اور دار آخرت کے لیے زاد و سامان پہچان لینا چاہیے اور
یہ پہچان صرف علم نبوت سے حاصل ہوتی ہے اور وہ علم قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ختم رسالت سے اس امت پر نازل فرمایا اور اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کو بتعلیم یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ سے معلم حکیم حق کے چونکہ
سب سے موصوف کیا چنانچہ بالضرورۃ آپ سے پہلے عرب کو جو علم کے نام سے واقف نہ تھے ایک بیابانی ملک میں جہاں نہروں و دریاؤں کی تانگی میں
پہنچی اور زراعت و سبزی باغ نہیں آتی ریگستان خار زار میں اونٹوں و بکریوں سے بسر کرتے و نکبت و شدت فلاکت میں مانند خانہ بدوشوں کا
کے ذرا ذرا سی باتوں پر باہم جنگ و جدال کرتے و قوی جبر کر کے ضعیف کو کھا جاتا اور کمزوروں کی فریاد پر دو ستگر ان آگ خون کا پیاسا ہو جاتا اور بتوں
کی پرستش و شیطانی اوہام میں گرفتار تھے بتوں سے فریاد کرتے و بتوں پر بتوں کی منتیں مانتے او شعر و شاعری پر نازاں تھے اور باہم دعال
کلوار سے مسلوک نہ ہوتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان نو عالم اقبال کے ساتھ اس قوم میں شرائف خصال میں سے صدق طینت و وفا سے عہد و
شرافت ذاتی ایسی رکھی تھی کہ اولاد ابراہیم و اسمٰعیل بغیر خلط ملط کے خلوص جوہر شرافت پر تھی اور ہر شخص عاقل جانتا ہے کہ کان جواہر سے جو زر خاک آلود
برآمد ہو وہ خزف چینی شفاف سے بذات افضل ہے حتی کہ اسوقت جو روم و فارس نفیس پوشاک و قوی اجسام و عمدہ مکانات میں تھے سب
ناپاک باطن و بد اخلاق و خبیث طینت تھے گویا انکی مثل یہ تھی کہ سور کے کان میں ریشم کا ڈورا یا جواہر کا ٹپہ ہے اور عرب اس حالت میں بھی

گویا گدڑی کا لعل تھے لہٰذا جب سرورِ عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وارشاد مین نور عرفان وعین ایمان سے مشرف ہوگئے تو بوجہ مہر ذاتی
نے ظہور کیا اور بہت ہی جلد عظائم اخلاق واعمال سے متحلّی ہو کر تمام عالم کے لیے ہادی کامل ہوگئے کہ اب تک ان کی پیروی موجب کمال سعادت ہے
اور ہمکو انھین کی بدولت قرآن پاک پہونچا اور راہ حق معلوم ہوئی پس انھین کی شکرگزاری لازم وانھین کی پیروی پر قرآن مجید کے معارف جاننا وعمل کرنا
فرض متحتم ہوا اور انھون نے ہمکو قرآن کے ساتھ اسکی تفسیر بتلائی واسپر عمل کرنے کی تاکید سنائی اور یہ ہمکو طبقۂ تابعین واتباع کے ذریعہ سے متواتر
پہونچی پس عمدہ تفسیر وہ ہے جس مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفاسیر مسندہ ہین اور انکی ہدایت کے موافق معانی ومدارک مستخرج ہین اور مترجم نے مقدمہ مین
ایسی تفاسیر نفیس کا حوالہ دیا اور تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی سنہ ۷۷۴ ہجری گویا لباب تفسیر مسندہ امام
ابن ابی حاتم عبد الرحمٰن بن محمد الرازی الحافظ المتوفی سنہ ۳۲۷ ہجری اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی سنہ ۳۱۰ ہجری کا ہے - امام نووی نے کہا کہ امت نے
اجماع کیا کہ مثل تفسیر ابن جریر کے تصنیف نہین ہوئی - مترجم نے ان اکابر کے افادات کے ساتھ بہت سے مفید افادات کی رعایت کی جنکا ذکر
مقدمہ مین مبسوط ہو چکا ازانجملہ اس زمانہ کے مشرکین وباطلین کے اوہام ووساوس شیطانیہ کی تردید ہے اور لطیف پیرایہ سے انکی غلط فہمی وگمراہی
کی علت دور کی گئی - ازانجملہ یہ ضروری ومفید امر ہوا کہ ادنیٰ درجہ ایمان سے لیکر اعلیٰ درجہ احسان تک مفید ہو وسیع کیا گیا پس بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ
یہ تفسیر جامع افادات ونفائس واشارات از احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین وآثار حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین وافادات
فقہائے دین وحکمائے ربانیین ہے اور سہو سے جیسا کہ ثبوت ان اصول صحیحہ سے ہوا اسکے بعد جھوٹے قصص ودروغ روایات کی حاجت نہین رہی
اور صادق الایمان جسکو کذب سے نفرت ہو وہ دین مین جھوٹ بولنے والے سے سخت متنفر ہوتا ہے اور کیونکر نہو کہ معارف الٰہیہ ومقامات ایمانیہ کسی کذاب کو
میسر نہین ہو سکتا بلکہ وہ گمراہی کا باعث ہوتا ہے پس اعتماد بصدق روایات وفقہ ودرایات وعلوم حقہ ومعارف الٰہیہ پر یہ تفسیر جمع ہوئی والحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفاتحہ

یہ سورہ مبارک بالاتفاق سات آیات ہین جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے پھر جن علماء کے نزدیک بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک آیت ہے انکے
نزدیک ساتوین آیت صراط الذین انعمت علیہم سے آخر تک ہے اور جنکے نزدیک یہ جملہ الگ ہے اور الحمد للہ سے شمار ہو تو ساتوین آیت غیر المغضوب علیہم
ولا الضالین ہے - تو اس سورہ مبارک کے کلمات پچیس ہین اور حروف ایک سو تیرہ ہین - یہ سورہ مبارکہ جامع فوائد کلی وبرکات وحقائق واشارات ہے
اور اسکے متعلق بعض احکام خاص ایسے ہین جو دوسری سورتون کے واسطے عام نہین ہین بلکہ سورۂ فاتحہ مین علوم کتب سابقہ وعلم قرآن جمع ہو گیا ہے
آیندہ معلوم ہوگا اسی واسطے علماء ربانیین کے نزدیک اس سورہ کی تفسیر تمام قرآن مجید کی تفسیر کے مساوی ہے لیکن یہ اجمال وتفصیل کے پیرایہ مین ہے
آیتون کے متعلق ضروری تفسیر لکھی اور مترجم نے کچھ اسی کی قدر کے بعنوان فوائد تذییل کی - (فائدہ اولیٰ) سورتون کے نامون مین قیاس کو
دخل نہین بلکہ شرع سے ہوتا ہے تو تمام پتہ اسی پر اقتصار رہیگا - سورۂ فاتحہ کے نامون کی کثرت اسکی فضیلت کی دلیل ہے [illegible]
امام ابن کثیر وغیرہ نے فرمایا کہ اسکو (فاتحۃ الکتاب) اس وجہ سے کہتے ہین کہ اسی سے نماز مین قراءت شروع کیجاتی ہے اور اسکو
(ام الکتاب) اسواسطے کہتے ہین کہ مصحف مجید مین پہلے لکھی جاتی ہے اور نماز مین پہلے پڑھی جاتی ہے - یہ قول امام بخاری کا ہے لیکن ابو السعود وغیرہ
تسمیہ کا مدار فاتحۃ الکتاب یہ ہے نہ ابتدائے قراءت پر - مترجم کہتا ہے کہ ابتداء کتاب ہی سے ابتدائے قراءت ہے خصوص نماز مین زیادہ اہتمام ہے
پس قول امام بخاری صحیح ہے - اسکو (ام القرآن) اسواسطے کہتے ہین کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ سورۂ الحمد للہ رب العالمین ام القرآن وام الکتاب والسبع المثانی والقرآن العظیم ہے (صحیح) اس سے معلوم ہوا کہ اس سورہ کا نام السبع المثانی اور القرآن العظیم بھی ہے اور اسکو سورۃ الحمد بھی کہتے ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے اور اسکو الصلوٰۃ یا سورۃ الصلوٰۃ اسوجہ سے کہتے ہیں کہ حدیث قدسی میں آیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ الصلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان آدھوں آدھ ہے پس جب میرے بندے نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اسنے میری حمد کی آخر تک (کما فی الصحیح) اور علماء نے اتفاق کیا کہ صلوٰۃ سے سورۃ الحمد مراد ہے چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آویگی - اور حاصل یہ ہے کہ سورہ حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی حاجت کی دعا سے ہے پس ثنا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور دعا بندہ کے واسطے ہے لہذا وہ اللہ تعالیٰ و بندہ کے درمیان تقسیم ہوگئی - اسکو (سورۃ الشفاء) اسواسطے کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر زہر سے شفا ہے (رواہ الدارمی) اسکو (سورۃ الرقیہ) اسواسطے کہتے ہیں کہ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ میں قصہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے بچھو کے کاٹے ہوئے کو اس سورۃ سے جھاڑا اور وہ اچھا ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رقیہ فرمایا چنانچہ فضائل میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا - شعبی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سورہ کو (اساس القرآن) فرمایا اور کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الحمد کی اساس ہے - اور سفیان بن عیینہؒ نے اس سورۃ کو (واقیہ) کہا - اور یحییٰ بن ابی کثیرؒ نے اسکو (کافیہ) کہا - کتاب میں مذکور ہے کہ اسکو (کنز) بھی کہتے ہیں (فائدہ ثانیہ) قرآن میں سے سب سے پہلے سورۂ اقرأ کا نزول ہوا اور قول دوم یہ کہ سورۂ مدثر کا نزول ہوا اور قول سوم یہ کہ سورۂ فاتحہ کا نزول ہوا اور یہی بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول اول ہی صحیح ہے یعنی سب سے پہلے سورۂ اقرأ کا نزول ہوا (فائدہ ثالثہ) فضائل سورۂ فاتحہ کا مختصر بیان مقدمہ میں گذرا - امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابوسعید بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز کی حالت میں تھا کہ مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی پس میں نماز تمام کر کے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تجھکو حاضری سے کونسا امر مانع ہوا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نماز پڑھتا تھا - پس آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ عزوجل نے تجھکو حکم نہیں دیا بقولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ پھر فرمایا کہ مسجد سے باہر جانے سے پہلے تجھکو قرآن سے اعظم سورۃ تعلیم کروں گا پھر آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے باتیں کرتے چلے اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تجھکو قرآن میں سے اعظم سورہ تعلیم کرونگا آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ الحمد للہ رب العالمین ہے وہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہے جو مجھکو عطا ہوا ہے - (رواہ احمد والبخاری وابوداود والنسائی وابن ماجہ) اور حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی ایسی ہی مثل روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لیا اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ دروازہ مسجد سے نکلنے سے پہلے تجھکو ایسا سورہ تعلیم ہوگا جسکے مثل توریت یا انجیل میں بلکہ قرآن میں نازل نہیں ہوا ابی بن کعبؓ نے کہا کہ میں اسی سورہ کی امید پر آہستہ قدم اٹھاتا تھا یہاں تک کہ جب دروازہ پر پہونچا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ سورہ تعلیم فرمائیے جسکا وعدہ دیا گیا ہے تو فرمایا کہ تو نماز شروع کرتے وقت کیونکر پڑھتا ہے میں نے الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ یہی سورہ ہے اور یہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا (رواہ مالک) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث بھی بظاہر منقطع صحیح ہے - اور امام احمدؒ نے اسکو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی حدیث سے متصل روایت کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ ابی بن کعبؓ نے مقدمہ میں کہا کہ جی ہاں بیشک اللہ تعالیٰ نے آیت میں حکم دیا ہے اور اب میں ایسا کبھی نہیں کرونگا - (رواہ الترمذی والنسائی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت یا انجیل میں ام القرآن کے مثل نازل نہیں فرمایا اور یہی سبع مثانی ہے اور اسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہے (رواہ النسائی)

مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین فقہ یہ ہی کہ ابوسعید بن المعلی نفل نماز پڑہتے تھے اور اسیطرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کبھی نماز نفل مین تھے پس جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تو فوراً نماز توڑکر حاضر ہونا واجب تھا کیونکہ یہ فرض ہی اور قاعدہ نکلا کہ فرض کے معارضہ مین نفل نہین باقی رہتی اسیواسطے فقہا کے نزدیک اصول مین قرار پایا کہ ہر فعل مستحب جو صحیح ثابت ہو جب وہ ایسی شان پر ہو کہ اُسکے عمل مین لانے سے بدعات پھیل جائینگی تو اُسکو ترک کرنا واجب ہی اور یہ قاعدہ کلیہ شرع مین بہت مفید ہی جو فتاوی عالمگیریہ وغیرہ مین مذکور ہی اور اس سے بہت سے احکام مستنبط ہوتے ہین - جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا اور آپ اُسوقت پیشاب سے فارغ ہوئے تھے تو مین نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پس آپ نے کچھ جواب نہین دیا پھر مین نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے مجھکو کچھ جواب نہین دیا پھر مین نے تیسری بار عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر آپ روانہ ہوئے اور مین آپ کے پیچھے پیچھے چلا یہانتک کہ آپ مکان مین داخل ہوئے اور مسجد مین مغموم غمناک ہوکر بیٹھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طہارت فرماکر باہر آئے اور فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر فرمایا کہ ای جابر بن عبداللہ مین تجھے قرآن مین سب سے بہتر سورہ بتلاؤن مین نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ ضرور فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑہہ (رواہ احمد باسناد جید) ([illegible]) اسکے مانند احادیث دلیل ہین کہ بعض سورتون کو بعض پر فضیلت ہی اور یہ قول بہت سے علما سے منقول ہی اور دیگر علما کے نزدیک باہم تفاضل جائز نہین ہی کیونکہ کل کلام اللہ تعالی ہی اور تفضیل دینے مین نقص کا وہم ہوتا ہی - قرطبی نے یہ قول ابوالحسن اشعری و ابوبکر باقلانی و ابوحاتم و ابوحیان و یحیی بن یحیی سے نقل کیا اور یہی امام مالک سے ایک روایت ہی مترجم کہتا ہی کہ تحقیق قول امام ابوحنیفہ سے یہ مروی ہی کہ کلام الہی ہونے کی راہ سے سب برابر ہی لیکن بعض سورہ مین حمد وثنا سے الہی مذکور ہی جو دوسری سورہ مین نہین ہی تو مذکور کی راہ سے اسکو فضیلت ہی مثلاً سورہ قل ہو اللہ احد کو اخلاص توحید کی راہ سے سورہ تبت ید پر فضیلت ہی جسمین ابولہب کی بدانجامی مذکور ہی - حدیث - ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ہم لوگ ایک سفر مین تھے اور ایک منزل پر ہم لوگ اُترے تو اُن لوگون نے ہماری مسافرانہ دعوت نہ کی اتنے مین اس قوم کی ایک لونڈی دوڑی ہوئی آئی کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا اور ایک روایت مین ہی کہ اُسکی پیشانی پر بچھو نے کاٹا اور ہمارے یہان کوئی جھاڑنے والا اسوقت موجود نہین ہی تو کیا تم مین سے کوئی شخص جھاڑنا جانتا ہے پس ہم مین سے ایک شخص کھڑا ہوگیا جسکو ہم جھاڑنے والا نہین جانتے تھے اور اُسنے کہا کہ ہان مین جھاڑونگا مگر تم لوگون نے ہماری مہمانداری نہین کی تو مین بغیر عوض نہین جھاڑونگا پس انہون نے تیس بکریان عوض ٹھہرائین اور جب اُسکو جھاڑا تو وہ اچھا ہوگیا اور اُس نے تیس بکریان دیدین اور ہمکو دودھ پلوایا پھر جب وہ آیا تو ہمنے اُس سے کہا کہ کیا تو جھاڑ پھونک جانتا ہی یا تم جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے پس اُس نے کہا کہ مین تو نہین جانتا ہون اور نہ کوئی مین نے جھاڑ پھونک کیا سوا اسکے کہ سورۃ الحمد پڑہہ دی پس ہم لوگون نے کہا کہ ان بکریون مین کوئی تصرف نکرو یہانتک کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچین یا ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرین پس جب ہم لوگ مدینہ منورہ مین آئے تو یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا پس آپ نے فرمایا کہ وہ کیا جانتا تھا کہ یہ رقیہ ہی تم لوگ یہ بکریان بانٹ لو اور اسمین میرا بھی حصہ لگاؤ (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد) واضح ہو کہ حضرت نے اپنے واسطے حصہ کا حکم فرمایا اُن کے اطمینان خاطر کے واسطے ہی اور اسی سے نکالا گیا کہ جو کار خیر کہ فرائض و واجبات مین سے نہو اُسپر اُجرت لینا جائز ہی - ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام بیٹھے تھے کہ ناگاہ آسمان کی طرف سے آواز سنی پس

جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کو اپنی نگاہ اٹھا کر کہا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہو کبھی نہیں کھلا تھا پھر اس میں ایک فرشتہ اتر کر آیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپکو بشارت ہو کہ آپ کو ایسے دو نور عطا ہوئے ہیں جو آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دیے گئے ہیں
اور وہ فاتحۃ الکتاب اور خواتیم سورۂ بقرہ ہیں کہ ان دونوں میں سے جو حرف پڑھا جائے نور عطا ہوگا (رواہ مسلم والنسائی) خواتیم سورۂ بقرہ
سے آمن الرسول سے آخر تک رکوع مراد ہے - ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی
نماز پڑھی کہ جس میں ام القرآن نہیں پڑھی تو وہ ناقص ہے ناقص ناقص ناتمام ہے پس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ کبھی امام کے پیچھے ہوتے
ہیں تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسکو اپنے جی میں پڑھ لے کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ
اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ میں نے صلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان نصفا نصف ہے اور میرے بندہ نے جو کچھ مانگا وہ اسکے واسطے ہے پس
جب بندہ نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ نے الرحمن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میرے بندہ نے میری ثنا کی پھر جب بندہ نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری تمجید کی یعنی بزرگی کا
اقرار کیا پھر جب بندہ نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان مشترک ہے اور جو میرے
بندہ نے مانگا وہ اسکے واسطے ہے پھر جب بندہ نے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہے اور بندہ کے لیے وہ ہے جو اسنے مانگا (رواہ مسلم والنسائی والترمذی وعبد اللہ بن احمد وابن جریر والبخاری)
مترجم کہتا ہے کہ وجہ تقسیم اسطرح ہے کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین یہ تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و تمجید ہیں اور ایاک
نعبد و ایاک نستعین یہ ایک آیت مشترک ہے اور اہدنا الصراط المستقیم سے آخر تک تین آیات بندہ کے واسطے ہیں پس نصفا نصف ہو گئی اور
اس صورت میں اہدنا الصراط المستقیم ایک آیت اور صراط الذین انعمت علیہم دوسری آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تیسری آیت
اور واضح ہو کہ کسی روایت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور نہیں ہے اور اگر اسکو شمار کیا جاوے تو نصفا نصف نہیں رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے
چار آیات ہوئی باقی ہیں فافہم - ھم - (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ کیا نماز میں سورۂ فاتحہ متعین ہے یا سوائے فاتحہ کے
دوسری سورہ بھی کافی ہو سکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس میں علماء کے درمیان میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور انکے موافقین اصحاب وغیرہ کے نزدیک
سورۂ فاتحہ متعین نہیں ہے بلکہ قرآن میں سے جو کچھ پڑھے جائز ہے اور اسپر دو دلیلیں لاتے ہیں اول قولہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن یعنی قرآن
میں سے جو میسر ہو پڑھو - اسمیں سورۂ فاتحہ کی تخصیص نہیں ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بُری طرح نماز
پڑھی تھی پھر جب آپ نے اسکو تعلیم فرمایا تو ارشاد کیا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر قرآن میں سے جو تجھ کو میسر ہو پڑھ چنانچہ صحیحین میں یہ قصہ مطول مروی
ہے پس اس میں آپ نے سورۂ فاتحہ وغیرہ کی تخصیص نہیں فرمائی - مترجم کہتا ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز باطل نہ ہوگی لیکن
امام ابو حنیفہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ واجب ہے پس اسکے نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوتی ہے جس کا اعادہ واجب ہے اور یہ قول دلیل سے بھی صحیح و قوی ہے - شیخ
ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ دیگر ائمہ مالک و شافعی و احمد وغیرہم کے نزدیک نماز کے لیے سورۂ فاتحہ متعین ہے اور انکی دلیل وہی حدیث ہے جو اوپر مذکور
ہوئی کیونکہ اس حدیث میں جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اسکی نماز کو ناقص فرمایا - مترجم کہتا ہے کہ ناقص ہونے سے لازم نہیں آتا کہ باطل ہو جائے
اسی واسطے امام ابو حنیفہ نے بھی اسکو ناقص کہا اور فاتحہ پڑھنا واجب کہا ہے لیکن دیگر ائمہ نے نماز کو باطل سمجھا اور یہ انکے نزدیک باطل ہے
کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بُری طرح نماز پڑھی تھی جب آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی تو صحابہ

رضی اللہ عنہم کو بہت پریشانی ہوئی پھر جب آپ نے اسکو تعلیم فرمایا کہ ان اموریں سے جس امر میں کمی کریگا وہی تیری نماز میں نقص ہوگا
تو یہ سنکر صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرحت ہوئی کہ نماز بالکل باطل نہ ہوگی بلکہ نقص ہوگا چنانچہ ترمذی کی روایت میں صریح مذکور ہے پس معلوم ہوا کہ نقص سے
باطل ہونا مراد نہیں ہے۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے جمہور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے واسطے دوسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ذکر کی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھی اسکی نماز نہیں ہے (کما فی الصحیحین) اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
ذکر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نماز کافی ادا نہیں ہوتی جس میں ام القرآن نہ پڑھی جاوے (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان)
مترجم کہتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز کافی ادا نہیں ہوتی اور اسی طرح جب اسکا اعادہ واجب ہے تو گویا نماز
نہوئی لیکن جو بغیر فاتحہ پڑھی گئی وہ باطل نہیں ہے (مسئلہ) کیا سورۂ فاتحہ کل رکعات میں واجب ہے۔ جواب۔ اس میں اختلاف ہے شیخ
ابن کثیرؒ نے کہا کہ شافعی اور ایک جماعت علماء کے نزدیک ہر رکعت میں واجب ہے اور دیگر علماء نے کہا کہ جس نماز میں جتنی رکعات ہوں انمیں
سے اکثر رکعات میں پڑھ دینا کافی ہے حسن بصریؒ وغیرہ نے کہا کہ صرف ایک رکعت میں کافی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ و ثوریؒ و
اوزاعیؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا متعین نہیں ہے بلکہ سوا اسکے جو کچھ پڑھ دے کافی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابو حنیفہؒ تو اسکو کافی نہیں کہتے ہیں
چنانچہ اوپر معلوم ہوا لیکن انکے نزدیک فرض کی دو رکعتوں میں اور نفل کی کل رکعتوں میں قراءت فرض ہے ولیکن فرض کی اول دو رکعتوں
میں واجب ہے و تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ میں لکھی ہے (مسئلہ) مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب ہے یا نہیں اور اس میں علماء کے
تین قول ہیں۔ اول یہ کہ امام کیطرح مقتدی پر بھی واجب ہے کیونکہ احادیث سابقہ میں مقتدی کے واسطے استثنا نہیں ہے دوم مقتدی بالکل
قراءت نکرے خواہ نماز جہریہ ہو یا سریہ ہو کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص کا امام ہو تو امام ہی
کی قراءت اسکی قراءت ہے (رواہ احمد) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد میں ضعف ہے اور یہ حدیث کئی طرق سے روایت کی گئی مگر کوئی صحیح نہیں
ہے اور امام مالک و ترمذی نے اسکو جابر رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ طرق متعدد تو درجہ حسن تک پہونچتے ہیں اور یہی کافی ہے بلکہ
کہ جابر رضی اللہ عنہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور ایک جماعت علماء کا مذہب ہے اور تمام تحقیق قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن
فاستمعوا لہ الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ آویگی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول سوم یہ ہے کہ جب نماز سریہ ہو یعنی ظہر و عصر تو مقتدی پر قراءت فاتحہ واجب ہے
اور اگر نماز جہریہ ہو تو واجب نہیں کیونکہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اسی واسطے
بنایا جاتا ہے کہ اسکی اقتدا کیجاوے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ تکبیر کہو اور جب پڑھے تو خاموش رہو (رواہ مسلم و ابو داؤد والترمذی والنسائی
و ابن ماجہ من حدیث ابی ہریرۃ ایضاً) کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام
پڑھے تو تم خاموش سنو اور اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح کہا ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ دونوں حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ یہی قول
صحیح ہے اور یہی امام شافعیؒ کا قدیم قول تھا اور یہی امام احمدؒ سے ایک روایت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان سکوت مقتدی کا
صریح روایت کی تو یہ دلیل ہے کہ سابق حدیث ابو ہریرہؓ جو بغیر فاتحہ کے ناقص ناتمام نماز ہونے کے بارہ میں ہے اس میں ابو ہریرہؓ نے جو اپنے
جی میں پڑھنے کا فتویٰ دیا اس سے صاف یہ مراد ظاہر ہوتی ہے کہ سورۂ فاتحہ جو حمد و ثنا و دعا ہے اپنے دل سے ادا کرتا جاوے کیونکہ
یہ دونوں باتیں دل سے ممکن ہیں پس معلوم ہوا کہ مقتدی اگر محض غافل ہو تو محروم ہوگا بلکہ سورۂ فاتحہ اسکے حق میں بھی اسطرح لازم ہے کہ
جیسے امام زبان و دل دونوں سے ثنا و دعا کرتا جاتا ہے اسی طرح مقتدی دل سے حمد و دعا کرتا جاوے کیونکہ غافل کے واسطے

نماز میں سے حصہ نہیں ہوتا بلکہ عاقل کے واسطے بھی نماز میں سے اُسی قدر ہوتا ہے جتنا اُسنے عمل کیا ورنہ غفلت حصہ شیطان ہے جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث میں مصرح ہے - ھ - امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ بیان فضائل میں ان مسائل کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ منجملہ فضائل سورۂ فاتحہ کے ان مسائل کا اختصاص ہے یہ احکام اسی سورۂ پاک کے ساتھ خاص ہیں - حدیث انسؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو بستر پر آوے اور سورۂ فاتحہ و قل ہو اللہ احد پڑھے تو سوا موت کے ہر بلا سے مامون ہو جاویگا - (رواہ البزار) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فاتحۃ الکتاب ہر بیماری سے شفا ہے (رواہ سعید بن منصور والبیہقی) اور عبد الملک بن عمیر سے مرسل روایت اسی کے مانند دارمی میں ہے اور اسکے راوی ثقات ہیں - خارجہ بن الصلت تمیمی نے اپنے چچا سے روایت کی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر جب میں آپ کے پاس سے اپنے وطن کو لوٹا تو ایک قوم پر میرا گزر ہوا جنکے پاس ایک شخص مجنون زنجیروں میں بندھا ہوا تھا پس اُن لوگوں نے کہا کہ تمہارے پیغمبر بہت سی خوبیاں لائے ہیں بھلا تیرے پاس اس مجنون کی بھی کوئی دوا ہے تو میں نے تین دن تک اُس پر سورۂ فاتحۃ الکتاب اسطرح پڑھکر دم کی کہ ہر روز صبح و شام پڑھتا اور اپنی انگلیوں کی پور جمع کرکے پھونکتا پس بفضل الٰہی وہ اچھا ہو گیا تو اُن لوگوں نے مجھکو سو بکریاں دیں پس میں اُن کو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ حال ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو کھا کیونکہ جسنے رُقیہ باطل کے ساتھ کھایا اُسنے بُرا کیا اور تو نے تو رقیہ حق کے ساتھ کھایا (رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی وابن جریر والحاکم) حسنؒ سے مرسل روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ فاتحۃ الکتاب پڑھا گویا اُسنے توریت و انجیل و زبور و فرقان پڑھا (رواہ ابو عبید) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر میں اُترے اور کسی حاجت کے واسطے روانہ ہوئے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے پہلو میں ساتھ ہو گیا پس آپ نے توجہ فرما کر اُسے دیکھا اور فرمایا کہ تجھکو افضل القرآن بتلاؤں پھر اُسپر الحمد للہ رب العالمین تلاوت فرمائی (رواہ الحاکم والبیہقی) - (فائدہ رابعہ) جمہور علماء کے نزدیک قراءت سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم - اور جمہور کے نزدیک اسکے معنی یہ ہیں کہ جب قراءت قرآن کا ارادہ کرے تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے - اور بعض نے کہا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھے - چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھکر نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے پھر سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک پھر تین بار لا الٰہ الا اللہ کہتے پھر اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ (رواہ احمد و ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ) ہمز کے معنے گلا گھونٹنا اور نفخ کے معنے تکبر کرنا اور نفث سے مراد شعر ہے - اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز میں داخل ہوئے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرا اور تین مرتبہ الحمد للہ کثیرا اور تین مرتبہ سبحان اللہ بکرۃ واصیلا کہتے پھر اللہم انی اعوذ بک من الشیطان من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ ابو داؤد وابن ماجہ) اور حدیث ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر لا الٰہ الا اللہ تین مرتبہ کہتے اور سبحان اللہ وبحمدہ تین مرتبہ کہتے پھر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ احمد) اور حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دو شخصوں میں جھگڑا ہوا حتی کہ غصہ کی وجہ سے ایک شخص کی ناک بدہیئت ہو گئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایسی چیز معلوم ہے کہ اگر یہ کہے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے (رواہ ابو یعلی والنسائی واحمد وابو داؤد والترمذی) اور یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (کما فی الترمذی) والنسائی اور بخاری نے اسکو حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے) اور معنی یہ ہین کہ غصہ وغضب ایک شیطانی حرکت ہے جس کا مادہ آتشی دھوان ہے اور شیطان اُسکو مغرور کرتا ہے کہ وہ دوسرے کے آزار یا رفع پر قادر ہے حالانکہ سب حول وقوت اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے پس جب اُسنے شیطان کی بدی سے پناہ مانگی یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا تو شیطان بھاگ جائیگا اور وہ شخص اپنے انسانی ہوش مین آجائے گا اسی طرح جب انسان تلاوت قرآن اور اُسکے سمجھنے کا قصد کرتا ہے تو شیطان وسوسہ دلاتا ہے اور کافرون کو امرِ حق کے برعکس سُناتا ہے اسی طرح آدمیون مین بھی شیاطین ہین جو ہر طرح کے اوہام ڈالنے یا اُس کے ساتھ جھگڑا کرنے پر آمادہ ہوتے ہین پس چاہیئے کہ اسوقت اللہ عزوجل سے پناہ مانگے تاکہ ان شیاطین کے شر سے محفوظ رہے اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام جب اول وحی لائے تو پہلے استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہلایا پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی پھر اقرأ باسم ربک الذی خلق پڑھائی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اثر غریب ہے اور اسکی اسناد مین ضعف وانقطاع ہے (مسئلہ) جمہور علماء کے نزدیک تعوذ پڑھنا واجب نہین بلکہ مستحب ہے اور عطاء بن ابی رباح کے نزدیک واجب ہے (مسئلہ) شافعیؒ نے کہا کہ تعوذ چاہے آہستہ پڑھے اور چاہے جہر سے پڑھے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آہستہ پڑھا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہر سے پڑھا مترجم کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تعوذ وتسمیہ دونون آہستہ پڑھے اور اگر اُسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہہ لیا تو امام ابوحنیفہ وشافعی کے نزدیک کافی ہے اور بعضون نے زیادہ کیا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہے اور سفیان ثوری واوزاعی نے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان اللہ ہو السمیع العلیم کہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ احادیث صحیحہ جو سابق مین مذکور ہوئین ان کی اتباع اولیٰ ہے (مسئلہ) نماز مین تعوذ پڑھنا صرف تلاوت کے واسطے ہوتا ہے یعنی جب قرأت قرآن کا قصد کرے تب تعوذ پڑھے اور یہی امام ابوحنیفہ ومحمدؒ کا قول ہے اور امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ نماز کے واسطے پڑھے پس بنا بر قول ابو یوسفؒ کے مقتدی اگرچہ قرأت نہین کرے گا مگر تعوذ پڑھیگا اور نماز عیدین مین تکبیر تحریمہ کے بعد عید کی تین تکبیرون سے پہلے تعوذ پڑھیگا مگر جمہور علماء کے نزدیک تکبیر وثناء کے بعد قرأت سے پہلے پڑھے (نکتہ) تعوذ پڑھنے مین لطافت یہ ہے کہ جو کچھ اُس نے مُنھ سے لغو بیہودہ بکا اُس سے منھ کی طہارت ہو جاتی ہے اور وہ تلاوت کلام اللہ کے واسطے پاکیزہ ہو جاتا ہے بلکہ اسمین اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے اور اس مین اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار ہے کہ مجھکو اس صریح دشمن باطنی یعنی شیطان سے مقابلہ کرنے کی قدرت نہین بلکہ مین رب عزوجل سے پناہ مانگتا ہون جسنے انسان وشیطان دونون کو پیدا فرمایا پس تمام مخلوق اُسی کے قبضہ قدرت مین مقہور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومنین بندون پر شیطان کو قدرت نہین دی ہے پس جب بندہ اپنے رب عزوجل کی پناہ مین آیا تو شیطان خوار ہو کر بھاگ گیا اور جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ سے کافر ہین اُنپر شیطان مسلط ہو کر ہلاک کرتا ہے اور یہ عجیب لطیفہ ہے کہ جس شخص کو ظاہری دشمن قتل کرے وہ شہید ہوتا ہے اور جسکو یہ دشمن باطنی قتل کرتا ہے وہ مردود کافر ہو جاتا ہے اور چونکہ شیطان نظر نہین آتا لہذا رب عزوجل سے پناہ چاہی جسکو شیطان نہین دیکھ سکتا ہے۔ واضح ہو کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے معنے یہ ہین کہ مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین اُس کے ملعون مخلوق شیطان سے پناہ لیتا ہون تاکہ شیطان مجھکو دین یا دنیا کے کامون مین ضرر نہ پہونچا سکے پس جس بندہ کو اللہ عزوجل نے پناہ دی وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جس نے اپنے آپ کو غافل کیا اُسپر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور اُس کا قلب مر جاتا ہے۔ ابوذر جندبؓ کی حدیث مین وارد ہوا کہ اے ابوذر تو انس وجن کے شیطانون سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین پناہ ڈھونڈھ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا انس مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان (رواہ احمد) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الیٰ بعض زخرف القول غرورا ۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسانون مین بھی شیاطین ہوتے ہین کیونکہ جو شخص متمرد ہو وہ شیطان ہے کیونکہ

زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عجمی گھوڑے پر سوار ہوئے تو اُس نے آپ کی سواری میں چکنا مٹکنا شروع کیا پس آپ نے اُس کو مارنا شروع کیا مگر وہ اور زیادہ چکنے مٹکنے لگا تو آپ اس پر سے اتر پڑے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھکو ایک شیطان پر سوار کر دیا تھا کہ میں اُس سے اترتے اترتے اپنے قلب سے منکر ہوا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ جب ملک شام فتح ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے واسطے تشریف لائے تو سرداران لشکر شام مانند حضرت ابو عبیدہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے استقبال کو آئے اور چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا بوڑھا اونٹ اور پیوند در پیوند لباس چھوڑ کر یہ ریشمی سفید لباس پہنیں اور اس رومی گھوڑے پر سوار ہوں کہ اس میں کافروں کے واسطے ہیبت ہو پس آپ سوار ہوئے تو یہ واقعہ ہوا کہ اسکو شیطان کہکر اتر پڑے اور معنی یہ ہیں کہ اُس کی چمک و کلبل سے دنیائے فانی کی بعض لذات نظر پڑے اور یہ وسیلہ شیطانی تھا لہذا اسکو چھوڑ دیا اور اس میں لطیفہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے راہب و قسیس اپنی اگلی کتابوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صفت اسی پیوند پارہ کے لباس میں پاتے تھے پس اگر آپ لباس بدلتے تو شاید وہ لوگ نہ پہچانتے حالانکہ انھوں نے آپ کو اسی لباس نہ ہ میں دیکھکر فوراً پہچان لیا اور فوراً مطیع ہو کر قلعہ کا دروازہ کھول کر آپ سے امان مانگی۔ قد شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیطان کو رجیم اسواسطے کہتے ہیں کہ وہ مرجوم و مطرود ہے اور جب وہ چوری سے کان لگا کر ملائکہ کی باتیں سُننا چاہتا ہے تو شہاب ثاقب سے رجم کیا جاتا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین وغیرہ آیات کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔ واضح ہو کہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت معلوم ہو چکی اور یہ بھی بیان ہوا کہ تلاوت میں پہلے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ لے بلکہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک سوائے فرائض نماز کے نوافل میں بہتر ہے کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ پڑھ لے التسمیہ شروع کیا جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع ہے جو نہایت بخشش والا بہت مہربان ہے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق کتاب الٰہی یعنی قرآن مجید کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا اور علما متفق ہیں کہ سورۂ نمل میں قولہ تعالیٰ وانہ من سلیمٰن وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بسملہ بعض آیت ہے پھر مسئلہ یہ ہے کہ ہر سورہ کے اول میں بسملہ پوری آیت ہے یا آیت کا جزو ہے اور یہ جس سورہ پر لکھی گئی اُس میں شمار ہے یا فصل کے واسطے لکھی گئی ہے پھر وہ سورۂ فاتحہ میں بھی فصل کے واسطے لکھی گئی یا وہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔ شیخ نے لکھا کہ علما کے اختلافی اقوال کتب فقہ وغیرہ میں دلائل کے ساتھ مفصل مذکور ہیں اور سُنن ابو داؤد میں باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورتوں کا فصل نہیں پہچانتے تھے یہاں تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل کی گئی (رواہ الحاکم ایضاً) مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اسی سے استدلال کیا کہ بسملہ کسی سورہ کا جزو نہیں ہے بلکہ وہ فصل پہچاننے کے واسطے اتاری گئی ہے لیکن امام شافعیؒ نے اسکی یہ تاویل کی کہ بیشک وہ پہلے جزو نہ تھی پھر جب اتاری گئی تو اس سورہ کا جزو ہو گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل لطیف ہے لیکن لازم آتا ہے کہ بسملہ نازل ہونے سے پہلے ہر سورہ ناقص تھا اور اس کا التزام کرنا بعید ہے۔ قد شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں سورۂ فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھی اور اسکو ایک آیت شمار کیا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد میں عمر بن ہارون البلخی ضعیف ہے لیکن دارقطنی نے دوسری اسناد کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی متابعت روایت کی۔ مترجم کہتا ہے کہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ میں سے ایک آیت شمار کیا بلکہ وہ ایک آیت ہے اور ظاہر لفظ بھی اسی کو مفید ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ سے پہلے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ سورۂ فاتحہ سے علیحدہ

ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و ابوہریرہ و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہو کہ سوائے سورۂ براۃ کے ہر سورۃ مین سے بسم اللہ ایک آیت ہو اور یہی قول تابعین مین سے عطاء و طاؤس و سعید بن جبیر و مکحول و زہری رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہو اور یہی مذہب عبد اللہ بن المبارک و شافعی و اسحٰق و ابوعبید ہو اور امام مالک و ابوحنیفہ و اُن کے اصحاب نے کہا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ وغیرہ کسی مین سے آیت نہین ہے۔ اور داؤد ظاہری نے کہا کہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہو جو کسی سورہ کا جزو نہین ہے بلکہ ہر سورہ پر لائی گئی ہے اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہو اور اسی کو ابوبکر الجصاص الرازی نے ابوالحسن الکرخی سے نقل کیا اور یہ دونون اکابر فقہاء حنفیہ سے ہین مترجم کہتا ہو کہ شیخ جصاص و کرخی کے قول سے یہ لازم نہین آتا کہ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہو بلکہ یہ دونون علماء بھی درجہ اجتہاد تک پہونچے ہین پس شاید یہی ان دونون کا مذہب ہوا اور شک نہین کہ یہ مذہب بنظر دلیل قوی ہو اور فقہاء حنفیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہو پس حاصل یہ ہو کہ بسم اللہ ایک آیت مستقل نازل کی گئی جو ہر سورہ پر فصل پہچاننے کے واسطے رکھی گئی ہو جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث ابن عباس مین مذکور ہوا اور اس قول پر یہ اعتراض نہین ہو سکتا کہ بسم اللہ اگر قرآن مین سے نہو تو لازم آوے کہ جو چیز قرآن مین سے نہین ہے وہ مصحف مین داخل ہے اور بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو نہین ہو اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو فضائل فاتحہ مین گزری کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کو اپنے درمیان اور اپنے بندہ کے درمیان نصفا نصف قرار دیا اور اُس حدیث مین بسم اللہ کو شمار نہین فرمایا چنانچہ وہان اشارہ کیا گیا ہے اور ابن خزیمہ کی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگر ثابت ہو تو بھی کچھ اعتراض نہین کیونکہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے اور اس مسئلہ کے واسطے ان احادیث سے بھی استدلال ملے گا جو نماز مین قرأت فاتحہ کے بارہ مین وارد ہو کیونکہ جن احادیث سے ثبوت ہوا کہ مغرب و عشا و فجر وغیرہ کی نماز جہری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کا جہر نہین فرماتے تھے تو صریح ہو کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت نہین ہے ورنہ اُسکے کچھ معنی نہین کہ ایک آیت آہستہ پڑھی جاوے اور باقی سورت جہر سے پڑھی جاوے لہذا اس مسئلہ کو بیان کر دینا چاہیئے (**مسئلہ**) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا چاہیئے یا آہستہ سے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ مین سے آیت نہین ہو وہ قرأت فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ کا جہر نہین کرتے ہین اور جنھون نے کہا کہ وہ سورہ مین سے آیت ہو جیسے امام شافعی وغیرہ تو ان مین اختلاف ہو چنانچہ شافعی کہتے ہین کہ فاتحہ و سورہ ہر ایک پر بسم اللہ جہر سے پڑھے اور یہی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے منقول ہو اور خطیب نے نقل کیا کہ یہی خلفاے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے لیکن یہ نقل غریب یعنی شاذ ہو۔ مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح روایات مشہورہ کے خلاف ہو۔ ف۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جب بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہو تو کل کی طرح اس کا بھی جہر کرنا چاہیئے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگون کو نماز پڑھائی اور قرأت مین بسم اللہ کا جہر کیا اور بعد فراغت کے فرمایا کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہون (رواہ ابن خزیمہ و ابن حبان و النسائی) اور اس حدیث کو دارقطنی و خطیب و بیہقی نے صحیح کہا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے استدلال اس طرح ہوا کہ ابوہریرہ نے اپنی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اشبہ کہا حالانکہ بسم اللہ کا جہر کیا تھا تو لازم آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جہر فرماتے تھے لیکن اشبہ ہونے کے واسطے ہر جزو کی مشابہت شرط نہین ہوتی علاوہ برین اس سے معمولی طور پر جہر ثابت نہین ہوتا بلکہ غالباً یہ جہر بطور تعلیم تھا تاکہ لوگ جان لین کہ قرأت سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھنا چاہیئے جیسے فقہاء حنفیہ نے جہر سے آمین کہنے مین یہی تاویل کی چنانچہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ ف۔ شیخ نے لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے تھے (رواہ ابوداؤد والترمذی) لیکن ترمذی نے کہا کہ اس کی اسناد ٹھیک نہین ہو اور حاکم نے بعد روایت کے کہا کہ صحیح ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر صحیح مان لیجاوے تو شاید بطور تعلیم ہو یا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

لوگون کو آگاہ کیا کہ قراءت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا چاہیئے اور اس تاویل کی وجہ آئندہ انشاء اللہ ظاہر ہوگی۔ شیخ نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت پوچھی گئی تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کشیدہ ہوتی تھی پھر انس رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس طرح پڑھی کہ بسم اللہ کو مد کیا اور الرحمٰن کو مد کیا اور الرحیم کو مد کیا (رواہ البخاری) مترجم کہتا ہے کہ یہ تو آپکی قراءت کی مثال ہے اس سے کچھ بھی ثابت نہین ہوتا کہ آپ نماز مین بسم اللہ جہر سے پڑھتے تھے بلکہ جن آیات کو جہر سے پڑھتے اُن مین مقامات مد کی مثال یہ ہے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین بیان کی پس اس سے جہر بسم اللہ پر استدلال کرنا بہت بعید ہے۔ اسی طرح شیخؒ نے لکھا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قراءت کو مُقَطَّع الگ الگ پڑھتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیمْ الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیمْ مالک یوم الدینْ (رواہ احمد وابو داؤد وابن خزیمہ والحاکم) اور دارقطنی نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی مثال قراءت ہے۔ شیخؒ نے لکھا کہ دیگر علماے مجتہدین کا مذہب یہ ہے کہ نماز مین بسم اللہ کو جہر سے نہین پڑھنا چاہیئے اور یہی امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و چارون خلفاے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عبد اللہ بن مغفل اور ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہی امام ابو حنیفہ و ثوری و احمد کا مذہب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو تکبیر سے اور قراءت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ مسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی پس یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ البخاری ومسلم) اور صحیح مسلم کی دوسری روایت مین مصرح ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ اول قراءت مین جہر کرتے اور نہ آخر قراءت مین انتہیٰ اور عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل روایت ہے حتیٰ کہ اپنے بیٹے کو جہر بسم اللہ کی نسبت کہا کہ یہ بدعت ہے اور کہا کہ مین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی یہان کوفہ مین قریب پانچ برس کے نماز پڑھی مگر کبھی بسم اللہ کو جہر سے پڑھتے ہوے نہین سُنا اور یہ روایت سنن مین موجود ہے اور ترمذی نے کہا صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ جب یہ روایات صریح موجود ہین تو یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدینؓ کا معمولی فعل تھا پس اس کے معارض کوئی روایت نہوگی اور اگر جہر بسم اللہ کسی روایت مین صریح ثابت ہو تو اس کے یہی معنی ہونگے کہ آپ نے تعلیم کے واسطے جہر کیا واللہ تعالیٰ اعلم ۔ **فضیلت**

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نامون سے ایک نام ہے اور یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم سے اسقدر قریب ہے جیسے آنکھ کی سفیدی و سیاہی مین قربت ہوتی ہے (رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ) اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰؑ ابن مریم کو ان کی مان نے معلم کو سپرد کیا تاکہ وہ عیسیٰؑ کو تعلیم کرے معلم نے کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو تو عیسیٰؑ نے کہا کہ بسم اللہ کیا ہے معلم نے کہا کہ مین نہین جانتا ہون پس عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ب بہاے الٰہی س سناے الٰہی م مملکت الٰہی ہے اللہ سب کا معبود و مالک ہے الرحمٰن دنیا و آخرت مین رحمت والا الرحیم خاص آخرت مین رحمت والا (رواہ ابن جریر و ابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ غریب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت نہین ہوتی مگر شاید سلف مین سے کسی کا قول ہو یا نصرانیون سے روایت ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابو محمد روزبہان شیرازی نے اشارات عرائس مین بھی بسم اللہ کے اشارات مین اسی روایت کے مانند ذکر کیا پس ظاہر یہ منجملہ اشارات ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بنو اسرائیل مین بسم اللہ زمانہ سلیمان علیہ السلام سے معروف تھی پس شاید کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معلم کو اسکے بعض اشارات سے متنبہ کیا ہو۔ شیخؒ نے لکھا کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر ایسی آیت نازل کی گئی جو کسی پیغمبر سابق پر سوائے سلیمانؑ کے نہین اتری اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین ابوامیہ عبدالکریم محدثین کے نزدیک ضعیف ہی ۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی تو غیم بجانب مشرق بھاگا اور ریاح کے جھکوڑ ونکو سکون ہو گیا اور سمندر کو ہیجان ہوا اور بہائم نے اپنے کان لگائے اور شیاطین کو آسمان سے رجم کیا گیا اور اللہ تعالی نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی کہ جس کسی چیز پر اس کا نام لیا جائے گا ضرور اس مین برکت عطا ہو جائیگی (رواہ ابن مردویہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص کو یہ آرزو ہو کہ اللہ تعالی اسکو ملائکہ زبانیہ سے جو انیس [۱۹] ملائکہ عذاب دوزخ ہین نجات دے تو اسکو چاہیئے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرے کہ اللہ تعالی اُن کے لئے بسم اللہ کے کل حروف مین سے ہر حرف کو ہر زبانیہ سے سپر کردے گا اس اثر کو ابن عطیہ اور قرطبی نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ بسم اللہ مین انیس [۱۹] حرف ہین اور زبانیہ بھی انیس [۱۹] ہین پس اس کا ہر ایک حرف ایک زبانیہ کے واسطے سپر ہی جیسے حدیث شریف مین ایک مرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک صحابی نے کہا کہ ربنا ولک الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام کے فرمایا کہ بیشک مین نے بضع وثلثین ملائکہ کو دیکھا کہ اس کلمۂ پاکیزہ کو لیجانے کے واسطے مبادرت کرتے تھے اور بضع زبان عرب مین تین سے نو تک ہے اور ثلثین تیس [۳۰] ہی پس انتہا انتالیس [۳۹] ہوئے اور اس کلمہ کے حروف بھی انتالیس [۳۹] ہین پس ہر حرف کے واسطے ایک فرشتہ ہوا۔ اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف مین تھا کہ اتنے مین سواری نے ٹھوکر کھائی تو مین نے کہا تعس الشیطان یعنی شیطان خوار ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لفظ مت کہہ کیونکہ جب تو یہ لفظ کہے گا تو شیطان پھول کر مکان کے برابر ہو جائے گا اور کہے گا کہ مین نے اپنی قوت سے پچھاڑا بلکہ تو بسم اللہ کہا کر کیونکہ جب تو نے بسم اللہ کہا تو وہ خوار ہو کر مکھی کے برابر حقیر ہو جاتا ہی (رواہ احمد والنسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بسم اللہ کی تاثیر برکت ہی اسی واسطے ہر قول وفعل سے پہلے بسم اللہ کہنا مستحب ہی اور خطبہ کے اول مین بھی مستحب ہی کیونکہ حدیث مین آیا کہ ہر امر معتد جو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جاوے وہ اجذم ہے یعنی جذامی کی طرح مقطوع وبے برکت ہوتا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت ابن ماجہ واربعین رُہاوی وغیرہ مین ہے اور اسی کے مانند روایت کو نووی وابن الصلاح نے صحیح کہا اور اُسکو ابن حبان وابوعوانہ نے بھی روایت کیا ۔ م ۔ پس ہر ایسے کام کے واسطے جو شرعًا مباح ہی خواہ قول ہو یا فعل ہو بسم اللہ کہنا چاہیئے حتی کہ پاخانہ جاتے بسم اللہ کہے چنانچہ اس بارہ مین صریح حدیث صحیح وارد ہے پھر اگر وہ کام شرعًا مستحب ہو تو بسم اللہ کہنے کی تاکید مزید ہو جائیگی ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ وضو کے اول مین بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ حدیث ابوہریرہ وسعید بن زید وابوسعید خدری رضی اللہ عنہم مین وارد ہی کہ اس شخص کا وضو نہین جس نے اسپر اللہ تعالی کا نام نہین ذکر کیا (رواہ احمد واصحاب السنن) اور یہ حدیث حسن ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہی ۔ شیخؒ نے لکھا کہ بعضے علمار نے وضو مین بشرط یاد اُس کو واجب کہا ہی اور بعضے علمار نے اس کو مطلقًا واجب کہا ہے اور امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک ذبیحہ کے وقت بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہی بلکہ موکد ہی اور دیگر علمار نے اسکو واجب کہا مگر بعض نے بشرط یاد اور بعض نے مطلقًا واجب جانا پھر شیخ نے اس مقام پر تفسیر کبیر وغیرہ کی بعض روایات نقل کر کے کہا کہ یہ بے اصل ہی لہذا مترجم نے اس کا ذکر ہی متروک کیا پھر شیخؒ نے لکھا کہ کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن ابی سلمہ کو کھاتے وقت تعلیم فرمایا کہ بسم اللہ کہہ اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے کی غذا سے کھا (کما فی صحیح مسلم) اور بعض علمار نے اُسکو واجب کہا ہے ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس نظر سے واجب

[illegible]

ہونا مناسب ہے کہ جب بسم اللہ نہ کہے تو شیطان ساتھ کھاتا ہے اور برکت مٹ جاتی ہے چنانچہ سنن ترمذی وغیرہ کی حدیث مین یہ بات ثابت ہے اور اگر ابتدا مین بسم اللہ بھول جاوے تو درمیان مین جسوقت یاد آوے اس طرح کہے کہ بسم اللہ اولاً و آخراً جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث صحیح مین ثابت ہے اور واضح ہو کہ بعض احادیث مین وارد ہوا کہ مومن کا شیطان نحیف و نزار و لاغر ہوتا ہے اور کافر کا شیطان موٹا تازہ و قوی ہوتا ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر بسم اللہ کہنے کے جو شیطان ساتھ کھاتا ہے شاید یہ وہی شیطان ہو جو ہمزاد ہے اور بھید یہ ہے کہ جسم انسانی کی ترکیب اسی صورت جسمیہ محسوسہ سے اور اسی کے مماثل پیکر ہیولانی ہمزاد سے ہے اور روح نورانی اور اُسی کے مماثل پیکر نوری ملکی سے ہے پس انسان جو غذا کھاتا ہے اگر اُسنے ایمان کے ساتھ بسم اللہ کہکر کھائی تو وہ مثمر نور و برکات طاعت و ذکر الٰہی ہوتی ہے جس سے پیکر نورانی قوی ہوتا ہے یعنی نور کی کثرت ہوتی ہے اور اگر کفر کیا یا بسم اللہ چھوڑ دی تو وہ غذا اسے جسمانی ہو کر پیکر ہیولانی کی قوت ہوتی ہے جس سے شر و فساد معصیت حاصل ہو یا کمتر یہ کہ وہ غذا رائگان ہو کیونکہ یہ جسم آخر کار فانی ہے پس ہمزاد کے ساتھ کھانے کے یہ معنی ہین جو مذکور ہوئے اور شاید کہ شیطان سے ابلیس و اُس کی ذریت مراد ہو جو ہمزاد سے علیحدہ ہے کیونکہ ابلیس در اصل از قسم جن ہے اور اُسکے واسطے غذا معلوم ہے اور جن جاہلون نے شیطان سے انکار کیا اُسکے پاس کوئی دلیل نہین ہے اور عجب کہ وہ ہمہ تن شیطان کا بندہ بن گیا حتی کہ اُسی کی بندگی مین یہ انکار بھی ہے حالانکہ کمال جہالت سے اُسکو خبر نہین اور مقدمہ مین مترجم نے فی الجملہ اشارہ کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر اسکی بحث آویگی شیخ نے لکھا کہ جماع حلال کیوقت بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص اپنی جورو کے پاس جانا چاہتا ہے اگر اس وقت مین یون کہے بسم اللہ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی باسم الٰہی یہ کام کرتا ہون الٰہی ہم دونون سے شیطان کو دور رکھ اور جو فرزند تو ہم دونون کو روزی فرماوے اُس سے بھی شیطان کو دور رکھ پھر اگر ان دونون کے درمیان کوئی فرزند مقدر کیا جاوے گا تو شیطان کبھی اُسکو مضرت نہین پہونچا سکے گا (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ جماع کے وقت بسم اللہ کا استحباب اسواسطے کہا کہ مومن کو اس فعل مین بھی اپنی نیک نیتی پر ثواب ملتا ہے کیونکہ خالی شہوت پرستی مثل جانورون کے مقصود نہین ہوتی بلکہ وہ حرام سے اپنی حفاظت اور فرزند صالح کی نیت کرتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین منصوص ہے کہ جب آپ نے اس فعل پر ثواب فرمایا تو بعض صحابہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہم مین سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اس مین بھی ثواب پاوے پس آپ نے فرمایا کیون نہین دیکھتے ہو اگر وہ حرام کاری کرے تو عذاب پاوے انھون نے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ اسی طرح حلال کام مین ثواب پاوے گا۔ کما فی الصحیح۔ (مسئلہ) جس طرح جائز افعال پر بسم اللہ مستحب ہے اسی طرح اس کے برعکس اگر غیر جائز کامون پر بسم اللہ کہے تو معصیت ہے حتی کہ فقہاء نے کہا کہ اگر زنا و حرام کاری یا شراب خواری یا قطعی حرام کھانے پر اُسنے بسم اللہ کہا تو کافر ہو جاوے گا چنانچہ فتاویٰ ہندیہ کی کتاب الارتداد و احکام مرتدین مین یہ مسائل مذکور ہین (مسئلہ) اگر کوئی شخص کھانا کھاتا ہو اور دوسرا شخص آیا اور اُس نے کہا کہ آؤ تم بھی کھانا کھاؤ پس اُسنے جواب مین کہا کہ بسم اللہ تو اس کا کیا حکم ہے جواب یہ ہے کہ اگر کہنے والے کو درحقیقت یہی منظور ہے کہ یہ شخص میرے ساتھ کھانے مین شریک ہو جاوے تو اُسکا کہنا بہتر ہے اور اگر اُسکو یہ منظور نہین ہے تو اُسکا قول منافقانہ ہے پس اُسکو اس حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے رہا وہ شخص جسنے صلائے طعام کے جواب مین بسم اللہ کہا تو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنے بعض رسائل مین اور نیز فتاویٰ وغیرہ مین مذکور ہے کہ اُس نے بجائے اپنے کلام کے بسم اللہ کو داخل کیا تو یہ معصیت ہے حتی کہ بعض نے کفر کا خوف لکھا بلکہ اسکو یون کہنا چاہیے تھا کہ مجھے خواہش نہین ہے یا مین نہ کھاؤنگا یا تم کھاؤ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے یا مانند اُس کے جو کلمات اس کا جواب ہو سکتے ہین (مسئلہ) اگر کسی شخص کو دو تین دن گزرے اور اس نے کھانا نہ پایا یہان تک کہ مضطر ہو گیا

پھر اسکو مردار کھانا ملا تو ہمارے ائمہ حنفیہ کے اصول پر اسکو بسم اللہ نہیں کہنا چاہیئے اس واسطے کہ یہ چیز اپنے حال پر مردار ہی مگر اللہ تعالیٰ نے بقدر بقاے حیات کے کھا لینے مین اس سے گناہ اٹھا دیا ہی لیکن بعض مشائخ نے یہ مقدار اسکے حق مین مباح بھی حتیٰ کہ انکے قول پر بسم اللہ جائز ہی لیکن قول اول ارجح ہی واللہ اعلم - حدیث مین ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض اصحاب کے کھانا کھاتے تھے کہ اتنے مین ایک اعرابی آکر شریک ہو گیا پس بہت جلد وہ طعام ختم ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے بسم اللہ نہین کہا اور اگر کہتا تو تم کو کافی ہوتا (السنن) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق ضحاک عن ابن عباسؓ روایت کی کہ اول جو چیز جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے یہ ہی کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ ای محمد کہو استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پھر کہا کہ کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابن عباسؓ نے کہا کہ جبرئیل نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اُس کے یہ معنے ہین کہ اے محمد اقرأ باسم ربک یعنے اپنے رب کے نام پاک کے ساتھ پڑھو اور اپنے رب عز وجل کا نام ذکر کرنے کے ساتھ اٹھو اور بیٹھو - (لفظ ابن جریر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ننانوے نام ہین جس نے ان کو حفظ کے ساتھ احصا کیا وہ جنت مین داخل ہوا (الصحیح) اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک بھی معظم و مکرم ہے لہذا کتابت و خطبہ وغیرہ مین باسم الٰہی لکھتے ہین اور رہی قسم تو اس مین اسم اللہ کی قسم معروف نہین ہے - کیونکہ قسم کا مدار عرف پر ہے اور عرف مین جیسے واللہ کہتے ہین ویسے والقدوس کے ساتھ قسم معروف نہین ہی - اور بعض محققین نے کہا کہ اللہ ہی اسم اعظم ہے کیونکہ اسم ذات جامع صفات ہی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو قرآن مین ایک ہزار تین سو ساٹھ جگہ ذکر فرمایا ہی ولیکن سابق مین ابن کثیر سے ایک روایت گذری کہ اس مین اور اسم اعظم مین آنکھ کی سفیدی و سیاہی کے مانند قرب ہے - اور صحیح کی بعض روایات مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم الٓمٓ اللہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم اور شروع آیۃ الکرسی اور شروع آل عمران مین ہی - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تفسیر کبیر مین بعض سلف سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہین از انجملہ ایک ہزار قرآن مین اور ایک ہزار سنت صحیحہ مین اور ایک ہزار توریت اور ایک ہزار انجیل و ایک ہزار زبور اور ایک ہزار لوح محفوظ مین ہین مترجم کہتا ہی کہ قولہ تعالیٰ و للہ الاسماء الحسنیٰ کی تفسیر مین آویگا کہ اسماء الٰہی عز وجل غیر محصور ہین چنانچہ وہان ایک حدیث اس بارہ مین صریح منصوص ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کے بیان مین جو حدیث صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے چنانچہ بیان شفاعت مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا - شیخ نے لکھا کہ اللہ اسم پاک ہی جو کسی لفظ سے مشتق نہین - اور قرطبی نے اسکو امام شافعی و خطابی و امام محمد و امام حرمین و غزالی وغیرہ ایک جماعت علماء سے نقل کیا - مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی - اور بعضون نے اسکو مشتق گمان کیا چنانچہ ابن کثیر و بیضاوی و رازی و خطیب نے وجوہ اشتقاق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا مگر مین نے اس مین زیادہ فائدہ نہ دیکھا اس لیے متروک کیا - اور قولہ تعالیٰ ہل تعلم لہ سمیا کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ بعض تفصیل آویگی - تفسیر کبیر مین شیخ رازیؒ نے لکھا کہ خلائق دو قسم ہین ایک وہ جو بحر معرفت کے کنارے پہونچے اور دوم وہ جو تاریکی حیرت و جہالت مین حیران ہین گویا اپنے عقول و ارواح گم کر بیٹھے اور قسم اول جو معرفت تک واصل ہوے وہ عرصہ نور و فسحہ جلال و کبریا مین پہونچکر اس میدان بے انتہا و بحر ناپیدا کنار مین سائر ہین تو معلوم ہوا کہ کل خلائق اسکی معرفت مین والہ ہین -

(بیان الرحمٰن الرحیم) یہ دونون اسم پاک رحمت سے مشتق ہین اور یہ اشتقاق مبالغہ ہی جس سے کمال رحمت کا اظہار ہو - اور ان دونون مین سے الرحمٰن زیادہ بلیغ ہی اور یہی تفسیر ابن جریر و بعض سلف سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسپر علماء متفق ہین اور اثر عیسیٰ علیہ السلام جو سابق مین مذکور ہوا کہ الرحمٰن دنیا و آخرت کی رحمت والا اور الرحیم خاص آخرت کی رحمت والا ہی یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور الرحمٰن بیشک عربی ہے چنانچہ اہل یمامہ اپنے مسیلمہ کذاب کو رحمٰن الیمامہ کہتے تھے لیکن قریش اس کو اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہین جانتے تھے اسی واسطے جب قریش کے

ساتھ صلح حدیبیہ میں صلحنامہ کا عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام پاک سے لکھوایا تو سہیل بن عمرو غیرہ نے اس سے انکار کیا وقال تعالےٰ قالوا وما الرحمٰن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے واسطے یہ نام نہین جانتے تھے۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین الرحمٰن ہون اور مین نے رحم کو پیدا کیا اور اسکے واسطے اپنے نام مین سے نام اشتقاق کیا پس جو شخص رحم کو ملا دے یعنی نسبی ناتا قطع نکرے تو مین اُسکو ملاؤنگا اور جو شخص رحم قطع کرے مین اُسکو قطع کر دونگا (رواہ الترمذی وقال صحیح) قرطبی نے کہا کہ یہ مشتق ہونے کی دلیل ہے شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ الرحمٰن مختص اللہ کے واسطے ایک اسم ہے جو جمیع اقسام رحمت کو شامل ہے یعنی رحمت صغیر و کبیر و جلیل و حقیر خواہ مومن کے واسطے ہو یا کافر کے واسطے ہو اور خواہ دنیا مین ہو یا آخرت مین ہو عام ہے اور اسم الرحیم خاص مومنون کے واسطے ہے چنانچہ دنیا مین فرمایا کہ انہ بہم رؤف رحیم۔ اور خصوصیت آخرت کی دلیل وہ حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے سو رحمت ہین جن مین سے اس نے ایک رحمت کو مخلوقات مین نازل کیا کہ اسکی مخلوق آپس مین حتیٰ کہ بہیمہ اپنے بچہ پر شفقت کرتی ہے اور باقی ننانوے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندون پر ظاہر فرماویگا (الصحاح) شیخ ابن المبارک نے کہا کہ الرحمٰن اس صفت کی شان ہے کہ اگر اُس سے مانگو تو عطا فرماوے اور الرحیم اس صفت کی شان ہے کہ جو نمانگے اُسپر غضب فرماوے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہ مانگے اللہ تعالیٰ اُسپر غضب فرماتا ہے (رواہ الترمذی وابن ماجہ) بعض شاعرون نے خوب کہا ہے ؎ آدمی ہی ہے کہ گر مانگو تو ہو وہ خشمناک + واہ شان حق نہ مانگو گر تو وہ غصہ کرے + اگر کہا جاوے کہ تم نے الرحیم کو صرف مومنون کے واسطے رحیم الآخرۃ بیان کیا حالانکہ حدیث کی دعا ماثور مین ہے یا رحمٰن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما۔ پس رحیم دنیا و آخرت بھی مذکور ہے مترجم کے نزدیک اسکا جواب یہ ہے کہ مومنون کے واسطے یہ اسم خاص ہے چنانچہ دنیا مین بھی فرمایا کہ انہ بہم رؤف رحیم لیکن چونکہ مومنون پر دنیا مین رحیم ہونا عموماً کافرون پر ظاہر نہین ہوتا ہے بلکہ کفار اپنی معکوس نگاہ مین مومنون کو دنیا مین جہد و مشقت عبادت کے ساتھ دیکھتے ہین اور آخرت مین اس کا قطعی اظہار ہو جائیگا بلکہ ننانوے رحمت ذخیرہ ملکر پوری سو رحمت کے ساتھ کمال ہوگا لہذا رحیم آخرت ہی کہا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ الرحمٰن سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نام نہین ہوتا پس الرحیم ملا دیا کہ یہ بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نام نہین ہے (رواہ ابن جریر) حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ الرحمٰن اسم ممنوع ہے (رواہ ابن جریر) ابو الاشہب نے حسنؒ سے اسکی یہ تفسیر روایت کی کہ الرحمٰن ایسا اسم ہے کہ اسکے ساتھ فقط اللہ تعالیٰ کا نام رکھا گیا اور کسی شخص کی یہ طاقت نہین کہ اسکو اپنے اوپر رکھے (رواہ ابن ابی حاتم) واضح ہو کہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت مع تعوذ کے فضائل کے اور بسم اللہ کے فضائل و مسائل کے بیان ہوئے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جمہور قرا نے الرحیم کی میم کو کسرہ دیکر الحمد سے ملا دیا

سورۂ فاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا | بہت مہربان نہایت رحم والا | مالک انصاف کے دن کا

الحمد للہ

(الحمد للہ) سب تعریف ہے اللہ تعالےٰ کے لیے۔ ف یعنی جمیع محامد و ثنا ازل سے ابد تک جہان کہین اور جب ان کا وجود ہے یا ہو وہ سب ذاتی حقیقت مین اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین اور یہ سورہ چونکہ قرآن مجید مین سے ہے لہذا کلام قدیم ہے کہ جس وقت مخلوقات کا وجود ہی نہین تھا اسیواسطے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی ثنا فرمائی اور اس کے ضمن مین البتہ بندون کو یہ حکم ہے کہ اسپر اسی طرح ثنا کرین گویا بندون کو حکم دیا کہ کہو الحمد للہ اور چونکہ اسم اللہ جامع صفات ہے لہذا کہا گیا کہ اس کلمہ سے اللہ تعالےٰ کے واسطے جمیع اسماء حسنیٰ و صفات قدسیہ کے ساتھ ثنا ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر جب جملہ صفات آگئین تو (رب العٰلمین) یعنے

عالمون کا پروردگار ہے۔ ف یہ ایک صفت خاص بندون کی تنبیہ و ترغیب کے واسطے بیان فرمائی اگرچہ اسم اللہ مین یہ صفت بھی شامل تھی شیخ ابن جریر نے کہا کہ الحمد للہ کے معنی یہ ہین کہ حمد و شکر خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اسکے سوا کسی مخلوق کو یا کسی بنائے ہوئے معبود کو بالکل دخل نہین ہے کیونکہ عالمین کی ربوبیت اُسی کے واسطے ہے کہ اُسنے اپنے بندون کو اُنکی عزیز جان کے مثل بکثرت نعمتین عطا فرمائین جنکا احاطہ و شمار ممکن نہین حتی کہ اُنکو طاعت کے واسطے اعضا دیے اور اُنکی حفاظت کے واسطے دنیا مین رزق و غذا عطا فرمائی حالانکہ اُنکو کوئی استحقاق نہ تھا اور دیگر اسباب طاعت مہیا فرمائے اور باوجود اسکے کامل مزید احسان یہ کیا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اُنکی ہدایت کے واسطے بھیجے جن کی پیروی سے دار السلام جنت مین بیمثال نعمتون کے ساتھ دائمی مقام ہے پس اللہ تعالیٰ کے واسطے اول و آخر اس کل انعام پر حمد ہے۔ ابن رجیم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان اپنے بندون کے ساتھ اُنکے وجود سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ کسی مخلوق کو یہ استحقاق نہین کہ وہ پیدا کیا جائے اور شک نہین کہ ہر شخص اپنی جان کو تمام جہان کی کل نعمتون سے عزیز جانتا ہے پس جان کی نعمت بندہ کے حق مین پہلی نعمت ہے جو اُسکو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی پھر اُسکے جسم و جان مین جسکو ایک مجمل نعمت سمجھتا ہے اگر غور سے دیکھو تو بیشمار تفصیلی نعمتین ہین حتی کہ اگر مُنہ و زبان مین قصور ہو تو طرح طرح کی غذاؤن اور اُنکے مزہ سے محروم ہوا اور اگر اُسکی پیدائش مین پخانہ کا مقام نہو تو سخت درد و تکلیف کے ساتھ تڑپ کر جان عزیز رائگان کرے اسی طرح اُس کے جسم مین لاکھون رگون کے ذریعہ سے خون کی روانی اور ہر عضو کی غذا حیوانی عجیب حکمت کے ساتھ جاری ہے ورنہ اعضا بیکار و جسم خشک ہو جائے جیسے بغیر نہرون کی زمین اور بغیر نالیون کی کھیتیان برباد ہو جاتی ہین اسی طرح اس خون مین آبی اختلاط اور بخارات بذریعہ بالون کے مسام کے خارج کیا جاتا ہے کہ اگر خارج نہو تو بخار وغیرہ امراض سے ہلاک ہو جائے پس ہر ہر بال و مسام اُسکے واسطے شکر گزاری کی نعمت ہے اور ہر جوڑ بند بلکہ ہر سانس کی آمد و رفت پر شکر واجب ہے بلکہ اداے شکر کبھی درستی حواس و توفیق آلات پر میسر ہوا اور یہ خود نعمت عظیم ہے اور ہر نعمت کا شکر اُسپر فرض ہے لیکن اُسکے ادا سے عاجزی ظاہر ہے پس بندۂ مؤمن اپنے پروردگار رب العالمین کی بے انتہا نعمتین دیکھتا اور اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہے اور اللہ عز و جل ارحم الراحمین جسنے بے استحقاق اُسپر اپنی نعمتین ارسال فرمائین وہ اسکی عاجزی سے خوب آگاہ ہے پس اپنے بندہ کی طرف سے درحالیکہ بندہ کے دل مین اپنی عاجزی کا یقین ہے اپنے شکر مین یہی کلمہ قبول فرماتا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندہ کو محبوب رکھتا ہے جو ایک نوالہ کھائے تو کہے الحمد للہ اور ایک گھونٹ پانی پیے تو الحمد للہ کہے کما فی السنن اور اسی تاویل پر بعض علماء نے کہا کہ ہر لقمہ پر الحمد للہ کہنا مستحب ہے اور واضح ہو کہ حمد درحقیقت ثناء الٰہی دل و زبان کے ساتھ ہے اور چونکہ اسی سے شکر ادا ہوتا ہے لہذا شیخ ابن جریر نے لکھا کہ جو لوگ زبان عرب جانتے ہین وہ حمد و شکر مین سے ہر ایک کو دوسری کی جگہہ بولتے ہین لہذا الحمد للہ بمعنی الشکر للہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے شکر ہے پس یہ دونون برابر ہین۔ اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے حضرت جعفر صادق اور ابن عطار صوفی سے یہی نقل کیا۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ الحمد للہ ہر شکر گزار کا کلمہ ہے۔ ع۔ (فضیلت الحمد) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کی مجلس مین ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب کیا کہ لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر تو ہم لوگون مین معروف ہے بھلا بتلاؤ کہ الحمد للہ کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک کلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی ذات پاک کے واسطے پسند و محبوب فرمایا اور اسکا کہا جانا محبوب رکھا (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے کہ اُسکے بندے الحمد للہ کہین۔ ھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب بندے نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میرا شکر کیا (ابن ابی حاتم) ابن عباسؓ نے کہا کہ الحمد للہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے شکر ہے اور یہی اُسکے کمال کا یقین اور اُسکی نعمتون و ہدایت و ایجاد

وغیرہ کا اقرار ہو (ابن جریر وابن ابی حاتم) حکم بن عمیرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پس وہ تیرے واسطے نعمت بڑھا دیگا (ابن جریر) اسود بن سریع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے محامد کہے ہین کیا وہ آپکو سناؤن آپ نے فرمایا کہ تو آگاہ ہو کہ تیرا رب اپنے حمد کو محبوب رکھتا ہو (رواہ احمد والنسائی) مترجم کہتا ہو کہ ظاہر ایہ محامد بطور اشعار تھے تو اس سے ثابت ہوگا کہ حمد وثنا کے اشعار جائز ہین ولیکن جان رکھنا چاہیے کہ ہر شاعر جاہل کو یہ لیاقت حاصل نہین ہو کیونکہ بسا اوقات وہ ایک بات کو تعریف خیال کرتا ہو حالانکہ وہ ادب سے خلاف ہوتی ہے پس حمد ونعت مین کامل ادب لحاظ رکھنا چاہیے اور بعضے جاہل شاعر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ایسے اشعار کہتے ہین جو دنیاوی بادشاہون کے واسطے کہے جاتے ہین یا معراج شریف مین ایسے سامان بیان کرتے ہین جیسے دنیا مین ممکن ہو یا دنیاوی بادشاہون کے یہان موجود ہو یہ محض بے ادبی قریب کفر ہو نعوذ باللہ من ذلک ۔ مد ۔ جابر بن عبد اللہؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ بہت خوب افضل ذکر ہے اور الحمد للہ افضل دعا ہو (ترمذی نسائی ابن ماجہ) مترجم کہتا ہو کہ یہ حدیث حسن ہو اور صریح ہو کہ الحمد دعا ہو جسکو مقتدی اپنے دل سے بغیر زبان کے ادا کر سکتا ہو ۔ مد ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کوئی نعمت فرمائی پس اُسنے الحمد للہ کہا تو الحمد اس نعمت سے افضل ہوگی (رواہ البیہقی) یعنی جو نعمت عطا کی وہ اس بندے کو ملی اور جب اس نے اُسپر شکر کیا تو اُسکے نامہ اعمال مین حمد کا ثواب بنسبت اُس نعمت کے افضل رہا چنانچہ حدیث ابن ماجہ مین مصرح ہو ۔ مد ۔ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ نوادر الاصول مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری اُمت مین سے کسی کے قبضہ مین تمام دنیا مع اپنی تمام چیزون کے آجاوے پھر وہ الحمد للہ کہے تو الحمد للہ اُس سب سے افضل ہوگی ۔ قرطبی نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ الحمد للہ کہنے کی توفیق اُسپر تمام دنیا کی نعمت سے بہت بڑھکر نعمت ہو اور اسکی وجہ یہ ہو کہ وہ ثنا ء الٰہی اور یہ نعمت فانی ہو کہ ثواب حمد دائمی رہیگا بلکہ اُس کے طفیل مین نعمت دنیاوی بڑھ جاتی ہو حالانکہ دنیا فانی ہو ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے ایک بندہ نے کہا کہ اے رب تیرے جلال الوجہ وعظیم السلطان کے واسطے تجھکو حمد ہو جیسے تیری شان کے لائق ہو پس فرشتون کو اسکا لکھنا مشکل ہوگیا حتی کہ اُنھون نے جناب باری عز وجل مین عرض کیا کہ اے رب تیرے بندے نے ایسا عظیم الشان کلمہ کہا کہ ہم اُسکو لکھنے سے عاجز ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہو دونون فرشتون نے عرض کیا کہ اے رب اُسنے یون کہا کہ اے رب تیرے جلال الوجہ وعظیم السلطان کے واسطے تجھکو حمد ہو جیسی تیری شان کے لائق ہو پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اُسکو یون ہی لکھدو جیسے میرے بندے نے کہا یہانتک کہ جب وہ مجھسے ملیگا تو مین ہی اُس کا ثواب عطا فرماؤنگا (رواہ ابن ماجہ) شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے ایک جماعت علماء سے نقل کیا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے الحمد للہ رب العالمین کہنا افضل ہوتا ہو کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی توحید مع حمد وثنا ہو اور دیگر علماء نے فرمایا کہ نہین بلکہ لا الٰہ الا اللہ افضل ہو کیونکہ یہ کلمہ درمیان کفر و ایمان کے حد فاصل ہو اور اسی کے واسطے لوگون پر جہاد کیا جاتا ہو حتی کہ جب اُنھون نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو مقبول ہوجاتے ہین (کما فی الصحیحین) اور حدیث دیگر مین ہو کہ سب سے افضل کلمہ جو مین نے اور مجھسے پہلے پیغمبرون نے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہو اور سابق مین حدیث جابرؓ مین گذرا کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ اور افضل الدعا الحمد للہ ہو ۔ ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہو ۔ شیخ نے لکھا کہ الحمد مین الف لام استغراق ہو یعنی حمد کے جمیع اجناس واقسام کل ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین چنانچہ حدیث مین یہی آیا کہ الٰہی کل حمد تیرے ہی واسطے ہو اور

کل سلطنت تیرے ہی واسطے ہی اور کل خیر تیرے ہی ہاتھ مین ہی اور کل امر تیرے ہی جانب راجع ہی آخر تک ۔مترجم کہتا ہی یعنے کل خیر تیرے ہی قبضۂ قدرت
مین ہی ۔شیخ نے لکھا کہ عالمین جمع عالم ہی اور عالم ہر موجود کو کہتے ہین جو سواے اللہ عز وجل کے ہی پس یہان اُسکی جمع بیان کرنا باعتبار اقسام مخلوقات
آسمانی و زمینی و خشکی و تری و جن و انس وغیرہ ہی ۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر مین کہا کہ حمد
اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی جسکی یہ کل مخلوقات ہی جو آسمانون مین ہی یا زمینون مین ہی یا اُنکے اندر یا اُن کے بیچ مین ہی جسکو ہم جانتے ہین یا نہین
جانتے ہین ۔مترجم کہتا ہی کہ بحکم قولہ تعالیٰ ۔ مایعلم جنود ربک الا ہو ۔کوئی شخص مخلوقات الٰہی کو نہین جان سکتا لیکن سلف سے اس بارہ
مین بظاہر اسرائیلی روایات متعدد وارد ہین چنانچہ شیخ نے بروایت ابو العالیہ اٹھارہ یا چودہ ہزار اور زمین کے ہر گوشہ مین تین ہزار پانچسو نقل کیے
بروایت ابن جریر و ابن ابی حاتم ولیکن کہا کہ ایسے کلام غریب کے واسطے دلیل صحیح کی ضرورت ہی اور مترجم کہتا ہی کہ یہی حق ہی حالانکہ کسی حدیث
یا آیت مین تعداد مذکور نہین ہی بلکہ صریح آیت سے اوپر معلوم ہوا کہ سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص نہین جانتا لیکن یہ ممکن ہی کہ ان روایا
مین یہ مراد ہو کہ جہانتک بندون کو علم ہوا اُسکا بیان ہی اور کل مخلوق الٰہی کا بیان نہین ہو سکتا اور دلیل اسپر یہ ہی کہ ابو العالیہ نے صرف زمین کے
عوالم بیان کیے ہین کیونکہ ہر گوشہ مین تین ہزار پانچسو کے حساب سے چارون گوشون مین چودہ ہزار ہوے اور اگر اٹھارہ ہزار ہون تو ہر گوشہ مین
ساڑھے چار ہزار ہوتے ہین لہذا ان روایات کی نقل مین کوئی حرج نہین ہی تاکہ جہانتک معلوم ہوا اُسکی عظمت دیکھکر تمام مخلوقات الٰہی غیر متناہی پر قیاس
کیا جاوے جس سے عظمت و کبریائی الٰہی کا نور دل مین آوے چنانچہ شیخ نے لکھا کہ سبیع الحمیری سے روایت ہی کہ عالمین ہزار امت ہین ازانجملہ
سمندر مین چھ سو اور خشکی مین چار سو ہین اسی کے مثل سعید بن المسیب سے منقول ہی بلکہ ایک ضعیف اسناد سے حدیث بھی وارد ہی چنانچہ جابر
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین ایک سال ٹڈیون کی قلت ہوئی کہ نظر نہ آئین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے دریافت کیا مگر کچھ پتہ نہ پایا پس غمگین ہو کر ایک سوار جانب یمن و دوسرا جانب شام و تیسرا جانب عراق روانہ کیا تاکہ دریافت کرے کہین کچھ
ٹڈیان نظر آئین یا نہین پھر جانب یمن جو سوار گیا تھا واپس آیا اور ایک مٹھی ٹڈیان لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھین جب آپ نے
اُنکو دیکھا تو تکبیر کہی پھر فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار اُمتین پیدا فرمائین چھ سو سمندر مین
اور چار سو خشکی مین ہین پس ان اُمتون مین سے سب سے پہلے ٹڈیان نیست ہونگی اور جب وہ نیست ہوئین تو اسطرح پے در پے آفت نازل ہو گی
جیسے لڑی ٹوٹ کر دانے گرتے ہین (رواہ ابو یعلیٰ) لیکن اسکی سنا د مین ابن عیسی الہلالی ضعیف راوی ہی ۔وہب بن منبہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
کی مخلوق اٹھارہ ہزار عالم ہی جنمین سے ایک عالم یہ تمام دنیا ہی ۔مترجم کہتا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ ابو العالیہ کی روایت سابقہ چودہ ہزار یا اٹھارہ ہزار
فقط ایک عالم کا بیان ہی ۔شیخ نے لکھا کہ مقاتل رازی نے فرمایا کہ عوالم اسی ہزار ہین ۔کعب احبار نے فرمایا کہ عوالم کی تعداد کو سواے اللہ عز وجل کے
کوئی نہین جانتا ۔قرطبی نے ابو سعید خدری کا قول نقل کیا کہ چالیس ہزار عالم ہین جنمین سے ایک عالم یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ہے
زجاج نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت مین پیدا کیا کل کو عالم کہتے ہین ۔قرطبی نے کہا کہ یہی صحیح ہی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
جب فرعون سے رب العالمین کی اُلوہیت بیان فرمائی تو فرعون نے کہا ۔ وما رب العالمین یعنی رب العالمین کون ہی تو جواب دیا کہ رب السموات
والارض وما بینہما یعنی آسمانون و زمینون و اُنکے مابین کا رب ہی ۔اور عالم مشتق از علامت ہی جو اپنے پیدا کرنے والے پر دلالت کرے کیونکہ عالم جو
عجائب حکمت سے مملو ہی اپنے خالق عز وجل کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہی پھر رب العالمین کی صفت بیان فرمانے کے بعد
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وہ صفت بیان فرمائین جنکا بیان بسم اللہ مین گذرا کیونکہ رب کی تربیت مین انعام و مہربانی ہوتی ہی

معلم کبھی تربیت کے واسطے بچہ کو مارتا ہے تو تفصیل فرمائی کہ رب العالمین کی شان بھی رحمت و عذاب کو شامل ہے لیکن رحمت غالب ہے لہذا الرحمٰن اور الرحیم دو صیغۂ مبالغہ رحمت کے واسطے بیان فرمائے۔ اور حدیث قدسی میں ہے کہ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت فرمائی ہے (کمافی الصحیح) اور خود قرآن میں فرمایا ورحمتی وسعت کل شئی یعنی میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔ پھر اسکے بعد خوف دلانے کے لیے فرمایا

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی روز جزا کا مالک ہے۔ف حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو عقوبت ہے اگر وہ مومن کو پورے طور پر معلوم ہو جاوے تو کوئی اسکی جنت کی طمع نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو رحمت ہے اگر وہ کافر کو معلوم ہو جائے تو کوئی اُسکی رحمت سے مایوس نہو (صحیح مسلم) اور اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن الآیۃ میں مومن اپنا اسم صفت فرمایا اور اپنے بندۂ مومن کا بھی یہی نام فرمایا پس مومن بھی صفت غضبی سے متصف ہوتا ہے تو اُسکو نفس و شیطان کے مقہور کرنے کے واسطے کام میں لاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے فتنۂ کفر و معصیت مٹ جاوے اور اسیواسطے جہاد مشروع ہے مگر اُسوقت تک کہ کفار توحید الٰہی پر عبادت کرنے والے کو ایذا دین یا مانع ہون حتی کہ اگر جزیہ و اطاعت کا اقرار کرین تو اُن سے تعرض نہین کیا جائیگا بلکہ ترحم کے ساتھ اُنکے جان و مال کی حفاظت کیجائیگی کیونکہ جب اُنھون نے دنیا اختیار کی اور اسکے پیچھے آخرت کا عذاب دائمی گوارا کیا تو دنیا مین کمی نہو گی اگرچہ اُنکی حماقت پر تاسف کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ترحم ہر چیز کے ساتھ ہے حتے کہ حدیث شریف مین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ ترحم فرض کیا ہے پس جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ یعنی آہستہ تیز چھری کے ساتھ راحت دو اور جب تم کسی قاتل سے قصاص لینا چاہو تو خوبی کے ساتھ قصاص لو (السنن) صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا ان جانورون مین بھی ہمکو ثواب ہے فرمایا کہ ہر جاندار جگر والے کی پرداخت مین ثواب ہے (السنن) اور احادیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک باغ مین داخل ہوئے تو اُسمین ایک خستہ اونٹ نے آپکو دیکھکر فریاد کی پس آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کسکا اونٹ ہے جب وہ حاضر ہوا تو اُس سے فرمایا کہ یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ مجھسے کام بہت لیا جاتا اور چارہ بہت کم دیا جاتا ہے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ نہین ہے بلکہ یتیمون کا ہے اس حدیث مین بھی آپ نے جانورون پر ترحم کی تاکید فرمائی۔ اور احادیث مین ہے کہ ایک شخص جاتا تھا پس اُسنے ایک کنوئین کے گرد ایک کتا دیکھا جو زبان نکالے کیچڑ چاٹتا ہے اور پیاس سے مضطر ہے اُسنے اپنا موزہ نکالکر اُسکے ذریعہ سے کتے کو سیراب کیا پس اللہ تعالیٰ نے اس کے شکریہ مین اس شخص کو بخش دیا (البخاری) اور روایت ہے کہ اگلے زمانہ مین ایک فاجرہ عورت تھی اُسنے بھی اسی کے مانند ترس کھا کر ایک کتے کو پانی پلایا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اُسوقت کے پیغمبر کو وحی فرمائی کہ مین نے اُسکو بخش دیا (الصحیح) اور احادیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم مین داخل ہوئی جسکو اُسنے بند کر دیا تھا نہ اُسکو کھانا دیتی اور نہ چھوڑتی کہ وہ کیڑے مکوڑے کھاوے یہانتک کہ بھوک پیاس سے تڑپکر مرگئی (الصحیح) اور حدیث مین ایسے شخص کی مذمت وارد ہے جو تھوڑی دور جانیوالا ہو جہان بغیر مشقت کے پیدل پہونچ سکتا ہے مگر وہ جانور کو تکلیف دیکر اُسکی پیٹھ پر سوار ہو کر جائے (الترمذی وغیرہ) حدیث مین ہے کہ ارحم الراحمین انھین بندون پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہین پس تم زمین والون پر رحم کرو کہ مالک آسمان تمپر رحم فرماویگا (الترمذی وغیرہ) پس ترحم کے بارہ مین احادیث کثیرہ ہین جس سے بندونکے درجات بلند ہوتے ہین اور جو لوگ کسی جاندار کو ایذا پہونچاوین وہ دنیا مین بدکرداری کے امتحان مین ڈالے گئے ہین اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے مخلوق پر قادر ہے کوئی مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہین ہو سکتی لیکن موذی بدکردار لوگ اپنے اعمال مین مبتلا ہین جنکے واسطے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن روز جزا مقرر فرمایا ہے اور اُس دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب مخلوق کا ظاہری اختیار بھی سلب ہو جائیگا اور وہ فقط اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوگا اسیواسطے مالک یوم الدین فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض قراء نے ملک یوم الدین پڑھا یعنی بادشاہ روز جزا اور دوسرے قراء نے مالک یوم الدین

---

۱ اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ۲ اذا قتلتم فاحسنوا القتلة ۳ و لکل ذی [illegible] اجر [illegible]
[illegible] ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء [illegible]

پڑھا اور یہ دونون قرائتین صحیح متواتر قرأت سبعہ مین سے ہین۔ اور زمخشری نے کہا کہ حرمین مکہ و مدینہ کے لوگ مالک پڑھتے ہین۔ اور ابوبکر بن ابی داؤد نے
امام زہری سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کی قرأت مالک یوم الدین تھی۔ ضحاک نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مالک یوم الدین کے یہ معنے ہین کہ اُس دن کسی شخص کو حکم کی قدرت نہوگی جیسے دنیا مین بادشاہون کو
ہوتی ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی زمین کو مقبوض اور آسمانون کو داہنے مین لپیٹ کر
فرمائیگا کہ بادشاہ مین ہون وہ کہان ہین جو زمین کے بادشاہ تھے گردن کش کہان ہین متکبر کہان ہین (الصحیحین) اللہ تعالی فرماتا ہے وخشعت الاصوات
للرحمن فلا تسمع الا ہمسا یعنی اللہ تعالی کے واسطے آوازین پست ہوجاوینگی پس سوائے سنسناہٹ کے کچھ نہین سنا جائیگا۔ وقال تعالی لا یتکلمون
الا من اذن لہ الرحمن یعنی جسکو اللہ تعالی نے اجازت دی اُسکے سوائے کسی کو بولنے کی مجال نہوگی۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ
اللہ تعالی کے نزدیک حقیر نام وہ شخص ہے جسکو شاہنشاہ کہا جاوے (الصحیحین)۔ روز جزا مین ہر ذرہ ذرہ نیکی و بدی ظاہر ہوجاویگی چنانچہ فرمایا فمن یعمل مثقال
ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ پس ہر نیکی و بدی اگرچہ ذرہ برابر ہو آدمی کے سامنے موجود ہوگی لہذا حدیث مین وارد ہے کہ دانا و دلیر وہ شخص ہے
جسنے اپنے نفس سے دنیا مین حساب کیا اور بعد موت کے لیے کام کیا اور عاجز نادان وہ ہے جو نفس کی خواہش مین پڑا اور اللہ تعالی پر خواہشین باندھیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے نفوس کا حساب کرلو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جاوے اور اپنے اعمال نفس تول لو قبل اسکے کہ تمہارا
مین تولا جاوے اور اُس بڑی پیشی کے واسطے آراستہ ہو کہ جب اللہ پاک عزوجل کے حضور مین پیش کیے جاؤگے جبکہ تمہارے اعمال مین سے کچھ
بھی پوشیدہ نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ باب وزن اعمال و جزاء افعال کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالی اپنے مواقع پر آویگا پس عمل ذکر کیا گیا
ہے بعض علماء نے لکھا کہ جب بندہ اس سورہ کی قرأت مین مالک یوم الدین تک پہونچا تو گویا اُسنے اوصاف و ہیبت چھوڑ کر خوف کے ساتھ
ایاک نستعین　اخلاص کا اقرار کیا۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۝ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہین اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہین۔ ف۔ بعض
سلف نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ جیسے قرآن کا بھید ہے ویسے ہی سورۂ فاتحہ کا بھید یہ آیت ہے پس ایاک نعبد سے بندہ بندگی و شرک سے بیزار ہے
یعنی ہم خالص تیری ہی عبادت کرتے ہین پھر چونکہ اسمین بھی اپنی قوت کا دعوی تھا گویا ہمکو یہ قوت حاصل ہے کہ ہم خالص عبادت کرین اور
یہ بھی شرک مین داخل ہے لہذا ایاک نستعین سے یہ دعوی بھی چھوڑ دیا یعنی اپنی جانب نسبت کرنے سے بھی بیزار ہوکر تیری ہی جانب تفویض کردیا
کہ جو خالص عبادت تجھسے ہو وہ تیری ہی عین عنایت ہے یعنی تیری ہی توفیق و قوت سے ہوگی۔ شیخ نے لکھا کہ اس مقام پر بندہ نے
خطاب کے ساتھ عرض کیا گویا بھید یہ ہے کہ جب بندہ حضور الہی عزوجل مین حاضر ہوا اور اُسنے حمد و ثنا کی اور جانا کہ وہ مالک روز جزا ہے
جسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے تو اپنی اس حالت پر متنبہ ہوکر جان گیا کہ مین اُسکے حضور مین اس طرح حاضر ہون کہ میرے ظاہر و باطن و ہر
ذرہ پر اُسکا علم محیط ہے تو اُسنے اخلاص کی التجا اور توفیق کی دعا کی لہذا عرض کیا کہ

اہدنا ...　اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ
چلا ہمکو راہ سیدھی راہ اُنکی جنپر تونے فضل کیا نہ جنپر غصہ ہوا
ع　عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝
اور نہ بہکنے والے

یعنی اُسنے عبادت کے واسطے دعا مانگی کہ اهدنا الصراط المستقيم یعنی ہمکو راہ مستقیم کی ہدایت فرما

ف صراط مستقیم لغت عرب میں ایسی راہ کو کہتے ہیں جس میں کچھ کجی نہو پھر یہ لفظ انکی زبان میں ہر ایسے قول و فعل کے واسطے بھی مستعمل ہوا جو ٹھیک درست ہو اور ہدایت کے دو معنے آتے ہیں ایک رہنمائی جیسے کسی نے دوسرے کو مسجد محلہ کا راستہ بتایا کہ تم اس طرح ان نشانات پر چلے جاؤ اور راہ میں فلان فلان مقامات پر فلان فلان قسم کے چور ہیں اور انسے بچنے کی فلان فلان ترکیب ہو اور یہی معنی راہ آنحضرت ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہیکہ آپ نے لوگون کو جنت و رضوان الٰہی کا راستہ بتلایا اور اس راہ باریک میں جو عقل و حواس کا کام نہیں کرتے ہیں پوشیدہ چور [illegible] جن و انس و [illegible] ابلیس وغیرہ سے جو خطرات ہیں انسے آگاہ فرمایا اور آگی وجہ یہ کہ [illegible] اطاعت سے ہوتی [illegible] ہوتا ہے وہ شیطان [illegible] غافل پاکر [illegible] بھی ہو کہ تم لوگ [illegible] اور دیگر [illegible] نوافل میں [illegible] اللہ تعالی سے [illegible] اھدنا الصراط المستقیم تو اس سے [illegible] کے دوسرے معنی [illegible] مقصود تک پہونچانا پس اگر سوال کیا جاوے کہ [illegible] الصراط المستقیم [illegible] راہ مستقیم کی درخواست کرتا [illegible] کرتا ہو اور انکی [illegible] سے پہلے [illegible] کیا جاتا ہو اور [illegible] راہ مستقیم پر برابر قائم رکھے [illegible] فہم کے لائق ہو [illegible] جواب [illegible] ایمان و تقوی [illegible] اور بعض [illegible] میں اسلام ایمان و احسان [illegible] فرمایا گیا اور [illegible] کے واسطے یون [illegible] کہا [illegible] نوافل [illegible] اولیاء اللہ کہتے ہیں لیکن عوام انکے ساتھ [illegible] کشف و کرامات [illegible] اولیاء اللہ [illegible] کشف و کرامات کوئی [illegible] چیز نہیں [illegible] صحابہ و تابعین [illegible] کشف و کرامات کی تلاش نہیں کرتے تھے کیونکہ [illegible] حاصل ہے عقل کامل [illegible] پھر اس سے اعلی مرتبہ [illegible] ہے کہ اپنا جان و مال اللہ تعالی کی توحید [illegible] کے واسطے [illegible] میں قربان کیا [illegible] پھر اس سے اعلی مرتبہ صدیق [illegible] پھر اس سے اعلی مرتبہ نبوت [illegible] لیکن نبوت کا [illegible] اللہ تعالی نے ازل [illegible] فرمایا [illegible] حضرت محمد خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمائے اور آپ کے بعد قطعا کوئی پیغمبر نہیں ہو سکتا [illegible] کوئی شخص نبوت کے واسطے کوشش نہیں کر سکتا لیکن راہ نبوت کی کوشش کرنا اس غرض سے ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمراہی نصیب ہو جیسے خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری نصیب ہوئی پس جب بندہ نے نعمت ایمان کی رہنمائی پائی تو وہ ہر وقت نماز میں اللہ تعالی عز و جل سے بہت عمدہ طریقہ پر بعد حمد و ثنا و اظہار رغبت کے راہ مستقیم پر پہونچائے جانے کی درخواست کرتا ہو اور جو ایک درجہ پر پہونچ گیا وہ اس سے عالی درجہ کی درخواست کرتا ہو الٰہی مجھکو راہ مستقیم تک پہونچا دے یعنی صراط الذین انعمت علیہم ان لوگون کی راہ تک جنپر تو نے انعام فرمایا ہو ف

اور اللہ تعالی نے جن لوگون پر انعام فرمایا انکا ذکر اس آیت میں ہے۔ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا یعنی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین یہی بزرگ ایسے لوگ ہیں جنپر اللہ تعالی نے انعام فرمایا اور ہمراہی کیواسطے یہ لوگ کیا خوب ہیں یعنی جس بندہ کو انکی رفاقت و انکا ساتھ نصیب ہو وہ نہایت بلند درجات و فردوس جنات میں [illegible] پہونچ گیا کیونکہ اللہ تعالی نے ابتدائی درجہ والون یعنی صالحین کے لیے وہ نعمتیں مہیا فرمائی ہیں کہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور کسی کان نے نہیں سنیں اور نہ کسی بشر کے دل پر انکا تصور گزرا (کما فی الصحیح) پس جب صالحین کے یہ مراتب ہیں تو اعلی درجات کو کون قیاس کر سکتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ بندہ ابتدا میں رہنمائی پاتا ہے اور اسی رہنمائی پر مقصود تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے اور پہونچانا ایک فضل ہے جسکا خالق اللہ عز و جل ہی ہے پس درخواست کرتا ہے کہ الٰہی میں چلتا ہون اور تو ارحم الراحمین ہے تو اپنے فضل سے مجھے صراط مستقیم تک پہونچا دے یعنی اس

راہ تک جس سے تیرے ایسے بندے پہونچے جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صراط مستقیم کتاب الٰہی عزوجل ہے (ابن ابی حاتم وابن جریر ورواہ احمد والترمذی موقوفاً) اور یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور ضحاک و میمون بن مہران وابوصالح وابومالک نے ابن عباسؓ سے اور مرۃ الہمدانی نے ابن مسعود و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ صراط مستقیم دین اسلام ہے اور یہی قول حضرت جابر و محمد بن الحنفیہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے مروی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صراط مستقیم درحقیقت دین اسلام ہے جو قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے جو اسکے ذریعہ تعلیم حاصل کیا لیکن یہ تعلیم فقط زبانی ہے اور اس کے موافق پہونچنا اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ہے کیونکہ حدیث میں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تلاوت پر قائم رہنے کی نصیحت فرمائی تو صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اسکا خوف نفرمایئے کیونکہ ہم پڑھتے ہیں اور ہم اپنی اولاد کو پڑھاوینگے اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاویگی یعنی یہ سلسلہ برابر باقی رہیگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کے طور پر فرمایا کہ میں تجھے مدینہ کے عقلمندوں میں گمان کرتا تھا تو نے یہ بات کیا کہی کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ان یہود و نصاریٰ کی انجیل و توریت کتاب ہے مگر ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتی ہے (الحدیث) یعنی ان لوگوں کی یہ حالت ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ یعنی گدھا اپنے اوپر کتابوں کا بوجھ لادے ہے۔ الحاصل پس کوئی لفظی تحقیق و [illegible] سے [illegible] انتہا میں [illegible] اور ابتدا و انتہا [illegible] ہیں بلکہ حقیقی سے اسکا حال [illegible] شیخ اجل اللہ [illegible] مولوی روم رحمہ اللہ کا یہ شعر [illegible] علم را برتن زنی یارے بود علم را بر دل زنی یارے بود [illegible] اعمال ہیں جنکا [illegible] حضرت جہانی زندگی تک [illegible] اسکا علم [illegible] فرق [illegible] جہنم کی آگ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] آیات قرآنی [illegible] شیخ [illegible] نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی ایک مثل فرمائی یعنی ایک صراط مستقیم بنائی اور صراط کے دونوں جانب دو دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں اور صراط کے سرے پر پکارنے والا ہے کہ اے لوگو تم سب اس راہ میں داخل ہو اور ٹیڑھی راہ مت جاؤ اور دوسرا پکارنے والا اس راہ کے بالائی سرے پر موجود ہے جب کوئی شخص راہ چلنے والوں میں سے ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو آواز دیتا ہے کہ ارے تیری خرابی ہو یہ دروازہ مت کھول کیونکہ اگر اسکو کھولیگا تو اسکے اندر چلا جائیگا پھر اس مثل کا بیان فرمایا کہ یہ صراط تو اسلام ہے اور دونوں دیواریں حدود الٰہی ہیں اور دروازے وہ چیزیں ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور صراط کے سرے پر پکارنے والا کتاب الٰہی ہے اور بالائی سرے پر پکارنے والا مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واعظ ہوتا ہے (رواہ احمد وابن ابی حاتم وابن جریر والترمذی والنسائی واسنادہ حسن صحیح)۔ حضرت مجاہد نے فرمایا کہ صراط مستقیم سے مراد حق ہے یہ اعم اولیٰ ہے اور روایت کی کہ حضرت ابوالعالیہ نے فرمایا کہ صراط مستقیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ عاصم نے کہا کہ میں نے حسن بصری سے یہ بات بیان کی تو فرمایا کہ ابوالعالیہ نے سچ فرمایا اور بہت اچھی نصیحت فرمائی (رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر) شیخ نے کہا کہ یہ سب اقوال صحیح ہیں اور باہم متلازم ہیں کیونکہ جو شخص ان دونوں کی اقتدا کیگا جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں (الی آخرہ وغیرہ) پس جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی اقتدا کی تو وہ حق کا تابع ہوا اور جو حق کا تابع ہوا وہ اسلام کا تابع ہوا اور جو اسلام کا تابع ہوا وہ قرآن مجید کا تابع ہے پس یہ سب اقوال صحیح متلازم ہیں۔ اسی طرح یہ قول جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ صراط مستقیم وہ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا

(رواہ الطبرانی) مترجم کہتا ہی کہ یہ قول نہایت عمدہ ہی لہذا امام ابوجعفر بن جریر نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہی تاویل نہایت اولی ہی۔ شیخ ابن کثیر نے بھی اسکو پسند کیا پھر لکہا کہ بندہ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہدایت صراط مستقیم کی دعا کرنے کی ضرورت ہی کیونکہ اس سے ثبات و قرار و اعمال صالحہ کی توفیق مراد ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث میں آیا کہ آدمیوں کے قلوب باقبضہ قدرت الرحمٰن میں ہیں وہ اُن کو جدھر چاہتا ہی پھیرتا ہی (الصحیح) لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا میں آیا کہ الٰہی میرے دل کو اپنے دین پر ثابت برقرار رکہیو (الصحیح) پس حاصل یہ نکلا کہ بعد ایمان کے بندہ جہانتک ممکن ہو اپنے رب عزوجل سے صراط انبیاء و صالحین پر قائم رہکر مقصود تک پہونچنے کی درخواست کرتا رہے کیونکہ رہنمائی کے موافق پہونچ جانا لازم نہیں ہی کیونکہ پہونچانا بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتا ہی اور کسی مخلوق کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہی یہی حق اور یہی صحابہ و تابعین و جمیع اہل سنت کا اعتقاد ہی پس واسطے درخواست کرے کہ رہنمائی کے موافق صراط صالحین میں پہونچایا جاوے۔ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۔ نہ راہ اُن لوگوں کی جنپر تو نے غضب کیا اور نہ راہ اُن لوگوں کی جو بھٹکے ہوئے ہیں ف یعنی الٰہی ہم تجھسے صالحین کی راہ مانگتے ہیں کہ جس طرح تو نے اُنکو مقصد پر پہونچا دیا اُسی طرح ہکو پہونچا دے اور ہم تجھسے ایسے لوگون کی راہ سے پناہ مانگتے ہیں جنپر تو نے غضب کیا اور جو گمراہی میں پڑے ہیں۔ شیخ نے لکہا کہ اس آیت کو بدون واو عطف کے بیان کرنے میں زیادہ تاکید ہی جس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک راہ صراط المستقیم مانگتے ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ وہ انبیاء و صالحین علیہم السلام کی راہ ہی بخلاف راہ مغضوب علیہم و ضالین کے پس مغضوب وہ لوگ ہیں جنکی ارادت خراب ہوئی کہ اُنھون نے حق کو جان کر اُس سے مُنہ موڑا اور وہ یہودی ہیں اور غضب الٰہی اُنپر لازم ہو گیا چنانچہ قولہ تعالیٰ فَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ کی تفسیر میں آویگا اور اسی طرح جو لوگ یہودیون کے مشابہ ہون وہ بھی اُن میں داخل ہیں اور ضالین سے وہ لوگ مراد ہیں جنھون نے حق ہی کو نہیں پہچانا اور گمراہی میں بھٹکے پھرتے ہیں اور وہ نصاریٰ ہیں اور اسی طرح جو لوگ نصرانیون کے مشابہ ہون وہ بھی انہیں شامل ہیں۔ امام احمد نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوارون نے میری قوم پر جہاد کیا اور میری پھوپھی اور کچھ لوگون کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پھوپھی کا حال بیان کیا پس میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا الٰہی دور گیا اور اولاد منقطع ہو گئی اور میں بہت بڈھیا ہون کسی خدمت کے لائق نہیں ہون پس آپ مجھپر احسان کیجیے اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرماوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا الٰہی کون ہی اُسنے کہا کہ عدی بن حاتم ہی آپ نے فرمایا کہ وہی جو اللہ و رسول سے بھاگ گیا پس میری پھوپھی نے عرض کیا پھر آپ مجھپر احسان فرماوین پھر جب آپ واپس آئے تو آپ کے پہلو میں ایک شخص تہا اور میری پھوپھی کی راے میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اُنھون نے کہا کہ اے عورت تو سواری مانگ پس اُسنے مانگی تو آپ نے اُسکے لیے سواری دینے کا حکم دیا پھر میری پھوپھی وہان سے میرے پاس آئی اور بولی کہ آپ نے ایسا کام کیا جو تیرا باپ نہیں کر سکتا تھا چنانچہ آپ کے پاس فلان شخص آیا اور اسکو بھلائی ملی اور فلان دیگر آیا اور اُسنے بھی نیکی پائی یہ سنکر میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسوقت آپکے پاس ایک عورت اور دو بچے حاضر تھے عدی نے کہا کہ مین نے عظمت نورانی سے پہچانا کہ یہ کوئی دنیاوی کسریٰ و قیصر نہیں ہیں پس آپ نے فرمایا کہ اے عدی کون چیز تجھکو بھگاتی ہی کہ تو لا الٰہ الا اللہ کہے کیا سواے اللہ تعالیٰ کے تو کوئی معبود جانتا ہی اور کون چیز تجھکو بھگاتی ہی کہ تو اللہ اکبر کہے کیا تو اللہ عزوجل سے کوئی چیز اکبر جانتا ہی۔ عدی نے بیان کیا کہ میں مسلمان ہو گیا پس میں نے دیکھا کہ آپکا چہرہ مبارک خوشی سے اہلہانے لگا اور آپ نے فرمایا کہ یہود تو مغضوب علیہم ہیں اور نصاریٰ ضالین ہیں (رواہ احمد والترمذی) اور یہی مضمون عبدالرزاق نے حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور ابن مردویہ نے حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور

اللهم ... ثبت قلبي على دينك

یہی حضرت ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے حتی کہ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ مفسرین کے درمیان اسمین کچھ اختلاف ہو مترجم کہتا ہے کہ جہان تک معلوم ہے یہ اجماعی تفسیر ہے اسی واسطے شیخ سیوطی نے ایسے تفسیر لکھنے والون سے تعجب کیا کہ جنکو حدیث و آثار کا علم نہین ہے اور اپنی راے سے معنے لگاتے ہین چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین بعض شخص قریب دس یا زیادہ کے اختلافی اقوال نقل کر گیا حالانکہ سلف صالحین جنپر تفسیر کا مدار ہے اُن مین کچھ بھی اختلاف نہین کہ جنپر غضب کیا گیا وہ یہود ہین اور جنکو گمراہ فرمایا وہ نصاریٰ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ جیسے یہود و نصاریٰ کی راہ سے بیزاری مقصود ہے اسیطرح جمیع فرقہ کفر مجوس و ہنود وغیرہ کی راہ سے بھی بیزاری مقصود ہے تو یہود و نصاریٰ کی تخصیص کیا مطلب ہے اسکا آسان جواب یہ ہے کہ یہ دونون فرقے باوجود آسمانی کتاب و رسول پانے کے گمراہ ہین یا غضب کیے گئے ہین تو دوسرے بت پرست و آتش پرست وغیرہ بدرجہ اولیٰ گمراہ یا مغضوب علیہم ہین تو وہ بالضرور ان مین شامل ہین کیونکہ جو شخص اندھیری راستہ کی تاریکی سے پناہ مانگے اور اسکو پناہ دیجاے تو قبر کی تاریکی سے بالضرور اسکو پناہ ملیگی کیونکہ یہ تاریکی اُس سے بدرجہا اشد ہے اور دقیق جواب یہ ہے کہ جب بندہ ایمان لایا اور رہنمائی کے موافق یقین کرکے مقصود اصلی کی طرف چلا تو ایمان لاتے ہی وہ کفر و شرک سے الگ ہو گیا کیونکہ کفر و شرک کے واسطے کوئی آسمانی کتاب نہین ہے پس اُسنے آسمانی کتاب کے موافق ہدایت مانگی لیکن یہود و نصاریٰ ایسے دو فرقے موجود ہین جنکو آسمانی کتاب کی ہدایت ملی لیکن ہدایت الٰہی یعنی مقصود تک پہونچانا اُنکو نصیب نہوا لہذا اُنکی راہ سے پناہ مانگی اور اس سے خوب واضح ہوا کہ جو شخص ایمان لایا و یقین کامل پایا ہر چند کہ وہ علم شریعت مین عالم ہوجاوے تو بھی اُسپر فرض ہے کہ اوقات شب و روز مین خصوصًا پنجوقتی فرائض مین اہدنا الصراط المستقیم سے آخر تک بہت ادب سے دعا مانگتا رہے اور دیکھو اگر غور کرو تو معلوم ہو کہ یہی نعمت عظمیٰ ہے جسکے لیے بندہ نے کمال ادب و تملق سے اپنے رب جل شانہ کی حمد و ثنا کی و اخلاص کا اقرار کیا پھر کمال آرزو سے قبولیت کے وقت اپنی اعلیٰ مراد مانگی اور یہ مراد اُسکو ضرور حاصل ہوجاتی ہے کیونکہ حدیث ابوہریرہؓ مین روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صلوٰۃ یعنی سورۂ فاتحہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان تقسیم ہے یعنی نصفا نصف ہے پس اس سورہ کا نصف میرے واسطے اور نصف میرے بندے کے واسطے ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکے لیے حاصل ہے جب بندہ نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی اور جب بندے نے الرحمن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری ثنا کی پھر جب بندے نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندے نے ایاک نعبد و ایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکو عطا ہوا پھر جب بندے نے کہا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے واسطے ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اُسکو عطا ہوا (صحیح مسلم وغیرہ) اس سے ایک یہ فائدہ ہے کہ جب سمجھکر سورۂ فاتحہ پڑھے تو مراد کامل حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عطیہ دیا اور وعدہ مین خلاف نہین ہے اور فائدہ دوم یہ کہ اول کی تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و تمجید ہین اور آخر کی تین آیات بندے کے واسطے ہین اور درمیانی ایک آیت مشترک ہے پس جملہ سات آیات ہین اور اُسکی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے ہے اور بسم اللہ اسمین داخل نہین واللہ تعالیٰ اعلم (مسئلہ) ولا الضالین مین ضاد کا مخرج مشکل ہے کہ وہ اول کنارۂ زبان اور اُسکے متصل داڑھون سے ہے پس اگر اس حرف کا ادا کرنا مشکل ہو تو کیا اسکے مشابہ ظا و زا منقوطہ ہے یا دال بے نقطہ ہے جواب یہ کہ اصل مین ضاد نکالنے کا قصد کرے کیونکہ حرف کی تبدیل جائز نہین ہے لیکن جب اُسنے ضاد کا قصد کیا اور وہ ادا نہوا تو اُسکے مشابہ ظا منقوطہ نکلے گی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ مین مذکور ہے اور مترجم نے فتاویٰ ہندیہ و عین الہدایہ مین ترجمہ ذکر کیا ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ صحیح مذہب

ہے کہ ضاد کی آواز میں خلل ہو کر ظاء منقوطہ کی آواز نکلنا مغفور و معاف ہے کیونکہ ضاد و ظاء کا مخرج متقارب ہے تو ایک کو دوسرے کی جگہ نکالنا معاف ہے جبکہ اُس سے ضاد ادا نہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم - اور بعضوں نے یہاں ایک حدیث بنائی کہ ضاد ادا کرنے میں سب سے فصیح ہوں شیخ نے کہا کہ یہ موضوع بے اصل ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسیطرح دیگر موضوعات میں مذکور ہے اور واضح ہو کہ اس سورۃ مقدسہ میں جو سات آیات ہیں بہت سے مدارک عالیہ شامل ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا و تمجید و ذکر اسم اللہ و اسماء حسنیٰ ہے - دوم ذکر معاد و روز قیامت ہے - اور سوم اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اخلاص عبادت اور اسی سے استعانت ہے اور اپنی قوت سے بیزاری ہے جسمیں تنبیہ ہے کہ الوہیت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال میں شریک سے پاک ہے چہارم بندوں کو ادب دعا کی تعلیم ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ایسے اسماء و صفات کے ساتھ ادا کرین جو حرمت کے تام ہیں پھر دعا مانگیں اور حدیث میں آیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں چنانچہ نماز میں بھی آخر میں درود پڑھ کر ختم کرتے ہیں - پنجم ارشاد ہے کہ صراط مستقیم سے وصول ہونا ایک مقصد اعلیٰ ہے - ششم و صلین اہل انعام کا بیان جو انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہیں اور معلوم ہوا کہ انکو جو بزرگیاں حاصل ہیں وہ محض انعام الٰہی عز و جل سے ہے اور معلوم ہوا کہ انعام دینے والا اور ہدایت سے واصل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ وہی خالق افعال ہے - ہفتم اللہ تعالیٰ کے غضب و اضلال سے خوف کر کے مغضوب علیہم و ضالین کی راہ سے پناہ مانگے اور جس طرح باطن میں پناہ مانگتا ہے اسی طرح ظاہر میں بھی انکے طریقہ و وضع و خیالات سے پناہ چاہے اسیواسطے گمراہوں کی مشابہت حرام ہے اور جب ظاہری شکل میں اُنسے مشابہت حرام ہے تو باطنی خیالات میں مشابہت حرام بلکہ کفر ہے اور واضح ہو کہ یہود و نصاریٰ کو توریت و انجیل عطا ہوئی جو ہدایت کے واسطے کافی تھی مگر وہ لوگ مقصد تک نہیں پہونچے تو اسمیں علماء کو بھی عبرت ہونا چاہیے کہ خالی علم پڑھ لینے سے واصل نہیں ہوتا بلکہ جب علم کے موافق اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے تو مراد کو پہونچتا ہے - م ع - (مسئلہ) جو شخص سورۃ فاتحہ پڑھے اُسکو بعد ختم کے آمین کہنا مستحب ہے اور اسکے معنے یہ ہیں کہ اے رب قبول فرما لے بلکہ ہر دعا کے بعد آمین اولیٰ ہے اور نماز میں بھی بعد فاتحہ کے آمین کہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو اور اسمیں ائمہ علماء متفق ہیں سوا اسکے کہ بعض سے منقول ہے کہ امام نہ کہے لیکن صحیح یہ کہ امام بھی کہیگا پھر جہری نماز میں کیا امام و مقتدی آواز سے آمین کہے یا آہستہ کہے جواب یہ ہے کہ اس میں علماء کا اجتہاد مختلف ہے بعض کے نزدیک جہر سے کہے اور بعض کے نزدیک آہستہ کہے لیکن اگر امام کو تعلیم دینا مقصود ہو تو وہ جہر سے کہے تاکہ مقتدیوں کو آمین کہنے کا موقع و محل معلوم ہو جاوے اور اسمیں کچھ خلاف نہیں ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ آمین مستحب ہونے کی دلیل حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی اور اسکے ساتھ اپنی آواز دراز کی اور دوسری روایت میں ہے کہ آواز بلند کی (احمد و ابوداؤد و الترمذی) اور یہ حدیث حسن ہے اور یہی حضرت علی و ابن مسعود وغیرہم سے مروی ہے - اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے حتی کہ صف اول کے لوگ جو آپ سے متصل ہوتے تھے اُسکو سنتے تھے (ابوداؤد) اور ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ اس آواز سے مسجد گونج جاتی تھی (ابن ماجہ و الدارقطنی) اور کہا کہ اسکی اسناد بھی حسن ہے - اور بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ آمین کہنے میں مجھپر سبقت نفرمایا کرین (رواہ ابوداؤد) اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تب تم بھی آمین کہا کرو کیونکہ جسکا آمین کہنا ملائکہ کے آمین کہنے سے موافق ہو جائیگا تو جو کچھ اُسکے اگلے گناہ ہیں وہ بخشے جائینگے (الصحیحین) اور دوسری روایت میں ہے کہ جب تم میں کسی نے آمین کہی اور ملائکہ نے آسمان میں آمین کہی پس ایک دوسرے سے موافق پڑی تو جو کچھ اُسکے اگلے گناہ ہیں معاف ہونگے (صحیح مسلم) بعض علماء نے کہا کہ موافقت سے یہ مراد ہے کہ دونوں ایک ہی وقت واقع ہوں - اور بعض نے کہا کہ قبولیت میں دونوں یکسان ہوں اور

بعض نے کہا کہ اخلاص مین دونوں موافق ہوں - مترجم کہتا ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین بلکہ ابوداؤد کی حدیث ابوہریرہؓ مین ظاہر
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب پڑھتے تب آمین کہتے تھے جسکی آواز صرف اس قدر بلند ہوتی کہ صف اول مین سے جو لوگ متصل تھے وہ سنتے تھے اور
احتمال یہی ہے کہ ایک زمانہ تک جب تک تعلیم مقصود تھی تب تک ہر بار پڑھنے مین ایسا کرتے تھے لیکن ظاہر کو چھوڑ کر اس احتمال کی طرف
جانے کے لیے کوئی دلیل ضرور ہے کیونکہ اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر رہینگی جب تک کہ تاویل کے واسطے کوئی دلیل نہو لیکن
یہان ایک دلیل یہ ممکن ہے جو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور آواز خفی کی (رواہ
الترمذی وغیرہ) لیکن ترمذی نے اسکی سند و متن مین چار جگہ شعبہ رحمہ اللہ کا سہو بیان فرمایا اور تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ مین بیان کی ہے اور
سہو پر جزم کرنے کے واسطے کوئی وجہ معتمد نہین ہے - اعتراض دوم یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز پست فرمائی تو وائل رضی اللہ عنہ نے
کیونکر سُنی پس لامحالہ یہی ہوگا کہ آپ نے آواز مثل سابق کے بلند نہین فرمائی کیونکہ وائل رضی اللہ عنہ اپنے وطن سے آکر چند روز مدینہ مین رہتے
پھر واپس جاتے پھر آتے تو حاصل یہ ہوا کہ پہلی مرتبہ جس آواز بلند سے سُنا تھا اگلی مرتبہ اُس سے پست آواز پائی اسیواسطے شیخ ابن الہمام نے
شرح ہدایہ مین کہا کہ اگر اجتہاد مین فی الجملہ مجھے حصہ ہوتا تو مین اس مسئلہ مین نصوص کے درمیان اس طرح توفیق دیتا کہ اتنی پست آواز سے آمین
کہے کہ صف اول مین سے قریب کے لوگ سن لین لیکن شیخ عینی نے کہا کہ شاید وائل بن حجر بالکل قریب ہوں تو آہستہ آمین بھی سُن لی ہو
مترجم کہتا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہے کہ وہ لوگ مجھسے متصل رہین جو صاحبان حلم وعقل ہین (کما فی الصحیح) تو ظاہر یہ کہ اکابر
صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم مین سے ایک جماعت آپ کے متصل رہتی تھی تو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے واسطے ایسی
نزدیکی خلاف ظاہر ہے واللہ تعالی اعلم ہان یہ احتمال ضرور ہے کہ بطور تعلیم ہوا اور رہی صحیحین کی حدیث ابوہریرہؓ کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی
آمین کہو تو اسمین دو احتمال ہین ایک یہ کہ امام جب آواز سے آمین کہے تو تم بھی کہو اور دوم یہ کہ جب امام موقع آمین پر پہنچکر آہستہ آمین کہے گا تو
اُسوقت تم بھی آمین کہو کیونکہ حدیث ابوموسی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام ولا الضالین پڑھے تو تم لوگ
آمین کہو کہ اللہ تعالی تمھاری دعا قبول فرماویگا (کما فی صحیح مسلم) بلکہ خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح مسلم مین یہی روایت ہے تو ظاہر یہی ہے
کہ مقتدیون کے واسطے آمین کا موقع فرمایا اور امام اُسکو آہستہ کہیگا کیونکہ اگر جہر سے کہتا تو ولا الضالین پر کہنے کی ضرورت نہ تھی حتی کہ امام مالک
نے اسی حدیث سے یہ نکالا کہ امام آمین ہی نہین کہیگا لیکن صحیحین کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام بھی آمین کہیگا
شیخ رح نے لکھا کہ ہمارے اصحاب مین اختلاف یہ ہے کہ نماز جہریہ مین اگر امام آمین کہنا بھول گیا تو مقتدی جہر سے آمین کہے اور اگر امام نے جہر سے
آمین کہی تو قول جدید یہ ہے کہ مقتدی جہر نکرے بلکہ آہستہ آمین کہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے - کیونکہ آمین ایک ذکر ہے تو دیگر اذکار کے
مانند اُسکا بھی جہر نہوگا اور شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ مقتدی بھی جہر کرے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے - مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ نے جہر
کی حدیث کو طریقہ تعلیم پر محمول کیا کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث ابوموسی وابوہریرہ رضی اللہ عنہما جو موقع آمین بیان کرنے کے واسطے ہے اُس سے
ظاہر ہے کہ امام آہستہ آمین کہیگا تو مقتدی بھی آہستہ آمین کہینگے اور یہ دیگر اذکار سے بھی موافق ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین بھی آمین کا اخفا ماثور ہے
اور آہستہ کہنے مین ہر دو آمین کا استحباب حاصل ہو گیا اور کوئی دغدغہ بھی نہین ہے کیونکہ نماز مین احتیاط کے ساتھ جہر و اخفا کی رعایت واجب
ہوتی ہے پھر مترجم کہتا ہے کہ جس امام کے نزدیک اجتہاد سے آمین کا جہر ظاہر ہوا اسکو بھی ثواب ملیگا کیونکہ ہمارے جمیع علماء سب اہل السنۃ والجماعۃ
ہین اور سب کا ماخذ ایک ہی قرآن وحدیث ہے پس سب کے واسطے ثواب ہے اور عجب کہ اس زمانہ مین مسلمانون مین آمین کی جہر واخفا پر باہم نفاق

دفساد ہوتا ہے جو شرعاً حرام ہے اور افسوس کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا حکم فریضہ چھوڑتے ہیں کیونکہ باتفاق امت واجب تھی اور حق یہ ہے کہ جس امام کے نزدیک آمین کا جہر کرنا ثابت ہوا وہ بھی متبع سنت ہے اور ہر ایک اپنی اپنی نیت پر ثواب پاویگا پس یہاں تو کوئی بھی ایسی وجہ نہیں ہے جو نفاق کا باعث ہو شیخ رح نے لکھا کہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودیوں کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہودیوں کو حسد کی کوئی آگ اتنا نہیں جلاویگی جتنا اُنکا حسد ہم پر روز جمعہ کے بارہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت کیا حالانکہ اُنکو نہیں ملا اور قبلہ کعبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت فرمایا اور وہ بہکے اور جتنا اُنکو امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر ہے (احمد و ابن ماجہ) یعنی جمعہ و قبلہ و آمین پر یہودی تمام لوگوں پر حسد کرکے بہت ہی جلتے ہیں اور قولہ تعالیٰ۔ قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون کی تفسیر میں آویگا کہ بعض علماء نے اس سے استنباط کیا کہ جو شخص دعا کرے اور دوسرا اُسپر آمین کرے تو وہ بھی دعا کرنے والے کے مثل ہوتا ہے شیخ رح نے کہا کہ یہیں سے امام ابو حنیفہ وغیرہ نے نکالا کہ سورۂ فاتحہ دعا ہے تو جب امام کی قرارت کے بعد مقتدی نے آمین کہی تو گویا اُسنے خود سورۂ فاتحہ پڑھی اسیواسطے حدیث میں وارد ہے کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرارت ہی اُسکی قرارت ہے (کما رواہ احمد) اور خود بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ آمین میں مجھپر سبقت نفرماویں تو اس سے نکلا کہ نماز جہریہ میں مقتدی پر قرارت نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط غریب ہے لیکن نماز سری میں مقتدی آمین نہیں کہتا تو کیا وہ فاتحہ پڑھیگا؟ اور شیخ ابن کثیر رح اسکے جواب میں کہینگے کہ ہاں کیونکہ انکا یہی مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت ہے لیکن مشہور مذہب یہ ہے کہ مقتدی مطلقاً قرارت نہیں کریگا اور مترجم کے نزدیک اسلئے جی میں پڑھنے کی تاویل یہ ہے کہ دل سے دعا پوری کرے کیونکہ جو شخص نماز کے واسطے کھڑا ہوا اور اسکے کچھ معنی نہیں سمجھا تو موافق حدیث ابو داؤد کے اُسکی کچھ نماز بھی نہیں ہے شیخ رح نے لکھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی پس اہل زمین کی آمین اہل آسمان کی آمین سے موافق ہوئی تو اللہ تعالیٰ بندے کے واسطے اُسکے اگلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور جسنے آمین نہیں کہی تو اُسکی مثل یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے ساتھ جہاد کیا پھر اُن لوگوں نے قرعہ ڈالا اور اُن لوگوں کے حصے برآمد ہوے اور اس شخص کا حصہ نہیں نکلا تو اُسنے کہا کہ میرا حصہ کیوں نہیں نکلا تو اس سے کہا گیا کہ تو نے آمین نہیں کہی تھی (رواہ ابن مردویہ) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی قرارت نہیں کریگا مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط ظاہر اسوجہ سے ہے کہ امام ہی کی قرارت ولا الضالین تک معتبر فرمائی اور اگر مقتدی پڑھتا ہوتا تو ضرور ہوتا کہ وہ اپنی دعا کے بعد آمین کہتا جیسے امام اپنی قرارت کے بعد آمین کہتا ہے اور یہ استنباط لطیف ہے واللہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ)

آمین بالاجماع قرآن مجید میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ مصاحف میں نہیں لکھی گئی اور بعض علماء نے بدلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو اوپر مذکور ہوئی دربارۂ حسد یہود کے نکالا کہ آمین خاصۂ اسی امت کے واسطے ہے۔ اور واضح ہو کہ اس سورۂ مقدسہ میں رب عزوجل کے واسطے اعظم شان توحید و ثنا و تمجید اور بندے کے واسطے اعظم شان بندگی و اعظم مقصود و انتہاء مرجع ظاہر ہو گیا اور یہی عین مراد ہے فالحمد للہ رب العالمین

تنبیہ بسم لکھنے میں الف حذف کیا جاتا ہے جیسے پڑھنے میں حذف ہے کیونکہ اسکا استعمال بکثرت ہوتا ہے نحو قولہ تعالیٰ بسم اللہ مجریہا ومرسیہا۔ اور قولہ تعالیٰ۔ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں بھی صورۃً مشابہت کی وجہ سے حذف ہے اگرچہ یہ صرف ایک مقام پر ہے اور جہاں کثرت نہو وہاں حذف نہیں ہوتا جیسے اقرأ باسم ربک۔ اگر کہو کہ جیسے بسم میں کثرت استعمال سے حذف ہے اسی طرح چاہیے کہ باللہ وبالرحمن وبالرحیم میں حذف ہو جواب یہ ہے کہ خط مصحف ایک خط خاص ہے جسکو خط عرفی پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو صاف حرفوں میں لکھا تو وہ بخشا گیا (رواہ البیہقی) اور یہ قول بمنزلہ حدیث ہے

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسکے قیاس سے ایسا نہیں فرما سکتے ہین چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسکے مانند آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم سے روایت کیا ہا کہ اُسمین بشارت ہی کہ جو شخص اس طرح لکھے وہ بخشا جائیگا۔ (ابونعیم وابن اشتہ) اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے عاملون کو
لکھا کہ تم مین سے جو شخص بسم اللہ لکھا کرے تو الرحمٰن کو بھی کھینچکر لکھا کرے (ابن اشتہ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ تھا کہ
بسم اس طرح لکھے کہ سین کے دندانے ظاہر نہون۔ حضرت عمرو بن العاص کے کاتب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط مین بسم اللہ بغیر دندانہ
سین کے لکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کاتب کو مارا پس جب اُس سے پوچھا گیا کہ تجھکو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے کس بارہ مین مارا تو
اُسنے کہا کہ مجھے سین کے بارہ مین مارا۔ اور ابن سیرین رحمہ اللہ بھی اسکو مکروہ رکھتے تھے (ابن اشتہ) جس کام پر بسم اللہ کہے اُسی کے
موافق وہان فعل مقدر ہوگا مثلاً بسم اللہ کر کے کھاتا ہون یا لکھتا یا پڑھتا ہون جیسے قرآن مین بسم اللہ کے واسطے تلاوت کرنا مقدر ہے (مسئلہ
قرآن مجید کے ختم مین بسم اللہ پڑھنے کی محافظت چاہیے کیونکہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کا جزو ہی تو اُنکے نزدیک ترک بسم اللہ
سے ختم پورا نہوگا اور ہمارے نزدیک بھی نماز مین سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا احتیاطاً واجب ہے۔ اور فتح القدیر مین کہا کہ یہی
مختار ہے۔ اور طحطاوی مین ہی کہ محققین کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسرا سورہ ملانے مین بھی بسم اللہ پڑھ لینا مستحب ہے بشرطیکہ شروع
سے کوئی سورہ ملاوے۔ (مسئلہ) اگر پچیسوان پارہ الیہ یرد علم الساعۃ سے شروع کیا تو شروع مین ضمیر بجانب حق عز وجل راجع ہے
اور جب اُسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھکر اسکو شروع کیا تو ضمیر کے مرجع مین وہم ہوتا ہی لہذا ایسے مقام پر پہلے بسم اللہ پڑھنا مؤکد ہے
(السیوطی) حسن بصری سے روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ایکسو چار صحائف کتب نازل فرمائے اور ان سب کے علوم کو توریت وانجیل وزبور
وفرقان مین جمع فرمایا پھر علوم توریت وانجیل وزبور کو فرقان مین جمع کیا پھر علوم فرقان کو مفصل مین جمع کیا پھر علوم مفصل کو فاتحۃ الکتاب
مین جمع کیا پس جو شخص فاتحۃ الکتاب کی تفسیر سے آگاہ ہو تو وہ جمیع کتب آسمانی کی تفسیر سے آگاہ ہوگیا (رواہ البیہقی فی شعب
الایمان) نسفی نے یہ روایت لکھکر بڑھایا کہ پھر علوم فاتحہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مین جمع کیا اور بسم اللہ کے علوم کو اسکی بار مین جمع کیا اور بار کے
یہ معنی کہ جو ہوا وہ میرے ہی ساتھ ہوا اور جو ہوگا وہ میرے ہی ساتھ ہوگا (المدارک) بعض نے کہا کہ بار کے علوم اسکے نقطہ مین جمع ہین۔
مترجم کہتا ہی کہ ان اسرار کو علماء ربانیین کی سمجھ پر چھوڑنا چاہیے۔ ف بعض اشارات عرائس البیان کا لکھنا بھی مناسب ہے لیکن اسکی سمجھ کے
واسطے کسی مرتبہ تقویٰ پر پہونچنا ضرور ہے ورنہ عوام کی سمجھ سے بہت سے معارف دقیقہ عالی ہوتے ہین اور اسکی نظیر یہ ہی کہ جو شخص حساب
و پیمائش وغیرہ سے واقف ہو جاوے تو اُسکے بعد وہ جبر و مقابلہ واقلیدس کو سمجھ سکتا ہے اور اگر ابتدا سے کسی دیہاتی یا پہاڑی آدمی کو سمجھا کر کہنا
چاہو تو وہ کسی بیان سے نہین سمجھیگا لہذا ان مضامین کی تحریر مین یہ شرط ہے کہ جو شخص نہ سمجھے وہ اتنی مدت تک خاموش رہے کہ اُسکو سمجھ حاصل ہو
(سورۃ الفاتحۃ) اسکا نام سورہ فاتحہ اسواسطے ہی کہ یہ اسرار کی مفتاح یعنی کنجی ہی حتی کہ جو شخص اسکے انوار تک پہونچا وہ بعض متشابہات کے
اسرار پر واقف ہوگا (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) (ب) جو شخص خودی سے خارج ہو اُسکے واسطے بقاء۔ (س) اہل انس کے لیے نور سناء
وہی ہے۔ (م) اہل نعوت کے واسطے کشف ملکوت ہے یعنی جو لوگ ابھی اپنی خودی سے بالکل فانی نہون مگر صفات حق مین مستغرق ہون
تو انکے واسطے عالم ارواح ملکوتی کا کشف ہو جاتا ہے یہ اسرار تو بنظر صفات ہین اور بنظر افعال یہ ہی کہ (با) بر و احسان الٰہی جو اولیاء و [illegible]
کے لیے عام ہے یعنی کافر و مسلمان سبکو یہ احسان شامل ہے مثلاً اشارہ سے آگاہ کیا کہ رزق واموال دنیاوی مین اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی
خصوصیت نہین رکھی ہے بلکہ وہ کافرون کو بھی دیتا ہے حتی کہ کفر کے ساتھ سلطنت باقی رہتی ہے مگر ظلم کے ساتھ باقی نہین رہتی اگرچہ ظالم [illegible]

مسلمان ہو حتیٰ کہ اگر کافر کے تسلط میں جان و مال کے خطرہ سے حفاظت ہو تو سلطنت باقی رہنے کے آثار ہیں اور اگر مسلمان بادشاہ کی سلطنت میں
جان و مال خطرہ میں ہو مثلاً قاضی رشوت خوار اور گواہ دو آنہ کا جھوٹا مکار ہو تو مانند اسکے تو سلطنت قائم نہیں رہیگی پس اہل ایمان اس کلام کے
اسرار سے مکر شیطانی سے بچ گئے جو اکثر عوام کو دھوکا دیتا ہے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو ساری دنیا تمھارے واسطے جمع کر دیجاتی اور اگر یہ لوگ جنکو تم کافر
سمجھتے ہو ناحق پر ہوتے تو انکے واسطے حکومت و غلبہ نہ ہوتا یہ وسوسہ اسوجہ سے دور ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا دنیاوی انعام ہر شخص کے واسطے عام ہے
بلکہ جو لوگ معرفت میں ہوشیار ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا تم لوگ جان رکھو کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس دنیا میں ہے وہ ملعون ہے سوائے ذکر
الٰہی اور دین پڑھنے و پڑھانے والے کے (ابن ماجہ وغیرہ) اور حدیث میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو اللہ تعا
لیٰ اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (الصحیح) لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود جواہرات و خزائن کے کہ انکو سلطنت فارس و روم و شام و بخارا
و مصر و بربر سے جو ہزاروں برس کے جمع کیے ہوئے تھے ہاتھ آئے تو انھوں نے اس حقیر مال دنیا کو اچھی طرح نظر اٹھا کر نہیں دیکھا بلکہ حقیقی نعمتہائے
آخرت کے طالب ہو گئے اسکی مثال یہ ہے کہ بیوقوف بچہ جسکو ابھی عقل حاصل نہیں ہوئی مٹی کے پھول پر فریفتہ ہوتا ہے اور ذی ہوش اسکو محض لغو
اور رائگان سمجھتا ہے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اس دنیا کو نجس و خوار سمجھکر بیزار ہوتے اور دل سے موت و آخرت کے طالب تھے پھر اگر کسی شخص کو
دیکھا جاوے کہ وہ کافروں کے مال و متاع کو نعمت اعلیٰ سمجھکر دلی حسد سے دیکھتا ہے تو محض ناانصاف ہے گویا وہ آخرت و قرآن پر ایمان ہی نہیں لایا
جبکہ کافروں کے واسطے عاقبت میں سوائے عذاب شدید کے کچھ نہیں ہے حالانکہ یہ بھی مخلوق الٰہی ہیں تو وہ کیونکر چاہتا ہے کہ نجس حقیر دنیا بھی انکو میسر
نہو پس یہ نقصان ہے کہ اسکے دل میں آخرت کا اعتقاد ٹھیک نہیں ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے حقارت دنیا کی تنبیہ فرمائی - اور شیخ رح نے یہ اشارہ لکھا
کہ (ب) رزق وغیرہ سے احسان عام ہے - (س) سر الٰہی و خوشنودی خاص کے لیے ہے یعنی مومنین کے واسطے سر ایمان ہے (م)
محبت الٰہی خاص الخاص محبین کے واسطے ہے یہ اشارہ از راہ فعل تھا پھر از راہ قبولیت بھی اشارہ ہے چنانچہ (ب) بدء عبودیت یعنی ابتدائے
ظہور عبودیت بندہ مومن میں (س) سر ربوبیت یعنی مومن پر کشف ربوبیت ہے (م) منت الٰہی جو ازلی مقبولین پر ہے - مترجم کہتا ہے کہ جیسے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا بل اللہ یمن علیکم ان ہدٰکم للایمان یعنی تم لوگ احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمپر منت و احسان رکھتا ہے کہ تمکو ایمان
کی ہدایت دی - اہل معرفت کے نزدیک ایمان سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں اور قرآن سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ جسکو
اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا پھر اسنے دنیا میں کسی شخص کو اپنے سے بڑھکر نعمت والا گمان کیا تو وہ بیوقوف بڑا ناشکر ہے (السنن) پھر از راہ کشف کے اس میں
اشارات ہیں چنانچہ (ب) بہائے حسن ازل سے جلال عظمت میں ارواح عارفین باقی ہیں (س) سناء ازل سے ہوا ہویت میں اسرار
سابقین منور ہیں (م) مجد عظمت سے اہل وجد نازاں ہیں - بعض روایت میں آیا کہ (ب) بہاء الٰہی ہے (س) سناء الٰہی (م) مجد الٰہی ہے - بعض نے
فرمایا کہ بسم اللہ یعنی جن چیزوں کا وجود ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے اور فنا بھی اسی کے ساتھ ہے اور اسی کی زینت سے ہر چیز
کی خوبی ہے اور اسی کے معیوب کرنے سے قبیح کو قبیح کہتے ہیں - حضرت شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب عارفین نے اپنے دلوں سے سوائے حق عز و جل کے
سب نکال دیا تو انکو خطاب ہوا کہ بسم اللہ کہو یعنی میرے ہی نام کی جانب منسوب ہو کر اللہ والے ربانی ہو جاؤ اور آدم علیہ السلام سے نسبت
مت لگاؤ - بعض نے فرمایا کہ جن بندوں پر انوار قرآنی کا انکشاف ہوا اگر شروع کتاب پاک باسم اللہ نہوتی بلکہ باللہ ہوتی تو انوار عظمت میں فنا
ہو جاتے اور سوائے انبیا و اولیا رحمہم اللہ کے کسی کی بقا ممکن نتھی (اللہ) یہ نام پاک ان اولیا کو منکشف ہوتا ہے جو مقام جمع میں متمکن
ہیں کیونکہ یہ اسم ذات ہے اور دیگر اسمائے حسنیٰ اسمِ صفات ہیں اور معرفت اسم ذات غیر ممکن ہے کہ اسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں

جاننا اُسکا کہنا و سُننا و جاننا اُسی کی ذات مین منحصر ہی اور اسمین (آ) اشارہ انانیت و وحدانیت ہی یعنی خودی اُسی کی ذات کے واسطے
حق ہی اور کسی مخلوق کو خودبینی کی مجال نہین ہی اور بیان دو لام ہین لام اول اشارۂ جمالی اور لام دوم اشارہ جلالی ہی اور اسکی معرفت سے
سواے اُسکے کوئی آگاہ نہین ہی (ہ) اشارۂ ہُویت لاالٰہ الاہو اور اسکی معرفت خود ہی خوب جانتا ہی اور مخلوقات جیسے اسکی ذات پہچاننے
سے معذور ہین اسی طرح ان اشارات سے محروم ہین لیکن الف انانیت سے موحدین کے دل پر تجلی وحدانیت فرمائی کہ وہ لوگ اُسکیلئے اُسی کے
واسطے ہو رہے اور لام اول کی تجلی ازلیت عارفون کے دل پر انفراد ہی یعنی اُسی کے واسطے منفرد ہو گئے اور لام دوم کے جلال سے اسرار
محبین بحر عظمت مین غرق ہین اور ہاء ہویت سے بندگان مقربین بمقام حیرت کمال ہین ہین مترجم کہتا ہی کہ حیرت عوام تو نفاق و کفر ہی و حیرت مقربین
کمال معرفت ہی - ف - شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اللہ احد سواے حق عزوجل کے کوئی کہنے والا نہین ہی کیونکہ کمال عرفان مین بھی خلل روح ہی حالانکہ
حقیقت کو خط کے ساتھ ادراک نہین کر سکتے شبلیؒ نے وقت موت کے اللہ کہا تو کہا گیا کہ لاالٰہ الااللہ کہو فرمایا کہ اُسکے ساتھ کوئی ضد باقی نہین کہ نفی کرون
یعنی جسکو کسی غیر کی اُلوہیت کا وہم ہو تو وہ اُسکو دور کرے اور مین نے اسکا خیال بھی باقی نہین رکھا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے
میرے دل مین شرک کا وہم و خیال بھی نہین چھوڑا - بعض علماء نے کہا کہ اللہ ایسا نام پاک ہی کہ اس نام تک رسائی محال ہوگی اور جسکا نام ہو اُسکی
کنہ ذات تک رسائی محال المحال ہی پس مخلوق کو تنبیہ فرمائی کہ ذات و صفات حق کے واسطے شیطانی وسوسہ قبول نکرین جبکہ وہ نام حق سے عاجز
ہین - مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین آیا شیطان بندۂ مومن کے پاس آکر کہیگا کہ یہ کسنے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کیا حتی کہ کہیگا کہ اگر ان کو اللہ تعالیٰ
نے پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا پس جب وہ یہ وسوسہ لاوے تو لاالٰہ الااللہ کہنا چاہیے (کمافی الصحاح) یعنے وسوسہ شیطانی کو دور کرکے
توحید الوہیت کا نور دل مین لاوے کہ اُسکی ذات و صفات اس سے اعلیٰ ہی کہ کوئی مخلوق بے حقیقت اُسکا ادراک کر سکے اسیوجہ سے
بہت سے احمق گمراہ جو تقدیر مین بحث کرتے ہین سخت احمق ہین کیونکہ تقدیر تو حکمت و علم الٰہی عزوجل ہی اور یہ دونون صفات عظمت ادراک
سے محال ہین تو وہ کیونکر یہ بھید سمجھ سکتا ہی اور عجب یہ کہ اسمین بحث کرنے والا وہ کافر ہوتا ہی جو ہنوز نور عقل سے محروم ہی اگرچہ وہ اپنے
حواس کو اپنے نزدیک عقل سمجھتا ہی حالانکہ عقل مخلوق نے خوب پہچانا کہ مین بیچارہ ذرہ ناچیز کسی طرح حضرت خالق جل جلالہ کے افعال حکمت کا
ادراک نہین کر سکتی تو صفات مقدس کا ادراک بالکل محال ہی لیکن اس سے ظاہر ہوا کہ اگر یہ کافر عقل رکھتا ہوتا تو اُسکی عقل خود صاف یہ
عاجزی بتلا دیتی اور وہ ایسی واضح و بدیہی بات فوراً سمجھ جاتا حالانکہ یہ بے وقوف خالی جسم خاکی کے حواس پر جانور سے زیادہ حیثیت
نہین رکھتا پس اُسپر لازم ہی کہ پہلے صدق ایمان و توحید کے ساتھ نور عقل حاصل کرتا تاکہ مقامات معرفت مین پہونچتا - ف - بعض نے فرمایا کہ
الف اشارہ وحدانیت ہی پھر لام سے اشارہ کی نفی ہی یعنی کسی مخلوق کو اُسکی جانب اشارہ کی مجال نہین ہی کیونکہ اشارہ وہان محال ہے
اور لام دوم سے محو المحو ہی اور ہاء مقام جمعیت کا انکشاف ہی بعض نے لطیفہ لکھا کہ نام الٰہی مین الف منفرد گویا اللہ تعالیٰ بذات خود تمام
مخلوق سے جدا ہی جیسے الف ابتدا مین کسی حرف سے نہین مل سکتا ہی ہان دوسرے حروف اس سے ملتے ہین جیسے تمام مخلوق کو اُسکی طرف
احتیاج ہی بعض نے فرمایا کہ اسماء الٰہی مین سے اسم اللہ ہی فقط ایسا نام پاک ہی کہ اس سے حرف حرف ساقط کرو پھر الوہیت باقی رہے
چنانچہ اللہ سے الف جدا کرو تو للہ رہا پھر ایک لام جدا کرو تو لہٗ رہا پھر دوسرا لام جدا کرو تو ہُو باقی رہا مترجم کہتا ہی کہ اشارہ سابق کا تتمہ یہ ہی کہ الف تنہا
بعد اُسکے محتاج مخلوق کو پردہ نزول مین اتصال ہی پھر بھی لام ثانیہ پر الف منفرد ہی پس وہ کسی سے نہین ملا اور نہ کوئی اُس سے
ملسکتا ہی جیسا عقائد مین مصرح ہی حالانکہ مقام تعیت نزول مین نصوص آیات و احادیث متشابہات ہین یہی عدل کی راہ مستقیم ہی

حتی کہ درحقیقت وہان اتصال یا انفصال کا تصور ہی محال ہے بعض علمار نے اشارہ ہدایت مین کہا کہ بسم اللہ مین ب باب اسرار ہے س
رسالت ہے م ملک ہے بعض سلف نے فرمایا کہ آمین اشارہ ہے کہ باسم الٰہی قلوب عارفین نور حیرت مین ہین اور باسم الٰہی عالمون کو معرفت
صفات تک رسائی ہے اور باسم الٰہی مومنون کو آیات وحدانیت مشاہدہ ہین بعض اکابر نے فرمایا کہ بسم اللہ ایک تریاق ہے جو اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو زہر شیطانی دور کرنے کے لیے عطا فرمایا حتی کہ دنیا کا زہر اور کھانے پینے وغیرہ جمیع اشیا مین سے اثر شیطانی کا زہر دور ہو جاتا ہے
مترجم کہتا ہے کہ بسم اللہ کے فضائل واحکام مین ہین نے کچھ اشارہ کیا ہے اسکو یاد کرکے یہ مقام سمجھ سکتے ہو حضرت سہل بن عبداللہ رح نے فرمایا
کہ اللہ ہی اسم اعظم ہے جسنے سب اسماء وصفات کو گھیر لیا ہے اور اسکے لا مین کے درمیان ایک حرف مخفی کہ غیب درغیب ہے یا سر السر ہے
یا حقیقت الحقیقت ہے وہان تک رسائی سوا اسکے کسی شخص کو حاصل نہین جو ہر طرح کے میل کچیل سے پاک اور حلال کے سوا سے کروہات
سے دور اور فرائض ایمان پر اچھی طرح قائم ہے یعنی اتباع شریعت وسنت پر مستقیم ہے بعض نے فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ کا نام فقط لفظ وحروف مین
کہا تو اللہ تعالیٰ لفظ وحروف واوہام سے پاک ہے پھر اسکی قبولیت محض رحمت ہے کیونکہ جب اسکی توحید تک حال وقال سے رسائی نہین تو عین
رحمت سے بندون کا عذر قابل پذیرائی ہے روایت ہے کہ شیخ ابو الحسن النوری برابر ایک ہفتہ تک بے خواب وخورش کے حالت جذب مین
اپنے حجرے کے اندر اللہ اللہ کہتے پھرتے تھے جب یہ خبر شیخ جنید رح کو پہونچی تو پوچھا کہ بھلا اوقات نماز کے پابند ہین یا نہین ہین لوگون نے عرض
کیا کہ ہان وہ فرائض پنج اپنے اوقات پر ادا کرتے ہین لیکن کھانے پینے وغیرہ کا کچھ ہوش نہین ہے یہ سنکر شیخ جنید رح نے فرمایا کہ الحمد للہ کہ شیطان
نے اسپر بالکل قابو نہین پایا پھر لوگون سے کہا کہ چلو انکی زیارت کرین شاید ہمسے انکو یا انکو ہم سے کوئی فائدہ پہونچے جب شیخ ابو الحسن
کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اسی حال مین آشفتہ ہین پھر شیخ جنید نے پوچھا کہ کیا حال ہے شیخ ابو الحسن نے کہا جو مین کہتا ہون وہ تم بھی کہو
شیخ جنید رح نے کہا کہ اس آشفتگی سے کیا بنتے ہین ذرا غور کرو کہ اگر تم سے یہ نام پاک کہلایا جاتا ہے تو تم اسکے کہنے والے نہین ہو
اور اگر اپنے ذوق وشوق سے کہتے ہو تو اس مین نفس کی خوشی پوری کرتے ہو اور نفس کا ساتھی اخلاص سے دور ہوتا ہے یہ سنتے ہی شیخ
ابو الحسن جوش سے ہوش مین آگئے اور کہا کہ مین اپنے ادب فرمانے والے کا شکریہ ادا کرتا ہون (الرحمٰن) رحمت عام ہے چنانچہ اولیاء کے
واسطے اس رحمت سے معرفت اسماء وصفات جمال وجلال ہے اور ابدال وصدیقین کے واسطے انکے لائق مرتبہ قرب کمال ہے اور عام
مخلوق کے واسطے فیض خلق ہے جس سے انکے پیکر جسمانی کی تربیت ہوتی ہے اور مومنون کے واسطے راحت روح ہے اور عارفون کے لیے
فرحت فتوح ہے جیسے اہل محبت کو نزہت اور شائقون کو بہجت اور گنہگارون کو امید مرحمت ہے (الرحیم) خاصان حق کے واسطے
خاص موہبت ہے اور اہل قرب کے واسطے مسرت ہے حتی کہ لغزش والون کے لیے عصا سے شفاعت ہے الرحمٰن سے امن عذاب ہے
اور الرحیم سے نفیس ثواب ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین بھی وارد ہوا کہ کسی شخص کو اسکے اعمال جنت مین نہین لیجاوینگے (کما فی الصحیح) وقال
تعالیٰ ونجیناہ والذین آمنوا معہ برحمۃ منا یعنی ہمنے اسکو مع اسکے ساتھی مومنون کے اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ نجات دی ۔
ابن عطار رح سے روایت ہے کہ الرحیم مین مودت ومحبت ہے ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کے واسطے قبولیت ازلی رکھی ہے
لیکن دنیا مین اسکا ظہور دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ بدون ارادت کے جذب ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے واسطے واقع ہوا کہ وہ آگ کی غرض
سے گئے تھے اور وہان پیغمبری ملی دوم یہ کہ ارادت ہو اور بسا اوقات اس مین فضیلت ہوتی ہے پس الرحمٰن الرحیم دونون اقسامون کو
محیط ہے (الحمد للہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد حقیقی خود ادا فرما کر بندون کی عاجزی ظاہر فرمائی کیونکہ درحقیقت بندہ اسکی حقیقی حمد وطاعت سے

عاجز ہی اور اُنکو ادب سکھلایا کہ کوئی مناجات بدون تقدیم حمد کے لائق نہین ہی اور بتلایا کہ اُسکی حمد بندون پر فرض تھی جسکی تعلیم اُنپر احسان مزید ہے
واضح ہو کہ ادائے حمد کے واسطے تین زبانین ہین ایک زبان جسمانی دوم زبان روحانی سوم زبان ملکی زبانی پس زبان جسمانی تو عام مومنون
کے واسطے ہی کہ دلی تصدیق کے ساتھ انعام و اکرام الٰہی کا شکر بزبان سے ادا کرین زبان روحانی خاصان حق کے واسطے ہی کہ وہ زبان
قلب سے بیشمار معارف و کرامات اور شکر کرتے ہین اور زبان ملکوتی زبان سری ہی جو خاص الخاص بندون کو مشاہدات قدس و مقامات قرب انس مین
شکر کے لیے حاصل ہوتی ہی پس ان بندون کے شکر مین بھی ایسا ہی عظیم تفاوت ہی جیسا اُنکی زبانون و مدارج کرامت مین ہی۔ اور حدیث مین
وارد ہوا کہ الٰہی مین تیری ثنا و صفت کا احصا نہین کر سکتا بلکہ تیری شان اُس کمال پر ہی جس طرح تو نے اپنی حمد فرمائی۔ شیخ ابو بکر بن طاہر
نے کہا کہ مخلوقات الٰہی مین ایسی کوئی چیز نہین ہی جسکو حمد الہام نہو۔ ابن عطا نے کہا کہ الحمد للہ کہ اُسنے ہمکو حمد تعلیم کر کے احسان فرمایا۔
بعض مشائخ نے کہا کہ الحمد للہ کے یہ معنے ہین کہ الٰہی یہ تیری ہی شان ہی کہ تیرے سب صفات کمال و افعال محمود ہین (رب العالمین) واضح ہو
کہ عالم کے تین اقسام ہین ایک عالم محسوس یعنے جو حواس سے ادراک کیا جاتا ہی اور اُسکی صفت یہ ہی کہ ایک دوسرے سے بقدرت الٰہی موجود
ہوتا اور مرتا ہی پس یہ عالم ایک حال پر نہین رہتا بلکہ متغیر ہوتا ہی۔ دوم عالم جبروت کہ اُس مین ایک جہت محسوس ہی اور دوسری جہت غیر محسوس ہی
جیسے جن وغیرہ۔ سوم عالم ملکوت جو ایک دفعہ پیدا ہوا اور ہمیشگی کے اپنے حال پر باقی ہی اسیطرح ترکیب انسانی مین بھی تینون اقسام پائے
جاتے ہین اسی واسطے انسان کو عالم صغیر کہتے ہین کیونکہ انسان مین جسم ظاہری محسوس فانی ہی اور روح و عقل و ارادہ وغیرہ ملکوتی باقی ہی اور سوم
کی مثال ادراکات حواس و قویٰ ہین پھر اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے بندہ کو اُسکے مرتبہ و مقام کے موافق اپنی معرفت عطا فرمائی حتی کہ اہل ارادت کو
بقدر ارادہ کے انوار و اسرار سے تربیت فرمایا اور اہل محبت کو مناجات و خطاب سے سرفراز کیا اور اہل اشتیاق کو حسن وصال سے اور اہل عشق کو
کشف جمال سے اور اہل عرفان کو مشاہدہ لقا و انس سے اور اہل توحید کو مقام عین الجمع و جمع الجمع سے تربیت فرمایا۔ بعض نے کہا کہ رب العالمین
کی تربیت سب سے بہتر یہ ہی کہ اپنی حمد کے ساتھ گویا فرمایا۔ محمد بن علی الترمذی سے منقول ہی کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ بندون سے پہلے پہلے درجہ
نعمتون کا شکر ادا ہونا محال ہی پس بقدر امکان دن رات پانچ وقت نمازون مین الحمد للہ رب العالمین واجب کیا پھر جب اسپر بھی غفلت طاری ہوئی
تو غافلون نے یہ بھی چھوڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین تنبیہ ہی کہ اُسی کی کمال رحمت سے ابتدا ہی اور الحمد للہ رب العالمین
اشارہ ہی کہ اُسی کی طرف انتہا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید اس بزرگ نے اس آیت سے نکالا کہ۔ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین یعنی جب
اہل جنت اپنے مقام کرامت پر پہونچکر مطمئن ہونگے تو آخر کلمہ دعا یہی ہوگا کہ الحمد للہ رب العالمین۔ حارث محاسبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
کتاب پاک کو حمد سے شروع کیا تاکہ مومنین ہر کتاب و خطاب و نیک کام پہلے حمد سے شروع کیا کرین کیونکہ یہ سب سے بہتر ہی۔ بعض نے کہا کہ جسنے
الحمد للہ رب العالمین کہا تو اُسنے حق عبودیت و شکر نعمت ادا کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہی اور اُسکے معنے یہ ہین کہ حقیقی
حمد کے سواے جس طرح حمد کرنا بندہ کے امکان مین ہی اُسنے پورا کیا۔ روایت ہی کہ جب آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو اُنھون نے الحمد للہ کہا اس سے
حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہی (الرحمن الرحیم) واضح ہو کہ سورہ الحمد مین یہ کلمہ صرف ایک مقام پر آیا کیونکہ بسم اللہ اسکا جزو
نہین ہی اور اگر بقول بعض علما اسکا جزو ہو تو بھی مکرر نہین کیونکہ اسمین اشارہ ہی کہ رحمت بہ نسبت غضب کے مکرر ہی اور یہ بھی اشارہ ہی کہ
جیسے بنام الٰہی شروع کرنا کہ وہ بصفت الرحمن الرحیم ہی اسیطرح حمد کا استحقاق الٰہی بھی ان صفات کے ساتھ ہی کہ وہ رب العالمین و الرحمن الرحیم ہی
پھر اسکے ساتھ مالک یوم الدین بھی ملا دیا تاکہ بندون کو خوف ہو۔ بعض نے کہا کہ الرحمن اسم حقیقت اور الرحیم اسم صفت ہی مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا

یہ مراد ہو کہ الرحمٰن بھی اسم ذات ہی چنانچہ بعض علماء کا یہی مذہب ہی۔ ابراہیم خواص رحمۃ سے روایت ہی کہ جسنے اللہ تعالیٰ کو الرحمٰن الرحیم پہچانا تو اپنے واسطے
رحمت پر متوکل ہو کر اُسنے دنیا مین عام خلائق پر رزق و عافیت کی مہربانی فرمائی اور اُسکی صفت قدس مین کچھ تغیر نہین ہوتا تو آخرت مین بھی مغفرت
و رحمت کا متیقن ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر کفار بھی اسپر یقین لاتے تو اُنکے واسطے بھی یہی فضیلت حاصل ہوتی لیکن وہ اسپر ایمان نہین رکھتے ہین۔ اور حدیث
مین ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے ساتھ اُسی طرح ہون جسطرح وہ میرے ساتھ آرزو رکھتا ہو (الصحیح) لہذا دوسری حدیث مین فرمایا کہ
مرتے وقت گناہون کا افسوس اور مغفرت کی قطعی اُمید جب کسی بندہ کے دل مین جمع ہوتی ہین تو وہ مغفرت سے سرفراز ہوتا ہے (الترمذی)
لہذا احادیث دیگر مین تاکید ہی کہ مرتے وقت قطعاً مغفرت کا اُمیدوار ہو جاوے (الصحیح) شیخ جنید رحمۃ نے فرمایا کہ رحمت دو طرح ہی ایک رحمت لطف
یعنی کسی شخص پر بوجھ نہ ڈالنا بلکہ نرمی و سہولت کرنا اور دوم رحمت رافت یعنی پیار کے ساتھ برتاؤ کرنا پس الرحمٰن سے رحمت لطف عام ہی اور الرحیم
پیار و رافت ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ تمام چیزون کا پیدا کرنے والا کون ہی تو بعض آیات مین فرمایا کہ الرحمٰن۔ اس سے ظاہر ہی کہ الرحمٰن کا لطف عام ہر مخلوق
کے واسطے ہی اور رؤف رحیم خاص مومنون کے حق مین دنیا و آخرت مین ہی بحکم قولہ تعالیٰ انہم رؤف رحیم۔ پس مومنون کے واسطے دنیا مین
عام لطف مین بھی شمول ہی اور خاص رافت بھی ہی جو آخرت مین اُنکے واسطے مخصوص ہی۔ (مالک یوم الدین) اسم مالک حاضرین بارگاہ و ساجدین
کے لیے اُمید ہی اور سرکش کافرین کے لیے خوف ہی دنیا مین جو بندے اپنے مالک کی طاعت مین نفس حقیر کی کلفت اُٹھاتے ہین اُن کے لیے
آخرت مین مشاہدہ و کرامت ہی اہل محبت جو دنیا مین درد و غم کا وبال اُٹھاتے ہین مالک جزا نے اُنکے لیے جمال و جلال مہیا فرمایا ہی اہل صدق کو
اگر دنیا مین صدق کی تلخی برداشت کرنا پڑی تو آخرت مین راحت جنت ہی۔ ابن عطاء نے کہا کہ قیامت مین ہر قسم کے لوگون کو اُنکی نیت و ہمت
کے موافق جزا عنایت ہوگی پس عارفین کے لیے مقام قرب و دیدار ہی اور عابدین کے لیے اُنکے کام سے بہتر عیش جنت کا سامان ہی اور یہ در حقیقت
مالکیت دنیا کا ظہور ہی یعنی دنیا مین بھی اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہی لیکن کافرون کو نہین سوجھتا مگر آخرت مین ظہور ہوگا کہ اُس مالک نے
اُنکو جہنم کے واسطے پیدا کیا تھا تو دنیا مین بھی مالک کے قبضہ سے تجاوز نکر سکے وقال تعالیٰ۔ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب
لا یفقہون بہا الآیۃ یعنی جہنم کے واسطے ہمنے بہت سے جن و انس پیدا کیے ہین جنکے دل ایسے ہین جنسے کچھ سمجھ نہین پاتے آخر تک
چنانچہ آخر مین فرمایا کہ یہ جانورون سے بھی بدتر ہین بخلاف اُنکے مومنون کے مالک ہونے کا ظہور قیامت مین درجات ہین چنانچہ بعض مشائخ نے
کہا کہ وہی عابدین کا مالک ہی کہ اُنکو اپنی خدمت عبادت مین لگایا کہ قیامت کے روز عطاء جنت کے ساتھ اُسکا اظہار فرمایا اور عارفین کا مالک ہی
کہ اُنکو تجلی عطا فرمائی اور اہل وجد و محبین کا مالک ہی کہ اُنکو آیات قدرت پر فریفتہ فرمایا اسی طرح اقسام متقین سب اُسکے قبضہ قدرت مین
ہین کہ امتحان دنیا مین ہر ایک کو اُسکے مرکز کیجانب پھیرا اور آخرت مین کافرون کو بھی مشاہدہ ہوگیا جب سے اُنکو عذاب کے غم نے گھیر لیا قال تعالیٰ
ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ چنانچہ اسکی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا (ایاک نعبد و ایاک نستعین) بیضاوی نے لکھا کہ ایاک نعبد
مین بندہ نے عبادت کا کام اپنی طرف منسوب کیا یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین تو اُسکو وہم ہوتا کہ ایک تو یہ فعل مجھسے صادر ہوا دوم
میری ہی قدرت کا شمار ہو تو اسکے بعد ایاک نستعین کہا کہ عبادت بھی بدون تیری توفیق کے ناتمام ہی بلکہ شیخ نے عرائس مین خوب کہا کہ یعنی
ہم تیری ہی معونت سے اپنی ہستی کے لائق تیری ہی عبادت کرتے ہین وہ بھی اپنی طاقت و قوت سے نہین کرسکتے ہین بلکہ تجھی سے استعانت
مانگتے ہین بلکہ مترجم کہتا ہی کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور چونکہ ہمارا اور ہمارے فعل کا پیدا کرنے والا تو ہی ہی تو تجھی سے استعانت چاہتے ہین
کہ تیری توفیق سے ہم مین نیک کام پیدا ہون۔ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت جب ہی خالص ہوگی کہ بدلہ کی اُمید نہو یعنے

عبادت اسواسطے نہو کہ ہمکو جنت ملے یا دوزخ سے نجات ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نقل کی جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے سامنے ایک اعرابی نے کہا تھا کہ مین تو اپنے رب کی عبادت اسلیے کرتا ہون کہ جنت پاؤن اور دوزخ سے بچون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اُسکو منع نہین کیا پس مراد یہ ہے کہ عبادت تو خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے ہو اور اسکے ضمن مین ثواب کی اُمید مضمر ہو اور کوئی شخص دوزخ
یا جنت کی عبادت نہین کرتا پس حاصل یہ ہوا کہ جو شخص رضاے الٰہی عزوجل کے واسطے عبادت کرے کہ وہ مستحق عبادت ہے اور یہ بھی اُمید رکھے
کہ اُسکی رضامندی سے مجھکو دوزخ سے نجات ہوگی اور جنت ملیگی تو مضائقہ نہین شیخ نے کہا کہ خلوص عبادت مین ضرور ہے کہ دل کی نگہداشت
ہو کہ اللہ تعالی کے لیے سجدہ کرنے مین دوسرون کے تصورات نہ گذرین اور اُسی سے بڑھا ہے کہ مشاہدہ کا پردہ کھلے تا کہ نفس کے خطرات سے
کچھ نجات ہو شیخ سہلؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تیری ہی ہدایت سے تیری عبادت کرتے ہین اور تجھی سے استعانت چاہتے ہین کہ عبادت پر
ہماری دستگیری فرمائی جاوے تا کہ ہم ادا کر سکین۔ انطاکیؒ نے کہا کہ اللہ تعالی کی عبادت چار طور سے ہوتی ہے رغبت سے خوف سے حیا سے
محبت سے اور انمین جو عبادت محبت ہو افضل ہے پھر وہ جو حیا ہو پھر وہ جو خوف ہو پھر وہ جو رغبت راحت ہو۔ شیخ نے کہا کہ عبادت الٰہی
بندگان خاص کے واسطے تن کی راحت اور آنکھون کی قوت اور دل کا سرور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ میری آنکھون
کی ٹھنڈک نماز مین ہے۔ (مسئلہ) کیا عارف سے کسی مرتبہ پر پہونچکر عبادت ساقط ہو جاتی ہے جواب یہ کہ بعض گمراہون نے یہی زعم کیا
ولیکن اکابر اولیاء الٰہی کے کلمات صریح ہین کہ کبھی ساقط نہین ہوتی ہان بعض نے فرمایا کہ تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اور اسکے یہ معنے ہین کہ عام
مومنین تو تکلیف نفس کے ساتھ عبادت ادا کرتے ہین اور عارفین بدون تکلیف کے بلکہ راحت کے ساتھ کرتے ہین کیونکہ عبادت اُنکے واسطے
عین راحت ہے (اہدنا الصراط المستقیم) واضح ہو کہ جو بندہ اپنی خواہش پر قائم ہو وہ اپنے نفس کے ساتھ ہے اور جس شخص نے نفس کا ساتھ
دیا وہ مذموم جہنمی ہے چنانچہ علامات قیامت مین سے ایک حدیث مین فرمایا کہ اُسوقت حرص مال پر بخل ہوگا اور خواہش نفس کی پیروی ہوگی
اور آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی جاویگی اور ہر شخص اپنے خیالات پر نازان ہوگا یہ ترجمہ حدیث پورا ادا نہین ہوا کیونکہ حدیث ایک کلام جامع ہے
جسکا پورا ادا کرنا محال ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا افرأیت من اتخذ الٰہه هواه یعنی بھلا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا
یعنی خواہش کا فرمان بردار ہے جو وہ کہتی ہے وہ کرتا ہے جیسے بندہ مومن اپنے رب عزوجل کا فرمان بردار ہوتا ہے کیونکہ اسنے اپنے نفس کو اپنے رب
عزوجل کے واسطے فروخت کر دیا بقولہ تعالی: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم الآیۃ۔ اور جب اللہ تعالی نے اُسکا نفس خرید لیا تو
مومن کی خود کوئی خواہش نہین رہی بلکہ جو اللہ تعالی کی مراد ہے اُسی کی فرمان برداری کرتا ہے اور نفس کو اُسی کام مین لگاتا ہے چاہے نفس
کو گوارا ہو چاہے ناگوار ہو پس حاصل یہ ہوا کہ اپنی مراد چھوڑنا اور اللہ تعالی کی مراد پر قائم ہونا یہی ایمان ہے لہذا شیخؒ نے اہدنا الصراط المستقیم کے
اشارہ مین کہا کہ یہ ہدایت کی درخواست ہے یعنی الٰہی جو تیری مراد ہے اُس سے ہمکو آگاہ فرما اور راہ دیدے اسلیے کہ راہ مستقیم وہ روش ہے
کہ ارادۂ الٰہی کے موافق چلے اور اپنے نفس کا دخل چھوڑ دے تا کہ معارف عالیہ تک پہونچے لہذا اہدنا مین اشارہ یہ ہوا کہ الٰہی ہمکو اپنی پسندیدہ
مراد پر چلا کہ ہمارے نفس کے دام یعنی جنت جو محل دیدار ہے عطا فرما۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے وہ امور مجمل رہے لیکن شیخؒ نے اسواسطے
اجمال کیا کہ شریعت سنت مین ان اعمال کا صاف بیان ہے اور یہان سے معلوم ہوا کہ اس صراط المستقیم پر چلنے سے مقصود رضوان حق عزوجل ہے
کیونکہ یہ راہ جہان ختم ہوئی وہین مقصود حاصل ہے اور اس راہ مین خاک مٹی نہین ہے بلکہ خصوصاً انوار و اسرار کا ذخیرہ ہے جس سے کدورت جسمانی و
نجاست طبیعت زائل ہو کر محل قدس و منزلت کے لائق ہوتا ہے اور یہ انوار و اسرار جب ہی حاصل ہوتے ہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ

قرۃ عینی فی الصلاۃ

علیہ وسلم کے قدم بقدم مانند صحابہ رضی اللہ عنہم کے چلے یا آپکی شریعت پر قائم ہو کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم قمر رسالت کے روشن ستارے ہین کہ
اُنکی اقتدا سے منزل مقصود پر پہونچ جاتا ہے اگرچہ ان ستارون کی طرح ہمہ تن روشن نہوں پر ہر ایک اسکے اجتہادی طریقہ مین نور ہے اور اسی طرح تقدیر پر
علماء مجتہدین ہین کہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وجماعت صحابہ و اجماع اُمت ہے اور کوئی اس مرکز سے متفرق وخارج نہیں ہوا بلکہ اُسی جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم پر قائم ہین بخلاف روافض وخوارج وغیرہ کے کہ یہ پھوٹ کر نکل گئے اور ہم لوگ بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ راہ سنت وجماعت پر قائم
ہین اسیواسطے ہمارے علماے مجتہدین حضرت جعفر صادق و ابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد وسفیان ثوری وداؤد ظاہری وبخاری ومسلم وسائر السابقین
واللاحقین سب بالاتفاق حق پر ہین کیونکہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وصحابہ رضی اللہ عنہم ہین پس ہر ایک نے بحکم الٰہی جو اجتہاد کیا وہ ثواب موعود
کا مستحق ہے اور اُسمین کچھ کمی نہوگی یہان فضل الٰہی سے زیادتی کی کوئی انتہا نہیں ہے پس خلوص نیت ثواب کے لیے جس پر عمل ہوا اللہ تعالے
قبول فرماویگا کیونکہ مقلد جو اپنی شامت اعمال سے جاہل رہا اور اُسنے میراث نبوت یعنی علم قرآن وحدیث مین لیاقت حاصل نہ کی تو لامحالہ
وہ تقلید کریگا پس اگر بدنیتی سے مختلف اجتہادات لیتا پھرے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے حتی کہ جو بدنیتی سے نماز پڑھی وہ مردود ہوگی پھر ثواب کہان
سے پاویگا اور صراط المستقیم کا فائدہ جاتا رہا اور اگر نیک نیتی ہے تو بقدر خلوص کے جس اجتہاد پر عمل کرے ثواب کا ذخیرہ لیکر آگے بڑھے پس ہمارے
نزدیک یہ سب موافق شان مومنین کے بھائی بھائی اور راہ حق کے رفیق اور جنت کے ساتھی ہین کیونکہ یہ سب ایک ہی راہ مین ایک ہی
مقصد چاہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم متفق تھے اور ہرگز اُن مین دلی عداوت نہ تھی اور آخر مین اگر کچھ اختلاف ہوا تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کے
واسطے احکام شریعت پر تھا بدون اسکے کہ ایمانی بغض ہوا اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نور ایمان عطا فرمایا اُسکو یہ بات روز روشن کی طرح
سامنے نظر آتی ہے پھر افسوس اُن فرقون کے حال پر ہے جو خوارج وروافض کی طرح جماعت سے پھوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے اور شیطان نے
اُنکو دبا کر مسمار کر دیا ۔ اور حدیث مین ہے کہ جو چھوٹا وہ جہنم مین گیا پھر سواے ان بھٹکے ہوے فرقون کے برابر باقی جماعت متفق چلی آتی تھی لیکن اس
زمانہ مین یقین ومعرفت مین یہانتک کمی ہوئی کہ لوگون نے ظاہری صورت شریعت اختیار کی اور نور یقین کی کمی مین تاریکی چھائی تو اندھیرے
مین اُنکو مکر شیطان نظر نہ آیا حتی کہ ان مقلدون نے باہم حنفیہ وشافعیہ کو لڑایا اور ایک دوسرے سے دل مین غبار لانے لگے بلکہ بعض نے ایسے
مسائل نکالے جن سے باہم ایک دوسرے کے پیچھے نماز مین تردد کرنے لگے جو دین کا رکن اعظم ہے اس سے بھی بڑھکر اس زمانہ مین مقلدون وغیر مقلدون کا
نفاق بدرجۂ عداوت پہونچا جو شرعاً حرام ہے حالانکہ یہ اختلاف چند مستحبات کے پیچھے واقع ہوا پس یہ جہالت غور کے قابل ہے کہ حرام کے مرتکب ہوتے ہین
کچھ تردد نہ ہوا اور یہ بھی نہیں سمجھے کہ یہ اعمال تو راہ مین ذخیرۂ ثواب حاصل کرکے مقصود تک پہونچنے کے لیے تھے تو اُنکی یہ مثل ہے کہ دو شخص گھاٹ پر پانی
لینے کے واسطے جاتے ہین اور راہ مین باہم سامان پر تکرار کرکے گھڑے پھوڑے اور وہین بیٹھ کر لڑنے لگے پس ان لوگون کو لازم ہے کہ اپنا یقین آخرت درست کرین
تاکہ نور ایمان سے یہ فساد رفع ہو اور اپنی موت کے واسطے سامان مہیا کرین کیونکہ عذاب آخرت ومنزل گور سخت خطرناک ہے اللہ تعالیٰ کل عذاب سے
نجات عطا فرماوے اور ہم سب کو صراط المستقیم پر چلاوے آمین بعض مشائخ نے فرمایا کہ اہدنا الصراط المستقیم سے دعا کرنے مین مرکوز ہونا چاہیے کہ الٰہی ہمکو
راہ معرفت عطا ہو کہ ہم تیری خدمتگذاری پر اچھی طرح قیام کرین ۔ اور واضح ہو کہ خلوص سے دعا کرنے والے بندہ کو جب اللہ عزوجل نے
صراط المستقیم پر پہونچایا تو راہ شکر وفناے نفس اور وصول عبدیت اور انقطاع بدعت ونجاست شرک خفی ونجات فتنہ حواس سب حاصل ہوجاتا ہے
شیخ جنید رح نے فرمایا کہ درخواست ہدایت کا بھید یہ ہے کہ جب بندہ پر ایمان کی معرفت سے صفات قدسیہ کا مشاہدہ طاری ہوا تو اُنھون نے
آداب عبودیت کی درخواست کی تاکہ کامل بندگی سے درجۂ کمال پر فائز ہو۔ شیخ شبلی وغیرہ نے کہا کہ راہ اولیا واصفیا کی درخواست کی اور وہ

اسلام ہو شیخ حسینؒ نے کہا کہ بعد ایمان کے اس درخواست کے یہ معنے ہیں کہ جیسے تو نے معرفت توحید عطا فرمائی اسی طرح طاعت توحید
عنایت ہو۔ (صراط الذین انعمت علیہم) یعنی جن لوگون پر تو نے معرفت کا انعام فرمایا کہ انھون نے ادب کے ساتھ اچھی طرح خدمت ادا کی انھین ص ا/ا
کی راہ عنایت ہو اور وہ ایسے لوگ ہین جنکو یقین کامل اور صدق دائم حاصل ہے اور نفس وشیطان کے مکر ومکائد سے آگاہ ہین اور انوار صفات
سے متصف ہین اور عبودیت مین انکو استقامت نصیب ہے یہ لوگ انبیا وصدیقین وشہدا وصالحین ہین۔ شیخ ابوعثمان نے کہا کہ انپر انعام
اس طرح تھا کہ انکو راہ کے مہلکہ اور نفس وشیطان کے مکر سے آگاہ کیا۔ بعض نے کہا کہ انکو علم معرفت وفقہ اسرار عطا کی گئی تھی کہ انھون
نے نعمت سے نظر اٹھا کر منعم کو پہچانا اور ازلی سعادت پر شکر گذار ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی ہوئے اور خواہش نفس چھوڑکر
عہد شریعت پر قائم ہوئے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اہل نعمت وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انکو نفس کی خودی سے فنا
کرکے اپنی طاقت وحیات سے باقی رکھا اور مکر شیطان ونفس انپر تسلط پانے سے روکا گیا تھا کہ وہ رضوان حق عز وجل تک پہونچے
اور انکی صفات مین سے یہ ہے کہ یہ خدمت مین ادب کی حفاظت کرتے ہین اور ظہور انوار شہود کے وقت احکام عبودیت وادب مین خلل نہین
ہوتا۔ (غیر المغضوب علیہم) شیخ ابوعثمانؒ نے کہا یعنی ان لوگون کی راہ سے پناہ ہو جنپر تو نے غضب کیا ہے انکے قلوب محفوظ نہ رہے حتیٰ کہ وہ غ ا/ا
یہودی ہو گئے۔ ابوالعباس دینوریؒ نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہین کہ وکالت وولایت الٰہی نے انکو خود انکے بھروسہ پر چھوڑ دیا اور جو کوئی
اپنے نفس کے بھروسہ پر چھوڑ گیا وہ برباد گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین دعا سکھلائی کہ الٰہی ہمکو ہمارے نفس کی وکالت مین
نچھوڑیو کہ وہ ہمکو نیکی سے دور اور بدی سے نزدیک کرے۔ بعض نے فرمایا کہ حرام کمائی والے تو غضب مین گرفتار ہین لیکن جو لوگ حلال کمائی مین
اس غرض سے مشغول ہون کہ انکے نفس کی خواہشین پوری ہون تو یہی درحقیقت گمراہ ہے (ولا الضالین) اور نہ ان لوگون کی راہ جو بھٹک گئے شیخ و ا/ا
ابوعثمان کے قول مین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت مین مخلوقات کے قلوب ہین پس جب اسنے انکے قلوب کو اپنے حفظ مین نہین رکھا تو
کج ہوکر برگشتہ ونصرانی ہو گئے۔ شیخ نے کہا کہ جو لوگ طریقہ سنت سے مخالف ہوکر اپنے اختراعی طریقہ مین پڑے لیکن اسے مقدار انکے
طور پر عالم عقلی یعنی مادیات مین سے کچھ کشف کیا گیا تو وہ اپنے آپ کو عالی درجہ معرفت مین سمجھے کہ انسے کرامت سرزد ہوئی حالانکہ وہ
شیطانی مکر مین گرفتار ہوکر گمراہ ہین اور حقیقت معرفت ومشاہدۂ حق سے محجوب ہین اور اپنی خواہشون کے میدان مین بھٹکتے پھرتے ہین مترجم
کہتا ہے کہ اسمین اشارہ ہے کہ کرامت مقبول واستدراج مردود ہین امتیاز کرنا ہر شخص کا کام نہین ہے اور عالم سفلیات مین سے کسی امر کی خبر دینا
مثلاً فلان شخص نوکر ہو جائیگا یا مسافر آ جائیگا یا فلان مقام پر یہ واقعہ ہے یا مانند اسکے دیگر امور کچھ کرامت کی دلیل نہین ہین بلکہ عالم مادیات
وشیطانی مین یہ ایسے لوگون کو بھی حاصل ہوتا ہے جو فی الجملہ ریاضت کو جوگیون کی طرح شیطانی طریقہ پر بجا لاوین اور یہ کیفیت مشاہدہ
مین موجود ہے بلکہ عوام کے واسطے شناخت کا صرف یہ طریقہ ہے کہ جس شخص کی نسبت کرامت کا خیال ہو اسکو ایک زمانہ تک تجربہ
کرین کہ اگر وہ طریق شریعت وراہ سنت پر قائم ہے تو انوار حقیقت سے سرفراز ہے پس یہ امر اسکی جانب سے کرامت ہے اور اگر وہ شریعت پر
قائم نہین ہے تو نور حقیقت حاصل ہونا محال ہے شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف راہین ہر مؤمن کے واسطے راہ ہوکر بند ہین
کسی طرح نہین کھل سکتی جب تک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر قائم نہو اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ قول معروف ہے
خلاف پیمبر کسی رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید[1] یعنی جس شخص نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راہ اختیار کی وہ ہرگز
کبھی منزل معرفت تک نہین پہونچیگا اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ روافض وخوارج مین سے کوئی شخص مرتبۂ معرفت پر نہین پہونچا کیونکہ

[1] دیگر مصرع ہمچو از سعدی کہ راہ صفا
توان یافت جز در پئے مصطفا ۱۲

صحیح مخالف سنت ہین اور جو شخص خلاف شریعت و سنت ہو اگر اُس سے کوئی خرق عادت ظاہر ہو تو وہی شیطانی استدراج ہی اور چونکہ وہ شخص مردود ہو کر نفس و شیطان کے حوالہ ہو جاتا ہی تو شیطان اُسکو بہت سے کرشمے و صورتین دکھلاتا ہی جنکو وہ اپنے زعم باطل مین عالم ملکوتی کا کشف سمجھتا ہے چنانچہ آئندہ مقامات مین انشاء اللہ اسکی توضیح آویگی (تنبیہ) اس سورہ مبارک کے اول مین ذکر حمد و ثناے الٰہی ہی اور آخر مین گمراہون و مردودون کی راہ سے پناہ مانگنے کا بیان ہی پس اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مین رجوع کرنا اور اسکی حمد و ثنا اور اپنی عاجزی و دعا کرنا تمام خوبیون کی اصل ہی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے منہ موڑ کرنا فرمانیان کرنا اور اپنے نفس کی خواہشون کے پیچھے پھرنا تمام بدبختی و گمراہی ہی اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہم بندون کو اپنی رحمت سے راہ مستقیم راہ انبیاء و صالحین کی ہدایت فرماوے اور اپنی قوت و قدرت کاملہ سے ہمکو ان یہودیون و نصرانیون و تمام کافرون و گمراہون کی راہ سے بچاوے آمین یا ارحم الراحمین ۔

سورۃ البقرۃ

قرطبی و سیوطی وغیرہ نے کہا کہ یہ سورہ مدنیہ ہی اور مدینہ مین ایک مدت کے اندر نازل ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ مدینہ مین اول یہی سورہ نازل ہوا سوا سے آیات ربوا کے یعنی بیاج و سود کے احکام مین جو آیات نازل ہوئین وہ قرآن مین سب آخر ہین حالانکہ سورۂ بقرہ مین موجود ہین اور اسیطرح قولہ تعالیٰ۔ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ۔ یہ بھی حجۃ الوداع مین یوم النحر کو مقام منیٰ مین نازل ہوا۔ اور اتقان مین مذکور ہے کہ سورۂ بقرہ کا نزول بعد ویل للمطففین کے واقع ہوا اور یہ بھی اتقان مین مذکور ہی کہ سورۂ بقرہ جو دو سو چھیاسی یا ستاسی آیات ہین کل مدینہ مین ہوا سوا دو آیتون کے اول قولہ تعالیٰ فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیۃ۔ اور دوم قولہ تعالیٰ لیس علیک ہدٰہم الآیۃ۔ (الاتقان) اس سورہ کے فضائل مین یہی کافی ہی کہ قرآن مجید کی ترتیب لوح محفوظ کے موافق یہ سورہ تم سب سے مقدم دیکھتے ہو اور اس سے زیادہ معتمد احادیث و آثار صحیحہ ہین جن سے اہل ایمان کے نور کو ترقی اور دل کو فرحت ہوتی ہی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البقرۃ سنام القرآن اور اسکی چوٹی ہی اسکی ہر آیت کے ساتھ اسّی فرشتے نازل ہوئے اور آیۃ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم عرش کے نیچے سے لیکر اسکے ساتھ ملائی گئی اور فرمایا کہ یٰس قرآن کا دل ہی جو شخص کہ رضاے الٰہی و دار آخرت چاہتا ہو وہ یٰس کو پڑھے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسکی مغفرت فرمائیگا اور تم لوگ یہ سورہ اپنے مُردون پر پڑھا کرو (رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ جیسے سورۃ البقرہ اسکا نام ہی اسی طرح اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ البقرہ بھی نام ہی اور یہی یٰس و سورۂ یٰس مین ہی ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ ہر چیز کے واسطے سنام ہی اور سنام القرآن سورۃ البقرہ ہی اور اسمین ایک ایسی آیت ہی جو آیات قرآن کی سردار ہی وہ آیۃ الکرسی ہی (رواہ الترمذی) ذروہ یعنی چوٹی اور اسیکے قریب سنام کے معنے ہین۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھرون کو قبرین مت بناؤ جس گھر مین سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہی اسمین شیطان داخل نہین ہوتا (رواہ احمد و مسلم والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقابر مین قرأت قرآن نہین ہی اور شاید یہ مراد ہو کہ تم لوگ ایسے مت ہو جاؤ جیسے قبرون کے مردے ہوتے ہین کہ قرآن نہین پڑھتے ہین لیکن اس صورت مین ان لوگون کو تشبیہ دینا لازم آتا ہی یعنی تم لوگ اہل قبور کے مانند مت ہو جاؤ حالانکہ حدیث شریف مین گھرون کو قبور سے تشبیہ ہی لہذا معنے اول الظہر ہین واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہی تو جس وقت شیطان اسکو سنتا ہی تو گھر سے نکل جاتا ہی۔ (رواہ ابو عبید) مترجم کہتا ہی کہ اسکا بھید یہ ہی کہ شیطان سیاہ قلب تاریکی ہی اور یہ اسکی ذاتی حالت ہی

اور اس سورۃ مبارک کا نور اُسکی ذات کے واسطے سو ہان روح ہی کیونکہ نور سے تاریکی مٹ جاتی ہی و لیکن اُسکی ذات اس قابل نہین ہی تو اُسپر یہ بمنزلہ
مرگ ہی ۔ ف ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ شیطان جس گھر سے سورۃ بقرہ کی آواز سُنتا ہی وہان سے بھاگتا ہی (رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ
وابو عبید والحاکم) اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم مین سے کسی شخص کو ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ
وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے گیت گاوے اور سورۃ بقرہ کا پڑھنا چھوڑے حالانکہ جس گھر مین سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہی اُس سے شیطان بھاگتا ہے اور
سب سے چھوٹا وہ گھر ہی جو کتاب الٰہی سے خالی ہو (رواہ النسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) اور ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ جس گھر مین سورۃ
بقرہ پڑھی جاوے تو سوائے اسکے نہین کہ وہان سے شیطان بھاگتا ہی ایسی بُری حالت سے کہ اُسکی ریح نکلی جاتی ہی اور فرمایا کہ ہر چیز کے واسطے
سنام ہی اور سنام القرآن سورۃ البقرۃ ہی اور ہر شے کے واسطے لباب ہوتا ہی اور قرآن کا لباب مفصلات ہین (رواہ الدارمی) اور شعبی نے کہا کہ حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۃ بقرہ کی دس آیات کسی رات مین پڑھین تو اس رات اس گھر مین شیطان داخل
نہ ہوگا از انجملہ چار آیات اول سورہ سے اور ایک آیۃ الکرسی اور دو آیتین اسکے بعد اور تین آیتین آخر سورہ سے ہین (رواہ الدارمی) اور دوسری
روایت مین یون فرمایا کہ اس رات اس شخص کے پاس یا اسکے اہل و عیال کے پاس شیطان یا کوئی مکروہ چیز نہین آسکتی اور فرمایا کہ جس مجنون پر یہ آیات
پڑھی جاوین اُسکو افاقہ ہو جائیگا ۔ (الدارمی) مترجم کہتا ہی کہ جنون مس شیطان کی ایک قسم ہی کیونکہ شیطانی مادہ دخان ناری سیاہ ہی اور انسانی
مادہ اُسکے مخالف ہی تو جب کسی تقدیر الٰہی سے باہم لگاؤ ہوتا ہی تو انسان اس صدمہ سے مجنون ہو جاتا ہے جسکے اطبا اُسکے علاج سے
عاجز ہین لیکن اگر ایسا شخص ان آیات کو پڑھکر دم کرے جسکے صدق ایمان سے ان آیات کا نور عطا ہو تو اس نور کے صدمہ سے شیطانی اثر
دور ہو جاویگا کیونکہ وہ اسکو متحمل نہین ہو سکتا جیسا کہ سابق مین بیان ہوا واللہ تعالیٰ اعلم ۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت
ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کے واسطے سنام ہی اور سنام القرآن البقرہ ہی اور جسنے یہ سورہ رات مین اپنے گھر مین
پڑھا تو تین رات تک شیطان اُسمین داخل نہوگا اور جسنے اسکو اپنے گھر مین دن مین پڑھا تو تین دن تک اُسمین شیطان داخل نہوگا (رواہ الطبرانی
وابن حبان وابن مردویہ) مترجم کہتا ہی کہ تین راتون مع دن ہین اور تین دن مع راتون ہین اور یہ اُس نور کا بقاے اثر ہے پس جس قدر
نور ایقان کے موافق بندہ کو نور تلاوت زیادہ حاصل ہوگا اُسی قدر زیادہ مدت تک شیطان کو مجال نہوگی واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ف ۔ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیون کی ایک جماعت کو جہاد کے واسطے بھیجنا چاہا اور اُنپر سردار
کرنے کے واسطے ہر ایک کو بلا کر اُس سے قرآن پڑھوایا پس جسقدر جسکو یاد تھا اُس قدر اُسنے سُنایا یہانتک کہ ایک نوجوان کی باری آئی جو ان
سب مین چھوٹا تھا تو اُس سے پوچھا کہ ای لڑکے تیرے پاس کیا ہی اُسنے عرض کیا کہ اے رسول اللہ میرے پاس فلان و فلان سورتین ہین
سورۃ البقرہ ہی تو فرمایا کہ کیا تیرے پاس سورۃ البقرہ ہی اُسنے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ جا تو ان سب پر سردار ہی ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
کہا کہ پھر ان مین سے ایک شخص شریف نے کہا کہ واللہ مجھے سورۃ بقرہ کا علم حاصل کرنے سے کوئی چیز مانع نہین ہوئی سوا اسکے کہ مجھکو
یہ خوف ہوا کہ شاید مین اسکے ساتھ قیام نہ کر سکون یعنی رات کو نماز مین اسکی تلاوت نہ کر سکون پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ
قرآن سیکھو اور اُسکو پڑھو کیونکہ جسنے قرآن سیکھا اور اُسکی تلاوت کی اور اُسکے ساتھ قیام کیا یعنی نماز شب مین پڑھا تو اُسکی مثال ایسی ہی
جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہی کہ ہر جگہ سے اُسکی خوشبو اُڑتی ہے اور جسنے قرآن سیکھا اور وہ اُسکے دل مین محفوظ ہے مگر وہ سو رہا
تو اسکی مثال ایسی ہی جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہی مگر اُسکے منھ پر گرہ دی ہوئی ہی (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

اُسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ ایک وقت ایک شخص رات مین سورۂ بقرہ پڑھتا تھا اور اُسکے پاس اُسکا گھوڑا بندھا تھا کہ ناگاہ وہ گھوڑا اچھلانی
کرنے لگا تو وہ شخص پڑھنے سے خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگا تو پھر گھوڑا اچھلانی کرنے لگا پھر وہ خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا
پھر وہ پڑھنے لگا تو گھوڑا اچھلانی کرنے لگا پس اُس نے سلام پھیر دیا کیونکہ اُسکا بیٹا جسکا نام یحییٰ تھا اُس گھوڑے کے قریب سوتا تھا تو وہ
ڈرا کہ شاید اُسکو گھوڑے کا صدمہ پہونچے پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت اُسید
بن حضیرؓ کا خود ہی یہ واقعہ ہے لیکن راوی نے نام ظاہر نہین کیا چنانچہ روایت مین ہے کہ جب صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان
کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن حضیر پڑھتا رہتا ابن حضیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو یحییٰ پر خوف ہوا اور وہ گھوڑے سے قریب تھا
پس مین سلام پھیر کر اُسکو اُٹھانے گیا پھر مین نے آسمان کو نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ مثل ظلہ ابر کے ایک چیز ہے جسمین مثل شمع سفید کے بہت سے چراغ
روشن ہین پس وہ بلند ہوا یہانتک کہ پھر مین نے اُسکو نہ دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ یہ کیا تھا مین نے عرض کیا
کہ نہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو تیری آواز قراءۃ سننے کے واسطے قریب ہو گئے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو برابر
صبح تک رہتے کہ لوگ اُنکو دیکھتے اور یہ اُنسے پوشیدہ نہوتے (رواہ البخاری والوعیب) مترجم کہتا ہے کہ ایک روایت مین آپ نے فرمایا کہ سکینت
تھا پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید مین جو سکینہ نازل ہوا کما فی قولہ تعالیٰ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ الآیۃ۔ تو وہ ایک جماعت ملائکہ
ہین واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور صحیح البخاری مین مذکور ہے کہ تلاوت قرآن مخصوص اہل ایمان کے واسطے ایک نعمت ہے جس سے ملائکہ محروم ہین حتیٰ کہ جب
ملائکہ کسی بندۂ صالح کو تلاوت کرتے سنتے ہین تو آپس مین کہتے ہین کہ جلد آؤ کہ تمہاری مراد ملی اور نہایت خوشی سے سنتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ
ملائکہ کا یہ قول ایک حدیث صحیح مین وارد ہے اور حدیث مذکور مین بھی اشارہ ہے کہ نہایت شوق سے صبح تک سنتے رہتے اور پوشیدہ نہوتے۔
چنانچہ بعض صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا ہی واقع ہوا چنانچہ شیخؒ نے لکھا کہ امام ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی اسناد کے ساتھ جریر
بن یزید سے روایت کی کہ مجھسے بزرگان مدینہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ثابت بن قیس بن شماس کے
گھر مین آج صبح طلوع ہونے تک برابر مصابیح چمکتے رہے پس آپ دیکھتے ہین کہ یہ کیا بات ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اُسنے
سورۂ بقرہ تلاوت کی ہو پس بعض لوگون نے جا کر ثابتؓ سے دریافت کیا پس ثابتؓ نے بیان کیا کہ ہان مین نے سورۂ بقرہ پڑھی تھی
شیخ نے کہا کہ یہ اسناد جید لیکن مرسل ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا پس مین نے سُنا کہ آپ
فرماتے تھے کہ تم لوگ سورۂ بقرہ سیکھو کہ اسکا لینا برکت ہے اور چھوڑنا حسرت ہے اور اہل بطالت اسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ احمد
ابن ماجہ) اور اسکی اسناد حسن ہے۔ اور ابو امامہؓ کی حدیث صحیح مسلم مین بھی یہ فضیلت مذکور ہے۔ شیخؒ نے لکھا کہ اہل بطالت سے شیطانی ساحر
مراد ہین۔ ابو منیب نے اپنے چچا سے روایت کی کہ ایک شخص نے سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھی پس جب اُسنے نماز پوری کی تو اُسسے کعب رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ کیا تو نے بقرہ وآل عمران پڑھی تو اُسنے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ ان دونون سورتون مین
اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم موجود ہے جب اُسکے ذریعہ سے دعا مانگی جاوے تو وہ فوراً قبول کیجاتی ہے تو اُسنے عرض کیا کہ آپ مجھے بتلا دیجیے کعب
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ ہرگز نہین بتلاؤنگا اور اگر تجھے بتلاؤن تو شاید تو ایسی دعا کرے کہ جسکی وجہ سے مین اور تو دونون تباہ ہون (رواہ
ابو عبید) ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم لوگ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت کے روز اپنے لوگون
کے واسطے شافع ہوگا اور تم زہراوین سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھو کہ یہ دونون قیامت مین آوینگی گویا دو پارہ ابر یا دو چتر ہین یا دو پرا چڑیون

جھنڈ باہم پر ملائے ہوئے ہین کہ اپنے تلاوت کرنے والون کی طرف سے شفاعت وحجت کرینگی پھر فرمایا کہ تم لوگ سورۂ بقرہ پڑھو کہ اسکا لینا برکت
اور چھوڑنا حسرت ہی اور اہل بطالت اسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ مسلم واحمد) اور یہی معنی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ مین بروایت احمد
ومسلم وترمذی موجود ہین ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھارے ایک بھائی نے خواب مین دیکھا کہ لوگ ایک پہاڑ کے شگاف اور سخت چڑھائی پر چڑھتے
ہین اور اس پہاڑ کی چوٹی پر دو درخت ہرے بھرے آواز دیتے ہین کہ بھلا تم مین سے کوئی شخص سورۂ بقرہ پڑھتا ہی اور کوئی تم مین سورۂ آل عمران پڑھتا ہی
پس جب کسی شخص نے کہا کہ ہان تو دونون درخت اپنی کو دمون سمیت اس سے نزدیک ہو جاتے ہین تاکہ وہ انسے اٹک جاوے پھر اسکو سہارا
پر چڑھا لیتے ہین (رواہ ابو عبید باسناد جید) ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ایک شخص نے جنے قرآن پڑھا تھا اپنے ایک پڑوسی پر حملہ کرکے
اسکو قتل کیا اور خود اسکے قصاص مین مارا گیا تو قرآن برابر ایک ایک سورہ کرکے اس سے جدا ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ سورۂ بقرہ وآل عمران ایک جمعہ تک
باقی رہین پھر آل عمران بھی اس سے جدا ہو گئی اور سورۂ بقرہ ایک جمعہ تک ٹھہری پس سورۂ بقرہ کو حکم پہونچا کہ میرے یہان قول بدلتا نہین اور مین
بندون کے واسطے کچھ ظالم نہین ہون پس سورۂ بقرہ بھی نکل گئی گویا ایک ابر عظیم ہی (رواہ ابو عبید بسند جید) اور شیخ ابو عبید نے اسکے یہ معنی
بیان کیے کہ یہ دونون سورتین اسکے ساتھ قبر مین عذاب دفع کرتی تھین لیکن قاتل کے واسطے حکم الٰہی ہوا خندہ تھا اور وہ بدل نہین سکتا تو تا جار
ساتھ چھوڑ دیا واللہ اعلم یزید بن الاسود الجرشی سے روایت ہی کہ جنے کسی دن سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھی تو شام تک نفاق سے بری ہو گیا اور جنے
رات مین دونون کو پڑھا تو صبح تک نفاق سے بری ہو گیا اسی واسطے یزید بن الاسود ہر روز رات و دن مین ان دونون سورتون کو بھی تلاوت
وظیفہ معمولی کے پڑھا کرتے تھے (رواہ ابو عبید بسند جید) اور سعید بن جبیر سے روایت ہی کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ جنے رات مین سورۂ بقرہ
وآل عمران پڑھی تو اولیاء قانتین مین لکھا جائیگا (رواہ ابو عبید) اور واضح ہو کہ سورۂ بقرہ منجملہ اُن سات سورتون کے ہی جنکو سبع طوال کہتے ہین
اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجاے توریت کے مجھکو سبع طوال عطا ہوئین اور بجاے انجیل
کے مئین عطا ہوئین اور بجاے زبور کے مثانی عطا ہوئین اور باقی مفصلات سے مجھکو فضیلت عطا ہوئی (ابو عبید) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنے سبع طوال کو حاصل کیا وہ حبر ہی (ابو عبید واحمد) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسکے
مثل روایت ہی (رواہ احمد) اور ابو عبید نے سعید بن جبیر سے قولہ تعالیٰ ولقد آتیناک سبعا من المثانی کی تفسیر مین روایت کیا کہ یہ سبع طوال ہین
یعنی سورۂ بقرہ وآل عمران ونساء ومائدہ وانعام واعراف ویونس - اور مجاہد سے روایت ہی کہ سبع المثانی سبع طوال ہین - اور یہی قول مکحول و عطیہ
بن قیس وشداد بن اوس ویحییٰ بن الحارث وغیرہم کا ہی شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ سورۂ بقرہ بلا خلاف مدنیہ ہی - اور خالد بن معدان سورۂ بقرہ کو فسطاط القرآن
کہتے تھے بعض علماء نے کہا کہ اس سورہ مین ہزار اخبار و ہزار امر و ہزار نواہی ہین - اور شمار کرنے والون نے اسکی دوسو ستاسی آیات کے کلمات
چھ ہزار دوسو اکیس شمار کیے جنکے حروف پچیس ہزار پانچ سو ہین - اور عتبہ بن مرثد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مقابلہ کفار
سے پیچھے ہٹتے دیکھکر پکارا کہ اے اصحاب سورۃ البقرہ اور میرا گمان یہ ہی کہ یہ جنگ حنین کے روز واقع ہوا - مترجم کہتا ہی کہ اس روز لشکر کی قطار آگے
پیچھے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اصحاب مہاجرین وانصار تھے اور آپ کے آگے نو مسلم لوگ تھے جنکے دل مین ہنوز
ایمان کے معنے نہین سمائے تھے پس ان لوگون نے خیال باندھا کہ آگے بڑھکر ہم ہی لوگ قوم ہوازن کو بھگا دین تاکہ یہ فتح ہمارے نام لکھی
جاوے اور یہ لوگ دو ہزار تھے پس انھون نے پیش قدمی کرکے ہوازن پر حملہ کیا اور ہوازن چار ہزار قوم تیر انداز تھے جنھون نے اپنے
مال ومتاع کو لشکر مین ڈال دیا تھا پس وہ لوگ بھاگے اور وہان موڑ کا راستہ تھا تو نظر سے پوشیدہ ہو گئے اور یہ لوگ لوٹنے مین مصروف

ہو گئے پس انکو کچھ خبر نہوئی یہانتک کہ دوسرے موڑ کی طرف سے ناگاہ ہوازن نے نکلکر انپر حملہ کیا اور تیروں کی بوچھار سے زخمی کر دیا پس اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو عباس رضی اللہ عنہ نے پکارا کہ ای اصحاب شجرۃ اور ایک روایت مین ہے کہ ای اصحاب سورۃ البقرہ لبیں اُن لوگوں نے ہر طرف سے دوڑکر آنا شروع کیا شیخ نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ قوم مسلیمہ کذاب پر جو مرتد ہو گئے تھے مہاجرین و انصار کا لشکر بھیجا اور قوم بنو حنیفہ بہت کثیر تھی اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سردار تھے اور بنو حنیفہ وغیرہ مین سے بعضے مرتدین توبہ کرکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہو گئے تھے پس جب قتال سخت ہوا تو یہی لوگ بھاگنے لگے پس صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے باہم پکارنا شروع کیا کہ ای اصحاب سورۃ البقرۃ تاکہ مہاجرین و انصار آگاہ رہین کہ اُن مین سے کوئی نہین بھاگا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اُنکو فتح عطا فرمائی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے حدیث روایت ہے کہ جسنے آخر سورۃ بقرہ کی دونوں آیتین رات مین پڑھین تو وہ اُسکو کافی ہین۔ (الصحاح) یعنے شب بیداری کے بجائے کافی ہین اور انکی فضیلت انشاء اللہ تعالیٰ آخر مین بیان ہوگی جیسے آیۃ الکرسی کے فضائل اپنے موقع پر بیان ہونگے۔ اور حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب الٰہی سے دو آیتین نازل ہوئین جو خاتمہ سورۂ بقرہ ہے پس جب وہ کسی گھر مین تین مرتبہ پڑھی جاوین تو یہ نہوگا کہ پھر شیطان اُس گھر کے پاس پھٹکے (الترمذی) اور صحیح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز شب مین سورۂ بقرہ و آل عمران سے زیادہ ایک رکعت مین پڑھا۔ اور اس قدر فضائل کافی ہین اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے موفق ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بنام اللہ الرحمن الرحیم شروع ہے

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ

یہ کتاب ہے اس مین شک نہین ہے

الٓمّٓ یعنی الف۔ لام۔ میم۔ کیونکہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کتاب الٰہی مین سے کوئی حرف پڑھا اُسکے واسطے ایک نیکی ہے اور وہ نیکی دس گونہ ہے اور مین نہین کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے (رواہ الترمذی وقال صحیح) خلیل و ابوعلی نے کہا کہ ہر ایک پر وقف کیا جاتا ہے اور بجائے الف کے ہمزہ مستعار ہے کیونکہ الف سے ابتدا متعذر ہے۔ ت س۔ فرقہ حشویہ نے کہا کہ اسکے کچھ معنی نہین ہین۔ یہ قول مردود ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مہمل سے خطاب نہین فرمایا حشویہ نے کہا کہ یہ حروف ہین بدلیل حدیث ابن مسعود رض کے جواب دیا گیا کہ یہ غلط ہے کیونکہ حرف سے اصطلاح نحوی مراد نہین جو پچھلے زمانہ مین قرار پائی ہے بلکہ حرف لغوی یعنی کلمہ مراد ہے لہذا مہمل کہنا مردود ہے جب فرقہ مرجیہ نے دیکھا کہ مہمل کہنا ممکن نہین ہے تو اس فرقہ نے کہا کہ ظاہر کے خلاف معنی مراد ہین جیسے مرجیہ فرقہ کے نزدیک عذاب کی آیتون مین فقط دھمکی مراد ہے یہ اعتقاد بھی مردود ہے اسواسطے کہ مرجیہ نے جو معنے قرار دیے وہ موضوع نہین ہین تو معنی حقیقی نہ رہے اور جب معنی حقیقی نہ رہے ہین تو معنی مجازی بھی نہ رہے کیونکہ مجاز تو حقیقت کے تابع ہوتا ہے اور رہا یہ کہ خلاف ظاہر جو چاہے بیان کرے تو قرآن مجید کے لیے یہ بات محال ہے کیونکہ ہر ایک کافر اس قسم کی تاویل بیان کرنے سے عاجز نہوگا۔ مرجیہ نے کہا کہ اگر معنے نہ لیے جاوین تو خطاب مہمل ہوگا جواب یہ ہے کہ خطاب اُسوقت مہمل ہے جب کوئی فائدہ نہ نکلے اور اُن آیات متشابہات سے ایمان مقصود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاما الذین فی قلوبھم

زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب
یعنی جن لوگون کے دلون مین کجی ہے وہ قرآن مین سے متشابہ کے پیچھے پڑتے ہین بخواہش فتنہ انگیزی اور بخواہش تاویل متشابہ کے حالانکہ سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی اُسکی تاویل نہین جانتا اور جو بندے علم ایمان مین مضبوط ہین وہ یہی کہتے ہین کہ ہم اسپر ایمان لائے قرآن مین جو کچھ ہے
وہ کل ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہین جو اہل عقل ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آیات
متشابہ سے مومنون کا ایمان لانا مقصود ہے اور اسکی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ۔ اور حدیث حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا مین آیا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی پھر فرمایا کہ جب تم ایسے لوگون کو دیکھو جو قرآن کی آیات متشابہات کے درپے ہوتے ہین تو جان لو
کہ یہ وہی ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے زائغ فرمایا ہے پس اُن لوگون کو دور رکھو (البخاری وغیرہ) ایسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص ساکن
بصرہ کو جو عذاب قبر وغیرہ کسی متشابہ مین گفتگو کرتا تھا سر پر دُرّے مارے آخر اُسنے کہا کہ یا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے تو فرمایا کہ مین نے تیرے
سر کے حواس ٹھیک کیے کہ اے کمبخت تو اپنی ہستی سے زائد علم متشابہ مین گفتگو کرتا ہے اور مومنین بصرہ کو لکھ بھیجا کہ اس جاہل کو کوئی اپنے پاس
نہ بٹھلاوے ۔ مترجم کہتا ہے کہ غالباً تم اس سے سمجھ گئے ہوگے کہ متشابہات صرف الٓمٓ یا الٓمٓرٓ وحٰمٓ مین منحصر نہین ہین بلکہ عذاب قبر کی کیفیت
اور شہیدون کی حیات آخرت اور جنت کے کھانے پینے وغیرہ راحت کی کیفیت اور اسی طرح عذاب جہنم کی کیفیت سب متشابہات
ہین چنانچہ ایک شخص نے امام مالک رحمۃ اللہ سے عذاب قبر کی کیفیت پوچھی تو آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اُسکے بعد فرمایا کہ نجت عذاب قبر تو معلوم ہے
اور اُسکی کیفیت اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت مین مخفی فرمائی ہے اور اُسکا پوچھنا جہالت کی بدعت ہے پھر حکم دیا کہ اسکو نکال دو ۔ مترجم کہتا ہے
کہ مین ایک مثال بیان کرتا ہون کہ ایک پہاڑ مین ایک مادر زاد اندھا پیدا ہوا اور دوسرا عنین پیدا ہوا اور تیسرا تندرست ہے لیکن اُس پہاڑ مین
سوائے ساگ پات کے کبھی اُسکو ایسا پھل نہین ملا جسکا مزہ شیرین ہو پھر ایک شائستہ شہر کا رہنے والا وہان پہونچا اور اندھے سے ملاقات ہوئی
پس اُسنے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کہ تاریکی سے نکل کر نور حاصل کرے اُسنے کہا کہ نور کیا چیز ہوتی ہے پس اُسنے اُس کے حق مین سمجھانا
دشوار پایا سوائے اسکے کہ سردی گرمی اور مزہ کے ذریعہ سے سمجھاوے اور یہ طریقہ حور وقصور ہے پھر عنین سے ملا تو وہان حور وقصور کا بھی
طریقہ چھوڑنا پڑا کیونکہ وہ اس کیفیت سے کبھی واقف نہین ہے پھر تندرست کے حق مین یہ سب آسان تھا لیکن وہ شیرینی کی کیفیت سے بالکل
واقف نہین ہے پھر ایک دوسرے شہری نے اُسکو آگاہ کیا تو اُسنے اپنے ہادی سے پوچھا کہ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ وہان جلیبی و برفی وقند وغیرہ
نہایت لطیف بامزہ ہین اور مین تو اُس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہون مگر آنکہ آپ مجھکو کچھ کیفیت سمجھاوین اُس مرد عاقل نے اپنے آپ کو متحیر دیکھا کہ
یہ شخص عجب جاہل ہے جو کیفیت کو باتون مین ڈھونڈھتا ہے لیکن اُسنے دوسرے پہاڑ پر لیجا کر ایک بیر اُسکو کھلایا جو اُسنے کبھی نہین کھایا تھا پھر
سمجھایا کہ جیسی کیفیت تو نے اسکے مزہ مین پائی اُسکو شیرین کہتے ہین اور یہ شیرینی لطیف ترکیب سے شہرون مین بہت عمدہ بنائی جاتی ہے ۔ مترجم کہتا
ہے کہ دار آخرت کی کیفیت ان جاہلون کو کیونکر معلوم ہوسکتی ہے کہ جنھون نے کبھی وہان قدم نہین رکھا ہے اور لامحالہ چند روز کی زندگی کے
بعد قطعاً جان جائینگے مگر اسقدر بے عقل ہین کہ یہان کفر وشرک وانکار مین مبتلا ہوکر وہان کی عذابی کیفیت دیکھنا چاہتے ہین کہ پھر اُس عذاب سے
رہائی کی کوئی راہ نہوگی اور یہ نہین سمجھتے کہ حضرت خالق عزوجل جسکے عجائب قدرت وصنائع حکمت اس دنیا کے پہاڑون جنگلون وکھنڈرون
وغارون ودریاؤن مین بے انتہا ظاہر ہین کہ عقل متحیر ہے بلکہ اُسکے وطن ہی مین ایک گھاس کی پتی اگر خشک ہو تو تمام دنیا مجتمع ہونے سے اُسکا ہرا
ہونا غیر ممکن ہے بلکہ اگر وہ اپنے جسم ہی مین خیال کرے تو جو ناخن کٹ گیا وہ جوڑنا محال ہے اور یہ بیان تو صرف ایک تنبیہ ومثال ہے تاکہ خالق عزوجل

کی کمال حکمت وقدرت سے آگاہ ہون تو صریح عقل یقین دلاتی ہے کہ اللہ عزوجل نے جو کچھ قرآن مجید مین فرمایا وہ حق ہے اور کمال احسان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے واسطے بھیجا اور آپ نے بدون کسی تعلق دنیاوی کے ہمکو پاکیزہ راستہ بتلایا حتی کہ اہل سعادت وکرامت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم درجہ قبولیت پر فائز ہوئے جنکی شہادت رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الآیہ ہے پھر طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم واکابر تابعین رحمہم اللہ کے بعد معتزلہ وغیرہ احمق پیدا ہوئے جنہون نے ہماری اندھی عقلون کے موافق اپنی رائے لگانی شروع کی کہ یہ کیونکر ہوگا اور وہ کیسے ہوگا اور تم خوب جانتے ہو کہ ہم ناقل اُن کیفیات کو کس طرح ان لوگون کے حواس مین پیدا کرسکتا ہے اسی واسطے جب خوارج وروافض وغیرہ پیدا ہوئے اور اُنھون نے متشابہات آخرت مین کلام کرکے دیدار باری تعالی عزوجل سے انکار کرنا شروع کیا تو سلف صالحین نے انکو پہچان لیا چنانچہ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ زائغین یہی حروریہ وسبائیہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حروراء ایک قصبہ ہے جہان خوارج جمع ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل کر پہلے پہل اسی مقام پر مخالفت کا جھنڈا اُٹھایا تھا آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی سے لڑائی موقوف کرکے پہلے حروریون کی جانب قصد فرمایا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ امیر معاویہ وشامیون کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عقائد سنت مین کچھ کلام نہ تھا اگرچہ دنیاوی اُمور مین رنجش و مخالفت کی وجہ سے بدگوئی کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے کنبہ سے دشمنی کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نرغہ کرنے والون سے قصاص نہین لیتے ہین بخلاف حروریون کے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کہتے کہ یہ قرآن سے پھر گئے اور اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اعمال حسنہ کیے تھے وہ مٹ گئے حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مردود گمراہون پر حملہ کرکے تباہ کردیا لیکن حدیث مین ہے کہ جو بدعت نکالیگی وہ قیامت تک نہین مٹیگی چنانچہ یہ معجزہ صادق ہے کہ اب تک اُنکا نشان موجود ہے۔ اور سبائیہ سے مراد فرقہ عبداللہ بن سبا یہودی ہے جو ظاہر مین مسلمان ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ جیسے نصرانیون نے حضرت عیسی علیہ السلام مین اُلوہیت اعتقاد کی اسیطرح مسلمانون مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ اعتقاد پھیلا دے اور اتفاق یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج وغیرہ کے معاملہ مین بہت سی غیبی خبرین بطور کرامت اور بطور سماع نبوت بیان فرمائی تھین حتی کہ بہت سے اعراب تعجب کرنے لگے کہ وحی نہین آتی پھر آپ کیونکر یہ باتین بتلاتے ہین پس اس یہودی نے موقع پاکر خفیہ اُن لوگون مین یہ اعتقاد پھیلایا حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے غضبناک ہوکر قتل وجلانے کا حکم دیا مگر وہ منکر فرار ہوگیا اور فارس کے پہاڑون مین چھپا رہا مگر چند ہی روز کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک خارجی ابن ملجم مردود کے ہاتھ سے شہید ہوئے تب سے سبائیہ فرقہ معروف ہے چنانچہ طبقہ تابعین رحمہم اللہ مین خوارج کو حروریہ کہتے اور روافض کو سبائیہ کہتے تھے۔ اور بعض سلف نے فرمایا کہ زائغین مین کل بدعتی داخل ہین جنھون نے اعتقاد سنت مین بدعت نکالی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور معتزلہ وجہمیہ وغیرہ بہتر فرقے سب دیدار باری تعالی عزوجل سے منکر ہین اور اللہ تعالی کا یہ لطف عجیب ہے کہ یہ سب فرقے باہم ایک دوسرے کے نقیض ہین مثلاً خوارج تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منکر ہین مگر خلفاے سابقین رضی اللہ عنہم کا اقرار کرتے ہین اور روافض انکے نقیض ہین اور اہل سنت والجماعۃ سب سے الگ ہین بلکہ وہ اصل جماعت بطریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ تعالی کے سواد اعظم صالحین قائم ہے اور یہ بدعتی فرقے پھوٹ پھوٹ کر اپنی ٹکڑیان بناتے گئے الحاصل متشابہات کے بارہ مین اہل سنت کا یہی اعتقاد بے ہیر پھیر سلف صالحین سے متواتر چلا آتا ہے۔ (تحقیق المقام) واضح ہو کہ متشابہات دو قسم ہین اول کلمات مقطعہ مانند الٓمٓ وصٓ وقٓ وغیرہ کے اور دوم وہ آیات جنمین حالات آخرت کا بیان ہے مگر اُنکی کیفیت متشابہ ہے مثلاً میزان اعمال لقولہ تعالی ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ الآیۃ۔ وعذاب قبر واکل وشرب جنت وغیرہ انکی کیفیت کا علم نہین ہوسکتا پس قسم اول سے

مقصود یہ ہے کہ ایمان لایا جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہیں جیسا کہ آیت میں منصوص ہوا اور یہ ایمان لایا جاوے کہ انکی تاویل سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا لیکن جان لینا چاہیے کہ تاویل و تفسیر میں فرق ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ تاویل بھی ایک قسم کی تفسیر ہے اور تفسیر چار قسم ہے تاویل
چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تفسیر چار وجہ پر ہے ایک وہ تفسیر جسکو عرب اپنی زبان میں جانتے ہیں۔ دوم وہ تفسیر جسکے نہ جاننے پر کوئی معذور
نہوگا۔ سوم وہ تفسیر جسکو علماء راسخین جانتے ہیں۔ چہارم جسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے حتیٰ کہ جو جاننے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا
ہے۔ اس اثر کو عبد الرزاق نے بسند صحیح روایت کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی کے مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل فرمایا اور ط
ابن جریر نے مثال قسم دوم قولہ تعالیٰ۔ لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی الآیہ۔ یعنی ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن عربی ہے اور قسم اول کی مثال جسکو عرب جانتے
ہیں محاورات عرب ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں حتیٰ کہ اس زمانہ میں بہت سے جاہل فصاحت قرآن مجید کے غلط معنے بیان کرتے اور بہتان
باندھکر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ قسم سوم کی مثال علماء راسخین کے اجتہادات ہیں۔ اور قسم چہارم حروف متشابہ کی تاویلات ہیں پس کبھی
عربی زبان جاننے والا یا عالم راسخ ایک آیت کی تفسیر جانتا ہے لیکن تاویل نہیں جانتا ہے کیونکہ تاویل کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ مآل الیہ الکلام یعنی
انجام کو جو واقع ہو مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے آفتاب و ماہتاب و گیارہ ستاروں کو اپنے تئیں سجدہ کرتے دیکھا پھر اسکی تفسیر تو معلوم ہے یعنی
یہی معنے ہیں کہ آفتاب و ماہتاب و تارے سجدہ کرتے ہیں لیکن تاویل معلوم ہوئی بلکہ یہ سوچتے اتنا سمجھا گیا کہ یہ کوئی بزرگی ہے جو یوسف علیہ السلام
کو عطا ہوگی پھر جب مصر میں حاکم ہوئے اور وہاں ان کے باپ و بھائیوں کو بلایا اور بلاقات کے وقت ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو
سلطانی تعظیم دی اور آنکے سامنے جھکے تو اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یا ابت ہذا تاویل رؤیای من قبل یعنی اے میرے
باپ یہی میرے خواب سابق کی تاویل ہے۔ اور واضح ہو کہ متاخرین فقہاء میں تاویل کی اصطلاح بھی شائع ہوئی کہ ظاہر آیت کو کسی دوسری دلیل
کی وجہ سے ظاہر سے پھیر دینا مثلاً آیت وضو میں اذا قمتم الی الصلوٰۃ الآیہ سے ظاہر ہے کہ جب نماز کا قصد کرے تب وضو واجب ہے لیکن حدیث
شریف سے معلوم ہوا کہ اگر وضو موجود ہو تو حاجت نہیں ہے پس تاویل یہ ہوئی کہ جب تم بے وضو ہونے کی حالت میں نماز کا ارادہ کرو تو پہلے وضو
کرلو تب کھڑے ہو جب یہ بات معلوم ہوچکی تو جاننا چاہیے کہ قولہ تعالیٰ۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ۔ اس آیت میں
تاویل سے اگر معنے اول مراد لو تو کلمہ الا اللہ پر وقف واجب ہے چنانچہ جمہور علماء اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ یہ تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے
کوئی نہیں جانتا اور اس میں کچھ بھی اختلاف نہیں ہے اور اگر تاویل کے دوسرے معنے اور یہ بھی سوچ علم سے ایک طرح کا استنباط کرنا تو کلمہ فی العلم پر
وقف کرے یعنی ایسی تفسیر کو اللہ تعالیٰ و اسکے برگزیدہ علماء جانتے ہیں اسی واسطے دونوں طرح اس آیت کی قرأۃ متواتر ہے۔ اور حضرت
ابن عباس و مجاہد و ایک جماعت علماء راسخین سے باسانید صحیحہ روایت ہے کہ متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے
اور انھیں ائمہ صالحین سے باسانید صحیحہ بعض اشارات متشابہات بھی روایت ہیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (الف) آلاء
الٰہی یعنی نعمتہائے الٰہی ہیں (لام) لطف الٰہی (میم) ملک الٰہی ہے اور دوسری روایت ہے کہ الم کی تفسیر میں کہا کہ انا اللہ اعلم یعنی میں
اللہ خوب جانتا ہوں۔ اور تیسری روایت میں کہا کہ الم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور
اسی طرح حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بعض اشارات مروی ہیں۔ بالجملہ ائمہ علماء کا اجماع ہے کہ متشابہات کی تاویل سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا لیکن بعض لطائف اشارات ہیں کہ عالم راسخ کی سمجھ میں آسکتے ہیں اور عالم راسخ وہ ہے جو اعتقاد میں جیسے صحابہ
رضی اللہ عنہم تھے بلا تغیر و لی رسوخ کے ساتھ ظاہری اعمال سنت پر مستقیم ہو اور یہ اس قسم فراست ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ ان فی ذلک لآیات

للمتوسمین کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا منجملہ لطائف کے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا کہ حروف مقطعہ جو انتیس سورتون مین ہین بحذف مکرر چودہ حرف ہین۔ ا۔ ل۔ م۔ ص۔ ر۔ ک۔ ہ۔ ی۔ ع۔ ط۔ س۔ ح۔ ق۔ ن۔ جنکا مجموعہ نص حکیم قاطع لہ سر یعنی حکیم حقیقی کی جانب سے کتاب متضمن اسرار ہے۔ کشاف مین ہے کہ ان چودہ حروف مین غور کیا جائے تو اجناس حروف موجود ہین چنانچہ مہموسہ و مجہورہ مین سے نصف مہموسہ و نصف مجہورہ ہین چنانچہ ص۔ ک۔ ہ۔ س۔ ح مہموسہ ہین یعنی دس حروف مہموسہ مین سے پانچ مذکور ہین اور۔ ا۔ ل۔ م۔ ر۔ ع۔ ط۔ ق۔ ی۔ ن۔ یعنی اٹھارہ حروف مجہورہ مین سے نصف مذکور ہین۔ اسی طرح قسم شدیدہ و رخوہ مین سے نصف نصف مذکور ہین چنانچہ۔ ا۔ ق۔ ط۔ ک۔ چار منجملہ آٹھ کے شدیدہ ہین اور بیس رخوہ مین سے دس یعنی۔ ل۔ م۔ ر۔ ص۔ ہ۔ ع۔ س۔ ح۔ ی۔ ن۔ رخوہ ہین اسی طرح مطبقہ و منفتحہ مین سے نصف نصف ہین چنانچہ چار مطبقہ مین سے۔ ص۔ ط۔ مذکور ہین اور چوبیس منفتحہ مین سے بارہ۔ ا۔ ل۔ م۔ ر۔ ک۔ ہ۔ ح۔ ع۔ س۔ ق۔ ی۔ ن۔ مذکور ہین۔ اسی طرح مستعلیہ و منخفضہ مین سے نصف نصف مذکور ہین چنانچہ سات مستعلیہ مین سے۔ ق۔ ص۔ ط۔ ہین اور بائیس منخفضہ مین سے۔ ا۔ ل۔ م۔ ر۔ ک۔ ہ۔ ح۔ ی۔ ع۔ س۔ ن۔ مذکور ہین۔ اور منجملہ چار حروف قلقلہ کے۔ ق۔ ط۔ مذکور ہین۔ اور تاریخ بخاری و تفسیر ابن جریر و روایت ابن اسحٰق مین باسناد ضعیف بعض یہودیون سے ایک قصہ آیا کہ اُنھون نے ان حروف کے اعداد سے اس اُمت کی مدت نکالی اور حق یہ ہے کہ ایسے اشارات سے اول تو فائدہ بہت کم ہے دوم یہ کہ کسی قسم کا اعتماد نہین ہو سکتا پس مختار یہ ہے کہ اس قسم متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور اسکے نازل فرمانے مین اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان خاص حکمت و اسرار ہین جنکو ہمارے عقول نہین پہونچ سکتے ہین۔ (بیان قسم دوم) یعنی عذاب قبر یا اکل و شرب جنت یا عرش وغیرہ کی کیفیت یا دیدار باری تعالیٰ جل شانہ۔ پس انکی نسبت اعتقاد صحیح یہ ہے کہ یہ حقائق واقعی موجود ہین اور متواتر احادیث مین صفات حق عزوجل مانند صعود و نزول و ضحک وغیرہ بغیر تاویل منصوص ہین اور علماے سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے بغیر بیان کیفیت کے اسی طرح ثابت رکھا تو ہم بھی اسیطرح ثابت رکھتے ہین پھر اگر وہم ہو کہ تم خالق کو مخلوق سے مشابہ کہتے ہو تو جواب یہ کہ ہرگز نہین کیونکہ ہم ان امور کو صفات الٰہی عزوجل جانتے ہین اور کسی مخلوق کو اُس سے مشابہ نہین مانتے ہین۔ امام راغب نے مفردات مین لکھا کہ عرش کو کوئی بشر سوائے نام کے از راہ حقیقت نہین جانتا ہے یعنی یہ لفظ عربی بمعنی تخت ہے لیکن یہ لازم نہین آتا کہ اگر مخلوق کو سوائے لکڑی و سونے و چاندی کے تخت کے معلوم نہین تو یہ تخت بھی سونے کا ہو کیونکہ مخلوق کا علم بہت قلیل ہے جیسے مخلوق کو سوائے محسوسات عالم کے کوئی چیز محسوس نہین تو یہ لازم نہین کہ اللہ تعالیٰ بھی انھین سے ہو۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اسی طرح مخلوق حقیر کے تصور مین تخت کی جو ہیئت مصور ہوتی ہے وہ عرش نہین ہے یا جیسے بعض جاہلون نے گمان کیا کہ فلک اعلیٰ ہے یہ بھی گمان غلط ہے بلکہ اُسکی ماہیت سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہے پس اس قسم کے متشابہات مین بغیر تشبیہ کے ایمان لانا واجب ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ چار وجہ تفسیر جو حدیث ابن عباسؓ مین مذکور ہین یہ اقسام باہم جمع ہو سکتے ہین چنانچہ عرش کی تفسیر اہل عرب اپنی زبان مین جانتے ہین اور یہ بھی صحیح ہے کہ اسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ف۔ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ الٓمٓ۔ الف وحدانیت ذات ہے۔ لام۔ ازلیت صفات ہے۔ میم ملک قدیم ہے یعنی اشارہ ہے کہ اُسکی ذات واحد ہے اُسکے ملک قدیم مین صفات قدس کی حکمت خلق و تقدیر وغیرہ جاری ہین پس جو شخص متوجہ بفقر ربانی اور متقرب بقرب نوافل ہوا وہ ملک قدم کے لوگون مین سے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ الٓمٓ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول علیہ السلام کے درمیان رمز یا اشارہ ہے

مترجم کہتا ہے کہ ہمارے شیخ المشائخ دہلوی نے بھی الحجۃ البالغہ میں بعض معرفت متشابہات کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حاصل یہ کہ الٓمٓ سرِّ قرآن ہے کہ خاصان حق کو اسکے بعض معارف حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ قابل بیان نہیں ہیں اور انکی تاویل سوائے حق عزوجل کے کوئی نہیں جانتا ہے فافہم۔ قال تعالیٰ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ ج یہ کتاب ہے اسمیں کچھ شک نہیں ہے۔ ف۔ ایسی کوئی بات نہیں جسمیں ریب کو گنجائش ہو کیونکہ صدق میں سوائے طمانیت کے دغدغہ نہیں ہوتا ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ صدق تو طمانیت ہے اور کذب ریب ہے حاصل یہ کہ یہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے ہیں بے ریب معظم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اسمیں کچھ شک نہیں ہے۔ اور واضح ہو کہ ریب کبھی تہمت وحاجت کے معنوں میں بھی آتا ہے لیکن یہاں ریب کے معنے شک ہیں اور یہی حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ابو الدرداء و مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک و نافع و عطاء و ابو العالیہ و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان و سدی و قتادہ و اسمٰعیل بن ابی خالد سے مروی ہے حتیٰ کہ امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اسمیں کوئی روایت اسکے خلاف ہو۔ ع۔ پھر لاریب فیہ کے معنے یہ ہیں کہ اسکے صدق میں شک مت کرو یا تمکو شک نکرنا چاہیے گویا اعجاز کلام کو دو صورتوں میں انحصار فرمایا اول یہ کہ تمکو نور عقل و فطرت سے اپنے رب عزوجل کا کلام پہچان کر کچھ شک نکرنا چاہیے اور اسکے معارف و ہدایت پہچاننا چاہیے تاکہ کمال حاصل ہو چنانچہ دو رکوع تک اسکا بیان فرمایا پھر تیسرے رکوع میں دوسری شق بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیہ۔ یعنی حق تو یہ ہے کہ تمکو شک نکرنا چاہیے پس اسکے ارشاد و ہدایت سے منور ہو جاؤ اور اگر دنیاوی کدورات و شیطانی غلبات سے تمکو اسمیں شک ہو تو اسکا دفعیہ بہت آسان ہے کہ تم اسکے مثل ایک سورہ بنالاؤ اور اسکے بنانے پر اپنے معبودوں وغیرہ کے ساتھ سب کے سب مجتمع ہو جاؤ حالانکہ کسیطرح نہیں لاسکوگے تو جان لو کہ یہ اعجاز الٰہی ہے تو بھی شک بالکل نیست ہو گیا پس شق اول کی تقدیر پر کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے ارشاد فرمایا۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

راہ بتاتی ہے ڈروالوں کو جو یقین کرتے ہیں بن دیکھا اور درست کرتے ہیں نماز اور ہمارا دیا کچھ

يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ ج وَ

خرچ کرتے ہیں اور جو یقین کرتے ہیں جو کچھ اُترا تجھ پر اور جو اُترا تجھ سے پہلے اور

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں انھوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہونچے

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی یہ کتاب ہادی ہے ایسے بندوں کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہیں۔ ف۔ ہادی کے دو معنے آتے ہیں جیسا کہ اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں گذرا یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت تو یہ ہے کہ مقصود تک پہونچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن کو ہادی کہنا رہنمائی کے معنے میں غرض کہ جہاں دل میں ایمان پیدا کر دینے کے معنے ہوں تو وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے ممکن نہیں ہیں اور جہاں رہنمائی کے معنے ہوں پس اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے رہنمائی کی تو یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ میں نے رسول و کتاب بھیجے جیسے قولہ تعالیٰ: اما ثمود فہدینا ہم فاستحبوا العمی علی الہدیٰ یعنی ہمنے ثمود کو ہدایت کی لیکن انھوں نے اندھے رہنے کو پسند کیا۔ تو یہاں ہدایت کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے حضرت صالح علیہ السلام کو ہدایت کے لیے بھیجا کیونکہ اگر انکے دل میں ہدایت پیدا کرنے کے معنے ہوتے تو اسکے بعد اندھے رہنے کے کچھ معنے نہ تھے اور اسی معنے میں فرمایا انک لا تہدی من احببت

[illegible]

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ توجسکو پسند کرے اُسکو ہدایت نہیں کرسکتا۔ حالانکہ راہ کی نصیحت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان تھی تو رہنمائی کی نفی نہیں ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ توجسکو چاہے اُسکے دل میں ہدایت پیدا نہیں کرسکتا بلکہ یہ اللہ تعالی کی شان ہے پس
یہان رہنمائی کے معنے یہ ہیں کہ کتاب حق ایسے بندون کے واسطے رہنمائی کرنیوالی ہے جو متقی ہیں یعنے اللہ تعالی نے اُنکی تقدیر میں تقوی
ہوجانے والا لکھا ہوا ہے۔ واضح ہو کہ تقوی کا کم درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچے اور فرائض کی فرمانبرداری کرے لہذا ابن عباس نے کہا کہ متقین یہی
مومنون ہیں جو شرک سے بچیں اور طاعت الٰہی پر عمل کرتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں کہا کہ اُمور ہدایت ترک کرنے میں عذاب الٰہی سے ڈرتے ہیں
پھر تقوی اسکے [illegible] بڑھتے جاتے ہیں۔ اسی واسطے حسن بصری نے کہا کہ متقی وہ ہے جو حرام سے بچے اور فرائض ادا کرے اور اعلی درجہ یہ ہے کہ
[illegible] مباح [illegible]
رضی اللہ عنہ [illegible] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو کہ متقین میں شمار ہو نہیں پہونچتا ہے یہانتک کہ ایسی چیز کو چھوڑ دے جس میں
مضائقہ نہیں ہے بخوف ایسی چیز کے جس میں مضائقہ ہے۔ (رواہ ابن ماجہ) [illegible] اور بعض چیزون کی
نسبت [illegible] استعمال میں مضائقہ نہیں ہے [illegible] اسکو ترک کرے
اسی طرح فرض اور واجب و سنت [illegible] اور بعض اعمال [illegible] نسبت [illegible] مضائقہ نہیں مثلاً علما کے درمیان
اُسکے جائز یا ناجائز ہونے میں اختلاف ہو تو متقی کو چاہیے کہ اس کام کو چھوڑ کر [illegible] سنت یا مستحب ادا کرے مثلاً آنحضرت [illegible] عرس کو
ایک جماعت علما [illegible] لیکن [illegible] شروع کیا ہے حالانکہ [illegible] اسکا [illegible] تو ایسی حالت میں متقی کو چاہیے کہ
[illegible]
اور [illegible] روایت ہے کہ قیامت کے دن لوگ ایک میدان میں جمع کیے جاوینگے پھر ایک منادی پکاریگا کہ متقین کہان ہیں پس یہ لوگ سایہ الٰہی میں [illegible]
[illegible] اور فرمایا کہ متقی وہ قوم ہے جو شرک اور بت پرستی سے بچے اور خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے عبادت
ادا کی [illegible] سایہ الٰہی [illegible] جنت کو چلے جاوینگے (رواہ ابن ابی حاتم) [illegible] خالص عبادت سے ریا وغیرہ بھی خارج ہوگیا اور
واضح ہو کہ اللہ تعالی نے [illegible] درجہ [illegible] کمال تقوی پر پہونچا وہ مرتبہ صدیقیت کو پہونچا
اور یہ یقین [illegible] کامل [illegible] نبوت کی حد میں داخل نہ ہوگا مگر [illegible] علیہم السلام [illegible] ہوگا اسیواسطے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ [illegible] تمام انبیا سے افضل ہے اور آپ کے اصحاب حضرت ابوبکر صدیق اکبر [illegible] دیگر اصحاب [illegible] یقین جو
آپ کے ساتھ [illegible] اعلی مقام پر ہونگے اگرچہ وہ پیغمبر نہیں ہیں اسیواسطے [illegible] انبیا سابقین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے [illegible] آرزو کرتے تھے [illegible] آپ کے اُمتیون کو آپکی برکت اتباع و پیروی
قرآن سے حاصل ہوئے [illegible] متقین کے درجہ تک پہونچے چنانچہ قرآن میں فرمایا۔ ولٰکن البر من آمن باللہ الآیہ یعنے نیکی کا راستہ [illegible]
یہ اللہ تعالی پر ایمان [illegible] کتاب الٰہی و انبیا علیہم السلام پر ایمان لاتا ہو اور اللہ تعالی کی محبت پر [illegible] یتیمون و مسکینون و مفلس مسافرون
و سائلون کو مال دیتا ہو اور گردن چھڑانے میں خرچ کرتا ہو اور نماز ٹھیک ادا کرتا اور زکوٰۃ دیتا ہو اور [illegible] عہد کرتے ہیں تو
پورا کرتے ہیں اور [illegible] حالت [illegible] یہی لوگ [illegible] متقین ہیں۔ اس آیت سے متقین
کی پوری صفت معلوم ہوگئی۔ اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب سے پوچھا کہ تقوی کیونکر ہوا ابی بن کعب نے کہا

کہ جیسے خاردار راستہ میں چلئے تو یہی کیجیے گا کہ دامن سمیٹ کر کوشش کے ساتھ نکل جائے پس یہی تقویٰ ہے اور بعض نے یہی معنے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیے - اور ابوالدرداءؓ نے کہا کہ تمام تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ تعالیٰ سے خوف حجاب سے بچے اگرچہ ایک ذرہ برابر ہو
حتیٰ کہ بعض ایسی چیزیں ترک کرے جنکو حلال دیکھتا ہے مگر دغدغہ حرام کی وجہ سے خوف کرے کہ شاید اُسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہو
اور یہی معنے ایک جماعت صلحاء تابعینؒ سے مروی ہیں پس حاصل یہ ہوا کہ یہ کتاب جلیل ایسے بندوں کے واسطے رہنمائی فرماتی ہے کہ جو صفت
تقویٰ سے موصوف ہونا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے بعض اوصاف ذکر فرمائے کہ - الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ
یعنے ایسے بندے ہیں کہ غیب پر یقین لاتے ہیں - صفت غیب اُس چیز کو بولتے ہیں جو تیری نظر سے غائب ہو اور یہ بات بلحاظ آدمیوں کے
مختلف ہوتی ہے چنانچہ اُمت کے واسطے اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابوں و رسولوں و روز قیامت و تقدیر الٰہی و عذاب قبر و دوزخ و جنت و بعث و حشر و پل صراط
و میزان ان سب پر ایمان بالغیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معراج شریف میں دوزخ و جنت و طوبیٰ و حور و قصور وغیرہ کو دیکھ لیا تو اُس وقت
آپ کے واسطے یہ غیب نہیں رہا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے آپکو انکشاف عطا فرمایا اور آپ نے اُسکی خبر دی تو وہ آپ کے واسطے
معائنہ ہے اور ہم لوگوں کے واسطے غیب ہے جیسے بعض احادیث میں وارد ہے کہ قریب وفات شریفہ کے آپ نے مدینہ منورہ کے بعض ٹیلوں پر
صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بلا و فتنہ کی خبر فرمائی چنانچہ بعد آپ کے لشکر یزید وغیرہ کے فتنے واقع ہوئے لیکن جس امر کو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا تو
وہ غیب رہا اسیواسطے قطعی آیات و نصوص میں وارد ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے غیب کوئی نہیں جانتا ہے اور یہی بالاجماع اہل سنت والجماعت
کا اعتقاد ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابوں و رسولوں و روز آخرت و جنت و دوزخ و حشر یہ سب
غیب ہے اور اسپر ایمان لاتے ہیں - اور یہی حضرت قتادہؒ سے مروی ہے - اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو بطور اجمال فرمایا کہ حال جنت
و دوزخ وغیرہ جو قرآن میں مذکور ہے اور بندوں کی نظر سے غائب ہے وہ سب غیب ہے - حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر تھی اور قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ غیب سے بہتر ایمان نہیں ہے پھر یہی آیت پڑھی الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْغَيْبِ آخر تک (رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ والحاکم) مترجم کہتا ہے کہ یہ صریح دلیل ہے کہ جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے یقین صادق عطا فرمایا
اور وہ کشف کے خواہشمند نہیں ہیں تو انکے واسطے ثواب زیادہ ہے کیونکہ جنہوں نے کشف کی خواہش کی تو اول یہ خوف ہے کہ شاید اس خواہش نفس
کی شامت سے شیطانی دخل ہو تو یہ بربادی ہے اور اگر یہ کشف صحیح ہوا تو بھی یہاں غیب کا ثواب جاتا رہا پھر اگر دیکھا جائے کہ اس غیب کا انکشاف ہوا
تو سوا اسکے کچھ نہیں ہے کہ یقین میں ترقی ہے تا لیکن یقین پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے تو معلوم ہوا کہ جن بندوں کے دل میں حق سبحانہ
نے بغیر اس کشف کے یقین پیدا فرمایا تو اُن کو افضل عطا فرمایا پس چاہیے کہ بندہ اسی کی خواہش کرے اور کشف ناقص کی خواہش نہ کرے ہاں
اگر بلاخواہش کوئی امر مکشوف ہو تو مضائقہ نہیں - امام ابن کثیرؒ نے ابو جمعہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کے
کھانے میں شریک تھے اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے بھی کوئی بہتر ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے
اور آپ کے ساتھ جہاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایک قوم ہے جو تمہارے بعد آویگی کہ وہ مجھ پر ایمان لاوینگے حالانکہ مجھکو
نہیں دیکھا (رواہ احمد) صالح بن جبیرؒ نے کہا کہ ہمارے یہاں ابو جمعہ الانصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے یعنے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کو اور
اس زمانہ میں رجاء بن حیوہ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تھے پس جب ابو جمعہ بیت المقدس سے نماز پڑھ کر نکلے تو ہم لوگ اُنکے ساتھ ہو گئے پھر جب آپ نے اپنی منزل کی
جانب پھرنا چاہا تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جائزہ کے مستحق ہوئے اور تمہارا حق لازم آیا پس میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں ہمنے نہایت خوش ہوکر التجا کی کہ وہ عطا ہو تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس آدمی تھے
جنمین ایک معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے پس ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمسے بڑھکر کسی قوم کو ثواب ملیگا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے
اور آپکی اتباع ہمکو نصیب ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمھارے درمیان موجود ہے اور آسمان سے وحی آتی ہے
تو تمکو کون چیز مانع ہے بلکہ تمھارے بعد ایک قوم آئیگی اُنکو کتاب الٰہی دو دفتیوں کے بیچ مین ملیگی کہ وہ اُسپر ایمان لاوین گے اور جو کچھ اُسمین احکام مین
اُسپر عمل کرین گے تو اُن کے واسطے دونا ثواب ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس حدیث شریف مین ہم ناچیز لوگون کے
واسطے اسکو ایمان بالغیب قرار دیکر دونا ثواب عطا ہوا لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی فضیلت اور وہ نور عظیم
جو آسمان و زمین کی وسعت سے بڑھکر تھا ہم لوگون کو نصیب نہین ہوا کیونکہ اللہ جل شانہ نے اپنے علم قدیم سے یہ لیاقت خاص صحابہ رضی اللہ عنہم
کے واسطے مخصوص فرمائی تھی اور وہ اپنی مخلوق کا علیم ہے حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر تک تمام آدمیون مین سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو
اپنے حبیب افضل مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت کے واسطے خاص فرمایا اور قولہ تعالیٰ ﴿کنتم خیر اُمۃ﴾ الآیۃ سے ہمکو آگاہ کیا کہ صحابہ
رضی اللہ عنہم تمام امم بنی آدم سے افضل ہین اور کیونکر نہ ہوگا اسواسطے کہ افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی افضل الامم ہونا چاہیے
لیکن ہم لوگ دل و جان سے اُمیدوار ہین کہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا دیدار ہمکو نصیب ہو تو اسکے واسطے ہمکو اس ایمان بالغیب پر دوچند ثواب عطا فرمایا
اور اسکے ساتھ یہ بشارت بھی عنایت ہوئی کہ جو شخص کسی قوم کو محبوب رکھے یعنی ظاہر و باطن اُسکا محب ہو اسطرح کہ اُنکے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرے اگرچہ
اُسکو یہ قوت حاصل نہ ہو گی لیکن حق عزوجل اپنے فضل عظیم سے اُنکی معیت عطا فرماویگا چنانچہ حدیث صحیح مین یہ بشارت مصرح ہے تو ہمارے واسطے اس فضل
عظیم کو دوچند ثواب سے ملاکر اس لائق فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اُنکی معیت نصیب ہو کیونکہ جسقدر ہمارا ثواب ہو وہی دوچند ہوگا حالانکہ ہمارے
ثواب مین اور اُنکے ثواب مین زمین و آسمان کا تفاوت ہے پس اس بشارت کے معنے سمجھ مین آئے اور یہ وہم شیطانی بھی دور ہو گیا کہ دوچند
ثواب افضل ہے - شیخ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ دوچند ثواب کی روایت حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص و حضرت عمر بن الخطاب و حضرت
انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے - اور نویلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نے ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی حارثہ مین پڑھی
اور اُس زمانہ مین قبلہ بجانب بیت المقدس تھا پس ہمنے ہنوز دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص نے پکارا کہ آگاہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو جانب خانہ کعبہ استقبال کا حکم ہوا کہ آپ نے جانب خانہ کعبہ نماز پڑھی پس ہم لوگون کی صفین فورًا جانب کعبہ پھر گئین حتی کہ
مردون کی جگہ عورتین اور عورتون کی جگہ مرد ہو گئے پس باقی دونون رکعتین ہمنے جانب کعبہ پڑھین پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی
تو آپ نے بشارت فرمائی کہ بیشک یہ وہ لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے (رواہ ابن ابی حاتم) - ع - اور واضح ہو کہ ایمان بالغیب مقبول ہے
اور موت کے وقت جب غرغرہ پر دم آویگا کہ اُسوقت آخرت کا انکشاف ہو جائیگا تو اُسوقت ہر کافر و مومن دیکھ لیتا ہے پس وہ ایمان
قبول نہین ہے اور یہ حکمت الٰہی عزوجل ہے اور اسمین ہمارے واسطے یہ بھید کافی ہے کہ اپنے خالق عزوجل کی بندگی سے منحرف نہون کیونکہ
جو بغیر دیکھے نہین مانتا وہ خالق عزوجل کو نہین پہچانتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز کا دیکھنا اُسکی لیاقت پر موقوف ہے چنانچہ اگر کوئی لڑکا
پڑھایا جائے اور اُسکو علمی معارف کا وعدہ دیا جائے مگر وہ نہ مانے اور یہ کہے کہ جب تک مین اسکو نہ دیکھون نہ مانونگا تو بیشک وہ جاہل
گمراہ رہیگا اور اگر اُسنے ابتدا مین مان لیا تو انتہا مین خود پہچان جائیگا اسیطرح اہل ایمان کا حال ہے کہ وہ رب عزوجل کی کتاب پاک پر اور
اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد حق پر ایمان بالغیب لاتے ہین - وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ - اور نماز کو قائم کرتے ہین - ما

ف یعنی نماز کو اُسکے فرائض کے ساتھ ادا کرتے ہین - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی اقامت یہ ہے کہ اُسکا رکوع پورا کرے اور
سجدہ پورا کرے اور اچھی طرح تلاوت کرے اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز مین متوجہ رہے - قتادہؓ نے کہا کہ اُسکے اوقات اور وضو کی حفاظت رکھے
اور مقاتل بن حیان نے زیادہ کیا کہ التحیات و درود بھی پڑھے - ع - پس متقین کی صفت مین اول ایمان بالغیب ہے اور اُسکے موافق اعمال صالحہ انجام
اقامت نماز ہے لہٰذا حدیث مین وارد ہوا کہ اسلام و کفر کے درمیان مین نماز فارق ہے (کما فی الصحیح) اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہین جانتے تھے سواے نماز کے (الصحیح) اور بہ تشدد اسکی تاکید
ہے کہ جسنے نماز ترک کی گویا وہ کافر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو ملایا بقولہ تعالیٰ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
اور جو کچھ ہمنے اُنکو رزق دیا اُسمین سے خرچ کرتے ہین - ف - چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتداء سے زکوٰۃ مفروض ہوئی لیکن اُسکی کوئی
مقدار مفروض نہین تھی حتی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو بھی ابتدا مین آدمی کے خرچ سے جو کچھ فاضل ہو
سب صدقہ کر دینا واجب تھا گویا جان و مال دونون کے تعلق سے اُنکو منقطع فرمایا اور جہاد اُنپر مفروض کر دیا پھر ہجرت کے دوسرے سال
تخفیف فرماکر زکوٰۃ کی مقدار معین فرمائی مثلاً دوسو درہم مین سے پانچ درہم ہین لیکن سواے زکوٰۃ کے مومن پر اُسکی ذات و زوجہ و اولاد کا
نفقہ واجب ہے لہٰذا آیت کی تفسیر مین ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے مالون کی زکوٰۃ دیتے ہین - اور حضرت ابن مسعود و ابن عباس و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم
نے کہا کہ اپنی زوجہ و اولاد کو نفقہ دیتے ہین - قتادہؓ نے فرمایا کہ اے لوگو یہ اموال تمھارے ہاتھون مین عاریت و ودیعت ہین عنقریب تم اُنکو
چھوڑ جاؤگے پس چاہیے کہ اُنکو اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرو - شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے متقین کی مدح فرمائی کہ اُنکے اموال مین جو
حقوق شرعی لازم ہوتے ہین وہ اُنکو ادا کرتے ہین خواہ زکوٰۃ ہو یا نفقہ اہل و عیال ہو کیونکہ جو خرچہ شرع مین پسندیدہ ہو وہ لائق مدح ہے -
مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین فرمایا کہ جسنے دیا تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے دیا اور روکا تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے روکا تو اُسنے ایمان
پورا کر لیا (کما فی حدیث ابن ماجہ) یعنی اللہ تعالیٰ نے اموال کو بھی امتحان قرار دیا ہے حتی کہ حرام طریقہ سے مال حاصل کرنا معصیت ہے اور اگر مال
حرام سے ثواب کی نیت کرکے صدقہ دے تو فقہا نے اُسکو کفر لکھا ہے پس شرعی طور پر حلال مال حاصل کرنا چاہیے تا زوجہ و اولاد وغیرہ کا نفقہ
واجب ادا کرے تو اسکے حاصل کرنے مین تجارت وغیرہ جس ذریعہ سے کمائی و محنت اُٹھاوے وہ اُسکے واسطے طاعت و ثواب ہے پھر جو کچھ اپنے نفس پر
خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور جو کچھ زوجہ و اہل و عیال کو کھلاوے وہ بھی نیک نیت سے صدقہ ہے چنانچہ صحیحین وغیرہ کی حدیث سعد بن ابی وقاص وغیرہ
رضی اللہ عنہم مین مصرح ہے جس کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگا - پھر زکوٰۃ و نفقات واجبہ مین درجہ واجب و فرض کا ثواب ہے پھر
اسکے بعد اگر ممکن ہوا اور اُسنے محتاج اقارب یا اجانب کے ساتھ سلوک کیا تو درجہ مستحب کا ثواب ہے اور اگر اُسنے مال کو نہ موقع شرعی و کار ناجائز
مین صرف کیا جیسے گانے بجانے والون یا بیہودہ شاعرون کو دیا یا مذموم رسوم شادی و موت مین صرف کیا تو گناہ و اسراف ہے اور مسرف کو اللہ تعالیٰ
نے اخوان الشیاطین فرمایا ہے پس اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ اپنی جان کو باطنی اعتقادات حق و ایمان سے منور کرتے اور ظاہری جسم کو خوبی
نماز مین صرف کرتے ہین اور مال کو موافق حکم الٰہی کے حقوق واجبہ و مستحبہ مین خرچ کرتے اور شرعی ممنوعات سے روکتے ہین چنانچہ اُنکی بزرگی شان
کے واسطے اللہ تعالیٰ نے مکرر مدح فرمائی بقولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ
مِنْ قَبْلِكَ ج اور ایسے بندے ہین کہ یقین لاتے ہین اُس چیز کے ساتھ جو تیری جانب نازل کی گئی اور جو تجھسے پہلے نازل کی گئی
ف - پس یہود و نصاریٰ خارج ہوگئے جو دعوی کرتے تھے کہ ہم بھی ایمان لائے اور نماز پڑھتے و زکوٰۃ دیتے ہین کیونکہ یہودیون نے

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و انجیل ہی سے انکار کیا اور نصرانیون نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا تو یہ دونون خارج ہو گئے اور ایسے بندے اس مدح کے لائق ہین جو قرآن مجید پر ایمان لائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا اور اگلی آسمانی کتابون پر بھی مع کل پیغمبرون کے ایمان لائے اور یہ نہین کیا کہ بعض پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین لہٰذا علما رحمہم اللہ نے فرمایا کہ آسمانی کتابون کی کوئی تعداد مقرر نہ کرے کیونکہ یہ امر تحقیقاً نہین معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر پیغمبر اور کتنے صحائف و کتب نازل فرمائی ہین بلکہ یون کہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کوئی پیغمبر سابق مین بھیجا جن مین سے حضرت آدم و نوح و ابراہیم وغیرہ علیہم السلام قرآن مین مذکور ہین اور جو نہین مذکور ہین اور جو کچھ انپر نازل فرمایا ہم سب پر ایمان لائے۔ **وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ** ۔ اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہین ف۔ اور آخرت کو مقدم کرنا اشارہ ہے کہ آخرت انکو اسقدر محبوب ہے کہ گویا آخرت ہی پر یقین کرتے ہین۔ اسیواسطے بعض روایات مین وارد ہوا کہ دنیا مومن کے واسطے قیدخانہ اور کافر کے واسطے جنت ہے۔ اور کچھ شک نہین متواتر مشہور ثبوت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو موت و آخرت نہایت محبوب و مرغوب تھی۔ **اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** ۝ ایسے ہی بندے اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہین اور ایسے ہی بندے تو فلاح پانے والے ہین۔ ف۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہین یعنی ایک نور و استقامت پر ہین اور فلاح سے یہ مراد ہے کہ ہر خیر و خوبی جو چاہی تھی پائی اور ہر بدی و برائی سے جس سے کہ بھاگے تھے نجات پائی۔ اور واضح ہو کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ مین سے بھی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے انکے واسطے دوچند ثواب ہے۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث ابو موسیٰ مین صحیح ہے پس یہ فضیلت عبداللہ بن سلام و اصحاب نجاشی و ابن ناطور رومی وغیرہم کو حاصل ہے لیکن باہم صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس مقام پر نسبت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق و باقی عشرہ مبشرہ وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جو اشراف قریش مین علم کتاب و نبوت سے واقف نہ تھے اور یہود و نصاریٰ مین سے جو ایمان لائے وہ پہلے سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی صحیح بشارات سے آگاہ تھے اور نبوت کے معنی جانتے تھے پس دو طرح سے انکو پہلے ایمان لانا چاہیے تھا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مقدم ہو گئے تو انکے درجات مین بے انتہا فرق ہو گیا اور اسی پر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بشارات کہ توریت و انجیل مین مع تفصیلی بیانات حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے یہود و نصاریٰ کے پاس متواتر مشہور موجود تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے حلیہ مبارک و حالات مصرح موجود تھے انکا بیان قولہ تعالیٰ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراة والانجیل الآیہ کی تفسیر مین ان شاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور فضائل و مسائل نماز و زکوٰۃ اپنے اپنے موقع پر آوینگے اور قولہ تعالیٰ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات الآیہ کی تفسیر مین آویگا۔ اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جن بندون کے دل مین ایمان پیدا فرمایا اور انھون نے اپنے رب عزوجل کی ربوبیت کا یقین کیا تو وہ مومن ہین اور جنکے دلون نے انکار کیا وہ کافر ہین پھر مومنین جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اسی طرح اسکے احکام پر لائے ہین لیکن اعمال او اکرنے سے پہلے بھی وہ مومن ہین کیونکہ ایمان تو یقین جاننا اور دل سے ماننا معتبر ہے کیونکہ خالی جاننا بہت سے علما یہود و نصاریٰ مین موجود تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے تھے لیکن انکے قلوب دار آخرت کے یقین مین سخت ہو گئے تھے اور دنیا کی جانب انکا میلان زیادہ تھا پس دنیاوی لالچ و سلطنت وغیرہ کی ہوس مین مانتے نہین تھے پس جسنے حق جانا اور دل سے مانا وہ مومن ہوا پھر جب تک یہ یقین باقی ہے تب تک وہ کسی عمل کی وجہ سے کافر نہوگا اگرچہ کسی بھائی مومن کو عمداً قتل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا۔ یاایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ ۔یعنی مومنوں میں قاتل پر قصاص کا حکم دیا اور قصاص تو جب ہی واجب ہوتا ہے جب عمداً قتل کرے تو قاتل ہنوز مومن رہا چنانچہ اسکا بیان آویگا۔ اور اسی طرح قولہ تعالیٰ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیۃ یعنی اگر مومنوں میں سے دو گروہ باہم قتال کریں ۔الخ تو معلوم ہوا کہ مقاتلہ سے ایمان خارج نہیں ہوتا کیونکہ ایمان تو دلی تصدیق ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان یعنی اسی صفت کے لوگ ہیں جنکے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان جمایا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کا محل دل ہے اور اسی طرح قولہ تعالیٰ ۔ وقلبہ مطمئن بالایمان یعنی اُسکا دل با ایمان مطمئن ہے۔ وقولہ تعالیٰ وقالت الاعراب آمنا الیٰ قولہ ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لائے تو کہدے کہ تم ایمان نہیں لائے ولیکن کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں نہیں آیا ہے۔ وقولہ تعالیٰ ولم تؤمن قلوبہم۔ اور اس بارہ میں نصوص بہت ہیں۔ اور قولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیۃ۔ کی تفسیر میں بھی آویگا کہ قلب میں بہر شمع روشن ایمان ہے پھر جب اُسنے اعمال صالحہ کیے تو انوار بڑھتے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ کمال پر پہونچتا ہے پس کمی و بیشی از راہ اعمال ہوتی ہے ورنہ نفس ایمان میں اگر کمی ہو تو وہ نفاق یا کفر ہو جاوے اسیواسطے امام شافعیؒ وایک جماعت علماء نے سلف صالحین کا اجماع نقل کیا کہ ایمان قول وعمل ہے اور کم وبیش ہوتا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے ایک ہزار سے زائد علماء سے یہی نقل کیا تو معلوم ہوا کہ کمی بیشی از راہ قول وعمل ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی پس درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ امام غزالیؒ وغیرہ محققین نے بیان کیا ہے۔ اور یہ جو امام نوویؒ وغیرہ نے کہا کہ تجربہ سے ہے کہ نفس تصدیق میں بھی قوت وضعف ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کمی وبیشی نہیں ہے بلکہ دل میں جمنے کی کیفیت ہے کیونکہ جسقدر اعمال صالحہ سے جسم کے تمام اعضا میں نورانیت ساری ہو گی اُسی قدر شیطان ونفس کی تاریکی مٹ جائیگی تو کوئی روک نہیں رہیگی اور اگر اعمال صالحہ میں کمی ہوئی اور غفلت ومعصیت چھائی تو نور ایمان مستور ہو جائیگا لہذا اُسکی کیفیت میں خلل ہوگا اور یہ اسواسطے کہا گیا کہ اگر نفس تصدیق ہی میں خلل ہو تو اُسیکو نفاق کہتے ہیں پس ایمان میں خلل نہیں ہو سکتا۔ وفی بعض اشارات عرائس میں ہے کہ قولہ الذین یؤمنون بالغیب یعنی جو چیزیں گوشت وپوست کی بینائی سے غائب ہیں وہ بینائی روحی سے اُنکے دل پر منکشف ہیں اور روح کو یہ غیب جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ لطف الٰہی سے آیات اُلوہیت ظاہر ہوں یعنے ابتدا میں آیات وحدانیت سے انکشاف ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تغیرات شمس وقمر سے ان لوگوں کا مجبور مخلوق ہونا ظاہر ہوا اور توحید حق عزوجل کی ہدایت ہوئی پھر ان حواس ظاہری وباطنی کو جو متعلق بمادہ ہیں آئندہ قدرت نہیں ہوتی حتیٰ کہ مراتب مشاہدہ میں اللہ تعالیٰ روح کے حواس کھولتا ہے جس سے بندہ امور غیبی کی تصدیق کرتا ہے تو وہ میدان غیب مشاہدہ کرتا ہے اور یہ مرتبہ حق الیقین میں نور قدم کے اُس کا قرۃ العین ہو جاتا ہے لیکن حقیقت یقین جب ہی حاصل ہوتی ہے کہ سر باطن بالکل استدلال سے پاک ہو جاوے کہ اُسوقت نور فرقان ظہور کرتا ہے حتیٰ کہ وہ حقائق اشیا پہچان کر نور قدس کو فرق کر لیتا ہے اور جلال مشہود میں عالم شہود اسکی نظر سے غائب ہو جاتا ہے اور وہ پردہ ہائے غیب میں انوار بے پردگی سے سرفراز ہوتا ہے اور آفتاب اسرار طالع ہو کر بیان ومشاہدہ سے خالص کر لیتا ہے تو حق الغیب کی حرکت ظاہر ہوتی ہے اور اُسوقت سر وغیب دونوں متحد ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ سر بعینہ غیب اور غیب بعینہ سر ہو جاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے مولوی روم علیہ الرحمۃ نے اشارہ کیا کہ ع علم حق در علم صوفی گم شود + این سخن کے باور مردم شود۔ بالجملہ یہاں غیب بطرق مشاہدہ ہو کر کسی وقت غائب نہیں ہوتا مترجم کہتا ہے کہ یہ تجلیات سری ہیں۔ اور حدیث میں بھی آیا کہ بندوں کے واسطے حجاب نور ہے اگر ظہور ہو تو سب سوخت ہو جاویں۔ اور طبرانی کی ایک روایت میں ستر حجاب ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ مسئلہ مشہور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کل حجاب رفع ہو گئے یا ایک

باقی رہا اور یہی اظہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور تمام بیان اپنے موقع پر آویگا - اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے واسطے علیٰ قدر مراتب حجاب ہین
اور رہے اولیاء تو ہر ولی زیر قدم نبی ہے شیخ واسطی نے فرمایا کہ اہل ایمان غیب پر ایمان لائے ہین پھر قیامت مین جب حق عزوجل معائنہ
کرین گے تو ایمان و مشاہدہ کا تفاوت معلوم ہوگا - مترجم کہتا ہے کہ ایک حدیث مین بھی آیا کہ کشف حجاب کے وقت مومنین درخواست
کرینگے کہ اب ہمکو سجدہ کی اجازت ہو تو ارشاد ہوگا کہ مین نے اس دار آخرت مین بندون کو مکلف نہین فرمایا ہے بس جس طرح تم سجدہ
کرچکے وہ قبول ہوا (مسئلہ) کیا بعد موت کے علم زیادہ ہوتا ہے یا نہین؟ تو شیخ سمنانی رحمہ اللہ اس سے انکار کرتے تھے اور
شیخ ابن العربیؒ اقرار کرتے بحکم قولہ تعالیٰ وبدالہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکے لیے وہ ظاہر ہوا جو اُنکے خیال
واعتقاد مین نہ تھا - تو علم بڑھ جاتا ہے بعض مشائخ نے کہا کہ قلب غیب ہے اور جن چیزون پر ایمان لایا وہ غیب ہین اور اللہ تعالیٰ غائب کرنے والا ہے
پس جب غیب کو غیب سے اتصال ہوا تو خالق غیب پر ایمان حاصل ہوا شیخ نے کہا کہ غیب پانچ گروہ ہین نفوس و ارواح و عقول
و قلوب و اسرار ازانجملہ اہل نفوس اہل شقاوت ہین جنکو سائق قدرت موارد شہوت پر ہانک لیجاتا ہے اور وہ دنیا کی اُمیدین و خواہشین
فانیات ہین جنکی انتہا جہنم کے درکات ہین اور معاملات عقلی و روح اعمال صالحہ و عقائد حقہ ہین پس اصحاب عقول تو زاہد ہین جنکا مشرب طاعت
و عبادت ہے اور اصحاب قلوب اہل محبت ہین جو ادب کے ساتھ وجد و حال مین قائم ہین اور اصحاب اسرار عارفین ہین جو مقام توحید کے
مراقبہ و انس مین معتکف ہین - اور واضح ہو کہ جو اسلام کی شکل مین ولایت کے لمبے چوڑے دعوی کرتے ہین اور لن ترانیان بکتے ہین یہی
اصحاب نفوس ہین شیخ ابو یزید نے کہا کہ جس شخص کے ساتھ غیب سے چراغ ہدایت نہو وہ ایمان غیب سے محروم ہے قولہ تعالیٰ (ویقیمون الصلوٰۃ)
پس اوقات نماز کی نگہداشت و انتظار کرتے ہین تا کہ مشک صفات سے مشام اسرار معطر ہون اور بارگاہ عزت مین اپنی محتاجی ظاہر
کرنے کے لیے آداب عبودیت کے ساتھ حاضر ہو - ابن عطا نے فرمایا کہ ان حدود و آداب کے ساتھ اپنے سر قلبی کی حفاظت رکھے کہ عین
حضوری مین سوائے اُسکی مناجات کے کوئی بات یاد نہ آوے - مین کہتا ہون کہ غزالیؒ نے غافل کی مثال مین کہا کہ وہ بے ادب مستحق
تکریم نہین بلکہ قابل ملامت ہے جو بادشاہ کے حضور مین باتین کرنے لگا اور بادشاہ اُسکی طرف متوجہ ہے پھر اُس بے ادب نے جو باتین
کرتا جاتا ہے مُنہ پھیر کر مکان کی آرائش و اہل دربار کی صورتین و ہر ایک کی زیبائش دیکھنا شروع کی اسیواسطے حدیث مین آیا کہ نمازی سے رحمت حق
متوجہ ہوتی ہے مگر جب وہ دوسرے خیالات مین پڑ گیا تو اعراض فرماتی ہے پھر اگر وہ متنبہ ہو کر متوجہ ہوا تو پھر رحمت کی توجہ ہوتی ہے - مترجم کہتا ہے
کہ یہ رحمت حق عزوجل ہے ورنہ مخلوق بادشاہ تو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے - ومما رزقنٰہم ینفقون) یہ لوگ رزق سے الگ ہوتے اور رزاق
عزوجل کا تقرب چاہتے ہین - کیونکہ جو شخص رزق کی محبت مین پھنسا وہ دور رہا اور جسنے رازق عزوجل کو چاہا اُسکی سچائی کی پہچان یہ ہے کہ رزق کو
چھوڑ دے اور جسنے رزق عطا فرمایا اُسکا تقرب اسی وسیلے سے ملا اور اسمین یہ بھی فائدہ ہے کہ رازق عزوجل کی صفت قدسیہ نورانیت چاہتے ہین حتی کہ
دوسرون کو دیتے ہین قولہ تعالیٰ (اولٰئک علیٰ ہدی من ربہم واولٰئک ہم المفلحون) یہ ہدایت انکو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی کہ معارضہ شیطان
و نفس دور ہوا تو اللہ تعالیٰ ہی کی عنایت سے یہ لوگ مکر و وسواس نفس و شیطان سے نجات پاتے ہین اور اپنی مراد پر پہونچے ہین یہ تو ایسے بندون کا بیان
تھا جو دوزخ سے بچے اور جنت مین پہونچے اور اُنکی صفت ایمان کامل و اعمال صالحہ ہے پھر اُنکے برعکس اہل جہنم کا حال بیان کیا -

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

وہ جو منکر ہوئے برابر ہے اُنکو تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانین گے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

مہر کردی اللہ نے اُنکے دل پر اور اُنکے کان پر اور اُنکی آنکھون پر ہے پردہ اور اُنکو بڑی مار ہے

واضح ہو کہ کفر چار قسم ہے کفر انکار جو سرے سے اللہ تعالی کو نہ پہچانے دوم کفر جحود جو جان بوجھکر منکر ہو جیسے ابلیس سوم کفر عناد جو پہچانے و
مقر ہو مگر نہ مانے جیسے ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت جانی و اقرار کیا مگر ملامت کے خوف سے نہ مانی چہارم کفر
نفاق چنانچہ منافقون کا بیان آگے آتا ہے اور اجماع ہے کہ جو شخص انمین سے کسی کفر پر مرے وہ اہل دوزخ مین سے ہے کہ اُسکے واسطے ہمیشگی مقام ہے
اور اہل سنت سلف و خلف کا قطعی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالی نے جس مخلوق کو پیدا کیا اُسکے انجام مقدر سے آگاہ ہے کیونکہ جہل و نجاننا اُسکی شان
پاک مین محال ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ
اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ جو لوگ کافر ہوے اُنپر برابر ہے کہ تو اُنکو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ ایمان نہین لاوینگے ۔
ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن لوگون پر اللہ تعالی نے کفر لکھا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار کرنا یعنی عذاب الٰہی سے ڈرانا اور نہ ڈرانا
اُنپر مساوی ہے یعنے وے ایمان نہین لاوینگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لایؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا
العذاب الالیم یعنی جن لوگون پر تیرے رب کا کلمہ ٹھیک پڑا وہ ایمان نہین لاوینگے اگرچہ ہر قسم کا معجزہ اُنکے پاس آوے یہانتک کہ وہ لوگ
عذاب الیم دیکھین ۔ اسیطرح معاندین یہود و نصاری کے حق مین فرمایا ۔ ولئن اتیت الذین اوتوا الکتب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک یعنی اگر تو اہل
کتاب کے پاس صدق نبوت کا ہر معجزہ لاوے تو بھی تیرے قبلہ کے تابع نہونگے ۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل کتاب کے یہان برابر چلا آتا تھا کہ پیغمبر
آخر الزمان کے لیے بیت المقدس سے پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف قبلہ مقرر ہوگا پس جب مدینہ منورہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے خانہ کعبہ
کی جانب استقبال کا حکم ہوا تو یہ بھی یہود و نصاری کے واسطے دلیل کامل تھی لیکن بجاے ہدایت کے اُنھون نے لوگون کو بہکانا شروع کیا
کیونکہ اللہ تعالی نے اُنکی سرکشی و شقاوت کا عوض جہنم لکھا تھا وہ اُنکے حق مین پورا ہوا پس اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے
تسلی فرمائی اور مومنون کے واسطے معجزہ ہوا کہ جن لوگون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر وحی سے ازلی کافر ہونے کی خبر فرمائی
تھی اُنمین سے کوئی ایمان نہین لایا ۔ شیخ نے لکھا کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ آپ رسالت الٰہی پہونچا دیجیے اور
اللہ تعالی نے جنت و دوزخ کے واسطے بندے پیدا کیے ہین پس جو لوگ اہل سعادت ہین قبول کرینگے کہ اللہ تعالی اُن مین ہدایت پیدا
فرمائیگا اور جو لوگ اہل شقاوت ہین وہ سرکشی کرینگے پس اُنپر غمناک مت ہو کیونکہ اللہ تعالی اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے علی بن ابی طلحہ نے
حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کے انکار و اختیار دوزخ سے غمناک ہوتے اور حرص کرتے کہ سب لوگ
ایمان لاوین اور ہدایت کی پیروی کرین پس اللہ عزوجل نے اس آیت مین آپکو آگاہ فرمایا کہ ایمان وہی لاویگا جسکے واسطے ذکر اول مین سعادت
لکھی گئی ہے اور وہی گمراہ ہوگا جسکے لیے ذکر اول مین شقاوت لکھی گئی ہے ۔ سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر لوگون مین بعضے
کہین کہ ہم سابق کتاب پر ایمان لاے ہین مثلاً یہود کہین کہ ہم توریت پر ایمان لاے اور نصاری کہین کہ ہم انجیل پر ایمان لاے پھر یہ لوگ
قرآن کا انکار کرین تو بے ایمان ہین اسواسطے کہ توریت یا انجیل پیغمبر ایمان لانیکا اقرار کرتے ہین حالانکہ اُسمین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ
ایمان لانیکا عہد لیا گیا پس اُنھون نے کفر جحود کیا تو ڈرانا اور نہ ڈرانا اُنکے حق مین برابر ہے کیونکہ یہ جان بوجھکر انکار کرنے والے ہین ابو العالیہؒ سے
روایت ہے کہ یہ دونون آیتین سرکشان قریش کے حق مین نازل ہوئین جنکے حق مین قوله تعالی ۔ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا

واحلوا قومہم دار البوار جہنم الآیۃ۔ نازل ہوا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ کے نزدیک یہ آیت قریش ویہود وغیرہ میں سے ہر ایسے کافر کے حق میں نازل ہوئی جو علم الٰہی میں جہنمی ہے۔ اور اس مقام پر عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اُسکی آیات سے اُمیدوار ہوتے ہیں پھر پڑھتے ہیں اور بعض آیات آتی ہیں کہ ہم مایوسی کے قریب ہوجاتے ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا میں تمکو اہل جنت واہل دوزخ بتلادوں ہمنے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور فرمائیں آپ نے الٓمٓ ذٰلک الکتاب سے ہم المفلحون تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جنت ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اُمیدوار ہیں کہ ہم لوگ بھی انھیں میں سے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الذین کفروا سواء علیہم سے عذاب عظیم تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جہنم ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو یہ لوگ نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسے نہیں ہو (رواہ ابن ابی حاتم)۔ الحاصل اللہ تعالیٰ نے جو لوگ اپنے علم قدیم کے موافق جہنم کے واسطے پیدا فرمائے اُنکے قبیح حالات سے مومنین کو منع فرمایا وقال تعالیٰ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ یعنے ہمنے جہنم کے واسطے بہت سے جن وانس پیدا کیے جنکے دل ایسے ہیں کہ اُنسے سمجھتے نہیں ہیں اور اُنکی آنکھیں ایسی ہیں جنسے دیکھتے نہیں ہیں اور اُنکے کان ایسے ہیں جنسے سنتے نہیں ہیں یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں بلکہ جانوروں سے زیادہ گمراہ ہیں۔ اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو فطرت سلیمہ عطا فرمائی اور اپنی آیات قدرت دکھلائی اور سب سے بڑھکر اُسکا وجود ہے کیونکہ سن بلوغ کو پہونچا تو اُسنے اپنے آپکو اپنے خالق عزوجل کا مخلوق پایا اور خالق عزوجل نے بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ اُسکو کتاب ورسول کے ذریعہ سے ہدایت کا طریقہ بتلایا اور شیطان نفس بھی اُسکو دنیا کمانے اور اُسمیں منہمک رہنے کا قانون پڑھایا پس اُس نے ہدایت الٰہی عزوجل سے منہ موڑ کر قانون شیطانی پر عزم کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں طرح طرح کے شکوک پیدا کیے حتی کہ رحمت الٰہی سے توفیق نصرت چھوڑی یعنے انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ رحمت سے خارج کیا کیونکہ اُس سلسلہ کو قبول نہیں کرتا ہے اور سلسلہ غضبی کو اُس نے قبول کیا جسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق ملعون شیطان کو مسلط فرمایا ہے پس جو کچھ اس شخص نے اپنے حق میں اختیار کیا وہی اللہ تعالیٰ نے اُسکو دیدیا اور خوب جان لینا چاہیے کہ جس طرح سلسلہ رحمت کے اکابر انبیاء علیہم السلام کو ارشاد وہدایت کا اختیار ہے مگر کسی کے دل میں ہدایت پیدا کر دینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح سلسلہ غضبی میں شیطان کو بہکانے و وسوسہ ڈالنے کا اختیار ہے اور کسی کے دل میں گمراہی پیدا کرنیکا اختیار نہیں ہے لیکن جب کسی شخص نے جسکو اللہ تعالیٰ نے جنت و اُسکی راہ بذریعہ کتاب ورسول کے بتلائی اور ساتھ ہی جہنم اور بالفعل عیش وشہوات دنیا جو اُسکی راہ ہے بذریعہ شیطان واُسکے وسوسہ کے بتلائی پھر اس شخص نے دنیا واُسکے شہوات کو اختیار کر لیا تو وہ دریائے ابلیس میں داخل ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے اُسکا سلسلہ منقطع ہوگیا بشرطیکہ وہ علم الٰہی میں اسی حال پر مرے لہذا فرمایا۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ۔ مہر کر دی اللہ تعالیٰ نے اُنکے دلوں پر اور اُنکے کانوں پر۔ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ اور اُنکی آنکھوں پر موٹا پردہ ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہے۔ ف۔ یعنے آخرت میں اُنکے واسطے جو عذاب ہے وہ ایسا سخت ہے کہ کوئی مخلوق اُسکو قیاس نہیں کر سکتا لیکن سمجھنے والا جان جاتا ہے کہ جسکو اللہ عزوجل نے عظیم فرمایا اُسکو مخلوق حقیر کہانتک قیاس کرے چنانچہ ان لوگوں نے تن پروری و زبانی مزہ کے واسطے خالق عزوجل سے انکار اور اُسکی مخلوق ملعون شیطان کی اتباع کی اور اسپر عزم قوی تھا کہ اگر کروڑوں برس زندگی ہو تو بھی دین اسلام سے مضحکہ کریں بلکہ جہانتک ممکن ہے اسلام کو مٹاویں اور اپنے قانون کو پھیلادیں اُنہیں اللہ عزوجل نے دائمی جہنم میں رکھا اور اُنکا جسم اسقدر موٹا ہوگا کہ ایک کافر کی داڑھ مثل احد

پہاڑ کے ہوگی اور اسی پر اُسکے تمام جسم کو قیاس کرنا چاہیے اور اُنکا روپیہ و اشرفی اُنکے جسم مین مثل آگ کے پیوست ہوگا اور جب شدت حرارت سے
کھال گر پڑیگی تو فوراً اُسکے مثل پیدا ہو جائیگی اور شدت پیاس مین اُنکو گرم حمیم جسکی سوزش سے آنتین کٹ گرین یا انھین کا بہا ہوا پیپ لہو ملیگا
حتے کہ اس عذاب سخت کے بیان مین اہل بیان کے رؤین کھڑے ہوتے اور زبان کانپتی ہے اور آیندہ اپنے اپنے مقامات پر انشاء اللہ تعالی
واضح بیان آویگا۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے اس آیت مین فرمایا کہ ان لوگون نے شیطان کی طاعت کی تو وہ اُنپر مستولی ہوگیا
پس اللہ تعالی نے اُنکے دلون و کانون پر مُہر فرمائی اور آنکھون پر پردہ ڈالدیا کہ ہدایت اُنکو نظر نہین آتی اور حق اُنکو سنائی نہین دیتا اور دل سے
سمجھ و عقل نہین ہے۔ مجاہدؒ نے فرمایا کہ قلب پر گناہ جب پس ہر جانب سے محیط ہو کر قلب لپیٹ گیا تو یہی مُہر ہے۔ عبد اللہ بن کثیرؒ نے فرمایا کہ مین نے حضرت
مجاہدؒ سے سُنا کہ قولہ تعالی۔ کلا بل ران علی قلوبہم مین فرماتے تھے کہ ران بہ نسبت مُہر کے آسان ہے اور مُہر بہ نسبت قفل کے آسان ہے
اور قفل سب سے سخت ہے۔ اور اعمشؒ نے فرمایا کہ ہمکو مجاہدؒ نے اپنے ہاتھ سے دکھلایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قلب کو مثل ہتھیلی کے کشادہ جانتے
تھے پھر کسی بندے نے گناہ کیا تو قلب پہنچا اسطرح کہ چھنگلیا کو بند کر دیا پھر جب اُسنے توبہ نہ کی اور زیادہ گناہ کیا تو اُسکے پاس کی اُنگلی
بند کر کے دکھلایا اسیطرح زیادہ ہوتے ہوتے پوری مٹھی بند ہوگئی اور فرمایا کہ اسکو ران کہتے تھے پھر اگر بڑھا تو اللہ تعالی اُسپر مُہر کر دیتا ہے
رواہ ابن جریر۔ قرطبی نے کہا کہ اجماع اُمت ہے کہ اللہ عزوجل نے کافرون کے دلون و کانون پر سزا سے کفر کے عوض خود مُہر فرمائی ہے
کما قال تعالی۔ بل طبع اللہ علیہا بکفرہم۔ اور شیخ نے لکھا کہ اس بارہ مین آیات بہت ہین کقولہ تعالی فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم۔ یعنی
عیسی علیہ السلام کے بعد نصرانیون نے توحید کو چھوڑ کر شرک قبیح کا اعتقاد کیا حالانکہ یہ بدیہی باطل ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب وہ لوگ
دین حق سے کج ہوئے تو اللہ تعالی نے اُنکے قلوب کج کر دیے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اوپر اسکا افادہ کیا ہے کہ اللہ تعالی نے ہدایت انبیاء و اُسکا انجام جنت اور اُسکے
مقابلہ مین قانون شیطان و اُسکا انجام جہنم دونون بندے کے واسطے ساتھ ہی دیے پھر اگر اُسنے ہدایت انبیاء علیہم السلام کو اختیار کیا تو جو اُسکے لوازم
ہین دنیا مین اُسکے ساتھ ہونگے اور آخرت مین بھی سرفراز ہوگا اور اگر اُسنے اتباع شیطان اختیار کی تو اُسکے لوازم اُسکے ساتھ ہونگے جیسے جیلخانہ
مین چور کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے اسی طرح ہدایت کی راہ اُسکے حق مین مسدود ہوگی حتی کہ الو اور رہی عقل نورانی ظہور نہین کریگی و اُسکے معارف ادراک
کچھ نہین سمجھیگا اور جسمانی حواس و ہیولانی ترکیبین اچھی طرح باقی ہین حتی کہ دنیاوی آرائش اُسکے وسائل مین غالباً اسکو مومنون سے زیادہ
سمجھ ہوگی کیونکہ مومنون نے دنیا اختیار نہین کی بلکہ آخرت کے واسطے ساعی ہین اور کافرون نے دنیا سے موجود اور جہنم موعود اختیار کی
تو دنیا اُنکے واسطے کشادہ کر دی جائیگی اور رہا ملک کا غلبہ تو قیامت تک مسلمانون پر کوئی ایسی قوم غالب نہین ہوسکتی جسکو اُنکے استیصال کی
طاقت ہو اور اگر مسلمانون نے دنیاوی زندگی کے لالچ مین موت و جہاد سے خوف کیا تو کفر کے تابع ہو کر چند روزہ زندگی بسر کرینگے یہ توضیح مقام ہے
واللہ تعالی اعلم۔ پس ثابت ہوا کہ جس شخص نے کفر اختیار کیا تو اللہ تعالی کی طرف سے جو اُسکے لوازم ہین پورے ہوتے ہین حتی کہ اُسکے دل و کانون پر
مُہر کر دی جاتی ہے۔ اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ قلوب پر فتنے پیش کیے جائینگے پس جس قلب نے اُسکو قبول کر لیا کہ اُسمین سما گیا تو اُس قلب مین ایک
سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے اور جس قلب نے اُس سے انکار کیا اور نہ آنے دیا تو اُسمین ایک سپید نورانی نکتہ پیدا ہوتا ہے پس وہ صاف منور ہوتا ہے کہ
اُسکو جبتک آسمان و زمین قائم ہین کوئی فتنہ ضرر نہین کرتا اور دوسرا قلب جسنے قبول کیا ہے وہ کالا سیاہ اوندھے کوزہ کی طرح ہو جاتا ہے کہ
نہ کسی امر معروف کو نیک پہچانے اور نہ کسی ممنوع کو بد جانے۔ (کما رواہ مسلم) اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بندۂ مومن نے جب کوئی گناہ کیا تو اُسکے دل مین ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے پھر اگر اُسنے توبہ کی اور گناہ سے باز آیا تو دل صاف و صیقل ہو جاتا ہے

اور اگر اُسنے گناہ مین زیادتی کی تو نکتہ بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ تمام قلب پر چھا جاتا ہے اُسی کو ران کہتے ہین جسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ (رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی وہو حسن صحیح) شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جب آدمی پے درپے گناہ کرتا ہے تو دل پر اُسکی تاریکی چھا کر اُسکو ڈھانک لیتی ہے اور جب قلب ڈھنک گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسپر مُہر آجاتی ہے پس اُسوقت ایمان داخل ہونے کی کوئی راہ نہین ہوتی اور نہ کفر سے چھٹکارا ہوسکتا ہے پس یہی وہ مُہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم مین بیان فرمائی جیسے ظاہری ظروف مین بند کر کے مہر کردیجائے تو جبتک یہ مُہر توڑی نجائے کوئی چیز اُس سے خارج یا اُسمین داخل نہین ہوسکتی ہے اور حضرت ابن عباس و ابن مسعود اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے قولہ تعالیٰ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم کی تفسیر مین فرمایا کہ پھر اُسوقت نہ یہ لوگ سمجھتے ہین اور نہ سُنتے ہین اور قولہ علی ابصارہم غشاوہ مین فرمایا کہ اُنکی آنکھون پر پردے ہوجاتے ہین کہ پھر کچھ نہین دیکھتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ علی سمعہم پر وقف تام ہے۔ اور ابن جریر نے ابن عباس رض سے بھی روایت کی کہ مُہر دلون و کانون پر ہے اور غشاوہ آنکھون پر ہے اور یہی ابن جریج سے مروی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہی ہین کہ جو امور بذریعہ نور روح وعقل کے حواس قلب سے ادراک ہوتے ہین اور وہ معرفت الٰہی و وقعہ آخرت ہین تو اُنکی سمجھ غیر ممکن ہوجاتی ہے اور اسیطرح کان یا آنکھ کلام معرفت سننے سے بہرا اور آیات قدرت و آثار وحدانیت دیکھنے سے اندھا ہوجاتا ہے حالانکہ حواس جسم و حواس ہیولانی بہت سے کفار مین نہایت قوی ہوتے ہین اسیواسطے تم اس عجائب حکمت الٰہی کو دیکھتے ہو کہ بہت سے مومنین کے نزدیک دلائل قدرت و آثار وحدانیت و اسرار الوہیت بالکل بدیہی ہین حتی کہ جو کوئی انکار کرتا ہے اُنکو نہایت تعجب معلوم ہوتا ہے مگر کافرون کے نزدیک یہ باتین کسیطرح سمجھ مین نہین آتی ہین مگر علماے مومنین جانتے ہین کہ اس کافر بخت نے یہانتک اپنی نوبت پہونچائی کہ اُسپر مہر ہوگئی پھر جب عقل نورانی ہی نہین ہے تو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہے اور یہان یہ تحقیق بخوبی یاد رکھنا چاہیے کہ عقل سے مراد وہ نور ہے جو قلب کے انوار سے ظہور کرتا ہے مگر جبتک اُسپر مہر نہو تب ہی تک ظہور ممکن ہے لیکن کافرون مین یہ ظہور غیر ممکن ہے تو اُسنے اپنی پیدایش سے موت تک کبھی عقل کو نہین جانا لہذا وہ حواس جسمانی و ہیولانی کو عقل سمجھتا ہے کیونکہ اسکے سواے اُسکو غیر کچھ معلوم نہین ہوا اور اللہ تعالیٰ نے جسمانی ضروریات حاصل کرنے اور اُسکی تربیت کے لائق ہر شخص کو حواس عطا کیے ہین اور ان حواس کے مناسب قواعد کلیہ بتلا دیے ہین مثلاً جو شخص آگ مین ہاتھ ڈالے وہ جل جائیگا یا پانی پیے تو ٹھنڈک ہوگی و اسی طرح مادیات کے خواص و آثار طبعی ہین اور اسیطرح دھوئین و پانی و دیگر اشیاے مادی کے خواص و آثار دریافت کرنا حواس سے متعلق ہے جنکے ذریعہ سے تجارت و زراعت و غذا و لباس وغیرہ تن پروری کے اسباب اور سردی گرمی سے آرام کے وسائل حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان مادی آثار مین بطور عادت کے ایک ایسا کلیہ رکھا ہے جنکو کفار بطور خود مختار جانتے ہین اور اہل عقل و اصحاب ایمان اُسکو خالق عز وجل کی قدرت مانتے ہین حتی کہ جب کبھی خاص طور پر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ہر چیز کا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے نار بجاے سوزش و تکلیف کے راحت و مسرت ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام سے بغیر شوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا ہوجاتی تھی اور کچھ شک نہین کہ یہ اخبار متواتر ہین جنکا انکار غیر ممکن ہے لیکن کافر بذریعہ مادی حواس کے مثل حیوانات یا جمادات کے ہے کہ وہ اُنکا ادراک نہین کرسکتا اگرچہ قوت حواس کے ذریعہ سے اُسکی مادی ترکیبات عجیب ہون جیسے بعض حیوانات کے آثار غریب ہوتے ہین مثلاً بیا بغیر آلات کے جیسا جھونجھ بناتا ہے عمدہ صنعت ہے اور کافرون مین جسطرح حواس ظاہری پر مہر نہین ہوتی اسیطرح بلکہ ہیولانی ہمزاد جو از جنس شیطانی ہے وہ بھی اسی جسم مادی کے ساتھ لازم ہے تو اُسکے حواس بھی مستور نہین ہوتے ہین اور مادیات مین اُسکے صنائع ترکیبات بھی عجیب وغریب ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تنبیہ کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام کا حال بیان فرمایا جس سے ظاہر ہے

کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے باوجود اس نبوت کے بلقیس کا تخت لانے یا محاریب و تماثیل بنانے کی صنعت پر وصف نہیں کیا گیا بلکہ معارف نبوت اُنکا وصف تھا اور یہ مادی صنائع صرف عفریت و اجنہ کی جانب منسوب فرمائے پس حاصل یہ ہو کہ مادیات مین صنائع ترکیبات صرف قوت حواس کی دلیل ہین اور عقل نورانی کی دلیل ہرگز نہیں اور خوب معلوم ہو کہ یہ مادیات سب فانی ہین جیسے کسی طفل نے بہت مشقت سے نہایت نفیس کھلونا یا گھروندا بنایا اگرچہ دیکھنے مین خوبصورت ہو مگر جیسے یہ دیکھنے والی آنکھ ناپائدار ہے اُسیطرح وہ بھی فانی ہو اور کوشش و محنت برباد ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فائدہ) اگر کہا جاوے کہ جب یہ لوگ علم الٰہی مین ازلی کافر ہین کہ ایمان نہین لائینگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار فرمانا بیکار تھا جواب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور اسے رسالت و تعلیم اُمت پر مدارج نبوت کا ثواب عطا فرمایا اور کسی شخص خاص کی نسبت ازلی کافر ہونا نہیں بتلایا بلکہ بطور قاعدہ کلیہ ارشاد کیا کہ جو شخص علم الٰہی مین کافر ہو یعنی اُسنے دنیا اختیار کر کے شیطان کی نصیحت مان لی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے دل پر مہر کر دی کہ نور اُسمین داخل نہین ہو سکتا تو وہ آپکی نصیحت نہین مانیگا جیسے نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی ۔ واوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الا من قد آمن الآیۃ یعنی نوح کو وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم سے جو ایمان لا چکا اُنکے سوا کوئی بھی ایمان نہین لائیگا ۔ ھ ۔ پس ہدایت کرنا حضرت نوح علیہ السلام کیواسطے بلندی درجات تھا اور قوم کفار پر اتمام حجت تھا اسیطرح کہ اُنپر راہ ہدایت اور اُسکا انجام جنت اور اُسکا اثر نورانیت اُنپر پیش کیا گیا مگر اُنھون نے اُس سے منہ موڑ کر دنیا اور کفر اختیار کیا (فائدہ) بعض اشارات عرائس مین ہو قولہ تعالیٰ (ان الذین کفروا سواء علیہم الآیۃ) جو لوگ خواہشات بشری مین تن پروری کے تابع ہوئے اُنپر حجاب سخت ہو جیسے مثال مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظلمات بعضہا فوق بعض یعنے جیسے اندھیری رات مین بحر ظلمات کے اندر تہ بر تہ بادل ہو تو ہاتھ سے ہاتھ نہین سوجھتا ہے اسیطرح یہ لوگ حجاب غفلت و حجاب خواہش و حجاب جسمانیت و حجاب نفس و حجاب شیطان مین مبتلا ہو کر نور معرفت سے بالکل منقطع ہوگئے تو اُنکو نور آیات الٰہی سے بہت دوری ہے اور جبتک اُنکو نور نظر نہ آوے وہ اسی خواہش نفس کو سرور جانتے ہین پس وہ اسکے دور کرنیکی فکر بھی نہین کرینگے بعض نے اشارہ کیا کہ جو لوگ فقط زبانی ایمان رکھتے ہین اور صوم و صلوٰۃ کو ظاہری صورت پر ادا کرتے ہین وہ نور قلب سے بے نصیب ہو کر مشاہدہ غیب تک نہین پہونچتے ہین قولہ تعالیٰ ختم اللہ علی قلوبہم، بعض نے فرمایا کہ معرفت الٰہی نور الٰہی ہو اور جنھون نے کفر کیا تو وہ اس سے محروم ہین کہ معارف الٰہی کو نور قلب سے پہچانین اور خطاب الٰہی کو کانون سے سنین اور صنائع قدرت کو آنکھون سے دیکھین اسیواسطے جو لوگ دلیل سے ثابت کرنا چاہتے ہین وہ محجوب رہتے ہین کیونکہ وہ دلیل کے دلیل پیدا کرنیوالے کو ثابت کرتے ہین پس یہ اُنکے دل پر حماقت کی مُہر ہے ۔ ع ۳ ۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شروع سورہ سے چار آیات تک مومنین کا وصف فرمایا پھر دو آیات مین کافرون کی مذمت بیان فرمائی اور کافرون سے کافر مجاہر مراد ہین یعنے جو لوگ جہر کے ساتھ اپنا کفر ظاہر کرتے اور کسیکو دھوکا نہین دیتے ہین پھر ایسے کافرون کا حال ذکر کیا جو باطن مین کفر رکھتے ہین اور ظاہری زبان سے ایمان کا دھوکہ دیتے ہین اور ایسے لوگ اپنے حق مین بدکار اور دوسرون کے حق مین بھی مضر ہین لہذا اُنکے بیان مین بہت توضیح فرمائی حتیٰ کہ انکے حق مین سورۂ براءۃ اور سورۂ منافقین نازل ہوا اور سورۂ نور وغیرہ مین بھی انکے قبیح افعال کا ذکر ہوا اور یہان بھی اللہ تعالےٰ نے واضح بیان فرمایا لقولہ تعالےٰ ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ

اور ایک لوگ وہ ہین جو کہتے ہین ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور اُنکو یقین نہین

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

دغا بازی کرتے ہین اللہ سے اور ایمان والون سے اور کسو کو دغا نہین دیتے مگر آپ کو اور نہین بوجھتے

واضح ہو کہ ایمان جمیع اعتقادات حقہ ہین جو ظاہر و باطن یکسان ہین جیسے اللہ تعالیٰ نے الذین یومنون بالغیب سے چار آیات تک بیان فرمایا
اور جب ایمان کے کسی امر ضروری مین انکار ہو تو وہ کفر ہو جائیگا کیونکہ ایمان کے جزو نہین ہو سکتے ہین حتیٰ کہ اگر پیغمبر یا کسی کتاب آسمانی یا ملائکہ
وغیرہ کا صاف انکار ہو تو یہ کفر ہے اگرچہ وہ باقی پیغمبرون کا اقرار کرے اور کفر و ایمان مین قطعی ضد و مخالفت ہے اسیواسطے ان الذین کفروا
سے جب کافرون کا ذکر شروع فرمایا تو حرف عطف کلام مین نہین آیا کیونکہ مومنون و کافرون مین ظاہر و باطن کوئی وجہ اتصال کی
نہین ہے حتےٰ کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ذریات آدم کا جب ظہور ہوا تو ذریات مومنین سفید نورانی ظاہر ہوئین اور ذریات کافرین
سیاہ و قبیح ظاہر ہوئین پھر کافرون کی اول قسم پر دوسری قسم منافقین کا عطف فرمایا بقولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ
اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ - اور آدمیون سے بعض ایسا ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ و روز دنیا
کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ یہ لوگ ہرگز مومن نہین ہین - ف بلکہ خالی زبان سے کہتے ہین اور دلونپر وہی مہر غضب ہے جو قسم اول کے
کافرون پر تھی پس باطنی بدبختی مین تو دونون برابر ہین کہ دونون نے دنیا و طریقہ شیطان اختیار کیا لیکن یہ قسم بہ نسبت اول کے کچھ
بدتر ہے کیونکہ وہ لوگ دھوکا نہین دیتے اگرچہ کفر پر دلیرانہ لڑتے ہین اور یہ قسم تو حقیر مال دنیا کے پیچھے ڈرتے ہین کہ ہم پر جہاد نہ کیا جاوے اور
جزیہ نہ باندھا جاوے کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی خاص شخص کی نسبت وحی اتاری کہ یہ شخص منافق ہے
تو اسکے دل کا نفاق معلوم ہو گیا اور یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ممکن تھا اور بعد آپ کے زمانہ کے ظاہر حال قبول کیا جائیگا
لہذا حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مین ہے کہ نفاق کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا اور اب تو اسلام ہے یا کفر ہے
(الترمذی وغیرہ) لہذا حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ اور نماز کو
ٹھیک قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یعنی جبکہ واجب ہوا اور رمضان کے روزہ رکھے اور خانہ کعبہ کا حج کرے بشرطیکہ استطاعت ہو فقہائے کہا
جو شخص ایسا کرے اسپر مسلمان ہونیکا حکم دیا جائیگا حتیٰ کہ اگر کوئی فعل لازم اسلام بجا لاوے مثلاً جماعت سے نماز ادا کرے تو اسکے اسلام کا
حکم ہو جائیگا اور جو برتاؤ مسلمانون کے ساتھ ہوتا ہے مانند نکاح و ذبیحہ کے وہ اسکے ساتھ ہوگا پھر اگر دل مین یہ اعتقاد نہ رکھتا ہو تو اس کا
حساب خود اللہ تعالیٰ کے یہان قیامت مین ہوگا اور اگر اسنے ظاہر مین اسلام سے پھرنا چاہا تو مرتد کے حکم مین قرار دیا جائیگا پس منافقین
چاہتے تھے کہ جہاد و جزیہ سے بچین اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے تھے اس مین شریک ہون چنانچہ انکا سبب نزول
اس بیان سے معلوم ہوگا جو شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین لکھا کہ نفاق کے معنے یہ ہین کہ بھلائی ظاہر کرے اور برائی چھپاوے اور اسکی دو قسمین ہین
اول نفاق عملی یعنے درحقیقت وہ دل سے مومن ہے لیکن ایمان کے موافق برتاؤ نہین رکھتا ہے جیسے حدیث مین ہے کہ منافق کی علامت یہ ہے
کہ جب کوئی بات بیان کرے تو دروغ بولے اور جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو اسمین خیانت کرے اور جب کسی شخص سے مخاصمہ ہو تو بدکرداری
عمل مین لاوے یعنی اپنے مدعی یا مدعیٰ علیہ کے ساتھ خواہ زبانی گالی گلوج کرے یا حاکم کے سامنے جھوٹھ قسم یا جھوٹی بات کی پیروی کرنے
مین بدکردار ہو اور جب کسی سے وعدہ و عہد کرے تو خلاف کرے پس یہ عملی منافق ہے اور یہ بھی گناہ شدید ہے جسکا تفصیلی بیان اپنے موقع پر
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا حتیٰ کہ ابن جریج رح نے فرمایا کہ منافق کا قول و فعل باہم مخالف ہوتا ہے اور ظاہر و باطن و حاضر و غائب مین مخالفت ہوتی
ہے قسم دوم نفاق اعتقادی اور یہ اقسام کفر مین بدتر ہے اور منافقون کے بارہ مین جو آیات ہین انکا نزول بعد ہجرت کے مدینہ منورہ
مین شروع ہوا اسواسطے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے تب تک نفاق نہین تھا بلکہ برخلاف اسکے بعضے لوگ اسلام لاتے مگر

ث کذب واذا اؤتمن خان واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر ۱۱

کافرون کی ایذا کے خوف سے دل مین چھپائے رہتے تھے حتی کہ وہ اللہ تعالی کے نزدیک مومن تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو یہان دو قبیلہ اوس و خزرج دو بھائیون کی اولاد تھے جو دراصل یمنی تھے اور زمانۂ جاہلیت مین مشرکین عرب کے موافق بت پرستی کیا کرتے تھے اور یہان تین قبائل یہود رہتے تھے بنو قینقاع اور یہ لوگ خزرج کے شریک تھے اور بنو النضیر و بنو قریظہ اور یہ دونون قبیلے اوس کے شریک تھے اور باہم قبیلۂ اوس و خزرج مین زمانۂ جاہلیت کے موافق جدال و قتال رہتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے چھ برس پہلے اس قدر سخت قتال ہوا کہ چیل کوون نے مردون کا گوشت کھایا اور اس واقعہ کا نام یوم البعاث ہے اور اس لڑائی مین یہودی بھی اپنے حلفا کے شریک رہتے تھے لیکن یہ شرکت بھی کسیقدر دباؤ اور مجبوری کے ساتھ تھی حتی کہ بعضے اوقات اوس و خزرج سے کہا کرتے کہ اب وہ زمانہ قریب ہے کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ حمایت مین ہو کر تم لوگون کو تہ تیغ کرینگے اور اوس و خزرج اس گفتگو سے متعجب ہوتے تھے پھر اوس و خزرج بعد اس جنگ شدید کے باہم صلح پر آمادہ ہوئے اور چاہا کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کو جو قبیلۂ خزرج مین سے تھا اپنا بادشاہ بناوین اتنے مین حج کا موسم آیا تو قریش سے عہد کے واسطے اوس و خزرج دونون مین سے بارہ آدمی بھیجے گئے وہان انھون نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو تمام قبائل عرب پر پیش کرتے اور راہ حق کی ہدایت فرماتے جب گروہ اوس و خزرج نے دیکھا تو آپس مین کہا کہ یہ تو وہی شخص معلوم ہوتا ہے جسکی نسبت یہود ہمکو ڈرایا کرتے تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رات مین گھاٹی پر لے گئے اور آپ سے علامات دریافت کرکے تحقیق کر لیا کہ بیشک یہ وہی شخص ہے کیونکہ جو علامات یہود بیان کرتے تھے وہ موجود ہین اور اللہ تعالی نے ان لوگون کے دل مین ایمان ڈالا اور انھون نے دیکھا کہ نور نبوت چمک رہا ہے پس یہ لوگ بجائے قریش سے معاہدہ کرنے کے مسلمان ہو گئے اور مدینہ کو واپس آئے اور یہان اوس و خزرج سے بھی عام طور پر اظہار نہین کیا مگر معتمد لوگون سے اظہار کرکے اپنا شریک کیا حتی کہ دوسرے سال بہتر آدمی حج کے بہانہ سے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہماری تعلیم کے واسطے اپنے اصحاب مین سے کوئی شخص بھیجین چنانچہ آپ نے ایک شخص کو ساتھ کیا جو بنی عبد الاشہل کے باغ مین ان لوگون کو قرآن مجید و ارکان عبادت تعلیم کرتا تھا ناگاہ ایک روز سردار کو خبر ہوئی اور وہ آیا تو اسکے خوف سے سب لوگ متفرق ہو گئے اور اسنے صحابی مہاجر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو کس بات سے لوگون کو بہکاتا ہے انھون نے حم سے چند آیات سنائین جنکی ہیبت سے وہ شخص کچھ دیر سکوت مین رہا اور گھر مین آ کر فوراً اپنے ہتھیار و گھوڑا مانگا اور لوگون کو خوف ہوا کہ شاید یہ قتل کر ڈالیگا اور اسکا بھائی بھی منجملہ مومنین کے تھا پس وہ مرد صالح سخت غضبناک ہوا اور اسنے بھی اپنی تلوار اٹھائی کہ واللہ اگر اسنے صحابی کو قتل کیا تو مین بھی اسکو قتل کر ڈالونگا لیکن یہ سردار جو عنایت ازلی سے سعید تھا نکلکر ایک ٹیکرے پر آیا اور اسنے قوم کو آواز دی پس وہ لوگ گرد حاضر ہوئے اور اسنے کہا کہ تم لوگ مجھکو کیسا سمجھتے ہو سبھون نے کہا کہ آپ ہمارے بہتر سردار ہین تب سردار نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کے واسطے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اختیار کیا پس جو شخص چاہے میرا ساتھ دے اور جو چاہے اپنی راہ اختیار کرے پس سبھون نے ساتھ دیا اور سردار نے اُس مکرم صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی و اُسدن مدینہ مین ہر ایک گھر ذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہو گیا لیکن بہت سے لوگ صرف سردار کے خوف سے ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے اور یہودیون نے جب یہ سنا تو انکی بدبختی نے انکے دلون مین حسد کی آگ بھڑکائی اور انھون نے اوس و خزرج کو برعکس علامات سے بہکانا شروع کیا لیکن اوس و خزرج نے انکی شرارت کو پہچان لیا کہ اب یہ لوگ جھوٹ بول کر ہمکو بہکاتے ہین اور اوس و خزرج مع دونون سردارون کے باہم متفق ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مددگاری پر آمادہ ہو گئے اسیواسطے اوس و خزرج کا نام چھوڑ کر انصار انکا نام ہوا لیکن

مددگاران دین الٰہی یعنی ان لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین درخواست بھیجی کہ آپ یہان تشریف لاوین ہم لوگ جان و مال سے آپکی
مددگاری اور آپ کے اصحاب کی خدمتگذاری کو موجود ہین شیخ نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول حکم الٰہی مکہ سے ہجرت
کرکے مدینہ منورہ مین تشریف لائے اور مہاجرین اصحاب رضی اللہ عنہم بھی آئے تو اوس وخزرج نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپکے اصحاب
مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور یہودیون مین سے سواے حضرت عبداللہ بن سلام و اُنکے ساتھیون کے کوئی مسلمان نہوا اور انھون
نے پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف و علامات کو بدلنا شروع کیا لیکن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علماے یہود مین سب سے اشرف مشہور تھے
پس انھون نے ان جھوٹون کی تردید کی اور یہ جھوٹ کیونکر چل سکتا تھا جبکہ مدت دراز سے خود یہودیون نے صحیح اوصاف مشہور کر رکھے تھے
اگرچہ اوس وخزرج جو نبوت کے معنے سے آگاہ نہ تھے اُنکی باتون پر توجہ نہین کرتے تھے شیخ نے لکھا کہ چند روز تک نفاق اسواسطے
شائع نہوا کہ مسلمانون مین ابھی شوکت وقوت نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون اور مدینہ کے گرد واطے بہتیرے قبائل عرب
سے مصالحہ کر لیا تھا پھر جب اللہ عزوجل نے مقام بدر مین آپکی قلیل جماعت کو فتح دی اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم مدینہ منورہ سے چند آدمیون کو لیکر قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لیے روانہ ہوئے اور چونکہ لڑائی کا قصد ظاہر نہین فرمایا تو قبائل
اوس وخزرج مین سے سب لوگ ساتھ نہین ہوے لہذا بہت قلیل جماعت سے جب مقام بدر تک پہونچے تو وہان معلوم ہوا کہ سرداران قریش
بجماعت کثیر مع ساز وسامان کے لڑنے کو آئے ہین اور ناگاہ دونون لشکر مقابل ہوے اور اللہ تعالےٰ نے مومنون کو فتح کا وعدہ
فرمایا چنانچہ یہی ہوا کہ قریش کے بہت سے سردار مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے جب اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عزت دی تو یہی
عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی جسکو انصار نے اپنا بادشاہ بنانا تجویز کیا تھا اور وہ بوجہ اسلام انصار کے اُس سے محروم رہا اور دل مین جل گیا تھا
اُسنے بعد واقعہ بدر کے اپنے خاص لوگون سے کہا کہ اب اسلام چل نکلا پس ظاہر مین وہ مسلمان ہوگیا اور اُسیوقت سے اہل مدینہ و اُسکے گرد وا
اعراب مین نفاق شروع ہوا لیکن اصحاب مہاجرین رضی اللہ عنہم مین کوئی شخص منافق نہین تھا کیونکہ وہ لوگ اپنا وطن و مال و اولاد چھوڑ کر ایسی
حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرتے تھے کہ تکلیف وفاقہ روکنے کا کوئی سامان نہ تھا اور اسلام کو کوئی قوت نہ تھی اور
قریش و تمام قبائل عرب دشمن تھے اور مسلمانون کو دین چھوڑنے پر گالیان دیتے اور کوئی بھی موافقت نہین کرتا تھا اور یہ وقت نہایت
مشکل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جسکو ذرہ برابر بھی عقل دی وہ اُسوقت کی حالت و صورت کو قیاس کر سکتا ہے کیونکہ اسی زمانہ مین تو پیدا ہو کر بھی یہ الٰہی
کی آوازین کانون مین آئی ہین اور کرورون مسلمان نظر آتے ہین پس یہ زمانہ اور وہ زمانہ بالکل مباین تھا پس عاقل صاف جان رہا ہوگا کہ اللہ تعالےٰ
نے اصحاب مہاجرین مین جو عظیم نور معرفت رکھا تھا وہی اُنکو مال و اولاد و وطن چھوڑنے پر آمادہ کرتا تھا جب یہ بیان ہو چکا تو شیخ نے اس
آیت قدسی کے سبب نزول مین لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ منافقین قبیلہ اوس وخزرج مین سے بعض لوگ تھے جو ظاہر
مین اسلام کا اقرار کرتے تھے (رواہ محمد بن اسحق) اور یہی قول ابو العالیہ و حسن و قتادہ و سدی وغیرہم سے مروی ہے شیخ نے لکھا کہ اللہ
تعالےٰ نے منافقون کے حالات بیان فرمائے ہین اسواسطے مزید توضیح فرمائی کہ مومنین صادقین کو اُنکے افعال و اقوال سے دھوکا نہ ہو
کیونکہ وہ اپنے زعم مین مومن کو فسق و فجور کا مرتکب پاوینگے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی مرد صالح کسی فعل ممنوع کا مرتکب نظر آتا ہے تو
اُسکے دیکھا دیکھی بہت لوگ مبتلا ہو جاتے ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ لوگ زبانی اقرار کرتے ہین اور اُنکے دل مین نور ایمانی
نہین ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ لوگ دھوکا دیتے ہین اللہ تعالےٰ کو اور اُن لوگون کو جو ایمان

سلہ عبداللہ کے باپ کا نام ابی ہے اور ماں کا نام سلول ابی کی والدہ ابن سلول مین الف لکھنا چاہئے

لائے ہین۔ ف چونکہ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کو نہین پہچانا کہ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے تو اپنی جہالت سے گمان کیا کہ جیسے مومنون کے
نزدیک ہمارا قول مقبول ہوجاتا ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ بھی آگاہ نہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لہذا فرمایا۔ وَمَا يَخْدَعُونَ
إِلَّا أَنفُسَهُمْ۔ اور یہ لوگ تو سوائے اپنی ذات کے کسیکو دھوکا نہین دیسکتے ہین۔ ف کیونکہ ہر چیز کا خالق اللہ عزوجل ہے
تو جو کچھ اُسکو منظور رہوگا وہی واقع ہوگا اور ان لوگون کا مکر خود انھین کے حق مین وبال ہے تو مکر کا نتیجہ خود اُنھین کی ذات کے واسطے ہوا۔
وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ حالانکہ یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین۔ ف یعنے انتہائے جہالت سے ایسی موٹی بات بھی نہین پہچانتے۔
ابن جریجؒ نے کہا کہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ ظاہر کرکے چاہتے ہین کہ اُنکے جان و مال محفوظ رہین حالانکہ چند ہی روز کے بعد مرتے ہی وبال
عذاب اُنپر طاری ہوگا جو ہمیشہ اُنپر باقی رہیگا تو خفیف راحت کے پیچھے دائمی رنج اُٹھاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس
مقام پر اپنا نام پاک صرف مومنون کی تکریم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ جسنے مومن کو دھوکا دیا اللہ تعالیٰ اُسکو سزا دیگا۔ فـ
عرائس مین ہے کہ مسلمانون مین سے جو شخص لوگون مین درویش کامل یا عالم فاضل بننے کے واسطے اپنا ظاہر آراستہ کرے اور باطن
بد اخلاق ہو تو مسلمانون کو دھوکا دیکر عاقبت خراب کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہے کہ جس شخص نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا
جو اُسکو حاصل نہین ہے تو وہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مکر کا جوڑا پہنا۔ (الصحیح) اور بعض روایات مین ہے کہ اس اُمت
مین بعضے ایسے لوگ ہونگے جو صوف کا لباس پہنکر میٹھی باتین کرینگے لیکن اُنکا باطن ایلوے سے زیادہ تلخ ہے اور حدیثون مین
ثابت ہے کہ جس عالم نے اسواسطے علم پڑھا کہ لوگون مین عالم کہلایا جاوے تو وہ کہلایا جاویگا اور قیامت مین بحکم الٰہی پیشانی کے بال
پکڑکر جہنم مین ڈال دیا جاویگا نعوذ باللہ من ذلک۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان زبانی مقرو باطنی منکرون کے بیان حال مین توضیح فرمائی بقولہ تعالیٰ

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝
اُنکے دل مین آزار ہے پھر زیادہ دیا اللہ نے اُنکو آزار اور اُنکو دکھ کی مار ہے اسپر کہ جھوٹ کہتے تھے

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ۔ ان لوگون کے دلون مین روگ ہے۔ ف اور جسم کے روگ سے دل کا روگ بدرجہا بدتر ہوتا ہے
کیونکہ جسم کا روگ تھوڑی تکلیف دیتا اور چند روز بعد زائل ہوجاتا ہے حتیٰ کہ موت کے بعد آدمی جسمی دکھ سے کچھ تکلیف نہین اُٹھاتا ہے
اور دل کا روگ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ مین جلاتا ہے جسم کے روگ مین اگر آدمی صبر کے ساتھ تقدیر الٰہی پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ
اُسپر رحمت فرماتا اور اُسکے گناہون کا کفارہ ہوجاتا ہے اور دل کا روگ ہمیشہ بدکرداری بڑھاتا اور بارگاہ الٰہی سے مردود کیا جاتا ہے
حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اُنکے دلون مین روگ یعنے شک و نفاق ہے۔ اور یہی تفسیر علما
تابعین مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن البصری و قتادہ و ربیع بن انس و ابو العالیہؒ سے مذکور ہے۔ اور واضح ہو کہ کبھی سچے مسلمان مین بھی
ریا کا مرض پیدا ہوجاتا ہے وہ بھی نفاق کے قریب ہے کیونکہ منافق ہمیشہ ریاکار رہتا ہے۔ چنانچہ طاؤس و عکرمہؒ نے کہا کہ اُنکے دلون مین
مرض یعنی ریا ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اُنکے دلون مین مرض یعنے روگ ہے اور یہ روگ دینی ہے اور مرض جسمی نہین ہے
اور یہ منافقین ہین جنھین اسلام کے حقائق مین شک کا مرض پیدا ہوگیا۔ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۚ پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے
روگ بڑھا دیا۔ ف یعنے اُنکے روگ پر روگ زیادہ کیا کیونکہ آیات قرآنی کے نزول سے جو نور آیا وہ مومنون نے اپنے دل
مین لیا کہ اُنکے نور پر نور بڑھ گیا چنانچہ فرمایا۔ فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ اور اُسکے برخلاف منافقون کے دل نے ان آیات سے بھی انکار کیا تو تاریکی ہے

سیاہی زیادہ ہوگئی کما قال اللہ تعالیٰ۔ واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسًا الی رجسھم یعنی جنکے دلون مین روگ ہے تو آیات قرآنی نے انکی تاریک گمراہی پر گمراہی دیگر بڑھائی۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ۔ اور ان منافقون کے واسطے عذاب الیم ہے بوجہ انکے کذب کے یا بوجہ تکذیب کے۔ ف یکذبون مین دو قراءۃ متواتر ہین اول یکذّبون بضم یا و تشدید ذال مشتق از تکذیب یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو امور آخرت کے بیان مین دل سے جھٹلاتے ہین تو اسکے سبب سے آخرت مین جہنم کا عذاب الیم اٹھاوینگے اور جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ یہ انکے واسطے مہیا ہے کیونکہ جہنم مثل جنت کے بالفعل مخلوق موجود ہے اور دوسری قراءۃ بفتح یا و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید مشتق از کذب ہے یعنے انکی دروغ گوئی کی وجہ سے انکے واسطے عذاب الیم ہے کیونکہ زبان سے جھوٹ بولتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور دل مین ایمان نہین ہے تو ظاہری کافرون سے بھی یہ لوگ بڑھ گئے کہ انھون نے دلی کفر کے باوجود بندگان خدا کو دھوکا دیا اسی واسطے منافقون کے لیے جہنم کے طبقات مین نیچا طبقہ ہے کما قال تعالیٰ۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ خالی کذب اس عذاب الیم کا سبب نہین ہے جیسا زمخشری نے زعم کیا اور بیضاوی نے اسکی اتباع کی اور دھوکا کھایا کیونکہ زمخشری تو معتزلہ کی بداعتقادی کا تابع ہے کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو وہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے پس اُسنے آیت کو بھی اسی پر محمول کیا کہ کذب کی وجہ سے یہ لوگ عذاب الیم مین مبتلا ہوئے حالانکہ منافق تو ایمان سے منکر و مکار ہوتا ہے پس وہ تو کفر کی وجہ سے دائمی جہنمی ہے اور واضح ہو کہ کذب درحقیقت ایک قول ہے جو آدمی کی زبان سے نکلتا ہے اور اسکی برائی اسیوجہ سے ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کے حق مین مضر ہوتا ہے اور اُس سے فساد پھیلتا ہے حتی کہ اگر ایسا موقع پیش آوے جسمین کذب کے ذریعہ سے فساد دور ہو تو وہان کذب مذموم نہوگا بلکہ کبھی مستحب ہوتا ہے مثلاً دو شخصون مین خلاف شرع کے صرف نفسانی رنجش ہے اور اس رنجش کی وجہ سے شرع مین دونون گنہگار ہوتے ہین کیونکہ حدیث مین ہے کہ جب دو مسلمانون مین باہم نفسانیت ہوا اور تین دن کے اندر دونون نے مصالحت نہ کی تو انکے اعمال خیر مرتبۂ قبولیت پر چڑھائے نہین جاتے بلکہ روکے جاتے ہین یہانتک کہ دونون صلح کرین پھر ایک مرد صالح نے دونون مین ملاپ کا یہی طریقہ پایا کہ ان دونون مین سے ہر ایک سے ملکر بیان کیا کہ تمکو فلان شخص سے ناحق ملال ہے کیونکہ وہ تمھاری تعریف کرتا تھا حتی کہ دونون یہ سنکر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے تو درمیانی آدمی نے نیک کام کیا کہ نفاق دور کیا اور دونون کو انکی نیکیان مردود ہونے سے بچایا اور کسیکا کچھ نقصان نہین کیا پس یہ کلام کذب مستحب ہے حتی کہ بعض صورتون مین جھوٹ بولنا واجب ہوجاتا ہے مثلاً حاکم ظالم نے زید کو قتل کے واسطے گرفتار کیا کہ تو نے آج رات مین رہزنون کی شرکت کر کے ڈاکہ مارا ہے حالانکہ بکر خوب جانتا ہے کہ زید ایک نیکبخت عالم ہے جو کبھی ڈاکہ مارنے کے نام سے بھی واقف نہین ہے اور خصوصًا آج وہ تمام رات بکر کے یہان مجلس وعظ مین صبح تک وعظ کہتا رہا اور صبح کی نماز کے بعد جب بکر وغیرہ اسکو گھر تک پہونچانے گئے تو وہ راستہ مین سپاہیون کے ہاتھ مین گرفتار ہوا پس اگر زید کی رہائی کے واسطے یہی طریقہ ہو کہ بکر کو جھوٹ بولنا پڑے تو اسکو قتل ناحق سے بچانے کے واسطے بکر کو جھوٹ بولنا واجب ہے پس زمخشری کا خیال باطل ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ جھوٹ تو سرتاسر گناہ ہوتا ہے سوا اُس جھوٹ کے جس سے کسی مسلمان کو شرعی نفع پہونچے یا اسکے دین سے کوئی آفت دور ہو (الطبرانی فی الاوسط) اور آدمی پر ہر جھوٹ لکھا جائے گا یعنے گناہ ہے سوا تین کے ایک یہ کہ آدمی جنگ جہاد مین جھوٹ بولے اسواسطے کہ لڑائی تو چالاکی ہے دوم اپنی زوجہ کو رضامند کرنے کے واسطے کوئی بات کہدے سوم دو مسلمانون کے بیچ مین جھوٹ بول کر صلح کراوے۔ ف واضح ہو کہ بہت سے لوگ فقیری صورت بناکر بہت جاہل مسلمانون کو دھوکا دیتے ہین چنانچہ روایت مین آیا کہ بالون کے لباس پہنکر میٹھی باتین کرتے ہین حالانکہ انکے دل بلوہ زیادہ

کرتے ہیں تو اُنکے دل میں بھی یہ روگ ہے کہ مخلوق الٰہی کے نزدیک پسندیدہ ہوکر انکی قبولیت سے خوش ہوتے ہیں اور بارگاہ الٰہی عزوجل
میں مردود ہونے سے بے پروا ہیں اسیطرح جسکے دل میں دنیاوی غفلت ہو تو یہ ایک مرض ہے اور جب یہ لوگ اللہ عزوجل کی یاد نہیں کرتے ہیں
تو اپنے نفس سے غافل کیے جاتے ہیں جسسے مرض بڑھتا جاتا ہے اسی طرح جو شخص گناہوں سے بچنے کی فکر نہ کرے اور توبہ و خوف سے غافل ہو تو ہلاک
کر دیا جاتا اور مرض بڑھ جاتا ہے اسیطرح جو شخص عبادت کرے مگر اپنی عبادت پر نازان ہو تو یہی مرض ہے کہ وہ خوف و خشوع سے محروم ہوکر زیادہ
بیمار ہوجاتا ہے اسیطرح جو شخص سواے حق تعالیٰ و دار آخرت کے دنیاے فانی کی کسی چیز پر دل لگا دے تو وہ اُسکے عیب سے اندھا ہوکر زیادہ بیمار ہوجاتا ہے
کیونکہ حدیث میں ہے کہ آدمی کو کسی چیز کی محبت اُسکے عیب سے اندھا و بہرا کر دیتی ہے شیخ سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ ریاکاری و عُجب ایک مرض لا دوا ہے
سواے اسکے کہ دنیا و مافیہا سے منقطع ہوکر اخلاص کی راہ اختیار کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہ پہچاننا یا ناشکری کرنا مرض شدید ہے
عس شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ قرطبی وغیرہ علماء سے پوچھا گیا کہ اس امر میں کیا مصلحت و حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو قتل
نہیں فرمایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض منافقوں کو بعینہٖ خاص طور پر پہچانتے تھے ۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مجید میں بھی حکم دیا گیا کہ
یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیۃ شیخ نے لکھا کہ ان علماء نے چند جوابات لکھے ازانجملہ یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ میں تیری راے کے موافق منافقوں کو قتل نہیں کرونگا کیونکہ مجھکو یہ امر ناگوار ہے کہ
عرب میں یہ بات مشہور ہو کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں اسکے معنے یہ ہیں کہ اعراب کو قتل منافقین کی حکمت ظاہر نہ ہوگی کیونکہ انکو
اُنہیں معرفت شریعت و اسلام نہیں آئی تو وہ لوگ اسلام لانے سے باز رہینگے اور جہالت سے سمجھینگے کہ بعض ساتھی قتل کیے جاتے
ہیں ۔ قرطبی نے کہا کہ ہمارے ملک کے علماء یہی حکمت خیال کرتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے لوگوں کو تالیف قلب کے
واسطے بیت المال سے عطا فرماتے حالانکہ انکی بد اعتقادی کو خوب جانتے تھے اور یہی حکمت بہت سے علماء مالکیہ سے منقول ہے ۔
مترجم کہتا ہے کہ اس میں تردد یہ ہے کہ اگر کافروں کی طرح ان پر جہاد کا حکم الٰہی ہوتا تو کچھ شک نہیں کہ آپ اسکو جاری فرماتے پس قطعًا
معلوم ہوا کہ انپر قتل کا حکم نہیں تھا چنانچہ حدیث معروف میں بھی یہ آتی ہے ۔ ازانجملہ یہ مصلحت تھی جو امام مالک نے بیان فرمائی کہ امت کو
یہ بات معلوم ہوجاوے کہ حاکم موافق طریقہ شریعت کے فیصلہ کریگا اور اگر حاکم کو کسی مقدمہ میں اپنے علم سے کوئی بات معلوم ہو تو اُسکے موافق حکم
نہیں کریگا مترجم کہتا ہے کہ یہ مصلحت بھی مخدوش ہے اسواسطے کہ جب وحی الٰہی سے انکا نفاق معلوم ہوگیا اور ظاہر میں فلان فلان شخص بتلا دیے گئے
تو اس سے بڑھکر کوئی شہادت نہیں ہوسکتی ۔ اور بقول قرطبی تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قاضی اپنے جاننے کے موافق حکم نہیں
کریگا اور یہاں تو شہادت الٰہی انکے حق میں موجود ہے ۔ ازانجملہ یہ مصلحت ہے جو امام شافعیؒ نے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے
نفاق کا علم تھا مگر انکی جانب سے اسلام کا اظہار کرنا قتل سے مانع ہوتا تھا کیونکہ جب اُنھوں نے اسلام کا اظہار کیا تو اظہار سے [illegible] ہوگیا
کیونکہ اسلام سے اگلے گناہ مٹ جاتے ہیں اور اُنکی تائید میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ
لوگوں سے قتال کروں یہانتک کہ لا الٰہ الا اللہ کہیں پھر جب اُنھوں نے یہ کلمہ کہا تو اُنھوں نے مجھ سے اپنی جان و مال بچا لیے سواے
انکے حقوق کے [illegible] متعلق ہیں اور باقی انکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے یعنی ظاہر میں اسلام کے احکام جاری ہونگے [illegible]
[illegible] میں تو اللہ تعالیٰ انکو ثواب عطا فرمائیگا اور اگر دل میں منافق ہیں تو [illegible] دنیاوی نافع [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
مترجم کہتا ہے کہ یہ وجہ قوی ہے لیکن اتنی بات ہے کہ اظہار اسلام سے صرف انکے منافقوں کے حق میں شبہہ ہوسکتا ہے [illegible]

معلوم نہو لہذا اسکے ساتھ یہ وجہ ملائی جاوے جو بعض علما نے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسواسطے منافقون کو قتل نہین فرماتے تھے کہ اُنکی بدی سے اسلام کو کچھ خوف نہ تھا پھر بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر مسلمانون نے کسی کا نفاق جانا تو اُسکو قتل کر ڈالینگے امام مالک رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مین جسکو منافق کہتے تھے آج اُسکو زندیق کہتے ہین - شیخ رح نے لکھا کہ زندیق کے قتل کرنے مین علماء کے اقوال تفصیلی کتب فقہ مین مذکور ہین مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک مین بذریعہ وحی کے لوگون کا حال معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ دل سے مومن ہے اور وہ دل سے منافق اور اس زمانہ مین کسی کے دل پر حکم نہین ہو سکتا بلکہ جسنے زبان سے اسلام ظاہر کیا تو اُسکے اسلام کا حکم دیدیا جائیگا اگرچہ وہ دل سے مومن نہو اور اگر اُسنے کچھ افعال ناشائستہ اختیار کیے تو یہی کہا جائیگا کہ فاسق مسلمان ہے اور اگر کسی نے منافقانہ کلمات کہے تو ظاہر شرع اُسپر یہی حکم لگادیگی اگرچہ وہ دل سے مومن ہو اور اُسکا یہ قول بطور فسق ہو اور اسیوجہ سے فقہ مین جو اقوال و افعال ایسے مذکور ہین جنکی نسبت فقہا نے مرتد ہو جانیکا حکم دیا مثلاً کسی نے کمر پر زنار باندھی یا کہا کہ مین شرع و ریع نہین جانتا ہون اور مانند اسکے تو بعض فقہاء نے جنمین صاحب بحر الرائق ہین اختیار کیا کہ ایسے شخص کے حق مین کفر کا فتوی نہین دینگے کیونکہ امام ابوحنیفہ رح وغیرہ ائمہ اہل سنت والجماعت سے صریح روایت ہے کہ ہم لوگ کسی ایسے شخص کی تکفیر نہین کرتے جو ہمارے قبلہ کی طرف توجہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھاوے مترجم کہتا ہے کہ جنہون نے ارتداد کا حکم دیا ظاہرا اُنکا مطلب یہ ہے کہ مثلاً بت کو سجدہ کرنا یا کلام الٰہی کی توہین کرنا ایسے افعال کفر ہین اور جب اُسکو مرتد ہونیکا حکم ہوا لاکن وہ در حقیقت مرتد نہین ہے تو خواہ مخواہ حاکم اسلام سے توبہ کر کے عذر کریگا اور آئندہ ایسی حرکت سے خوف کریگا اگرچہ اُسنے یہ حرکت بطور بیباکی و فسق و فجور کے ظاہر کی ہو بخلاف اسکے امام صاحب بحر الرائق وغیرہ کہ جب کفر کا فتوی نہین دیتے تو خوف اُٹھ گیا لہذا متقدمین ہی کا قول قریب بفقہ ہے واللہ تعالی اعلم - (تنبیہ) آیت قدسی مین منافقون و کافرون سے جہاد کا حکم ہوا اسمین جہاد سے پوری کوشش مراد ہے اور یہ کوشش دونون فرق مین ہر ایک کے مناسب حال عمل مین لائی جائیگی چنانچہ کافرون کے ساتھ بطریق قتال ہے یہانتک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہین اور صرف یہ زبانی قرار قبول کر لیا جائیگا اور منافقین تو یہ کلمہ کہتے تھے پس اُنکے ساتھ قتال کی کوئی راہ نہین ہے بلکہ اُنپر جہاد بطور اظہار حق و نصیحت اور اُنکی بد افعالیون پر تشنیع ہے اور اُسکو بھی جہاد بولتے ہین - چنانچہ حدیث مین ہے کہ سلطان ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے پس اسیطرح منافقون کو بھی درشتی سے نصیحت کرنا اُنپر جہاد ہے اور شیخ رح نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے لوٹے تو پہاڑ کی گھاٹی مین غار کے برابر ایک تنگ راستہ تھا اور تاریک رات تھی پس چودہ منافقون نے قصد کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ اس مقام پر پہونچے تو تاریکی مین اُس ناقہ کو چونکا دین تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الٰہی کے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اُنکے نامون اور اُنکے قصد سے آگاہ فرمایا تھا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے [illegible] گھاٹی پر ان منافقون کو پایا اور انجام یہ ہوا کہ منافق [illegible] کر کے کہا آگ لگ گئی پس [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو بہت سے منافقون کو پہچانتے تھے حتی کہ جب سب سے مشہور منافق عبد اللہ بن ابی ابن سلول مرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے بیٹے کی خاطر سے جو سچا مسلمان تھا اپنی قمیص عطا فرمائی اور اُسنے اپنے باپ کی نسبت عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ گئت منافق مر گیا پس اگر آپ نماز پڑھین تو شاید اُسکے حق مین کوئی نجات ہو پس جب آپ نماز کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامنے آکر عرض کرنا شروع کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس منافق پر نماز پڑھتے ہین اور بہت اصرار کیا کہ نہ پڑھین لیکن پھر آیت نازل ہوئی کہ لا تصل علی احد منهم مات ابدا الآیۃ [illegible] کہ کوئی چیز مفید نہوگی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو مومنون کے واسطے تو عظیم [illegible] منافق کے واسطے اللہ تعالی [illegible]

قبول نہ فرمائی اور دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین بتلا دیے گئے تھے کیونکہ حکم آیت کی تعمیل جب ہی ممکن ہو کہ معلوم ہوں تاکہ جب کوئی مرے تو اسکی نماز نہ پڑھیں اور نہ اسکی قبر پر کھڑے ہوں پس یہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی معروف تھے اور حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سب ہی جانتے تھے قال تعالیٰ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝

اور جب کہیے انکو فساد نہ ڈالو ملک میں کہیں ہمارا کام تو سنوار ہے سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ - اور جب کبھی انسے کہا جاتا ہو کہ تم زمین میں فساد مت پھیلاؤ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ تو کہتے ہیں کہ ہمارا کام تو سنوار ہی ہے - یعنی ہم تو بالکل اصلاح ہی کرتے ہیں اور ہماری حالت میں فساد بالکل نہیں ہے پس یہ لوگ باطن کفر کے ساتھ کافروں سے ملے رہتے اور ظاہری اسلام اظہار کر کے مسلمانوں میں ملنا چاہتے اور اسکو اپنی حالت سے اصلاح سمجھتے تھے الا کہ اس سے بہت بڑا فساد یہ تھا کہ کافروں کو ظاہر ہوتا کہ اسلام میں کوئی زور نہیں کیونکہ جب ایسا شخص جو اسلام میں داخل ہوا ایسی معصیت کا مرتکب ہے بلکہ ہماری جانب میل کرتا ہو تو ظاہر ہو کہ یہ لوگ ایسے مسلمانوں کے بہتر نہیں اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ضرر پہنچتا کہ ایک شخص کو ہمارا ایسا دیکھکر دوسروں کے دل سے خوف مٹ جاتا ہے پس منافق کے وہ نوعیت فساد یہ پاکر ہوا اور اسکا باعث درحقیقت وہی کفر کی تاریکی و دلی بیماری ہے - امام ابن کثیرؒ کی تفسیر میں ہے کہ ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ منافقوں کا بیان ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ لوگ زمین میں فساد نہ کرو یعنی کفر و معصیت نکرو - ابو العالیہ نے کہا کہ فساد یہ تھا کہ معاصی کے مرتکب ہوتے تھے کیونکہ زمین و آسمان کی صلاحیت تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے ساتھ ہوا کرتی ہے یہی بیچ میں انس و مجاہد و قتادہ کا قول ہے مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب انسے کہا جاتا کہ یہ معاصی و انکار کا ارتکاب کرتے ہو مثلاً کافروں کی دلی دوستی مت رکھو تو جواب میں کہتے کہ ہم تو بالکل اصلاح ہی کرتے ہیں - شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ جب منافقوں نے ملک میں رب عز و جل کی نافرمانی پھیلائی اور جن امور سے ممانعت کی گئی تھی انکو عمل میں لائے اور فرائض الٰہی کو ضائع کیا اور دین اسلام میں شک پھیلایا اور مسلمانوں کو جھوٹا بنایا اور جب کبھی موقع پایا کافروں کی مدد کی تو یہ سب فساد ہے جسکو وہ اصلاح سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ - کافروں کے بعضے باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم انسے دلی دوستی ترک نہ کروگے تو زمین میں فتنہ و فساد کبیر پیدا ہوگا - مترجم کہتا ہو کہ بعض اہل اشارات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قلوب کو مانند آئینہ بنایا ہے کہ ایک کے دل پر دوسرے کا اثر پیدا ہوتا ہے اسواسطے شریعت میں بدوں کی صحبت سے احتراز کا حکم دیا گیا اور کافروں کی دلی دوستی ہو اگرچہ کافروں کے دل پر بھی مسلمانوں کا اثر پیدا ہوگا لیکن اسکا کچھ فائدہ نہیں ہے اور مومنوں کے واسطے ضرر ہے اور اسکی مثال یہ ہے کہ ایک گڑھے میں پاک پانی بھرا ہے اور اسکے قریب دوسرے گڑھے میں پیشاب بھرا ہے اگر ان دونوں کی تہ میں باریک سوراخ کرکے دونوں کو ملا دیا جاوے تو پانی کے میل سے پیشاب میں کمی آجائیگی لیکن پیشاب کے میل سے پانی نجس ہو جائیگا اسیطرح کافروں میں مسلمانوں کے دلی میل سے کوئی فائدہ نہوا اور کافروں کے دلی میل سے مومن کے دل میں نجاست پیدا ہوگی جبکہ وہ دلی دوستی رکھتا ہو اور اگر یہ موافقت صرف دنیاوی غرض سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اسی وجہ سے

اللہ تعالیٰ نے منافقون کی فضیحت مین مومنون کو زیادہ توضیح دی کیونکہ انکے زبانی دعوی پر مومنین انکے ساتھ ولی دوستی کرینگے بخلاف ظاہری کافرون کے کہ انکی مضرت خفیف ہے بلکہ انکا کفر بھی خفیف ہے کیونکہ کافر اگر اسلام کو سمجھا تو وہ مخلص مومن ہوگیا بخلاف منافقون کے کہ یہ لوگ زمین مین فساد کرتے اور جہل مرکب سے اس فساد کو اصلاح اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمایا۔ **أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝** خبردار رہو کہ یہی لوگ مفسد ہین لیکن شعور نہین رکھتے۔ ف زبان عرب مین شعور ایسی چیز کے واسطے ہوتا ہے جو محسوس ہو اور انکا فساد بھی گویا محسوس تھا لہذا مومنون کو تنبیہ فرمائی کہ انکا فساد اسقدر ظاہر ہے گویا یہی مفسد ہین لیکن اپنی جہالت سے اس کھلے ہوئے فساد کو بھی نہین سمجھتے ہین ف۲ بعضے لوگ دُنیا کی لذات کو دل مین جگہہ دیتے ہین جس سے قلب کا فساد ہوا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین قلب کو زمین سے تشبیہ دی ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی پس جو لوگ لذات دنیاوی کی طرف میلان کرتے ہین وہ اپنے قلب کو بگاڑتے ہین اور بسا اوقات ایسے مدعی پیرون سے خرق عادات بھی ظاہر ہوتے ہین جنکو عوام کرامت سمجھتے ہین حالانکہ یہ استدراج ہے اور عوام دل وجان سے انکے تابع ہوکر ایمان کھو بیٹھتے ہین حالانکہ کرامت صرف ایسے شخص مین ہوتی ہے جو راہ راست یعنی طریق سنت پر مستقیم ہو۔ واضح ہو کہ منافقون نے اپنے قول مین مومنون پر طنز کیا تھا جیسا کہا کہ ہم تو سراسر اصلاح ہی کرنیوالے ہین یعنی اگر کچھ فساد ہے تو تمہاری جانب سے ہے پس اللہ تعالیٰ نے مومنون کی تکریم فرمائی کہ انکی طرف سے منافقون کو جواب دیا اور جواب مین کمال بلاغت سے منافقین ہی کو مفسد ٹھہرایا

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ءَامِنُوا۟ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ قَالُوٓا۟ أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ ۗ أَلَآ إِنَّهُمْ

اور جب کہیے انکو ایمان مین آؤ جسطرح ایمان مین آئے سب لوگ کہین کیا ہم اسیطرح مسلمان ہون جیسے مسلمان ہوئے بیوقوف سنتا ہے

هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ ۝

وہی ہین بیوقوف پر نہین جانتے

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ءَامِنُوا۟ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ - اور جب انسے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے ف یعنی جب منافقون سے کہا جاتا ہے کہ جیسے بزرگ لوگ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابون و رسولون و روز قیامت و جنت و دوزخ وغیرہ پر ایمان لائے ہین اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہین اسیطرح تم بھی سچے طور پر ایمان لاؤ تو خبیث منافقون نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سفیہ یعنی کم عقل قرار دیا۔ **قَالُوٓا۟ أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ** - تو کہتے ہین کہ کیا ہم ایسے ایمان لاوین جیسے سفیہ لوگ ایمان لائے ف یعنی ہم انکی طرح نہین بنتے ہین یہی قول حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ و تابعین سے ماثور ہے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے خود منافقون کو جواب دیا۔ **أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ** - خبردار رہو کہ یہ منافقین ہی خود بیوقوف لوگ ہین ولیکن جانتے نہین ہین ف یعنے انکی کمال حماقت ہے کہ اپنی حالت کو بھی نہین پہچانتے ہین اسی واسطے بعض بزرگون نے کہا کہ جو شخص اپنے آپکو نہ پہچانے وہ اپنے رب عزوجل کو بھی نہین پہچانیگا کیونکہ جو شخص اپنے آپکو بندہ جانیگا وہ خالق کو پہچانیگا۔ وکیع و ابن جریر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ فساد والون کا گروہ جنکا یہان بیان ہوا وہ ابھی تک ظاہر نہین ہوے شیخ ابن جریر نے کہا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ مراد نہین معلوم ہوتی کہ اس قسم کا منافق کوئی ابھی تک نہین ہوا کیونکہ

[illegible]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین منافقون کا وجود معروف ہے اور آیات مین بکثرت مذکور ہے بلکہ انکی مراد یہ ہے کہ اُس امت مین جو منافق پیدا
ہونیوالے ہین وہ ابھی تمنے نہین دیکھے کہ جب وہ ظاہر ہونگے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین جو منافق تھے اُنسے یہ بدرجہا
بدتر ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین یہ امر مشاہدہ ہوگیا چنانچہ فرقہ نیچریہ وغیرہ اُن منافقون سے بدرجہا بدتر ہین اور یہ لوگ سچے عقلا والون کو تیرا
خیالات کے احمق بتلاتے ہین اور الحمدللہ کہ اللہ تعالی نے کلام قدیم ہی مین اپنے علم قدیم کے موافق انکا جواب دیدیا کہ یہی لوگ قطعی سفیہ
احمق ہین اور اللہ تعالی کی شہادت سے بڑھکر کوئی سچی شہادت نہین۔ اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والون نے اُسوقت
کے اکابر مومنین کو بوجہ فقیری ومحتاجی کے سفیہ کہا تھا اسیطرح اس زمانہ کے منافقین نے بھی سچے مسلمانون کو جو بدکارون سے بچکر تنگدستی
کی حالت مین ہین بیوقوف قرار دیا ہے حالانکہ صحیح مسلم مین ہے کہ اسلام غریب شروع ہوا اور جیسے شروع ہوا تھا عنقریب ویسے ہی غریب ہوجائیگا عود
کریگا پس غربا کے واسطے مبارکبادی ہے (رواہ مسلم) پس یہ معجزہ بھی مسلمانون کے واسطے بشارت عظیم ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ قیامت کے
قریب میری امت کے بہت سے فرقے مشرکون مین ملجاوینگے (الصحیح) یہ معجزہ بھی اسوقت صادق ہے۔ اور واضح ہو کہ جسوقت مسلمانون کی
فتوحات ہندوستان سے لیکر ملک اندلس واسپین تک پہونچی تھین تو اُسوقت نصرانی بالکل جانورون کی طرح گمنام تھے کسی کو انکی ترقی کا گمان
بھی نہ تھا لیکن حدیث مین آیا کہ قیامت کے قریب اُمت اسلام بگڑجائیگی اور ظلم وفسق وفجور ودنیاوی اترانے مین یہود ونصاری کیطرح
عاقبت بھول جاوینگے اُسوقت اُنپر ویسے بلائین نازل ہونگی اور اُسوقت نصاری بکثرت اور روئے زمین پر غالب ہونگے اور
حدیث مین آیا کہ نصاری روم مسلمانون کو گانون گانون کرکے نکالدینگے اور حدیث مین ہے کہ خروج دجال کے قریب بعد سخت
جدال کے قسطنطنیہ کو کفار فتح کرلینگے اور حدیث مین ہے کہ مسلمانون کے قبضہ مین سواے حیرہ وعرب وایک قطعہ دیگر کے کوئی ملک نہین
رہیگا چنانچہ سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالی تفصیلی بیان آویگا۔ اور اُسوقت سے میری مراد یہ ہے کہ یہ حالت خود مومنون کے واسطے نور یقین
کے معجزات مین جو اُنکے سامنے موجود ہین اور اللہ تعالی ہم سب مومنون کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور فتنہ گمراہی سے محفوظ فرماکر چند روزہ
زندگی کے بعد خاتمہ بخیر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین بحرمۃ حبیبک مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ان منافقون کو بھی لازم ہے کہ چند روزہ دنیا پر
فریفتہ نہون اور جن خیالات فلسفیہ نے اُنکو دھوکا دیا مترجم نے مقدمہ مین اُنکا ابطال بدلیل بیان کیا ہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم
اور وہ دلائل اگرچہ صریح حق ہین لیکن جو شخص نظر عداوت سے دیکھے اُسکو حق نہین سوجھتا ہے کیونکہ جسنے کفر اختیار کیا اُسکے دل پر مہر وغضب
ہوجاتی ہے اور یہی منافقون کی حالت ہے۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ج وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ لا قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ لا

اور جب ملاقات کرین مسلمانون سے کہین ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے جاوین اپنے شیطانون پاس کہین ہم ساتھ ہین تمہارے

إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

ہم تو ہنسی کرتے ہین اللہ ہنسی کرتا ہے اُنسے اور بڑھاتا ہے انکو اُنکی شرارت مین بہکے ہوئے

اِس آیت مین اللہ تعالی نے منافقون کا برتاؤ کافرون ومسلمانون کے ساتھ بیان فرمایا اور یہ بھی منجملہ اُنکے افعال قبیحہ کے تھا
وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا۔ اور جب یہ منافقین اُن لوگون سے ملے جو ایمان لائے ہین تو کہتے ہین کہ ہم بھی
ایمان لائے۔ ف یعنے مومنون کے سامنے مومنون کے خوش کرنیکو اور دھوکا دینے کو تقیہ کرتے اور ایمان ظاہر کرتے ہین

[illegible]

تاکہ اُنکے ولیانہ جہاد سے بچین اور اہل ایمان جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے ہین ہاتھ پھیلا کر اپنا بھی حصہ مانگین - وَإِذَا خَلَوْا
إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ اور جب لوٹ کر اپنے شیاطین کے پاس داخل ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم تمہارے ساتھ ہین
ف بیضاوی نے تجویز کیا کہ خلو بمعنی انفراد ہوسکتا ہی یعنے جب اپنے شیاطین یعنے سردارون کے پاس منفرد اور اکیلے ہوتے ہین کہ وہان کوئی
مومن نہین ہوتا تو اُنسے اظہار کرتے ہین کہ دین مین ہم درحقیقت تمہارے ساتھ ہین - إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ ہم تو استہزاء اور ٹھٹھا
کرتے ہین - ف یعنی اگر شیاطین مذکورین نے ان منافقون سے کہا کہ تم تو مومنون کے پاس جا کر مسلمان ہوئے ہو اور اُنسے ایمان کا عہد کر چکے ہو تو
انکو اطمینان دلاتے ہین کہ یہ تو فقط ہمارا استہزاء ہے جس سے ہم ان بیوقوف لوگون کو بناتے ہین تاکہ اُنسے محفوظ رہین اور باطن مین ہم تمہارے
ساتھ ہین - ابو مالک نے فرمایا کہ شیاطین سے مراد اُنکے سردار و رئیس مانند احبار یہود وغیرہ کے ہین اور ابن عباسؓ نے کہا کہ منافقون کے ساتھی بھی
اُسمین شامل ہین اور دوسری روایت مین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکے شیاطین دراصل یہودی لوگ ہین جو مالداری کی وجہ سے اُنکے
سردار بنے تھے اور اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و قرآن پاک مین شک ڈالتے اور انکو جھٹلانے پر آمادہ کرتے تھے اور اسی کے مانند ایک جماعت
صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ ہر جنس مین جو سرکش متمرد ہو وہ اُس جنس مین شیطان ہے تو جیسے جنون مین
ابلیس شیطان ہے اسی طرح انس مین بھی جو لوگ کفر کی راہ مین مغرور ہون وہ شیاطین ہین اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبرون کے واسطے جیسے اُنکے
اولیاء مومنین رکھے ہین ویسے ہی اُنکے دشمن بھی رکھے ہین چنانچہ فرمایا - وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ
إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا یعنی اسیطرح ہمنے ہر پیغمبر کے لیے انس کے شیطانون اور جن کے شیطانون کو پیغمبر کا دشمن بنایا کہ شیاطین
باہم بعض کو بعضے بیہودہ قول غرور کو دلون مین ڈالتے ہین - اس آیت قدسی سے معلوم ہوا کہ آدمیون مین بھی بہکانے والے شیطان
ہوتے ہین حتیٰ کہ انکی بدی سے بھی پناہ مانگنا چاہیے چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر تو اللہ
کی جناب مین شیاطین انس و شیاطین جن سے پناہ مانگ - ابوذرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیاطین ہین آپ نے فرمایا کہ
ہان (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے دنیا و قانون شیطانی اختیار کر لیا اور اسپر جم گیا تو اسکے لوازم مین سے یہ ہے کہ اُسکے دل پر مہر ہوجاتی
کہ نور عقل ظاہر نہین کر سکتا الیٰ حیث یہ حالت ہوجاتی ہے تو وہ بھی شیطان ہے کیونکہ اسکا کہنا ہمیشہ اُن لوگون مین اثر کرتا ہے جو ازلی بدبخت ہین
جنکو ہدایت و معرفت کی بات کبھی اُنکے دل مین نہین سماوے گی اور اس شیطان کا کہنا فوراً سمجھ جاوینگے پس حاصل یہ ہوا کہ منافقین جب
مسلمانون کے پاس سے الگ ہوکر اپنے شیاطین کے پاس اکیلے ہوتے ہین اور شیاطین اپنی جہالت کے موافق انکو بہکاتے ہین تو یہ اُنکی بات
سمجھ جاتے اور کہتے ہین کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہین اور جب وہ ملامت کرتے کہ تم تو مسلمانون کے پاس عہد کر چکے ہو تو کہتے ہین کہ ہم تو اُن سے
تمسخر کرتے ہین - اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ اللہ تعالیٰ اُنکے واسطے استہزاء
فرماتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے انکو انکی سرکشی مین حالانکہ اندھے بھٹکتے ہین - ف اور اگر یہ آیت ابتداء ہو تو یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ
اُنکے ساتھ استہزاء فرماوے اور استہزاء الٰہی یہ ہے کہ اُنکو ملامت و تحقیر کے ساتھ سزا دیوے جیسے منافقون کے واسطے قیامت مین بعض
آثار امر تمسخر کے ظاہر ہونگے جس سے ملائکہ و اہل ایمان اُن منافقون پر تمسخر کرینگے مثلاً تاریک راہ مین جب مسلمان روشنی پر چلکر پل صراط کی طرف
چاہین گے تو مومنون کے آگے نور ہوگا اور منافقون کے واسطے ابتداء مین روشنی چمکیگی پھر جب آگے بڑھینگے پھر تاریکی چھا دیوےگی کچھ نظر نہ آویگا
اور منافقین آگے بڑھنے سے ٹھٹھک رہینگے اور مومنون سے کہینگے کہ ٹھہر جاؤ ہم تمہارے نور سے اقتباس کرین تو جواب دیا جاویگا

کہ پیچھے جاکر نور تلاش کرو پھر اُنکے درمیان میں ایک دیوار حائل ہوجائیگی جسکے باطن میں مومنون کی جانب رحمت ہوگی و ظاہر منافقون کیطرف
اُسکی طرف سے عذاب آویگا اور بعض علماء نے کہا کہ ایسی آیات بر سبیل جواب ہین جیسے ایک شخص دوسرے کے ساتھ مکر کرے لیکن مکار کو کوئی فائدہ
حاصل نہو تو وہ شخص کہتا ہے کہ میرا ہی مکر اُسپر غالب رہا حالانکہ اُسنے کوئی مکر نہین کیا اور ان علماء نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر
الماکرین۔ اور قولہ تعالیٰ اللہ یستہزئ بہم یہ بھی بر سبیل جواب ہے یعنی کافرون نے مکر یا استہزاء کیا تو نتیجہ کافرون کو حاصل نہین ہوا تو
گویا جواب مین کہا گیا کہ ہمارا مکر و استہزاء اُنپر غالب ہے۔ اور دیگر علماء نے فرمایا کہ استہزاء یا خداع یا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فیسخرون منہم
سخر اللہ منہم اور قولہ تعالیٰ نسوا اللہ فنسیہم۔ اور اسکے مانند دیگر آیات ہین جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اُسکے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ اُنکے
استہزاء پر اُنکو سزا دیگا اور اُنکے مکر یا اُنکے بھول جانے پر اُنکو سزا دیگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی سزا دینے کو بطور جزا کے بیان کیا تاکہ جس
بات پر یہ لوگ سزا کے مستحق ہوئے ہین وہ ظاہر ہوجاوے جیسے اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت مین فرمایا۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ یعنی
ہر بدکاری کی سزا اُسکے مثل بدی ہے حالانکہ عذاب جہنم کوئی بدی نہین ہے تو یہ امر بطریق مماثلت ہے جیسے کہتے ہین کہ جیسا کرو ویسا پاؤ۔ اور
محتمل ہے کہ جو معاملہ کافرون نے مسلمانون کے ساتھ دنیا مین کیا یا اسلام کے ساتھ تمسخر وغیرہ کیا اُسی کے مانند آخرت مین کافرون کو بطور عذاب
برداشت کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث مین ہے کہ جنت کا دروازہ کھول کر منافقون کو بلایا جاویگا حالانکہ وہ حقیقی جنت نہین ہے پھر جب قریب
پہونچین گے تو دروازہ بند کر دیا جائیگا اور اسی معنی مین ہے قولہ تعالیٰ فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق مقام
یہ ہے کہ مثلاً قولہ تعالیٰ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین مین مکر کفار یہ تھا کہ کافرون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک بندش
باندھا تھا جسکا نتیجہ اُنکے زعم مین یہ نکلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہون اور حواریون کو ظاہر ہو اور جو شخص اس قسم کا منصوبہ باندھ
وہ نتیجہ پر جزم کرتے ہین در حقیقت احمق ہے اسواسطے کہ خالق افعال اللہ تعالیٰ ہے پس کیونکر معلوم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا بات پیدا کریگا
پس جب یہودیون نے ایک منافق کو اپنے ساتھ ملایا جسنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتایا تاکہ یہ لوگ اُس مکان پر پہونچ کر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر سولی دیدین اور وہ منافق اُس مکان مین گھسا اور باہر کے یہودیون کی ڈیوڑھی [illegible] مکان مین [illegible] کر
دروازہ کھول دیا کہ تم لوگ آکر گرفتار کرو اور ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا لیا اور اسی منافق کے چہرہ پر عیسیٰ علیہ السلام
کی مشابہت ڈال دی پس یہود کی فوج نے گھسکر اس منافق کو جو حق مین کچھ بھی شک نہ کیا کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہین اور فوراً باہر لا کر سولی
دیدی کیونکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو جادوگر و دشمن یہود سمجھکر باوجود سخت عداوت کے تردد کرتے تھے کہ وہ جادو کے ذریعہ سے نکل
جائیگا پھر جب صبح کو غور سے دیکھا گیا تو چہرہ بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے موافق تھا مگر باقی جسم [illegible] تھا اور انکا ساتھی [illegible]
درمیان سے گم تھا تو یہ امر یہودیون کے نتیجہ کے بالکل خلاف ہوا کیونکہ انکا مکر یہ تھا کہ [illegible] اقبال کا نتیجہ [illegible]
وہ یہودیون کے مخالف اور نصرانیون کے موافق واقع ہوا کیونکہ جو امر یہ واقعہ دیکھکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ معتقد ہوگئے [illegible]
[illegible] مکر اسکا نام رکھا جاتا ہے کہ جو اس سے پوشیدہ [illegible] کے مخالف نتیجہ نکالا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اختیار کرتے ہین مگر مرتے ہی اسکا نتیجہ اُنکے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور اسی قسم سے وہ معاملہ ہے جو شیخ عرائس وغیرہ نے لکھا کہ بلعم بن باعور و مسیلمہ کذاب وغیرہ کو ظاہر مین خرق عادات دیے گئے چنانچہ مسیلمہ کذاب جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات شریف مین اپنی نبوت کا دعوی کیا تھا اُسکے ہاتھ پر بعض خرق عادات ظاہر ہوتے تھے چنانچہ وہ اپنے آپکو کسی مرتبہ پر سمجھنے لگا یا اسکا یقین کر لیا کہ وہ پیغمبر ہے حالانکہ اللہ تعالی ازلی گمراہونکو بعضے استدراج دیتا ہے ویمدہم فی طغیانہم یعمہون اور کافرونکو اُنکی سرکشی مین مہلت دیتا ہے کہ تحیر پھرتے ہین یعنی اپنے اعتقاد پر تو وہ بہت ٹھیک ہین لیکن درحقیقت راہ معرفت سے دور ہوکر بھٹکتے پھرتے ہین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون واملی لہم ان کیدی متین یعنی ہم درجہ بدرجہ اُنکو ایسی راہ سے لیجاینگے کہ وہ جانتے نہین ہین اور اُنکو ڈھیل دینگے یہ ہماری تدبیر بہت باریک ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اسکی نوبت یہانتک پہونچتی ہے کہ جب اُنھون نے گمراہی مین کوئی طریقہ جدید نکالا تو اُسکے منافع دنیاوی بڑھائے جاتے ہین جسکو وہ اپنے حق مین خوبی و نعمت جانتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ غضب کا سامان ہے قال تعالی ایحسبون انما نمدہم بہ من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے ہم اُنکو مال و اولاد سے جو کچھ زیادتی دیتے ہین تو کیا یہ لوگ خیال کرتے ہین کہ ہم تیزی کے ساتھ اُنکے حق مین نیکیان پہونچاتے ہین یعنے یہ خیال باطل ہے بلکہ یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین۔ حاصل یہ کہ اللہ عزوجل کی بندگی و طاعت مین اگر تکلیف بھی پہونچے تو وہ نعمت عظیم ہے اور کفر و معصیت کی حالت مین جو مال و دولت بلکہ سلطنت ملے وہ بھی درحقیقت عذاب و غضب ہے اور اسمین بھید یہ ہے کہ اللہ تعالی نے پیغمبر و کتاب کے ذریعہ سے اُنکو رضاے الٰہی و ایمان آخرت کی ہدایت فرمائی اور آدمی کبھی تکلیف کی حالت مین پراگندہ حواس ہوکر ٹھیک بات نہین سمجھتا ہے تو اُنکو وسعت و فراغت دی مگر جب نہ مانے تو اُنکو قحط و تکلیف مین گرفتار کیا کیونکہ آدمی کبھی مال و دولت مین اترا کر حق بات کی طرف کان نہین لگاتا تو اُنکے انسانی عذر سب دور کر دیے حتی کہ یہ بات اُنپر ثابت ہو گئی کہ اُن لوگون نے عزم جزم کر لیا ہے کہ دنیا سے موجود و راہ شیطان کے سواے اپنے خالق عزوجل کی بندگی و راہ آخرت نہین قبول کرینگے تو راہ نور بالکل مسدود کر دیگئی اور راہ تاریک جو جسم و حواس متعلق ہے اُنکے واسطے کھول دیگئی اور چونکہ دنیا ہی کے پیچھے اُنھون نے سب چھوڑا اور بیوقوفی سے اسی مایہ حقیر کو اختیار کیا تو یہ دنیا بقدر مقدر اُنکو دیدی گئی خصوص جبکہ وہ اس زمین کو آراستہ کرنا چاہین چنانچہ فرمایا فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون یعنی پھر جب اُنھون نے وہ بات بھلا دی جسکی اُنکو نصیحت کی گئی تھی (یعنی کفر پر قطعی عزم کر لیا) تو ہم نے اُنپر ہر چیز کے دروازے کھول دیے "یعنی اُنکی دنیاوی خواہشین پوری کر دین" یہانتک کہ جو کچھ اُنکو دیا گیا تھا اُسپر اترائے تو ہمنے اُنکو اچانک گرفتار کیا تو ناگاہ وہ لوگ ہر اُمید سے مایوس ہو گئے۔ یعنے اچانک موت آئی تو اُنھون نے دیکھا کہ سواے عذاب کے اُنکے واسطے کوئی نیکی نہین ہے۔ اور قولہ فی طغیانہم یعمہون یعنے اپنے کفر مین بھٹکے پھرتے ہین یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ و ابو العالیہ و مجاہد و قتادہ و ربیع بن انس وغیرہم سے ماثور ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ عمی تو آنکھون کے اندھے پن کو کہتے ہین اور عمہ دل کے اندھے پن کو کہتے ہین

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی ۪ فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُہُمۡ

وہی ہین جنھون نے خرید کی راہ کے بدلے گمراہی سو نفع نہ لائی اُنکی سوداگری

وَ مَا کَانُوۡا مُہۡتَدِیۡنَ ۝

اور نہ راہ پائی

اولئک الذین اشتروا الضللۃ بالہدی - ایسے ہی لوگ ہین جنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی

خریدی ۔ فـ اور مغفرت کی جگہ عذاب لے لیا ۔ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ پس
اُن کی تجارت نے اُنکو کچھ نفع نہ دیا اور نہ یہ لوگ ہدایت پانے والے تھے ۔ فـ یعنی ہدایت دیکر گمراہی مبادلہ کر لینے کی تجارت مین ان لوگون کو
کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس سے کچھ دیر دنیا مین اُنکو سور و شراب وغیرہ کھانے کا فائدہ مل گیا اور نہ آخرت مین سخت خسارہ ہوا کہ جہنم سے کبھی نجات نہ ہوگی
اور یہ لوگ اس قابل بھی نہ تھے کہ تجارت مین ہدایت پاوین کیونکہ ابلیس احمق کی تقلید کرتے تھے تو ایسے ڈھنگ سے تجارت ممکن نہ تھی جس سے دنیا مین
نقصان نہ پہونچے اور آخرت مین نفع عظیم حاصل ہو جیسے مومنون کو حاصل ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چلتے ہین کیونکہ مومنون و
کافرون کے ڈھنگ مین جو فرق ہے اگر کفار اُسکو ذرا بھی غور کرتے تو اپنی حماقت جان جاتے کیونکہ اگر دار آخرت ہے جیسا کہ مومنین اعتقاد کرتے ہین تو
کافرون ومنافقون کے واسطے کہین ٹھکانا نہوگا سوائے جہنم کے اور اگر دار آخرت نہو جیسا کہ کفار اعتقاد رکھتے ہین کہ مرنے کے بعد خاک
ہوجائینگے اور کچھ بھی حساب وثواب وعذاب نہین ہے تو مومنون کے واسطے کچھ بھی نقصان نہوا کیونکہ دنیا مین بھی نفیس چیزین کھانے پینے پہننے کی مومنون
کے واسطے تنگی نہ تھی ہان البتہ سور و بیاج و شراب وغیرہ بیہودہ چیزین بیشک مومنون کو نہین ملین تو ایسی غلیظ و ناپاک چیزون کے نملنے سے
کسی نفیس طبیعت کو ملال نہوگا ۔ اگر کہا جاوے کہ اُنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو کیونکر خرید کیونکہ ہدایت اُنکے پاس موجود ہی نہ تھی اور اگر موجود
بھی ہوتی تو بھی وہ گمراہی کا عوض نہین ہوسکتی جواب یہ ہے کہ دنیا مقام تجارت ہے تاکہ یہان اپنا جان ومال رضاے الٰہی مین فروخت کر کے
دار آخرت حاصل کرے اور یہ بطریق مجاز ہے اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خریدارون کو یہ خریداری مبارک ہو کہ انکو
دونون عوض مل گئے یعنے جان ومال بھی درحقیقت انھین کے پاس رہا اور رضاے الٰہی عزوجل بھی حاصل ہوگئی لیکن جب کافرون کو یہ ہدایت
دیگئی اور ساتھ ہی دنیا اور راہ شیطان بھی پیش کی گئی تو اُنھون نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکو اُنکے حق مین خرید
فروخت کی تجارت قرار دیا جسمین اُنکو سخت خسارہ ہوا ۔ اور یہی حضرت ابن مسعود وابن عباس و ایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم
ماثور ہے اور اسمین تنبیہ ہے کہ یہ لوگ اپنے انجام سے اسقدر بے پروائی کرتے ہین کہ کچھ بھی غور نہ کیا اور اتنا بڑا خسارہ اُٹھایا بخلاف اسکے
اگر دنیاے فانی کے واسطے ایک روپیہ کی چیز خریدین تو اُسمین ہر طرح نفع ونقصان کا غور کر لیتے ہین ۔ مجاہد نے فرمایا کہ ہدایت کے بدلے گمراہی
لی یعنے ایمان لائے پھر کفر کیا ۔ اور قتادہ نے فرمایا کہ ہدایت سے گمراہی کو زیادہ پسند کر کے چھانٹ لیا اور اسی کے مشابہ یہ آیت ہے ۔ واما ثمود فہدینٰہم
فاستحبوا العمی علی الہدیٰ ۔ یعنے ثمود کو ہمنے ہدایت دی تو اُنھون نے عمایت کو ہدایت پر پسند کیا ۔ اور حاصل یہ ہے کہ منافقون نے راہ مستقیم سے
عدول کیا کہ ہدایت سے منہ موڑ کر گمراہی کو اختیار کر لیا گویا کمال حماقت سے لعل کو دیکر ٹھیکری مول لی جسمین اُنکو سخت خسارہ ہوا اور
واضح ہو کہ جو فرقہ اسلام لا کر جماعت سے خارج ہو کر گمراہ ہوگیا وہ بھی اسی مین داخل ہے ۔ چنانچہ قتادہ نے فرمایا کہ بیشک واللہ تم اُن کو
دیکھ چکے کہ وہ ہدایت سے نکلکر گمراہی مین چلے گئے اور جماعت سے نکلکر چھوٹے فرقون مین چلے گئے اور امن سے نکلکر خوف مین پہونچے
اور سنت سے نکلکر بدعت مین داخل ہوئے (رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ قتادہ نے ظاہر اس سے خوارج و روافض
ومعتزلہ مراد لیے ہون واللہ تعالیٰ اعلم ۔ بیضاوی وغیرہ نے یہان خرید کی یہ بھی تاویل لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مولود کو فطرت کی ہدایت پر پیدا کرتا ہے
اور وہ یہی ملت اسلامیہ ہے چنانچہ صحیح کی حدیث ابوہریرہ مین منصوص ہے پس یہ ہدایت فطرت اُنکے پاس موجود تھی جسکے عوض اُنھون نے
گمراہی بدل لی ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے اور قرأت کرے کہ چاہو تو آیت پڑھو ۔
فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا الآیۃ ۔ پھر وہ اسی فطرت پر رہتا ہے یہانتک کہ اُسکی زبان بولے یعنے بالغ ہو یا سمجھدار ہو پھر اُسکے والدین اُسکو یہودی

یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین (کما فی الصحیحین) یعنے اکثر اوقات جب وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اپنے خالق عزوجل کی توحید پر اقرار کرے تو جس حالت پر اُسکے والدین ہوتے ہین اُسی اعتقاد پر اُسکو پھیر لیجاتے ہین اور کبھی دیگر اسباب واقع ہوتے ہین مثلاً شیطان اُسکے قلب پر محیط ہوا اور اُسنے مذہب مادّی و نیچر اُسکو سمجھایا کہ اس دنیا مین تمام مادیات موجود ہین اور یہ آپ ہی آپ خود بخود پیدا ہوتے اور مرتے چلے جاتے ہین اور ہمنے تو جب سے دیکھا یون ہی چلا آتا ہے اور نہین تو اُسکا کوئی خالق نہین نظر آتا پس وہ احمق بھی ایسے ہی بکنے لگتا ہے اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو مدلل مردود کیا ہے۔ ف بعضے اشارات عرائس مین ہے کہ بعضے مسلمان زہد و عبادت کے صلہ مین کوئی خرق عادت پاتے ہین تو اُسی کو اپنے نفس کے واسطے کمال سمجھکر گمراہی مین پڑجاتے ہین حالانکہ منزلت تو قرب و رفع حجاب ہے پس رضوان آلہی کے بدلے اپنی خرق عادت کے ذریعہ سے دنیاوی جاہ و قبولیت بدل لیتے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سواے جو شخص دنیا و مافیہا کو بدلے وہ برباد ہوا کہ عمر بھر رائگان گیا اور آخر یہ فانی بھی ہاتھ نہ آیا کیونکہ وہ فنا ہوجائے گا عسس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون و منافقون کی حقیقی خصلت بیان فرماکر اسکو ایک مثل مین تعبیر فرمایا تاکہ مدموم عقلی محسوس ہوجاوے کیونکہ اکثر کم عقل لوگ اپنے وہم کے مرید ہوتے ہین تو محسوس مثال سے بیان کرنا اُنکی عقل مین جم جاتا ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن مین امثال بیان فرمائین اور اُنکے بعد غور و فکر کرنے کی ہدایت کی چنانچہ منافقون کے واسطے بھی دو مثلین بیان فرمائین اول قولہ تعالیٰ

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ج فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ

اُنکی مثال جیسے ایک شخص نے سلگائی آگ پھر جب روشن کیا اُسکے گرد کو لے گیا اللہ اُنکی روشنی

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

اور چھوڑا اُنکو اندھیرون مین نظر نہین آتا بہرے ہین گونگے اندھے سو وہ نہین پھرینگے

ان امثال سمجھنے کے واسطے جو شخص کسی قدر ایمان کے موافق اسرار آلہی کا علم رکھتا ہو تو وہ بہت خوب سمجھتا ہے لہذا فرمایا۔ وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون۔ یعنے یہ امثال ہم عام لوگون کے واسطے بیان فرماتے ہین حالانکہ انکو وہی خوب سمجھتے ہین جو بند عالم ہین۔ چنانچہ اس مثل مین اللہ تعالیٰ نے کافرون کی گمراہی خریدنے اور آخر تاریکی مین پڑجانے کی مثال ایسے شخص سے بیان فرمائی جسنے تاریک رات مین آگ روشن کرکے اُسکی گرمی و روشنی سے جاڑے وغیرہ کا خوف دور کیا مگر یکایک بجھی تو پھر اصلی خوف مین پڑگیا چنانچہ فرمایا۔ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ط ان منافقون کی مثل ایسی ہے جیسے کسی نے خواہش کرکے آگ روشن کی۔ ف اور اُسوقت اندھیری رات چھائی ہوئی ہے بدلیل آئندہ فرمایا۔ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ پھر جب آگ کی روشنی نے اُسکا گرد و پیش چمکایا۔ ف حتی کہ سردی و درندہ وغیرہ جس چیز سے خوف تھا مطمئن ہوگیا ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ اچانک اللہ تعالیٰ نے اُنکا نور میٹ دیا اور اُنکو تاریکیون مین چھوڑ دیا کہ کچھ نہین دیکھ سکتے ہین۔ ف شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یہی مثل منافقون کی ہے کہ کلمہ ایمان ظاہر کرکے دنیا مین اُنھون نے ایک روشنی حاصل کی اور خوف قتل و جزیہ سے مطمئن ہوگئے پھر جب مرے تو وہی کفر کی تاریکی و عذاب قبر و ظلمات آخرت نے ہجوم کیا اور اس مثل مین پہلے ایک شخص کا آگ جلانا مذکور ہوا پھر آخر مین ضمیر جمع لائی گئی اور اسمین کچھ حرج نہین ہے کہ ایک جماعت کی مثال [illegible] کے بیان سے شروع کیا جاوے۔ [illegible] ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہراً شیخ ابن جریرؒ کو اس مقام پر [illegible] آئی کہ اللہ تعالیٰ [illegible]

آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبہم فہم لا یفقہون - یعنے منافقون کے حق مین یہ بات اسوجہ سے ہے کہ پہلے وہ لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے تو انکے
دلون پر مہر کردیگئی پس وہ لوگ کچھ نہین سمجھتے ہین - اس سے معلوم ہوا کہ پہلے یہ لوگ ایمان بھی لائے تھے اور اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالی وما ہم بمؤمنین
سے نکلتا ہے کہ وہ ایمان ہی نہین لائے تو جواب صواب یہ ہے کہ یہ بیان انکی حالت نفاق کا ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ پہلے وہ لوگ
ایمان نہ لائے ہون تو اس مثل کا انطباق اسطور پر ہے جو تفسیر کبیر وغیرہ مین بھی مذکور ہے کہ پہلے ان لوگون نے ایمان لاکر کچھ نور کمایا پھر منافق ہو کر غضب الہی
اٹھایا تو وہ نور مٹ گیا پس سخت حیرت مین رہگئے کیونکہ دین کی حیرت سے بڑھکر کوئی حیرت نہین ہے - چنانچہ سدی نے اپنی تفسیر مین ابن عباس
و ابن مسعود و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ قولہ تعالی مثلہم کمثل الذی استوقد نارا - اس مثل کا بیان یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو اس زمانہ مین کچھ لوگ اسلام مین داخل ہوے پھر وہ لوگ منافق ہو گئے تو انکی مثل ایسی ہوئی جیسے ایک
شخص نے تاریک رات مین آگ جلائی اور جب کوڑے کرکٹ وغیرہ کے جلنے سے اسکا گرد روشن ہوا تو وہ ہر ایک چیز جس سے خوف
کرتا تھا پہچاننے لگا پھر وہ اسی حال مین تھا کہ ناگاہ آگ بجھ گئی تو اسکی یہ حالت ہوگئی کہ کسی موذی چیز سے بچنے کا حیلہ نہین کرسکتا پس یہی
منافق کا حال ہے کہ وہ شرک کی تاریکی مین پڑا تھا پھر مسلمان ہوا تو حلال و حرام اور نیک و بد پہچاننے لگا پھر وہ اسی حال مین تھا کہ ناگاہ کفر مین پڑگیا
تو پھر وہ حلال کو حرام سے اور خیر کو شر سے امتیاز نہین کرسکتا - عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ ایسی قوم کی مثل ہے
جو پہلے ہدایت پر تھی پھر ایمان انسے چھین لیا گیا تو اسکے بعد وہ حدود سے متجاوز ہوگئے پس آگ کی روشنی تو وہ ایمان تھا جسکو زبان سے
ادا کرتے تھے پھر آخر مین تاریکی و گمراہی و کفر ہے جسکے ساتھ متکلف تھے - مجاہد نے فرمایا کہ آگ کی روشنی ان منافقون کے حق مین فقط یہی تھی کہ وہ
مومنون و اسلام کی طرف متوجہ ہوتے تھے عطاء خراسانی نے کہا کہ یہ منافق کی مثل ہے جو کبھی دیکھتا اور کبھی نہین دیکھتا ہے پھر اسکے قلب کا اندھا پن چھا لیتا ہے
اور اسی کے مانند عکرمہ و حسن و سدی و ربیع بن انس و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہے - مترجم کہتا ہے کہ آیت مین فقط ایسے ہی منافقون کا انحصار نہین ہے
جو ایمان لائے پھر کافر ہوگئے بلکہ ایسے منافق بھی شامل ہین جنھون نے ابتدا مین صرف زبان سے اسلام کا اظہار کیا تھا اور دل سے ایمان نہین
لائے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جن منافقون کی نسبت یہ گمان ہے کہ وہ پہلے ایمان لائے تھے پھر کافر ہوگئے تو درحقیقت نور ایمان انکے سویدا ے
دل مین نہین سمایا بلکہ ایک قصد تھا جو حواس مین جما اور اس سے ایک روشنی ظاہر ہوئی بخلاف قسم دوم کے کہ ان مین یہ بھی نہ تھا اور درحقیقت
دلی تصدیق کا نور ان دونون مین سے کسی کو حاصل نہین ہوا اور اس امر مین کچھ تعجب نہ ہونا چاہیے کہ جنھون نے ایمان کا قصد کیا تھا انکے
دل مین تصدیق کیونکر نہ ہوگی کیونکہ انسانی حواس و نفسانی خطرات اسطرح خلط ملط ہوجاتے ہین کہ آدمی درحقیقت اپنی واقعی حالت دریافت
نہین کرسکتا چنانچہ بسا اوقات کسی شخص کی دوستی اپنے دل مین گمان کرتا ہے مگر جب کوئی معاملہ اپنی جان و مال کے خطرہ کا اسکی جہت سے
پیش آتا ہے تو صاف اسکی محبت سے گریز کرجاتا ہے کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بحکم قولہ تعالی - ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ الآیۃ کے صحابہ
رضی اللہ عنہم شہادت جہاد کی تمنا رکھتے تھے لیکن جنگ احد مین ایک جماعت نے فرار کیا تو فرق ظاہر ہوگیا کیونکہ کمال وہ ہوتا ہے کہ ظاہر و باطن
یکسان ہو حتی کہ عمل بھی موافق ہوتا ہے اسیواسطے ایک جماعت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کمال تقوی سے اپنی ذات پر یہ خوف کرتے تھے کہ ایسا
نہو کہ ہم مین نفاق کا مادہ موجود ہو لہذا ان آیات قدسیہ مین جو مثل بیان فرمائی وہ ہر قسم کے منافقون کو شامل ہے - اسیواسطے علی بن ابی طلحہ نے
ابن عباس سے روایت کی اللہ تعالی نے منافقون کے واسطے یہ مثل بیان فرمائی جو زبانی اقرار اسلام کی وجہ سے ایک آگ جلانے والے کی
طرح اس قدر روشنی پاتے تھے کہ اہل ایمان سے اقرار کلمہ توحید کی وجہ سے انکے ساتھ نکاح بیاہ کرتے تھے اور باہم میراث جاری کرتے اور مال غنیمت

مین سے انکو حصہ دیتے تھے پھر جب ایسا منافق مرا تو یہ عزت اُس سے چھین لیگئی جیسے آگ جلانے والے کا نور بجھ گیا۔ ربیع بن انسؓ نے
ابو العالیہ سے روایت کی کہ آگ جبتک جلتی ہے اُسکا نور رہتا ہے اور جب بجھا دیگئی تو جاتا رہا اسیطرح جبتک منافق نے کلمہ اخلاص اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و
اشہد ان محمدا رسول اللہ زبان سے کہا تب تک اُس کلمہ کی روشنی ملی پھر جب مرا تو تاریکی مین پڑ گیا۔ اور عبد الرزاق نے بواسطہ معمرؒ کے قتادہ
رحمہ اللہ سے روایت کی کہ منافقون کی مثال یہ ہوئی کہ زبانی لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکو اتنی روشنی ملی کہ دنیا مین اسکے ذریعہ سے کھایا پیا اور جان و مال سے
بچے رہے کہ انکی عورتون سے نکاح کیا گیا اور چونکہ دل سے یہ کلمہ نہ تھا تو جب مرے تب ہی اللہ تعالیٰ نے انکا نور مٹا دیا اور ایسی تاریکیون مین پڑے رہ گئے
کہ کچھ نظر نہین آتا ہے اسواسطے کہ منافق کے دل مین اُسکی جڑ نہ تھی ورنہ اُسکے عمل کی حقیقت تھی حسن بصریؒ نے کہا کہ تاریکیون مین اُسوقت چھوڑے
جائینگے جب مرینگے کیونکہ اُسوقت بدکاریون کا اندھیرا ہجوم کریگا اور تصدیق لا الٰہ الا اللہ کے موافق کوئی عمل نہین پاویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل اشارات کے نزدیک
یہان نکتہ یہ ہے کہ جسمانی حیات ایک حکمت الٰہی عزوجل کے ساتھ بذریعہ لطیف بخارات خون کے ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجل مقدر آئی تو جسم
فنا و خون ہوا ہو جاتا ہے پس اگر حیات حقیقی نہو تو وہ نہیں موت مین مبتلا ہوتا ہے اور اگر حیات الٰہی سے متصف ہوا جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے
حاصل ہوتی ہے تو اُسکے واسطے حیات ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان
آویگا پس جب منافق کو حیات حاصل نہ تھی تو مرتے ہی وہ اصلی تاریکی مین مبتلا ہوگا اور یہان زبانی کلمہ اخلاص کہنے سے صرف جسم کے نفع تک
اُسکا نور حاصل ہوا پس جب جسم فنا ہوا تو اُس نور نے چھوڑ دیا اور زبان و دل سے اُسنے کبھی نہین کہا تو نور روحی کے ساتھ اتصال نہین تھا بلکہ
دنیا اختیار کرنے کی وجہ سے کافرون کی طرح اُسکے کان و آنکھون و دل پر مہر تھی جسکا بیان اوپر گذر اللہ فرمایا ؕ صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ
لَا يَرۡجِعُوۡنَ ۝ بہرے گونگے اندھے ہین پس وہ نہین لوٹینگے۔ ف۔ یعنے کلام ہدایت سُننے سے بہرے اور اقرار توحید سے گونگے اور آیات حق
دیکھنے سے اندھے ہین کیونکہ اُنکے دلون پر مُہر ہین ہین پس وہ ہدایت اسلام کی طرف نہین لوٹینگے یعنے توبہ کر کے نصیحت حاصل
نہین کرینگے یہ تفسیر ابن عباسؓ و قتادہؒ و سدیؒ کا خلاصہ ہے۔ ع ف۔ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ بعضے مکار لوگ جو ولی و صاحب کرامت
بن بیٹھتے ہین حالانکہ انکو ان مقامات و درجات مین سے خود کچھ حاصل نہین ہوتا لیکن اولیاء اللہ کے جو حالات سُنتے ہین انکی تقلید سے
اپنے واسطے بھی دعوی کرتا ہے یعنے درحقیقت کچھ نہین ہے اور بطور نقلی تقلید کے مدعی ہے اور بعد اس دعوی کے عبادت و ریاضت ترک کرتا ہے پس
یہ منافق اسی تاریکی مین رہتا ہے چنانچہ جب اُسنے دعوی کی آگ روشن کی تو اُسکا آوازہ دور دور پہونچا اور جاہل لوگ ہر طرف سے اُسکی
جانب متوجہ ہوئے پھر خواہ دنیا مین یا موت کے وقت یہ آگ بجھی اور وہ عذاب آخرت کی تاریکی مین پڑ گیا شیخ ابو الحسن الوراق نے کہا کہ اس آیت
کے اشارہ مین ایسے شخص کی حالت موجود ہے جو ہنوز مقام ارادت مین ٹھیک نہین ہوا اگر اُسنے کشف و کرامت کا دعوی کیا اور یہ منافق ہے کہ خلاف
باطن کے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے یا آخرت سے بد اعتقاد ہو کر کمالات اولیاء کو جھوٹ تصور کر کے دنیا کی جاہ و منزلت حاصل کرنے مین مشغول ہوا
تو مقام ارادت مین جو نور اُسکو ملا تھا جس سے کچھ لوگون مین وہ مشہور ہوا تھا وہ بھی جاتا رہا اور وہ اندھیرے مین شیطان کے حوالہ ہو گیا حتی کہ اب رجوع
نہین کرتا ہے اور نہ طبیب کے سامنے اپنی بیماری بیان کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ قرآن سُننے سے بہرے ہین اور اقرار ایمان سے گونگے ہین اور
آیات قدرت دیکھنے سے اندھے ہین۔ عس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقون کے واسطے دوسری مثل بیان فرمائی۔
اَوۡ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيۡهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعۡدٌ وَّبَرۡقٌ ۚ يَجۡعَلُوۡنَ اَصَابِعَهُمۡ فِىۡٓ اٰذَانِهِمۡ
یا جیسے مینھ پڑتا آسمان سے اُس مین اندھیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے ہین اُنگلیان اپنے کانون مین

[illegible] ۱۲

مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ

مارے کڑک کے ڈر سے موت کے اور اللہ گھیر رہا ہے منکرون کو قریب ہے بجلی کہ اُچک لے اُنکی آنکھین

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ

جس بار چمکتی ہے اُنپر چلتے ہین اُسمین اور جب اندھیرا پڑا کھڑے رہے اور اگر چاہے اللہ لیجاوے

ع ۱۲ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اُنکے کان اور آنکھین اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ مثل دوسری قسم منافقین کے واسطے بیان فرمائی جنکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کبھی اُنکو حق ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اُسمین شک کرنے لگتے ہین تو حالت شک وکفر مین اُنکے قلوب کی مثال ایسی ہے جیسے فرمایا۔ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ ۔ یا جیسے سما سے مینہ۔ ف پس سما سے مراد یہان سحاب ہے کیونکہ سما ہر وہ چیز جو تیرے اوپر سایہ دار ہو اور اسی جہت سے آسمان کو بھی سما کہتے ہین جیسا کہ بیضاوی وغیرہ مین مذکور ہے۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے نقل کیا کہ صیّب مینہ ہے۔ اور ضحاکؒ نے کہا کہ صیّب سحاب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین سما سے آسمان مراد ہوگا یعنے جیسے آسمان سے سحاب کیونکہ سحاب کی پیدایش اگر بخارات سے ہے جیسا کہ قولہ تعالےٰ۔ الم تران اللہ یزجی سحابا ثم یؤلف بینہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا تو یہ بخارات بترکیب قواے آسمانی بشکل سحاب ہوجاتے ہین بہرحال مثال یہ ہوئی کہ جیسے آسمان سے سحاب یا جیسے سحاب سے مینہ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ؕ درحالیکہ اُسمین تاریکیان ورعد وبرق ہے۔ ف کیونکہ ابر کے تہ بر تہ ہجوم سے تاریکی چھا جاتی ہے اور اُسمین سے رعد گرجنے کی آواز آتی ہے اور تیزی برق چمکتی ہے تو اس حالت مین میدان کے چلنے والے خوف کہاتے ہین۔ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ بوجہ صواعق کے موت کے خوف سے اپنے کانون مین اپنی اُنگلیان دے لیتے ہین۔ ف تاکہ یہ آواز سخت اُنکے کانون مین نہ آوے ایسا نہو کہ اُنکے دل پھٹ جاوین یا حالت متغیر ہوجاوے لیکن آنکھون پر پٹی نہین باندھ سکتے کیونکہ لاچار یہ راستہ طے کرنا ہوگا حالانکہ کچھ سوجھتا نہین ہے اور یہ سمجھ باقی نہین کہ موت سے خوف بیفائدہ ہے کیونکہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر ہے۔ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ تمام کافرون کو محیط ہے۔ ف یعنی اُسکی قدرت مین کل چیزین مقہور ہین لیکن سواے کافرون کے کل چیزین یہی سمجھتی ہین کہ اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے لہٰذا کافرون کی خصوصیت فرمائی جو جہالت سے ہر چیز کو خود مختار فاعل سمجھتے ہین اور منافق تو موت کے خوف سے ڈرتے رہتے ہین کما قال تعالیٰ یحسبون کل صیحۃ علیہم۔ اور ہر دم رعد کو اپنی موت ہی خیال کرتے ہین۔ غرضکہ اس تاریک رات مین جب تہ بر تہ بادل سے مینہ گرتا ہے اور بادل گرجتا اور بجلی چمکتی ہے تو رعد کے خوف سے اپنے کانون مین گویا پوری اُنگلی ٹھونس لیتے ہین کہ اُنکے دل دہل نجاوین لیکن آنکھین لاچاری سے کچھ کچھ کھلی رکھتے ہین حالانکہ راستہ کچھ نہین سوجھتا۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ قریب ہے کہ برق اُنکی بینائیان اُچک لے۔ ف کیونکہ دہشت وخوف سے بینائی کا مادہ ہی کم ہوگیا کیونکہ وہ جسمی خون سے متعلق ہے اور خوف کی حالت مین خون کی روانی پژمردہ ہوجاتی ہے اور قوت بوجہ خوف کے کام نہین دیتی تو بینائی مین ضعف ہوتا ہے اور برق کی روشنی قوی ہوتی ہے تو خوف ہے کہ دائمی تیزی قوت سے اپنی ہمجنس نور باصرہ کو جذب کرلے پس منافق اس دہشت مین متحیر کھڑے ہین۔ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ

مَّشَوْا فِيْهِ ط - ہر بار جب اُنکے لیے برق کچھ روشنی کردیتی ہے تو اُسمین چلتے ہین - ف یعنی راستہ سوجھ جاتا ہے تو چند قدم اُٹھاتے ہین -
وَ اِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا - اور جب اُنپر تاریکی چھا لیتی ہے تو ٹھٹھک رہتے ہین - ف اس مثال مین اللہ تعالیٰ نے
بہت دقیق اسرار کے ساتھ منافقون کی تشبیہ فرمائی اور جامع کلام پاک سے اُنکے مختلف وجوہ کے حالات جمع فرمائے چنانچہ ایک جماعت وہ ہے جو
نیشاپوری و سیوطی نے بیان کی کہ یہان تشبیہ مفرد بمفرد ہے اور مجموعہ بمجموعہ ہے چنانچہ نزول قرآن کو جو زندگی جاوید ہے اُسکو مینہ سے تشبیہ دی اور
قرآن مین جو کفر و نفاق مذموم کا بیان ہے وہ تاریکیان ہین اور اُسپر سخت وعید عذاب دوزخ مشابہ برعد ہے اور اُسمین وحدانیت الٰہی و آیات قدرت
کے روشن دلائل مشابہ ببرق ہین جنکے سُننے سے منافق اپنے کانون مین اُنگلیان دیتے اور اپنی عورتون کو مارتے اس خوف سے کہ وہ ان آیات کو
سُنکر ضرور اسلام کی جانب مائل ہو جائینگی حالانکہ اُسکو وہ اپنے نزدیک موت سمجھتے تھے اگرچہ یہ روشن دلیلین اُنکے دلون کو ہلا کر بے قابو کرتی ہین پھر
جب اُنمین سے کوئی بات اپنی خواہش کے موافق پاتے تو دو قدم اسلام پر چلتے پھر جب اُنکی خواہش کی تاریکی ہجوم کرتی تو رک جاتے تھے جیسے عرائس
مین شیخ حسینؒ سے نقل کیا کہ جب دینی باتون مین اُنکو دنیاوی مراد ملی تو خوش ہو کر مالوف ہو گئے اور جب اُنکے حواس کے خلاف کوئی امر جو نور عقل سے
دریافت ہوتا ہے طاری ہوا تو مجہول ہو کر ٹھہر رہے - مترجم کہتا ہے کہ یہ تو ایک وجہ کا بیان ہے اور وجوہ دیگر کا بیان امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین باقوال
سلف صالحین رضی اللہ عنہم نقل کیا ولیکن سمجھدار کو چاہیے کہ مختصر بیان پر کفایت کرکے اپنی ایمانی سمجھ کے موافق ہر وجہ کو اپنے موقع پر محمول کرے
چنانچہ شیخؒ نے لکھا کہ نفاق جس قوم مین اللہ تعالیٰ نے رکھا وہ قوم بزدل و موت سے خوفناک ہوتی ہے کما فی قولہ تعالے - ولکنھم قوم یفرقون
اور لکھا کہ برق وہ چمک ہے جو اس قسم کے منافقون کے دلون مین بعض اوقات نور ایمان سے پہونچ جاتی ہے اور برق اُنکی بینائیون کو اُچک
لینے کے قریب ہے اسوجہ سے کہ اُنکی بصیرت کمزور اور ایمان ثابت نہین ہے - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محکمات قرآنی ان منافقون کے مخفی عیوب پر دلالت
کرتے ہین اور دوسری روایت مین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کلام حق کی روشنی اسقدر شدید ہے کہ اُنکی ذاتی بینائی اُچک لے یعنی ذاتی بینائی سے اوہام
و شکوک پیدا کرتے ہین لیکن جب نور کلام کی شدید روشنی اُنکے دل پر چمکی تو مانوس ہو کر کچھ دور اتباع کرتے ہین لیکن اُنکے قلوب قابل قبول نہین ہین
تو پھر وہی شکوک اُنکے دلون پر گھٹا کی طرح چھا جاتے ہین تو پھر متحیر ہو کر ٹھہر جاتے ہین - مترجم کہتا ہے کہ یہ تو اعتقاد کی جہت مین ہے اور اعمال کی جہت
مین بھی یہی حال ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے تیسری روایت مین ہے کہ جب منافقون کو عزت اسلام مین سے کچھ پہونچا تو مطمئن ہو جاتا ہے اور
جب امر تقدیری سے کوئی تکلیف پہونچی تو منقلب ہو جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - فان اصابہ خیر اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علی
وجہہ - اور سعید بن جبیرؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب نور اسلام سے روشنی چمکی تو اُسکے موافق ہو گئے پھر جب کفر مین گھسے تو تاریکی مین متحیر
کھڑے ہو گئے شیخؒ نے بھی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے نقل کرکے کہا کہ یہی اصح و اظہر ہے اور قیامت مین بھی ان لوگون کا یہی حال ہوگا چنانچہ
جب اہل ایمان اپنے نور سے چلینگے تو منافقون مین سے بعض کو کم و بیش مسافت تک نور ملیگا اور بعض بالکل محروم ہونگے غرضکہ منافقون کا نور پائدار
نہوگا اور مومن کا نور ثابت و استوار ہوگا اگرچہ قلیل ہو چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مومنین بقدر اپنے اعمال کے نور کے ساتھ صراط
باریک پر چلینگے پس اُنمین سے بعض کا نور مثل پہاڑ کے ہوگا اور بعض کا نور مثل درخت خرما ہوگا اور سب سے کمتر اُس شخص کا نور ہے جسکے انگوٹھے پر
کبھی چمکیگا اور کبھی فرد ہو جائیگا (ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ مومنون مین سے کوئی نہین خالی ہوگا جسکو قیامت کے
دن کچھ نور نہو اور رہے منافق تو اُنکا نور بجھا دیا جائیگا پس اہل ایمان اُس سے خوفناک ہو کر دعا مانگینگے کہ ربنا اتمم لنا نورنا یعنی الٰہی ہمارا نور پورا کر دے
(ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ یہ صراط پل جسپر جہنم ہے جو اس سے پار ہو گیا وہ جہنم سے چھوٹ گیا - اور حدیث سے ثابت ہے کہ جمیع انواع

کفر و شرک تو پہلے ہی اپنے اپنے پیشواؤن کے پیچھے جا کر جہنم مین پہونچ جاوینگے اور مؤمنین اس پل صراط کی جانب روانہ ہونگے جنکے پیچھے منافقین بھی
ہونگے اور منافقین اس پل سے پار ہونے پاوینگے لہذا ضحاک رح نے فرمایا کہ دنیا مین جو ایمان ہے وہ قیامت کے دن نور ہو کر ظاہر ہوگا پھر جب یہ لوگ ظلمت
تک پہونچینگے تو منافقون کا نور بجھا دیا جاویگا پس مومنین یہ بات دیکھکر ڈرینگے اور اپنے پروردگار عزوجل سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمارا نور پورا کر دیا جائے ۔
شیخ رح نے لکھا کہ جب یہ بات معلوم ہوچکی تو جاننا چاہیے کہ لوگون مین چند اقسام ہین بعض تو مومنین خالص ہین اور اُن کا بیان اس سورۂ مبارک کی
اول چار آیات مین ہے بعض کفار خالص ہین جنکا بیان بعد کی دو آیتون مین ہے بعض منافق ہین ۔ پھر منافق دو قسم ہین جنکا بیان دونون مثل مین ہوا یعنی
مثل اول مین خالص منافقون کا بیان ہے اور مثل دوم مین متردد منافقون کا بیان ہے جنکا نور کبھی چمکتا اور کبھی بجھ جاتا ہے اور یہ لوگ بہ نسبت خالص
منافقون کے ہلکے ہین ۔ اور واضح ہو کہ سورۃ النور مین قولہ تعالیٰ ۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیۃ مین بھی فی الجملہ تشبیہ
مذکور ہے پس کوکب دری کی مثال ایسے مومن کا قلب ہے جو ایمان خالص پر مخلوق ہے اور اُسکو شریعت خالصہ سے مدد پہونچتی ہے جسمین کچھ کدورت
و خلط نہین ہے ۔ اور کفار کی مثال جو اپنے آپکو کسی منزلت پر سمجھتے ہین حالانکہ یہ اُنکا جہل مرکب ہے اسکے بعد بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ والذین کفروا
اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماءً حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا الآیہ ۔ یعنی ان کافرون کی مثل مانند سراب ہے کہ دور سے پیاسا اُس کو پانی
سمجھتا ہے یہانتک کہ جب وہان پہونچا تو اُسکو کچھ بھی نہ پایا اسیطرح کفار بھی اپنے جہل مرکب کے موافق اپنے اعمال کو ثمرہ جنت خیال کرتے ہین حالانکہ
وہ کچھ بھی نہین ہین پھر اسکے بعد خالص کافرون کی مثال بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔ او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ
سحاب الآیۃ ۔ اسیطرح سورۂ واقعہ و سورۂ انسان مین اللہ تعالیٰ نے مومنین کی بھی دو قسمین بیان فرمائین پس حاصل یہ نکلا کہ مؤمنین کی دو قسمین
ابرار و مقربین ہین اور اسیطرح کافرین کی بھی دو قسمین اصلی و تبعی ہین اسیطرح منافقین کی بھی دو قسمین خالص و متردد ہین ۔ اور واضح ہو کہ کبھی
مومن مین اعتقاد کی راہ سے نفاق نہین ہوتا لیکن اعمال کی راہ سے نفاق ہوتا ہے چنانچہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رض مین ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسمین تین باتین ہون وہ خالص منافق ہے اور جسمین کوئی ایک ہو اُسمین نفاق کی شاخ ہے یہان تک کہ اُسکو ترک کرے
چنانچہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب اُسکو امانت سپرد کیجائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے (الصحیحین) اور بعض روایات
مین چار باتین ہین اور چوتھی بات یہ کہ جب مخاصمہ کرے تو بدکاری کا برتاؤ کرے شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی مین کبھی ایمان کے ساتھ
نفاق کی بھی شاخ ہوتی ہے ۔ اور حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلوب چار ہین قلب اجرد جس مین
شمع کی لو کیطرح روشن ہے اور قلب اغلف جو اپنے غلاف مین مربوط ہے اور قلب منکوس اور قلب مصفح ۔ پس قلب اجرد تو مومن کا دل ہے
جسمین اُسکا نور مانند شمع کافور کے روشن ہے اور قلب اغلف کافر کا دل ہے اور قلب منکوس منافق خالص کا دل ہے جسنے پہچانا پھر نہ مانا اور
قلب مصفح وہ دل ہے جسمین ایمان کے ساتھ نفاق بھی ہو پس اُسمین ایمان کی مثال مانند بقول کے ہے جو پاکیزہ پانی سے بڑھتا ہے اور اُسمین نفاق
کی مثال مانند قرحہ کے ہے کہ جسکو پیپ و لہو سے بڑھتا ہے پس اس قلب مین دونون مادہ مین سے جو غالب ہوا اُسی کا غلبہ ہو جاتا ہے رواہ احمد
باسناد حسن ۱ھ ۔ مترجم کہتا ہے کہ منافقون کی قسم اول کے دل پر کبھی بالکل مُہر نہین ہوتی بلکہ وہ اوندھا ہو جاتا ہے اگرچہ قلب کافر کے مانند
اُسکا انجام بھی خراب ہے اور منافقون کی قسم دوم کا دل اس قابل ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک صحبت مع مردانہ ہمت کے اختیار کرے تو مراد کو پہونچ جاوے
لیکن اُسنے اپنے کانون کو شیطانی باتین سُننے مین لگایا اور حق باتون سے غافل کیا اور آنکھون کو بھی آیات عبرت سے ہٹا کر غفلت مین ڈالا
تو مانند خالص منافق کے بربادی مین مبتلا ہوا ۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُنکے کانون و آنکھون کو اُنکی سماعت و بصارت کو نیست کرے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے - ف سیوطیؒ نے لکھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اُنکی باطنی سماعت و بینائی معدوم فرمائی ویسے ہی چاہے تو ظاہری سماعت و بینائی کو بھی نیست فرماوے - ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو جو امر اپنے بندون کے ساتھ از قسم عقوبت یا عفو منظور ہو سب اُسکے قبضۂ قدرت مین ہے پس جب چاہے اُنکی سماعت و بینائی زائل فرماوے کیونکہ اُنھون نے حق کو پہچاننے کے بعد چھوڑ دیا (تنبیہ) شیخ ابن جریر و قرطبی وغیرہ ایک جماعت مفسرین نے یہان دونون مثالون کو ایک ہی معنے مین محمول کیا یعنے چاہو اندھیرے مین آگ روشن کرنے والے سے منافقون کی مثال دو یا اندھیری رات مین پانی کی گھٹا مین چلنے والے سے مثال دو یعنے دونون مثالین برابر ہین اور یہی زمخشری و بیضاوی وغیرہ کا مختار ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ دو مثالین دو قسم منافقین کیواسطے بیان فرمائی گئین کیونکہ منافقین کے چند اقسام ہین اور ہر ایک کے احوال و اعمال علیحدہ علیحدہ ہین چنانچہ سورۂ براۃ مین ہر ایک کے اقوال و افعال کا مفصل بیان ہے - (تنبیہ ثانی) بعض روایات سے ثابت ہے کہ زیر عرش بعض سمندر ہین اللہ تعالیٰ اُنسے باران رحمت کے بادل بھیجتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی بات بنظر جواسا صحیح ہے اسوجہ سے کہ بارش کی کیفیت اور اُسکے آثار اور کثرت و مقدار اور مزہ اسکو مستدعی ہے اسیواسطے بعض مفسرین نے اسی پر جزم کیا اور اسکا انکار وہی شخص کریگا جو سواے محسوس کے کسی چیز کا قائل نہین ہے حالانکہ محسوسات مادیات پر انحصار کرنا محض احمق کا کام ہے چنانچہ مقدمہ مین اسکی کافی تردید گذری لیکن جب تک قوی روایت سے یہ امر ثابت نہو تب تک اسپر جزم نہین کر سکتے اگرچہ کوئی امر محال نہین ہے جیسا فرقۂ مادیہ کے مٹی کے پتلون نے قیاس دوڑایا ہے اور چونکہ اُنکا قیاس خود غیر محسوس ہے تو اُسکے اعتقاد کے موافق خود باطل ہے - رعد کو بیضاوی وغیرہ فلسفی متکلمین نے لکھا کہ وہ آواز ہے جو ہوا کے جھونکے سے بادلون کے اجرام مضطرب ہونے سے نکلتی ہے اور یہی فلاسفہ کا قول ہے اور یہ غلط ہے یا یون کہا جاوے کہ جیسے مادرزاد اندھے نے دوپہر کے وقت زمین پر ہاتھ رکھا تو کہا کہ یہ گرمی وہ ہے جو دن مین زمین پر ہاتھ رکھنے سے محسوس ہوتی ہے کیونکہ اُسکو آفتاب کی طپش نظر نہین آتی ہے اسیطرح سحاب مین سواے ظاہری صورت کے جن لوگون کو کچھ معلوم نہین ہوتا وہ اسیطرح اٹکل دوڑاتے ہین حالانکہ بلا اختلاف یہ سحاب ایک مخلوق الٰہی ہے اور ہر مخلوق الٰہی مین قواے ملکی نے اپنے اقسام پر ہین اور اسیطرح انتظام الٰہی تمام مخلوقات مین جاری ہے چنانچہ حدیث ابن عباسؓ مین ہے کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا کہ رعد کیا چیز ہے یعنی یہودیون نے توریت سے لیکر بطور امتحان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ملائکہ مین سے ایک ملک ہے جسکے ہاتھ مین مخراق ناری ہین جنسے سحاب کو جہان اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لیجاتا ہے تو یہودیون نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جسکو ہم سنتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ سحاب کو زجر ہے تاکہ جہان حکم ہے وہان تک پہونچے یہودیون نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ ہمکو یہ بتلایئے کہ اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کیا چیز حرام کرلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکو عرق النسا کا مرض ہوا تو اُنھون نے سواے اونٹون کے گوشت و اُنکے دودھ کے کوئی چیز اس مرض کے مناسب نہین پائی (کہ جس سے اس مرض کے پیدا ہونیکا احتمال ہو) پس اسواسطے اونٹون کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا یہودیون نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب) اور ابن عباسؓ نے کہا کہ رعد اُس فرشتہ کا نام ہے جو سحاب کو چلاتا ہے اور برق اُسکے تازیانۂ نوری کی چمک ہے جس سے سحاب کو زجر کرتا ہے اور یہی اکثر سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے منقول اور یہی علماے ربانیین کا قول ہے اور جنھون نے فلاسفہ کی بات مانی کہ برق ایک آگ ہے جو بادلون کی رگڑ سے نکلتی ہے تو جہالت کا تک ملانے کے سوا کوئی علمی بات نہ پائی - اور واضح ہو کہ صواعق ایک لطیف آگ ہے جو مخراق فرشتہ سے بروقت ضرب کے جدا ہوتی ہے اور

قولہ تعالیٰ ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رعد وصواعق کی آواز سنتے تو فرماتے اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک یعنی الٰہی ہمکو اپنے غضب سے قتل نفرمائیو اور اپنے عذاب سے ہلاک نفرمائیو اور اس سے پہلے عافیت عطا کیجیو (رواہ الترمذی) پھر اللہ تعالیٰ نے مومن و کافر و منافق سب کی کیفیت بیان فرماکر اہل کفر کو معرفت الٰہی و ایمان کا خطاب کیا بقولہ تعالیٰ

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي

لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلون کو شاید تم پرہیزگاری پکڑو جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّأَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ

بنا دیا تم کو زمین بچھونا اور آسمان عمارت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اُس سے میوے

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَّأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

کھانا تمھارا سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کوئی اور تم جانتے ہو

واضح ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن مین یا ایھا الناس کا خطاب اہل مکہ کے واسطے ہو اور یا ایھا الذین آمنوا کا خطاب اہل مدینہ کے واسطے ہو (ابن جریر وغیرہ) یہ خطاب بطریق ندا ہی ہو۔ اور بعض محققین نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول کچھ کلیہ نہین ہو بلکہ اکثر ایسا واقع ہوا ہو کیونکہ سورۂ بقرہ و نساء و حجرات بالاتفاق مدنیہ ہین حالانکہ انمین یا ایھا الناس موجود ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ مدنیہ سورۃ مین بھی یہ بات ممکن ہو کہ اہل مکہ کو خطاب کیا جائے کیونکہ جیسے مکہ مین بیٹھکر مکہ والون کی نصیحت منظور تھی ویسے ہی مدینہ سے بھی اُنکی ہدایت مقصود تھی تو سورہ کے مدنیہ ہونے سے کوئی اشکال نہین ہو سکتا اور مترجم کہتا ہو کہ یہ سب کلام اس بنا پر ہو کہ جب یہ خطاب نازل ہوا تھا اُسوقت کن لوگون کو مخاطب کیا گیا تھا اور درحقیقت تو یہ خطاب اہل مکہ و تمام عرب و تمام دنیا بلکہ قیامت تک پیدا ہونیوالون کو عام ہو جس سے قیامت تک سبکو نصیحت لینا چاہیے کہ۔ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ۔ اے لوگو توحید کرو اپنے رب کی۔ ف اور اُسکے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو نہ اعتقاد مین نہ صفت مین نہ فعل مین پس اُسی کے واسطے عبادت کرو کیونکہ وہی خالق اور وہی منعم ہو۔ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ جسنے تمکو پیدا کیا اور اُن لوگون کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے۔ ف پس استحقاق پر دلیل یہ کہ سابق و لاحق انسان اور کل جو اشرف مخلوقات ہین وہی خالق ہو اور یہ احسان اُنکی جان عطا کرنیکا اُسوقت ہوا کہ یہ بالکل معدوم تھے پھر اپنی قدرت کے قبضہ مین اُنکو زندہ رکھا اور برابر رزق دیا اور پس اُلوہیت و عبادت اُسیکے واسطے خاص ہوئی جسنے تمکو پیدا کیا اور تمھاری زندگی باقی رہنے کی نعمتین تمکو عطا فرمائین پس ظاہر ہو کہ جو خالق و مالک و منعم ہو وہی اُلوہیت والا مستحق عبادت ہو چنانچہ اول کا بیان یہ کیا الذی خلقکم والذین من قبلکم یعنی جسنے تمکو اور تم سے اگلون کو سبکو پیدا کیا اور پیدا کرنے والا بہ نسبت مالک کے بدرجہا بڑھکر ہو کیونکہ مالک تو کبھی اپنے مثل آدمی کا مالک ہوتا ہو جیسے آدمی اپنے غلام کا مالک کہلاتا ہو اگرچہ حدیث مین منع آیا کہ مالک نہ کہا جاوے بلکہ آقا و سردار کہا جاوے کیونکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہو اور خالق وہ ہو جسنے نیست سے موجود کیا تو وہ حقیقی مالک ہو اور یہ امر ظاہر ہو کہ خالق ہونیکی قوت و قدرت اُسمین ہوگی جو خود مخلوق نہو اسیواسطے اہل سنت نے کہا کہ کوئی شخص اپنے افعال کا خالق نہین ہو سکتا بلکہ اُسکے ارادہ کرنے پر اللہ تعالیٰ چاہتا ہو تو وہ کام پیدا کر دیتا ہو اور نہین چاہتا ہو تو نہین پیدا کرتا ہو پس ہماری ذات کا اور ہمارے افعال کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہو تو اُسکی توحید و عبادت کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ تاکہ تم اپنے آپ کو بچاؤ۔

ف یعنی آتش جہنم سے واضح ہو کہ لفظ لعل در اصل امید کے معنے میں آتا ہے تو یہاں ترجمہ یہ ہوا کہ شاید تم اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ پس وہ اگر کسی
سے امید پر رکھا جاوے تو گویا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ توحید الٰہی پر قائم ہو کر امیدوار رہو کہ اللہ تعالیٰ تمکو آگ سے نجات
دے پس یہاں کئی طرح کی معرفت عطا ہوئی اول یہ کہ اعبدوا ربکم کے لفظی معنے اپنے رب کی عبادت کرو اس سے مراد اپنے رب کی توحید کرو
چنانچہ یہی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح ہوئی۔ دوم توحید فرمانبرداری پر ذرہ برابر مغرور نہ ہو بلکہ قبولیت کی التجا کرو اور امیدوار رہو کہ یہی بندگی
ہی بیان [illegible] کسی شخص کو یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق اسکی عبادت کر سکے کیونکہ مخلوق سے
عبادت پیدا ہو وہ بھی مخلوق ہوگی اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان خالق ہے تو اسکی بارگاہ کبریائی کے لائق جب خود آدمی نہیں ہے تو آدمی سے
[illegible] اسکی بارگاہ کے لائق ہو سکتی ہے اور اسکی شان عالی میں کسی قسم کا احتیاج نہیں ہے کیونکہ احتیاج تو
ایک نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے اور اسکی سب صفات کامل ہیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ کی صفت الصمد الغنی الحمید ہے اور
اسی واسطے [illegible] تمام انبیاء علیہم السلام باوجود کمال طاعت کے نفسی نفسی کہینگے اور اسی واسطے [illegible] کہ اللہ تعالیٰ
[illegible] اسکی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا ہونا ممکن نہیں ہے لیکن [illegible] اپنی رحمت سے جو کچھ
[illegible]
[illegible] اعمال [illegible] موافق آخرت کے درجات پاوینگے پس [illegible]
[illegible] اعمال [illegible] داخل [illegible] اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے [illegible]
[illegible] اعمال داخل جنت نہیں [illegible]
[illegible] اعمال داخل نہیں [illegible] اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے [illegible]
[illegible] اعمال کے مراتب [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] پروردگار کی ناخوشی سے [illegible]
[illegible] لوگوں کو پیدا کیا [illegible]
[illegible] امید [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] امید لگا [illegible] اور حدیث قدسی میں ہے
[illegible] لفظ لعل یہاں [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] پیدا کیا [illegible]
[illegible] الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا [illegible] زمین کو [illegible]
[illegible] اسکو [illegible]
[illegible] والسماء بناء [illegible] اور آسمان [illegible]
[illegible] یعنی آسمان کو [illegible] چھت بنایا [illegible] آسمانی آیات قدرت [illegible] اور [illegible]

اسی جہت سے انکو طرح طرح کے رزق ملتے ہیں اور روشنی و تاریکی کی راحت حاصل ہوتی ہے اور اسکے آیات قدرت کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا
وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۔ اور آسمان سے پانی اتار دیا پس اسکے ذریعہ سے طرح
طرح کے پھل نکالے حالانکہ وہ تمہارے واسطے رزق ہیں ۔ ف یعنی تم اور تمہارے جانور اُس سے رزق پاتے ہوئیں جب وہی خالق اور وہی
منعم اور وہی رازق ہے اور یہ صفات کمال جب اسکی ذات پاک میں ہیں تو کوئی ذرہ اسکی قدرت سے خارج بھی نہیں ہو سکتا اور جمیع صفات کاملہ
اسمیں موجود ہیں تو وہی مستحق عبادت ہوا ۔ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ پس تم اللہ کے واسطے انداد و ضد مت
بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو ۔ ف یعنی عقل رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی ضد و ند و شریک نہیں ہو سکتا یعنی سب نے جانا کہ اللہ
تعالیٰ خالق و قادر و علیم و حکیم و تمام مخلوقات اسکے قبضہ قدرت میں مسخر ہیں اور اسکے زندہ رکھنے سے انکی زندگی قائم ہے تو ممکن نہیں کہ کوئی
دوسری چیز درمیان میں تصرف کر سکے کیونکہ جو چیز مثلاً اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں مسخر ہوا پھر دوسرے کا تصرف کیونکر وارد ہو سکتا ہے اور دوسرا
اپنا تصرف کیونکر لائیگا کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اسکا تصرف بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے پیدا ہو سکتا ہے تو کسی چیز کا
درمیان میں دخل ممکن نہیں کیونکہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت سے نجات و رہائی نہیں کر سکتی ہے پھر اسکو اندرونی تصرف کیا حاصل ہو سکتی ہے
پھر اہل شرک کے واسطے نفیس تنبیہ ہو گئی کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی شان الٰہی پر غور کرو تو صاف جان ہوگے کہ یہ بعل الٰہی عزوجل کے ایک
ذرہ پر بھی قدرت نہیں کر سکتا تو بتوں وغیرہ کو اپنا معبود یا مقصود ٹھہرانا محض حماقت ہے ۔ فالمعرفۃ اور لیاقت الٰہی عزوجل اور ابدال

جو موافق توضیح حضرت سید جیلانی قدس سرہ کے اپنے ارادات سے فانی و محض ارادات حق عزوجل سے باقی ہین تو انکو تقدیرات الٰہی عزوجل مین کچھ خلجان
نہین اور نہ خطرات غیر مین پس انکے افعال وہی ہین جو اللہ تعالیٰ چاہے اور کبھی انکی کرامات کے لیے ظاہر مین خرق عادات پیدا فرماتا ہے پس جسنے
انکو خود مختار قادر جانا وہ احمق گمراہ ہے جیسا کہ شیخ ابو الحسنؒ نے قصہ ابراہیم ادہم مین مصرح لکھا ہے پس حق عزوجل ہی خالق و قادر و فاعل مختار ہے کسیکو کچھ
بھی پیدا کرنے کی قدرت نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندگان صالحین سے کرامت پیدا کرتا اور انبیائے کاملین سے معجزات پیدا کرتا ہے (تنبیہ) جب بندے
کے دل مین نیک افعال کی نیت پیدا کی گئی تو صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کمال خوبی سے اسکے
دل مین شوق و نیت ہے اسی طرح کامل ثواب عطا ہوتا ہے پھر اگر وہ اس نیکی کو عمل مین لایا یعنے خالق عزوجل نے خارج مین اسکو خلق فرمایا تو
اسکو دس ثواب سے جہانتک زائد اخلاص وغیرہ ہو لکھا جاتا ہے اسی سے کہا گیا کہ مومن کی نیت اسکے عمل مین لانے سے بہتر ہے۔ اور بدی کا گناہ جب ہی
لکھا جاتا ہے کہ عمل مین لاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ فعل صرف باطنی ہے مثلاً کسی صالح کی نسبت بدگمانی کرنا تو جب تک خطرہ ہے تب تک کچھ نہین ہے حتی کہ
اگر اسنے خطرہ کو دور کر دیا تو بھی موافق حدیث صحیح کے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسنے اس بدگمانی کو جالیا تو گناہ کا مرتکب ہو گیا اور اگر فعل خارجی
ہے مثلاً شراب خواری تو جب ہی گناہ لکھا جائیگا کہ خارج مین شراب پی لے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین زمین کو فرش پیدا
کرنے کا بیان فرمایا پس اگر زمین مستوی ہو تو فرش ہونا ظاہر ہے اور اگر مدور ہو تو بھی امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ جرم زمین بہ نسبت ذرہ جسم انسانی کے
بہت کبیر و وسیع ہے پس وہ اُسکے واسطے فرش ہو سکتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تمام قومون نے اس امر پر اجماع کیا کہ خشکی سے پانی ہفت گونہ سے زیادہ
ہے پس اللہ تعالیٰ کی قدرت عجیب یہ ہے کہ خشکی کو اسقدر عمیق کثیر سمندر جو محیط ہین نہایت کھاری و تلخ پانی ہے لیکن لطیف حکمت الٰہی عزوجل سے
خشکی مین اُسکا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ اسکے کنوئین و دریا آب شیرین سے بھرے رہتے ہین۔ دوم یہ کہ یہ خشکی کا ڈھیلہ اس کثیر پانی مین نہین گلتا
بلکہ چھوٹے چھوٹے ٹاپو جو سمندرون کے اندر پائے جاتے ہین بدستور رہتے ہین بلکہ کبھی انہین زیادتی ہو جاتی ہے اور اہل حق کے نزدیک انکی
حکمت لطیف قدرت الٰہی عزوجل ہے اور اہل باطل جو کچھ بیہودہ گوئی اس مقام پر کرتے ہین مترجم نے انکے خیالات حماقت کو مقدمہ مین رد کر دیا ہے
(تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو محفوظ چھت پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور وہ حسی و عقلی دلائل سے قطعاً موجود ہے مگر بعضے احمق اس بدیہی سے انکار
کرتے ہین جنکی تردید بدلائل قطعیہ مقدمہ مین مذکور ہے اور کچھ شک نہین کہ جو بدیہیات سے منکر ہوا اور دلائل عقلیہ کے سمجھنے سے قاصر ہوا ہمین اور
جانورین بہت کم فرق ہے۔ (حکمت) اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے انواع ثمرات پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور ہر ایک شخص دیکھتا ہے کہ آدمیون
و جانورون کی غذا و دوا کے اناج پھل و میوہ جات و ترکاریان اسی زمین سے پیدا ہوتی ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدائی وجود کے واسطے زمین سے
خارج آسمان وغیرہ سے کوئی بیج نہین لائے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکمت کاملہ کے ساتھ آسمانی پانی و زمینی مٹی کے امتزاج سے ان ثمرات
کے اصول پیدا کیے جیسے جسم آدم علیہ السلام کو قدرت کاملہ کے ساتھ پانی و مٹی کے خمیر سے ترکیب دیا پس عجب شان حکمت ہے کہ جسم آدمی کو
اسی خاکی ترکیب سے ایجاد فرمایا اور اسی خاک سے اسکے واسطے عجیب عجیب مختلف شکلون مین طرح طرح کے مزہ و آثار و خواص کے ساتھ غذائین پیدا
کین جس سے اس جسم کا بقا ہے اور اسی حکمت کی تعلیم سے طبیبون کو صحت اجسام کے واسطے علاج کی تفہیم ہوئی تاکہ عظیم قدرت الٰہی عزوجل کا شکر بیہ
ادا کرین مثلاً جسم مین رطوبت کا جزو کم ہو کر خشکی سے مرض پیدا ہوا تو جب اسکی غذا مین ایسا پھل دیا جاوے جس سے رطوبت کثیر پیدا ہو کر جزو
بدن ہوتی ہے تو اس یبوست کا علاج ہو جائیگا اسیطرح جسم انسانی کی ترکیب سونے چاندی جواہرات و فولاد یا زہریلے جمادات مین سے کوئی
جز ضعیف ہوا تو اسی نباتاتی یا جماداتی جزو کو خواہ بطور ہضم یا کشتہ کے جزو بدن کرنے سے صحت حاصل ہو جائیگی اور اسکے ساتھ ہی ہضم وغیرہ

کی قوتون اور خون و گوشت وغیرہ کی پیدائشی آثار اور جسم مین رگون سے نہرون کا سلسلہ آثار کمال قدرت و صنائع حکمت الٰہی عزوجل مین پس پھر مشرک
کی بدبختی پر افسوس ہے جو ان صنائع و بدائع سے غافل ہوکر باطل شرک کا معتقد ہوتا ہے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے سمندرون کے کھاری پانی کو اس
زمین سے ممنوع فرمایا تاکہ خشکی کے رہنے والے شیرین پانی سے اپنی زندگی مین آرام اٹھاوین اور جملہ حیوانات و نباتات تندرستی سے زندہ رہین
اور انکی پیداوار ہو پس یہ پانی جب سمندر مین سے نہین ہے تو ضرور ترکیب سماوی ہے کیونکہ بارش کا پانی تو ایک وقت خاص مین محدود ہوتا ہے
حالانکہ زمین کے اندر سے نہایت شیرین چشمے ابلتے ہین پس یہ پیدائش خاص ہے جو اللہ عزوجل نے پیدا کرتے وقت اس خشکی کے اندر ودیعت
فرمایا اور یہ سمندرون سے چوسا ہوا پانی نہین ہے کیونکہ وہ محض شور ہے پس جو شخص قلب سلیم کے ساتھ سمجھے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے انسان کو پیدا
کیا حالانکہ وہ محض معدوم تھا اور اسکو کسی قسم کا استحقاق ممکن نہ تھا اسواسطے کہ اسوقت اسکی ذات ہی معدوم تھی تو کسی فعل سے ذاتی
استحقاق ممکن نہین پھر بعد پیدا ہونے کے بعض احمق مشرکون کو دیکھو کہ وہ اپنے واسطے استحقاق ثابت کرتے ہین حتیٰ کہ بعضے کہتے ہین کہ اگر یہ بات
نہ ہو تو ہمارے اوپر ظلم ہوگا اور یہ اسکی حماقت ہے کیونکہ کسی مخلوق کو جب ذاتی استحقاق نہین ہے تو فعلی استحقاق کہان سے ہوگا بلکہ خالق عزوجل کا
محض احسان ہے جو اسکے گوشت و پوست و ذرہ ذرہ کا مالک ہے پس مخلوق سواے ہرطرح احسان ماننے و شکر کرنے کے ہرگز کسی طرح کا دعوے
نہین رکھتا اور خالق عزوجل جسطرح چاہے تصرف فرماوے کسی مخلوق کو مجال نہین کہ ظلم کا کلمہ زبان پر لاوے بلکہ اسپر فرض ہے کہ اپنی ذات سے
احسانات الٰہی عزوجل شمار کرنا شروع کرے اور سمجھے کہ ہر سانس کی آمد و رفت اسپر دو چند احسان ہے پھر اسکی سانسین تمام ہوجائین گی مگر احسانات
الٰہی عزوجل شمار کرنا محال ہوگا پھر اسپر یہ بہت ہی بڑا احسان ہے کہ انکو دائمی نعمت و درجات جنت و تہذیب اخلاق و انوار عقول عطا فرمانے
کے واسطے اپنے بندگان خاص انبیا علیہم السلام کو انکی ہدایت کے واسطے بھیجا جو خالص انکے خیرخواہ ہین اور کوئی اجرت و مال انسے
نہین چاہتے ہین پس انھون نے انکے کدورت اوہام و وساوس شیطان و خطرات نفس کا ہجوم انکی عقل سے دور فرماکر انکو معرفت حق عزوجل و تکمیل
نفس کی تعلیم فرمائی اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حق اپنے پیغمبر افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماکر نہایت لطافت کے ساتھ دلائل
معرفت سکھلائے ازانجملہ یہ ہے کہ تم لوگ مخلوق ہو اور مخلوق کے واسطے خالق بدیہی ہے اور خالق وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کا محتاج نہو بلکہ ہر مخلوق ہر ساعت
مین اسی کی محتاج ہو اور وہ مخلوق کو عدم سے موجود کرتا ہے پس وہ اسکے گوشت و پوست ذرہ ذرہ کا مالک ہوتا ہے پس مخلوق کی ذات کو پیدا
کرتا اور حسن حکمت کے ساتھ یہ مخلوق اپنی زندگی بسر کرے اور فنا نہو جاوے وہ اسباب عنایت فرماتا ہے پس اسی کے واسطے الوہیت ہے اور مخلوق
کو سواے اسکے کسی سے ایک ذرہ نہین مل سکتا پس تعلیم فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے رب عزوجل ہی کی الوہیت مان کر اسکی فرمانبرداری کرو جس نے تمکو
اور تمسے اگلون کو پیدا فرمایا اور اسی نے تمھارے واسطے ہرطرح زندگی کا رزق دیا پس اپنے خالق عزوجل کی کسی صفت مین یا کسی فعل مین کسی کو
شریک نہ بناؤ پھر صفت مین شریک بنانیکی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے جو صفات مانند خالق و رازق و علیم و خبیر وغیرہ مین ان مین سے
کوئی صفت دوسرے مین سمجھے مثلاً خالق چنانچہ اگر کسی نے اعتقاد کیا کہ فلان شخص چاہے تو اسکے بچہ پیدا کرے یا اسنے سمجھا کہ مین اپنے افعال کا
پیدا کرنے والا خود ہون تو یہ شرک ہے اسیطرح اگر کسیکو عالم الغیب جانے تو شرک ہے اسیطرح اگر کسی شخص کا حکم بغیر حکم الٰہی کے بے چون و چرا اپنے
اوپر فرض سمجھے جیسے نصرانی لوگ اعتقاد کرتے ہین کہ جو کچھ پوپ چاہے حکم دے اور وہی ہمپر فرض ہے تو یہ شرک ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ۔ اتخذوا
احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاءاللہ تعالیٰ آویگا اسی طرح پانی برسانے و ہوا چلانے وغیرہ افعال حکمت الٰہیہ
مین اگر کسی چیز کی شرکت سمجھے تو مشرک ہے مثلاً اگر فلان درویش چاہے تو پانی برسے یا وہ چاہے تو جھڑی موقوف ہوجاے تو یہ شخص مشرک ہے وقوف

ہے ہان اگر یہ اعتقاد ہو کہ فلان شخص بدلیل اتباع سنت وشریعت کے ہمارے نزدیک درویش ولی نظر آتا ہے پس اگر وہ رب عزوجل کی بارگاہ
مین عاجزی کرے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکی دعا قبول فرما دیگا کیونکہ یہ درویش بھی رب عزوجل کا فرمانبردار ہے اور رب عزوجل بھی فرمانبردار
بندون کو کرامت عنایت کرتا ہے تو یہ اعتقاد صحیح ہے - امام ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
گناہون مین سے کون گناہ عند اللہ سب سے بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تو ساجھی بنا دے حالانکہ اُسنے تجھے پیدا فرمایا الحدیث
(صحیحین) دوسری حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی ہرگز یون نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اور فلان چاہے
(تو ایسا ہو جائے) بلکہ اُسکو یون کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلان شخص چاہے (الصحاح) یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی کام کو چاہتا ہے
تو بغیر کسی سبب ظاہری کے پیدا کرتا ہے ولیکن اللہ تعالیٰ نے جو امتحانی تدبیر کی حکمت جاری فرمائی ہے تو اُسمین عام طریقہ یہ ہے کہ مثلاً
کسی شخص کو سوز روپیہ وجہ معاش عطا فرمانا منظور ہے تو کسی مخلوق کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتا ہے اور صاحب معاش پر طلب کا
فعل لازم کر دیا ہے پس اسمین فعل پیدا فرماتا ہے اور کام پورا کر دیتا ہے اور یہ سب امور اُسکے علم سابق سے تقدیر مین جاری ہو چکے ہین شیخؒ نے لکھا کہ
طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ چند آدمیون کی جماعت پر میرا گذر ہوا مین نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو
اُنھون نے کہا کہ ہم یہود ہین مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم تھے اگر تمہارا یہ قول نہ ہوتا کہ عزیر بیٹا اللہ کا ہے - وہ لوگ بولے کہ تم بھی قوم
تھے اگر تم یون نہ کہو کہ ماشاء اللہ وشاء محمد یعنی اللہ و محمد صلعم نے چاہا - پھر روانہ ہوا اور میرا گذر ایک جماعت پر ہوا کہ جنھون نے کہا کہ ہم نصاریٰ
ہین تو مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم ہوتے اگر تمہارا یہ قول نہ ہوتا کہ مسیح ابن اللہ ہے - اُنھون نے کہا کہ تم بھی قوم ہو اگر یون نہ کہو کہ
ماشاء اللہ وشاء محمد - پھر صبح کو مین نے جس کسی سے کہا ہو اس سے کہا ہو اسکے بعد مین نے حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان
کیا - آپ نے فرمایا کہ بھلا تو نے کسی سے یہ خواب بیان کیا ہے - مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے اور اللہ تعالیٰ
کی حمد وثنا کے بعد بیان فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا اور تم مین سے جس شخص سے بیان کیا اس سے بیان کر چکا اور تم یہ کلمہ ایسا کہا کرتے تھے
جس سے تمکو منع کرنے سے مجھے ایسے اور ایسے امور مانع تھے اور اب تم لوگ ماشاء اللہ وشاء محمد مت کہا کرو بلکہ ماشاء اللہ وحدہ کہا کرو یعنی فقط
ماشاء اللہ کہو اور کچھ شریک مت کرو (رواہ حماد بن سلمہ وقد اخرجہ ابن مردویہ وابن ماجہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلعم سے کہا کہ ماشاء اللہ وشئت یعنے اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا - (تو یہ کام ہوا مثلاً) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تو نے
مجھے اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنایا ہے بلکہ تو فقط ماشاء اللہ وحدہ کہا کر (رواہ النسائی وابن ماجہ وابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین اجلح بن
عبداللہ ابو حجیۃ الکندی راوی مین کلام ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ حسن الحدیث ثقہ ہے - شیخ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
مشیت سے شرک ارادہ نہین کرتے تھے کیونکہ ایمان توحید بدیہی لیا گیا تھا پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ظاہری کلمہ
بھی ایسی صورت پر نہو جس سے بت پرستون و یہود و نصاریٰ کو شبہہ پیدا ہو - مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باب توحید مین اہتمام بلیغ فرماتے
تھے حتیٰ کہ مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وفد مین انکو سید کہنے سے منع فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی سید ہے - حالانکہ دوسرون کو منع
نہین فرمایا بلکہ خود حدیث مین ہے کہ مین سید اولاد آدم ہون - حاصل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت قلوب عطا ہوئی تھی پس جس قلب
مین ایسے الفاظ سے بارگاہ الٰہی عزوجل سے غفلت دیکھتے تھے اسکو منع فرماتے تھے اور جنھین توحید باری تعالیٰ کا جزم پاتے اور اللہ تعالیٰ ہی کے
فضل سے بندہ میرا شہید دیکھتے یا اللہ تعالیٰ ہی کے عطا کرنے سے سید ہونا دیکھتے اسکو منع نہین فرماتے تھے اسی طرح انبیاء علیہم السلام مین

تفاضل منصوص ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے نص فرمایا کہ رسولون مین ہمنے بعض کو بعض پر فضل عطا کیا ہے لیکن چاہیے کہ ہر پیغمبر کے حق مین فضل الٰہی پر
نظر رکھے اور فاضل ومفضول دونون کی شرافت ملحوظ رکھے اور اگر فضیلت دنیا بنظر تعصب ہو جیسے یہودی حضرت موسیٰ کو اور نصرانی حضرت
عیسیٰ کو اور مسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حمیت وتعصب سے فضیلت دے تو یہ فعل شیطانی اُبھار ہے لہذا حدیث مین منع آیا کہ باہم انبیاء
علیہم السلام مین تفاضل نہ کیا کرو تو یہ ممانعت اسی تعصب کی وجہ سے ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضہم الآیۃ کی تفسیر مین آویگا غرضکہ
نیت وقلب کی حالت معتبر ہے لیکن جو لفظ کہ ظاہر مین شرک کا وہم دلاوے وہ فقہا کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اگرچہ باطن مین شرک نہو شیخ نے
لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قولہ تعالیٰ فلا تجعلوا للہ اندادا مین فرمایا کہ انداد شرک خفی ہے اور جانو کہ وہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی
چال جسقدر مخفی ہوتی ہے شرک مذکور اس سے بھی زیادہ مخفی ہے اور اُسکی مثالین یہ ہین کہ آدمی کہتا ہے کہ تیری جان کی قسم اور تیرے سر کی قسم۔ اور
کہتا ہے کہ اگر یہ کتا نہوتا تو ہمارے یہان بھی چور گھستے۔ اور اگر یہ بط نہوتی تو چورون سے بچاؤ نہوتا۔ اور کہتا ہے کہ اوپر اللہ تعالیٰ ہے اور نیچے تم ہو۔ اور
کہتا ہے کہ اگر یہ شخص نہوتا تو ہم مرچکے ہوتے۔ یہ سب شرک خفی ہین۔ (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام نفیس معرفت ہے اور اسمین تفصیل یہ ہے کہ
جان وسر کی قسم تو قطعاً حرام ہے اور کتا وبط وغیرہ کا کلمہ بول چال مین جاری ہے لیکن جو لوگ اہل ایمان ہین وہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے غافل نہین
ہوتے اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میرے حق مین جاری ہوئی کہ اسنے میری حفاظت فرمائی جسکا ظاہری عنوان اس بط کا شور واقع ہوا اور
فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی طرح دیگر کلمات مثلاً پہنے کھائے تھے تو پیٹ مین درد ہوا۔ زید نے مجھے مارا۔ فلان دوا سے اچھا ہوگیا۔ اگر یہ لڑکا
شوق کرتا تو پڑھ جاتا۔ پس ان سب صورتون مین بندہ مومن جملہ امور کو اللہ تعالیٰ عزوجل کے فعل سے جانتا ہے اور وہی مطلب لیتا ہے اور واضح ہو کہ زید
جو فعل ظلم ظاہر ہوا تو اسکی خواہش فساد پر اللہ تعالیٰ نے اسمین یہ فعل پیدا کیا جسطرح زید مین یہ صفت آئی جیسے شیشے مین گلاب بھرو تو شیشہ مین
یہ صفت ہے نہ بھرنے والے مین۔ اسی طرح جس شیشہ مین قارورہ رکھا گیا تو شیشہ نجس ہے نہ بھرنے والا۔ اور رنگریز کے سُرخ رنگنے سے کپڑا سُرخ ہے نہ رنگریز
پھر جب زید مین صفت ظلم آئی حتی کہ وہ ظالم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قاضی شرع سے مخاصمہ کر دو جو زید کو سزا دیگا تاکہ آئندہ یہ خواہش
اور ان اسرار مین زیادہ طویل کی گنجایش نہین ہے بلکہ نور ایمان خود عاقل کر دیتا ہے اور بدون اس نور کے خالی بیان مفید نہین ہے حاصل مقام یہ کہ
شرک خفی سے احتراز واجب ہے حتی کہ جس شخص نے جانا اور ایمان لایا کہ فرمانبرداری صرف حق عزوجل کے واسطے ہے پس اللہ تعالیٰ نے جس طرح شریعت
مین فرمانبرداری مفروض فرمائی حتی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واکابر ووالدین وغیرہ کی فرمانبرداری سب بحکم الٰہی عزوجل ہے
وقد قال تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور اسکے جزئیات بیان کرنے سے کلیہ قاعدہ یہ کہ موافق شریعت سنت کے طاعت الٰہی ہے
پھر جسنے خلاف شرع کے اپنی خواہش نفس کی تابعداری کی وہ شرک خفی مین پڑ گیا حتی کہ اگر عالم و درویش کی تابعداری صرف اسی کے قول کو
مستقل سمجھے جیسے یہود ونصاریٰ کرتے تھے اور اب بھی نصرانیون مین پوپ کو اختیار ہے کہ ماہ صیام کو جب چاہے بدل دے تو یہ بھی شرک ہے
چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین آویگا۔ پس خلاف شریعت کے کسی شخص کی یا اپنے نفس کی
پیروی کرنا بھی شرک خفی ہے۔ (مسئلہ) جس جاہل نے زعم کیا کہ فلان بزرگ کے نام کی چوٹی اس بچہ کے سر پہ ہے تاکہ زندہ رہے ورنہ مرجاویگا
یا جب پیدا ہوتا ہے تو فلان بزرگ کے نام پکارتے ہین تاکہ زندہ رہے۔ یہ سب شرک جلی وکفر صریح ہے اور ایسا شخص ایسے اعتقاد سے مرتد
ہوکر اسلام سے خارج ہوا اور اسکی جورو کا نکاح باطل ہوگیا۔ (مسئلہ) نوروز یا بڑے دن مین کسی مجوسی ونصرانی وغیرہ کو اس دن کی
تعظیم کے طور پر ڈالی وہدیہ بھیجا تو مشائخ کبار نے اسکے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ مین مصرح ہے۔ واضح ہو کہ ایمان میں

بزرگ نعمت ہے کہ کوئی دولت اسکے پاسنگ مین نہین آسکتی ہے اور شیطان اسکا قطعی دشمن ہے اور آدمی کے ساتھ آل ولاد اور ہوا و ہوس لگی ہوئی
ہین جو تقدیری آفت و مرض و مصیبت مین ضرور مبتلا ہوتی ہین اور اسوقت مین طبیعت جسمانی کے جوش حماقت سے آدمی کوشش کرتا ہے کہ
شاید وہ تقدیر کا لکھا بدل ڈالیگا اور شرک جلی وخفی کرنے لگتا ہے حالانکہ عقلی نور سے استقامت یہ تھی کہ تقدیر نہین بدلتی تو شرک مین ایمان کھونا
گناہ عظیم وخسارہ شدید ہے پس لازم ہے کہ شرک جلی وخفی سے بچاؤ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کے جناب مین نماز کے اندر - اہدنا الصراط المستقیم الآیۃ
سے تمام تضرع التجا و لاوے - شیخؒ نے اس مقام پر لکھا کہ آیت کریمہ کے معنے مین حدیث حارث اشعری رضی اللہ عنہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کو پانچ کلمات کی وحی بھیجی کہ خود انپر عمل کرے اور بنو اسرائیل کو انپر عمل کرنے
کی تاکید فرماوے اور یحییٰؑ اس پیغام کی عظمت سے قریب تھا کہ ٹھٹک جاوین پس عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰؑ سے کہا کہ تجھکو پانچ کلمات وحی کیے گئے
کہ خود انپر عمل کرو اور بنو اسرائیل کو انپر عمل کرنے کا حکم دے پس انکا پیغام یا تو تم پہونچاؤ یا مین پہونچاؤنگا یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے برادر اگر تم پیغام ندکور
پہونچانے مین مجھپر سبقت کرو تو مجھے خوف ہے کہ شاید مجھپر عذاب آوے یا مین زمین مین خسف کیا جاؤن پھر یحییٰؑ نے بنو اسرائیل کو بیت المقدس
مین جمع کیا پھر بالاخانہ پر کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ کلمات کا حکم دیا ہے کہ مین انپر عمل خود کرون اور
تمکو بھی انپر عمل کرنے کی ہدایت کرون اول یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک مت بناؤ کیونکہ مشرک کی
مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک غلام خالص اپنے مال روپیہ یا اشرفی سے خریدا پھر اس غلام نے یہ حرکت شروع کی کہ سردار کی روٹی
کھاتا اور جو کچھ کماتا وہ دوسرے شخص کو دیتا تھا مین تمسے یہ بات پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو یہ بات پسند آتی ہے کہ تم مین سے کسی کا غلام ایسا ہی ہو
اور سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمکو پیدا کیا اور اسی نے تمکو رزق دیا پس تمپر یہی بات فرض ہے کہ اسکی بندگی کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک مت
بناؤ دوم یہ کہ مین تمکو نماز کی ہدایت کرتا ہون چنانچہ اسکے فضائل مین سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وجہ ذوالجلال والاکرام کو بندہ کے مواجہہ مین
رکھتا ہے جب تک بندہ کسی دوسری جانب التفات نکرے پس تم لوگ جب نماز پڑھا کرو تو کسی جانب التفات نکیا کرو سوم یہ کہ مین تمکو روزہ کی
ہدایت کرتا ہون چنانچہ روزہ دار کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص کے پاس مشک کا نافہ ہے اور وہ لوگون کی ایک جماعت مین موجود ہے پس ہر شخص اُسکے
مشک کی خوشبو پاتا ہے اور تم جان لو کہ روزہ دار کے نہار منہہ کی ہوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے چہارم یہ کہ مین تمکو صدقہ کی ہدایت
کرتا ہون چنانچہ صدقہ دینے والے کی مثال یہ ہے کہ اسکا دشمن اسکو قید کرکے لیگیا اور اسکو طوق و زنجیر سے کسکر گردن مارنے کے لیے آگے بڑھایا
اسوقت اُسنے اپنے دشمنون سے کہا کہ بھلا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ مین اپنی جان کو فدیہ دیکر تمسے چھوڑاؤن پس اس شخص نے ہر قلیل وکثیر کو اپنی جان کے
فدیہ مین دیا یہانتک کہ اپنے آپ کو اُنسے چھوڑا لیا (یعنی زکوٰۃ وصدقہ دینے والا بھی اپنے نفس کو عذاب سے چھوڑا لاتا ہے) - پنجم یہ کہ مین تمکو کثرت کے
ساتھ اللہ کی یاد کی ہدایت کرتا ہون اور اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے پیچھے اسکا دشمن بہت تیزی کے ساتھ دوڑا حتی کہ اسکے واسطے
کوئی مفر نہین ہے کہ ناگاہ وہ ایک مضبوط قلعہ کے اندر آگیا کہ جسپر دشمن کا قابو نہین چلتا ہے اور سمجھ لو کہ شیطان سے بندہ سب سے زیادہ محفوظ
اسیوقت ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذکر و یاد مین ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی تمکو پانچ چیزون کا حکم دیتا ہون جن کا
اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم فرمایا ہے اول جماعت دوم سمع سوم طاعت چہارم ہجرت پنجم راہ الٰہی مین جہاد ہے اور سمجھ لو جو شخص جماعت مین سے
بقدر ایک بالشت کے نکل گیا اُسنے ربقۂ اسلام کو اپنی گردن سے نکال ڈالا مگر آنکہ وہ پھر اپنی جماعت مین لوٹ آوے اور جس شخص نے
زمانۂ جاہلیت کی پکار سے پکارا تو یہ جثی جہنم ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگرچہ وہ روزہ رکھتا و نماز پڑھتا ہو تو بھی

اسلام سے خارج اور جہنم میں داخل ہوگا جبکہ جماعت اسلام سے باہر ہو۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ وہ شخص روزہ رکھتا
و نماز پڑھتا ہو اور یہ زعم کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے پس تمکو چاہیے کہ مسلمانوں کو انہیں ناموں سے پکارو جن ناموں سے انکو اللہ تعالیٰ نے پکارا یعنی
مسلمین مومنین عباد اللہ (رواہ احمد و ہذا حدیث حسن) مترجم کہتا ہے کہ جماعت سے مراد یہ ہے کہ جس شان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک
مین صحابہ رضی اللہ عنہم ایک جماعت مجتمعہ تھے اُسی پر متفق رہے اور اس جماعت سے خارج نہو اور اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ خارجی و رافضی و
معتزلہ و جہمیہ و شیعہ وغیرہ جو جماعت سنت سے نکل گئے اُنکے حق مین یہ وعید پوری ہے۔ اور سمع سے مراد یہ ہے کہ امام شریعت کا حکم گوش دل سے
سنے اور طاعت یہ ہے کہ موافق شریعت کے امام کی فرمانبرداری کرے اور اگر وہ خلاف شریعت کوئی حکم دے تو اُسکی فرمانبرداری ہرگز نہ کرے
بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ سب متفق ہو کر اُسکو مخالفت شریعت و ظلم سے روکین حتی کہ اگر نمانے تو اُسکو معزول کرین چنانچہ قولہ تعالیٰ ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً
لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا پھر ہجرت ابتداے اسلام مین قبل فتح مکہ کے ہر مسلمان پر جانب
مدینہ فرض تھی اور بعد فتح مکہ کے مدینہ منورہ کی خصوصیت نہین رہی بلکہ جس مقام پر ارکان اسلام ادا کرنے مین خلل واقع ہو وہان کسی اسلامی سلطنت مین ہجرت
کرے اور رہا جہاد فی سبیل اللہ تو وہ ہر زمانہ مین لازم ہے۔ اور حدیث مین آیا کہ جب تم لوگ جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی کی فکر کروگے تو تمپر ذلت طاری ہوگی اور تمپر اغیار غالب
ہوجاینگے اور پے درپے بلائین نازل ہونگی اور ایک روایت مین ہے کہ اُمت پابندی شریعت چھوڑ کر فساد کریگی اور حیات دنیا کی ہوس مین مبتلا ہوگی اور اُسپر قسم قسم کی
و بلائین نازل ہونگی پھر یہ لوگ اپنی عزت کے واسطے دنیاوی چال سے کوشش کرینگے حالانکہ ہرگز مراد نہ پاوینگے جبتک کہ اپنی شریعت کی جانب پھرین (ابن ماجہ
وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ اہل ایمان کے واسطے بدیہی موجود ہے - قد - شیخ رح نے لکھا کہ یہ آیت قدسی وحدانیت الٰہی عزوجل پر دلیل ہے چنانچہ
شیخ رازی وغیرہ بہت سے مفسرین نے اسی آیت سے استدلال کیا اور یہ بات صحیح ہے کیونکہ جتنی موجودات زیر و بالا زمین و آسمان اور انکی
درمیانی مخلوقات مختلف اشکال و رنگ و طبیعت و منفعت و خاصیت وغیرہ موجود ہین سب اس امر کی بدیہی دلیل ہین کہ انکا خالق عزوجل عالم و
قدرت و حکمت و اتقان و کمال قوت مین بدیہی ہے - شیخ رازی نے امام مالک سے نقل کیا کہ امام سے ہارون رشید بادشاہ نے وجود باری تعالیٰ کا استدلال
پوچھا تو امام مالک نے اُسکو ایک نوع بنی آدم مین جو ایک ہی شکل پر ہین بیشمار افراد مین باہم تشخصی تمیز رہے اور مختلف اصناف کی مختلف زبانون سے
اور مختلف آواز و نغمات سے لطیف تنبیہ فرمائی - امام ابوحنیفہ رح سے روایت ہے کہ فرقہ زنادقہ نے جنکو فرقہ مادیہ و دہریہ کہتے ہین امام سے وجود
باری تعالیٰ کی دلیل پوچھی امام رح نے کہا کہ تم لوگ اپنا جدال سوقت مجھسے الگ رکھو کیونکہ میرے امتحان کے واسطے مجھکو ایک سوال دیا گیا ہے مین اُسکی
فکر مین ہون انھون نے کہا کہ وہ کیا سوال ہے ہم بھی اُسکو سننا چاہتے ہین امام رح نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ ایک سمندر مین ایک کشتی مین ہر قسم کا اسباب تجارت
لدا ہوا ہے لیکن کشتی کے ساتھ کوئی ناخدا چلانے والا نہین ہے اور باوجود اسکے وہ کشتی خودبخود آتی جاتی و سمندر کی موجون کو پھاڑتی ہے اور جدھر چاہتی ہے نکل جاتی ہے
اور جہان ضرورت ہو وہان اسباب اُتارتی چڑھاتی ہے پس اس کشتی مین کیا حکمت ہے مین اسکو غور کرتا ہون اُن لوگون نے کہا کہ یہ غور کرنے کے قابل بات نہین کیونکہ
جسکو ذرا بھی عقل ہے وہ یہ بات نہین کہہ سکتا امام رح نے فرمایا کہ پھر تو یہ نظام موجودات اس حکمت باہرہ کے ساتھ بغیر خالق عزوجل موجود ہے حالانکہ ایک کشتی کی
رفتار بغیر ناخدا کے دیوانگی کا خیال ہے یہ سنکر یہ لوگ چونک پڑے اور اپنے خیالات سے نادم ہوکر توبہ کی اور امام رح کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے - اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ تم
لوگ نہین دیکھتے ہو کہ یہی شہتوت کا پتہ ایک کیڑا کھاتا ہے تو اُس سے ابریشم پیدا ہوتا ہے اور یہی کھا کر شہد کی مکھی شہد بناتی ہے اور گاے بکری کھا کر گوبر اور پھر اسکے کھانے سے ہرن کے ناف سے
مشک نکلتی ہے اور ہرن کھاتا ہے تو اُس سے مشک بنجاتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اسیطرح نفیس بیانات ایک جماعت ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے
نقل کیے جو اہل عقل کے نزدیک لاثانی ہین اور وجود باری تعالیٰ عزاسمہ بالکل بدیہی ہے لیکن ہمارے زمانہ مین فرقہ مادیہ بہت کثرت سے پیدا ہوگیا ہے

مگر یہ لوگ اسقدر احمق ہین کہ سواے حواس کے جو جسم کے لوازم سے ہے حتی کہ جانورون مین بھی یہی حواس موجود ہین ان لوگون مین جانورون سے امتیاز
کی عقل کچھ بھی موجود نہین ہے حتی کہ ان لوگون مین بہت زیادہ ہوشیار وہ شخص ہے جسنے کہا کہ مسلمانون کے قوانین عقائد بہت صاف اور
بے لگاؤ ہین لیکن وہ کہتا ہے کہ اُنکے اللہ کا تصور کسی طرح میرے خیال مین نہین آتا ہے ـ مترجم کہتا ہے کہ جب ان مین سے بہت بڑے ہوشیار
کی یہ کیفیت ہے تو دوسرون کی حالت کو اہل عقل خود قیاس کر سکتے ہین کیونکہ باوجود اس ہوشیاری کے یہ شخص کچھ بھی متنبہ نہوا کہ آدمی اور اُسکا
خیال محض ہیچ ہے کیونکر یہ طاقت رکھتا ہے کہ حضرت باری تعالیٰ اُسکے خیال کے اندر مصور ہو مگر وہ اپنی حماقت سے یہ چاہتا تھا کہ باری تعالیٰ کو جسم
محسوس ہی مین ماننے معاذ اللہ من ذلک ـ اور یہ کمال حماقت ہے پھر مترجم نے اپنے اپنے موقع کی آیات مین نفیس استدلالات بیان کیے ہین
واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ـ بیضاوی مین ہے کہ وحدانیت آلٰہی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین ان
مخلوقات مین اپنی حکمت بالغہ اور ان افعال مین اپنی حکمت کا ملہ ظاہر فرمائی اُسکو صحیح فکر کے ساتھ غور کرے اور اس سے یہ معرفت بھی حاصل ہوگی کہ
بندہ اپنی عبادت سے مستحق ثواب نہین ہوتا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اُسکو پیدا کیا اور زمین و آسمان کے صنائع حکمت و باران رحمت و انواع
ثمرات سے رزق دیا تو بندگی ان نعمتون کا شکر ہے جو اُسکو پہلے ہی عطا ہوئین پس وہ تو ایسے مزدور کے مانند ہے جو اپنی مزدوری پہلے ہی
لے چکا ـ مترجم کہتا ہے کہ جسوقت ان آیات قدسی کا نزول ہوا اُسوقت جو لوگ مخاطب موجود تھے وہ خواہ اہل مکہ ہون یا مع منافقین وغیرہ
ہون بہرحال کلام آلٰہی عزوجل تمام لوگون کے واسطے قیامت تک عام نصیحت ہے کہ اے لوگو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مانو
اور اُنھین کی ہدایت کے موافق اپنے رب عزوجل کو پہچانو اور اُسی کی بندگی کرو جسنے تمکو پیدا کر کے لطیف حکمت کے ساتھ تمکو رزق عطا فرمایا
اور یہ امر قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت جن صفات پاک سے ہوتی ہے اور جو طریق عبادت ہے وہ کسی طرح ممکن نہین سواے اسکے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے اور قرآن مجید کو حق مانے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب رحمت خاص یہ رکھی کہ جیسے اوہام بشری دور کرنے کیواسطے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات دیگر عطا فرمائے ویسے ہی قرآن مجید کو بعینہ دائمی معجزہ فرمایا یعنی عرب کے واسطے قرآن مجید خود معجزہ ہے
اور جب عرب کے واسطے وہ معجزہ ہوا تو قیامت تک کل کے واسطے معجزہ ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ـ

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا

اور اگر تم ہو شک مین اس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

جنکو حاضر کرتے ہو اللہ کے سواے اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کروگے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

تو بچو آگ سے جسکی چھپٹیان ہین آدمی اور پتھر طیار ہین منکرون کے واسطے

ابتداے سورہ مین اللہ تعالیٰ نے ـ ذلک الکتاب لاریب فیہ فرمایا یعنی اس کتاب مین درحقیقت کچھ شک نہونا چاہیے پھر یہان فرمایا
وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ـ اور اگر تم اس چیز سے شک مین ہو جو ہم نے اپنے بندے پر
اُتاری ـ ف اگر تمکو اس کتاب قرآن مین کچھ شک ہو جو ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی یعنی بدیہی نور عقل کی توشان
یہ ہے کہ یہ کتاب لاریب فیہ ہے کہ کچھ شک نہونا چاہیے اور اگر تمکو اوہام بشری یا وساوس شیطانی سے اسمین کچھ شک پیدا ہو تو

جسمانی اوہام سے منہ موڑ کر ذرا قلب سلیم کی جانب رجوع کرو تو نور عقل سے قطعاً بدیہی دلیل پاؤ جو شک کو جلا کر خاک کرے اور اُسکا بیان یہ ہی
کہ اگر تمکو اس قرآن مین کچھ شک ہو۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ تو اسکے مثل ایک سورہ لاؤ۔ ف کیونکہ شک یہی تھا کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب نہین ہی بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنائی ہی تو تم بھی اسکے مثل ایک سورہ بناؤ کیونکہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سوا اپنے کسی مخلوق معلم کے بار احسان مین تربیت نہین فرمایا حتی کہ تم خوب جانتے ہو کہ کسی شخص نے بھی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنا پڑھنا نہین سکھلایا حتی کہ وہ تمھارے نزدیک محض امی ہین اور تم لوگون نے پڑھ پڑھا کر فصاحت و بلاغت مین دعوے
کمال پیدا کیا ہی پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اپنی طرف سے بناتے تو تم باوجود دعوی کمال کے اس سے بہتر فصیح و بلیغ بنا سکتے پس ایک سورہ ہی
بنا لاؤ۔ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ اور اپنے شہداء کو پکارو جو سوا
اللہ تعالیٰ کے ہین اگر تم سچے ہو۔ ف ابن عباسؓ نے فرمایا شہداء یعنے مددگار لوگ۔ ابو مالکؒ نے کہا یعنے دوسری قومین جو اس کام مین تمھاری
مدد کرین۔ بعض سلف نے فرمایا کہ شہداء کے معنے حاضر ناظر یعنے اپنے آلہہ کو پکارو جنکو اللہ تعالیٰ کے مانند حاضر ناظر سمجھتے ہو تا کہ وہ تمھاری
مدد کرین۔ حاصل یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو تم لوگ تنہا یہ کلام بنانے کا شک کرتے ہو تو تم لوگ مجتمع ہو کر بناؤ بلکہ دوسری قومون کو
اور جنون کو اور بتون کو سب کو اپنا مددگار بنا کر اسکے مثل بنا لاؤ اگر تم سچے ہو کہ یہ کلام الٰہی نہین بلکہ آدمی کا بنایا ہوا ہی۔ شیخ نے لکھا کہ یہ تفسیر
بقول مجاہد و قتادہ ہی اور اسکو ابن جریر و زمخشری و رازی نے اختیار کیا اور رازی نے اسکو حضرت عمرؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و حسن بصری
و اکثر محققین سے نقل کیا ہی۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکون کے لیے یہ دلیل مقابلہ متعدد سورتون مین سمجھائی چنانچہ سورۂ اسراء مین فرمایا
قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہدے کہ
واللہ اگر انس و جن اس بات پر مجتمع ہون کہ اس قرآن کے مثل لاوین تو ہرگز اسکے مثل نہین لا سکتے اگرچہ باہم بعض کے لیے بعض دل توڑ کر
مددگار ہون۔ ہ۔ اس آیت مین مطلقاً قرآن کا مقابلہ محال بتلایا اگرچہ ایک سورہ یا دس آیات یا ایک آیت ہو اور یہ مکہ مین تنبیہ فرمائی تھی
اسیطرح سورۂ ہود و سورۂ یونس وغیرہ مین بھی مکہ ہی مین تنبیہ فرمائی پھر مدینہ منورہ مین بھی یہی تنبیہ فرمائی چنانچہ سورۂ بقرہ مدنیہ مین یہ آیت
موجود ہی۔ شیخؒ نے لکھا کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی اور آپ کے دین کے سخت دشمن تھے باوجود اسکے مقابلہ سے عاجز
ہوئے۔ رازی وغیرہ نے لکھا کہ یہ لوگ قصہ رستم و اسفندیار کی حکایتین لاتے اور ہر طرح سے نور اسلام مٹانا چاہتے تھے باوجود اسکے بلاغت و
فصاحت قرآن کے مقابلہ کرنے سے سخت عاجز ہوئے اور تلوار سے اپنا خون بہانا اور اپنی آل و اولاد کی گرفتاری اختیار کرتے مین کوئی دقیقہ نہین
چھوڑا مگر مقابلہ سے عاجز ہوئے چنانچہ ولید بن المغیرہ و عمرو بن العاص وغیرہ صنادید قریش و عرب سے متواتر روایات موجود ہین کہ انھون نے قرآن مجید
کی فصاحت و بلاغت مین اعجاز تسلیم کیا حتی کہ بعض اعراب سے منقول ہی کہ اُسنے ایک آیت کو سنکر سجدہ کیا تو اُسکی قوم نے کہا کہ ارے کمبخت
تو دین کو چھوڑتا ہی اُسنے کہا کہ واللہ مین دین تو جانتا نہین مگر اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہون حتی کہ ان لوگون نے عاجز ہو کر کہنا
شروع کیا کہ۔ ہذا سحر مبین یعنی یہ تو صاف کھلا ہوا جادو ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ سبحان اللہ اس فصاحت و بلاغت کے باوجود دوسرا اعجاز یہ موجود
ہی کہ قولہ تعالیٰ۔ لن تفعلوا۔ سے معجزہ دیدیا کہ ہرگز کبھی مقابلہ نہین کر سکو گے۔ چنانچہ آج تک قطعاً کسی فصیح و بلیغ عربی سے معارضہ کا دعوی ذکر نہین
ہوا پس حاصل استدلال صدق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ تعالیٰ کے رسول خاتم النبیین ہین کیونکہ یہ قرآن مجید
کلام الٰہی عزوجل بلا ریب ہی کیونکہ اگر یہ کلام الٰہی نہوتا بلکہ کلام بشر ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب محض امی ہو کر اسکو بنا سکتے تو یہ

پڑھنے پڑھانے دعوی کمال بلاغت پر ضرور اسکے مثل لا سکتے حالانکہ کروڑون فصحا و بلغا عرب خالص نے قطعًا اسکے مقابلہ سے عاجزی کا اقرار کیا تو قطعًا ثابت ہوا کہ یہ کلام بشر نہین بلکہ بندون کا عاجز کرنے والا کلام الٰہی ہے اور جب یہ کلام الٰہی ٹھہرا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین۔

مترجم کہتا ہے کہ یہ اعجاز قیامت تک تمام قومون کے واسطے معجزہ خالص موجود ہے اسکا بیان یہ ہے کہ بالاجماع عقلائے جہان کے نزدیک خبر متواتر سے جو بات ثابت ہو وہ قطعی یقینی ہوتی ہے مثلاً خبر متواتر سے شہر قسطنطنیہ کا وجود ثابت ہے اگرچہ زید نے اسکو آنکھون سے نہین دیکھا اور خبر متواتر سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود ثابت ہے یعنے یہ امر متواتر ہے کہ زمانہ قدیم مین ایک شخص موسیٰ علیہ السلام نے دعوے نبوت کے ساتھ معجزے دکھلائے پس یہ امر قطعی یقینی ہے جسکا انکار ممکن نہین ہے لیکن انکی نبوت کو ماننا یا نماننا تو اسکا تو وہی حال ہوگا جو خود انکے زمانہ مین پیش آیا کہ بنی اسرائیل نے انکو پیغمبر مانا اور فرعونیون نے نہین مانا بہر تقدیر انکے وجود سے انکار ممکن نہین جب یہ بات معلوم ہوچکی تو ہم کہتے ہین کہ اس سیکڑون کڑور عرب و روم و شام سے قرآن مجید متواتر ہے اور قرآن مجید کے اندر یہ بات مذکور ہے کہ قرآن مجید کے مثل کسی فصیح بلیغ عرب سے ایک سورہ لانا ممکن نہوا تو یہ امر قطعی متواتر ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جسکے مثل ایک سورہ لانا محال ہے تو یہ معجزہ بعینہٖ ویسا ہی موجود ہے جیسا اُس زمانہ مین تھا جب اسکا نزول ہوا تو ہر شخص کے واسطے یہ حجت ہوگئی کہ اگر اس کتاب مین شک ہو تو اسکی مثل لاؤ لیکن کوئی شخص اسکے مثل لانیکا دعوی نہین کرسکتا کیونکہ یہ امر متواتر ثابت ہوا کہ اہل کمال فصحاء عرب جو بت پرست و یہود و نصاریٰ و مجوس تھے سبھون نے اسکے معارضہ سے عاجزی ظاہر کی تو اب کوئی شخص اجنبی اسکا دعوی نہین کرسکتا اسیواسطے اللہ عز و جل نے اپنی کتاب پاک مین ارشاد فرمایا۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ ۔ پھر اگر تم مقابلہ نکرسکو اور ہرگز کبھی نہین کرسکو گے تو آگ سے بچو۔ ف یعنی جب تمکو اعجاز کلام سے معلوم ہوا کہ ہم اسکا مقابلہ نہین کرسکتے بلکہ اللہ تعالےٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہرگز کبھی معارضہ نہین کرسکو گے تو قطعًا معلوم ہوا کہ یہ کلام الٰہی ہے اور بدیہی ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر حق ہین تو انسے کفر کرنا موجب عذاب جہنم ہے پس جب تم جان چکے تو آگ سے بچو اور وہ آگ بھی دنیاوی آگ نہین ہے بلکہ۔ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ ایسی آگ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہین۔ ف یعنے وہ دنیاوی آگ کے مانند نہین ہے اگرچہ دنیاوی آگ کا کوئی شخص تحمل نہین کرسکتا بلکہ جہنم کی آگ بہت سخت شدید ہے کہ جو پتھرون و آدمیون سے روشن ہوگی۔ بعض علما نے کہا کہ پتھرون سے بت مراد ہین کیونکہ قولہ تعالی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم الآیۃ مین اللہ تعالی نے بتون کو جو غالبًا پتھر کے ہوتے ہین جہنم کا ایندھن بیان فرمایا۔ حق یہ ہے کہ پتھرون مین صرف بتون کی خصوصیت نہین ہے بلکہ بتون کو تو فقط کافرون کی توہین و ملامت کے واسطے جہنم مین جھونک دیا جائیگا خواہ وہ پتھر کے ہون یا لکڑی و پیتل وغیرہ کے ہون تاکہ اہل عقل کے واسطے ایک لطیف دلیل حاصل ہو کہ کافرون نے ان بتون کو اپنا معبود بنایا تھا اور جب معبود کسی کام کا نہین ہوا اسلئے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہو تو جو کفار کہ ان معبودون کے بندے بنے تھے اور صریح مقر تھے کہ انکے معبود انسے بے انتہا افضل ہین تو یہ لوگ بدرجہ اولےٰ اسی مقام جہنم کے لائق ہین اور یہان جن پتھرون سے جہنم بھڑک کر لپٹ ماریگی وہ کبریت کے سیاہ سخت پتھر ہین جو اسی واسطے پیدا کیے گئے ہین چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جب آسمان و زمین پیدا کیا تو کافرون کے واسطے گندھک (گندھک ۱۲) کے یہ پتھر مہیا فرمائے ہین (ابن جریر و ابن ابی حاتم الحاکم)۔ اور یہی حضرت ابن عباسؓ اور ایک جماعت صحابہ و مجاہد و ابوجعفر الباقر و ابن جریج و عمرو بن دینار وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ ۔ کی تفسیر مین حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ پتھر واسطے کافرون کے مہیا کیے گئے ہین۔ اور مشہور تفسیر یہ ہے کہ یہ آگ واسطے کافرون کے مہیا کی گئی ہے۔ شیخ نے کہا کہ دونون قول

گویا متحد ہین کیونکہ یہ پتھر اسی آگ ہی کے واسطے مہیا ہین۔ (تنبیہ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر موذی فی النار ہے اور اسکے دو معنے ہوسکتے ہین ایک یہ کہ جسنے ظلم سے لوگون کو ایذا پہونچائی وہ جہنم مین
جائیگا اور دوم یہ کہ جو چیزین ایذا دینے والی ہوتی ہین مانند سانپ و بچھو وغیرہ کے وہ جہنم مین بشکل ناری ہونگی تاکہ اہل شرارت کو ہر طرح کا عذاب
چکھنا پڑے لیکن قرطبیؒ نے کہا کہ یہ حدیث محفوظ و معروف نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے اس مقام پر سکوت کیا حالانکہ اسکی حدیث کی
اسناد حسن ہے اور معنی ثانی کی تائید یہ ہے کہ تمام مکھیان سوائے شہد کی مکھی کے جہنم مین ہونگی تو ظاہر یہی مراد ہے کہ ہر ایذا دینے والی چیز جو دنیا مین بشکل
جسمانی ہے وہ جہنم مین بشکل ناری ہوگی اور سورۂ نحل مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی (مسئلہ) کتب سماوی جو سابق انبیاء علیہم السلام پر
مانند توریت و انجیل وغیرہ کے نازل ہوئین وہ جمہور علماء کے نزدیک معجز نہین ہین اسیواسطے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء مین سے کوئی نبی نہین گذرا مگر آنکہ اُسکو آیات مین سے وہ کچھ دیا گیا کہ اُسکے مثل پر بشر ایمان لایا اور یہ جو
مجھے دیا گیا یہ تو خالص وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے القاء فرمائی پس مین اُمید وار ہون کہ قیامت کے روز مین ہی سب پیغمبرون سے زیادہ تابعین والا
ہونگا (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ خالص کلام الٰہی کا تحمل سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا نہین ہوا باوجود اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی حالت بروقت وحی کے مردے کے مانند ہو جاتی تھی چنانچہ آئندہ اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ قوم یہود و قوم نصاریٰ کی کثرت
معروف ہے حالانکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعین کو زیادہ فرمایا مترجم کہتا ہے کہ تابعین سے یہان شریعت کے بگاڑنے
والے مراد نہین ہین بلکہ جو حقیقت مین اپنے پیغمبر کی شریعت پر باعتقاد حق قائم ہون اور یہ بات امت موسیٰ علیہ السلام مین بہ نسبت اُمت
عیسیٰ علیہ السلام کے زائد ہے اور فضل الٰہی عزوجل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہت ہی زائد رہی یہ یہود و نصاریٰ جو محض مشرک ہین ہرگز تابعین
موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نہین ہین۔ (لطیفہ) مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے اہل یمامہ اُسکے تابع ہوے اور اُس زمانہ مین
عمرو بن العاص اسلام نہین لائے تھے اور مسیلمہ کے دعوئ نبوت سے پہلے عمرو بن العاص اُسکے دوست تھے پس کسی مقصد کیواسطے قریش نے عمرو بن العاص کو مسیلمہ
کذاب مذکور کے پاس بھیجا جب یہ وہان پہونچے تو مسیلمہ نے انسے یہی تذکرہ کیا کہ اس زمانہ مین اُس شخص پر کیا نازل ہوا جو تمہارے یہان نبوت کا دعویٰ کرتا ہے عمرو بن العاص
کہا کہ مین نے اُسکے اصحاب سے ایک سورہ مختصر فصیح بلیغہ سنی ہے پھر سورۂ والعصر ان الانسان لفی خسر پڑھکر سنائی پس مسیلمہ نے ایکساعت سر جھکایا پھر اُٹھاکر کہنے لگا کہ
ابھی اسکے مثل مجھپر بھی نازل کی گئی ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ وہ کیا ہے تو مسیلمہ نے پڑھا یا وبر یا وبر انما انت اذنان و الصدر و سائرک حفر و نقر پھر عمرو بن العاص سے
کہنے لگا کہ تمنے دیکھا کہ کیونکر مجھپر نزول ہوتا ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ واللہ تو خوب جانتا ہے کہ مین تجھکو جھوٹا جانتا ہون۔ ع۔ حدیث مین کہ دوزخ کی آگ
دنیا کی آگ سے ستر درجہ تیزی و سوزش مین زیادہ ہے (یعنی بکثرت زیادہ ہے) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہزار برس جلکر سُرخ ہوئی پھر ہزار برس جلکر
سفید ہوئی پھر ہزار برس جلکر سیاہ ہوگئی پس اب وہ بالکل تاریک سوزان موجود ہے کبھی نہین بجھتی ہے۔ اور ابن مردویہ و بیہقی نے اسکو حدیث انس
سے مرفوع روایت کیا ہے بیضاوی مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ ولن تفعلوا معجزہ غیب ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب سے آگاہ فرمایا کہ ہرگز معارضہ
نہین لاسکوگے اور یہی واقع ہوا حالانکہ وہ لوگ بکثرت فصاحت و بلاغت مین معروف تھے اور باوجود اسکے اُنکو ہر طرح کا طعنہ دیا گیا کہ لاؤ
اور اپنے شرکاء و مددگار بلاؤ اگر تم کچھ بھی سچے ہو حالانکہ بعضے زبانی دروغ بکتے تھے کہ لو نشاء لقلنا مثل ہذا یعنے اگر ہم چاہین تو اسکے مثل بنا سکین
پس سخت طعنہ دیا گیا کہ تم جھوٹے ہو اور یہ عرب کے واسطے زخم نیزہ سے بڑھکر تھا پس حاصل استدلال یہ ہوا کہ صدق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے دائمی معجزہ یہ کافی ہے کہ وہ قرآن معجز تلاوت کرتے ہین کہ جسکا مثل لانا محال ہے اور اسمین علم الغیب کی خبرین موجود ہین جیسے آیا

کہ کبھی اسکا معارضہ نہیں لاسکتے دوم یہ قولہ۔ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ جس سے لازم آتا ہے کہ یہودی کبھی بادشاہ نہوگا جبتک قانون شریعت قائم ہے سوم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی یہودیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہمیشہ غالب رہینگے خواہ وہ اعتقاد حق پر ہاقین یا اعتقاد شرک پر ہاقین چہارم الم غلبت الروم پنجم قولہ قل للذین کفروا ستغلبون یعنی اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ان کافرون سے کہدے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہوجاؤگے ششم قولہ۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض یعنی صحابہ مومنین رضی اللہ عنہم کو خلافت زمین کا وعدہ دیا چنانچہ وہی واقع ہوا ہفتم امت اسلامیہ مین باہم کشت وخون ہشتم شریعت کو علانیہ بگاڑنا۔ غرضکہ اس کثرت سے معجزات ہین کہ جنکے جمع کرنے کے واسطے ایک کتاب چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے موقع پر مذکور ہونگے پس معلوم ہوا کہ یہ کتاب آسمانی ہے اور اسکا معارضہ کسی طرح ممکن نہین ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین تو جو شخص منکر ہوا اسکے واسطے جہنم کی آگ مہیا ہے۔ اسلئے حدیث مین آیا کہ جس کسی یہودی ونصرانی نے میری رسالت کو سنا پھر ایمان نہ لایا تو قطعی جہنمی ہوگا (الصحیح) اور جیسے کافرون کے حق مین یہ عذاب شدید ہے اہل طاعت مومنین کے لیے ثواب جمیل چنانچہ فرمایا

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

اور خوشی سنا انکو جو یقین لائے اور کام نیک کیے کہ انکو ہین باغ بہتی نیچے انکے ندیان

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ

جس بارملے انکو وہان کا کوئی میوہ کھانے کو کہین یہ وہی ہے جو ملا تھا ہم کو آگے اور ان پاس وہ آوے ایک

مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ایک طرح کا اور انکو ہین وہان عورتین ستھری اور انکو وہان ہمیشہ رہنا۔

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب اللہ تعالےٰ نے کافرون کا عذاب ونکال بیان کیا تو اسکے پیچھے مومنین اہل سعادت کا ثواب ارشاد فرمایا۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اور بشارت دے ان لوگون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ف۔ یعنی اللہ تعالےٰ واسکے کلام ورسول کی تصدیق کی اور حکم کے موافق اعمال صالحہ بجالائے ایسے لوگون کو بشارت دے اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ یہ کہ انکے واسطے باغات ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین۔ ف یعنی جنت کے مکانات ودرختون کے نیچے نہرین جاری ہین۔ حدیث مین آیا ہے کہ یہ نہرین بذریعہ غار ونالہ کے نہین جاری ہوتین جیسے کہ دنیا مین ہین اور نہر کوثر کے بارہ مین وارد ہوا کہ اسکے کنارے مجوف موتی کے قبہ ہین شیخ رحمہ نے کہا کہ اسکا گارا مشک اذفر ہے اور اسکا سنگریزہ موتی وجوہر ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیاوی نہر ومکانات محض بے روح مادیات ہین جو اپنے مناسب وضع پر بحکمت آلہی جاری ہین اور دار الآخرت مین یہ مردگی نہین ہے اسیواسطے اٹکل وقیاس کے لوگ دار الآخرت کی نسبت قیاس دوڑانے مین خطا کرتے ہین بخلاف اہل ایمان کے کہ حیات روحی سے انکو فہم عقلی حاصل ہے اور وہ یقین کرتے ہین کہ دوزخ کی طرح جنت بھی برحق ہے اور اسکے نیچے نہرین جاری ہین اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہرین کوہ مشک کے نیچے سے جاری ہین (رواہ ابن ابی حاتم) اور یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور اسمین ہر طرح کے میوہ جات کی نعمت ہے جو اٹکل وقیاس سے باہر ہے۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۔ ہر بار جب جنت میں سے کسی پھل سے رزق دیے جائینگے تو کہینگے کہ وہی ہے جو ہمکو قبل ازین رزق دیا گیا تھا۔ ف
اور ایک قسم کے پھلوں میں انکی خوشدلی و تفریح کے واسطے ہے اور یہ بات کئی طور پر ممکن ہے از انجملہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اہل جنت کے پاس جنت سے ایک قسم کا پھل لایا جائیگا جب اسکی ظاہری صورت پر نظر کرینگے تو آپس میں
یوں کہینگے کہ یہ تو ویسا ہی پھل معلوم ہوتا ہے جو اس سے پہلے ہمکو دنیا میں دیا گیا تھا۔ (السدی) اور یہی تفسیر حضرت قتادہ و عبدالرحمٰن بن زید
بن اسلم سے مذکور ہے اور اسکو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اس تقدیر پر قبل ازین کے معنے یہ ہیں کہ دنیاوی زندگی میں ہمکو ایسا ہی پھل عطا
ہو چکا ہے اور یہ مشابہت صرف ظاہری صورت میں ہوگی اور باطنی مزہ میں کوئی مناسبت نہوگی تو یہ مقام تفریح ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس
سے ظاہر ہوا کہ اہل جنت کے واسطے دنیا میں بھی میوہ جات کی نعمت ممنوع نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل ہی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا
خالصۃ یوم القیامۃ یعنے دنیا میں مومنوں کے واسطے مشترک ہے مگر دنیا میں آرائش و عشرت مقصود نہیں بلکہ شکر و طاعت ہے اور آخرت میں محض انکے لیے
ہے از انجملہ یہ صورت ہے جو حضرت عکرمہ و ربیع بن انس وغیرہما نے بیان کیا کہ اہل جنت کو رزق جنت ایک وقت عطا ہوگا جسکی لذت و مزہ
پہچانینگے پھر دوسرے وقت اسی صورت کا رزق آویگا جسکو دیکھکر کہینگے کہ یہ تو وہی نظر آتا ہے جو ہمکو پہلے دیا گیا ہے حالانکہ اسکے مزہ میں بہت
فرق ہوگا۔ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۔ اور اہل جنت کو یہ رزق باہم متشابہ دیا جائیگا یعنے صورت میں متشابہ ہوگا مگر مزہ وخوبی میں باہم
مفاضلت ہوگی۔ سعیدؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت کی کہ اہل جنت میں سے آدمی کے پاس سونے چاندی کی قاب میں
کوئی چیز لائی جائیگی پس اسمیں سے کھائیگا پھر دوسری قاب میں لائی جائیگی تو کہیگا کہ یہ تو وہی معلوم ہوتی ہے جو ہمکو پہلے عطا ہوا تھا پس لانیوالا کہیگا
کہ آپ کھائیے کہ قسم و شکل ایک ہی ہے مگر مزہ میں بہت فرق ہے۔ اور ابن ابی حاتمؒ نے باسناد قوی حضرت یحییٰ بن ابی کثیرؒ سے روایت کی کہ گھاس
جنت زعفران ہے اور اسکی ٹیلے مشک کے ہیں اور غلمان انکے پاس طرح طرح کے فواکہ بار بار لاوینگے پس ایکبار کھانے کے
بعد دوبارہ لاوینگے تو اہل جنت کہینگے کہ تم لوگ ابھی اسیکو تو لائے تھے تو غلمان عرض کرینگے کہ نہیں آپ کھائیں کہ رنگ ایک ہے لیکن مزہ میں رنگ
برنگ ہیں اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واتوا بہ متشابہا ۔ یعنے بعض سے بعض مشابہ ہوگا اور مزہ میں رنگ برنگ ہوگا (ابن ابی حاتم) اور
یہی معنے ربیع بن انس و ابو العالیہ و مجاہد و سدی سے مروی ہیں اور یہی ابن جریر نے ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا کہ شکل و رنگ میں مشابہت
ہوگی اور مزہ میں مشابہت نہوگی۔ اور سفیان ثوریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو جنت کی کسی چیز سے
سوائے نام کے مشابہ ہو اور دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ جنت کی چیزوں میں سے دنیا میں سوائے نام کے کچھ نہیں ہے
(ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ اسی مشابہت کی وجہ سے اہل جنت وہاں سیب کو سیب اور انار کو انار پہچان
لینگے حالانکہ وہ مزہ میں مشابہ نہیں ہے۔ (ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ نعمت جنت و آخرت دنیا میں کسی طرح شناخت نہیں ہو سکتی کیونکہ حواس تو صرف اسی
حد تک تجاوز کرتے ہیں جو از جنس نظائر ہیں حتی کہ جس شخص نے شیرینی کا مزہ کبھی نہ پایا ہو وہ خالی بیان سے ادراک نہیں کر سکتا
باوجودیکہ ماد یات کے نظائر ادراک کر چکا ہے پس نعمت و کیفیت جنت کا ادراک صرف حواس سے کسی طرح نہیں کر سکتا کیونکہ حواس تو ماد یات
کے تابع ہیں ہاں عقل سے ادراک کر سکتا ہے اسیواسطے اہل ایمان کو ان مقامات کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے بخلاف ایک جماعت
ملحدین کے کہ وہ طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہے اور نہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ حواس سے ایسی چیز کا ادراک کرنا چاہتا ہے جہاں اسکے حواس معطل ہیں اور
چودھویں پارہ میں مترجم نے اس مقام کو مدلل بیان کیا ہے وہاں رجوع کرنا چاہیے ۔ اور واضح ہو کہ دار الآخرۃ ملک زندہ ہے اور کوئی چیز وہاں مردہ

نہین ہی اسیواسطے اہل ایمان کے خیالات بھی حقیقی اشیا ہین حتی کہ اگر اُسنے ہوا مین اُڑتے ہوے گھوڑے کو خیال مین مصور کیا تو وہ حقیقی صورت مین
نمایان ہوگا اور جس مقام پر اُسنے نہر کا تصور کیا وہین روان ہوگی کیونکہ صفت حیات نے انہین ظہور فرمایا اور رضوان الٰہی اُنپر دائمی مبذول ہی
اسیواسطے درختان جنت کی شاخین خودبخود جھکین و اُٹھینگی اور جن تختون پر انکا جلوس ہوگا وہ ادب کے ساتھ بدون اسکے کہ ایک دوسرے
کی جانب پشت کرے روان ہونگے اور آیندہ انشاءاللہ تعالیٰ تحقیق آوے گی۔ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور
اہل جنت کے واسطے وہان پاکیزہ ازواج ہین۔ ف یعنے حیض و پاخانہ و پیشاب اور رینٹ و تھوک سے پاک ہونگی یہی حدیث ابوسعید خدری
رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی (الحاکم و ابن مردویہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اُسکی اسناد مین تامل ہی شیخ سیوطیؒ
نے کہا کہ تاریخ مین ابن کثیرؒ نے اسکی اسناد کو حسن کہا ہی اور ایک جماعت صحابہ و تابعین سے یہ تفسیر صحیح ہوئی۔ اور مجاہدؒ وغیرہ نے زیادہ کیا
کہ وہ منی دبچہ سے بھی پاک ہونگی۔ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھائینگے پئینگے
مگر پیشاب نہین کرینگے اور نہ پاخانہ پھرینگے اور نہ ناک سے رینٹ جھاڑینگے اور نہ مُنہہ سے تھوکینگے یعنے ایسی گندگیون سے پاک ہونگے اللہ
اُنکو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کا الہام ہوگا جیسے سانس لینے کا الہام ہوتا ہی اُنکا طعام صاف ڈکار ہی یعنے صرف یہی فضلہ ہوگا کہ معدہ سے
سانس آوے اور اُنکا پسینا مشک ہی یعنے مثل مشک کے خوشبودار ہوگا (صحیح مسلم) غرض وہ ایسی نعمتون مین سرفراز ہونگے جو صرف حواس
ادراک سے باہر ہین کیونکہ حواس نے کبھی اُسکی نظیر نہین دیکھی مگر عقل اسکو بخوبی پہچانتی ہی اور جو اس کیفیت کو رضوان الٰہی عزوجل کے ساتھ پاوینگے
اُنکو مبارکباد ہی اس نعمت کے اثر کے بعد تکلیف کا تصور ہی خارج ہوجائیگا حتی کہ حدیث مین ہی کہ جس شخص نے دنیا مین سخت تکلیف اُٹھا کر جان دی ہی
جب وہ ایک بار نعمت جنت مین غوطہ کھائیگا پھر اُس سے پوچھا جائیگا کہ اے شخص کبھی تجھے تکلیف یاد ہی تو وہ انکار کرے گا جیسے اسکے مقابل عذاب جہنم
ہی کہ جو شخص نہایت عیش مین بسر کرکے مرا جب وہ جہنم کی ایک لپیٹ پاویگا پھر اُس سے پوچھا جائیگا کہ اے شخص کبھی تو نے راحت پائی تو محض انکار
کرے گا۔ نعوذ باللہ من عذاب جہنم ونسال اللہ تعالیٰ الجنۃ۔ اور نعمت جنت ہر روز متزائد ہی کیونکہ قدرت الٰہی عزوجل غیر متناہی ہی۔ وَهُمْ
فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور اہل جنت اُسمین ہمیشہ رہینگے۔ ف یہ تمام نعمت ہی۔ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ خالدون یعنی کبھی نہین مرینگے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس مقام پر موت سے مامون اور انقطاع سے محفوظ ہونگے نہ اُنکو خوف کفر ہی نہ موت کا ڈر ہی بلکہ دائمی نعمت
سرمد ہی اور ہم اپنے رب غفور رحیم سے عاجزانہ دعا کرتے ہین کہ ہمکو اہل جنت ہی کے زمرہ مین اُٹھاوے ہمارا رب جواد کریم ہی متر حم کنندہ ہی
آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ اہل جنت جب جنت مین داخل ہوجائین گے
اور دوزخی اپنی دوزخ مین ڈالے جائینگے تو پھر اُنکے درمیان مین ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل دوزخ اب موت نہین ہی اور اے اہل جنت اب
موت نہین ہی ہر ایک جس مقام مین ہی ہمیشہ وہین رہیگا۔ (الصحیحین) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اگر دوزخیون سے کہا جائے کہ دنیا مین جسقدر کنکریان و سنگریزے ہین انکی شمار برابر جہنم مین رہوگے تو وہ خوشی کے مارے پھولے
نہ سماوین اور اگر اہل جنت سے کہا جاوے کہ دنیاوی سنگریزون کے شمار پر جنت مین رہوگے تو غمناک ہوکر گھبرا جاوین ولیکن اُنکے واسطے
تو ہمیشگی رکھی گئی ہی (الطبرانی و ابن مردویہ و ابونعیم) اور حدیث اسامہ بن زیدؓ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ کون
ہی جو جنت کے واسطے دامن اُٹھا کر کمر کسنے والا ہو کہ جنت ایسی چیز ہی کہ اُسکے واسطے خطر نہین ہی قسم ہی رب کعبہ کی کہ وہ ایک نور ہی کہ جگمگاتا ہی
اور ریحانہ ہی جو لہلہاتا ہی اور قصر پائدار ہی اور نہر لبریز خوشگوار ہی اور انواع ثمرات اپنے رس پر پکے ہین اور زوجات حسینہ جمیلہ اور زیور کثیر ہین

وہ مقام ابدی دار السلام ہے اور فواکہ تر و تازہ لہلہاتے ہیں الحدیث (ابن ماجہ ابن ابی الدنیا البزار ابن ابی حاتم ابن حبان البیہقی) اور نعمتہائے
جنت کے بیان میں شیخ ابن القیم کی کتاب حادی الارواح نفیس کتاب ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آیات میں نعیم جنات کا حسب موقع بیان آتا جائیگا
پھر اس نعمت کے واسطے اصل سامان ایمان ہے کہ جسنے سچے یقین کے ساتھ تا موت یہ نعمت پائی قطعی وہ اہل جنت میں سے ہے یعنے اُسکا اصلی مقام
یہی ہے پھر اگر اعمال صالحہ و گناہوں سے توبہ کرتا رہا تو اُسنے جہنم سے بھی بفضل الٰہی نجات پائی کیونکہ جہنمی وہ ہے جسنے اللہ تعالیٰ سے انکار
و شرک پر اصرار کرلیا تھا حتی کہ مرتے دم تک ایمان نہ لایا تو اُسکا وطن جہنم ہے اور جو ایمان لایا اگر وہ اپنی بدکرداریوں کی سزا بھی پاوے تو بھی
جہنم اُسکا وطن نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے مانے کہ اُلوہیت کا کوئی مستحق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور یہ کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اُسنے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور موت کے بعد قیامت میں اُٹھائے جاینگے اور خیر و شر میں تقدیر الٰہی کی تصدیق کرے
(الترمذی) حدیث میں ہے کہ جسمیں تین باتیں ہوں اُسنے ایمان کا مزہ پایا (۱) اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول اسکو سب سے زیادہ محبوب ہوں
(۲) کسی بندے سے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے محبت کرے جس سے محبت کرے (۳) کفر سے نکلنے کے بعد شرک میں پڑجانے کو
ایسا ہی ناگوار سمجھے جیسے کوئی آگ میں گر کر پھر نکالے جانے کے بعد وہ دوبارہ آگ میں ڈالے جانے کو ناگوار جانتا ہے (الصحیحین وغیرہ) حدیث
جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دو باتیں واجب کرنے والی ہیں یعنی جو مرا ایسے حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
بتاتا تھا تو دوزخی ہونا واجب ہے اور جو مرا ایسے حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شریک نہیں بتاتا تھا تو جنت میں داخل ہوگا (صحیح مسلم) حدیث
ابوہریرہ رضہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہے جسنے خالص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا (البخاری) حدیث ابوہریرہ رضہ
میں ہے کہ آپ نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے کوئی ہو یہودی ہو یا نصرانی ہو مجھے سُنے پھر
جسکے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان نہ لاوے یہانتک کہ مرجاوے تو سوائے اسکے کچھ نہیں کہ وہ دوزخیوں میں سے ہوگا (صحیح مسلم) حدیث ابوہریرہ رضہ
میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی شرک نہ کیجیو اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا جلا دیا جاوے (الصحیح)
حدیث میں ہے کہ آدمی جب اپنا ایمان اچھا کرلیتا ہے تو وہ جو نیکی کرتا ہے وہ دس گونہ سے سات سو گونہ یا زیادہ تک لکھی جاتی ہے اور جو بدی کرتا ہے وہ
ایک ہی لکھی جاتی ہے یہانتک کہ مرجاوے (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ اس مقام سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوبی ایمان و اسلام کو قیاس کرو کہ جنکے
آدھ سیر جو کے مقابلہ میں کسی شخص کا آسمان و زمین کے بھر اُو برابر سونا خیرات کرنا قبول نہیں فرمایا گیا جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مشہور میں مصرح ہے
حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالیٰ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ الآیۃ ۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ سینہ میں
جب نور داخل ہوتا ہے تو وہ نور کے لیے کھل جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کچھ پہچان ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ ہے
کہ دار غرور یعنی فریب گاہ دنیا سے کنارہ کرنا اور دار خلود یعنی آخرت کی طرف جھکنا اور موت آنے سے پہلے اُسکا سامان مہیا کرنا (البیہقی)
حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کی پہچان میں فرمایا کہ خلقی ہر ضعیف متضعف ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ
اُسکو سچا کردے اور دوزخیوں کی پہچان میں فرمایا کہ وہ ہر شخص جو عتل جواظ متکبر ہے (الصحیحین) ف واضح ہو کہ اہل جنت کے واسطے
جسطرح کھانے پینے وغیرہ کی نعمتیں ہیں اسیطرح انوار صفات کا ظہور ہے حتی کہ ان انوار کے مقابلہ میں نعمتہائے سابقہ گویا نظر سے ساقط ہوجاتی ہیں
حتی کہ دیدار باری تعالیٰ سے بڑھکر اہل جنت کو کوئی نعمت معلوم نہوگی اور ان انوار کا ظہور ہر بندے کے واسطے موافق عبودیت ہے یعنے دنیا میں
عبودیت کی شان ہر بندہ کے ساتھ موافق شرع کے علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے مثلاً بعد فرائض کے کسی بندے کو تلاوت قرآن مجید میں زیادہ شوق ہے

اورکسیکو درود شریف مین اورکسیکو ذکر مین اورکسیکو آیات قدرت کی فکر مین اورکسیکو تعلیم علم مین اورکسیکو تہجد مین اورکسیکو تضرع کے ساتھ دعا کرنے مین غرضکہ ہرایک کو معرفت ومحبت وقرب ومشاہدہ وذکر وفکر ومناجات وعلم واستغراق وغیرہ مراتب عبودیت مین مقامات ہین اوراسکے موافق جنت مین نعمت انوار ہین اور موافق کشف ونیاوی کے ان نعمتون مین مشابہت ہوگی شیخ سری سقطی رحؒ نے اشارہ کیا کہ جنکے اسرار قلوب مین توکل واذکار کی نہرین جاری ہین اُنکے واسطے جنت مین انوار کی بشارت ہے۔(ع س) واضح ہو کہ اہل بیان صورت الفاظ ولہجہ زبان کسی شخص سے قبول نہین کرتے بلکہ اُنکو عین حکمت معانی وبیان مقصود ہوتی ہے جو باقی ہے بخلاف کافرون کے کہ وہ ہرایسی چیز پر فریفتہ واُسکے لیے ساعی ہوتے ہین جو آخر فانی ہے اور امثال مین اسکا بیان خوب سمجھ مین آتا ہے اسیواسطے اللہ تعالی نے منافقون ومشرکون کے حالات وانجام مین امثال کو بیان فرمایا تاکہ یہ جھاڑ بدیہی مماثلت سے بیدار ہون مگران بدبختون نے بجاے نفع کے نقصان اُٹھایا چنانچہ حق عزوجل نے فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ

اللہ کچھ شرماتا نہین کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اُس سے اوپر پھر جو یقین رکھتے ہین سو جانتے ہین

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ

کہ وہ ٹھیک ہے اُنکے رب کا کہا اور جو منکر ہین سو کہتے ہین کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہے اس سے

رکوع ۹

كَثِیْرًا ۙ وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ

بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہے اُنھین کو جو بے حکم ہین جو توڑتے ہین قرار اللہ کا

بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ

مضبوط کیے پیچھے اور توڑتے ہین جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور فساد کرتے ہین ملک مین

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

اوُنھین کو آیا نقصان

شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالی نے بتون کے ہیچ ہونے کی مثال لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ الآیۃ۔ مین بیان فرمائی یعنے سواے اللہ تعالے کے جس کسیکو پکارتے ہین وہ ایک مکھی بھی نہین پیدا کر سکتے اگرچہ سب کے سب مجتمع ہوجاوین۔ اسیطرح شرک کرنے والون کی مثل مکڑی کے جالے سے بیان کی بقولہ تعالی کمثل العنکبوت اتخذت بیتا الآیۃ۔ یعنے مشرکون کا معاملہ مکڑی کے جالے کی مثال ہے یعنے اسکی اصل حقیقت کچھ نہین بلکہ مشرکون کے دماغی خیالات مین سواے اللہ تعالی کے غیرون کی الوہیت کا اعتقاد جما ہوا ہے جو جسم کرتے ہی مٹ جائیگا وہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے۔ چنانچہ سورۂ عنکبوت مین اسکی تفسیر آویگی پس یہودیون نے طعن سے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالی نے ان حقیر چیزون کے ذکر سے کیا مقصود رکھا ہے پس اللہ تعالی نے اُنکی تردید کے واسطے نازل فرمایا کہ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ اللہ تعالی کچھ شرماتا نہین کہ مثل بیان کرے کوئی ہو مچھر ہو یا اس سے بڑھکر ہو۔

ف شرم کرنا شان الٰہی مین آدمی کی طرح مقصود نہین ہے کیونکہ شرم تو دل کے کھچنے سے ہوتی ہے لہذا شان الٰہی عزوجل مین استعمار کے وہ معنے لیے گئے ایسا ہے کہ حقیقی صفت الٰہی عزوجل ہے جسکی کنہ جاننا غیر ممکن ہے اور وہ اُسکی شان عالی کے لائق ہے بخلاف مخلوق کے کہ مخلوق مین البتہ دل کے کھنچنے کو شرم کہتے ہین اور جب ذات وصفات الٰہی عزوجل سے کوئی چیز مشابہ نہین ہے تو وہان یہ معنے نہین ہین

بلکہ صفات قدسیہ مین سے ہے۔ دوم یہ کہ حیا سے مجازًا لازمی معنی لیے گئے کیونکہ حیا سے آدمی کام ترک کردیتا ہے تو یہان یہ معنی ہوے کہ اللہ تعالے
ترک نہین فرماتا مثل بیان کرنے کو اگرچہ وہ مچھر کے مانند حقیر چیز سے ہو یا اس سے بڑھکر ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ بڑھکر یہ ہے کہ مچھر سے بڑا جانور ہو۔ بعض نے
کہا کہ نہین بلکہ حقارت مین بڑھکر ہو یعنے اگر مچھر سے بھی بڑھکر حقیر ہو تو اسکے ساتھ بھی مثل متروک نہین کرتا کیونکہ اسمین اللہ تعالی کی حکمتین موجود ہین
یہی قول حضرت قتادہؒ کا اور مختار شیخ ابن جریر وکسائی وابوعبید کا ہے اور یہی اکثر محققین کے نزدیک مختار ہے چنانچہ مچھر سے اسکا پر زیادہ حقیر ہے۔ چنانچہ حدیث
سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک اگر دنیا کی قدر مچھر کے پر برابر ہوتی تو کافر کو ایک
گھونٹ پانی نہ دیتا (الترمذی) اور اسی طرح حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہے کہ نہین ہوتا کہ کسی مسلمان کو کوئی کانٹا یا اس سے بڑھکر (مثلاً ایذا)
لگ جاوے مگر یہی کہ اسکے واسطے اس صدمہ کے عوض ایک درجہ لکھا جاتا ہے اور اس سے ایک گناہ محو کیا جاتا ہے (صحیح مسلم) کیونکہ وہ راضی ہو کر
اللہ تعالی کی حمد وثنا کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا نزول ان یہودیون کی تردید کے واسطے تھا اور شیخ ابن کثیرؒ نے
تفسیر سدی سے نقل کیا کہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے منافقون کے واسطے سابق
کی دونون مثلین بیان فرمائین یعنے قولہ مثلہم کمثل الذی استوقد نارا۔ اور قولہ او کصیب من السماء الآیۃ۔ تو منافقون نے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالے
کی شان اس سے بزرگ ہے کہ وہ ایسی مثل بیان فرماوے تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور عبدالرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ جب
مکھی و مکڑی کی مثل مذکور ہوئی تو مشرکون نے ان دونون پر اعتراض کیا کہ اسکے ذکر سے کیا مراد ہے تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ ابوجعفر رازی نے
ربیع بن انس سے روایت کی کہ اللہ تعالی نے دنیا کی ضرب المثل ایک مچھر سے بیان فرمائی جسکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جبتک بھوکا رہتا ہے تو زندہ رہتا
ہے اور جب موٹا ہو جاتا ہے تو مرجاتا ہے اسیطرح اہل دنیا کی مثال ہے کہ جب وہ کفر مین اصرار کرتے ہین اور بحکم قولہ تعالی فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب
کل شیء الآیۃ۔ ہر قسم کی دنیا سے مالا مال کردیے جاتے ہین اور جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو ہلاک کردیے جاتے ہین اسکے مانند ابو العالیہ سے
روایت ہے۔ شیخ ابن جریرؒ نے سبب نزول مین سدیؒ کی روایت اختیار کی۔ ع۔ مترجم کہتا ہے کہ قتادہؒ کی روایت مین بھی مشرکون سے
یہود وغیرہ مراد ہوسکتے ہین تو بھی یہ آیت مدنیہ رہیگی بہرحال یہ تو سبب نزول مین کلام تھا اور حکم آیت ہمیشہ کے واسطے عام ہے کہ اللہ
تعالے نے جو چیز مچھر یا اس سے بھی زیادہ حقیر پیدا فرمائی اسمین اسکی قدرت عجیب وحکمت بالغہ ظاہر ہے اور وہ اہل عقل کی عبرت کے واسطے
کافی ہے چنانچہ مکڑی و مکھی و مچھر وغیرہ سے اللہ تعالی نے سچی مثلین بیان فرمائی ہین لیکن عبرت انہین کو حاصل ہوتی ہے جو صاحب عقل ہین
چنانچہ فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ج پس جو لوگ ایمان لائے وہ یقینا جانتے ہین
کہ یہ انکے پروردگار کی جانب سے حق ہے۔ ف ٹھیک اپنے موقع پر ثابت ہے کیونکہ حقائق سمجھنے کے واسطے معرفت الہی کا علم چاہیے
اور یہ مومنون کو حاصل ہے اور جسقدر معرفت زیادہ ہوگی اسیقدر مثل کے اسرار زیادہ معلوم ہونگے۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا۔ اور رہے وہ لوگ جنھون نے کفر کیا تو وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے اسکے ساتھ
مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا۔ ف کیونکہ ان لوگون کو جہالت سے مفہوم آیت نہین سوجھتا ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ
بِهٖ كَثِیْرًا ط۔ اللہ تعالی اسکے ذریعہ سے بہتون کو گمراہ فرماتا ہے اور اسکے ساتھ بہتون کو ہدایت فرماتا ہے۔ ف۔ سدی نے ابن عباس
و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جنکو ہدایت فرماتا ہے وہ مومنین ہین کہ انکے نور ہدایت پر اس مثل کی تصدیق
سے نور دیگر زیادہ ہوجاتا ہے اور جنکو گمراہ فرماتا ہے وہ منافقین ہین کہ انکی تاریکی ضلالت مین اس کلام کے انکار سے تاریکی زیادہ بڑھ جاتی ہے

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۔ اور اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ سے کسیکو گمراہ نہین کرتا سوائے فاسقین کے ۔ ف ۔ یعنی فاسقون کو
اس نور تک رسائی نہین دیتا ہے تو وہ بھٹکتے پھرتے ہین ۔ ابو العالیہ و ربیع بن انس نے کہا کہ فاسقین یہان منافقین ہین یعنے منافقین ہی ان آیات کے
نور ہدایت تک نہین پہونچتے ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر کفار و مشرکین بدرجۂ اولیٰ نہین پہونچینگے ۔ مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فاسقین
یہان وہ لوگ ہین جنھون نے پہچان کر کفر کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین منافقین اور علماء یہود و نصاریٰ بھی داخل ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق
جانتے مگر دنیاوی لالچ سے نہین مانتے تھے ۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ حد سے خارج ہو گئے پس اللہ تعالےٰ نے انکو بھٹکا چھوڑ دیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ جو
امر حق و سنت صحیحہ سے جو باہر ہو وہ فاسق ہے لیکن فسق کے مراتب ہو جائینگے چنانچہ جو شخص عمل سنت سے خارج ہو وہ عملی بدعتی ہے اور جو شخص اعتقاد و
سنت سے خارج ہو وہ اعتقادی مبتدع ہے اور جو شخص حرام کا مرتکب ہو اُسکو اصطلاح مین فاسق کہتے ہین اور جو شخص عقائد اسلام سے خارج ہو وہ منافق ہے
اور اسمین مشرکین و کفار بھی داخل ہین کیونکہ عقائد اسلام سے خارج ہین ۔ چنانچہ ابن ابی حاتمؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی کہ گمراہون سے خوارج مراد ہین ۔
مترجم کہتا ہے کہ خوارج کی بھی یہی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ نے گمراہ فاسقون کے حق مین بیان فرمائی یعنی اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ
بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۔ یعنی گمراہ فاسقین ایسے لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو اُسکی مضبوطی کے بعد توڑتے ہین ف ۔ چنانچہ شعبہ نے عمرو بن مرہ سے
روایت کی کہ مصعب بن سعد نے کہا کہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو فرمایا کہ حروریہ ہین یعنی وہ خوارج ہین جنھون نے جماعت اسلام
مین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر حروراء و نہروان مین خروج کیا ۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے یہ اسناد اگر صحیح ہو یہ
معنی نہین ہین کہ نزول آیت کے وقت یہی لوگ مراد تھے بلکہ آیت قدسی کے عام معنی ہین جیسے منافقین و یہود وغیرہ مشرکین داخل ہین ایسے ہی خوارج بھی
داخل ہین جنھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میثاق بیعت پورا ہونے کے بعد توڑ دیا اور جو شخص شرائع اسلام سے خارج ہو وہ فاسق ہے ۔ مترجم کہتا ہے
ہر فرقہ جو جماعت اسلام سے خارج ہوا مانند معتزلہ و روافض و جہمیہ و نیچریہ وغیرہ کے قیامت تک اسمین داخل ہین کیونکہ صفات مومنین یہ ہین کہ ۔ الذین
یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربہم ویخافون سوء الحساب یعنی مومنین ایسے بندے ہین جو اللہ تعالیٰ کا
عہد پورا کرتے اور میثاق کو نہین توڑتے ہین اور ایسے بندے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ملائے رکھنے کا حکم دیا اُسکو ملائے رہتے ہین اور اپنے
رب سے ڈرتے ہین اور قیامت کے بری حساب سے خوف کرتے ہین (سورۃ الرعد) اور انکے برخلاف منافقین و مشرکین کا حال ہے جو عہد الٰہی کو بعد
مضبوطی کے توڑ ڈالتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ
اور اللہ تعالیٰ نے جسکے ملائے جانے کا حکم دیا اُسکو کاٹتے ہین اور ملک مین فساد کرتے ہین ۔ ف ۔ یعنے قرابت کا صلہ رحم نہین
کرتے جیسے اللہ نے فرمایا ۔ فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم ۔ یعنے اگر تم متولی بنائے جاؤ تو تمھاری شان
سے یہی قریب ہے کہ زمین مین فساد مچاؤ اور اپنے قرابات کا ناتا کاٹو یعنے بخوف ہو کر خلاف شریعت عمل کرو اور اپنی قرابات مین
بجائے صلہ رحم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو ۔ حدیث مین ہے کہ عرش الرحمٰن سے رحم معلق ہے التجا کرتا ہے کہ الٰہی تو نے اپنے نام پاک سے مجھے نام
دیا تو جو شخص مجھے ملائے رہے اُسکو ملا دے اور جو شخص مجھے توڑے اُسے ٹکڑے کر دے ۔ (الصحیح) مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے جب شاہان اسلام
نے شریعت کو چھوڑ کر باہم قتال کیا تو سلطنت متعدہ کے ٹکڑے ہو کر کفار کا غلبہ شروع ہوا ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
ایسے ہی لوگ خسارہ مین ہین ۔ ف ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ایسا لفظ جب بجائے اہل اسلام کے دوسرون کی جانب منسوب ہوتا ہے ۲۰
تو اُس سے کفر مراد ہوتا ہے اور جب اہل اسلام کی جانب منسوب ہوتا ہے تو اس سے گناہ مراد ہوتا ہے ۔ مقاتل بن حیان نے کہا کہ خسارہ انکو آخرت مین ہے ع۱۰

شیخ نے کہا کہ جیسے سورۂ رعد کی آیت مین فرمایا کہ اولئک لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار یعنے ایسے لوگون کے واسطے لعنت اور اُنھین کے لیے جہنم ہے پس قیامت مین جب کمال محتاجی کا وقت ہوگا تو اُسوقت لعنت وجہنم اُنکے حق مین کمال خسارہ ہے نعوذ باللہ من ذلک (تنبیہ) جس عہد شکنی کا ذکر اس آیت مین ہوا اُس سے کون عہد مراد ہے- ابوالعالیہ نے فرمایا کہ منافقون مین چھ خصلت ہوتی ہین چنانچہ اگر اُنکو غلبہ ہوتا ہے تو یہ سب ذمائم ظاہر کرتے ہین کہ جب بات کہتے ہین تو جھوٹھ بولتے ہین اور جب وعدہ کرتے ہین تو خلاف کرتے ہین اور جب اُنکے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتے ہین اور مضبوطی کے بعد اللہ تعالی کا عہد توڑتے اور قرابت کا ناتا کاٹتے اور زمین مین فساد کرتے ہین اور جب مغلوب ہوتے ہین تو صرف تین باتین ظاہر کرتے ہین کہ جب بات کہتے ہین تو جھوٹھ بولتے ہین اور جب وعدہ کرتے ہین تو خلاف کرتے ہین اور جب امانت دیے جاتے ہین تو خیانت کرتے ہین- سدیؒ نے کہا کہ عہد سے وہ عہد مراد ہے جو قرآن مین در باب ایمان آیا ہے- اور شیخ ابن جریرؒ نے منافقون کے ساتھ اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو داخل کیا جنسے توریت وانجیل مین عہد لیا گیا ہے اور یہی مقاتل ابن حبان کا قول ہے- اور دیگر جماعت نے کہا کہ آیت مین تمام اہل شرک وکفر ونفاق مراد ہین اور انکا عہد ایک تو وہ ہے جو میثاق ازل مین پشت آدم علیہ السلام سے لیا گیا دوم دُنیا کی آیات قدرت وپیغام رسالت ہے کیونکہ ان آیات قدرت کے ساتھ جب خود ہی ایمان توحید فرض تھا تو بعد پیغام رسالت کے نہایت مؤکد ہوگیا اسیواسطے فرمایا کہ عہد کو بعد مضبوطی کے توڑتے ہین لہذا فرمایا

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ج ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ

تم کسطرح منکر ہوتے ہو اللہ سے اور تھے تم مُردے پھر اُسنے تم کو جلایا پھر تم کو مارتا ہے پھر جلاویگا پھر

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اُس پاس اُلٹے جاؤ گے

یعنے آیات قدرت وتاکید رسالت کے بعد تم لوگون سے تعجب ہے کہ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ- کیونکر تم اللہ تعالے سے کفر کرتے ہو- وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا- حالانکہ حالت یہ ہے کہ تم مردے تھے- ف یعنے تم خوب جانتے ہو کہ تم اپنے مان وباپ کے اندر نطفہ تھے جسکو حس وحرکت نہین ہے- فَاَحْيَاكُمْ- پس اللہ تعالے نے تمکو زندگی دی- ف شیخ نے لکھا یعنے تم معدوم تھے پھر تمکو موجود کیا- ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ- پھر تمکو موت دیگا پھر تمکو زندگی عطا کریگا ف چنانچہ قولہ تعالے- ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا الآیۃ- مین مذکور ہے یعنے کفار بعد معائنہ عذاب آخرت کے کہینگے کہ الٰہی تو نے ہمکو دو موتین اور دو حیاتین دین سو ہمنے اپنے گناہون کا اقرار کیا اب یہان سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے- ھ- ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلے مردہ خاک تھے پھر زندہ کیا پھر دوسری موت بوقت اجل دی پھر قیامت مین دوبارہ زندہ فرمائیگا پس یہ دو موتین و دو حیاتین ہوگئین اور یہی حضرت ابن مسعودؓ و ایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے- ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝- پھر اللہ تعالیٰ ہی کی جانب تم لوگ رجوع کروگے- ف پھر یہان بدون شرک کے توحید ربوبیت کا اقرار کروگے حالانکہ اُسوقت تمکو کچھ فائدہ نہوگا (تنبیہ) آدمی کی خلقت اپنے مان وباپ دونون نطفہ سے ہوتی ہے اور یہی حدیث صحیح سے ثابت ہے پس بعض اطبا کا قول غلط ہے جو گمان کرتے ہین کہ عورت کی طرف سے سوائے نطفہ مرد کے لیے منی نہین ہوتی ہے- (فائدہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث مین ہے کہ آدمی کی خلقت اپنی مان کے پیٹ مین چالیس روز مجموع ہوتی ہے پھر چالیس روز مین خون کا تھکا ہوتی ہے پھر اتنی ہی مدت مین گوشت کا لوتھڑا ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اُسکی طرف چار باتون کے ساتھ ایک فرشتہ

بہیجتا ہے جو اُسکا رزق و عمر و عمل و شقی یا سعید لکھتا ہے پس اللہ تعالیٰ اُسمین روح پہونکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم
اُس ذات کی جسکے سواے کوئی الوہیت والا نہین ہے کہ آدمی جنتی لوگون کے کام کرتا ہے (حالانکہ اُسکے حق مین عذاب دوزخ لکھا ہے) یہانتک
کہ اُسمین اور جنت مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہے پہر سابق تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہے کہ وہ دوزخیون کا کام کرکے دوزخ مین داخل ہوتا ہے اور
آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہے یہانتک کہ اُسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہے پہر سابق تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہے کہ جنتیون کا کام
کرکے جنت مین داخل ہوتا ہے (الصحیحین وغیرہ) اور یہ حدیث توضیح کے ساتھ بعض مقامات مین آویگی انشاء اللہ تعالیٰ - اور حدیث جابرؓ مین ہے کہ
کوئی بندہ مومن نہوگا یہانتک کہ ایمان لاوے تقدیر کا تا کہ یقین کرے کہ جو نیکی بدی اُسکو پہونچی وہ ہرگز اُس سے چوکنے والی نہتھی اور جو اُسکو نہین پہونچی وہ ہرگز اُسکو
پہونچنے والی نہتھی (الترمذی) ف۲ اشارات اسرار مین ہے کہ اضلال و ہدایت صفت الٰہی عزوجل لطائف اسرار حکمت سے ہے - بعض نے فرمایا کہ یہان گویا دو سمندر ہین کہ
بہت سے نجات والے پار ہوجاتے ہین اور بہت سے ڈوبنے والے ڈوب جاتے ہین اور گناہ اگرچہ صغیرہ ہو بیشک گناہ ہے کبھی آدمی غفلت سے مرتکب ہوجاتا
ہے مگر بُرا جانتا ہے اور دوم یہ کہ غفلت جاتی رہی اور بیباک ہوکر گناہ مین گھسا تو یہ بیباکی اصرار ہے جس سے گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے - حدیث ابو ہریرہؓ
مین ہے کہ جسکو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسکے رزق مین کشایش دے اور اُسکی موت مین تاخیر کرے تو اُسکو چاہیے کہ اپنے قرابتیون کے ساتھ
صلہ رحم کا سلوک رکھے (البخاری و الترمذی) قطع رحم بھی گناہون مین سے ہے جسکا فساد بہت پہیلتا ہے - حدیث مین ہے کہ باہم پہوٹ ہی نیکیون کی مونڈنے والی
ہے (السنن) شیخ نے عرائس مین لکھا کہ اصل حیات بنور ازل ہے ورنہ سب مردہ ہین جیسے غفلت کے بعد معرفت سے زندگی ہوتی ہے لہذا شیخ شبلی نے کہا کہ
تمکو اپنے ساتھ زندہ کیا یعنی بصفت الحی القیوم - بعض مشائخ نے تعجب کیا کہ جمادات سے نباتات بہتر اور نباتات سے حیوانات بہتر اور حیوانات سے
انسان اشرف ہے مگر خالق عزوجل کی توحید مین کسیکو نزاع نہین مگر انسان سخت ناشکرا ہے کہ اُسکو جھگڑا ہے جسپر اسقدر انعام فرمایا ہے کما قال تعالیٰ

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

وہی ہے جسنے بنادیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین مین ہے سب پہر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا اُنکو سات آسمان

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ع ۳

اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

اول اللہ تعالیٰ نے بندون کی ذات پیدا کرنا بیان کیا پہر اُنکو رزق دینا بیان فرمایا پس یہ بھی منجملہ دلائل قدرت توحید کے کفر سے
مانع ہے یعنی تم کیونکر اپنے خالق عزوجل سے کفر کروگے حالانکہ اُسنے تمکو عدم سے موجود کیا اور تمہاری زندگی بہر تمکو طرح طرح کا رزق دیا - هُوَ الَّذِي
خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا - وہی ہے جسنے تمہارے واسطے پیدا کیا جو کچھ زمین مین ہے سبکا سب - ف اسیواسطے علماء کا
صحیح مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا اُسمین اصل اباحت ہے یعنی اصل مین یہ سب مباح ہے پہر جبکسی چیز کی نسبت دلیل خاص قائم
ہو کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے فقط وہی حرام ہوگی اور حلال ہونے کے واسطے دلیل ڈہونڈہنے کی ضرورت نہین ہے کیونکہ وہ تو
اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا کو آدمیون کے نفع کے واسطے پیدا فرمایا ہے پس جبتک کسی چیز کی نسبت بالخصوص حرام
کردینے کی دلیل معلوم نہو تب تک سب مباح ہے چنانچہ کل جانورون کا گوشت حلال ہے سواے سور وغیرہ کے جنکی حرمت پر دوسری نص
آگئی رہا یہ کہ اُنکے حرام کردینے مین کیا حکمت ہے تو علما نے عوام کی سمجھ کے لائق آسان جواب یہ لکھا کہ فرمانبردار و نافرمان پہچان لیا جائیگا لیکن
دقیقت اُسمین اسرار حکمت ہین کیا تم نہین دیکہتے کہ خنزیر خوار سور کے گوشت مین کہانے والے کے نفس مین بہی یہی بیحیائی و گندگی پیدا ہوگی

جیسے کتون کے پالنے والے دنیا کے کتے ہین توجب خالی اُسکی محبت کا یہ اثر ہے تو غذائیت کی سیرت بہت مذموم پیدا ہوتی ہے اور من سلوک
بیان مین کچھ ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس جو لوگ اہل عقل ہین وہ ان محرمات کی حکمت مین اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری
کرتے ہین اور خالی زبان و خواہش نفس کے پیچھے اپنے خصائل کو مثل کتے و سُور کے خراب نہین کرتے اور جب غور سے دیکھو تو جسکو بکری و ہرن
و نیہ وغیرہ کے نفیس گوشت ملے اگر اُسکو سور و کتے کا گوشت نہ ملا تو وہ کچھ بھی پرواکے قابل نہین اور جسکو تیتر و بٹیر وغیرہ کے نفیس گوشت
میسر آئے تو اُسکو کوے و گدھا و چیل کے گوشت نہ ملنے پر کچھ حرج نہوگا پس معلوم ہوا کہ حکمت شریعت تعلیم اخلاق جمیل ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے
جو کچھ روے زمین مین ہے سب انسان کے واسطے پیدا کیا پس کیونکر اُس سے کفر کر سکتے ہین جسنے اُنکی ذات کو پیدا کرکے اُنکے واسطے زمین کے
تمام حیوانات و نباتات و جمادات پیدا کیے جنکو اپنے رزق مین لاتے ہین حتی کہ جاندار جانورون کو مار کر کھاتے ہین پس کیونکہ جائز ہوگا کہ
اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوے جانورون کو کسی غیر کے نام پر مارین یعنے غیر کی بھینٹ چڑھاوین یا غیر کے نام پر اُسکو قربان کرین اور کیونکہ جائز
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے رزق سے پیٹ بھرین اور غیر کا شکریہ ادا کرین حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اُنکے رزق کے واسطے یہ سب زمین اور اُسکا سامان پیدا کیا
ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ - پھر جانب آسمان مستوی ہوا - فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پس اُنکو ٹھیک کرکے سات آسمان کیا
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ - اور وہ ہر چیز کے ساتھ خوب آگاہ ہے - ف پس جسنے جان دی اور رزق عطا کیا اور اُسکی قدرت آسمان
و زمین کو محیط ہے کہ ایک ذرہ اُسکی قدرت سے باہر نہین ہو سکتا تو اُسکی ناشکری و کفر کیونکر ممکن ہے - آیت قدسی مین بہت سے فوائد ہین
(فائدۂ اولی) یہ کہ اصل اشیاء مین اباحت ہے جب تک کوئی دلیل حرمت قائم نہو جیسا کہ اثنا سے تفسیر مین گذر چکا - (فائدۂ ثانیہ) ثم استوی الی السماء
علماء نے کلام کیا کہ یہان استواء کے کیا معنے ہین کیونکہ زبان عرب مین یہ لفظ کئی معنون مین مستعمل ہوتا ہے ایک یہ کہ قصد و توجہ کرنا اور اُسکے واسطے
حرف الی آتا ہے اور وہ یہان بھی موجود ہے پس معنی یہ ہونگے کہ زمین کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کی پیدائش کا قصد کیا کیونکہ حرف ثم
تاخیر پر دلالت کرتا ہے لیکن زمین کے پیدا کرنے سے اُسکا مجمل طور مقصود ہوگا اسیواسطے یہان مجمل زمین مذکور ہے کیونکہ تفصیل کے ساتھ سات زمین کا
بچھانا بعد پیدائش آسمانون کے ہے بدلیل قولہ تعالیٰ - ءَاَنتم اشد خلقا ام السماء بناها رفع سمکها فسوّاها و اغطش لیلها و اخرج ضحاها والارض بعد ذلک دحاها یعنی جو کفار
تعجب کرتے تھے کہ وہ بعد موت کے کیونکر پیدا کیے جاوینگے گویا حماقت سے اُنکو اللہ تعالیٰ کی قدرت مین شک ہے کہ وہ مر کر کیونکر پیدا ہو سکتے ہین پس اُنکو
ملامت کی جھڑکی دی کہ ءَانتم اشد خلقا ام السماء الآیۃ یعنی کیا تمھاری خلقت اشد ہے یا آسمان کی اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا اُسکی چوٹی اُٹھا کر اُسکو ٹھیک کیا
اور اُسکی رات کو اندھیرا بنایا اور اُسکا نور پیدا کیا پھر اسکے بعد زمین کو بچھایا اور اُس سے زمین کا پانی و سبزہ نکالا اور پہاڑون کو اُسپر میخ کیا تاکہ تمھارے واسطے
اور تمھارے جانورون کے واسطے تمتع ہو - ھ - علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد زمین کو
بچھونا کیا گیا اور اُسکی تفصیل سورۂ حٰم السجدہ مین ہے جہان فرمایا - ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الآیات - یہ سب تقریر اس بنا پر ہے
کہ استواء بمعنے قصد و ارادہ ہے - اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ استواء بمعنے ارتفاع ہے - اظہری نے کہا کہ بلند ہوا بجانب آسمان - رازی و زمخشری نے
کہا کہ استواء بمعنے اعتدال و استقامت ہے یعنی ٹھیک جسمین کچھ کجی نہو جیسے آدم علیہ السلام کی خلقت مین فرمایا - فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ
ساجدین - یعنی ملائکہ کو فرمایا کہ جب مین اُسکو مستوی کردون اور اُسمین اپنی روح سے پھونکون تو تم لوگ اُسکے لیے سجدہ مین گر جاؤ - ھ لیکن اسکے ساتھ
حرف الے نہین آتا ہے اور جب ارتفاع و بلندی کے معنے مین ہوتا ہے تو حرف علی آتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ - فاذا استویت انت و من معک علی الفلک - اور
جیسے قولہ تعالیٰ لتستووا علی ظهوره - لہذا یہان جبکہ حرف الی آیا ہے تو معنی اول یعنے قصد ہی مناسب ہین اور اسکو شیخ ابن کثیر نے اختیار کیا - (فائدۂ ثالثہ)

واضح ہو کہ آسمانوں کی تعداد سات منصوص ہے اسیطرح زمینوں کا شمار بھی سات ہے اور یہ حدیث میں بھی وارد ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جسنے کسی دوسرے کی زمین میں سے بقدر ایک بالشت کے ناحق لے لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسکو ساتوں زمین سے طوق پہنا دیگا
(الصحیح) پھر بعض روایات میں وارد ہے کہ جیسے ہر دو آسمان کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے اسیطرح ہر دو زمین کے درمیان اسیقدر فصل ہے۔
امام رازی رحؒ نے تفسیر کبیر میں آسمانوں کے بیان میں فلاسفہ کے اقوال بھی نقل کیے اور اُنکے دلائل کو مجروح کرنے کے بعد فرمایا کہ ان خبطیوں کے اقوال
نقل کرنے سے مجھے صرف یہ تنبیہ مقصود ہے کہ کسی آدمی کی یہ مجال نہیں کہ آسمانوں و زمینوں کے تعلقات اور اُنکی کیفیت و تعداد اپنے حواس کے ذریعہ سے
دریافت کر سکے کیونکہ علم تو اسکو کہتے ہیں کہ جو قرار دیا اور واقع یہی ہو اور اُسکے مخالف کچھ نہو حالانکہ یہ بات کسیطرح ممکن نہیں اور سوائے خالق عز وجل کے
کوئی شخص اسکو احاطہ نہیں کر سکتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات نہایت صحیح اور بالکل بدیہی ہے مگر اس زمانہ میں احمقوں کا ایک فرقہ ہے جو اپنے آپکو فلاسفہ
سمجھتے ہیں حالانکہ اُنکو فلسفہ میں سوائے اٹکل کے کچھ بھی حاصل نہیں ہے کاش ان لوگوں کو اتنی ہی سمجھ ہوتی جسقدر قدماء فلاسفہ رکھتے تھے حالانکہ
اُنمیں اور اِنمیں زمین و آسمان کا تفاوت ہے ان موجودہ لوگوں نے تو فقط اٹکل پر چلنے کا فلسفہ نام رکھا ہے حالانکہ قدمائے فلاسفہ کی نسبت
تو نے دیکھا کہ امام رازی نے کسطرح اُنکو خبطی بیان فرمایا پھر امام رازی نے نصیحت کی کہ جب یہاں کوئی عقل و قیاس کام نہیں دیتی ہے
تو لامحالہ اسی حد تک اقتصار کرنا چاہیے جہانتک خالق عز وجل نے قرآن یا حدیث سے ہمکو آگاہ فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ شائستہ آدمی کی تنبیہ کے لیے
یہ فکر کافی ہے کہ زمین بہ نسبت آفتاب کے ایک مٹر ہے جو ایک مٹکے کے مقابلہ میں ہو حالانکہ آفتاب کے مانند اگر اس آسمان میں بچھائے جاویں تو کروڑوں
بیشمار سماویں پھر اس آسمان کے مقابلہ میں زمین کی کوئی نسبت باقی نہیں ہے اور خالق آسمان عز وجل نے آسمانوں کے محیط جو اجرام عرش و کرسی
پیدا فرمائے اُنکے مقابلہ میں آسمان ایک رائی سے کمتر ہے تو زمین کی نسبت کیونکر شمار ہو پھر یہ زمین جسپر ہم آباد ہیں اسکی نسبت سوائے اٹکل قیاسی
باتوں کے تحقیقی و قطعی علم نہیں حاصل کر سکتے اگرچہ بعض اٹکل کے قیاسات اس امر کا شبہہ دلاتے ہیں کہ زمین مدور ہے لیکن کوئی قطعی دلیل
نہیں ہو سکتی پس آسمان کی کیفیت و تعلقات کیونکر قائم کیے جاویں پھر واضح ہو کہ جب زمین اس مخلوقات سماوی کے مقابلہ میں رائی کا
ہزاروان حصہ نہیں ٹھہرتی ہے تو انسان بے بنیاد اپنی ہستی کو ملحوظ رکھے اور عظمت خالق عز وجل اپنے قلب میں ہرگز کرے بلکہ ایک قلب ضعیف اس تجلی کے
لائق ہے اور یہ بھی شان الٰہی عز وجل ہے کہ اُسنے اس انسان ضعیف الخلقت کو اپنی معرفت سے سرفراز فرمایا جو ان اجسام عظیمہ میں نہیں ہے لہذا
انسان کی تسبیح کو اشرف قرار دیا اور زمین کے حیوانات کو اپنے نام پر اُسکی غذا کر دیا پھر واضح ہو کہ زمین کے بارہ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
تفصیل ثابت نہیں ہے اور نہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے وارد ہے اور اسکا بھید یہ ہے کہ اصل مقصود نور معرفت و دار آخرت ہے حتی کہ اُسوقت
سب کیفیت بھی ظاہر ہو جائیگی بخلاف اسکے اگر معرفت و آخرت سے گم رہا تو زمین کی کیفیت سے اُسکو کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ بسا اوقات ایسے لوگ اپنی
اس حالت میں بہت سے امور حق سے اندھا منکر ہو جاتا ہے ہاں بنی اسرائیل کی روایات میں البتہ کچھ حالات وارد ہوئے ہیں چنانچہ حضرت کعب احبار
تابعی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے و دیگر اہل کتاب سے اسلامیوں نے بھی وہ روایات نقل کیں لیکن کعب احبار
وغیرہ وہی باتیں بیان کر سکتے ہیں جو اُنکو اپنے یہاں کتابوں میں ملیں حالانکہ اُنمیں اسناد ثقات کا سلسلہ نہ تھا چنانچہ مقدمہ میں تصریح
گذر چکی لہذا احتمال ہے کہ یہ بیان بزبان انبیاء سابقین علیہم السلام ہو اور محتمل ہے کہ اسرائیلیوں میں سے کسی نے بنائی ہو لہذا ہم جزم نہیں کر سکتے
مگر نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے پہلے جو پیدا کیا اُسکے سوائے یہ مخلوقات پیدا نہیں فرمائی تھی پھر جب اس خلق کو
پیدا کرنا چاہا تو پانی سے دھواں پیدا کیا وہ پانی کے اوپر بلند ہو گیا اسیواسطے سما اُسکا نام ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی آسمان کا مادہ ہے اور

بعض احادیث مین آیا کہ آسمان ایک موج مکفوف ہی - م - پھر اللہ تعالے نے پانی کو خشک کر دیا تو اسکو ایک زمین بنایا پھر اسکو تہ
پھاڑ کر سنیچر و اتوار کے دو دن مین سات زمینین بنایا پھر زمین کو مچھلی پر رکھا جسکا ذکر - ن و القلم مین موجود ہی اور یہ مچھلی پانی مین ہی اور پانی پشت
صفاۃ پر ہی اور صفاۃ پشت فرشتہ پر ہی اور فرشتہ ایک صخرہ پر ہی اور صخرہ مذکور ہوا مین ہی جو آسمان یا زمین مین نہین ہی پھر مچھلی کی جنبش سے زمین
کو اضطراب ہوا تو پہاڑون سے اسکو بوجھ دیدیا گیا اسی سے پہاڑ افتخار کرتے ہین پھر زمین مین پہاڑون کو پیدا کیا اور زمین والون کی روزی و درخت
پیدا فرمائے اور جو کچھ اسکے واسطے سامان تھا یہ سب منگل و بدھ دو دن مین پیدا کیا پھر آسمان کی جانب قصد فرمایا حالانکہ وہ پانی کا دھوان تھا پس
اسکو ایک آسمان بنا کر تہ پھاڑ کر جمعرات و جمعہ دو دن مین سات آسمان بنا لئے اور یہی جمعہ کے دن آسمان و زمین کی خلقت جمع ہوئی اور اللہ تعالی نے
۱ ہر آسمان مین اسکے امور مین ملائکہ اور سمندر و جبال البرد و دیگر اشیا جنکو اللہ تعالی ہی جانتا ہی پیدا فرمایا پھر آسمان دنیا کو کواکب سے مزین فرمایا
کہ وہ آسمان کی زینت اور شیاطین سے حفظ ہین پھر جب اپنی مشیت کے موافق پیدائش سے فارغ ہوا تو عرش پر استوا فرمایا - شیخ ابن کثیر رح
نے لکھا کہ یہان ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا
کہ اللہ تعالے نے تراب کو سنیچر کے روز پیدا کیا اور اتوار کے روز اسنے پہاڑ پیدا کیے اور دوشنبہ کے روز اسنے درخت پیدا کیے اور مکروہات کو منگل کے
اور نور کو بدھ کے روز پیدا کیا اور جمعرات کو جانور منتشر فرمائے اور آدم کو جمعہ کے روز بعد عصر کے جمعہ کی آخر ساعت مین جو عصر سے رات تک ہی پیدا کیا
(رواہ مسلم و النسائی ایضًا) شیخ نے کہا کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح مسلم مین موجود ہی اور اسکے رواۃ ثقہ ہین لیکن یہ حدیث غریب ہی چنانچہ حفاظ حدیث مانند
علی بن المدینی و بخاری وغیرہ نے اسکو کعب احبار کا کلام بیان کیا ہی اور ابوہریرہ رض نے اسکو کعب احبار ہی سے لیا تھا لیکن اسناد کے بعض راویون
کو وہم ہو گیا تو انہون نے ابوہریرہ رض کا سننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا چنانچہ بیہقی رح نے اسکو تحقیق اسانید کے ساتھ تحریر فرمایا ہی
(فائدہ) خلق لکم مین افادہ ہی کہ سب جو کچھ زمین مین ہی وہ تمہارے نفع کیواسطے ہی اور اصح یہ ہی کہ کل چیزین کبھی نہ کسی نفع مین آتی ہین حتی
خاک و بالو بھی کام مین آتی ہی اور زہر بھی زخم کے کیڑے مارنے کے کام مین آتا ہی اور شراب بھی ایسے طور پر نافع ہی اگرچہ پینے مین بوجہ حرام ہونے کے
اللہ تعالی اثر نہین دیتا - چنانچہ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالی نے جو چیز تمپر حرام فرمائی اسمین شفا نہین رکھی ہی - (السنن) خانہ کعبہ مثل سفید بلہ
کے آسمان سے پہلے پیدا ہوا ہی - عرائس مین اشارہ ہی کہ کل چیزون مین نفع یہ ہی کہ سب امتحان و عبرت ہین اور خالق عزوجل کی دلیل قدرت ہین
پس جو شخص انسے منفرد ہو کر خالق عزوجل پر بھروسا کرے وہ محقق و اصل ہی چنانچہ ابن عطاء نے فرمایا کہ خلق سب تیرے لیے ہی اور تو اللہ تعالے کے
واسطے ہوا اور جو شخص انہین مشغول ہو کر حق تعالے سے غافل ہوا تو وہ مدعی کاذب ہی - بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ ہر شخص بندہ نعمت ہی تو ہر طرح کی
نعمتین عطا فرمائین تاکہ اپنے منعم حقیقی کو پہچانین - شیخ ابن العربی نے کہا کہ عالم سفلی و علوی کی نظیر انسان ہی چنانچہ انسان مین عالم سفلی یہ جسم ہی اور
عالم علوی مراتب روحانیات ہین اور وہ سات ہین اول ملکوت ارضیہ و قوائے نفسانیہ و جن ہی دوم عالم نفس سوم عالم قلب چہارم عالم عقل پنجم
عالم سر ششم عالم روح ہفتم عالم خفا ہی - واضح ہو کہ اللہ تعالے نے ملائکہ کو نور سے پیدا فرمایا پس ان مین کدورات مادیہ و خواہشات نفسانیہ نہین ہین انداہ
کھانے پینے وغیرہ کی خواہش سے پاک ہین اور انکے افعال مین سہو و خلل بھی ممکن نہین ہی کیونکہ عقل خالص خطا نہین کرتی و خطا جبھی ہوتی ہی کہ اوہام
و خیالات ہجوم کر کے عقل پر پردہ کر لین اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا - لا یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون یعنی ملائکہ ایسے بندے ہین کہ جو اللہ تعالی
حکم دیا اسمین نافرمانی نہین کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہی وہی کرتے ہین یعنے جب فرمایا کہ نافرمانی نہین کرتے تو شبہہ ہوتا تھا کہ حکم ہی بجالاتے ہین مگر ممکن ہی کہ
بجالانے مین انسے کام پورا نہو تو نافرمانی نہونے کے باوجود کام پورا نہوا پس تنبیہ کردی کہ نہین بلکہ ٹھیک وہی پورا ہوتا ہی جو حکم دیا گیا کیونکہ ان مین کمی

نہین ہی اور دوسری خلقت اللہ تعالے نے جانورون کو پیدا کیا جو محض شہوات و بے عقل ہین پس جمعہ کی آخری ساعت مین اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو کمال حکمت بالغہ سے جامع پیدا فرمایا کہ اُسمین ملکیت و شہوت دونون جمع ہین پس اگر آدمی شہوت کی اتباع کرے تو گناہ مین مبتلا ہوگا اور حد سے باہر ہو جائیگا لیکن ہادی عقل تو بہ کر کے اُسکو اعتدال پر لاویگی یا حاکم شرع اُسکو انصاف سے سزا دیگا تو صفت غضب و عدل و رحمت سبکا ظہور ہوگا پس اس راہ سے کہ شریعت مین حکم الٰہی ہی اور حاکم اُسکی فرمانبرداری کرتا ہی تو وہ نائب شرع و خلیفہ الٰہی ہی اور ظالم و مظلوم مین سے اول بصفت غضب اور دوم بصفت رحمت متصف ہو گیا لہذا اللہ تعالیٰ نے جامع اسرار و معارف آیات کو نازل فرمایا

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتون کو مجھکو بنانا ہی زمین مین ایک نائب بولے کیا تو رکھیگا اُسمین جو شخص فساد کرے

فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ

وہان اور کرے خون اور ہم پڑھتے ہین تیری خوبیان اور یاد کرتے تیری پاک ذات کو کہا مجھکو

اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝

معلوم ہی جو تم نہین جانتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت مین آدمیون پر اللہ تعالیٰ کا احسان ظاہر ہی کہ اللہ تعالیٰ نے قبل پیدا ہونے کے ملاء اعلیٰ مین اُنکا ذکر فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ؕ یعنی ای محمد ذکر فرما اور اپنی قوم کو سنا کہ جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً مین زمین مین خلیفہ پیدا کرنے والا ہون۔ ف ابن ابی حاتم نے عبد الرحمٰن بن سابط سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ سے زمین بچھائی گئی اور پہلے جنھے خانہ کعبہ کا طواف کیا وہ ملائکہ ہین۔ شیخ رح نے کہا کہ اسکی اسناد مین ضعف ہی۔ سُدی رح نے اپنی تفسیر مین ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین زمین مین خلیفہ بنانے والا ہون تو ملائکہ نے عرض کیا کہ ای رب یہ خلیفہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُسکی ذریات ہونگی جو زمین مین باہم فساد و حسد کرینگے اور آپس مین ایک دوسرے کو قتل کرینگے۔ امام ابن جریر نے کہا کہ اس تاویل پر آیت کے معنی یہ ہوے کہ مین اپنی جانب سے زمین مین ایک خلیفہ کرنے والا ہون جو میری مخلوق کے درمیان میرے حکم شریعت کے موافق عدل جاری کریگا یعنی میرا نائب ہو اور یہ آدم علیہم السلام و اُنکی ذریات مین سے جو لوگ موافق شریعت کے عدل کے ساتھ حکم کرنے والے ہین سب خلیفہ ہین اور رہا فساد و خونریزی کرنا تو یہ خلفاء کے سوا دوسرون سے واقع ہوا ہی۔ شیخ سیوطی رح نے اسی تاویل کو اختیار کیا ہی لیکن امام ابن جریر نے بعد اسکے لکھا کہ آیت مین تو خلافت سے باہم آدمیون مین نسلاً بعد نسلٍ قائم مقامی ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ یعنی ان امم ماضیہ کے بعد تمکو زمین مین تمکو اُنکا قائم مقام کیا اور اسی تفسیر کو امام شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہی بدلیل قولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ۔ یعنی اللہ وہی ہی جسنے تمکو زمین مین خلیفہ بنایا۔ و قولہ تعالیٰ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ یعنی اللہ وہی ہی جو تمکو زمین مین خلفاء بناتا ہی۔ و قولہ تعالیٰ۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ یعنی پھر ان نیک لوگون کے قائم مقام بدکار ناخلف ہوے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ایک گروہ مفسرین کے نزدیک اس مقام پر خلیفہ سے حضرت آدمؑ مراد ہین۔ اور قرطبی نے اسکو حضرت ابن عباس رض و ابن مسعود رض و جمیع مفسرین کا قول نقل کیا۔ شیخ نے کہا کہ فقط آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہی کیونکہ اگر آدم علیہ السلام کی خصوصیت ہوتی تو آگے ملائکہ کا یہ قول ذکر فرمایا۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ ملائکہ کہنے لگے کیا تو زمین مین اس شخص کو

پیدا کریگا جو وہان فساد کرے اور خون بہاوے — ف پس یہ آدم علیہ السلام کے حق مین نہین ہوسکتا بلکہ یہ دوسرے لوگون کا فعل ہے
تو ملائکہ کی مراد یہ ہے کہ اس جنس مین ایسے لوگ ہونگے جو زمین مین فساد پھیلادین اور باہم خونریزی کرین حسن بصری و قتادہ نے کہا کہ جب
اللہ تعالی نے ملائکہ کو خبر دی تو انھون نے یہ سوال کیا۔ اور تفسیر سدی مین مذکور ہوچکا کہ ملائکہ نے پہلے ہی دریافت کیا تھا کہ ایک شخص خلیفہ کیونکر ہوگا تو
انکو بتلایا گیا کہ اسکی ذریات باہمی حسد سے فساد و خونریزی کرینگی پس ملائکہ نے دو طور سے جانا ایک یہ کہ اللہ تعالی نے انکو تصریح کے ساتھ آئندہ ہونیوالا
فساد و خونریزی بتلادیا تھا اور دوم یہ کہ انھون نے جنون پر قیاس کیا۔ چنانچہ مجاہد نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ آدم سے دو ہزار برس
پہلے بنو الجان زمین مین بسائے گئے پس انھون نے فساد و خونریزی کی تو اللہ تعالی نے ملائکہ مین سے ایک گروہ بھیجا جنھون نے انکو مارا
یہانتک کہ سمندرون کے جزیرون مین پہونچایا (ابن ابی حاتم) ابو العالیہ نے کہا کہ یہین سے ملائکہ کہنے لگے کہ جیسے جنون نے فساد و خونریزی
کی اسیطرح یہ خلیفہ ہوگا یعنی بجائے جنون کے انکا قائم مقام ہوکر فساد و خونریزی کریگا تو جنون کے مطرود کرنے مین اور انکے قائم کرنے مین
کیا مصلحت ہے۔ شیخ نے کہا کہ شاید انھون نے خلیفہ کی لفظ سے یہی معنی نکالے ہون۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اسوقت ہو سکتا ہے کہ خلافت سے
مراد حکومت عدل کی نیابت ہے پھر شیخ نے کہا کہ یہ قول ملائکہ بطور اعتراض نہ تھا اور نہ بنی آدم کے ساتھ حسد تھا جیسا کہ بعض مفسرین نے وہم کیا ہے
کیونکہ ملائکہ کی شان سے یہ دونون بد اخلاق بنص قرآنی دور ہین بلکہ اجازت الہی عزوجل کا اشارہ پاکر انھون نے اس حکمت کو دریافت کیا۔ مترجم
کہتا ہے کہ حاصل یہ نکلا کہ پہلے جن آباد کیے گئے پھر جب انھون نے فساد و خونریزی کی تو ملائکہ کو بھیجکر نکلوا دیے گئے پھر ملائکہ کو آگاہ کیا گیا کہ دوسرا خلیفہ
پیدا کیا جائیگا جسکی ذریات باہم فساد و خونریزی کرینگی تو ملائکہ کو ظاہر ہوا کہ جب فساد و خونریزی ہی کرنے والے زمین مین رہے تو جنون کے
نکال دینے مین کیا حکمت تھی کہ انکے قائم مقام یہ خلیفہ رکھا جائیگا جو اسیطرح فساد و خونریزی کریگا — وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ
نُقَدِّسُ لَكَ — اور حال یہ ہے کہ ہم بندے تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیرے واسطے تقدیس کرتے ہین۔ ف یعنی عبادت و [illegible]
کے واسطے ہم لوگ کافی ہین تو اس مخلوق مین کیا حکمت ہے علماء نے کہا کہ ملائکہ کو جب [illegible] بتلایا گیا کہ اسکی ذریات باہم فساد
و خونریزی کرینگی تو اسکو عموم پر محمول کرلیا گویا جنون کیطرح یہ بھی سب کے سب فسادی ہونگے اور ملائکہ نے ظہور آثار کو نہین جانا [illegible] جنون
مین عاجزی و فروتنی نہین ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جنون کی پیدائش آتش لطیف سے ہوئی ہے قولہ تعالی وخلق الجان من مارج من
نار۔ اسپر نص صریح ہے حالانکہ محل رحمت وہ لوگ ہین جو جناب الہی مین عاجز ہین۔ چنانچہ حدیث مین ہے [illegible]
جنت نے عرض کیا کہ میری کیا حالت ہے کہ مجھمین ضعفاء و مساکین داخل ہونگے تو ارشاد ہوا کہ تو میری رحمت ہے [illegible]
سے جسپر چاہونگا رحمت کرونگا (کمافی الصحیح) پس قابل رحمت یہی مسکنت ہے جو انسانی [illegible] کے لوازم سے ہے پس ان مین [illegible]
اور ظہور رحمت کے آثار تھے لہذا اللہ تعالی سے ملائکہ کو جو ارشاد ہوا یہ ہے — قَالَ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ — اللہ تعالی نے
فرمایا کہ جو کچھ مین جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو۔ ف شیخ ابن کثیر نے لکھا یعنی اس خلافت مین جو اسرار حکمت ہین [illegible]
نہین جانتے ہو از انجملہ یہ ہے کہ ان مین اللہ تعالی نے انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین پیدا کیے [illegible] عابدین و زاہدین و ابرار و اولیاء
مقربین و علماء عاملین و بندگان خاشعین و محبین ظاہر فرمائے۔ حدیث مین آیا ہے کہ صبح و عصر کے وقت ملائکہ باری باری سے آتے جاتے ہین [illegible]
اعمال صالحہ پہونچاتے ہین تو رب عزوجل دریافت فرماتا ہے کہ تمنے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا حالانکہ اللہ تعالی خوب جانتا ہے ملائکہ
عرض کرتے ہین کہ جب ہم انکے یہان گئے تھے تب بھی وہ نماز پڑھتے تھے اور جب ہم آئے تب بھی انکو نماز پڑھتے چھوڑ آئے ہین [illegible]

گویا اُس جواب کی حکمت ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ جب اللہ تعالےٰ نے
آدمؑ کو پیدا کرنا چاہا تو اس سے پہلے ملائکہ نے آپس میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو ہمسے زیادہ بزرگ و عالم نہیں پیدا فرمائیگا پس آدمؑ
کو پیدا کر کے انکو مبتلا کیا اور عالم میں جس مخلوق کو دیکھو وہ مبتلائے امتحان ہے چنانچہ آسمان و زمین کے واسطے بھی فرمایا۔ ائتیا طوعا او کرہا
قالتا اتینا طائعین۔ یعنے تم دونوں بخوشی خاطر یا ناگواری حاضر ہوان دونوں نے عرض کیا ہم دونوں بخوشی خاطر تیری فرمانبرداری میں
حاضر ہیں۔ (ابن جریر وغیرہ) گویا ملائکہ نے نسبح بحمدک ونقدس لک۔ سے اپنی تسبیح و تقدیس کو جامع و اشرف خیال کیا تھا عبدالرزاق نے
قتادہؒ سے روایت کی کہ تسبیح تو یہی سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور تقدیس سے نماز مراد ہے یہی سدیؒ نے اپنی تفسیر میں ابن عباس و ابن مسعود و
ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ اور حدیث ابو ذرؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ زبان سے کون بات
بولنا افضل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی کلمہ جسکو اللہ تعالے نے اپنے ملائکہ کے واسطے پسند فرمایا وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے (صحیح مسلم)
مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے اس کلمۂ پاک سے ملائکہ کو تسبیح کی ہدایت فرمائی لیکن یہ سمجھنا چاہیے
کہ جب ملائکہ نے اس کلمہ سے تسبیح کی اور جب انبیاء علیہم السلام نے اس کلمہ سے تسبیح کی تو کلمہ واحد ہے اور تسبیح کرنا دونوں میں سے کسکا افضل ہے
مترجم کہتا ہے کہ بیشک اُسکی تسبیح افضل ہوگی جو معرفت صفات میں افضل ہو اور شک نہیں کہ ملائکہ جامع صفات جسے نہیں اور انبیاء علیہم السلام جامع صفات
جمیع ہیں تو جمیع صفات پر حمد و تسبیح بہ نسبت بعض کے افضل ہے حتی کہ یہ محبوب تسبیح انکو جنت میں بھی الہام ہوگی یعنی بجاے سانس کے تسبیح ہوگی۔
حدیث میں ہے کہ کسی شخص کو مدح اسقدر محبوب نہیں ہے جسقدر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اسیواسطے بندوں کو اپنی حمد کا حکم دیا (الصحیح) عبدالرحمن بن
قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں ملائکہ کی تسبیح بلند آسمانوں میں سبحان العلی الاعلی سبحانہ تعالی۔ سنتے تھے
(بیہقی) (مسئلہ) قرطبی وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے تاکہ لوگوں کے اختلافات و تنازع میں فیصلہ کرے اور مظلوم
کی مدد کرکے ظالم سے انصاف لے اور زنا کار وغیرہ پر حدود قائم کرے اور جو لوگ فواحش کے مرتکب ہوتے ہیں انکو سزاے تعزیر سے زجر کرے اور
رہزنی وغیرہ کو روکے۔ اور اسیطرح جمعہ و اعیاد قائم کرے کیونکہ جب ان امور مہمہ کا قائم کرنا واجب ہے حالانکہ انکا قیام بذریعہ امام ہوتا ہے تو امام مقرر کرنا
بھی واجب ہوا پھر امامت کبھی بذریعہ تصریح حاصل ہوتی ہے جیسے ایک جماعت اہل سنت نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صریح خلیفہ کیا گیا تھا اور
دوسرے گروہ نے کہا کہ خلیفہ بنانے کا اشارہ کیا گیا تھا اسیطرح اگر ایک خلیفہ نے اپنی وفات کے وقت دوسرے کو خلیفہ کیا تو وہ خلیفہ ہو جائیگا
جیسے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر جماعت صالحین کی مشورت پر خلافت رکھی تو وہ جسکو
خلیفہ کریں وہ خلیفہ ہو جائیگا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افاضل صحابہ میں سے چھ آدمیوں کے مشورہ پر خلافت چھوڑی اور انھوں نے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر اہل حل وعقد کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے متفق ہوے تو جمہور پر بیعت لازم ہے
حتی کہ امام الحرمین نے اسپر اجماع نقل کیا اسیطرح اگر کسی شخص نے بزور شمشیر سلطنت حاصل کی تو احکام شریعت میں اسکی اتباع لازم ہے
تاکہ جماعت اسلام میں شقاق و نفاق نہو پھر امام میں چند صفات ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مذکر آزاد و عاقل بالغ مسلمان عادل مجتہد آنکھوں
سے دیکھنے والا اعضا میں تندرست اور لڑائی کے ڈھنگ سے واقف ہو اور جب اختیار سے مقرر کیا جائے تو قریشی ہونا چاہیے اور مترجم نے
مقدمہ عین الہدایہ میں توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ قریش میں سے بنی ہاشم کی اولاد ہونا شرط نہیں ہے اور خطا سے معصوم ہونا بھی
شرط نہیں ہے اور اسمیں شیعہ بھی متفق ہیں لیکن روافض مخالفت کرتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے عجب ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو حضر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک رکھا اور آپ کے بعد اپنے زعم مین تجویز کیا کہ اُسکا نام ہی نام رہگیا اور وہ دنیا سے مٹ گئی تاکہ جو لوگ یہود و نصاریٰ و ہنود و مجوس و غیرہ مین سے جو شخص انکے دھوکے مین آیا وہ قیامت مین انکا گریبان گیر ہوا سکا بیان یہ ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسنے امام شریعت تلاش کیا اُسنے روافض کے زعم کے موافق نہین پایا کیونکہ آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ غیر معصوم بلکہ روافض کے زعم کے موافق خطاوار تھے اسیطرح بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی کوئی امام نہین گذرا جو لشکر جہاد کا پیشوا اور سلطنت کی صفات رکھتا ہو بلکہ بعض روافض نے یہانتک غلو کیا کہ ایک شخص امام مہدی پیدا ہوے جو دشمنون کے خوف سے قرآن شریف کو لیکر غار سُرمن رأے مین چلے گئے تو کتاب آسمانی بھی گم ہوئی پس اقوام مشرکین مین سے نہ کسی نے امام شریعت پایا اور نہ کتاب آلٰہی پائی حالانکہ شریعت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام مدت تک قائم رہی حتی کہ قرآن مجید مین اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالےٰ ۔ وآتینٰہم ملکا عظیما ۔ اور بقولہ تعالےٰ ۔ وجعل فیکم انبیاء الآیۃ ۔ یعنے حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا احسان یاد دلایا کہ اُسنے تم مین انبیا پیدا کیے اور تمکو سلاطین بنایا ۔ والائکہ روافض نے اپنی حماقت سے جو لعین وسوسۂ شیطانی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اور کتاب آلٰہی کو گم کردیا نعوذ باللہ من ذالک مسئلہ اگر اقالیم وسیعہ ہون تو ہر ایک مین جداجدا امام جائز ہے یا نہین اسکے جواب مین علما نے تردد کیا اور ابو اسحٰق کے نزدیک وسعت اقالیم کی صورت مین جائز ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جیسے ایک وقت مین بغداد مین خلفاے عباسیہ تھے اور مصر مین خلفاے بنی فاطمہ تھے اور قرطبہ واندلس مین خلفاے بنی امیہ تھے (فائدہ) جب اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو بعد جسم بنانے کے روح پھونک کر زندہ کیا تو ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا پس سب نے سجدہ کیا سواے ابلیس کے جسکو ملعون کر کے نکال دیا گیا چنانچہ اُسکا بیان آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ آویگا

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ

اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتوں کو کہا بتاؤ مجھکو نام

هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ إِنَّكَ

انکے اگر ہو تم سچے بولے توسب سے نرالا ہے ہمکو معلوم نہین مگر جتنا تو نے سکھایا تو ہی ہے

أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ ۚ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ

اصل دانا پختہ کار کہا اے آدم بتا دے انکو نام اُنکے پھر جب اُسنے بتا دیے

بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ

نام اُنکے کہا مین نے نہ کہا تھا تمکو مجھکو معلوم ہین پردے آسمان اور زمین کے اور معلوم ہے

مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ان آیات مین اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی شرافت جس سے ملائکہ پر فضیلت حاصل ہو بیان فرمائی بذریعہ علم یعنے علم سے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرف عطا کیا ۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ۔ اور آدم کو اسمار سکھلائے سب اور یہ ملائکہ سے سجدہ کرانے کے بعد واقع ہوا ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ اسما وہی ہین جو لوگون مین متعارف ہین مانند انسان و چوپایہ و زمین و آسمان وغیرہ کو

ومیدان وخشکی وتری وگھوڑا گدھا وغیرہ یہ روایت ضحاک ہے اور سعید بن معبد کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مین دیگ وہانڈی پیالا
وغیرہ کا نام بھی مذکور ہے (ابن ابی حاتم وابن جریر) حضرت مجاہد وسعید بن جبیر وقتادہ وغیرہ سلف صالحین نے بھی کہا کہ ہر چیز کا نام سکھلایا ربیع
بن انسؒ نے فرمایا کہ ملائکہ کے نام بھی سکھائے۔ اور حمید شامیؒ نے فرمایا کہ ستارون کے نام بھی سکھلائے یعنے زہرہ مریخ مشتری وغیرہ۔ اور شیخ
ابن جریر نے اختیار فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو انکی ذریات وملائکہ وغیرہ سب کے نام سکھائے تھے اور اسمین حکمت یہ تھی کہ اس خلیفہ کو پیدا کر کے
مین ملائکہ پر اپنے بعض علم وقدرت کا اظہار فرماوے جو کہتے تھے کہ ہمسے بڑھکر علم والا اللہ تعالیٰ نہین پیدا فرماویگا پس آدم علیہ السلام کو کل اسمار سکھلائے
یعنے کل اشیا جو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکی تھین یا ہونے والی تھین سب کی ذات وصفات وافعال صغیر وکبیر سب پیش کر کے سکھلائے شیخ ابن کثیرؒ
نے کہا کہ یہی صحیح ہے۔ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ پھران لوگون کو ملائکہ پر پیش کیا ف یعنے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریات
انبیاء وغیرہم کو مع دیگر اشیار کے جو انسان کی منفعت کے واسطے مخلوق ہین سب کو پیش کیا اسیواسطے حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءۃ مین
ثم عرضها علی الملٰئکۃ۔ آیا ہے یعنے ان اشیا کو ملائکہ پر پیش کیا لیکن متواتر قراءۃ مین یہ لطافت ہے کہ پہلے تو جمیع اسمار سے کل اشیار کا علم آیا
پھر ملائکہ پر پیش کرنے مین اہل عقل کی شرافت اظہار فرمائی گئی کہ۔ عرضهم مین انھین کی جانب ضمیر راجع ہے تاکہ دیگر اشیا انکے تابع معلوم ہون
الحاصل پہلے حضرت آدمؑ کو صورت حقیقی ومثالی سے تمام مخلوقات کے نام تبلائے پھر ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا چنانچہ عبدالرزاق نے قتادہ
سے اور سدی نے حضرت ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی آدم علیہ السلام کو سب مخلوق کے نام سکھلا کر
ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ پھر ملائکہ کو فرمایا کہ تم ان کے
نامون سے مجھے آگاہ کرو اگر تم سچے ہو ف حسن وقتادہؒ نے کہا یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمسے بڑھکر علم والا نہین پیدا کریگا
تو تم اپنے علم سے ان چیزون کی ذات وخواص وافعال بیان کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کا مقولہ مذکور نہین ہے لیکن بلاغت کلام سے نکلتا ہے اور
کلام الٰہی موجز ومعجز ہے۔ اسیواسطے ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ زمین مین خلیفہ نہین پیدا کریگا
بلکہ اس سے بہتر وہ روایت ہے جو سدی نے ابن عباس وابن مسعود وایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ معنے یہ ہین کہ تم ان لوگون
کے نام بتاؤ اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اولاد آدم کے سب زمین مین فساد وخونریزی کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ عمدہ تفسیر ہے کیونکہ ملائکہ نے
اپنی تسبیح وتقدیس کا ذکر کیا اور بنی آدم کی نسبت کلیہ فساد وخونریزی کا گمان کیا حالانکہ اگر ان مخلوقات کو جانتے اور انکے خواص وافعال کو پہچانتے
تو انکو معلوم ہوتا کہ تسبیح وتقدیس انبیار واولیار علیہم السلام مظہر جامع صفات ہے اسیواسطے صحیحین وغیرہ کی احادیث صحاح مین وارد ہے
کہ صالحین کی قراءۃ قرآن وتسبیح الٰہی عزوجل کی مجالس مین ملائکہ کمال خوشی سے اپنی مراد حاصل کرنے کو آتے ہین حتیٰ کہ حضرت اسید بن حضیر وثابت
بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما کی تلاوت تہجد مین ملائکہ السکینۃ مثل پارہ ابر کے جسمین شمعہاے کا فوری روشن ہون بغرض استماع قرارت
کے یہانتک قریب ہوے کہ لوگون نے معائنہ کیا اگرچہ انھون نے یہ نہین جانا کہ یہ کیا چیز ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو آگاہ فرمایا
حتیٰ کہ اسید بن حضیرؓ کو فرمایا کہ اگر تو گھبرا کر تلاوت کو منقطع نکرتا جسکے بعد وہ بلند ہو کر غائب ہو گئے تو برابر صبح تک ساکن رہتے یہانتک کہ
لوگ انکو دیکھتے اس سے ملائکہ کا استغراق ظاہر ہے اور مجمع البحار مین ذکر کیا کہ ملائکہ کو فضیلت تلاوت حاصل نہین ہے شیخ ابن جریرؒ نے بھی اسی تفسیر کو پسند
کیا اور کہا کہ ملائکہ کو ارشاد ہوا کہ انکے نام تبلاؤ اگر تم سچے ہو کہ اگر مین نے تمھارے سوا دوسرے کو زمین مین خلیفہ کیا تو اسکی ذریت مین
فساد وخونریزی ہوگی پھر جب تم ان چیزون کے خواص وافعال ہی نہین جانتے ہو جو تمھارے سامنے موجود ہین تو پھر جو چیزین آیندہ موجود ہون انکو بدرجۂ اولیٰ

نہین جانوگے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو چیزین موجود ہین جب انکے افعال وخواص ہی سے آگاہی نہو انکے استعمال وتقضایا کیونکر موافق شریعت کے
قائم کرسکتے ہین قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۔ ملائکہ عرض کرنے لگے
کہ تیری ہی شان پاک ہے ہمکو تو کچھ علم نہین سواے اسکے جو تونے ہمکو سکھلایا البتہ توہی علیم حکیم ہے ف ملائکہ نے ادب کے ساتھ پہلے تسبیح کہی جس سے معلوم
ہوا کہ ہر عیب ونقص جناب باری عز اسمہ سے دور ہے اور اُسکی شان سراسر خوبی وکمال ہے اور جب اللہ تعالی ہی کسی مخلوق مین علم پیدا کردیتا ہے تو وہ
اسقدر جان جاتا ہے جسقدر پیدا کیا اور اُسکے سواے کچھ نہین جانتا ہے پس ملائکہ ودیگر بزرگ مخلوقات کسی مین یہ قدرت نہین کہ اپنے آپ کسی
بات کو جان لے بلکہ اُسمین علم پیدا کردینا فقط فعل آلہی عزوجل ہے اسیواسطے حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام جب بکریون کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے تھے
فرمایا ففہمناہا سلیمان الآیۃ۔ یعنے اس واقعہ کی سمجھ ہمنے سلیمان مین پیدا کردی (مسئلہ) کسی بندہ کے واسطے ممکن نہین کہ کسی بات کا علم جب چاہے
حاصل کرلے کیونکہ سواے اللہ تعالی کے فہم وعلم کا پیدا کرنے والا کوئی نہین یہی معنے ہین کہ علم غیب سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہے
لیکن انبیاء علیہم السلام مین جہانتک علم پیدا کردیا وہ بہت کثیر ہے اگرچہ باہم انبیاء علیہم السلام مین مراتب ہین اور اگر خضر عم پیغمبر نہون تو یہی ثابت ہوگا
کہ سواے پیغمبر کے بعض آدمیون مین ایسا علم پیدا کرتا ہے جو پیغمبرین مین نہین ہوتا مگر اس سے خضر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت موسی علیہ السلام پر
ظاہر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمالات تو معارف آلہیہ ہین اور یہ جو خضر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ دنیاوی چیزون مین فعل آلہی جاری ہونیکا علم تھا
حالانکہ علم صفات ومشاہدۂ ذات اعلی واجل ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو مراتب نبوت کے کمالات تھے مگر تخت بلقیس اُٹھالانے کا کام ایک جنی سے
لیا گیا جیسے عفریتون سے محاریب وتماثیل ومکانات وقصور عجیب عجیب بنانیکا کام لیا جاتا تھا (فائدہ) ملائکہ نے علیم وحکیم ہونا جناب باری تعالی
مین منحصر رکھا اور اُسمین تنبیہ ہے کہ حکمت آلہی عزوجل کو سواے اُسکے کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جاننا خود کسی مخلوق کے اختیار ہی مین نہین ہے تو وہ
جب اپنی ماہیت ہی نہین جانتا ہے تو بے انتہا حکمت آلہی کیونکر پہچان سکتا ہے پس جن جاہلون نے حکم لگایا کہ اگر اللہ تعالی ایسا کرے تو عدل ہے اور
ویسا کرے تو ظلم ہے یہ محض جہالت ہے اسواسطے کہ جب وہ حکمت نہین جانتا اور نہ اسکا جاننا ممکن ہے تو یہ حکم لگانا جہالت ہے (مسئلہ دقیقہ)
آدمی جن محالات کا تصور کرتا ہے مثلاً باری تعالی کا مثل وغیر ذلک تو شامت بیہودگی سے مثل افعال خبیثہ کے اُسمین یہ صورت پیدا
کردیجاتی ہے کیونکہ وہ کسی فعل آلہی کی ماہیت سے واقف ہی نہین ہوسکتا تو صفات وذات اعلی واجل ہین اور محض ممنوع ہے کہ وہان ایسے
خیالات آوین واللہ علی کل شئی قدیر۔ نص محکم ہے والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکابر اصحاب کے واسطے مجلس علم منعقد فرماتے
تھے تاکہ تابعین اسرار معارف سے آگاہ ہون۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی
ودیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہمنے لا آلہ الا اللہ پہچانا پس سبحان اللہ کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کلمہ کو اللہ تعالی نے اپنی
ذات پاک کے واسطے پسند فرمایا اور اسکا کہنا محبوب کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس لطیفہ مین اشارات ہین کہ الوہیت جب ذات باری عز اسمہ مین
منحصر ہے تو کسی نقص کو وہان گنجایش نہین ہے چنانچہ قاتل نفس مذموم ہے حالانکہ خود فرمایا۔ ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا الآیۃ۔ یعنے
اللہ تعالی کے واسطے کون مانع ہے اگر وہ چاہے کہ عیسی مسیح واُسکی مان اور تمام زمین والون کو ہلاک کردے۔ ہ پس اُسکی شان اعلی واجل ہے
کسی فعل کی نسبت ظلم یا نقص کہنے کی گنجایش ہی نہین ہے کیا نہین جانتے ہو کہ اُسکو مخلوق سے کوئی مشابہت نہین ہے لہذا فرمایا۔ لا یسئل عما یفعل
وہم یسئلون۔ یعنے اللہ تعالی جو کچھ کرے اُس سے پوچھ کچھ نہین ہوسکتی اور یہ بندے ہی ہین جو پوچھے جاوینگے۔ الحاصل جب ملائکہ پر اشیا
پیش ہوئین اور اُنہون نے اُنکے نامون سے اپنی نادانی کا اقرار کیا اور اصل علم جناب باری عز اسمہ کے واسطے

خاص کیا یعنے خلیفہ پیدا کرنے مین جو حکمت ہے وہ بیشک اللہ تعالی ہی جانتا ہے اور ہم لوگ نہین جانتے تو اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام
کی لیاقت ظاہر فرمائی۔ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے آدم انکو انکے نامون سے آگاہ کر۔ اس
مین احتمال ہے کہ فقط ملائکہ کو انھین کے نامون سے آگاہ کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ معنے ہون کہ اے آدم ان ملائکہ کو ان سب مخلوقات
کے نام سے آگاہ کر و علی ہذا اہل عقل کے واسطے ضمیر مذکور ہے اور غیر عاقل انکے تابع ہین اور یہی راجح ہے۔ چنانچہ زید بن اسلمؒ نے فرمایا کہ حضرت آدم
علیہ السلام نے سب کے نام بتلانے شروع کیے چنانچہ فرمایا کہ تو جبرئیلؑ ہے اور تو میکائیلؑ ہے اور تو اسرافیلؑ ہے حتی کہ تمام اسمائے بتلائے یہانتک کہ حقیر
چیزون مانند کوے وغیرہ تک بیان کیے۔ اور یہی مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے مروی ہے۔ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ
پھر جب آدم نے ملائکہ کو انکے نامون سے آگاہ کیا ف اور ملائکہ پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہوگئی تو اللہ تعالی نے ملائکہ کو خطاب کیا
قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝
فرمایا کہ کیا مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ مین ہی خوب جانتا ہون غیب سموات و ارض کو اور خوب جانتا ہون جو تم ظاہر کرتے اور جو
چھپاتے ہو ف یعنے مین نے تمسے پہلے ظاہر کر دیا تھا کہ غیب ظاہر و خفی سواے میرے کوئی نہین جانتا ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے
کہ ملائکہ کو اشارہ ہوا کہ تمہارا اظہار بھی مجھے معلوم ہے اور تمہارے باطن مین جو ابلیس نے چھپایا وہ بھی معلوم ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ یہ کبر و غرور اگرچہ
ملائکہ نورانی مین نہین تھا بلکہ فقط ابلیس مین تھا لیکن جب کوئی قوم مجموعہ ہوتی ہے تو انمین سے بعض کا فعل سب کی جانب مبہم کیا جاتا ہے مثلا
کہتے ہین کہ یہ لشکر بہت تجربہ کار ہے کہ لڑا بھڑا اور مرا مارا بھاگا و بھگایا ہوا ہے حالانکہ کل لشکر نہین مرا اسیطرح اس گروہ ملائکہ مین بھی
صرف ابلیس ہی نے چھپایا تھا مگر مجمل نسبت فرمایا اور یہی تفسیر سدی مین ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مذکور ہے کہ جو
انھون نے اظہار کیا وہ یہ قول ہے کہ کیونکر ایسا خلیفہ بنایا جائیگا جو فساد و خونریزی کریگا اور جو کچھ انھون نے پوشیدہ کیا اسسے وہ کبر و غرور مراد ہے جو ابلیس کے
دل مین تھا۔ یہی قول سعید بن جبیر و مجاہد و سدی و ضحاک و سفیان ثوری سے منقول ہے اور اسکو ابن جریرؒ نے اختیار کیا۔ ابو العالیہ
اور ربیع بن انس و حسن و قتادہ نے کہا کہ جو کچھ ملائکہ نے ظاہر کیا وہ یہی تھا کہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس کرتے ہین پھر کیا حکمت ہے کہ ایسی مخلوق
خلیفہ ہو جو فساد و خونریزی کریگی اور جو کچھ انھون نے چھپایا وہ یہ قول تھا کہ ہمسے زیادہ عالم و بزرگ کوئی مخلوق نہوگی پھر ملائکہ نے جان لیا
کہ اللہ تعالی نے علمیت و کرامت مین آدم کو فرشتون پر فضیلت دی ہے۔ ابن جریرؒ نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے قصہ مین روایت کی کہ پھر اللہ تعالی نے ملائکہ کو
فرمایا کہ جیسے تم لوگ ان اشیاء کے نامون سے علم نہین رکھتے یونہی تم خلافت انسانی کی حکمت نہین جانتے ہو اور مین نے تو انکو زمین مین خلیفہ کیا تاکہ
بعض فرمان بردار و بعض نافرمان ہون اور سابق علم الہی مین جاری ہوچکا کہ وہ جہنم کو جن و انسان سے بھر دیگا لیکن ملائکہ بیچارے
اس علم کو نہین جان سکتے تھے لیکن جب انھون نے آثار سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالی نے آدم کو علمی فضیلت عطا فرمائی ہے تو خلافت مین حقیقی حکمت کا اقرار کیا۔ ملخص ابن کثیرؒ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور جب ہمنے کہا فرشتون کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کر پڑے مگر ابلیس نے قبول نکیا اور تکبر کیا اور وہ تھا منکرون مین کا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت کریمہ مین ایک نعمت عظیمہ کا بیان ہے جو اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ اور انکی اولاد پر مبذول فرمائی ہے چنانچہ

آگاہ فرمایا ۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۔ اور بیان کر دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ احسان جب ہم نے ملائکہ سے کہا
کہ تم لوگ آدم کے واسطے سجدہ کرو ۔ ف ۔ بعض مفسرین نے تنبیہ فرمائی کہ یہاں عطف ترتیبی نہیں ہے یعنے یہ مراد نہیں ہے کہ پہلی آیات میں جو کچھ مذکور ہوا وہ پہلے
واقع ہوا تھا اور یہاں جو حکم سجدہ مذکور ہوا اُسکے بعد واقع ہوا بلکہ یہ عطف بطور بیان واقعات ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت پوری ہونے
سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا تھا بدلیل قولہ تعالیٰ ۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین یعنی پھر جب میں اُسکو ٹھیک
کر دوں اور اُسمیں اپنی روح سے پھونکوں تو تم اُسکے لیے سجدہ میں گر پڑو ۔ اور یہی قول صحیح ہے ۔ سجدہ لغت میں ذلت کے ساتھ سر جھکانے کو کہتے ہیں
اور شرع میں عبادت کے طور پر زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے اور ایک قسم سجدہ تحیۃ ہے اور وہ تعظیم کے طور پر جھک جانے کو کہتے ہیں پھر یہاں چند
مقامات ہیں اول یہ کہ کس قسم کے سجدہ کا حکم ہوا دوم یہ آدم علیہ السلام کے واسطے تھا یا آدم بطور قبلہ قرار دیے گئے تھے اور اصل سجدہ اللہ تعالیٰ
کے واسطے تھا سوم ملائکہ سے کل مراد ہیں یا بعض جماعت خاص مراد ہیں چہارم ابلیس از جنس ملائکہ تھا یا غیر جنس ہے پنجم کس حکمت سے ملائکہ کے ساتھ
موجود تھا اور قولہ تعالیٰ ۔ وکان من الجن ۔ یعنے ابلیس تو جنوں میں سے تھا ۔ ۵ ۔ اس آیت کے کیا معنے ہیں ۔ (بیان مقام اول) امام رازی کے
نزدیک مختار یہ ہے کہ پیشانی رکھکر سجدہ کا حکم تھا چنانچہ آدمیوں میں بھی اسلام سے پہلے اگلی امتوں میں یعنی یہود و نصاریٰ وغیرہ بادشاہوں کو اسیطرح
تعظیمی سجدہ کیا کرتے تھے اور اس صورت میں سجدہ عبادت و سجدہ تعظیم کے درمیان صرف نیت کا فرق ہے یعنے اگر معبود سمجھکر سجدہ کیا تو کفر ہوا
اور اگر مخلوق مکرم سمجھکر سجدہ کیا تو تحیہ تعظیمی ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ ۔ اسجدوا لآدم یعنی اسجدوا الی آدم ہے یعنی آدم کی طرف ہوکر سجدہ کرو تو آدم بمنزلہ
قبلہ ہوئے اور اصل سجدہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور یہ تاویل اسواسطے کی گئی کہ سواے اللہ تعالیٰ کے غیر کو سجدہ کرنا کفر ہے لیکن یہ تاویل ضعیف ہے
اسواسطے کہ غیر کو سجدہ کرنا شریعت اسلام میں دو حکم رکھتا ہے ایک یہ کہ بطور عبادت ہو تو کفر ہے اور دوم یہ کہ بطور تعظیم ہو تو حرام ہے اور یہ اسی امت
مکرمہ کے واسطے ہے ورنہ ابھی معلوم ہوا کہ اگلوں میں تعظیمی سجدہ جائز تھا تو شاید اسی طور پر آدم کے واسطے حکم دیا گیا ہو لیکن اسمیں خلاف نہیں ہے
کہ آدم کیواسطے بطور عبادت حکم نہیں تھا پھر تاویل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ظاہر کے خلاف بلا سبب نص کو تغیر دینا جائز نہیں ہے علاوہ بریں اگر اللہ تعالیٰ
کے واسطے سجدہ ہوتا تو ابلیس منکر نہ ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۔ یعنی پس ان ملائکہ نے سجدہ کیا سواے
ابلیس کے ۔ ف ۔ یعنے ابلیس نے سجدہ نہ کیا ۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ابلیس نے انکار کیا اور اپنے جی میں
تکبر لایا اور حال یہ ہے کہ وہ کافروں میں سے تھا ۔ ف ۔ یعنے علم الٰہی میں وہ کافر ٹھہر چکا تھا پس اُسکے حق میں وہی اسباب جمع ہوگئے کہ اُسنے
انکار و تکبر کیا ۔ اور بعض نے کہا کہ کان من الکافرین یعنی صار من الکافرین یعنے کافروں میں سے ہوگیا لیکن اُس صورت میں ظاہر کے خلاف
تاویل ہوئی اور پھر یہ تکلف کرنا پڑیگا کہ کافروں میں سے ہوگیا جیسا کہ علم الٰہی میں مقدر تھا اسواسطے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انجام ابلیس کا علم تھا
یا نہیں اگر کوئی شخص کہے کہ نہیں تو وہ کمبخت کافر ہے کہ اُسنے اپنے معبود کو جاہل بنایا پس ضرور ہوا کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا تو یہی معنے ہوے کہ جیسے اللہ تعالیٰ
جانتا تھا ویسے ہی ابلیس سے واقع ہوا بالجملہ بعض علما نے کہا کہ اگر سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا اور آدم فقط قبلہ ہوتے تو ابلیس انکار
نہ کرتا ۔ مترجم کہتا ہے کہ جواب تو وہی ہے جو اول مذکور ہوا اور یہ جواب ضعیف ہے اسواسطے کہ قبلہ بھی معظم مکرم ہوتا ہے تو شاید ابلیس نے آدم کو قبلہ بنانے
سے تکبر کیا تو بس ظاہر یہی ہے کہ آدم کے واسطے سجدہ تعظیمی کا حکم تھا اور اسیکو شیخ سیوطی نے اختیار کیا ہے معالم میں بغوی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے
اور حضرت یوسف کو بھی اُنکے والدین و بھائیوں نے یہی سجدہ کیا تھا اور یہی مقام دوم کا بیان تھا ۔ (بیان مقام سوم) کہ کل ملائکہ مراد ہیں یا بعض
مراد ہیں و بیان مقام چہارم کہ ابلیس داخل ملائکہ بوجہ جنسیت ہے یا بغیر جنسیت ہے پس ان دونوں مقامات کے بیانات میں اقوال و آثار مختلف ہیں

امام محی السنۃ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ابلیس از جنس ملائکہ تھا۔ اور شیخ سیوطیؒ کے نزدیک آثار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جیسے بشر کے
باپ آدمؑ ہیں اسیطرح جن کا باپ ابلیس ہے بدلیل قولہ تعالیٰ۔ کان من الجن الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ کے تو یہ معنی ہیں
کہ جن میں سے ابلیس تھا تو جس طرح یوں نہیں بولتے کہ بشر میں سے آدم علیہ السلام تھے اسیطرح اگر وہ جن کا باپ ہوتا تو کان ابو الجن کہا جاتا مگر انکہ
جن سے صفت شرارت مراد لیجاوے یعنے وہ جنس شریر طبیعت میں سے تھا اور یہ بہت تکلف ہے۔ اور امام محی السنۃ کی مراد یہ ہے کہ جن ایک قسم ملائکہ
میں سے ہے اور اسی قسم میں سے ابلیس تھا پس محتمل یہ ہے کہ اسی قسم کے کل ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا ہو یعنے قسم جن کو سجدہ کا حکم ہوا تو سب نے
سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اور بعض علما محققین کے نزدیک کل ملائکہ کو مع قسم جن کے سجدہ کا حکم ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر
فرمایا ہے فسجد الملائکۃ کلہم اجمعون الا ابلیس الآیہ۔ یعنے ملائکہ کلہم اجمعین نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اور بلاغت عرب میں معلوم ہوا کہ جب
اس طرح کی تاکید لاتے ہیں تو وہاں صریح ظاہر مقصود ہوتا ہے یعنے مجاز و تاویل کو گنجایش نہیں ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ کل ملائکہ مراد ہیں لیکن ملائکہ کا
اطلاق اُن ملائکہ پر ہوتا ہے جو نور سے پیدا ہیں اور قسم جن کی پیدایش آتشی ظہور ہے تو جب اشرف ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو قسم جن بدرجۂ اولیٰ اسمین
داخل ہوگئے جیسے قولہ تعالیٰ۔ عرضہم علی الملائکۃ۔ کی تفسیر میں معلوم ہوا کہ اہل عقل کے تابع ہو کر بے عقل بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں اگر کہا جاوے کہ
حدیث میں آیا کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوے اور جن دھواں ملی ہوئی آگ کی لپٹ سے پیدا ہوئے ہیں بلکہ خود قرآن میں فرمایا۔ وخلق الجان من مارج
من نار الآیۃ۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن ہیں اور قسم ملائکہ نہیں ہیں جواب دیا گیا کہ شاید یہ قسم ملائکہ کا بیان ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ سے
آیندہ روایت آتی ہے جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہے لیکن میرے نزدیک اس تکلف سے روایت مذکور کی تاویل کرنا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ آیت
یا حدیث میں ایسی تاویل کیجاوے جو ضعیف بلکہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خود ابلیس کا مقولہ منصوص ہے کہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ اور کچھ خلاف نہیں ہے
کہ جن کی پیدایش اسیطرح واقع ہوئی ہے پھر جن اور اس قسم ملائکہ میں کچھ فرق نہ ہوا اور عقائد میں قطعی قرار دیا گیا کہ بحکم قولہ تعالیٰ۔ لا یعصون اللہ ما امرہم
ویفعلون ما یؤمرون الآیہ۔ و دیگر آیات کثیرہ سے قطعی قرار پایا کہ ملائکہ ایک خلقت نورانی خالص از وساوس شیطانی و اوہام جسمانی ہیں کہ اُنکے فعل
میں خطا نہیں اور حکم الٰہی میں نافرمانی نہیں ہوتی پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ابلیس از قسم ملائکہ ہو اور ایسی نافرمانی کرے جس سے دائمی ملعون ہوگیا اور بعض نے
جواب دیا کہ شاید فرشتوں کی جو صفت مذکور ہوئی وہ اسوجہ سے ہے کہ اکثر فرشتے اسی صفت پر ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ بوجہ تخصیص وخلاف عقیدۂ قطعی کے
بلا دلیل باطل ہے پس صحیح یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم ہوا تھا یا ملائکہ و کل جنوں کو سجدہ کا حکم ہوا پھر ملائکہ نے اپنی خصلت
نورانیت کے موافق فرمانبرداری سے سجدہ کیا مگر ابلیس جنی نے نہیں مانا اور جھگڑا کیا رہا یہ کہ ابلیس وہاں کیونکر پہونچ گیا تھا تو شہاب ثاقب کی حکمت
سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے انکو آسمانوں سے ممانعت نہیں تھی پھر جب زمین میں خلافت آدم علیہ السلام کی حکمت الٰہی جاری ہوئی اور ابلیس ملعون ہو کر مع ذریات
کے امتحان و ابتلا ٹھہرایا گیا تو وہ آسمانوں سے ممنوع ہوگئے بلکہ سعید بن جبیر تابعیؒ سے روایت ہے کہ یہ لوگ جنت میں کام کیا کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم
چنانچہ اس مقام پر تفسیر ابن کثیرؒ کی روایات نقل کرتا ہوں لیکن جس طرح میں نے مقدمہ میں توضیح بیان کی ہے اُسکا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جہانتک آیات
و احادیث صحیح میں وارد ہو وہی معتمد ہے اور آثار جو انکے موافق ہوں وہی صحیح ہیں کیونکہ بعض آثار تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی روایات ہیں
اور بعض کی اسانید ضعیف ہیں پس عقل نورانی سے فہم حاصل کرنا چاہیے شیخ ابن کثیرؒ کی تفسیر میں ہے کہ امام ابن جریرؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ بطریق
بشر بن عمارہ عن ابی روق عن الضحاک روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ملائکہ کی ایک قسم جسکو جن کہتے ہیں اسی میں سے ابلیس تھا اور تمام ملائکہ
میں سے اسی قسم کی پیدایش نار السموم سے ہوئی ہے اور ابلیس کا نام حارث تھا اور وہ جنت کے خازنین میں سے تھا اور باقی سب ملائکہ کی پیدایش نور

خالص سے ہوئی ہے سواے اُس گروہ جن کے جن مین سے ابلیس ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ قرآن مین جن کی خلقت مارج النار سے مذکور ہے اور زبانہ آتش کو مارج کہتے ہین اور انسان کی پیدایش مٹی سے ہوئی ہے پھر جاننا چاہیے کہ زمین مین جو پہلے بسے وہ جن ہین اُنھون نے زمین مین فساد و خونریزیان کین اور بعض نے بعض کو قتل کیا پس اللہ تعالی نے ابلیس کو اُسکے گروہ ملائکہ کے ساتھ کہ اُنکو بھی جن کہتے ہین زمین کی جانب بھیجا جنھون نے یہان سے جنون کو قتل کرکے پہاڑون وجزیرون مین نکال باہر کیا لیکن ابلیس کو اپنی اس حرکت سے غرور حاصل ہوا کہ جو فعل مجھسے سرزد ہوا وہ کسی نے نہین کیا ہے لیکن اُسکے اس خیال پر سواے عالم الغیب عزوجل کے کسی فرشتہ کو آگاہی نہین ہوئی پس اللہ تعالی نے اُسکے ساتھی ملائکہ سے جنکو جن کہتے ہین ارشاد فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہون تو ان ملائکہ نے عرض کیا کہ کیا ایسا خلیفہ پیدا کیا جائیگا جو فسق و فساد کرے جیسے قوم جن نے کیا ہے اور حضور الٰہی عزوجل سے ہم لوگ اُنھین کی بربادی کے لیے مامور ہوے تھے حالانکہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس مین مستقیم ہین پس اللہ عزوجل نے فرمایا۔ انی اعلم مالا تعلمون۔ گویا اشارہ سے متنبہ فرمایا کہ مجھے ابلیس کے دل کا تکبر و غرور ظاہر ہے جسکو تم لوگ نہین جانتے ہو یعنے دعوی تسبیح و تقدیس ٹھیک نہین ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر اللہ عزوجل نے خلقت آدمؑ کی خاک لینے کا حکم دیا مترجم کہتا ہے کہ اسکا ذکر فوائد کے ذیل مین عنقریب انشاء اللہ تعالی آتا ہے۔ تم پس اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کے قالب کو پاکیزہ طین لازب وحماء مسنون سے بنایا اور اپنے یدقدرت سے پیدا کیا اور یہ قالب خاکی چالیس دن تک پڑا رہا اور اس درمیان مین ابلیس اس قالب خاکی کے پاس آکر اپنے پانون سے ٹھوکر مارتا تو اسمین کھنکھناہٹ ہوتی اسیکو صلصال کا لفخار فرمایا ہے پھر ابلیس اس قالب کے منھہ سے گھستا اور اسفل کی جانب سے نکلتا اور اسفل کیجانب سے گھستا اور منھہ کیجانب سے نکلتا تھا اور کہتا کہ تو کچھہ چیز نہین ہے اور ناکارہ پیدا ہوا ہے اور اگر مین تجھپر مسلط ہوا تو مین تجھکو تباہ کرونگا اور اگر تو مجھپر سردار بنایا گیا تو مین ہرگز تیرا کہنا نہین مانونگا پھر جب اللہ عزوجل نے اس قالب مین اپنی روح پھونکی تو یہ سر کے جانب سے شروع ہوئی پس جسقدر اس لطیفہ الٰہیہ اس قالب مین آتا جاتا وہ فوراً گوشت وخون ہوتا جاتا تھا پھر جب نفخ روح ناف تک پہونچا تو آدمؑ نے اپنے جسم کیجانب دیکھا اور اُنکو ایک قدرت عجیبہ نظر آئی تو اُٹھنا چاہا مگر اُٹھ نہ سکے اسیواسطے خلق الانسان عجولا۔ آیا یعنی آدمی پیدایش مین جلد باز ہے۔ پھر جب نفخ روح پورا ہوگیا تو آدمؑ نے چھینک لی اور بالہام الٰہی الحمد للہ رب العالمین کہا پس اللہ عزوجل نے فرمایا یرحمک اللہ یا آدم۔ پھر اللہ تعالی نے آسمانی فرشتون کے سواے فقط اُن ملائکہ کو جو ابلیس کے ساتھ تھے آدمؑ کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا پس ان ملائکہ نے کلہم اجمعین سجدہ کیا سواے ابلیس کے جسنے انکار وتکبر کیا کیونکہ اسکے دل مین پہلے سے غرور سمایا ہوا تھا چنانچہ اُسنے اپنا قیاس لگایا اور کہنے لگا مین آدم کے واسطے سجدہ نہین کرونگا کیونکہ مین اس سے بہتر ہون اور سن مین زیادہ ہون اور خلقت مین بھی قوی واشرف ہون کیونکہ اللہ تعالی نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے پیدا کیا حالانکہ خاک سے آگ قوی وبہتر ہے جب ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالے نے اُسکو ابلاس دیا اور ابلاس کے معنے ہرطرح کی بھلائی سے مایوس کردینا اسی وجہ سے اُسکا نام ابلیس ہوگیا اور اللہ تعالی نے عقوبت مین اُسکو دائمی ملعون کردیا پھر اللہ تعالی نے آدمؑ کو سب اسماء سکھلائے اور وہ یہی اسماء متعارف آدمی جانور خشکی تری پہاڑ سمندر رود دریا جھیل گھوڑا ہاتھی گدھا انواع نباتات وجمادات وحیوانات وغیرہ کے نام ہین پھر اللہ تعالے نے ان اشیاء کو اسی گروہ ملائکہ پر پیش کیا جو ابلیس کے ساتھ تھے جنکی پیدایش نار السموم سے ہوئی ہے اور حکم دیا کہ ان چیزون کے نام بتلاؤ اگر تم اس قول مین سچے تھے کہ تمکو معلوم ہے کہ مین زمین مین تمسے بہتر خلیفہ نہین کرونگا پھر جب ان ملائکہ کو معلوم ہوا کہ جو بات ہمنے کہی تھی وہ حضرت عالم الغیب خالق عزوجل کے علم مین عیان ہے جسکی وجہ سے اللہ تعالی ہمپر خشمناک ہے تو اُنھون نے اللہ تعالی کی تسبیح کی یعنے تو پاک ہے کہ سواے تیرے کوئی علم غیب جانتا ہو اور ہم لوگ اپنے قول سے توبہ کرتے ہین اور ہمکو سواے اُسکے کچھہ علم نہین جو تو نے ہمین پیدا کردیا یعنے ہم پناہ

مانگتے ہیں کہ ہمکو کچھ غیب کا دعویٰ ہو بلکہ علم تیرے ہی عطا کرنے سے ہوتا ہے تو جیسے تو نے آدم علیہ السلام میں علم پیدا کیا اسطرح جہانتک ہمکو علم دیا ہے اُسکے سوا سے ہم کچھ نہیں جانتے ہیں تب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرے پھر جب آدم علیہ السلام نے اُنکو اسماء اشیاء سے آگاہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فقط انہیں ملائکہ کو جنکا نام جن ہے خطاب فرمایا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں ہی آسمانوں و زمین کے غیب سے آگاہ ہوں کہ سوائے میرے کوئی دوسرا انہیں جانتا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے یا جو کچھ تم چھپاتے ہو اُسکو میں خوب جانتا ہوں یعنی سر و علانیہ مجھکو خوب معلوم ہے یعنے تنبیہ فرمائی کہ ابلیس جو کچھ اپنے دل میں تکبر و غرور چھپایا تھا وہ مجھکو خوب معلوم تھا - مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اثر غریب ہے اور اسمیں بعضی باتیں ایسی ہیں جنکی صحت میں تامل ہے - مترجم کہتا ہے کہ اسناد میں بشر بن عمارہ و ابو روق دونوں ضعیف ہیں جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہے اور ضحاک کی روایت ابن عباس رض سے محققین کے نزدیک مرسل ہے لیکن اسکے بعض اجزا کی شہادت تفسیر سدی میں موجود ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سے جو کچھ منظور تھا پیدا کر دیا تو عرش پر استوا فرمایا پھر ابلیس کو دنیاوی آسمان پر مقرر فرمایا اور یہ ابلیس ایک گروہ ملائکہ میں سے تھا جنکو جن کہتے ہیں کیونکہ جنت کے خازن ہونے سے انکا یہ نام ہو گیا ہے اور ابلیس جب انکا سردار ہوا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ مجھکو نورانی ملائکہ پر فضیلت ہے جب ہی اللہ تعالیٰ نے مجھکو یہ مرتبہ دیا ہے پس جب اُسکے دل میں غرور آیا جو اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہوں ملائکہ نے کہا کہ یہ خلیفہ کیا ہوگا تو ارشاد ہوا کہ اُسکی ذریات ہونگی جو زمین میں فساد کرینگی اور باہمی حسد کرینگے ایک دوسرے کو قتل کرینگے تب ملائکہ نے عرض کیا کہ او رب کیا زمین میں ایسے لوگ ہونگے جو وہاں فساد و خونریزی پیدا کریں حالانکہ ہم لوگ تیری بارگاہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں - اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نہیں جانتے ہو وہ میں جانتا ہوں - یہ ابلیس کی حالت کا اشارہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو زمین میں بھیجا کہ زمین سے خاک لیں زمین کہنے لگی کہ اے جبرئیل میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتی ہوں کہ تو مجھے ناقص یا عیب دار کرے یہ سنکر جبرئیل ع لوٹ گئے اور جاکر جناب باری میں عرض کیا کہ اے رب وہ تیری عزت و جلال میں پناہ لیتی ہے پس میں اُسکا چھوڑنا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے میکائیل کو بھیجا اور میکائیل سے بھی زمین نے پناہ مانگی تو وہ بھی جناب باری تعالیٰ میں لوٹ کر مثل عرض جبرئیل کے عرض کرنے لگا پس اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا اور جب زمین نے اُس سے بھی پناہ مانگی تو اُسنے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں کہ بغیر نفاذ حکم الٰہی عزوجل کے واپس جاؤں پس ملک الموت نے کل روے زمین سے ایک مشت خاک اُٹھائی اور ایک ہی جگہ سے نہیں لی تو سرخ و سپید و سیاہ سب طرح کی خاک آئی اسیواسطے آدم علیہ السلام کی اولاد میں مختلف رنگ ہیں پھر خاک تر کی گئی حتیٰ کہ چپکتا ہوا گارا ہو گیا جسکو طین لازب کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں اس طین سے ایک بشر خاکی یعنی بشر پیدا کرنیوالا ہوں پس جب میں اُسکو ٹھیک کروں اور اُسمیں اپنی روح سے پھونکوں یعنے اپنی جانب سے روح ڈالوں تو تم اُسکے لیے سجدہ میں گر جانا سو پھر اللہ تعالیٰ نے اُسکو اپنے یدقدرت سے بنایا تاکہ ابلیس کو تکبر نہو یعنی اللہ تعالیٰ فرماوے کہ تو ایسی چیز سے تکبر کرتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے پھر یہ جسم خاکی چالیس صباح پڑا رہا کہ ملائکہ اُسکی طرف گذرتے اور اُسکو دیکھکر گھبرا جاتے اور سب سے زیادہ گھبراہٹ ابلیس کو تھی پس ابلیس نے اُسکو ٹھوکر ماری جس سے کھنکھناہٹ ہوئی اور منہ کی جانب سے گھسکر اسفل کی جانب نکلا اور اسفل کی جانب گھسکر منہ کی جانب نکلا پھر ملائکہ سے کہنے لگا کہ تمکو اس سے کچھ خوف نہ چاہیے کیونکہ اسکا جوف خالی ہے اور اگر مجھکو اسپر مسلط کیا گیا تو میں اسکو تباہ کر دونگا یعنے جیسے جنوں کو فساد کرنے میں مجھکو اُنسے قتال کا حکم دیا گیا تھا اگر اسنے فساد کیا اور مجھے تسلط دیا گیا تو میں اسکو بھی

تباہ کردونگا) پھر جب روح پھونکنے کا وقت آیا تو اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو تنبیہ فرمائی کہ جب اسمین روح آوے تو تم لوگ سجدہ کیجیو پھر جب
آدمؑ کے سر مین روح سمائی تو اُنھون نے چھینک لی پس ملائکہ نے کہا کہ الحمد للہ کہو آدمؑ نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمک ربک بیٹے تیرا
رب تجھپر رحم فرماوے پھر جب آنکھون تک روح پہونچی تو اُنھون نے جنت کے پھل دیکھے پھر جب جوف تک روح پہونچی تو کھانے کی خواہش
کرکے اُٹھ بیٹھے حالانکہ ابھی پیرون تک روح نہین پہونچی تھی اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی خلق الانسان من عجل الآیۃ۔ پھر موافق حکم آلہی عزوجل
سب ملائکہ نے سجدہ کیا سواے ابلیس کے کہ اُسنے تکبر کیا اور سجدہ نہین کیا پس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ جب مین نے تجھے ایسی چیز کے سجدہ کا حکم دیا جسکو
مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا ہی تو تو نے سجدہ سے کیون انکار کیا ابلیس نے عرض کیا کہ تو نے مجھے اس لائق نہین بنایا ہی کہ خلقت خاکی کے واسطے
سجدہ کرون حالانکہ مین اس سے بہتر ہون کہ تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا ہی پس قہر آلہی پہونچا کہ تو یہان سے نکل تجھکو یہان تکبر کرنے کی مجال نہین ہی
پس تو یہان سے ذلیل و خوار ہو کر نکل پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کل اسماء سکھلاے پھر ملائکہ پر مخلوق کو پیش کرکے فرمایا کہ تم لوگ انکے نام بتلاؤ
اگر تم سچے ہو ملائکہ نے عرض کیا۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کو انکے نام بتلادے پھر
ملائکہ سے فرمایا کہ مین نے نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون و زمین کے غیب کو خوب جانتا ہون اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو اُسکو بھی خوب
جانتا ہون پس ظاہر تو یہی قول تھا کہ زمین مین ایسے شخص کو خلیفہ کیا جائیگا جو اُسمین فساد و خونریزی کرے اور پوشیدہ وہ تکبر تھا جو ابلیس نے
اپنے دل مین چھپایا تھا۔ امام ابن کثیرؒ نے بعد اس روایت کے بیان کیا کہ سدیؒ کی یہ تفسیر اس اسناد کے ساتھ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب
منسوب ہی اور اسمین بہت سے اسرائیلی اقوال واقع ہوجاتے ہین پس شاید سدیؒ وغیرہ نے اسمین ایسے اقوال درج کردیے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا کلام
نہین ہی یا بعض صحابہ نے ان اقوال کو کتب متقدمہ سے لیا ہو یعنی جیسے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو فتح یرموک مین پھر انہون کی کتابون کا
ایک ذخیرہ مل گیا تھا اور بسا اوقات اُن کتابون کے اقوال لیکر بیان کر دیتے تھے۔ اور واضح ہو کہ حاکم نے مستدرک مین اسی اسناد سے بہت سی
باتین روایت کرکے کہا کہ یہ اسناد بشرط بخاری ہی۔ شیخ نے کہا کہ حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے واسطے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا
اور اُس حکم مین ابلیس بھی اُنکے ساتھ داخل ہو گیا اگرچہ وہ بحسب ذات اُنمین سے نہین تھا لیکن ظاہری عبادت کے افعال اختیار کرلینے سے اُنکے
مشابہ تھا اور قولہ تعالیٰ وکان من الجن ففسق عن امر ربہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کی تحقیق بیان کرونگا۔ پھر شیخ نے محمد بن اسحٰق و ابن
ابی حاتم وغیرہ وغیرہ کی کتابون سے طاؤس و مجاہد و سعید بن جبیر و ضحاک و صالح کی روایات ابن عباسؓ سے اور قتادہ کی روایت سعید بن المسیب سے ذکر کی جنکا
حاصل یہ ہی کہ ابلیس ایک قبیلہ ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے ہین اور عزازیل اسکا نام تھا پھر وہ ابلیس ہو گیا پھر امام ابن جریر کی روایت باسناد صحیح حضرت حسن بصری
سے بیان کی کہ ابلیس ایک دم کبھی ملائکہ مین سے نہین تھا بلکہ وہ اصل الجن ہی جیسے کہ آدم اصل الانس ہی اور لکھا کہ یہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا
قول ہی۔ پھر شہر بن حوشب وغیرہ بعض تابعین کے اقوال نقل کیے جنکا حاصل یہ ہی کہ جب بحکم آلہی عزوجل ملائکہ نے زمین کے جنون کو مار کر نکالا
تو ابلیس گرفتار ہوا اور اُسوقت صغیر تھا تو تعلیم کے واسطے ملائکہ مین رہا۔ شیخ نے لکھا کہ محمد بن کعب القرظی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدائش
ابلیس کو کفر و ضلالت پر رکھا تھا اگرچہ اُسنے درمیان مین اعمال ملائکہ اختیار کیے پھر انجام کو اپنی خلقت پر چلا گیا۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے ملائکہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا تو اللہ تعالےٰ کے واسطے طاعت ہی اور آدم علیہ السلام کے واسطے اکرام و شرافت ہی۔ پھر شیخؒ نے لکھا کہ
بعض علما کے نزدیک یہ سجدہ تعظیمی تھا اور یہ ملل سابقہ مین جائز تھا جیسے قصہ یوسف علیہ السلام مین ہی۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین شام مین آیا
تو مین نے نصرانیون کو دیکھا کہ اپنے اساقفہ و علما کے لیے سجدہ کرتے ہین تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ بالابتدا اسکے سزاوار ہین

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین اور اگر مین کسی شخص کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کے واسطے حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کی عظمت حق کی وجہ سے اُسکو سجدہ کرے -ھ- امام رازی نے اسکو ترجیح دی اور یہی ظاہر و اقوی ہے -قتادہؒ نے فرمایا کہ ابلیس مردود نے آدم علیہ السلام پر حسد کیا جب اُسنے دیکھا کہ اللہ تعالی نے آدم کو یہ کرامت عطا فرمائی ہے پس اُسنے تکبر سے سجدہ نکیا- شیخ نے لکھا کہ حدیث مین آیا کہ وہ شخص جنت مین نہین جائیگا جسکے دل مین دانہ رائی برابر تکبر ہو (الصحیح) اور ابلیس کے دل مین تکبر و کفر و عناد اسقدر تھا کہ جسکی سزا دائمی لعنت ہے حتی کہ قولہ تعالی وکان من الکافرین - کی تفسیر مین علماء نے کہا کہ وہ علم الٰہی مین کافر تھا- اور قرطبی نے اسی تفسیر کو ترجیح دی -(مسئلہ) جو شخص پیغمبر نہو اگر اُس سے خوارق عادات ظاہر ہون تو کیا یہ کرامات ہین اور اُسکے ولی ہونے کی دلیل ہین جواب یہ ہے کہ قرطبی نے کہا کہ بعضے صوفیہ کہتے ہین کہ یہ اُسکی ولایت و کرامت کی دلیل ہین اور جمہور علماء و مشائخ صوفیہ کے نزدیک ولی ہونے کی دلیل نہین ہین - شیخ نے لکھا کہ خرق عادت کبھی غیر ولی سے بلکہ فاجر و کافر سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ بعض علماء نے استدلال کیا کہ ابن صیاد کو پانی پر تخت ابلیس نظر آتا تھا اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل مین دخان کو جو آثار قیامت سے ہے اخفا کیا تو اُسنے کہا کہ دخ ہے اور جب وہ غصہ مین آتا تو اسقدر پھول جاتا تھا کہ تمام راستہ گھیر لیتا تھا چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اُسکی باتون پر غصہ ہو کر اُسکو مارا تو وہ اسیطرح پھول گیا اسیطرح مسیلمہ کذاب و دجال کے خرق عادات مشہور ہین - اور یونس بن عبد الاعلی نے امام شافعیؒ سے کہا کہ لیث بن سعد فرماتے تھے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ پانی پر چلتا اور ہوا مین اُڑتا ہے تو اُس سے دھوکا مت کھاؤ جب تک اُسکی حالت کو قرآن و حدیث پر پیش نکرو پس شافعیؒ نے آکی تصدیق کی - مترجم کہتا ہے کہ اسی پر کابر ائمہ مشائخ وعلما متفق ہین اور محققین کے نزدیک وہی ولی ہے جو شریعت و سنت مقتدیہ قائم ہو (مسئلہ) بیضاوی نے لکھا کہ امت سے آجتک اہل عقل و دین کے درمیان وجود ملائکہ مین کچھ خلاف نہین ہے ہان اس بات مین کلام ہے کہ اُنکی حقیقت کیا ہے چنانچہ فلاسفہ یونان گمان کرتے ہین کہ وہ جواہر مجردہ ہین کہ نفوس ناطقہ سے حقیقت مین مختلف ہین اور ائمہ اسلام کے نزدیک وہ نورانی ہین جو بحکم الٰہی مختلف صورتون مین ظاہر ہو سکتے ہین مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کو ماننا اور جاننا کہ وہ لوگ حکم الٰہی مین نافرمانی و خطا نہین کر سکتے ہین قطعی اعتقاد ہے کہ اس سے انکار کفر ہے اور ہمارے زمانہ مین بعض ملاحدہ نے شیخ محی الدین ابن عربی کے قول فصوص الحکم سے استدلال کیا کہ شیخ نے قوای مفیضہ و مدرکہ کو ملائکہ کہا ہے لہذا ملائکہ کوئی چیز نہین ہین سوا ان قوتون کے - مترجم کہتا ہے کہ اُسنے شیخ کی عبارت سمجھنے مین غلطی کی اور دروغ افترا باندھا اور کلام شیخ کے صحیح معنے و صریح تحقیق یہ ہے کہ شیخ نے آدمی کو عالم صغیر بیان کیا اور اُسکی تطبیق مین لکھا کہ اللہ تعالے نے جو تمام عالم پیدا کیا اُسکو مجموعہ تصور کر کے ایک شخص قرار دو پس جیسے اس عالم شخص مین ملائکہ نورانی تدبیر امور الٰہی کرتے ہین مثلاً انبیاء علیہم السلام کے پاس فیض وحی لاتے ہین اسیطرح شخص انسانی مین اُسکے قوا مدرکہ ہین جو واسطہ ہو کر فیض کو عقل تک پہونچاتے ہین پس یہ تشبیہ طریق مجاز ہے یعنے جیسے انبیاء علیہم السلام کو فیض وحی بواسطہ ملائکہ پہونچتا ہے اسیطرح نفس انسانی کو فیض وصول ہونے مین یہ قوی واسطہ ہین پس وجود ملائکہ قطعی ہے اور دنیا مین تمام اہل عقل و دین اسپر متفق ہین اور قرآن و حدیث مین اور سلف و خلف سے متواتر ہے پس جو چیز عقلاً و نقلاً متواتر ہو اُسکا انکار کفر و حماقت ہے (تنبیہ) اگر وہم ہو کہ خلیفہ کرنیکی ضرورت تو غائب یا عاجز یا میت کو ہوتی ہے تاکہ نائب اُسکی جگہ کام کرے اور اللہ تعالی لم یزل ولا یزال الحی القیوم ہر نقص و عیب سے پاک عالم الغیب والشہادہ ہے پھر یہان خلافت کے کیا معنے ہین جواب یہ ہے کہ تم نے ایسا خلیفہ و نائب کا حال بیان کیا جسکو خلیفہ کرنے والا اپنے فائدہ کے واسطے مقرر کرتا ہے اور اللہ تعالی غنی حمید ہے تو اُسکے افعال کسی اپنے فائدہ کے واسطے نہین ہوتے

کیونکہ جو شخص اپنے فائدہ کا حاجتمند ہو وہ محتاج ہے اور شان الوہیت اس سے پاک ہے۔ تعالی اللہ علوا کبیرا۔ بلکہ یہاں خلافت بفائدہ مخلوق ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کو اللہ تعالی نے خلقت ازلی میں قلب منزہ و قابل پیدا فرمایا اور انکا عہد و میثاق بھی بطرز خاص ہے تاکہ بواسطہ ملائکہ کے قابلیت فطرت کے ساتھ وحی الٰہی قبول کریں تاکہ مخلوقات کو پیام الٰہی پہونچاویں اور چونکہ جنس بشری ہیں لہذا آدمیوں کو انسے کامل فیض حاصل ہو سکتا ہے جو فرشتہ سے غیر ممکن ہے کما قال تعالی۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ۔ یعنے اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسکو بھی بشکل آدمی بناتے۔ ھ۔ اور عیاناً کسی مخلوق کو تاب نہیں ہے کہ بالمشافہہ کلام کرے کیونکہ یہ جسم کسیطرح اسکو متحمل نہیں ہوتا ہے لہذا فرمایا۔ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔ یعنی کسی بشر کو یہ تحمل نہیں ہے کہ اللہ تعالی اس سے کسیطرح کلام فرماوے سواے اسکے کہ وحی یا پس پردہ۔ ھ۔ اور صحیح ابو موسیٰ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ میں پانچ باتیں فرمائیں کہ اللہ تعالی خواب نہیں فرماتا اور نہ اسکی یہ شان ہے اور بندوں کے رزق گھٹاتا بڑھاتا ہے اور دن کے اعمال قبل رات کے اسکی جانب چڑھائے جاتے ہیں اور رات کے اعمال قبل دن کے چڑھائے جاتے ہیں اور حق عز وجل کا پردہ نور ہے اگر اسکو اٹھاوے تو وجہ ذوالجلال کے انوار نہایت نظر تک جلا دیں (صحیح مسلم وغیرہ) امام بیہقی نے کہا کہ یہ پردہ نور فقط مخلوق کی آنکھوں پر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام بیہقی کے اشارہ سے ظاہر ہوا کہ یہ حال مومنین اہل کمال کا ہے ورنہ کافروں و مشرکوں کی نظروں پر تہ بہ تہ سیاہ تاریک پردے ہیں چنانچہ قولہ تعالی او کظلمات فی بحر لجی الآیات کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی بیان آویگا۔ اور کلام بیہقی کے معنے یہ ہیں کہ اہل کمال کی نظروں پر اللہ عز وجل نے حجاب نورانی رکھے ہیں تاکہ فنا ہونے سے بچ جاویں اور اسی قول پر اکابر اولیاء رحمہم اللہ متفق ہیں چنانچہ قولہ تعالی۔ اللہ نور السموات والارض الآیۃ۔ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی آویگا۔ شیخ علاء سمنانی نے کہا ہے ؎ قرب اسکا وصال کہتے ہیں۔ وصال اسکا محال کہتے ہیں (مسئلہ) ملائکہ افضل ہیں یا بشر افضل ہیں اسکے جواب میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور محققین اہل سنت کے نزدیک انبیاء و اولیاء کو ملائکہ پر فضیلت ہے اسیواسطے ملائکہ سے تعظیمی سجدہ لیا گیا اور حامل علوم نبوت و باب مدینہ حکمت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے کلام حکمت میں ہے کہ ملائکہ عین عقل و بہائم محض شہوت ہیں اور آدمی دونوں سے مرکب ہیں پس اگر تابع عقل ہو کر شہوت کو زیر کیا تو فرشتہ کے درجہ پر ملائکہ سے افضل ہے کیونکہ ملائکہ کو کوئی امر مانع نہ تھا اسیواسطے اگر کوئی شخص خنثیٰ ہو تو اسکی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ عفیف یا پاکدامن ہے بلکہ باوجود مردی کے اگر پاکدامن رہے تو اسکی تعریف کیجاتی ہے اور اگر آدمی نے شہوت کے تابع ہو کر عقل کو خوار کیا تو وہ بہائم سے بدتر ہے کیونکہ بہائم بے عقلی سے معذور ہیں اسیواسطے اگر ایک اندھا اور ایک آنکھوں والا کنوئیں میں گریں تو اندھے کو چھوڑ کر آنکھوں والے پر ملامت کیجاویگی اسیواسطے اللہ تعالے نے مشرکوں کو فرمایا۔ اولئک کالانعام بل ہم اضل۔ یعنے یہ لوگ جانوروں کے مثل بلکہ ان سے بدتر گمراہ ہیں اور یہ بات بوجوہ متعددہ صحیح ہے از انجملہ یہ بہائم اپنے لائق اپنے رب عز وجل کی تسبیح کرتے اور کسیکو اپنا معبود نہیں بناتے ہیں بخلاف مشرک کے کہ وہ بے حمیت کمینہ اپنے آپ کو کسی مخلوق کا بندہ بناتا ہے بلکہ یعنے مشرکوں کو دیکھو کہ وہ گاے و سانپ کو بلکہ نباتات میں پیپل وغیرہ کو بلکہ جمادات میں سے پتھر وغیرہ کو پوجتے ہیں اور یہ امر قطعی معلوم ہے کہ پوجنے والا جب اپنے معبود کا بندہ ہوا تو اس سے بدرجہا بدتر ہو گیا پس مشرک و کافر سب قسم کی مخلوقات حیوانات و نباتات و جمادات وغیرہ سے بدرجہا بدتر ہے اگر وہم ہو کہ پھر تو یہ دہریہ جو کسیکو معبود نہیں بناتے ہیں اسمیں داخل نہونگے جواب یہ کہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہر قسم کے مشرکوں میں شامل ہیں کیونکہ انھوں نے اپنی شہوت نفس کو معبود بنایا کما قال تعالی۔ افرأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ الآیۃ۔ یعنے بھلا ایسے شخص کو تو نے دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا جو اسکی

مسئلہ بحث: خواص ملائکہ سے خواص [illegible]

شہوت نفس جن خوار چیزون کی جانب جاتی ہے جیسے سور وغیرہ کا گوشت تو یہ لوگ اس سے بدرجہا بدتر ہین۔ پھر واضح ہو کہ عوام بشر سے ملائکہ افضل ہین اور ظاہر خواص بشر مین کل اہل ایمان داخل ہین جنکا مقام دار السلام جنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فائدہ) آدم کا لفظ ادیم الارض سے لیا گیا کیونکہ روے زمین کی خاک سے پیدائش ہے چنانچہ حدیث ابو موسیٰؓ مین آیا کہ آدم علیہ السلام کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا جسکو تمام زمین سے مقبوض کیا لہذا اولاد آدم باندازہ زمین حاصل ہوے (یعنی صورت و سیرت مین مختلف ہین) بعضے سرخ و بعضے سپید و بعضے سیاہ و بعضے بیچ بیچ مین ہین اور بعضے نرم طبیعت و بعضے سخت طینت اور بعضے پاک سرشت و بعضے ناپاک ہین۔ (احمد ابو داؤد و ترمذی) اور حدیث حاکم مین ثابت ہوا کہ مٹی مختلف پانیون سے گوندھی گئی تھی۔ اور حدیث مرفوع مین ہے کہ آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا۔ اور اور بعض حدیث مین ہے کہ آدم علیہ السلام ایسے پیغمبر تھے جنسے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہے کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور یہان سے تجھکو ایک تنبیہ حاصل ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ کسی اہل علم نے استنباط کرکے لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دیدار و کلام کو حضرت موسیٰ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین تقسیم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار عطا فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہ استنباط ایا صحیح مین مقام منع ہین حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا تھا چنانچہ صحیح ترمذی وغیرہ مین موجود ہے لیکن تجھے ابھی معلوم ہو چکا کہ کلام مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی کلام فرمایا بلکہ محققین علما کے نزدیک معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بلا واسطہ تھی پس معراج وغیرہ کی خصوصیات فقط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے البتہ خاص ہین اور دیگر فضائل مین شرکت عام ہے ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء پس ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بعض رسائل مین لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو فضائل جدا جدا دیے گئے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جمع کیے گئے۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ فضائل جمع ہونے کے ساتھ دیگر فضائل خاص کیے گئے ہین چنانچہ حدیث مین چھ امور کی فضیلت منصوص ہے عطاے جوامع الکلم یک ماہہ راہ تک نصرت برعب زمین کا مسجد و طہور ہونا حلت مغانم عطاے شفاعت و بعثت عامہ (کما فی الصحیحین وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ ان چھ باتون کی فضیلت آپ مین بلحاظ تعلق نبوت کے بیان فرمائی ہے کیونکہ عطاے معراج و معجزہ وحی قرآنی و سید اولاد آدم ہونا اور اول حشر قیامت و اول دخول جنت و سب سے اعلیٰ مقام جنت جسکا نام وسیلہ ہے و دیگر بکثرت فضائل خاصہ صریح ہین والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ مفسرین نے لکھا کہ ملائکہ نے حکمت خلافت کے سوال مین جلدی کی تو جواب مین تعریض نکلتی ہے کہ جب کہ تمکو اللہ تعالیٰ کو علیم حکیم جاننا تھا جس سے لازم ہے کہ اسکا کوئی کام خالی از حکمت کاملہ نہو تو انکو سوال مین جلدی نہ چاہیے تھی بلکہ غور کرنا چاہیے تھا اور یہان چند علوم دیگر حاصل ہوتے ہین اول آنکہ انسان اشرف ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسکو مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اسپر ایسی مخلوق کو فضیلت ندونگا جسکو مین نے کن سے پیدا کیا۔ (مشکوٰۃ) اگر کہا جاوے کہ کفار بھی آدمی ہین تو کیا یہ بھی ملائکہ سے افضل ہین علما نے جواب دیا کہ انسان فی الجملہ افضل ہے اگرچہ کلیہ نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرف دیا اور آدم علیہ السلام ہی اس حدیث کا موقع در وہین پس جو شخص ابن آدم ہے وہ اس شرافت مین داخل ہوا اور یہ فقط انبیاء و اولیاء و مومنین ہین کیونکہ یہ شرافت بسبب جسم خاکی نہین ہے بلکہ بسبب علم معرفت ہوا اور مومنین بھی سب کے سب اپنے رب عزوجل کو پہچانتے ہین رہے کفار و مشرکین تو وہ اعداء اللہ ہین اور آدم علیہ السلام سے انکا دائمی انقطاع ہوکر ابلیس ملعون سے لاحق کیا گیا پس آدم علیہ السلام ہمیشہ ابد الآباد مع صالحین اولاد کے جنت مین ہونگے جو کبھی جہنم مین نہین جاوینگے اور کفار و مشرکین ابد الآباد جہنم مین ابلیس کے ساتھ رہینگے جو کبھی جنت نہین دیکھینگے یا دیکھینگے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو کیونکہ باپ سے منقطع کیا اور فرمایا کہ یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح ۱۴۰

یعنے اے نوح وہ تیرے گھر والون مین سے ہرگز نہین ہے اُسکے کام ناکارہ ہین - ھ - پس کفر کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام سے نسب منقطع کر دیا حالانکہ وہ نسبی بیٹا تھا تو معلوم ہوا کہ آدمی وہی ہے جو آدم علیہ السلام کے ساتھ قائم رہا اسطرح کہ ایمان لایا پس اُسکو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے اور جو منقطع ہو کر کافرون کے ساتھ ملحق ہوا وہ شیاطین الانس مین داخل و مردود ہے تو وہ اس آیت یا حدیث مین شامل ہی نہین ہے ہذا ما الہم المترجم واللہ تعالیٰ اعلم والحمد للہ رب العالمین - علم دوم یہ کہ ان آیات سے نکلتا ہے کہ علم کو عبادت پر شرف ہے - مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اسقدر زائد ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت آپکی امت پر ہے (کما فی الصحاح) اور اس بارہ مین آیات و احادیث بکثرت ہین - علم سوم یہ کہ خلیفہ جس کام مین نائب ہو اُسمین دیگر اوصاف سے علم اعلیٰ ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ خلافت نبوت مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم معرفت سب سے زائد تھا اسیواسطے مرتدین عرب پر جہاد کرنے مین صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حتماً آمادہ ہوئے اور باقی جمیع صحابہ متزلزل تھے بدین خیال کہ آنحضرت صلعم نے انکی ہدایت مین زمانہ دراز صرف کیا تھا حالانکہ آخر مین سب صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صواب رائے کا شکریہ ادا کیا چنانچہ ایک جماعت کثیر صحابہ سے اسکی شہادت صریح موجود ہے اور عجب حکمت الٰہی عز وجل ہے کہ قلیل جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو تمام عرب مرتدین پر عجیب فتح و نصرت عطا کی تاکہ یہی اہل حق کے واسطے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقیقت خلافت پر دلیل ہو جیسے آیت قرآن مین جو وعدہ دیا تھا کہ عنقریب ہم تمکو زمین مین خلیفہ کرینگے وہ بھی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین پورا ہوا اور نہایت سرعت کے ساتھ سات ہی برس مین عرب و شام و روم و فارس و کابل و کچھ ہندوستان و بخارا و مصر و حبش و بربر و اسپین تک مسلمانون کے واسطے فتح کیا اگرچہ تھوڑا حصہ بعد سات برس کے فتح ہوا ہے مگر صدق خلافت کی یہ صریح دلیل ہے اور توریت و انجیل کتب سابقہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ہجرت مقام طیبہ یعنی مدینہ منورہ ہے اور آپکا مقام سلطنت شام مذکور ہے علم چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اسماء تعلیم فرمائے پس علم پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ عز وجل ہی ہے لیکن اسکو معلم کہنا اسواسطے جائز نہین ہے کہ یہ لفظ مکتب کے معلمون پر معروف ہو گیا - مترجم کہتا ہے کہ بحکم قولہ تعالیٰ یعلمہم الکتاب والحکمۃ - اور بحکم حدیث کہ بعثت معلما - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی معلم ہین لیکن اسی وجہ مذکورہ سے آپ پر بھی بے ضرورت یہ لفظ بولنا جائز نہین ہے - علم پنجم یہ کہ اسماء اشیاء تو مختلف زبانون مین ہین پس ہر زبان مین تعلیم ہوئی جس سے ظاہر ہوا کہ یہ زبانین کسی کی اصطلاح نہین ہین بلکہ اللہ تعالیٰ کے واقف کرنے سے آدم علیہ السلام کی ذریات مین جاری ہوئین - مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط لطیف دقیق ہے اور اس سے حکمت بالغہ الٰہی عز وجل کے متعلق بہت سے علوم نکلتے ہین جنکا بیان طویل اہل ایمان کے نور معرفت پر حوالہ کیا گیا - علم ششم یہ کہ - انک انت العلیم الحکیم - سے معلوم ہوا کہ علم و حکمت دو صفت ہین مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ یعلمہم الکتاب والحکمۃ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا - علم ہفتم یہ کہ ملائکہ کے علوم بڑہ سکتے ہین یہنا دی - نے کہا کہ فلاسفہ بھی ارضی و سماوی ملائکہ مین یہ بات جائز کہتے ہین لیکن جن ملائکہ کا نام اُنھون نے عقول عشرہ رکھا ہے اُنہین انکار کرتے ہین مترجم کہتا ہے کہ عارف خوب جانتا ہے کہ ان فلاسفہ نے ہزارون برس ضائع کیے اور اپنے زمانہ کے انبیاء سے گریز کیا مگر باوجود اس کوشش کے ہنوز معرفت کی راہ مین ایک قدم بھی نہین چلے اگرچہ عوام کی سمجھ مین یہ مقام دشوار ہے لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہی حق ہے پس اگر کچھ ہمت ہے تو راہ سنت مستقیم ہو واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم - علم ہشتم یہ کہ آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسماء اشیاء و تمام لغات تعلیم فرمائین تو اُستاد و حق افضل ہوا کیونکہ وہ علم مین زائد ہے وقد قال تعالیٰ - ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون یعنی وہ لوگ جو علم الٰہی جانتے ہین اور وہ لوگ جو نہین جانتے ہین بھلا کہین دونون برابر ہو سکتے ہین - علم نہم یہ کہ ان آیات سے قطعاً معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کل اشیاء و جزئیات کو اُنکے حادث ہونے سے پہلے ہر طرح اُنکی

ذات وصفات وافعال وناموں سے جانتا ہے حالانکہ جسوقت آدم علیہ السلام کو اُنکے اسماء ذات وصفات وافعال وغیرہ سکھلائے یہ کل چیزیں
موجود نہیں تھیں علم دہم یہ کہ قطعاً معلوم ہوا کہ علم الٰہی ہر ایک جزئیات پر حاوی ہے اور اُسکو مفصل ومشخص بروجہ کمال جانتا ہے لہذا جو فلسفی فرقہ
علم جزئیات سے منکر ہے وہ کافر ہے وقد قال تعالیٰ۔ ولا یعزب عنه مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض۔ یعنے کوئی چیز ذرہ برابر بھی کہیں
آسمان یا زمین میں ہو اللہ تعالیٰ سے کسیطرح چھپی نہیں ہے علم یازدہم یہ کہ تکبر قبیح ہے اور تکبر اُسکو کہتے ہیں کہ اپنے آپکو اپنے ذاتی استحقاق سے
دوسرے سے بڑھکر جانے اور دوسرے کو حقیر جانے یہی تکبر والے اعتقاد ہے چنانچہ اگر خود مثلاً علم وغیرہ میں افضل ہو تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے
اور دوسرے کو حقیر نجانے علم دوازدہم یہ کہ تکبر کافر کردیتا ہے اور اسی کم نہیں کہ وہ ابتداءً جنت میں نجاویگا چنانچہ حدیث قدسی میں ہے کہ جسنے کبریائی
وعظمت میں مجھسے جھگڑا کیا اُسکو دوزخ میں داخل کرونگا۔ (الصحیح) اور حدیث میں ہے کہ جسکے دل میں رائی کے ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہوگا
(الصحیح) یعنے ابتداءً نجاویگا۔ اور علم سیزدہم یہ کہ حکم الٰہی بجا لانے پر جلدی کرے۔ اور چہاردہم یہ کہ احکام الٰہی جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں انہیں
قیاس نہ دوڑاوے اور غوض نکرے کیونکہ جو حکمت انہیں رکھی ہے وہ معلوم ہونا محال ہے کیونکہ یہ تو وہی جانے جو اسقدر حکمت والا ہو اور وہ کوئی
نہیں سوائے اللہ عزوجل کے سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ اور پانزدہم یہ کہ اپنے حال پر ہمیشہ خائف رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ مجھکو اپنی
صراط مستقیم پر ثابت فرما کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے کیا صحابہ کو نہیں دیکھتے کہ انکا ابتدائی حال کیا تھا پھر آخر کو بعد انبیاء کے سب افضل مرتبہ کہ انکے بعد کے
تابعین وتبع تابعین وغوث وقطب وغیرہ کوئی انکے مرتبہ کو ہرگز نہیں پہونچ سکتا جیسے کہ صحیح حدیثوں سے ثابت اور عقائد میں مصرح ہے اور نیز حدیث صحیح
میں ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے لہذا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات دعا فرماتے کہ الٰہی میرا دل
اپنے دین پر ثابت فرما (الصحیح) ف۔ شیخ عرائس نے بعض اشارات میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ انی جاعل فی الارض خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کی
پیدایش میں منجملہ اسرار کے تکمیل ملائکہ ہے تاکہ ملائکہ کی طاعت بدرجہ کمال معرفت ہو پہونچے اسیواسطے آدم علیہ السلام کو علم لدنی عطا فرما کر ملائکہ کو
تعلیم اسماء کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ محض مثلاً ہر رحمت ہیں اگرچہ انواع رحمت میں سے بھی صرف طاعت لطیفیت پاکیزہ ہے کیونکہ رحمۃ للعالمین
صفت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے ظہور غضبی کی جانب ابلیس کا سلسلہ ہے پس جمیع اسماء وصفات کی قابلیت خلقی ضرور ہے اور وہ حضرت
آدم علیہ السلام میں پیدا فرمائی لہذا علم لدنی کی قابلیت اُنھیں میں تھی اور ملائکہ کی تعلیم جامع حال وقال نہیں ہے کیونکہ بعض قابلیت جیسے صفات
غضبی کی معرفت ہو ملائکہ میں موجود نہیں ہے اسیواسطے ملائکہ کے لیے لذات جسمانیہ یا غذا کا ادراک نہیں ہوتا پس یہ وجہ تھی کہ آدم علیہ السلام کو
علم لدنی اسماء وصفات عطا ہو کر ملائکہ کی تعلیم کے لیے ارشاد ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ پیدایش خلیفہ کے وقت ملائکہ کو خبر دینا ایک
لطافت ہے جس سے ظاہر ہوا کہ ملائکہ اپنی قابلیت تسبیح وتقدیس میں لطیفہ محبت نہیں رکھتے ہیں بلکہ محض عبادت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے
علماء میں کلام ہے کہ ملائکہ کے واسطے دیدار باری عزوجل ہے یا نہیں ہے۔ شیخ نے لکھا کہ ملائکہ کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اگرچہ
خواہش ہو تو نتیجہ محبت نہیں بلکہ مضمون عبادت ہے۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ملائکہ کا خالق ہے اپنی مخلوق سے آگاہ ہے کہ انکو یہ قابلیت نہیں لہذا آدم
کو پیدا کر دیا کہ اسکو دیکھکر سجدہ کرلو۔ مترجم کہتا ہے گویا عبادت کے واسطے مسجود کو دیکھنا چاہتے تھے۔ شیخ نے لکھا کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ
اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدس سے پیدا کیا اور صورت قدس پر بنایا اور آئینہ روح اسمیں ودیعت رکھا کہ جسمیں اسکی [illegible]
میں نظر کریں [illegible] ظاہر ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا کہ ان اللہ خلق آدم علی صورته پس شیخ نے [illegible]
کے مانند اسکے [illegible] اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو صورت قدس پر پیدا کیا۔ اھ۔ اور اسکی توجیہ یہ ہے کہ حق [illegible]

تنزیہ ذات ہی اور صورت و شکل وہاں محال ہے لیکن تجلیات میں صورت ممکن بلکہ واقع ہے شیخ محمد طاہرؒ نے مجمع البحار میں اسکو مفصل بیان کیا ہے
اور احادیث قیامت میں بکثرت اس تجلی صوری کا ذکر ہوا ہے پس یہ صورت صرف تجلی صوری ہے چنانچہ حدیث میں آیا اتانی ربی فی احسن صورۃ
یعنی میں نے اپنے رب کو نہایت خوب صورت میں دیکھا یہ حدیث طویل آخر تک جامع ترمذی میں موجود ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ترمذی نے
اسکو حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے ثبوت میں کچھ شک نہیں ہے چنانچہ ابن الجوزی نے علل تناہیہ میں اسکو حدیث ابن عباس و معاذ
بن جبل و عبد الرحمن بن عائش وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا اور غالباً کل اسانید میں کلام کرنے کے بعد مسند احمد سے نقل کرکے اقرار کیا کہ
اسکی سند حسن ہے۔ پس یہ تجلی صوری ہے اسیواسطے شیخ نے کہا کہ جب ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام پر نظر کرینگے تو آئینہ روح سے انکو تجلی صوری نظر
آویگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ منجملہ اسرار حکمت کے شاہد محبت ہے کہ ایک خلق کو اپنے ید قدس سے پیدا فرماکر اسکو اپنی صفات سے متخلق کیا پس
اپنی صفات ہی کے سبب سے بوجہ اپنی صفات کے محبوب فرمایا پھر نقاب قدس کو چہرہ آدم سے اٹھاکر تمام عالم کو منور فرمایا پس ملائکہ کو اپنی جہالت پر ندامت
ہوئی کہ ہمنے اسکو اپنی قیاس سے خونریز و مفسد کیوں کہا تھا لیکن جاننا چاہیے کہ ملائکہ کا مقولہ از راہ تحیر یک احتمال تھا اور آدم علیہ السلام کا
ظہور از راہ احوال تھا۔ تولا محالہ اہل عبادت اس حسن اصطفائیت سے غافل رہے اور چونکہ انھوں نے بے محل سوال کیا اسواسطے
محتاج ہوئے کہ علم اسماء و صفات کو آدم علیہ السلام سے حاصل کرکے مرتبہ [illegible] مقام حاصل کریں بعض نے سجدہ کا نکتہ یوں بیان کیا کہ
ملائکہ نے اپنی عبادت کو موجب کرامت خیال کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بعلم معرفت سے آدم علیہ السلام کی بزرگی ظاہر فرمائی اور اہل عبادت کو اسکے لیے
سجدہ کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی مقام سے اہل مقام نے کہا کہ مرید کو شیخ عارف کی تعظیم میں ہمہ ادب ملحوظ ہونا چاہیے حتی کہ اگر شیخ عارف صرف
فرائض پر اکتفا کرتا ہو اور مرید شب و روز عبادت میں مصروف ہو تو اس عابد پر کوئی غرور نہو بلکہ عارف سے عابد تک ابھی زمین و آسمان کا فرق ہے
عابد شب علی کرے یک روزہ راہ + عارف دم میں ہوتا تخت شاہ + انکی دو رکعت و غیری صد ہزار + کب برابر ہو سکیں ای خاکسار + بعض مشائخ
عظام نے فرمایا کہ خلافت کے شرائط سے ہے کہ اشیاء کو وصل و فصل سے پہچانتا ہو کہ وہاں جدائی و وصل کچھ نہیں ہے کیونکہ حادث کو قدیم سے
وصل غیر ممکن ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مولوی بحر العلومؒ نے شرح مثنوی میں و دیگر اکابر مشائخ نے صریح بیان فرمایا کہ حوادث و مخلوقات کسی حال میں معبود
بقدم نہیں ہو سکتے ہیں حتی کہ جنھوں نے یہ اعتقاد کیا وہ اجہل گمراہ دائرہ کفر میں داخل ہوگیا اور فنا فی اللہ و باقی باللہ کی معرفت ہے کہ جب بندہ
قرب نوافل کے مرتبہ پر پہونچتا ہے تو استغراق حق میں اسکو اپنے نفس کا کچھ ہوش نہیں رہتا ہے اور اسوقت حق چھاجاتا ہے اور حق عزوجل ہی
اسکے واسطے سمع و بصر و ہاتھ و پاؤں ہوجاتا ہے یعنی جیسے عوام اپنے ارادت سے چلتے و قدم اٹھاتے اور ہاتھ کو کام میں لاتے ہیں اور اپنی
خواہش سے سنتے و دیکھتے ہیں تو اسکے خلاف مرد عارف اگر خود فراموش ہوتا ہے اور اسمیں ارادات حق ظہور کرتے ہیں پس وہ حق عزوجل کے ارادات
سے چلتا پھرتا اور نماز روزہ وغیرہ ادا کرتا اور وعظ و نصیحت کرتا اور یہ سب بارادت حق عزوجل اس سے ظہور کرتے ہیں حالانکہ وہ خود مستغرق و نابود ہے
حتی کہ اس حالت میں اگر وہ کسی کے حق میں کوئی کلمہ کہتا ہے تو بدون اس شخص کے ہوش کے از جانب حق عزوجل ہوتا ہے حالانکہ ظاہر میں یہی نظر آتا ہے
کہ اس شخص نے بد دعا دی یا نیک دعا کی۔ اور یہی مسئلہ کہ استاد ہوا اور قرب نوافل کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جنھوں نے یہ مقام سمجھ لیا وہ
راہ حق میں خطرات شیطانیہ سے محفوظ ہونگے اور جنھوں نے نہیں جانا وہ ہی جاہل صوفیوں کے دام فریب میں اسکا شکار شیطان ہوجاتا ہے عصمنا اللہ تعالیٰ بہ
و کمال رحمتہ [illegible] و آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین [illegible] ملائکہ کو صفات آدم علیہ السلام سے ناوانی تھی
[illegible]

حق عزوجل ہو اور اس سے انکار لعنت ہے - شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ خلق پر انکے دعووں ہی سے بلائین آتی ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب ملائکہ نے اپنی تسبیح و تقدیس کا دعوی کیا تو کیونکر جہالت مین مبتلا کیے گئے حتی کہ آخر انھون نے اقرار کیا کہ - لاعلم لنا الا ما علمتنا - یعنے اپنی جہالت کا اقرار کیا شیخ نے کہا کہ تعلیم اسماء مین معرفت افعال و صفات آلٰہی کی حکمت مندرج ہے تاکہ اس علم سے مقام حال پر ترقی ہو شیخ ابن عطاء نے کہا کہ اللہ تعالٰی ہی کے واسطے حمد ہے کہ اگر وہ آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم نفرماتا تو وہ ملائکہ سے بھی زیادہ عاجز ہوتے - شیخ نے لکھا کہ جب ملائکہ کے واسطے سجدہ کا حکم ہوا تو یہ ملائکہ کے واسطے آدم علیہ السلام مین سر آلٰہی کا انکشاف ہے حتی کہ انھون نے آدم علیہ السلام پر خلعت صبغۃ اللہ دیکھی اور ابلیس چونکہ غضبی مظہر تھا اسکو یہ کچھ نظر نہین آیا -

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا

اور کہا ہمنے اے آدم بسو تو اور تیری عورت جنت مین اور کھاؤ اسمین محظوظ ہو کر جہان جگہ چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ

اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے پھر ڈگایا انکو شیطان نے

عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ

اس سے پھر نکالا انکو وہانسے جس آرام مین تھے اور کہا ہمنے تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

اور تمکو زمین مین ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک

ان آیات مین اللہ تعالٰی نے بعد سجدۂ ملائکہ کے آدم علیہ السلام کے واسطے کرامت مقام اور تمۂ خلافت کا انجام بیان کیا اور آدم علیہ السلام فی تکلم تھے چنانچہ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ مین بروایت ابن مردویہ مصرح ہے مترجم کہتا ہے بلکہ حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہے اور یہی عقائد مین مقرر ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ محمد بن اسحق نے کتاب السیر مین تصریح کی کہ ہمکو علماء اہل کتاب توریت وغیرہ کی روایات بذریعہ حضرت ابن عباس رض وغیرہ کے یون پہونچی ہین کہ جب آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسماء اشیاء سے آگاہ فرمایا تو اسکے بعد آدم علیہ السلام پر نیند غالب کی گئی پھر اللہ تعالٰی کی قدرت سے آدم کی پسلیون مین سے بائین پسلی لیکر وہان گوشت بھر دیا گیا اور آدم ہنوز خواب مین تھے کہ اللہ تعالٰی نے اس پسلی سے حوا کو پیدا کیا کہ وہ اچھی خاصی عورت ہو گئی تاکہ آدم علیہ السلام کو اسکے ساتھ سکون ہو یہ لوگ بیان کرتے ہین کہ جب آدم علیہ السلام خواب سے جاگے تو اپنے پہلو مین اسکو بیٹھا دیکھکر فرمایا کہ یہ میرا جوڑا ہے پھر جب اللہ تعالٰی نے تزویج فرمایا تو آدم علیہ السلام کو خطاب کیا چنانچہ فرمایا یا ایہا الناس وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ اور ہمنے فرمایا کہ اے آدم تو اور تیری جوڑی جنت مین رہو - ف اور یہ حکم بصیغہ امر ہے کی تعمیل ایک ساعت مین پوری ہو سکتی ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا - وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ اور دونون اس جنت مین سے فراخی کے ساتھ جہان تمہارا جی چاہے کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ ہونا کہ دونون ظالمین مین سے ہو جاؤ گے - ف یعنے اگر اس درخت کے قریب جاؤ گے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے اور یہ ممانعت بطور تاکید ہے کیونکہ دراصل اس درخت سے کھانا ممنوع تھا نہ اسکے پاس جانا لیکن محرمات کے پاس جانے سے مبتلا ہو جانیکا خوف ہے لہذا احتیاطا پاس جانے سے منع فرمایا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ حلال صاف ظاہر ہے اور حرام صاف ظاہر ہے اور ان دونون کے بیچ مین امور

مشتبہ ہین جنکو بہت سے لوگ نہین جانتے ہین پس جو شخص مشتبہ سے الگ رہا وہ اپنے دین و آبرو کو بچا لیگیا اور جو کوئی چراگاہ کے
گرد پھرتا ہی وہ اُسمین مبتلا ہونے کے قریب ہو جاتا ہی اور آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کے واسطے چراگاہ ہی اور زمین مین اللہ تعالیٰ کی چراگاہ وہ امور ہین
جنکو اُسنے حرام کیا ہی (الصحیحین وغیرہما) اور اللہ تعالیٰ نے حوا کا نام نہین لیا جیسے قرآن شریف مین کسی عورت کا نام مذکور نہین ہی سوا
مریم علیہا السلام کے کہ جنکا نام بار بار مکرر مذکور ہی تاکہ نصرانیون کو خفت ہو جو مریم کی نسبت بدگوئی کرتے ہین – شیخ نے لکھا کہ محمد بن اسحاق
کی روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ جنت مین داخل ہونے سے پہلے حوا کی پیدایش ہوئی ولیکن سدی کی روایت ابن عباس و ابن مسعود و ایک
جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مین آیا کہ جنت سے ابلیس نکالا گیا اور آدم علیہ السلام وہان بسائے گئے لیکن بغیر ساتھی کے تنہا پھرتے تھے کہ ناگاہ ان پر
خواب طاری ہوا پھر جب جاگے تو دیکھا کہ ایک عورت انکے سرہانے بیٹھی ہی پس ملائکہ نے امتحانا پوچھا کہ بھلا اسکا کیا نام ہی تو آدم علیہ السلام
نے فرمایا کہ اسکا نام حوا رضہ اُنہون نے کہا کہ بھلا کیون تو فرمایا اسواسطے کہ یہ حی سے پیدا ہوئی ہی – مترجم کہتا ہی کہ محمد بن اسحق نے اپنی روایت
مین اشارہ کیا کہ یہ اقوال بھی اسرائیلی روایات ہین پھر واضح ہو کہ علماء کے درمیان کچھ خلاف نہین ہی کہ آدم علیہ السلام کی پیدایش زمین مین
واقع ہوئی پھر یہان جنت سے مراد کیا وہ جنت ہی جسمین اہل ایمان دار الآخرت مین داخل ہونگے یا جنت سے مراد کوئی باغ دنیاوی ہی اور
یہان دونون احتمال ممکن ہین اور شیخ ابن القیم نے حادی الارواح مین دونون کے دلائل نقل کرکے سکوت کیا علامہ ابو السعود نے کہا کہ دلائل
متعارض ہونے سے توقف کرنا بہتر ہی لیکن خطیب نے سراج المنیر مین جزم کیا کہ وہ جنت بلند تھی جس سے گرانا واقع ہوا ہی واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے
لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس درخت سے منع فرمایا وہ ایک امتحان حکمت تھا لیکن کسی حدیث سے پتا نہین ہوتا کہ وہ کیا درخت تھا اور سلف نے
اس بارہ مین اقوال مختلف ہین چنانچہ سعید بن جبیر و محمد بن قیس و جعادہ بن ہبیرہ و شعبی و سدی نے کہا کہ درخت انگور تھا اور یہی سدی نے
ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ یہ درخت انگور تھا اور یہودی کہتے ہین کہ وہ گیہون کا درخت
تھا اور یہی ابن جریر و ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بروایت عکرمہ ذکر کیا و عبد الرزاق نے بروایت سعید بن جبیر
اور محمد بن اسحاق نے بروایت مجاہد بیان کیا اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا کہ ابن عباس نے ابو النضر کو لکھا تو اُنہون نے جواب دیا
کہ جس درخت سے ممانعت تھی وہ گیہون کا درخت تھا اور جس درخت کے پاس تو جو چلا ہو وہ زیتون تھا اور یہی قول حسن بصری و وہب
بن منبہ و عطیہ العوفی و ابو مالک و محارب بن دثار و عبد الرحمن بن ابی لیلی ہی اور محمد بن اسحق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ وہ گیہون تھا لیکن جنت
مین اُسکا دانہ گائے کے گردہ کے برابر اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیرین تھا – اور سفیان ثوری نے ابو مالک سے روایت کی
کہ وہ درخت خرما تھا اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی کہ وہ درخت انجیر تھا اور یہی قول قتادہ و ابن جریج ہی – ابو العالیہ سے روایت ہی
کہ وہ ایسا درخت تھا کہ اسکی غذا سے پاخانہ آوے – عبد الرزاق نے وہب ابن منبہ سے روایت کی کہ وہ درخت ایسا تھا کہ جسکو فرشتے کھاتے تھے
جو ہمیشہ زندہ رہے چنانچہ ملائکہ اسکا پھل کھاتے تھے – مترجم کہتا ہی کہ ملائکہ تو کھانے پینے سے پاک ہین پس معلوم نہین ہوتا کہ [illegible]
اور ظاہرا یہ اسرائیلی روایت ہی چنانچہ وہب بن منبہ اکثر [illegible] سے نقل کرتے ہین [illegible] روایات [illegible]
نے اہل کتاب سے انکا نقل [illegible] ہین اور خود اس بارہ مین تفسیر ابن جریر طبری [illegible] امام ابو جعفر [illegible]
اس بارہ مین [illegible] کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو جنت مین سے ایک درخت [illegible] فرمایا [illegible] اسکے [illegible]
اور نہ یہ قرآن [illegible] کوئی دلیل قائم ہی [illegible] کوئی درخت ہو [illegible] پھر اللہ تعالیٰ [illegible]

مترجم کہتا ہی کہ جب اُسکے کہانے سے لباس ساقط ہو گیا تو شاید اُسکے کہانے کا اثر ہوا اور شاید نافرمانی کا ضرر ہو۔ امام رازیؒ نے بھی اسکو صحیح وصواب ٹھہرایا کہ بیان حکمت اسی سے متعلق ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو درخت خاص سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہی کہ جمہور علما اُنکے نزدیک یہ جنت آسمانی تھی و ابلیس بوجہ آدم علیہ السلام کے ملعون کر کے نکالا گیا تھا وہ قیامت تک اولاد آدم کا بھی قطعی دشمن ہی جیسے دو نقیض کا جمع ہونا محال ہی لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان ہذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی یعنی ہمنے آدم سے کہدیا کہ یہ ابلیس تیرا و تیری زوجہ کا دشمن ہی سو تم دونوں کو جنت سے نہ نکالے کہ تو شقی ہو جاوے یعنے مصیبت دنیا مین پڑجاویگا۔ مترجم کہتا ہی کہ سبحان اللہ حکمت خلافت سے ملائکہ کو آگاہ فرمایا اور آدم علیہ السلام سے یہ عہد لیا۔ چونکہ شیطان ازلی مردود ہی لہذا اُسکو کسی بکاری مین کچھ باک نہین ہی پس اُسنے آدم علیہ السلام کو وسوسہ دلایا کہ اگر تم اس دار عافیت مین دوام چاہتے ہو تو مین تمکو ایک درخت بتلاؤن کہ جو کوئی اُسکا پھل کھاوے وہ ہمیشہ یہین رہے پھر اُسنے یہی درخت بتلایا جس سے ممانعت کی گئی تھی و اللہ تعالیٰ کو درمیان دیکر قسم کھائی کہ مین تمہارا خیرخواہ ہون چنانچہ قرآن مجید مین آویگا اور حضرت آدم علیہ السلام شاید اس نام پاک کی عظمت سے عہد الٰہی بھول گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فنسی ولم نجد لہ عزما۔ یعنے عزم قوی کے ساتھ عہد یاد نرکھا اور بھول گیا۔ھ۔ چنانچہ درخت ممنوع کا پھل کھالیا جس سے اللہ تعالےٰ نے انکو جنت سے اُتار دیا۔ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اگر ضمیر راجع بجنت ہو تو قراۃ عاصمؒ فَاَزَالَهُمَا کے معنے ہین یعنے پھر دور کر دیا اُن دونون کو شیطان نے جنت سے پس دونون کو نکال باہر کیا اُس نعمت سے جسمین دونون موجود تھے۔ ف یعنی لباس لطیف و منزل شریف و رزق کریم و راحت عمیم سے نکال باہر کر دیا اور کھیلا جو پورا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو جنت سے اُتار دیا اور اگر ضمیر عنہا راجع بجانب درخت ہو اور موافق قول حسن بصری و قتادہ کے اَزَلَّهُمَا مشتق زلل سے ہو تو معنے یہ ہین کہ پھر شیطان نے ان دونون کو اس درخت سے لغزش دلائی پس ان دونون کو اُس نعمت سے جسمین دونون موجود تھے نکال باہر کیا۔ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ اور ہمنے کہا کہ تم لوگ اُترو در حالیکہ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہین اور تمہارے واسطے زمین مین قرارگاہ و تمتع ایک وقت تک ہی۔ ف اہبطو صیغہ جمع ہی جسکے معنے یہ ہین کہ تم لوگ زمین مین اُترو پھر یہ مخاطب بعض مفسرین کے نزدیک حضرت آدم و حوا علیہما السلام مع اولاد ہین اور اسکو شیخ سیوطیؒ نے اختیار کیا یعنے اللہ تعالےٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو بشمول اُنکی اولاد کے حکم دیا خواہ ان اولاد مین سے بعض وہان پیدا ہو گئے ہون جیسا کہ بعض علماء کا قول ہی یا علم الٰہی مین موجود ہون تو حاصل یہ ہوا کہ ان ذریات مین باہم بعضے بعضون کے دشمن ہونگے اور باہم ظلم و فساد کرینگے اور ایک وقت تک وہان تمتع پاوینگے یعنے پیداوار زمین سے تا وقت موت اپنی تمتع حاصل کرینگے اور زمین اُنکے واسطے قرارگاہ ہی کہ جسمانی زندگی مین زندگی کی قرارگاہ ہوگی اور بعد موت کے زمین انکے واسطے قبرگاہ ہوگی یہ سب اس بنا پر کہ اہبطوا سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو مع ذریات خطاب ہو اور بعض کے نزدیک حضرت آدم و حوا علیہما السلام و ابلیس و سانپ ہین امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ایک جماعت علماء تابعین مانند سدی و ابو العالیہ و وہب بن منبہ وغیرہ نے اس مقام پر اسرائیلی قصص روایت کئے جنکا حاصل یہ ہی کہ سانپ کے ذریعہ سے ابلیس جنت مین داخل ہو کر حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو وسوسہ دلایا جسکو ہم سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالےٰ مبسوط بیان کرینگے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری کی اسناد سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ ..

نے آدم علیہ السلام کو مرد دراز قامت پیدا کیا جسکے سر پر بکثرت بال تھے پھر جب اُنھون نے اُس درخت مین سے کھایا جس سے ممانعت تھی تو لباس گر گیا پس شرمگاہ کھل گئی تو اُنھون نے جنت مین دوڑنا شروع کیا پس ایک درخت نے اُنکے بال پکڑ لیے اور دوسری روایت مین ہے کہ اُنکے بالون سے درخت لپٹ گیا پس اللہ تعالےٰ نے ندا فرمائی کہ اے آدم مجھسے بھاگتا ہے آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب مین تجھسے نہین بھاگتا ہون بلکہ شرماتا ہون حکم پہونچا کہ اے آدم میرے جوار سے خارج ہو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ یہان وہ شخص نہین رہ سکتا ہے جسنے میری نافرمانی کی اور اگر مین تیرے مثل اس قدر مخلوق پیدا کرون جس سے ساری زمین بھر جاوے پھر وہ میری نافرمانی کرین تو اُنکو بھی گنہگارون کے مکان مین بساؤن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب و منقطع بلکہ معضل ہے حسن بصریؒ نے کہا کہ جنت مین آدمؑ کا ٹھہرنا دن کی ایک ساعت ہوا جو دنیا کے حساب سے ایک سو تیس برس ہوتے ہین (عبد بن حمید) ابن عباسؓ نے کہا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک آدم علیہ السلام جنت مین رہے۔ (الحاکم) ربیع بن انس نے کہا کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلے تو اُنکے ساتھ درخت جنت سے ایک شاخ تھی اور سر پر وہان کی پتیون کا اکلیل تھا۔ سدیؒ نے کہا کہ آدمؑ وہان سے زمین ہندوستان مین اُترے اور اُنکے ساتھ حجر اسود تھا اور ایک مٹھی بھر جنت کے پتے تھے جنکو اُنھون نے ہند مین چھڑکا یا اسی سے اکثر خوشبو کی چیزین وہان سے آتی ہین مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ سراندیپ یعنی لنکا کے پہاڑ پر اُترے جو اب تک کوہ آدم کے نام سے مشہور ہے اور بیشک ہندوستان مین ریاحین خوشبودار بکثرت ہین۔ اور حسن بصریؒ نے کہا کہ آدمؑ کا نزول ہندوستان مین ہوا اور حوا جدہ مین اور ابلیس دشت میسان مین جو سرزمین بصرہ ہے اور سانپ اصفہان مین گرے (ابن ابی حاتم) اور ابو موسیٰؓ نے کہا کہ جب آدمؑ زمین مین اُترے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو ہر ضرورت کی صنعت سکھلائی اور ثمر جنت کا توشہ دیا (عبد الرزاق) اور واضح ہو کہ اس مقام پر صحیح حدیث ابو ہریرہؓ مین اسقدر وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترون جس مین آفتاب کو طلوع نصیب ہوا وہ جمعہ کا دن ہے کہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت مین داخل کیے گئے اور اسی دن وہان سے نکالے گئے (صحیح مسلم۔ النسائی) اور اس حدیث مین حضرت آدمؑ کا جنت سے نکالا جانا بھی اس دن کے فضائل مین شمار ہوا اسواسطے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکلنا اسقدر اکابر انبیا و صالحین علیہم السلام کا ظہور ہے اور یہی خلافت الٰہیہ کی حکمت ہے۔ اور واضح ہو کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سانپون کا مارنا اس خوف سے چھوڑا کہ وہ پیچھا کرینگے تو وہ مجھسے نہین ہے کیونکہ جبسے ہم نے ان دشمنون سے محاربہ کیا تب سے کبھی صلح نہین کی ہے (ابو داود) ابن مسعودؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قسم کے سانپون کو مار ڈالو جو شخص سانپون کے عوض لینے سے خوف کرے وہ مجھسے نہین ہے سواے ایک قسم کے باریک سانپون کے جو چاندی کی ڈنڈی کے مانند ہوتے ہین (ابو داود) شاید اس سے یہی چھوٹے چھوٹے سانپ مراد ہین جو گھرون مین رہتے ہین جنکو باشتنی بولتے ہین چنانچہ حدیث ابو سعید خدریؓ مین بیان ہے کہ ان گھرون مین کچھ بسنے والے ہین پس جب کوئی انمین سے نظر آوے تو تین مرتبہ اُس سے کہدو کہ تھا رے اسطرح ظاہر ہونے مین ہمارا حرج ہے پس اگر چلا جاوے تو خیر ورنہ اُسکو قتل کرو کہ وہ کافر ہے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ مدینہ مین کچھ جن ہین جو اسلام لائے ہین پھر جب تم اُنمین سے کسیکو دیکھو تو اُسکو تین دن تک اعلام کرو پھر اگر اسکے بعد ظاہر ہو تو اُسکو قتل کردو کہ وہ شیطان ہے (ابو داود) ان روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ جن و شیطان دونون سانپ کی شکل مین ظاہر ہوتے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب شیطان نکال دیا گیا تھا تو اُسکے واسطے جنت مین وسوسہ ڈالنیکا امکان کیونکر ہوا بعض نے کہا کہ توریت مین آیا ہے کہ وہ سانپ کے منھ مین ہوکر جنت مین گیا اور بعض نے کہا کہ اسمین کوئی محال نہین کہ شیطان زمین مین ہو اور اُسکا وسوسہ جنت مین پہونچے اور یہ بات حضرت ان چیزون کی بہالت مین بھی ہے

حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ مسمریزم کے ذریعہ سے لکھنؤ کا آدمی ہزاروں کوس کے فاصلہ کا حال بیان کرنے لگتا ہے اور آفتاب کا اثر زمین پر پھیلتا ہے اور انسان کا خیال لاکھوں کوس دوڑتا ہے پس جب یہ امر معلوم ہو چکا کہ یہ از قسم مادیات نہیں ہے تو اسکو مادیات پر تصور کر کے حکم لگانا محض بیوقوفی ہے۔ خطیب نے نقل کیا کہ شیطان نے عداوت ذاتی سے چاہا کہ آدم علیہ السلام و انکی ذریات کے ساتھ عداوت پوری کرے حتی کہ جو حکمت مشیت الٰہی میں جاری ہوئی تھی اسکا ظہور ہو گیا کہ ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا اور ملعون ہونے پر درخواست کی کہ الٰہی قیامت تک میری موت میں مہلت ہو اور یہ بمقتضائے مشیت منظور ہوئی اور اسنے مصرح اظہار کیا کہ میں آدم علیہ السلام کی ذریات میں سے سوا ایک گروہ قلیل کے سبکو آدم سے منقطع و برباد کرونگا اور یہی امر مشیت تھا چنانچہ سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ واضح بیان آویگا اور حضرت آدم رحمت الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ باوجود تنبیہ حق عز وجل کے شیطان سے دھوکا کھایا جب اسنے کہا کہ۔ یا آدم ہل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی۔ یعنی اے آدم میں تمکو شجرۃ الخلد اور ایسے ملک کی راہ بتلاؤں جو نیست نہ ہوگا۔ وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین۔ اور حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی کہ وہ قطعی ان دونوں کا خیرخواہ ہے۔ ٥ ۔ چونکہ نام الٰہی کی عظمت درمیان میں آئی اور اسطرح انکے قلوب پر چھائی کہ بھلا اس نام پاک کی قسم کوئی شخص جھوٹی کھا سکیگا پس اس استنباط پر اعتماد کیا اور صریح عہد الٰہی جو نص محکم تھا بھول گئے کہ یہ شیطان تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہے۔ خطیب نے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا لیکن حوا رضی اللہ عنہا کو شیطان کی باتوں سے خوف ہوا کہ تم یہاں سے نکالے جاؤگے اسیواسطے اس شجرۃ الخلد سے منع کیے گئے ہو پس طمع و ہوس دوام کا وسوسہ طاری ہوا تو پہلے انھوں نے پھل کھایا اور انکو کچھ ضرر اسوجہ سے نہوا کہ عہد نبوت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت آدم کو شراب پلا کر حضرت حوا نے یہ پھل کھلایا اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ اگر حوا نہوتی تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی اور اگر بنی اسرائیل نہوتی تو کبھی گوشت گندہ نہوتا (الصحیحین) روایت ہے کہ جب پھل کھایا تو چاند سا بدن متغیر ہو گیا صرف ناخنوں پر نشان باقی رکھے گئے جب آدم علیہ السلام انکو دیکھتے تو یاد کر کے بہت روتے تھے۔ اور واضح ہو کہ وسوسہ شیطانی نہایت سخت چیز ہے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] الخناس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا اور حدیث میں ہے کہ شیطان آدمی میں روانی خون کی طرح ساری ہوتا ہے (الصحیح)۔ (مسئلہ) فازلہما الشیطان نص صریح ہے کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطا بطور لغزش تھی اور قولہ تعالیٰ فنسی ولم نجد لہ عزما۔ نص محکم ہے کہ یہ بطور نسیان تھا اور ہوئی اسیواسطے علما نے فرمایا کہ وہانسے نکالا جانا اس خطا کی سزا نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر مقدر فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کے واسطے سکونت جنت صرف اس حد تک ہے کہ یہ پھل کھاویں علاوہ برین گناہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے جو عوام میں معتقد ہے جسمیں دانستہ [illegible] حکم کے خلاف ہو اور یہ لوگ درجہ عالی پر ہیں انکے واسطے غفلت و نسیان پر بھی مواخذہ ہوتا ہے چنانچہ تمکو قولہ تعالیٰ۔ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیہ سے حضرت یوسف علیہ السلام بھی نسیان پر ماخوذ ہوئے اور یہاں توضیح میں ایک مسئلہ کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کا قصد تھا کہ اپنی زوجہ کو [illegible] میں سے فقط ہندہ کو طلاق دیگا اور کہا کہ نہیں دیگا اور اسنے کہا [illegible] پھر اسنے بھولے سے کہہ دیا کہ تجھ پر طلاق دینی تو یہ حکم ظاہر ہے کہ وہ وعدہ خلافی میں گنہگار نہوگا چنانچہ حدیث شریف میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا و نسیان کو مرفوع فرمایا ہے۔ ٥ ۔ لیکن یہ بات بلا شبہ واقع ہو جاتی کہ اسیطرح حضرت آدم علیہ السلام پر بھولنے کا [illegible] تھا لیکن اس فعل کے ساتھ حکم لازم تھا کہ دنیا میں اتارے جاویں وہ پورا کر دیا گیا۔ (تنبیہ) امام ابن کثیر نے امام رازی سے نقل کیا کہ آدمی کو [illegible] خود [illegible] نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اسکے ساتھ حکم تقدیری [illegible]

اہل جنت میں سے ایک قوم تھے ہمکو ابلیس قید کر کے دنیا میں لایا تو سوائے غم و رنج کے ہمارا کچھ کام نہیں ہو سکتا یہانتک کہ ہم اپنے گھر لوٹ جاویں (تنبیہ) اس مقام سے یہ قاعدہ مستنبط ہوا کہ جب نص صریح موجود ہو تو اُسکے مقابلہ میں استنباط قیاسی جائز نہیں ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو صریح اس درخت سے ممانعت کی گئی اور صریح بتلایا گیا کہ شیطان تمہارا قطعی دشمن ہے پس آنکو شیطان کی قسم پر اور اُسکے شجرۃ الخلد بتلانے پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہیے تھا پس آدمی کو لازم ہے کہ دل سے جناب باری میں رجوع ہو کر وسوسۂ شیطانی سے پناہ مانگے اور شرع کی مضبوط رسی پکڑے رہے اور بغیر دلیل شرعی کے کسیکا قول نمانے اگرچہ قیاس سے کیسا ہی مضبوط نظر آوے فافہم واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین ف روح البیان میں شیخ نے اس مقام کے اشارات میں لکھا ہے کہ صاحب ارادت کو چاہیے کہ ہر شخص کا کلام نہ سنے اگرچہ وہ مقام معاملہ کے مرتبہ پر ایک معاملہ بتلانے والے کی بات میں لیتا ہے پس شیطان کو اُسکے بہکانے کا موقع ملجاتا ہے حتیٰ کہ شیطان خود کبھی بشکل انسان ہو کر اُسکو گمراہ کرتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی تاکید مولوی روم علیہ الرحمۃ نے فرمائی ہے اے بسا ابلیس آدم روئے ہست * پس بہر دستے نباید داد دست ۔ اکثر ابلیس آدمی کی شکل ہے پس ہر ایک کے ہاتھ میں مت ہاتھ دو ۔ شیخ نے لکھا کہ اگر وہ شیطان نہو تو بھی بسا اوقات انسان بسیرت شیطان ہوتا ہے کہ جاہل مدعی شریعت الٰہی سے خارج مگر لباس کاملین پہنکر ایسے مقالات سے جو اولیاء اللہ کے کلام میں بیان ہوئے ہیں جھوٹے دعوے سے عوام کو گمراہ کرتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات مرتے وقت ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ مرتبہ ارادت سے خارج ہو کر محروم و تحیری ہو جاتا ہے ان آیات میں تنبیہ ہے کہ کسی چیز کی خواہش کو خلاف شریعت اپنے اوپر غالب نکرے کیونکہ یہی خواہش سب فتنوں کی جڑ ہے حتیٰ کہ بہت سی خواہشیں جو شرع میں مباح ہیں وہ بھی مرتبہ تقویٰ سے گراتی ہیں اور مقام قرب و درجات سے محجوب کرتی ہیں مترجم کہتا ہے کہ بعض آیات و احادیث میں قلوب کو زمین سے مشابہ کیا گیا ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ الآیۃ ۔ کے ذیل تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ توضیح ہوگی ۔ لہذا شیخ نے اس مقام کے اشارہ میں بیان کیا کہ قلوب میں استقرار چاہیے تاکہ متاع انوار سے مقام مشاہدہ حاصل ہو اور لکھا کہ مشاہدہ نہ ہونے کی حالت میں انھیں سے زندگی ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ عین دیدار نہ ہو چنانچہ شیخ عبد اللطیفؒ نے شرح مثنوی میں تصریح کی کہ دنیا میں عین مشاہدہ نہیں ہوا اور یہی محققین علماء و مشائخ کے کلام میں صریح ہے بلکہ اسی پر اجماع ہے اور دنیاوی حیات میں صرف مشاہدۂ قرب حاصل ہوتا ہے اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ میں شرح ملا علی قاری سے یہ مسئلہ مفصل ذکر کیا ہے ۔ عس پھر

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا عذر و آیندہ جنت میں عود کرنیکا طریقہ بیان فرمایا

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اُسپر برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان ہمنے کہا

اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ

تم اُترو یہاں سے سارے پھر کبھی پہونچے تمکو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتانے پر نہ ڈر ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اُنکو اور نہ اُنکو غم اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری نشانیاں وہ ہیں

ع ۱۰ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ع

دوزخ کے لوگ وہ اُسی میں رہ پڑے

جب آدم علیہ السلام سے یہ لغزش واقع ہوئی اگرچہ وہ بطریق نسیان تھی تاہم اُنکی شان کے لائق نہ تھی پس آدم علیہ السلام نے
جناب باری تعالیٰ میں رجوع کیا چنانچہ عبید بن عمیرؒ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب یہ خطیہ جو مجھسے سرزد ہوا ہے
کیا تو نے میری پیدائش سے پہلے مجھپر لکھدیا تھا یا مین نے اسکو اپنی جانب سے ایجاد کیا ہے فرمایا کہ نہین بلکہ مین نے تیری پیدائش سے پہلے تجھپر
لکھا تھا تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر جیسے مجھپر لکھا تھا ویسے ہی مجھکو بخش دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ
فَتَابَ عَلَيْهِ پھر سیکھ لی آدم نے اپنے رب سے کئی باتین پھر متوجہ ہوا اُسپر۔ ف یہ قراءت آدم کو رفع و کلمات کو نصب ہے اور ایک
قراءت مین آدم کو نصب اور کلمات کو رفع ہے تو معنے یہ ہین کہ پھر آدم کو اُسکے پروردگار کی جانب سے چند کلمات پہونچے سو اللہ تعالیٰ
نے اُسپر رجوع کیا یعنی آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ اصل مین توبہ کے معنے رجوع کرنا اور اللہ تعالیٰ کا رجوع کرنا قرآن مجید کی آیات
مین صریح واقع ہوا ہے اسی سے محققین علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رجوع فرماتا ہے تب بندہ توبہ کرتا ہے۔ سدیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ
سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب کیا تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے نہین پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیون نہین
پھر عرض کیا کیا تو نے اپنی روح سے مجھ مین نہین پھونکا فرمایا کہ کیون نہین پھر عرض کیا میری چھینک پر تو نے یہ نہین فرمایا یرحمک اللہ
اور کیا تیری رحمت غضب پر سابق نہین ہے ارشاد ہوا کہ کیون نہین پھر عرض کیا کیا تو نے میری پیدائش سے پہلے مجھپر یہ نہین لکھا تھا
کہ مجھسے یہ خطیہ سرزد ہو فرمایا کہ کیون نہین پس آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر مین توبہ کرلون تو کیا مجھے جنت مین لوٹایا جائیگا
ارشاد ہوا کہ ہان۔ (رواہ العوفی وسعید بن جبیر وسعید بن معبد) اور یہی قول سدی وعطیہ عوفی ہے اور یہان ابن ابی حاتم نے
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اسی معنے مین مختصر حدیث روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی گر مین توبہ کرکے رجوع کرون تو کیا
مجھے جنت مین پھر لیا جائیگا ارشاد ہوا کہ ہان شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب منقطع ہے۔ ابو العالیہ نے کہا کہ آدم علیہ السلام نے بعد خطیہ
کے عرض کیا کہ الٰہی اگر مین توبہ کرکے نیک کام کرون اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین مین تجھے جنت مین داخل کرونگا
بعض علماء نے کہا کہ رب عزوجل کی جانب سے جو کلمات پہونچے تھے وہ یہی کلمات ہین۔ اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ
آدم علیہ السلام کو جو کلمات پہونچے وہ یہ ہین۔ اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّكَ خَيْرُ
الْغَافِرِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ اور اکثر محققین نے
کہا کہ شاید یہ کلمات بھی ہون جو مذکور ہوئے ہین اور اصل تفسیر کلمات کی قولہ تعالیٰ۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ مین منصوص ہے اور یہی مجاہد وسعید بن جبیر وابو العالیہ وربیع بن انس وحسن وقتادہ ومحمد بن کعب
قرظی وخالد بن معدان وعطا خراسانی وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی تفاسیر مین منقول ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝
بیشک اللہ تعالیٰ ہی تواب رحیم ہے۔ ف جیسے قولہ تعالیٰ۔ الم یعلموا ان اللہ یقبل التوبۃ عن عبادہ الآیۃ یعنی کیا یہ لوگ جانتے
نہین ہین کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور سورۂ نساء مین قولہ تعالیٰ۔ ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیۃ۔ کی تفسیر
مین مصرح ہے بیہقی نے حدیث انسؓ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کے کلمات یہ ہین۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ ھ۔ شیخ سیوطیؒ نے کہا

کہ اصح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ کلمات الہام فرمائے ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - یہ در اصل امام ابن جریرؒ کا قول ہے مترجم کہتا ہے
کہ ان روایات میں موافقت کی صورت ظاہر ہے اسطرح کہ آدم علیہ السلام نے پہلے اپنے نفس کے واسطے تنہا استغفار کیا جیسا کہ
وغیرہ میں مفرد اپنے واسطے ضمیر مذکور ہے پھر حوا کو ساتھ لیکر استغفار کیا جیسا کہ قولہ تعالیٰ - قالا ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ - کی
اگر کہا جاوے کہ تواب بمعنی مبالغہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں مبالغہ کیونکر ٹھیک ہو سکتا ہے کیونکہ مبالغہ موجود سے بڑھکر بیان کرنیکو
کہتے ہیں جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں تو انہیں مبالغہ نہیں ہو سکتا پس شیخ سیوطیؒ نے فرمایا کہ بندوں کی کثرت کی وجہ
سے تواب فرمایا جیسے رحیم بھی بندوں کی کثرت کی وجہ سے آیا بعض علماء نے کہا کہ تواب و رحیم کو جمع کر دینے میں توبہ کرنے والوں سے لیے
قصور کے باوجود رحمت کا وعدہ ہے - فائدہ بعض اشارات عرائس میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے واسطے حکم تقدیری جاری تھا تو یہ خطرہ ف
پیدا ہوا کہ اگر وہ استغفار سے بفضل الٰہی محو ہو تو یہ برقرار ہے لیکن اللہ عز و جل نے اپنے بندوں کو رحمت سے مشمول فرمایا چنانچہ آدم علیہ السلام
ان کلمات سے عذر کیا - مترجم کہتا ہے کہ مسئلہ تقدیر عجیب حکمت الٰہی عز و جل ہے جسکی نسبت میں نے بارہا اہل عقل کو تنبیہ کی کہ
حکمت الٰہی عز و جل کا ظاہر یہ ہے تو عقل ضعیف اسکو کیونکر ادراک کر سکتی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ حکمت الٰہی کا ادراک محال ہے
احمق کو کوئی شخص اسکے درپے نہیں ہو سکتا اسیواسطے حدیث صحیح میں تو غل تقدیر کے بارہ میں بہت شدت سے ممانعت فرمائی ہے اور
حدیث ابوہریرہؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمؑ و موسیٰؑ نے اپنے رب عز و جل کے پاس باہم مرحون کی یعنی
کی - (یعنی عالم حقیقی میں نہ اس جہان فانی میں) پس آدمؑ نے موسیٰؑ پر غلبہ پایا موسیٰ نے آدمؑ سے کہا کہ تم وہ آدم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اپنے ہاتھ سے
پیدا کیا اور تم میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا اور تمکو اپنی جنت میں بسایا پھر تم نے اپنی خطیہ سے لوگوں کو زمین پر گرایا آدمؑ نے
فرمایا کہ تم وہ موسیٰؑ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اپنی رسالت و کلام کے لیے برگزیدہ فرمایا اور تمکو الواح عطا کیں جنمیں ہر چیز کا کھلا بیان لکھا ہے
اور مناجات کے لیے تمکو اپنی درگاہ سے نزدیک کیا تم بتلاؤ کہ تمنے توریت میں نہیں پایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کس قدر زمانہ
پہلے توریت کو لکھوایا موسیٰ نے کہا کہ ہاں چالیس برس پہلے لکھوایا تو آدمؑ نے فرمایا کہ کیا تمنے اسمیں نہیں پایا کہ آدمؑ نے اپنے پروردگار کا
حکم بھلایا تو راہ بھٹک گیا موسیٰ نے کہا کہ ہاں تب آدمؑ نے فرمایا کہ پھر تم ایسی چیز پر ملامت کر سکتے ہو (جیسے لوگوں کا زمین پر اتارنا
میرا فعل بتلاتے ہو) حالانکہ میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھدیا گیا تھا (صحیح مسلم) واضح ہو کہ اس حدیث میں چالیس سال کی مقدار
برنا سے تحریر توریت ہے ورنہ تقدیر خلائق کی تحریر تو پیدائش آسمان و زمین سے ہزاروں برس پہلے واقع ہوئی جیسا کہ صحیح مسلم کی
حدیث عبداللہ بن عمرؓ میں مذکور ہے اور اصل تقدیر حتیٰ کہ عاجز و چالاک تک جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث صحیح مسلم میں ہے وہ علم الٰہی ازلی ہے
جسکے واسطے کوئی ابتدا نہیں ہے - م - شیخؒ نے لکھا کہ بعض مشائخ کے نزدیک کلمات یہ ہیں - ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح م
ہے واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ کلمات یہ ہیں کہ الٰہی میں نے تیری ہی وجہ سے دھوکا کھایا - مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ
مراد ہو کہ جب ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھائی تو آدم علیہ السلام نے اسکی بات مان لی واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے
کہ الحمد للہ کہ توبہ کا دروازہ ابھی کشادہ ہے لہذا توبہ کے شرائط و فضائل انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہونگے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے اولاد آدم علیہ السلام کو انکی پشت سے مثل چیونٹیوں کے نکالا جنمیں سے سیاہ صورت کفار تھے اور سفید اہل ایمان تھے اور
اُنسے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا پس سبھوں نے اقرار کیا کہ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے اور اسکو میثاق ازلی کہتے ہیں - اور بعض

لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ذریات پہ ساتوں آسمانون وزمینون وحضرت آدم کو گواہ کر لیا۔ بعض آثار مین وارد ہی کہ یہ معاہدہ قبل دخول
جنت کے وادی عرفات مین ہوا تھا اور چونکہ مشیت الٰہی متعلق تھی کہ آدم علیہ السلام کی ذریات کو زمین مین خلیفہ کیا جاوے لہذا درخت کا
پھل کھانے کی لغزش واقع ہونے کے بعد زمین مین اُتارنے کی حکمت پوری ہوئی اور تمام ذریات کو مکرر تاکید فرمائی۔ قُلْنَا اهْبِطُوا
مِنْهَا جَمِيعًا ج یعنے ہمنے فرمایا کہ یہان سے تم سب کے سب اُترو + فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى - سو اگر تمہارے پاس
میری جانب سے ہدایت آوے۔ ف یعنی کتاب الٰہی و رسول آوے تو اُسکو فضل الٰہی سمجھکر کمال شکر واجب ہی کیونکہ
کوئی استحقاق بعد عہد مذکور کے اور باوجود عبودیت کے ہرگز لازم نہین ہی۔ فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ پس جنہنے میری ہدایت کی پیروی کی تو اُنپر کچھ خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے
ف یعنے جو ایمان لایا اور طاعت پر عمل کیا تو اُنپر خوف عذاب نہین اور نہ وے جنت سے محروم ہونے پر غمناک ہونگے
کیونکہ جو لغزش کہ حضرت آدم علیہ السلام سے واقع ہوئی وہ معاف کر دیگئی۔ حاصل یہ کہ تمام ذریات مین سے جس فریق نے
ہدایت یعنے کتاب اور رسول کی پیروی کی اور ایمان لایا تو دنیا مین اُسکو وہی پہونچیگا جو تقدیر ہے مگر آخرت مین وہ غمناک نہوگا بلکہ اسکو
جنت مین داخل کر دیا جائیگا رہا دوسرا فریق جو نہ مانے تو اُسکو فرمایا۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ اور جن لوگون نے نہ مانا اور ہماری نشانیون کو جھٹلایا تو وہی جہنمی ہین اور وے وہان ہمیشہ رہنے والے
ہین ف یعنے جو فرقہ ایمان نہ لایا خواہ وہ نیچر دہریہ ہو یا بت پرست ہو یا حضرت عیسیٰ مین الوہیت کا قائل ہو یا کسی شخص منکر ہو
یا فرشتہ یا شیطان وغیرہ کسی کے وجود سے یا کسی قطعی اعتقادی بات سے انکار کرے تو یہ سب فرقہ کفر ہین جنہون نے اللہ تعالیٰ کی
آیات کو جو آسمانی کتابون مین موجود ہین اور آیات قدرت کو بھی جو عالم مین موجود ہین جھٹلایا اُنکی نسبت فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب النار ہین
یعنے جہنم ہی سے اُنکی خصوصیت ہی تو ظاہر ہی کہ وہی اُنکا مقام ہی لیکن صریح منصوص فرمایا کہ وے جہنم ہی مین ہمیشہ رہینگے نہ مرینگے اور
نہ فنا ہو سکینگے۔ چنانچہ حدیث مین ہی کہ جب اصحاب الجنۃ اپنے مقام جنت مین اور اصحاب جہنم اپنے مقام جہنم مین داخل ہو جائینگے تو موت بشکل
سیاہ مینڈھے کے درمیان مین لا کر ذبح کیجاوے گی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت اب ہمیشگی ہی کہ موت نہین ہی اور اے اہل جہنم اب ہمیشگی ہی
کہ موت نہین ہی (الصحیح) یہان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مومنین بوجہ گناہ کے جہنم مین سزا پاوین وہ اصحاب جہنم نہین ہین۔ چنانچہ حدیث
ابو سعید رضی مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جہنم جو مخصوص وہین کے لوگ ہین تو یہ لوگ نہ وہان مرینگے اور نہ زندہ ہونگے یعنی
وہ زندگی موت سے بدتر ہی کیونکہ عذاب مین پڑے رہینگے) لیکن گنہگارون مین سے بعض قومون کو بوجہ اُنکے گناہون کے آگ پہونچیگی
تو اُنکو اللہ تعالیٰ ایکقسم کی موت دیدیگا حتی کہ جب کوئلہ ہو جاوینگے تب شفاعت کی اجازت ہوگی (صحیح مسلم و ابن جریر وغیرہ) مترجم کہتا ہی
کہ شفاعت گنہگارون کے واسطے نصوص قطعیہ و احادیث متواترہ سے ثابت ہی اور جو گنہگار کہ جہنم مین داخل ہونگے اُنہین سے بعض
اسی حالت مین نکالے جائینگے کہ آگ نے اُنکو پنڈلیون یا کمر وغیرہ تک جلایا ہو چنانچہ احادیث صحیحہ مین ثابت ہی اور یہ آخری
مرتبہ ہی کہ کوئلہ ہو جاوین اور یہین سے بعض علما نے نکالا کہ یہان لوگون کے واسطے تیسری موت اور تیسری زندگی ہی۔ آیت مین
ہدی سے مراد انبیاء و رسول و کتب ہین یہ قول ابو العالیہ ہی اور یہ تفسیر باعتبار ابتدائے وجود آدم سے قیامت تک ہی اور اب اسکا حصر صرف
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید ہی اسیواسطے مقاتل بن حیان نے فرمایا کہ ہدی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ اور حسن بصری نے

فرمایا کہ قرآن مجید مراد ہے اور دونون قول صحیح ہین اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید دونون متلازم ہین کیونکہ جسنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا اُسنے قرآن مجید کو مانا اور جسنے قرآن مجید کو مانا اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا (فائدہ) کلمہ
اَمّا - دراصل اِنْ مَا ہے کہ نون کو میم مین ادغام کر دیا گیا ہے اور کلمہ ما تاکیدی ہے اور قرآن مجید مین ہر جگہ اِمّا کے بعد فعل بھی مؤکد بنون تاکید ہے
اور یہی قیاس ہے - واضح ہو کہ حرف شرط ایسے مقام پر آتا ہے جسکا واقع ہونا ضروری و قطعی نہو مثلاً کہتے ہین کہ اگر زید آیا تو مین خاطر کرونگا اور یون
نہین کہتے کہ اگر آفتاب نکلا تو مین خاطر کرونگا بلکہ یون کہتے ہین کہ جب آفتاب نکلیگا تب خاطر کرونگا لہذا یہان یہ سوال ہوتا ہے کہ ہدی یعنی کتاب
و رسولون کا بھیجنا تو یقینی تھا پھر اُسکو حرف اما شرطیہ کے ساتھ کیون فرمایا یعنے اسمین کیا بلاغت و حکمت ہے بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اسمین بلاغت لطیفہ
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اُسکی مخلوق پر بالکل ظاہر ہے باوجود اسکے اُنسے عہد بھی لیا گیا تھا تو کتاب و رسول بھیجنا ضروری نہ تھا لہذا سورہ یوسف
مین فرمایا - ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون یعنی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ رسالت و ہدایت ہم لوگون پر اور تمام
لوگون پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے و لیکن بہتیرے لوگ شکر نہین کرتے ہین - آیت مین کلمہ خوف مرفوع ہے اور حرف لا کی وجہ سے مبنی بر فتحہ نہین
چنانچہ لا ہم اسپر شاہد ہے کیونکہ لا نفی جنس معرفہ مین عمل نہین کرتا ہے اور چونکہ - لا ہم - کا عطف لا خوفٌ - پر ہے تو وہ بھی اسیطرح معمول نہوگا
علاوہ برین اگر لا نفی جنس ہو تو - لا خوف - سے جنس خوف بالکل مرتفع ہوگی حالانکہ مومنین سے خوف دنیاوی مرتفع نہین ہے حتی کہ
ایمان ہی خود خوف و اُمید کے درمیان ہے یعنے مومن وہ ہے کہ خوف عذاب سے مطمئن نہو اور اُمید ثواب سے مایوس نہو کیونکہ عذاب سے نڈر ہونا
یا ثواب سے مایوس ہونا دونون کفر ہین پس مومنون سے جنس خوف کی نفی نہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ آخرت مین اُنکو کچھ خوف نہوگا ہان اگر ہدایت
یعنی قرآن و رسول کی پیروی مین قصور ہو جیسے گنہگار مومنون سے ہوتا ہے تو اُنکو فی الجملہ قیامت مین بھی خوف ہوگا کیونکہ اُنھون نے پیروی پوری نکی لیکن
وہ جلد مرتفع ہو جائیگا - آیات جمع آیہ کہ دراصل اَیَیَہ تھا جسکو خلاف قیاس آیہ کیا یعنے یا کو الف سے بدل کر الف ممدودہ کیا - تبیان مین
شیخ عکبری نے زعم کیا کہ قیاس اسطرح جاری نہین ہے کیونکہ جہان دو یا جمع ہون تو دوم بدلتے ہین جواب دیا گیا کہ یہ خلاف قیاس ہے
فتلقی - کی فا جملہ معترضہ ہے نہ عطف اسواسطے کہ تاکید سے پہلے معطوف نہین آتا - ہا یہ کہ بیچ بیچ مین کیون لائے تو جواب یہ ہے کہ اسمین
قاعدہ بلیغہ یہ ہے کہ گناہ ظاہر ہونے پر فوراً توبہ کرے اور یہ کہ توبہ خود قابل اہتمام ہے کیونکہ ڈھیل ڈالنا دوسرا گناہ ہے - (فائدہ) ان
آیات مین چند علوم ہین اول یہ کہ جنت مخلوق موجود ہے دوم آنکہ جنت اوپر ہے اسیواسطے آیا کہ یہانسے اترو سوم آنکہ توبہ قبول ہوتی ہے
جبکہ مع شرائط کے دل سے ہو اور وہ دراصل دلی ندامت ہے چہارم آنکہ توبہ مین جلدی و اہتمام کرنا چاہیے پنجم آنکہ جب کافرون کے واسطے
عذاب آخرت دائمی ہے تو معلوم ہوا کہ مومن گنہگار کے واسطے دائمی نہین ہے ورنہ کچھ فرق نہوتا حالانکہ مومن و کافر مین فرق قطعی ہے - (لطیفہ)
مومنین جب جنت مین داخل ہونگے تو وہانسے نہین نکالے جاوینگے لیکن حضرت آدم علیہ السلام قبل وفات کے داخل ہوے اور باہر آئے
تو معلوم ہوا کہ بعد وفات کے جو داخل ہو وہ نہین نکلیگا (تنبیہ) حدیث مین ہے کہ میری امت سے خطا و نسیان کا گناہ دور کیا گیا ہے - (ابن ماجہ)
یہ آپ ہی کی امت مرحومہ کی خصوصیت ہے ورنہ ابو البشر آدم علیہ السلام پر بھول چوک سے عتاب ہوا اور یہ امتحانات الٰہی ہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ سب
لوگون سے بڑھکر انبیاء علیہم السلام امتحانات مین مبتلا ہوتے ہین پھر جو اُنسے نزدیک تر ہین پھر جو اُنسے نزدیک تر ہون یعنے درجہ بدرجہ (الترمذی
و صححہ) اور ایک روایت مین ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب سے بڑھکر مبتلاے امتحان ہوتے ہین پھر علماء پھر صالحین (الحاکم) حدیث مین ہے کہ
بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے عہد لیا اور بعض کو نصیحت فرمائی کہ امور خیر مین سے کسی فعل کو قلیل نہ سمجھے اور شرعی منکرات مین سے کسی فعل کو حقیر نہ سمجھے

مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کے واسطے شاہد یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کو عزم کے ساتھ خیال نہیں فرمایا اور اس قصہ میں تنبیہ ہے کہ عہد الٰہی پر شکر گزاری کے ساتھ قائم رہے ورنہ اسکا انجام خراب ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ سے توریت و انجیل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے متواتر عہد لیا گیا لیکن اُن لوگوں نے بدعہدی کر کے اپنی عاقبت خراب کی حالانکہ مکرر یاد دلایا چنانچہ فرمایا

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے کیا تم پر اور پورا کرو قرار میرا

اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا

میں پورا کروں قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو اور مانو جو کچھ میں نے اُتارا سچ بتاتا

مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّ

تمہارے پاس والوں کو اور مت ہو تم پہلے منکر اُسکے اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور

اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝ ع

مجھی سے بچتے رہو

بنی اسرائیل اولاد یعقوب علیہ السلام کیونکہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم کو اسرائیل کہتے تھے کیونکہ عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ایل اور اسر یعنے بندہ تو اسرائیل یعنے عبد اللہ ہے بالجملہ مفسرین متفق ہیں کہ بنی اسرائیل اولاد یعقوب ہیں اور جن لوگوں کو خطاب کیا گیا وہ یہی یہود ہیں جو بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مدینہ میں موجود تھے شیخ عبد الحق نے سیر میں نقل کیا کہ یہاں ان یہودیوں کی ابتدا سے سکونت زمانہ حضرت موسیٰ یا سلیمان علیہ السلام سے ہے کیونکہ جب وہ خانہ کعبہ کی زیارت کو آئے تو راہ میں شہر یثرب یعنی مدینہ میں وہ آثار پائے گئے جو توریت وغیرہ میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن ہجرت کے بارہ میں مذکور ہیں اور وحی نبوت سے بھی معلوم ہوا لہٰذا ایک گروہ یہود نے درخواست کی کہ ہم لوگ یہیں رہیں تاکہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایمان لاویں چنانچہ اُنکو اجازت ملی و یہ لوگ اسی شوق میں یہاں رہتے حتیٰ کہ جب کوئی مرنے لگتا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اگر تجھکو زمانہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو تو میرا اسلام عرض کر کے میرا ایمان لانا بیان کیجیو حتیٰ کہ اسی وتیرہ پر ایک زمانہ گذر گیا پھر یمن سے عرب دو بھائی اوس و خزرج بھی یہاں آکر آباد ہوئے لیکن یہودیوں کی حالت اُسوقت از راہ دیانت خراب ہوگئی تھی حتیٰ کہ یہودیوں کی جماعت عظیم ان یمنیوں پر ظلم کرتی تھی اور آخر اللہ تعالیٰ نے یمنیوں کی اولاد میں برکت عطا فرمائی اور رفتہ رفتہ انمیں اسقدر کثرت ہوگئی جنہوں نے اُن یہودیوں کا مقابلہ کر کے اُنکو زیر کیا پھر ایک زمانہ کے بعد اوس و خزرج کی اولاد میں باہم نفاق پیدا ہوا حتیٰ کہ باہم لڑائیاں شروع ہوئیں اور یہود بھی خوشامد میں بعضے اوسیوں کے اور بعضے خزرجیوں کے تابع ہوگئے لیکن یہ گروہ یمنی سب بت پرست تھے اور یہودی اپنے دین پر قائم تھے اور جب کبھی یمنیوں سے تنگ ہوتے تو بد دعا کرتے اور کہتے کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان لوگوں کی شرارت سے محفوظ رکھ اور یمنیوں سے کہتے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے سایہ حمایت میں ہو کر تمپر چھاپا کرینگے پس قبائل میں اس سے تعجب کرتے کیونکہ یہ علم فقط یہودیوں کے پاس کتاب توریت وغیرہ میں موجود تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر تشنیع

فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر آویگی
اور یہ دلیل قطعی متواتر ہے کیونکہ اگر یہودی اس ذریعہ سے دعا نہ کرتے ہوتے تو فوراً جھٹلاتے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک
ظاہر ہوئی تو اہل مدینہ میں جو مکہ میں قریش سے معاہدہ وحج کرنے کے واسطے گئے تھے اول انہوں نے یہودیوں ہی کے بیان سے پہچانا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان
ہیں جنکے نام سے یہودی ہمکو ڈرایا کرتے تھے پس وہ پہلے ایمان لے آئے جس سے یہودیوں کے دلوں میں عداوت کی آگ زیادہ بھڑک اٹھی
حتی کہ وہ لوگ انکار پر آمادہ ہوگئے اور گروہ میں سے جو صفات وفضائل بیان کیا کرتے تھے برعکس بیان کرنا شروع کیے مثلاً حلیہ شریف
بدل کر کہنے لگے کہ پیغمبر آخر الزمان تو سیم فام دراز قد پتلے دبلے ہونگے ولیکن اللہ تعالیٰ نے یہ دولت مدینیوں کے حق میں ازل سے لکھی تھی آخر ان
یہودیوں کی عداوت پہچان لی اور ایمان پر ثابت قدم رہکر انصار کہلائے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں
نے جان بوجھ کر انکار کیا پس اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے آگے پیچھے اولاد یعقوب پر نازل فرمائی
تھیں بایں وجہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے وہ ان یہودیوں کو بھی یاد دلائیں چنانچہ فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔ یٰبنی اسرائیل
اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم ۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر انعام فرمائیں
ف یعنی تمہارے باپ دادوں پر انعام فرمایا کہ انکو عذاب فرعون سے نجات دی اور فرعون کو ہلاک کیا اور انکے واسطے دریا کا
راستہ کھول دیا اور جنگل میں جہاں بھوک سے مرجاتے منّ وسلویٰ و آب شیریں پہنچایا و دیگر انعامات کثیرہ جنکا بیان آئندہ
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس اسی انعام کی بدولت تمہاری نسل پیدا ہوئی پس تم ان نعمتوں کو یاد کرو ۔ واوفوا بعھدی
اوف بعھدکم ۔ اور پورا کرو میرا عہد میں تمہارا عہد پورا کرونگا ۔ وایای فارھبون ۝ اور مجھی سے امید لگائے ہوئے
خوف رکھو ف اور شیطانی وسواس سے کسی غیر سے مت ڈرو کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجاؤگے تو عوام یہودی
تمہاری سرداری چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوجاوینگے پس جو کچھ تمکو نذرانہ دیا کرتے ہیں وہ بند ہوجائیگا پس تم حقیر
مال کے پیچھے عہد چھپا کر کافر مت بنو اور مجھی سے خوف کرو ایسا نہو کہ جو عذاب پہلے اقوام بنی اسرائیل پر بوجہ نافرمانی کے بندر وسور کی
صورتیں مسخ کردینے وغیرہ کا نازل ہوا تھا وہ تمپر بھی نازل ہوجاوے تم عہد پورا کرو ۔ فارھبون ۔ دراصل ۔ فارھبونی ۔ تھا کہ یاء وقف
آیت پر قرار نہیں ہوتی اسواسطے نون کا کسرہ ہے جیسے ایای فاتقون ۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو انعام و نواز
سے رغبت بھی دلائی اور عذاب سے خوف بھی دلایا تاکہ عہد پورا کریں علماء نے کلام کیا کہ عہد سے کیا مراد ہے حسن بصری نے فرمایا کہ یہ عہد قولہ
تعالیٰ لقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ واٰتیتم الزکوۃ واٰمنتم برسلی واقرضتم اللہ قرضا حسنا
لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتھا الانھار الآیۃ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انمیں بارہ نقیب مقرر فرمائے
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تمنے نماز ٹھیک قائم کی اور زکوۃ دی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کو
قرض حسنہ دیا تو بیشک تمہارے گناہوں کو تمپر سے کفارہ کردونگا اور ضرور تمکو ایسے جنات میں داخل کرونگا جنکے نیچے سے نہریں جاری
ہیں ف مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہودیوں پر قطعی تھا خصوصاً
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک عہد خاص لیا گیا بقولہ تعالیٰ ۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین
اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الآیۃ ۔ و دیگر آیات صریحہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و صفات لوگوں سے بیان کریں

اور بالکل نہ چھپاوین اور یہان عہد مذکور سے یہی مقصود ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرین اسیواسطے شیخ ابن کثیر نے لکھا
کہ دیگر علما و تابعین نے فرمایا کہ یہ عہد وہ ہی جو اللہ تعالے نے توریت مین یہودیون سے میثاق موکد لیا تھا کہ اللہ تعالی عنقریب بنی اسمٰعیل مین
ایک پیغمبر عظیم پیدا فرماویگا کہ تمام قبائل پر اُسکی اطاعت فرض ہوگی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماویگا جنکی رسالت تمام جہان پر لازم
ہوگی پس جو کوئی اس پیغمبر کی فرمانبرداری کریگا اللہ تعالے اُسکے گناہ بخشیگا اور اُسکو جنت مین داخل کریگا اور اُسکو دوہرا ثواب عطا کریگا
مترجم کہتا ہی کہ توریت و انجیل مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک مع فضائل و کمالات و مقام ہجرت و بعض احکام شریعت و صفات صحابہ
و اوصاف خلفاء راشدین اور اپنی کمال رحمت و وعدۂ ثواب عظیم مفصل مذکور ہی اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء بنی اسرائیل سے تفصیل تمام ماثور
ہی حتی کہ جیسے آدمی اپنے بیٹے کو ہر وقت و ہر گھڑی دیکھنے سے بخوبی پہچان جاتا ہی اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و آثار ہر زمانہ
ہر وقت کے پیغمبرون سے بنواسرائیل کو سنائے و بتلائے گئے تاکہ فوراً پہچان لین اور کچھ بھی تردد نہو لیکن شان الٰہی عجیب حکمت بالغہ ہی کہ
باوجود اسطرح پہچاننے کے یہودیون نے گمراہی اختیار کی گویا اس سے مسئلۂ تقدیر بدلیل قطعی تعلیم فرمایا کہ ان لوگون نے کسی تردد یا شبہہ
کی وجہ سے کفر نہین کیا بلکہ مشیت تقدیر الٰہی انپر پوری ہوئی تاکہ یہ بھی حجت باقی نرہے کہ ہمکو پہچان مین کچھ شبہہ تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعظیم شان آپکے خالق عزوجل کی بارگاہ عظمت سے بندون پر کسطرح ظاہر فرمائی گئی ہی کہ انبیاء اولو العزم و کتب آسمانی کے
بیان سے ہر وقت و زمانہ مین عہد و میثاق لیا گیا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام رازی نے انبیاء سابقین علیہم السلام سے حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی بشارات کثیرہ نقل فرمائین - مترجم کہتا ہی کہ یہود و نصاریٰ نے ہرچند توریت و انجیل مین تحریف کی لیکن ہزارون کتابون
مین تحریف کرتے کرتے زمانہ دراز گذرا اور بہت سے نسخہ مسلمانون کے بھی ہاتھ آگئے مگر جہانتک اُنکے بادشاہ و عوام کی عداوت شدید
ممکن ہوا اُنھون نے صریح بیانات کو بگاڑ کر تحریف کردیا لیکن ہم جانتے ہین کہ بحکم قولہ تعالی - الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ
مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ کے قطعاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت توریت و انجیل مین مذکور ہی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا
مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد الآیۃ پس صریح نام سے بشارت مذکور ہی چنانچہ آیت سابق کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی عجیب تفسیر شریف آویگی
اور امام رازی وغیرہ نے جو بشارات نقل کیے مع دیگر روایات کے ملخص بیان کرتا ہون حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے خط عبرانی و زبان
عبرانی سیکھی تھی پس اُنھون نے روایت کی کہ واللہ توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کثیرہ مین سے بعض وہ ہین جو قرآن مجید
مین مذکور ہین پھر اُنکو مفصل بیان فرمایا جیسا کہ سنن ترمذی وغیرہ کی روایت مین مذکور ہی اور اسیکے مثل کعب احبارؓ سے جو علماء یہود
مین سے بہت بڑے عالم تھے مفصل روایت ہی اور وہ بھی سنن ترمذی وغیرہ مین مذکور ہے - رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ توراۃ کے سفر اول کی
فصل نہم مین مذکور ہی کہ جب سارہؓ نے ہاجرہؓ پر غصہ کیا تو ہاجرہؓ گھر سے نکلکر بھاگین راہ مین ایک فرشتہ بشکل آدمی اُنکے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ
اے ہاجرہؓ تم کہان جاتی ہو تو ہاجرہؓ نے کہا کہ مین اپنی بی بی سارہؓ کے پاس سے بھاگی جاتی ہون پس فرشتہ نے کہا کہ نہین تو اپنی مالکہ سارہؓ کے
پاس لوٹ جا اور عاجزی کے ساتھ اُسکی فرمانبرداری مین قائم رہ کہ اللہ تعالی عنقریب تیری کھیتی کی بڑھاؤ کثیر فرماویگا اور تیری نسل کی ذریات
بہت ہوگی چنانچہ تھوڑے ہی دنون بعد تو حاملہ ہوکر ایک بیٹا جنیگی اور اُسکا نام اسمٰعیل رکھیو اور یہ بات اللہ عزوجل نے اسواسطے تجھپر
رحمت فرمائی کہ اللہ تعالی نے اپنی جانب تیرا منقطع ہونا جانا اور تیری عاجزی سن لی اور اس ذریت مین یہ ایک شخص عین الناس ہوگا اور اُسکا ہاتھ
سبھون پر بالا ہوگا اور سبھون کے ہاتھ عاجزی کے ساتھ اسکی طرف پھیلے ہونگے اور وہ سب بھائیون کے برخلاف اپنے رب عزوجل کا شکرگذار ہوگا امام رازی نے اس ۱۸ع

اسطرح استدلال کیا کہ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خاصۃً صادق ہے اسواسطے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یہ حالت نہین ہوئی بلکہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام مین سے بھی کسیکو یہ ثروت نہوئی کہ بنی اسرائیل کی قومون پر زبردست ہو اور عاجزی کے ساتھ سب ہاتھ اُسکی جانب پھیلے ہون حتی کہ وہ لوگ عرب کے جنگلون پہاڑون مین خانہ بدوش کی طرح رہتے تھے اُنکو یہ بھی طاقت نہ تھی کہ شام وعراق مین داخل ہون اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی جب وہ لوگ مسلمان ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے انکو روے زمین مین اکثر کا مالک کیا اور تمام قومون کے ہاتھ اُنھین کیطرف عاجزی کے ساتھ پھیل گئے مترجم کہتا ہے کہ امام رازی نے جو کچھ عبارت بالفعل توریت مین موجود تھی اُسی سے عمدہ استدلال قائم کیا حالانکہ یہ احتمال ضرور ہے کہ یہود و نصاریٰ نے عداوت سے درمیانی فقرہ حذف کر دیا ہو جسمین صریح نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہو حتی کہ جو شخص غور کرتا ہے اُسکو ربط عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہان یہ فرمایا ہے اور یہ شخص عین الناس ہوگا اس سے پہلے ظاہراً کچھ عبارت نکال ڈالی گئی ہے اور امام رازیؒ نے بہت خوب کیا کہ اگر مان لیا کہ عبارت نکالی نہین گئی تو بھی تصدیق توریت کے واسطے فرض لازم ہے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہو کیونکہ بغیر اسکے عبارت صادق نہین ہوتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس خلفاے راشدین کی بھی بشارت نکل آئی کیونکہ یہ زمانہ خلفاے راشدین کے وقت مین حاصل ہوا حالانکہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مین سے شمار کیا گیا۔ دلیل دوم سفر پنجم کی فصل گیارہ مین مذکور ہے کہ تمھارا رب تمھارے واسطے میری مثل ایک نبی تمھارے درمیان تمھارے بھائیون مین سے قائم کریگا اور اسی فصل مین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ مین ان لوگون کے لیے انہین کے بھائیون مین سے تیرے مثل ایک پیغمبر انکے بھائیون مین سے قائم کرونگا (یعنی بنی اسمٰعیل مین سے) اور یہ پیغمبر جو کلام میرے نام کے ساتھ میری طرف سے ادا کریگا تو جو شخص نہین سنیگا مین اُس سے انتقام لونگا مترجم کہتا ہے کہ یہ بشارت بہت قوی ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثل قوت و شوکت جہاد کسی پیغمبر کو بعد موسیٰ علیہ السلام کے نہین ہوئی کیونکہ سب اسی توریت کے تابع تھے حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی کے تابع تھے اور صاف اشارہ ہے کہ یہ پیغمبر موعود کوئی کتاب مثل توریت و انجیل کے نہین لائیگا بلکہ کلمات الٰہی کے ساتھ پر دوحی کیجائیگی جنکو وہ اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ سناویگا یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ وحی الٰہی سناویگا یا اقرأ باسم ربک الذی خلق سناویگا کیونکہ وہ بنی اسرائیل مین سے نہین بلکہ اُنکے بھائیون بنی اسمٰعیل مین سے ہوگا کیونکہ اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کا کوئی بھائی سوا عیص کے نہ تھا اور عیص کی اولاد مین سے سوا ایوب علیہ السلام کے کوئی پیغمبر نہین ہوا اور ایوب علیہ السلام بھی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام کو اُنکی بشارت کیونکر دیجاتی پھر یہ بات ظاہر ہے کہ بعد موسیٰ علیہ السلام کے جو پیغمبر ہوا وہ بنی اسرائیل مین سے تھا سوا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ اولاد بنی اسمٰعیل مین سے ہین تو قطعاً یہ صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہین اگر کہا جاوے کہ عبارت مذکورہ مین تو یہی مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پیغمبر کو ان لوگون کے درمیان قائم کریگا تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ مین قائم ہوکر اُنکو ایمان کی تعلیم فرمائی پس جو ایمان لایا وہ اچھا رہا اور جسنے نہ مانا اللہ تعالیٰ نے اُس سے انتقام لیا۔ دلیل سوم یہ کہ سفر پنجم کی فصل ستم مین مذکور ہے ان الرب تعالی جاء من طور سیناء وطلع لنا من ساعیر وظہر من جبال فاران وصف عن یمینہ عنوات القدوسین فمنحہم العز وحببہم الی الشعوب ودعا لجمیع قدوسیہ بالبرکۃ۔ یعنی رب تعالیٰ طور سینا سے آیا اور ساعیر سے ہمارے واسطے طالع ہوا اور جبال فاران سے ظاہر ہو گیا اور اُسکے داہنے سے عنوات قدوسین کی صف باندھی پس اُنکو عزت عطا فرمائی اور شعوب قبائل مین اُنکو محبوب کر دیا اور برکت کے ساتھ پوری قدوسیت کی دعا فرمائی مترجم کہتا ہے کہ عرب کے جمیع شعوب و قبائل باہم دشمن و خونریز تھے اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین شرک و بدگوئی کرتے تھے پھر جب جبال فاران سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور

قدوسین قائم ہوئی تو آخر جمیع شعوب وقبائل کو صحابہ رضی اللہ عنہم محبوب ہو گئے اور کمال معرفت مین انکو برکت عطا فرمائی حتی کہ امم
سابقہ کے انبیاء علیہم السلام جن علوم ومعارف کو پہونچے تھے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو عطا فرمایا۔ امام رازی رحمہ اللہ نے
لکھا کہ بالاتفاق جبال فاران یہی ہین جو حجاز مکہ مین ہین اور خود توریت مین یہ بات مذکور ہے کہ اسمٰعیل نے بیابان فاران مین تیراندازی
سیکھی پھر یہ بات سب کو معلوم ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام نے ایام شیرخوارگی ہی سے مکہ مین سکونت اختیار کی پھر یہ بات معلوم ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام
اسکا مصداق نہین ہوسکتے کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام کے ایام سکونت مین وہان سوا جنگلی شکار کے کوئی جماعت بھلی جگہ کی طرح قائم نہ تھی تو عزت کہان
سے ہوتی اور خانہ کعبہ کی بنا وبھی مدت بعد بنا ہوئی تو قدوسین کے ربوات یعنی مساجد کہان سے قائم ہوتین کیونکہ عرب مسجد کا نام بھی نہین جانتے تھے
پس کچھ شک نہین کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہے اور یہودیون نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ طور سینا وساعیر وفاران مین
آگ لگیگی اور تمام جہان مین منتشر ہو جائیگی۔ مین کہتا ہون کہ ان جنہیون نے عجیب بے تکے تحریف کے معنے نکالے جو کسی طرح اس کلام سے
نہین نکلتے ہین یہ محض جہالت وبددیانتی ہے اور خود کتاب حبقوق مین بیان صریح موجود ہے کہ اللہ تعالی طور سینا سے آیا اور ساعیر سے طلوع ہوا
اور قدس جبال فاران سے ظاہر ہوگیا۔ اگر آسمان بہاء محمد سے کھل جائے اور زمین اسکی حمد سے بھر جائے تو اسکے منظر کی شعاع مثل نور
کے ہوگی وہ اپنے شہر کو اپنی عزت سے محفوظ رکھیگا اور امید مین اسکے آگے روان ہونگی ورسباع الطیر اسکے اجناد کے ساتھی ہونگے حتی کہ آخر
مین لکھا وترتوی السہام بامرک یا محمد ارتواءً وتخور الارض بالانہار ولقد رأتک الجبال فارتاعت وانحرف عنک
شؤبوب السیل ونعرت المہاری نفیرًا ورعبا ورفعت ایدیہا وجلا وفرقا وتوقفت الشمس والقمر عن مجراہما وسارت
العساکر فی برق سہامک ولمعان نیازک تدوخ الارض غضبا وتدوس الامم زجرا لانک ظہرت بخلاص امتک ۔
یہ بیان بالکل صریح ہے اور کتب نصاری مین یون مذکور ہے۔ وظہر من جبال فاران لقد تقطعت السماء من بہاء محمد المحمود
وترتوی السہام بامرک المحمود لانک ظہرت بخلاص امتک وانقاذ مسیحک ۔ یہ عبارت بھی بالکل صریح ہے اور انقاذ مسیح
سے مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کو کذب یہود ونصاری دونون سے چھڑایا۔ دلیل چہارم یہ کہ کتاب شعیا کی فصل
بالیس مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ اٹھ اور اپنے چراغ روشن کر کیونکہ تیرا وقت قریب آیا اور کرامت الہی تجھ پر طلوع کرنے والی ہے کیونکہ
اب زمین پر اندھیرا چھا گیا اور امتون پر بدلی چھا گئی اور رب عزوجل تجھ پر اشراق فرماویگا اور اپنی کرامت تجھ پر ظاہر کریگا تیرے نور کے سایہ مین امتین گروہ گروہ
آوینگی اور سلاطین تیری روشنی مین روان ہونگے تو اپنی آنکھ اٹھا کر اپنے گرد و پیش پر نظر ڈال کہ یہ لوگ تیرے پاس جمع ہونے والے ہین
اور تیرے فرزند دور دور سے تیری زیارت کو آوینگے کیونکہ تو ام القری ہے یہانتک کہ آخر مین فرمایا کہ فاران کی بکریان لائی جاوینگی اور میری
قربانگاہ مین چڑھائی جاوینگی جس سے مین راضی ہونگا اور اسوقت اپنے بیت حمد کے واسطے ایک حمد نازل کرونگا۔ ھ۔ یہ سب صفات شان
مکہ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے موجود ہین اور یہ بات بیت المقدس پر کسی طرح صادق نہین آتی۔ دلیل پنجم یہ کہ توریت کے سفر اول
مین ہے کہ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ اللہ تعالی نے اسمٰعیل کے بارہ مین تیری دعا قبول کی اور مین نے اسپر خوب برکت بخشی
اور اسکی اولاد مین ایک بزرگ گروہ امت عظیمہ کے واسطے پیدا کرونگا۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین کیونکہ سوا
آنحضرت کے کوئی نبی اولاد اسمٰعیل علیہ السلام مین سے امت عظیمہ کے واسطے نہین ہوا اور خود ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے بعد فراغت بنائے کعبہ کے
فرمائی کہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔ اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور اپنے برادر عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں بعض علماء نے بیان کیا کہ خود توراۃ
میں مذکور ہے کہ آپکا مولد مکہ ہے اور مسکن طیبہ ہے اور سلطنت شام ہے اور آپکی امت بہت حمد کرنے والی ہوگی - دلیل ششم یہ کہ مسیح نے حواریین سے کہا
کہ میں تو جاتا ہوں اور عنقریب تمہارے پاس فارقلیط روح الحق آویگا جو اپنی طرف سے نہیں بولیگا بلکہ وہی کہیگا جو اس سے کہا جاویگا -
رازی نے کہا کہ اسکی تصدیق خود قرآن مجید میں موجود ہے قولہ تعالیٰ - ان اتبع الا ما یوحی الی - مترجم کہتا ہے بلکہ قولہ تعالیٰ - ما ینطق عن الهوی ان هو
الا وحی یوحی - اور فارقلیط کے دو معنے ہیں ایک یہ کہ شافع مشفع اور دوم یہ کہ حق و باطل میں تفریق کرنے والا گویا در اصل فاروق لیط تھا
پس لیط کلمہ تحقیق و تاکید ہے - دلیل ہفتم یہ کہ دانیال پیغمبر نے بخت نصر کو بطور وحی کے اسکا خواب بیان کیا جسکا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں
انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور اسکے آخر میں یہ ہے کہ پھر اس آخر زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایک مملکت قائم کریگا جو قیامت تک رہیگی اور وہ شریعت منسوخ نہوگی
اور سوائے ان دیگر بشارات عجیبہ ہیں جنکا بیان آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے موقع پر آویگا اور ان سب کے مجموعہ سے متواتر یہ بات ثابت ہوتی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کتب سابقہ میں توضیح تمام موجود ہے اور یہود و نصاریٰ سے عہد لیا گیا تھا کہ ان بشارات کو ظاہر کریں
اور پھر کہ یہ چھپاویں لہذا ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلائی جس سے انکو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں
سب کچھ ہے پھر تاکید فرمائی کہ میرا عہد وفا کرو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات ظاہر کرکے خود ایمان لاؤ تو میں اپنا عہد پورا کرونگا یعنی تمکو ثواب
کے ساتھ جنت میں داخل کرونگا اور تہدید فرمائی کہ مجھی سے ڈرو یعنی دنیا میں جن امور کا خوف کرتے ہو مثلاً اجرت یا عوام یہود دنیوی تحائف سالانہ نذرانہ
وغیرہ دلاتا تھا وہ جاتا رہیگا اور بعد مسلمان ہونے کے فریضہ جہاد میں موت سے ڈرتے ہو اور دنیاوی زندگی پر مرتے ہو یہ سب چھوڑ دو بلکہ میں
رب عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا وہ خود متولی بندگان ہے لہذا حکم فرمایا - وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ اور ایمان لاؤ
ایسی چیز کے ساتھ جو میں نے نازل فرمائی درحالیکہ وہ تصدیق کرتی ہے اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے - ف یعنی ایمان لاؤ قرآن منزل پر جو توریت
و انجیل کی تصدیق کرتا ہے - ابو العالیہ نے کہا کہ یہ اسواسطے کہ وہ لوگ توریت و انجیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس لکھا ہوا پاتے تھے
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام و صفات و نشانات شریعت جس طرح توریت و انجیل میں مذکور ہیں انہیں کے موافق قرآن مجید
نازل ہوا تو یہ تصدیق ہوگئی - شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ مانند قول ابو العالیہ کے مجاہد و ربیع بن انس و قتادہ سے مروی ہے حاصل یہ کہ اہل کتاب کے
ہاتھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے واسطے یہ بہت عمدہ آیت موجود تھی کہ توریت و انجیل میں جو علامات [illegible] قرآن مجید [illegible]
تو پھر ایمان لانا فرض متحتم تھا لہذا حکم دیا کہ تم لوگ ایمان لاؤ یا ایں تصدیق - وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ - اور تم لوگ اسکے ساتھ اول کافر
نہو جاؤ - ف بعض نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرنے والوں میں سے تم لوگ اول نہو کیونکہ تم کو اسکی شناخت میں وہ علم حاصل ہے جو دوسروں کو
نہیں ہے یہی ابن عباس و ابو العالیہ سے منقول ہے یعنی جنس اہل کتاب میں سے تم اول نہو اور اسکے مانند حسن و سدی و ربیع بن انس سے مروی ہے اور
بعض نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ تم لوگ اس قرآن منزل کے ساتھ اول کافر نہو - شیخ ابن جریر نے اسکو اختیار کیا - شیخ ابن کثیر نے کہا کہ دونوں
قول صحیح ہیں یعنی جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اسنے قرآن سے انکار کیا اور جسنے قرآن سے انکار کیا اسنے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے انکار کیا - شیخ نے لکھا کہ اول کافر سے یہ مراد ہے کہ بنی اسرائیل کے کافروں میں سے تم اول مت ہو اور یہ تاویل اسواسطے کیگئی کہ یہود سے
سے پہلے قریش و عرب میں سے بہت سے لوگ کافر ہو چکے تھے پھر ہجرت مدینہ کے بعد یہود کو خطاب ہوا لیکن انہوں نے دنیاوی [illegible]
کی لالچ سے کفر اختیار کیا جسکی بابت اشارہ ہے پہلے انکو اپنی نعمتیں یاد دلائیں اور اپنے سوا غیر سے خوف رکھنے سے ممانعت کی پھر بیان [illegible]

وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫ - اور میری آیات کے عوض ثمن قلیل مت خرید و ف یعنی میری آیات و رسول پر
ایمان لانے کو ہاتھ سے دیکر تمام دنیا سے فانی بہت قلیل ہے کہ اُسکی قلت کا اندازہ نہیں ہو سکتا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ سنت
سنت فجر پڑھنے کو دنیا و ما فیہا سے بڑھکر فرمایا پس جب ایمان کے ایک عمل نفل کی یہ فضیلت ہے کہ وہ دنیا و ما فیہا کے برابر نہین بلکہ بہتر ہے تو عین
ایمان کی کیا شان ہوگی اسکو کون قیاس کر سکتا ہے اور یہان تو یہ حال ہے کہ ان لوگون کو تمام دنیا و ما فیہا بھی نہین ملتی تھی بلکہ سالانہ حواصل یہود
وغیرہ سے کچھ غلہ ملتا تھا پس یہان ایمان کے مقابلہ مین اسکو ثمن قلیل فرمایا تو یہ انکی خواہش کے اعتبار سے ہے اور درحقیقت وہ قلیل ہے حالانکہ وہ
قلت بنسبت کے شمار مین نہین آتی ہے پس ایک گونہ ملامت کے ساتھ انکو منع فرمایا کہ یہ ہیچ پوچ مال دنیاوی جو تلف ہو جائیگا نشانہ ہے اسکو
لیکر عین ایمان بقرآن و رسول کو مت چھوڑو جیسے کوئی شخص لعل و موتی دیکر ایک مٹھی خاک خریدتا ہے تو وہ احمق اشرف مخلوق انسان نہین بلکہ
ارذل خلق شیطان ہے ؎ بدین ای فرومایہ دنیائے خر + چو خر باانجیل عیسی مخر * حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دنیا تمام و کمال ملکر قلیل مول ہے - سعید بن
جبیرؒ نے کہا کہ دنیا اور اسکی خواہشین سب قلیل مول ہین - سدیؒ نے کہا کہ انکی طمع ہی قلیل مول ہے - مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ اشارہ ہے کہ دنیائے فانی
مین سے انہین سوائے طمع کے کیا حاصل ہے یعنے اگر کوئی چاہے کہ مین دین چھوڑ کر دنیا لیلون تو یہ صرف اسکی طمع ہی طمع ہے کیونکہ دنیا مین
سے اسکو اُسیقدر ملیگا جو اُسکو مقدر ہے پس اُس احمق نے اس طمع کے عوض مین دین کو برباد کیا - (تنبیہ) جاننا چاہیے کہ جب بندہ ایمان
و شریعت پر مستقیم ہونا چاہتا ہے تو شیطان اُسکو فقر و فاقہ کا خوف دلاتا ہے تاکہ وہ ایمان چھوڑ کر فسق و فجور کا مرتکب ہو بدلیل قولہ تعالی - اَلشَّیۡطٰنُ
یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ وَیَاۡمُرُکُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ الآیہ - لہذا جب کبھی شیطان کا یہ وسوسہ پاوے تو چاہیے کہ حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ تین بار کہے پس جو شخص ایسا ذکر
کرتا ہو اُس سے محفوظ رہیگا جیسا کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث مین منصوص ہے بالجملہ اُنکو نصیحت فرمائی کہ دنیائے فانی قلیل کے عوض ایمان مت کھو
وَاِیَّایَ فَاتَّقُوۡنِ ۝ اور مجھی سے خوف رکھو - ف کیونکہ اللہ تعالی جب بچانا چاہے تو کسیکو ایک ذرہ نہین مل سکتا کیونکہ خالق رازق
وہی ہے - طلق بن حبیبؒ نے فرمایا کہ تقوی یہ ہے کہ اللہ تعالی سے نور پر بامید راحت اُسکی طاعت کرے اور اللہ تعالی سے نور پر بخوف
عذاب اسکی معصیت چھوڑ دے (ابن ابی حاتم) (مسئلہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
علم سے رضائے الٰہی حاصل ہو سکتی ہے اگر اُسکو فقط اس غرض سے حاصل کیا کہ دنیا کا کوئی اسباب حاصل کرے تو وہ قیامت کے روز
جنت کی خوشبو نہین پاویگا (ابو داود) مترجم کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہین کہ میدان قیامت مین مومنون کو خوشبوئے جنت پہونچتی رہیگی مگر یہ شخص
اس سے محروم ہوگا جیسے حدیث مین آیا کہ جسنے کسی معاہدی کو مار ڈالا وہ جنت کی خوشبو نہین پائیگا اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانون نے مثلاً کافرون کے
ملک کو فتح کیا اور اُن لوگون سے کچھ جزیہ یا مال صلح مقرر کرکے انکو امان دی اور امان یہ عہد ہے کہ تم لوگ یہ مال ادا کرتے رہو اور ہم لوگ تمہاری جان و مال
کے محافظ ہین پھر اگر کسی مسلمان نے ان معاہدین مین سے کسیکو ناحق قتل کیا تو وہ میدان قیامت مین جنت کی خوشبو نہین پاویگا حالانکہ اسکی
خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے آتی ہے - (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اجرت لیکر علم پڑھانیکا کیا حکم ہے جواب یہ کہ یہان دو صورتین
ہین ایک یہ کہ اس شخص پر یہ تعلیم متعین ہو جاوے مثلاً شہر مین دوسرا شخص موجود نہین ہے تو ایسی صورت مین اجرت لینا جائز نہین ہے
ہان اگر بیت المال سے اسقدر لے جو اُسکے اہل و عیال کے واسطے کفایت کرے تو جائز ہے اور جاننا چاہیے کہ جو شخص تعلیم کرنے مین اپنی
کمائی سے منقطع ہو جاتا ہو تو اُسپر پڑھانا متعین نہوگا اور ایسی صورت مین اُسکو اجرت لینا بھی جائز ہے امام مالک و شافعی و احمد و جمہور علماء کا قول ہے
بدلیل حدیث - اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذۡتُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا کِتَابُ اللّٰہِ - (کما فی البخاری) مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دینی تعلیم و دینی فعل اذان وغیرہ پر

اجرت لینا جائز نہیں ہے بدلیل حدیث ابی بن کعب و عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کہ انھوں نے اہل صفہ میں سے ایک شخص کو کچھ
قرآن پڑھایا تھا پھر اُسنے انکو ایک کمان ہدیہ بھیجی پس انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے پسند ہو کہ
اللہ تعالیٰ تجھکو آگ کی کمان کا طوق پہناوے تو اُسکو قبول کرلے پس انھوں نے واپس کردی (رواہ ابو داؤد) شیخ ابو عمر ابن عبد البر وغیرہ
علماے کثیر نے اس حدیث کو محمول کیا کہ جب پہلے اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھایا تو بعد اسکے جائز نہوا کہ ثواب کے بدلے یہ قوس لیجاوے
ہاں اگر ابتدا سے اجرت ٹھہری ہو تو صحیح ہے کیونکہ اس صورت میں بقدر اجرت کے ثواب میں کمی ہوگی - مترجم کہتا ہے کہ مشائخ
حنفیہ میں سے بھی ایک جماعت متاخرین نے اس زمانہ میں موافق قول جمہور کے فتویٰ دیا کہ اُجرت لینا جائز ہے کیونکہ مسلمانوں
کے واسطے بیت المال نہیں ہے پس اگر تعلیم قرآن کی اجرت جائز نہو تو علم قرآن اُٹھ جائیگا اور اسی پر تمام ملکوں میں عملدرآمد ہے -
(تنبیہ) قولہ - مصدقا لما معکم - سے قرآن مجید کو توریت و انجیل کا مصدق فرمایا پس شیخ سیوطی وغیرہ نے تاویل کی کہ توحید و نبوت
جو اصل ہے اُسکی تصدیق کرتا ہے اگرچہ بعض احکام شریعت میں جدائی ہو اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے تاویل کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ مراد یہ ہے کہ پیغمبر
آخر الزمان کے صفات و نشانات جسطرح توریت و انجیل میں مذکور تھے قرآن مجید اُنکی تصدیق کرتا ہے اور یہی علماے تابعین کا کلام
ظاہر ہوتا ہے اور یہی اظہر و ارجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور قرآن مجید کی صفت دوسرے مقام پر مہیمن فرمائی کیونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنی
قساوت قلبی و دیگر ہوا و ہوس کے وجوہ سے ایک مدت پہلے سے آیات الٰہی میں تحریف کردی تھی مثلاً جب انمیں زنا کثرت سے پھیلا تو
جب کسی غریب سے زنا سرزد ہوتا تو اُسکو رجم کرتے اور اگر کسی رئیس و مالدار سے زنا سرزد ہوتا تو اُسکو چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ اکثر لوگ
یہی مالدار ہوتے ہیں اسواسطے انھوں نے کتاب میں تحریف کرکے یہ حکم بنایا کہ جو شخص زنا کرے اُسکا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے تشہیر کریں
کے بعد اُسکو کوڑے مارے جاویں اگرچہ محصن ہو اسیطرح جب ان میں بہتر فرقے مختلف پیدا ہوئے اور انمیں باہم اختلاف ہوا تو جس مقام کتاب الٰہی میں کوئی
لفظ کسی فرقہ کے مفید معلوم ہوتا تو دوسرا فرقہ اپنے یہاں اس لفظ کو بدل ڈالتا حتی کہ انکی تصنیفات و اقوال سے بیان [illegible] پہنچا یہی کہ [illegible]
بلکہ لاکھوں الفاظ مختلف متغیر ہوگئے جسکو موجودہ نصرانیوں نے پڑھنے کی غلطی شمار کیا حالانکہ صرف تین سو پچاس نسخوں کو فرض کیا بلکہ [illegible]
اختلافات الفاظ برآمد ہوئے جنکا اقرار ان بڑے بڑے پادریوں نے کیا چنانچہ مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے [illegible] اور [illegible] نصاریٰ کی
مولوی رحمت اللہ صاحب نے نقل کیا ہے جسکا انکار غیر ممکن ہے الحاصل کچھ ہی ہو مگر کیوں نہو اس سے قطعی ثابت ہوگیا کہ توریت و انجیل کے نسخوں میں لاکھوں
الفاظ میں تغیر و اختلاف ہے اور ہندوستان میں جو ترجمہ بنام انجیل پیش کیجاتے ہیں انکا اعتبار نہیں ہے علاوہ برین یہ صرف ایک ہی فرقہ کے
نسخے ہیں تو قطعی یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی یہودی یا نصرانی جب کوئی نسخہ توریت یا انجیل پیش کرے تو اسپر ہرگز اعتماد نہیں ہوسکتا کیونکہ دیگر نسخوں
میں ہزاروں الفاظ اس سے مخالف موجود ہیں تو یہ اعتماد ہی نہیں ہوسکتا کہ اصل حکم الٰہی کیونکر ہے اگرچہ ہم یہ مانے لیتے ہیں کہ پڑھنے ہی کی
غلطی ہے کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ خواہ پڑھنے کی غلطی سے یا عمداً تحریف سے یہ لاکھوں الفاظ مختلف ہیں تو امر الٰہی معلوم نہیں ہوسکتا پس معلوم ہوا
کہ یہود و نصاریٰ کے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جسکو وہ حکم الٰہی بتلا سکیں کیونکہ یہ سواے وحی کے نہیں معلوم ہوسکتا کہ ان ہزاروں
نسخوں میں جو لاکھوں اختلافات موجود ہیں انمیں وہ کون لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور وہ کون الفاظ ہیں جو پڑھنے والوں وغیرہ
کی غلطی سے پیدا ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ ہم دوسرے قرائن سے یہ بات دریافت کرسکتے ہیں تو ہم کہینگے کہ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ تمھارے
قرائن کے موافق اس مقام پر یہ لفظ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اُتارا ہوا ہے تو جو شخص تمھارے قرائن پر ایمان لاتا ہوگا وہ مان لیگا

مگر یہ نہین جان سکتا کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا اُتارا ہوا ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ان کتابون کے واسطے مہیمن کردیا پس جو عبارت کہ قرآن مجید کے موافق ہو وہ صحیح ہے اور باقی سب تحریف یا پڑھنے والون کی غلطیان ہین یہان سے ثابت ہوا کہ مسلمانون مین سے کسی شخص کو حلال نہین ہے کہ کسی نسخہ توریت یا انجیل سے جو بالفعل موجود ہین کوئی حکم نکالے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو توریت نازل فرمائی وہ اگرچہ آسمانی کتاب ہے لیکن یہ نسخے جنہین لاکھون اختلاف موجود ہین کسی کی نسبت حکم نہین ہوسکتا کہ یہ آسمانی کتاب ہے اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو سوا اسکے میری اتباع کے انکو کچھ چارہ نہوتا کما رواہ احمد وغیرہ پس ہم پر بقدر ایمان لانا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی تھی اور وہ حق ہے لیکن اسوقت یہ یہود و نصاریٰ جو نسخے اپنے پاس سے نکالتے ہین جنہین لاکھون اختلافات ہین انمین سے کسی کی نسبت ہم یقین نہین نہین کرسکتے کہ یہ وہی توریت و انجیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی (تنبیہ) یہود و نصاریٰ جنکو آیت مین خطاب کیا انکو اول کافر فرمایا کیونکہ پچھلے لوگ انہین کے تابع ہونگے اسیواسطے جس شخص نے اسلام مین سوا سنت شریعت کے بدعت نکالی اسپر اسکا گناہ اور اسکی پیروی کرنیوالونکا بھی گناہ قیامت تک ہوگا حالانکہ اس بدعت پر عمل کرنے والون کے لیے بھی پورا گناہ ہوگا جیسا کہ صحاح سے ثابت ہے (فـ ۳) واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین جو کچھ نصائح فرمائے وہ تو اہل ایمان کے واسطے بہت خاص ہین اور جو کفار و مشرکین کی مذمت بیان کی وہ مومنین کے واسطے عبرت ہے کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ یعنی اہل سعادت مین سے وہ شخص ہے جو دوسرون کو دیکھکر نصیحت پکڑے - لہٰذا ان آیات مین بنی اسرائیل کو اپنی نعمتین یاد دلاکر کفر و بدعہدی سے تہدید فرمائی جس سے اہل ایمان کے واسطے ہدایت ہے کہ جو لوگ اعمال صالحہ کرین وہ ان اعمال پر نظر نہ ڈالین بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو دیکھین کہ جسنے انکو اشرف المخلوقات و تندرست بناکر توفیق و طاعت عطا فرمائی تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہے - بعض مشائخ نے کہا کہ بنی اسرائیل کے واسطے اذکروا نعمتی فرمایا یعنے تم میری نعمت یاد کرو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا - فاذکرونی اذکرکم یعنی تم مجھے یاد کرو مین تمہین یاد کرونگا اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہے شیخ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ یہ امت کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے فرمایا کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا - الم تر الی ربک کیف مد الظل الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہوا کہ دونون مقامون پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آثار قدرت کو دکھلایا مگر ابراہیم علیہ السلام کے واسطے ملکوت آسمان و زمین سے نظر بجانب مالک عزوجل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مالک عزوجل سے نظر بجانب ملکوت ہے اسیطرح بنی اسرائیل کی نظر نعمت سے بجانب منعم عزوجل ہے اور امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر منعم عزوجل سے بجانب نعمت ہے گویا انکی ذاتی خوبی حاصل ہے اور بنی اسرائیل کو صفاتی خوبی اور وہ بھی شرط سے چنانچہ فرمایا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ - اور دوسری جگہ واسطے فرمایا - ولو آمن اہل الکتاب لکان خیرا لہم الآیۃ - م - قولہ - اوفوا بعہدی - یعنے بمقتضا معرفت کے میرے حکم کی فرمانبرداری کرو تو مقام قرب پاؤگے یا اسرار سے مطلع ہوگے یعنے جیسی لیاقت ہو ویسی منزلت پاؤگے - بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ عہد ازل پورا کرو یعنے کسی چیز کی طرف منہ نکرو غرضکہ ہر چیز کا عہد اُسکے لائق ہے مثلاً علوم کو چاہیے کہ اُسکے لائق لوگون مین صرف کرے ورنہ زبان بند رکھے تاکہ خزائن اسرار پر مطلع ہو اور طالب رزق مین توکل کرے تاکہ بسبب اُسکی ہمت پوری ہون - ابو سعید قرشی نے کہا کہ آداب شریعت محفوظ رکھے تاکہ قلوب مین نور حقیقت ظاہر ہو - بعض مشائخ عراق نے کہا کہ احکام شریعت پر عبادت کرے تاکہ درجات روحانیت پر پہونچے شیخ ابو عمر بکندی نے کہا کہ وفا سے عہد امانت ہے یعنے ظاہر

و باطن یکسان ہو پس اخلاص کے ساتھ عمل کرے شیخ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ ۔ ایای فارھبون ۔ مقام معرفت و یقین سے ہے
و ایای فاتقون مقام علم سابق و مکر و استدراج ہے شیخ نے کہا کہ تقوی کی ابتدا یہ ہے کہ عالم ناسوت سے بیزار ہو کر عالم لاہوت کی
جانب رجوع کرے حتی کہ خوف و امید سب اللہ تعالی ہی کے واسطے ہو بعض نے کہا تقوی چار طرح ہے اول عام کے واسطے شرک سے بچنا
دوم خاص کے واسطے گناہ و شرک خفی سے بچنا ۔ سوم عارفون کے واسطے غیر سے توسل کی نظر اٹھانا چہارم اہل تجرید کے واسطے اللہ تعالی
کے واسطے اللہ تعالی ہی کی طرف تقوی کرنا مترجم کہتا ہے کہ جیسے حدیث مین آیا ۔ اعوذ بک منک ۔ یعنے تیرے خشم و غضب سے تیری ہی پناہ
ڈھونڈھتا ہون ۔ شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا کہ تقوی یہ ہے کہ مخلوق کو ناقص دیکھے یعنے مخلوق خود محتاج ہے کہ اس سے کچھ نفع و ضرر
حاصل ہونا ممکن نہین اگر یہود اسکو سمجھتے تو اللہ تعالی کی نصیحت سے منتفع ہو جاتے کہ تم لوگ اللہ تعالی کا عہد پورا کرو اور آیات الہی
کے عوض دنیا مت لو کیونکہ یعنے کسی مخلوق کو نفع و ضرر پہونچانے کی طاقت نہین ہے پھر اللہ تعالی نے اہل کتاب کو فرمایا

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ

اور مت ملاؤ سچ مین غلط اور مت چھپاؤ سچ کو جان کر اور کھڑی کرو نماز

وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝

اور دیا کرو زکوۃ اور جھکو ساتھ جھکنے والون کے

اللہ تعالی نے یہودیون کو انکے مکر شیطانی سے منع فرمایا ۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ۔ اور مت خلط کرو حق کو باطل کے
ساتھ ۔ ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و بشارات کو اپنے کاغذون سے کھرچ کر بہتان نہ ملاؤ نہ زبانی تحریف کرو
کیونکہ ان مین سے بعضے لوگ اپنے ہاتھ سے لکھکر کہتے کہ یہ اللہ تعالی کی کتاب ہے یہانتک کہ اصلی توریت کو بھی تحریف کرتے تھے
یا نہین تو بعض علماء نے کہا کہ انہین صرف معنے کی تحریف کرتے تھے اور ایک جماعت نے کہا کہ نہین بلکہ عبارت مین بھی تحریف کرتے تھے
اور نصرانیون سے یہ بات بیشک ثابت ہوئی کہ یہ لوگ کتاب مین تحریف کرتے تھے چنانچہ اسکی بحث اوپر گذری اور آئندہ انشاء اللہ تعالی اپنے
موقع پر آویگی ۔ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو ۔ ف کہ یہ حق ہے یعنے جو کچھ حق متعلق
شریعت اسلام تمہاری توریت مین دیا گیا ہے اسکو مت چھپاؤ کیونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے یعنی کہ چھپانے والے کے منہ مین آگ کی لگام دیجاویگی کما فی
الحدیث پھر حال یہ ہے کہ تم لوگ اسکو حق جانتے ہو تو جان بوجھکر چھپانا سخت کبیرہ گناہ ہو گیا اور اسکا ضرر شدید ہے کیونکہ اول تو حق چھپانا گناہ دوم
جان بوجھکر چھپانا سوم اپنے نفس کی محرومی کہ دل سے تو حق جانا لیکن ایمان نہ لایا چہارم یہ کہ دوسرون کو نہین بتلایا پنجم یہ کہ دوسرون کو
دھوکا دیکر کفر مین ڈالا اور بدعہدی کی اور آیات الہی کو کوڑیون کے مول بیچا اور ملک مین فساد پھیلایا ۔ ف اس سے اہل ایمان کو تنبیہ ہے حالانکہ
کرنا چاہیے کہ معاملات الہی مین خلط و خبط نکرین حتی کہ کشف کو خیال سے نہ ملاوین اور فہم کو وہم سے اور فراست کو قیافہ سے اور الہام کو وسوسہ
سے اور حقیقت کو شک سے اور بزرگی کو ربوبیت سے اور حقیقت کو رسم عادت سے اور اخلاص کو ریاکاری سے اور کرامات کو مکاری
سے خلط نکرین بلکہ شیخ سہل نے فرمایا کہ امر آخرت کو امر دنیا سے خلط نہ کرے ۔ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ
الرَّاكِعِينَ ۝ اور ٹھیک کرو نماز کو اور دیا کرو زکوۃ کو اور جھکو جھکنے والون کے ساتھ ۔ ف یعنے نماز پڑھو نماز پڑھنے والون کے
ساتھ ۔ الراکعین ۔ الف لام سے معہود صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہین اور حاصل یہ کہ اہل کتاب کو حکم دیا کہ ہمیشہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مین شامل ہوکر اُنکے ساتھ اعمال خیر بجالاوین اور پہلے اقیموا الصلوۃ - سے فرضیت نماز کا حکم دیا یعنے نماز و زکوۃ اپنے اوپر فرض سمجھو پھر نماز کو مومنون کے ساتھ ادا کرو اسیواسطے الصلوۃ کو مفرد فرمایا اور اقامت نماز کے یہ معنے ہین کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے نیت کرکے طہارت مع شرائط پوری کرے پھر عاجزی و خشوع کے ساتھ نماز مین داخل ہوکر طریقہ سنت کے ساتھ مؤدب رہے کہ گویا اللہ تعالی اُسکو دیکھتا ہے پھر اذکار مسنونہ ادا کرکے قرارت پر پہونچے تو ترتیل کے ساتھ سمجھ سمجھکر سورۃ الحمد اور اُسکے ساتھ ایک سورہ دیگر پڑھکر رکوع کرکے پھر کم سے کم تین تسبیح یا ایک ہی تسبیح پڑھکر ٹھہرے پھر اُٹھکر سیدھا قائم ہو پھر ٹھہر کر آہستگی و وقار سے سجدہ مین جاوے اور بقدر رکوع ٹھہر کر سر اُٹھا کر بیٹھے جسکی مقدار ایک تسبیح سے کم نہو اسیطرح تمام نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ پورا کرے اگر جماعت کا امام اچھی طرح سے ارکان ادا نکرتا ہو تو چاہیے کہ ٹھیک ادا کرنیوالا امام تلاش کرین کیونکہ اس آیت مین بھی جماعت سے نماز کا حکم ہے حتی کہ بعض علما نے اس سے جماعت واجب ہونے کی دلیل نکالی لیکن اس سے کم نہین کہ بہت فضیلت و تاکید ہے - اور حدیث مین ہے کہ تنہا پڑھنے والے سے جماعت کی نماز ستائیس درجہ زائد ہے (الصحیح وغیرہ) مع الساجدین یا مع المصلین کی جگہ مع الراکعین فرمایا تاکہ یہود اپنی نماز کو اسوقت بے اعتبار سمجھین کیونکہ اُنکی نماز مین رکوع نہین ہے اور وہ تنہا پڑھا کرتے تھے اور حاصل یہ کہ تمہاری نماز کا کچھ اعتبار نہین جب تک تم مومنون کے مخالف ہو اور چونکہ یہودی لوگ خسیس بخیل خبیث تھے لہذا زکوۃ کی بھی تاکید فرمائی حسن بصری نے فرمایا کہ زکوۃ ایک فریضہ واجبہ ہے کہ بدون زکوۃ و نماز کے اعمال کچھ نفع نہین دیتے ہین - اور حارث عکلی نے اس سے صدقۃ الفطر نکالا (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ حقوق مالی مین صدقۃ الفطر بھی واجب ہے جیسے سوائے زکوۃ محتاج قرابتون کا نان و نفقہ واجب ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم پھر فرمایا

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○

کیا حکم کرتے ہو لوگون کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب پھر کیا نہین بوجھتے

شیخ سیوطی نے لکھا کہ یہ آیت علماے یہود کے حق مین نازل ہوئی جو اپنے مسلمان قرابتون کو کہتے کہ تم لوگ دین محمد پر ثابت قدم رہو وہ کلمہ حق ہے تو اللہ تعالے نے اُنکو عار دلائی کہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ - کیا تم حکم کرتے ہو لوگون کو نیکی کا - ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ثابت قدم رہنے کا - وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ - اور فراموش کرتے ہو اپنے نفوس کو - ف کہ خود اُسپر عمل نہین کرتے ہو - وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ - حالانکہ تم لوگ کتاب توریت کی تلاوت کرتے ہو سو کیا تم سمجھتے نہین ہو - ف - کہ اپنے نفوس کو بھول کر عذاب مین ڈالنا کیسی بُری حرکت ہے کیونکہ اگر سمجھتے ہوتے تو اس حرکت سے باز آتے - اس سبب نزول کو واحدی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ اے علماے یہود تم لوگ توریت کے عالم ہوکر لوگون کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ توریت مین ایسے شخص کی نسبت لکھا کہ وہ مستوجب عذاب ہے یہ حکم اللہ تعالے نے اسلام مین بھی قائم رکھا چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون - یعنے اے ایمان والو تم کیون ایسی بات کہتے ہو جو نہین کرتے ہو ناخوشی کی راہ سے اللہ تعالی کے نزدیک یہ امر گران ہے کہ ایسی بات کہو جو نہین کرتے ہو - مترجم کہتا ہے کہ جو سبب نزول واحدی نے روایت کیا اسمین انحصار کی کوئی وجہ نہین ہے بلکہ یہودیون کی یہ حالت

تھی کہ لوگون کو امور خیر بتلاتے اور خود عامل نہین ہوتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی یہ حالت تھی کہ لوگون کو طاعت الٰہی و تقویٰ و نیکی کا حکم کرتے اور خود اُسکے خلاف کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین اُنکو عار دلایا (رواہ عبدالرزاق) اور یہی قول سدیؒ کا ہے یعنے ان لوگون نے لوگون کے دکھلانے اور دنیا کمانے کے واسطے علم پڑھا اور خود اُس سے بداعتقاد ہین حدیث شریف مین تین گروہ کا بیان ہے جنسے پہلے آگ جلائی جاویگی از انجملہ ایک گروہ اُن عالمون کا ہے جنھون نے دنیا کے واسطے علم پڑھا اور دین کی تہتک کی اور آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ قولہ تعالیٰ - یاایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان الآیۃ - اور قولہ تعالیٰ - کانوا لایتناہون عن منکر فعلوہ الآیۃ - کی تفسیر بتوضیح آویگی - م شیخؒ نے لکھا کہ ابن جریرؒ فرماتے تھے کہ اہل کتاب و منافقین کا یہ حال تھا کہ لوگون کو صوم و صلوٰۃ کا حکم دیتے اور خود اُسپر عمل نہین کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُنکو عار دلایا لہٰذا مسلمانون کو چاہیے کہ جو شخص دوسرون کو نیکی کا حکم دے تو خود سب سے زیادہ اس کام مین پیش قدم ہو - محمد بن اسحٰقؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو عار دلایا کہ توریت مین جو تمھارے پاس عہد نبوت ہے اُس سے کفر کرنے سے لوگون کو منع کرتے ہو حالانکہ توریت مین جو عہد مین نے لیا کہ میرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیو تم اُس سے انکار کرتے اور عہد توڑتے ہو تو اپنے نفوس کو بھولتے ہو ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اے اہل کتاب لوگون کو تم حکم دیتے ہو کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہون اور اعمال نماز وغیرہ پر قائم رہین حالانکہ اپنے آپ کو بھولتے ہو - ابن جریرؒ نے ابو الدرداءؓ سے روایت کی کہ آدمی پورا فقیہ سمجھدار نہین ہوتا جب تک اُسکی یہ شان نہوجاوے کہ اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین تمام لوگون کو دشمن کی نگاہ سے دیکھے پھر وہ اپنے نفس کی جانب رجوع کرے تو سب سے زیادہ اُسکا دشمن ہوجاوے - مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ شان الٰہی عزوجل کے مقابلہ مین تمام جہان کی کچھ ہستی نہ سمجھے بلکہ جو شخص طاعت الٰہی مین روک ٹوک والا ہو اُسکو دشمن سمجھے پھر اسکے بعد اپنے نفس کو سب سے زیادہ دشمن سمجھے - اور شیخ عوارفؒ نے شاید یہین سے لیا چنانچہ لکھا - وما کان تتم لرجل من تعظیم اللہ عزوجل حتی یکون الناس عندہ کالاباعر فی الفلوات ثم یرجع الی نفسہ فیراہا اصغر صاغر - یعنے بندہ سے تعظیم الٰہی پوری نہین ہوتی جب تک کہ اُسکے نزدیک لوگون کی قدر ایسی نہوجاوے جیسے میدانون مین مینگنیان پڑی ہوتی ہین پھر وہ اپنے نفس کی جانب متوجہ ہو کر سب ذلیلون سے زیادہ ذلیل جانے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام حضرت ابو الدرداءؓ کے ارشاد سے زیادہ مشابہ ہے فافہم - م - عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کے بیان مین کہا کہ یہودیون کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی اُنکے پاس آکر ایسی کوئی بات پوچھتا جس مین انکا کوئی حق یا موقع رشوت نہوتا تو اُسکو امر حق کی تاکید کرتے پس اللہ عزوجل نے اُنپر تشنیع فرمائی - مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی اکثر اپنا حق نکالکر یا رشوت لیکر لوگون کو جھوٹی باتین میٹھی بتلاتے تھے اور جب کبھی یہ امید نہین ہوتی تھی تو آدمی کو حکم حق بتلاتے اور مثل مشہور ہے کہ حق کڑوا ہوا کرتا ہے اور افسوس کہ اس زمانہ مین بہت سے لوگ جبہ و دستار سے ظاہری صورت مثل عالمون کے بناکر شہر بشہر وعظ کہتے پھرتے اور یہودیون کی چال پر چلتے ہین تاکہ لوگون سے مال کماوین اور درحقیقت علم سے بے بہرہ ہین اسیواسطے جہان کہین اللہ تعالےٰ نے کوئی بندہ عالم پیدا کیا ہے جو دنیا کی راہ سے قلیل معاش و زاہد ہے اور وہ لوگون سے کچھ خواہش نہین رکھتا لیکن راہ حق بتلاتا ہے تو یہ مکار واعظین اُسکی خدمت مین جانے سے لوگون کو روکتے اور بہکاتے ہین کیونکہ اگر وہان جاکر لوگون کو راہ حق معلوم ہوگئی تو انکی رونق بازار جاتی رہیگی - اور حدیث صحیح مین وارد ہوا کہ تم لوگ بھی یہودیون کے قدم بقدم چلوگے اور حدیث صحیح مین آیا کہ آخر زمانہ مین علما اُٹھائے جائینگے اور لوگ متفق ہوکر کسی جاہل کو اپنا پیشوا بناوینگے تو یہ جہال اپنی جہالت پر فتویٰ دیکر خود گمراہ اور لوگون کو گمراہ بنائینگے - اور سب سے زیادہ عجب یہ ہے کہ بعضے ایسے لوگ ہین جو معمولی علم کتاب جانتے ہین لیکن کسی تعصب یا حمیت سے باہم علما و عوام مین منافرت و

عداوت ڈالتے ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ انمین سفاہت وجہالت ہے اور دین کی سمجھ نہین جیسے حدیث صحیح مین منافق کے بارہ مین آیا کہ منافق
مین حُسن خلق و دینی سمجھ جمع نہین ہوتی ہے اسیطرح یہ بھی دین مین طالب حق و آخرت نہونے سے باہمی نفاق وعداوت اسلام کو کمزور اور مشرکون
کی نظر مین اسلام کی حقارت کراتے ہین اور نہین سمجھتے کہ یہ نفاق قطعی حرام ہے اور انکی تعصب وحمیت سے غایت یہ کہ کرامت ثبوت ہو پس
یہ کون فقہ ہے کہ اسکے پیچھے حرام کا مرتکب ہو بلکہ ضعف اسلام وغیرہ سے محرمات کثیرہ کا ارتکاب لازم آوے ونسال اللہ تعالیٰ الہدایۃ والسداد
والی اللہ المصیر۔ م ۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تحقیق مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کو صرف اس بات پر تشنیع دلائی
کہ اپنے نفس کو کیون بھولتے ہین اور یہ مراد نہین ہے کہ جس بات کو نہین کرتے اُس بات کی نصیحت کیون کرتے ہین کیونکہ نیکی کی نصیحت
کرنا خود نیک کام ہے اور عالم پر یہ بات واجب ہے لیکن عالم کے واسطے بہتر ہے کہ جہانتک ہوسکے خود بھی عوام کا شریک ہو اور علماء سلف
وخلف کے دو قول مین سے اصح قول یہی ہے کہ عالم کو نصیحت کرنا واجب ہے اگرچہ وہ خود یہ کام نہ کرتا ہو۔ ہان بعض کا یہ قول ہے کہ جو شخص کسی معصیت کا
مرتکب ہو وہ دوسرے کو اس سے منع نکرے لیکن یہ قول ضعیف ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر عالم کسی ممنوع شرعی کا مرتکب ہو تو یہ گناہ ہے پھر اگر
دوسرے کو دیکھکر منع نکرے حالانکہ اُسپر منع کرنا واجب تھا تو یہ دوسرا گناہ ہے۔ مالکؒ نے ربیعہ سے روایت کی کہ مین نے سُنا کہ سعید بن جبیر
فرماتے تھے کہ اگر شرع مین یہ حکم ہوتا کہ کوئی شخص نیک کام کی نصیحت نکرے اور بدکاریون سے منع نکرے یہانتک کہ اُسمین کوئی بُرائی باقی
نرہے تو لازم آتا کہ دنیا مین کوئی کسیکو نیک کام کی نصیحت نکرے اور نہ بُرائی سے روکے امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ بہت سچ فرمایا کیونکہ
ایسا کون شخص ہے جسمین کوئی بُرائی نہو مترجم کہتا ہے کہ اگر کوئی وہم کرے کہ شاید یہ غرض ہو کہ جس بدی کا خود مرتکب ہے اُس سے منع نکرے اور دیگر
ممنوعات سے البتہ منع کرے یہ وہم لغو ہے اسواسطے کہ اگر ایک شخص نماز نہین پڑھتا لیکن زنا نہین کرتا تو یکسان ہے پس صحیح یہی ہے کہ
منع کرنا اُسپر علیحدہ واجب ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہان یہ بات ضرور ہے کہ عالم سے جان بوجھکر گناہ کا مرتکب ہونا سخت شدید ہے اسیواسطے جندب
بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ جو عالم کہ دوسرون کو نیکی سکھلاتا اور خود نہین کرتا ہے اُسکی مثال مانند شمع کے ہے جو لوگون کو نور دیتی ہے
اور خود جلتی ہے (رواہ الطبرانی وہو حدیث غریب) مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون کے سلطان پر نماز پڑھانا اور انکو نصیحت کا خطبہ سُنانا واجب ہے حتیٰ کہ
دور دراز ملکون مین وہ اپنا نائب مقرر کریگا مگر بہت سے سلاطین ظالم مانند حجاج وغیرہ کے ایسے گذرے کہ یہ کام بھی وہ لوگ دنیا ہی کے واسطے
کرتے تھے م ۔ حدیث انس بن مالکؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج مین لے گئے تو میرا گذر ایک قوم پر ہوا آگ کی
قینچیون سے اُنکے ہونٹ کاٹے جاتے تھے مین نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو ملائکہ کہنے لگے کہ آپکی امت مین سے یہ لوگ خطیب ہین جو اہل دنیا مین سے تھے
کہ لوگون کو نیکی کا حکم کرتے اور اپنے نفوس کو بھولتے حالانکہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے (رواہ احمد وعبد بن حمید وابن مردویہ وابن حبان وغیرہم)
اور حدیث اسامہؓ مین ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز آدمی کو لاکر دوزخ مین ڈالا جاویگا تو
اُسکی انتڑیان گر پڑینگی وہ اُنکے ساتھ آگ مین چکر کھاتا پھریگا جیسے گدھا اپنی چکی گھماتا ہے پس دوزخی اُسکے گرد جھوم کرکے کہینگے کہ ای فلان تجھے کیا
مصیبت پہونچی کیا تو ہمکو نیک باتون کی نصیحت اور بدکامون سے ممانعت نہین کرتا تھا وہ کہیگا کہ ہان تمکو نصیحت کیا کرتا تھا اور
خود نہین کرتا تھا اور تمکو منع کرتا تھا اور خود کیا کرتا تھا (رواہ احمد والبخاری) حدیث انسؓ مین ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بے علمون سے جسقدر
معاف کریگا اُسقدر عالمون سے نہین معاف کریگا (امام احمد) اور بعض آثار مین وارد ہے کہ جاہل کو ستر بار معاف کیا جائے تو عالم کو ایکبار معاف کیا جائیگا
کیونکہ عالم و جاہل برابر نہین ہین اور حدیث مین ہے کہ اہل جنت مین سے کچھ لوگ جھانک کر بعضے دوزخیون کو کہینگے کہ تم دوزخ مین کیونکر آئے حالانکہ واللہ ہمنے

ف صرف زبانی ہو اگر عامل ہو کر اگر نصیحت کرے تو زیادہ موثر ہوگی ۱۲

تو جنت میں انھیں باتوں سے جگہ پائی جو ہنسے تیسے کی تھیں پس یہ لوگ کہیں گے کہ ہم کہتے تھے اور کرتے نہیں تھے (جریر و ابن عساکر)
ایک شخص نے ابن عباس رض سے آکر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو نیک نصیحت کروں اور بدی سے منع کروں ابن عباس رض نے فرمایا کہ تو اس
درجہ تک پہونچ گیا اُسنے کہا کہ امید تو کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن مجید کی تین آیات سے تجھکو رسوائی کا خوف نہو تو البتہ یہ کام کر اُسنے
عرض کیا کہ وہ کیا ہیں فرمایا کہ ایک یہ کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الآیۃ۔ تو بھلا اس بات میں
تو مستحکم ہوگیا اُسنے کہا کہ نہیں اور آپ دوسری آیت فرمائیے تو ابن عباس رض نے کہا کہ قولہ تعالی لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ الآیۃ
تو بھلا تو اسمیں مستحکم ہے اُسنے کہا کہ نہیں اور آپ تیسری آیت فرمائیے ابن عباس رض نے کہا قول شعیب علیہ السلام وما ارید ان اخالفکم
الی ما انہاکم عنہ الآیۃ یعنی جس چیز سے میں تمکو منع کرتا ہوں اُسکے مخالف عمل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ تو بھلا تو نے اس آیت کو مستحکم کیا
اُسنے عرض کیا کہ نہیں ابن عباس رض نے فرمایا کہ پھر پہلے اپنے نفس سے شروع کر (ابن مردویہ) ابن عمر رض کی حدیث میں ہے کہ جس نے
لوگوں کو کسی قول یا عمل کی جانب بلایا حالانکہ خود اسکا عامل نہیں ہے تو وہ برابر اللہ تعالی کی ناخوشی کے سایہ میں رہیگا یہانتک کہ
باز رہے یا اپنی نصیحت کے موافق خود عمل کرے (الطبرانی وفی اسنادہ ضعف) ابراہیم نخعی رح کہتے کہ مجھکو تین آیتوں کی وجہ سے
وعظ کہنا گوارا نہیں ہوتا پھر وہی تین آیات بیان کیں جو حضرت ابن عباس رض کی روایت میں گذریں (ابن کثیر) پھر جس
مادۂ مذمومہ کی وجہ سے علماے یہود کی یہ حالت تھی اللہ تعالے نے اُسکی تہذیب و علاج کیجانب ارشاد فرمایا بقولہ تعالی۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝

اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انھیں پر جنکے دل پگھلے ہیں

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ ع ۵ ربع

جنکو خیال ہے کہ انکو ملنا ہے اپنے رب سے اور انکو اسی طرف الٹے جانا

یہاں دو قول ہیں ایک یہ کہ آیت میں خاص یہودیوں کو خطاب ہے دوم یہ کہ یہودی وغیر یہودی سب کو عام خطاب ہے پس اگر علماے
یہود کے واسطے خطاب خاص ہو تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ علماے یہود کو اپنے عالم ہونیکا غرور چھایا اور دنیاوی وجاہت وحرص مال نے اُنکے دل کو
سیاہ کیا یعنے غرور علم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ سے راہ حق سیکھنے کو عار سمجھتے تھے باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے فضائل عظیمہ و افضل انبیا و حبیب اللہ ہونے کو توریت سے جانتے تھے حتی کہ یہ علم یہودیوں کے حق میں وبال عظیم ہوا اور دوم
یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خود ایمان لاتے تو عوام یہود بھی ایمان لاکر صحابہ میں داخل ہو جاتے پس ان عالموں کی سرداری جاتی
رہتی غرضکہ یہ دو مادۂ خبیثہ ان یہودیوں کے اندر پیدا ہوئے لہذا اللہ تعالی نے اُنکو صبر وصلوۃ سے استعانت کا حکم فرمایا بقولہ تعالے
وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط۔ اور تم لوگ صبر وصلوۃ کے ساتھ استعانت چاہو۔ ف شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ صبر
روزہ مراد ہے کیونکہ وہ خواہشوں کو توڑ دیتا ہے یعنے اس سے سرداری ومال کی خواہش ٹوٹ جاویگی اور نماز کا اسواسطے حکم فرمایا
کہ اس سے بارگاہ الٰہی میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے تو عالم کا غرور جاتا رہیگا یعنے کتابوں کے نقوش سمجھنے کا جاہلانہ غرور دور ہوگا اور
اگر یہ خطاب عام ہے تو ہر ایک کے واسطے یہی حکم ہے کہ امر آخرت میں صوم وصلوۃ سے استعانت لینا چاہیے اور اسی قول پر اعتماد کیا جاویگا
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندوں کو جو دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہیں صبر وصلوۃ کے ساتھ استعانت کا حکم دیا چنانچہ مقاتل بن حیان نے

کہا کہ معنے یہ ہین کہ تم لوگ آخرت طلب کرنے کے واسطے فرائض ونماز پر صابر رہنے سے استعانت چاہو اور جملہ فرائض مین سے نماز کو
خاصتہ مصرح بیان کیا تاکہ نماز کی عظمت وخوبی معلوم ہو گویا یون فرمایا کہ جمیع فرائض آلہی پر اسطرح قابو ڈھونڈھو کہ نفس کو صبر کرنے پر
مشاق کرو یعنے کسی تکلیف وناگوار بات کے وقت نفس گھبراکر خارج نہو جاوے بلکہ اُسپر ثابت قدم جار ہے اور صبر کے افراد مین سے یہان
صبر کی زیادہ ضرورت ہے ایک روزہ بھی ہے اسیواسطے مجاہدؒ نے فرمایا کہ صبر یہان روزہ ہے۔ قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اسیوجہ سے ماہ رمضان کو ماہ صبر
کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین بھی یہ اطلاق آیا ہے۔ اور بنی سلیم کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدھا صبر
روزہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ ہین کہ روزہ ایسی طاعت ہے کہ گویا نصف صبر سے ادا ہوتی ہے جیسے حیا کی نسبت فرمایا کہ وہ نصف ایمان ہے
حالانکہ دوسری حدیث مین آیا کہ حیا ایک شاخ ایمان ہے تو معنے یہی ہین کہ حیا سے امور ایمان کل ٹھیک رہتے ہین گویا حیا ہی کل ایمان ہے بعض نے
فرمایا کہ صبر سے مراد یہ ہے کہ گناہون سے اپنے آپکو روکے رہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے بعض محققین نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ اپنے نفس کو گناہون
سے روکے اور عبادات پر قائم رکھے اور یہ تفسیر جامع وپسندیدہ ہے اور منجملہ عبادات کے افضل نماز ہے اسیواسطے نماز کو خاص کر بیان کیا۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبر دو طرح ہے ایک تو مصیبت کے وقت صبر کرنا اور یہ خوب ہے اور اس سے بہتر وہ صبر ہے جو ایسی چیزون کے چھوڑنے مین ہے
جنکو اللہ تعالی نے حرام فرمایا ہے (ابن ابی حاتم) اور اسکے مانند حسن بصریؒ سے مروی ہے۔ اور سعید بن جبیر سے مالک بن دینار زاہد نے روایت کی
کہ صبر یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کو مصیبت پہونچے اُسمین وہ اللہ تعالی کے واسطے اعتراف کرے اور اللہ تعالی ہی سے اُسکے ثواب کا خواستگار ہو اور
کبھی آدمی کسی مصیبت مین مبتلا ہوتا ہے جسمین گھبرا جاتا ہے مگر اُسکی دلیری ومردانگی کی وجہ سے اُسکی طرف سے سوائے صبر کے کچھ نظر نہین آتا ہے
مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے معارف کسقدر بلند تھے کہ وہ کلمات اب ہم لوگون کے واسطے لعل وگوہر سے بہتر ہین
اور قول سعید بن جبیرؒ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کی تفسیر ہے اور معرفت بلند جو اسکے اندر مضمر ہے وہ نہایت بہتر ہے۔ واللہ یہدی من یشاء
حضرت ابو العالیہ نے فرمایا کہ طاعت آلہی پر نفس کے صبر سے مدد چاہو اور جان لینا چاہیے کہ یہ صبر بھی طاعت آلہی ہے (ابن ابی حاتم) شیخ
ابن کثیرؒ نے کہا کہ نماز کی خصوصیت اسواسطے فرمائی کہ بحکم قولہ تعالی۔ ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر الآیہ۔ کہ نماز ایسی چیز ہے کہ فواحش
ومنکرات سے روکتی ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی حدیث مین ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر گران ہوتا تو آپ فوراً نماز کی جانب مبادرت
فرماتے تھے۔ (احمد ابوداؤد وابن جریر) چنانچہ غزوۂ احزاب مین جب ہزارون مشرکین عرب مدینہ پر ٹوٹ پڑے تو آپ اُس رات نماز مین مصروف
جیسا کہ محمد بن نصر المروزی نے کتاب الصلوۃ مین روایت کی اور حضرت علیؓ نے کہا کہ ہمنے غزوۂ بدر کی رات مین اپنے آپ کو دیکھا کہ
سب سوتے تھے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نماز پڑھتے ودعا کرتے یہانتک کہ صبح ہو گئی (محمد بن نصر ایضا باسناد صحیح)۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سفر مین تھے کہ اُنکو اُنکے بھائی قثم بن عباس کے وفات کی خبر پہونچی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر۔ راستہ سے ایک
طرف اونٹ بٹھاکر دو رکعت نماز پڑھی جنمین دیر تک بیٹھے رہے پھر اُٹھکر یہی آیت واستعینوا بالصبر والصلوۃ۔ پڑھتے ہوئے اونٹ کی طرف گئے
سنید نے ابن جریج سے روایت کی کہ صبر وصلوۃ اللہ تعالی کی رحمت حاصل ہونے کے ذریعہ ہین۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ ۔ اور یہ نماز
بیشک بھاری کام ہے۔ ف یعنے ہر چند کہ بہت ہلکا فعل ہے لیکن اللہ تعالے نے اسمین ایک شان رکھی ہے کہ وہ کافرون ومنافقون پر بہت
ثقیل معلوم ہوتی ہے کہ کوئی اسکو آسان نہین سمجھتا۔ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۔ سوائے خاشعین کے کہ اُنپر بھاری نہین ہوتی۔ ف ابن عباسؓ
نے فرمایا کہ خاشعین وہ لوگ ہین جنھون نے آیات آلہی کو سچا جانا دل سے مانا۔ مجاہدؒ نے فرمایا یعنے جو سچے مومن ہین ابو العالیہ نے کہا یعنے

جو عذاب الٰہی سے خوف رکھتے ہین مقاتل نے کہا یعنی جو لوگ بارگاہ الٰہی مین تواضع کے ساتھ حاضر ہین ضحاک نے کہا کہ نماز سب پر ثقیل ہے
سواے ایسے لوگون کے جو خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے اور اسکے وعدہ و وعید کو سچا مانکر اسکے عذاب سے ڈرتے اور اسکے
ثواب کے امیدوار ہین حاصل یہ کہ انکی صفت یہ ہے کہ **اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَیْہِ
رٰجِعُوْنَ** ٥ - ایسے بندے جو یقین رکھتے ہین کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہین اور وہ اسی کی طرف لوٹ جانیوالے ہین
فائدہ جانتے ہین کہ قیامت مین اٹھائے جائینگے اور اسی کی مشیت پر پھیرے جائینگے کہ جو چاہے حکم فرماوے تو انپر نماز وروزہ کی عبادت
آسان ہے - (تنبیہ) قرآن مجید مین یظنون - فرمایا حالانکہ بالاتفاق مفسرین کے نزدیک اسکے معنے گمان غالب کے نہین بلکہ یقین کے ہین
اور قرآن مجید مین بہت جگہ ظن بمعنے یقین آیا ہے کقولہ تعالیٰ - وَرَاَی الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْا اَنَّھُمْ مُّوَاقِعُوْھَا الآیۃ - وقولہ تعالیٰ - اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَہْ
حتی کہ مجاہد نے فرمایا کہ قرآن مین جہان ظن آیا وہ بمعنی یقین ہے - (ابن جریر باسناد صحیح) مترجم کہتا ہے کہ گویا اسمین نکتہ یہ ہے کہ آدمی جس کام کی
نسبت یقین کرتا ہے وہ درحقیقت گمان ہے اسواسطے کہ خالق تو اللہ تعالیٰ عزوجل ہے پس اسکا یقین درحقیقت اسکے گمان پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم - اور
حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا کیا مین نے تجھے جوڑا نہین دیا کیا تجھکو عزت نہین دی کیا تیرے واسطے گھوڑے
اونٹون کو مسخر ومطیع نہین کر دیا اور کیا تجھے سردار بنا کر چین کرتا نہین چھوڑا - پس یہ عرض کریگا کیون نہین یعنی بیشک تو نے یہ سب انعام
فرمایا پس اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ کیا تیرا ظن یہ تھا کہ تو مجھسے ملنے والا ہے یعنی کیا اسکا یقین تھا پس وہ عرض کریگا کہ نہین تو اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ
جیسے تو نے مجھے بھلایا آج مین تجھے بھلاونگا (صحیح) بیضاوی نے کہا کہ ظن یعنی توقع ہے یعنی ملاقات الٰہی کی توقع رکھتے ہین - رازی نے کہا کہ
ملاقات کنایہ موت سے ہے اور توقع یعنی انتظار ہے یعنی موت کے منتظر رہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا مِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ
اور ایسے لوگون پر نماز اسواسطے گران نہین ہوتی ہے کہ جس چیز کی توقع رکھتے ہین اسکے تماشا مین مشغول ہے بلکہ نماز مین انکو مناجات
الٰہی عزوجل حاصل ہوتی ہے اسیواسطے حدیث مین آیا کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ - یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھاری دنیا مین سے مجھے
تین چیزین محبوب کی گئی ہین عورت وخوشبو اور سب سے بہتر میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے (النسائی والحاکم وغیرہ) ف کفر سے ایمان
مین داخل ہونے کے واسطے صبر وصلوٰۃ سے استعانت ہے تاکہ ایمان حاصل ہو پھر بعد ایمان کے صبر وصلوٰۃ سے کبھی مراتب حاصل ہوتے
ہین چنانچہ اشارات عرائس مین ہے کہ مقامات قرب کے واسطے صبر سے مدد چاہیے اور مشاہدات کے لیے نماز سے مدد چاہیے اسی طرح جسمانیات پاک
کرنے مین صبر سے مدد لے اور تربیت روحانیات مین نماز سے مدد چاہے تاکہ حقائق حاصل ہون جیسا کہ ابن عطاء نے بیان کیا شیخ ابو عثمان نے
کہا کہ غفلت چھوڑکر یاد کی حفاظت کے واسطے صبر وصلوٰۃ سے مدد لینا چاہیے یعنی جبتک نماز مین داخل رہا یا نماز کے انتظار مین ہے یاد مین
رہیگا اور شیطان اپنی غفلت کا تصرف اسپر نہین کرسکتا یعنی جو لوگون نے زیادہ اشارہ کیا کہ رضوان الٰہی حاصل ہونے کے واسطے
سواے اللہ تعالیٰ کے سب چیز چھوڑنے سے مدد چاہو اور ادب کے ساتھ نماز مین حاضر ہو اور ہمیشگی کی درخواست کرو تاکہ اللہ تعالیٰ الہام سے
معرفت پیدا کرے - بعض نے کہا کہ مردان حق کا روزہ یہی ہے کہ ماسواے حق کے کل چیزون سے اپنے آپکو روکین جیسے عوام کا روزہ یہ ہے کہ صبح سے شام تک
اپنے آپ کو کھانے پینے وجماع سے روکین اسیطرح کاملون کو نماز مین مناجات الٰہی سے غذا ملتی ہے اور یقین والے لوگون کو حاصل ہے جنکا نفس مجاہدہ مین ٹھہر
اور خشوع وخضوع مین آراستہ ہوا اور نماز کا رکن اصلی یہی ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو خاشعین ہی کی طرف راجع فرمایا - شیخ
ابوعثمان مغربی نے کہا کہ نماز انبیاءؑ کی شان ہے جنکا قلب ہیبت وجلال الٰہی سے بھرا ہے جیسے کافرون ومنافقون کے دل دنیاوی ہوسات

میں حیران ہوتے ہیں بعض نے کہا یظنون۔ اسواسطے فرمایا کہ عوام مؤمنین بھی شامل ہیں جنکو حق الیقین حاصل نہیں ہے بلکہ تیقن حاصل ہے
پھر جب بنی اسرائیل نماز و روزہ سے تیقن حاصل کریں تو انعامات الٰہی و اعتقادات آخرت پر جمیں لہذا انکو مکرر تفصیلی نصیحت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ
اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے تم کو بڑا کیا
عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا
جہان کے لوگوں سے اور بچو اس دن سے کہ کام نہ آوے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ اور نہ
یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝
قبول ہو اسکی طرف سے سفارش اور نہ لیں اسکے بدلے میں کچھ اور نہ انکو مدد پہونچے

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سابق میں روئے زمین کے لوگوں پر فضیلت دی اور انہیں میں انبیا و رسل بھیجے چنانچہ فرمایا
و لقد اخترناہم علی علم علی العالمین۔ یعنی اپنے علم پر بنی اسرائیل کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا یعنی انکے زمانہ کے تمام اہل عالم میں
بنی اسرائیل کو چھانٹ کر معرفت و عبادت کے واسطے موافق علم ازلی کے مخصوص فرمایا تھا کہ سوائے بنی اسرائیل کے یورپ و افریقہ
و امریکہ بلکہ فارس و ایشیا کی قومیں سب دنیا ہی کے واسطے خوار رہیں اور معرفت کی فضیلت صرف بنی اسرائیل کو عطا فرمائی و یہ نعمت بڑی
نعمت ہے لہذا یاد دلایا یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ
فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ اے اولاد یعقوب یاد کرو میری نعمت کو جو میں نے تم پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں نے تمکو تمام عالمین پر
فضیلت دی۔ ف ابن عباسؓ نے کہا کہ یہودیوں میں سے ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا کہ
اے یہود تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعقوب ہیں تو کہنے لگے کہ ہاں واللہ ہم جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ الٰہی تو گواہ رہ [illegible] و ابن ابی حاتم نے روایت کی
ابو العالیہ نے کہا کہ عالمین سے انکے زمانہ کے اہل عالم مراد ہیں کیونکہ ہر زمانہ کے واسطے عالم ہیں پس بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر
یہ فضیلت عطا ہوئی کہ انہیں میں انبیاء و رسول بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی انتہی۔ یہی مجاہد و ربیع بن انس و قتادہ و اسمٰعیل
بن ابی خالد سے مروی ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہی تفسیر ٹھیک ہے کہ وہ لوگ اپنے ہی زمانہ کے عالمین پر فضیلت دیے گئے کیونکہ کل امتوں سے
افضل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بدلیل قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ الآیۃ۔
کیونکہ یہ آیت صریح محکم ہے کہ انسانی گروہ میں جو لوگ پیدا کیے گئے سب میں یہ امت بہتر و افضل ہے اور حدیث معاویہ بن حیدۃ القشیریؓ میں
آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں سے امتوں کا شمار ستر پورا ہوتا ہے اور ان سب میں تمہاری امت بہتر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک
زیادہ بزرگ ہے رواہ السنن والمسانید۔ قرطبی و رازی نے نقل کیا کہ بعض علماء کے نزدیک بنی اسرائیل کی امت میں انبیا کثرت سے ہیں اور توریت
و زبور و انجیل تین کتابیں انکو ملیں تو اس راہ سے انکو سب پر فضیلت ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ قول کچھ معقول نہیں ہے اسواسطے کہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام انسے پہلے گزرے وہ سب انبیاء بنی اسرائیل سے افضل ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انکے بعد ہوئے اور آپ تمام مخلوق و جمیع
انبیاء سے افضل و سید اولاد آدم ہیں پس یہی ٹھیک ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر فضیلت ہے۔ پھر جب کہ یہ آیا و اور دنیا کی فضیلت
اولاد کو شرافت ملتی یا موجودین یہود کو اس پر فخر تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے انکو یہ نعمتیں و فضیلت یاد دلاکر اور قیامت وغیرہ پر یقین دلاکر تنبیہ و تہدید فرمائی کہ

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا - اور ڈرو اُس دن سے کہ کوئی نفس کسی دوسرے کو کچھ کفایت
نہیں کریگا - ف یعنی بغیر رضائے الٰہی کے کوئی کسی کے کام نہ آویگا اور وہ روز قیامت ہے پس انہیں یہود یوں کو تنبیہ فرمائی کہ تمہارے
باپ دادوں کو جو فضیلت حاصل ہو وہ یہی کتاب یا نبوت ہے اور یہ نبوت ایسی طرح موجود ہے کہ بغیر رضائے الٰہی کے کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا
لیکن کلام کو بسبب اہمال مطلق فرمایا کہ کوئی کسی کے کام نہ آویگا اسواسطے کہ ایک پہونچی ہے [illegible] دن کی نسبت یہ خیال کرتے کہ انکو بخشوا لینا جائز ہے
اور نہیں سمجھتے تھے کہ بغیر رضائے الٰہی کے اُس دن کسیکو بولنے کی مجال نہ ہوگی لقولہ تعالیٰ - لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ - یعنی کچھ نہیں
بول سکینگے سوائے اسکے جسکو رحمن عز وجل نے اجازت دی - ف تو حقیقت یہی رہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مدار ہے اور کسی بندہ کو دوسرے
کے کام آنیکا کچھ اختیار نہیں ہے لہٰذا فرمایا کہ لوگ روز قیامت سے ڈرو کہ جس دن کسیکو دوسرے کے کام آنیکا کچھ مجاز نہیں ہے قال تعالیٰ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ
يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ یعنی اس خوفناک منظر قیامت کے روز ہر شخص کی ایک حالت ہوگی کہ وہ اسکو سب سے بے پرواہ کردیگی - اور فرمایا - وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ
اور کوئی گناہ اُٹھانے والا نفس کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائیگا [illegible] فرمایا - يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ
جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا یعنی اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن سے خوف کرو کہ باپ اپنی اولاد کے کچھ کام نہ آویگا اور نہ اولاد - [illegible]
[illegible]
[illegible] چنانچہ فرمایا - وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ [illegible]
[illegible] سفارش قبول نہ ہوگی اور نہ اُس سے فدیہ لیا جائیگا [illegible] بدون رضا و اجازت الٰہی عز وجل کے کسیکو بولنے
کی مجال نہیں ہے تو سفارش [illegible] اور اگر [illegible] کسی کا فدیہ [illegible]
سو نا قبول ہوگا کما قال تعالیٰ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کہ قولہ تعالیٰ [illegible]
حالانکہ وہاں کوئی سفارشی نہ ہوگا کما قال تعالیٰ [illegible]
واسطے سفارش [illegible]
[illegible]
سفارش کی اجازت فرمائیگا [illegible]
اپنے امتیوں کی بلکہ بھائیوں کی سفارش کرینگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
ان میں ایک سب سے بڑا مقام محمود [illegible]
ہیں اسطرح آپکی شفاعت کبریٰ تمام امتوں کے واسطے عام ہوگی لیکن اسکا مدار بھی بر رضائے الٰہی عز وجل [illegible]

الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا الآیۃ - کیونکہ اس سے ثابت ہے کہ انبیاء وصالحین اُسی شخص کے حق میں شفاعت فرماوینگے جسکے واسطے
کلام کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور یہ بات ایمان پر مبنی ہے یعنی آدمی اگرچہ گنہگار ہو لیکن ایمان کی راہ سے اُسکے دل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کا یقین صادق ہو تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ مستحق شفاعت ہے اور بعض اعمال اس قسم کے ہیں کہ وہ یقین صادق کی دلیل ہیں جیسے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا وغیرہ - اسکے دیگر اعمال جن پر اپنی شفاعت کی بشارت فرمائی ہے جیسے اسکے برعکس بعض اعمال کو
شرع نے کفر کی علامت قرار دیا ہے جیسے کسی بت وغیرہ کو سجدہ کرنا یا مشرکون کیطرح زنار باندھنا یا شرع کی توہین کرنا وغیرہ جو
کتب فقہ کے باب ارتداد میں مذکور ہیں پس چاہیے کہ ایمان کو شرک وغیرہ سے محفوظ رکھے اور دل میں یقین صادق رکھے تاکہ
شفاعت کا مستحق ہو پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر منجملہ احسانات کثیرہ کے بعض تفصیلی احسانات کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالیٰ -

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ

اور جب چھوڑا دیا ہمنے تمکو فرعون کے لوگوں سے دیتے تمکو بڑی تکلیف ذبح کرتے

اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ○

تمہارے بیٹے اور جیتی رکھتے تمہاری عورتین اور اس مین مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی

وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○

اور جب چیر دیا ہمنے تمہارے پیٹھنے کے ساتھ دریا پھر بچا دیا تمکو اور ڈوبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھتے تھے

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ - یعنی واذکروا اذ نجیناکم یعنے اور یاد کرو جب ہمنے تمکو نجات دی - ف یعنے اے بنی اسرائیل وای یہود موجودین
تمہیں فرمایئن اُنکو یاد کرکے شکر کرو از انجملہ یہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمکو نجات دی مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ - آل فرعون سے -
ف یعنے ہمنے تمکو آل فرعون سے چھڑایا اور آل فرعون کل وہ لوگ ہین جو فرعون کی قوم قبطی اور اُسکے تابع تھے اور زبان عرب
مین یہ محاورہ شائع ہے کہ جو لوگ کسی شخص کے تابع ومطیع ہوتے ہین وہ اُسکی آل کہلاتے ہین اور انہین فرعون بھی داخل ہے تو حاصل
یہ ہوا کہ تم لوگ وہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمہارے باپ دادون کو فرعون و اُسکے ارکان سلطنت وقوم قبط سے چھڑایا - یَسُوْمُوْنَکُمْ
سُوْٓءَ الْعَذَابِ - وہ حالیکہ چکھاتے تھے تمکو بڑی تکلیف - ف جسکا تھوڑا بیان یہ ہے - یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ
وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ تمہارے لڑکون کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیون کو زندہ چھوڑتے تھے - ف یعنے فرعون کے
حکم سے اگر بنی اسرائیل کے یہان لڑکا پیدا ہوا تو وہ قتل کیا جاتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ چھوڑ دی جاتی تھی و بنی اسرائیل ایک مدت
سے اس عذاب سخت مین مبتلا تھے لیکن دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے اور فرعون کی خدائی نہین مانتے تھے حالانکہ اس امتحان سخت کو اٹھاتے تھے
وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ○ حالانکہ تمہارے اس معاملہ مین تمہارے رب کی جانب سے بلاء عظیم تھی - ف
بلاء کے معنے زبان عرب مین نعمت وامتحان دونون کے آتے ہین لہٰذا اگر آیت مین بلاء بمعنی نعمت ہے تو یہ معنے ہونگے کہ تمہارے اس معاملہ
مین کہ تمکو عذاب فرعون سے نجات دیدی تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی نعمت تھی یہی تفسیر ابن عباس ومجاہد وابو العالیہ
و ابو مالک وسدی وغیرہم سے مروی ہے اور شیخ ابن جریر نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی اور حاصل یہ کہ اے بنی اسرائیل تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظیمہ کو
یاد کرو کہ تمہارے باپ دادون کو ایسی قتل وذلت سے جو فرعونیون کے ہاتھ سے ہوتی تھی نجات دی تاکہ تم لوگ پیدا ہو - اور اگر بلاء بمعنی تکلیف ہو تو

معنے یہ ہیں کہ تمھارے باپ دادے اللہ تعالےٰ کے اس امتحان عظیم میں دین توحید پر قائم رہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُنپر فرعونیون کو مسلط کردیا تھا
جو اُنکے لڑکون کو قتل کرتے اور لڑکیون کو چھوڑتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنسے یہ بہت بڑا امتحان لیا تھا مگر فضل آلٰہی سے وہ دین توحید پر
قائم رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو سلطنت مصر و شام و ملک عظیم عطا فرمایا بحکم قولہ تعالیٰ - ان مع العسر یسرا - ہر تکلیف کے بعد راحت ہے بنی اسرائیل کو
سلطنت عظیم نصیب ہوئی - قرطبی نے کہا کہ جمہور علماء نے یہی تفسیر کی ہے اور اس صورت مین موجودہ یہودیون کو تنبیہ ہوگی کہ تم لوگ
کسقدر ناخلف ہو کہ توریت کی فرمانبرداری و محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا صرف حقیر مال و جاہ دنیا کے پیچھے چھوڑتے ہو حالانکہ
تمھارے باپ دادے اس بلاء عظیم مین دین توحید و عہد آلٰہی عزوجل پر قائم رہے حتی کہ اللہ تعالےٰ نے اُنپر اپنی نعمتین نازل فرمائین اور
فرعون کی سلطنت چھین کر اُنکو دیدی اور اُسکے ساتھ مین ملک شام کا بھی بادشاہ کیا اور وہ اسطرح ہوا کہ جب وہ لوگ اس عذاب پر قائم رہے
اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو کسیطرح نمانا تو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتون رات نکلجاؤ
ملک شام بھاگین حالانکہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہا فرعون سے درخواست کی کہ بنی اسرائیل کو اس تکلیف غلامی سے چھوڑکر
میرے ساتھ کردے تاکہ مین اُنکو اُنکے باپ دادون کے ملک یعنے شام کو لیجاؤن لیکن اُسنے نہین مانا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک مچھر سے
فرعون کا سر کچلوا ڈالتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات قدرت دکھلانے اور بنی اسرائیل مین یہ عقیدہ مضبوط کرنے کے واسطے کہ ہر کام کا نتیجہ
اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے اور دریا کا بہنا اور ہوا کا چلنا اور آگ کا جلنا اللہ تعالیٰ نے اپنے قبضہ قدرت مین معمولی رکھا ہے حتی کہ جب چاہے اسکو
بدلدے لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راتون رات بنی اسرائیل کو لیکر جانب شام بھاگنے کا حکم کیا حتی کہ یہ لوگ بھاگتے بھاگتے بحر قلزم کی
بالائی شاخ پر پہونچے اور یہ سمندر اس مقام پر دو فرسخ یا کم چوڑا تھا لیکن گذرنا کسیطرح ممکن نہ تھا اور فرعون نے صبح کو لشکر جرار لیکر بنی اسرائیل کا
تعاقب کیا اور قریب پہونچ گیا تب اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو اس سمندر مین راستہ دیدیا کہ یہ لوگ پار ہوگئے اور فرعونیون نے بھی اُسی راہ
سے فرعون کے پیچھے اُترنا چاہا پس وہ بیچ سمندر مین مع لشکر غرق ہوگیا تاکہ بنی اسرائیل کو اپنی قدرت کاملہ سے ایک نمونہ دکھلاوے چنانچہ
اس نعمت عظیمہ کو بھی یاد دلایا بقولہ تعالیٰ - وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ○ اور یاد کرو جب ہمنے تمھارے سبب سے یا تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا پس ہمنے تمکو نجات دیدی اور آل فرعون کو ہمنے غرق کردیا
حالانکہ تم آنکھون دیکھ رہے تھے - ف - سیوطی رح نے مفحمات مین لکھا کہ یہ سمندر بحر قلزم ہے جسکو عرب ابو خالد کہتے ہین ابن قیس بن عباد سے روایت ہے
مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیر رح و خطیب وغیرہ مفسرین نے بحر قلزم ہی لکھا ہے اور مین نے کسی محقق مفسر کو نہین دیکھا کہ اُسنے دریاے نیل لکھا ہو
پس جس نیچری نے جہالت سے مفسرین پر طعن کیا کہ یہ لوگ نادانی سے دریاے نیل مین فرعون کا غرق ہونا بیان کرتے ہین یہ خود اُس
نیچری کی نادانی ہے کہ اُسنے بوجہ بےعلمی کے فارسی شاعرون کے شعر مین ایسا مضمون پاکر گمان کیا کہ مسلمانون کے علماء مفسرین کا یہی قول ہوگا
اور اگر عربی جانتا ہوتا تو یہ بہتان نہ باندھتا عمرو بن میمون جو کبار تابعین سے ہین و دیگر علماء روایت کرتے ہین کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل
کو ساتھ لیے ہوے سمندر پر پہونچے تو وہ بھرا ہوا تھا اور اُسکے پار جانے کی کوئی راہ نہ تھی پس یوشع بن نون نے (جو بعد موسیٰ علیہ السلام کے
پیغمبر ہوے ہین) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے پروردگار نے آپکو کدھر حکم دیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر ہی
کی جانب اشارہ کیا پس یوشع نے سمندر مین اپنا گھوڑا ڈالدیا جب وہ دھارہ پر پہونچے تو سمندر کے تھپیڑے سے پھر کنارے آگئے غرض کہ
تین بار ایسا ہی واقع ہوا اور بنی اسرائیل نے گھبرانا شروع کیا اتنے مین فرعونیون کا لشکر نظر آیا اور بنو اسرائیل نے کہنا شروع کیا کہ اب ہم پکڑے گئے

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جھڑکا اور کہا۔ کلا ان معی ربی سیھدین الآیۃ۔ یعنے ہرگز نہیں تحقیق میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ عنقریب میرے واسطے کوئی راہ دیگا پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ ان اضرب بعصاک البحر الآیۃ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کے ساتھ دریا کو مار۔ مترجم کہتا ہے کہ اسوقت تک وحی میں تاخیر ہونے کی لطافت ظاہر ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کے بارہ قبائل کے لیے سمندر میں بارہ جگہ پاس ہی پاس عصا مارا۔ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم پس سمندر پھٹ گیا کہ ہر ٹکڑا مثل کوہ عظیم کے کھڑا ہو گیا۔ بعض روایات میں آیا کہ ہر فرق کے درمیان سوراخ تھے جس سے ہر راستہ والے دوسروں کو دیکھتے جاتے تھے اور بحکم آلٰہی دریائی کیچڑ خشک ہو گیا کما قال تعالیٰ۔ یبسا لاتخاف درکا ولا تخشیٰ۔ یعنے اس راہ یابس وخشک سے پار ہو جاؤ درحالیکہ تجھکو گرفتاری فرعون کا خوف نہیں ہے پس تمام بنی اسرائیل انھیں خشک راہوں سے سمندر کے پار ہو گئے اور فرعون دوسرے کنارے پہونچ گیا اور اُسکے وزیر ہامان ملعون نے اُسکو غرہ دلایا کہ موسیٰ بزور ساحری اس شان سے پار ہوا پس تو بقوت خدائی اُدھر چل فرعون اگرچہ پار جانا نہیں چاہتا تھا لیکن حمیت سے شرم کھا کر اسی خشک راہ میں گھوڑا ڈال دیا اور بحکم آلٰہی ابھی تک یہ راستے خشک موجود تھے کما قال تعالیٰ۔ واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون۔ جب یہ لوگ گھسکر اُن راہوں میں پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو انپر مطبق کر دیا اور بنو اسرائیل دوسرے کنارے ہراساں و خائف کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے حتی کہ جب یہ سب غرق ہو گئے تو بھی بعضے بنی اسرائیل پر خوف طاری تھا حتی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے فرعون کا جسم ناپاک کنارے پھینکدیا کما یشعر بہ قولہ تعالیٰ۔ الیوم ننجیک ببدنک الآیۃ۔ تب بنو اسرائیل مطمئن ہوئے اور یہ مقام قریب طور سینا تھا اور روز عاشورا محرم کا واقعہ ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر آلٰہی عزوجل کا روزہ رکھا اسیواسطے حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی صوم عاشورا رکھتے ہیں پس آپ نے دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ عاشورا ایک واقعہ مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی پس موسیٰ علیہ السلام نے اس روز شکریہ کا روزہ رکھا تھا تو ہم بھی رکھتے ہیں پس آپ نے فرمایا کہ موسیٰ کے ساتھ ہم احق ہیں نہ تم پس آپ نے عاشورا کا روزہ خود رکھا اور لوگوں کو حکم دیا اخرجہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہے کہ ظاہر روایت سے شبہہ ہوتا ہے کہ صوم عاشورا شروع ہونیکا یہی سبب واقع ہوا تھا حالانکہ یہ بات نہیں ہے کیونکہ دیگر احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ قریش صوم عاشورا رکھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل ہجرت کے مکہ سے رکھتے تھے اور واضح ہو کہ مفصل قصہ موسیٰ علیہ السلام کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ شعراء وغیرہ کی تفسیر میں آویگی۔ دریہان مجمل بیان یہ ہے کہ جیسے بادشاہ فارس کو کسریٰ اور بادشاہ روم کو قیصر اور شاہ چین کو خاقان کہا کرتے ہیں اسی طرح شاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور دراصل یہ قوم قبط ہے جو عمالقہ کی نسل سے ہے پس جب یوسف علیہ السلام مصر میں آ گئے اور اُسوقت جو فرعون یعنے بادشاہ مصر تھا وہ مسلمان ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین مع گیارہ بھائیوں کے مصر میں عزت کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکی نسل میں برکت عظیم عطا فرمائی اور فرعون یوسف مر گیا تو اُسکے بعد کسی بادشاہ نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ بت پرستی کیا کرتے تھے اور بنو اسرائیل کے دشمن تھے حتی کہ یہ فرعون بادشاہ ہوا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے بعض کہتے ہیں کہ یہ فرعون یوسف کے
یعنی زمانہ یوسف ۱۲
زمانہ ہی بادشاہ ہوا ہے بہرحال اس کمبخت نے خدائی کا دعویٰ کیا اور امام رازی کے خیال میں یہ شخص فلسفی تھا جسکا خیال یہ ہے کہ ہر نوع کے حیوانات میں اُسکا رب النوع ہوتا ہے جسکی تربیت سے اس نوع کی بقا ہوتی ہے پس فرعون کے ناپاک دماغ میں جم گیا کہ قبطیوں کا رب النوع کبیر میں ہوں اور اُسنے قبطیوں کے واسطے چھوٹے آلہہ تجویز کیے تھے اسیواسطے وارد ہوا قولہ تعالیٰ۔ ویذرک وآلھتک الآیۃ یعنی قبطیوں نے فرعون سے شکایت کی کہ تو نے کیوں موسیٰ کو چھوڑ دیا کہ وہ تجھکو اور تیرے آلہہ کو چھوڑتا ہے۔ بالجملہ اس فرعون نے بنی اسرائیل کو جو دین توحید یعنی دین ابراہیم علیہ السلام پر

قائم تھے سخت خوار و ذلیل بنایا تاکہ دین توحید سے پھرین اور بکمال حماقت سے نفیس باغات بنام جنت بنائے اور ایک طرف عذاب خانہ بنام جہنم بنایا اور اُنکے درمیان مین نہایت باریک پھسلونگا راستہ رکھا جسکا نام پل صراط رکھا غرضکہ زمانۂ یوسف علیہ السلام سے جو حالات دین توحید مین اللہ تعالیٰ کے عذاب و ثواب کے اُسنے سنے تھے تو اپنی الوہیت کا دعویٰ کر کے اُسکی نقل بنانی شروع کی اور یہ اُسکی جہالت قابل مضحکہ ہے اور اس سے زیادہ قبطیون کی حماقت قابل تعجب ہے جو اُسپر ایمان لاتے تھے اور بنی اسرائیل مین ظاہرا حضرت یوسف علیہ السلام کے اخبار نبوت سے یہ علم چلا آتا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل مین جب ایسا اور ایسا وقت آئیگا تب ایک پیغمبر پیدا کریگا جس سے مصریون کا کفر برباد و فرعون ہلاک ہوگا اور اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو سب کا وارث کریگا چونکہ یہ واقعہ اسی فرعون خبیث کی گردن پر تھا لہذا اُسکو خوف پیدا ہوا اور اُسکے نجومیون نے بھی آگاہ کیا کہ بنی اسرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو تیری ہلاکت کا باعث ہوگا پس اُسنے بنی اسرائیل کے حق مین یہ حکم دیا کہ لڑکے قتل ہون و لڑکیان چھوڑی جاوین مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُسکے گھر مین بہت ناز و نعمت سے پرورش کرایا تاکہ ایک آیت قدرت ہو کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے مقدر فرمایا وہ کسی بندے کے ٹالے سے نہین ٹل سکتا اگرچہ فرعون ہو جب موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو انکے ہاتھ سے ایک قبطی مردود قتل کرایا تاکہ یہ مصر سے نکلکر مدین مین شعیب علیہ السلام پاس پہونچے اور اُنکی لڑکی سے شادی کر کے بعد دس برس کے مصر کی جانب چلے اور راہ مین وادی مبارک مین نبوت سے سرفراز ہو کر بنی اسرائیل کی خلاصی اور فرعون کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے اور اُنکی معیت مین اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام کو پیغمبر نائب مقرر کیا اور ایک مدت تک فرعونیون کو عصائے موسیٰ و ید بیضا و ساحرون سے مقابلہ و طوفان باران و وبائے ملخ و قمل و ضفدع و خون وغیرہ معجزات و آیات قدرت دکھلائین مگر وہ کسیطرح ایمان نہ لائے بلکہ فرعون کو اُبھارا کہ تو نے موسیٰ کو چھوڑ دیا کہ نہ وہ تجھے مانتا ہے اور نہ تیرے مقرر کیے ہوئے آلہہ کو مانتا ہے اور ملک مین فساد پھیلاتا ہے - یہ بدبخت لوگ دین توحید و عدل کو فساد کہتے تھے فرعون نے پھر تکبر کی راہ سے قہر دکھلایا کہ بنی اسرائیل کے لڑکے مقتول و لڑکیان چھوڑنی شروع کین اور بنی اسرائیل پر سخت مصیبت پیش آئی حتی کہ اُنھون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی مگر آپ نے بحکم الٰہی اُنکو صبر کی نصیحت فرمائی اور کہا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمھارے دشمن کو ہلاک کریگا اور تمکو زمین کا وارث کریگا تاکہ تمھارے اعمال ملاحظہ فرماوے پھر جب فرعون نے دیکھا کہ مجھے کچھ خوف نکرنا چاہیے کہ مین برابر انکے بال بچے قتل کیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ نہ ہوسکا تو اُسکا تکبر زیادہ ہوگیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اُسنے یون کہا ذرونی اقتل موسیٰ یعنی بس اب مجھے چھوڑو کہ مین موسیٰ ہی کو قتل کر دون اور اُسکی قوم والون نے پہلے ہی قرار کیا تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ - مہما تاتنا من آیۃ لتسحرنا بہا فما نحن لک بمؤمنین یعنی موسیٰ علیہ السلام کے کل معجزات کو جادو پر محمول کیا اور ایمان سے قطعی دائمی انکار کر دیا اور فرعون کے ساتھ قتل موسیٰ علیہ السلام پر راضی ہوئے پس اللہ عزوجل نے ان بدبختون سے انتقام لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم پہونچا ان اسر بعبادی لیلا انکم متبعون - یعنی راتون رات میرے بندون کو لیکر روانہ ہو بیشک تمھارا تعاقب کیا جائیگا پس تعاقب قوم فرعون بدکار پر حتمی کر دیا تھا کہ جاکر جہنم مین غرق ہون کہتے ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ لاکھ بیس ہزار ایسے بنی اسرائیل ساتھ لیے تھے جو لڑائی کے لائق تھے اور فرعون نے انکا تعاقب کرنیکے واسطے شہرون سے لشکر جمع کرائے گویا اسکے غرق ہونیکا حکم ہوگیا تھا کما قال تعالیٰ - فارسل فرعون فی المدائن حاشرین ان ہؤلاء لشرذمۃ قلیلون وانہم لنا لغائظون و انا لجمیع حاذرون - گویا اپنے لوگون کو اُبھارتا ہوا لایا پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پر حکم ہوا کہ - ان اضرب بعصاک البحر - یعنی اپنے عصا کے ذریعہ سے سمندر کو مار چنانچہ آپ نے مارا - فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم پس وہ پھٹ گیا تو ہر پارہ مثل بڑی پہاڑی کے کھڑا ہوگیا - اور یہ حکم اُسوقت پہونچا کہ جب فرعون مع لشکر قریب پہونچ گیا تھا فلما تراء الجمعان قال اصحاب

موسی انالمدرکون - یعنے جب دونون فریق آپسمین ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو موسیٰ کے ساتھیون نے کہا کہ ہم پکڑ لیے گئے اُسوقت
حکم پہونچا کہ عصا سے دریا کو مار - جب بنی اسرائیل پار ہوگئے تو بھی اُنکو فرعون کا خوف چھایا ہوا تھا حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام سے دعا چاہی کہ
فرعون پار نہونے پاوے مگر پہلے ہی حکم پہونچا - واترک البحر رھوا انھم جند مغرقون یعنے اے موسیٰ سمندر کو ایسا ہی چھوڑ دے کہ فرعونی گروہ غرق
ہونے والے ہین - چنانچہ جب بیچ سمندر مین پہونچے تو سب کے سب غرق ہوگئے - مترجم کہتا ہے کہ اس معجزہ مین تنبیہ ہے کہ ہر چیز مین جو خاصیت
رکھی گئی وہ بقدرت الٰہی اُسی طور پر جاری رہتی ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے ورنہ جس طور پر وہ چاہتا ہے اُسکے قبضہ قدرت مین جاری ہوتی ہے
چنانچہ پانی جو ہمارے حواس مین سیال چیز ہے بحکم الٰہی مثل پہاڑ کے قائم ہوگیا جیسے قیامت مین گناہگارون کا پسینا کسیکے ٹخنون تک اور کسیکے گھٹنون تک
اور کسیکے حلق وغیرہ تک قائم ہوگا اور بعض ملحد جو معجزات انبیا علیہم السلام سے منکر ہے مگر مسلمانون کے نام سے اسلام کا دھوکا دیتا اور کہتا ہے
کہ جب موسیٰ علیہ السلام بحر قلزم پر پہونچے تو اُسمین جوار بھاٹا تھا یعنی اُتار کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اضرب بعصاک البحر
اور اسکے معنے مین تحریف کرکے کہتا ہے کہ اپنا عصا لیکر سمندر مین چلے جاؤ یعنے ضرب کو زمین پر چلنے کے معنے مین کہتا ہے اور یہ محض غلط ہے اور کیون نہو
کہ اس شخص کو زبان عربی مین صرف ونحو کی بھی لیاقت نہین ہے تو فصاحت وبلاغت کیونکر جانے اور معانی کلام کیونکر سمجھیگا لہذا اُسکی غلطی بیان کرنے مین
آسان وجہون سے جواب دیتا ہون اور ان وجوہ کو ہر شخص عام وخاص بخوبی سمجھکر اس ملحد کی تحریف سے آگاہ ہوجائیگا اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام
کو یعنے - واذ فرقنا بکم البحر الآیۃ - کو بنی اسرائیل پر نعمت عظیم کا احسان رکھنے کے طور پر بیان فرمایا کہ اُنکو سمندر سے نجات دی اور فرعون کو غرق کردیا پھر
اگر یہ واقعہ اسطرح ہوتا جیسے ملحد بیان کرتا ہے تو اسمین انعام واحسان کی کون وجہ پائی جاتی ہے کیونکہ جب جوار بھاٹا آیا تھا تو پانی کے اُتار مین موسیٰ علیہ السلام
چلے گئے اور جب فرعون گھسا تو پانی مین چڑھاؤ ہوگیا تو وہ ڈوب گیا دوم یہ کہ - فرقنا بکم البحر - تو ٹکڑے ٹکڑے فرق کردینے کے معنے مین ہے حالانکہ
اس ملحد کی تقریر پر فرق بالکل نہین ہوا سوم یہ کہ ضرب کے معنے چلنے کے جہان آتے ہین وہان حرف فی لازم ہے جیسے قولہ تعالیٰ - واذا ضربتم فی الارض
وغیرہ مین ہے چہارم سمندر سے عبور کرنا کہلاتا ہے اور سمندر مین چلنا فصیح زبان عرب کے علاوہ اردو وغیرہ کسی زبان مین نہین بولتے ہین پنجم چلنے کے
معنے ہوتے تو "فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم" کا کچھ بھی ربط نہین ہے کیونکہ اُسکے طور پر یہ معنے ہوتے ہین کہ اپنا عصا لیکر چل پس دریا ٹکڑے ٹکڑے
ہوگیا کہ ہر ٹکڑا مثل بڑی پہاڑی کے قائم ہوا اور ہر شخص جانتا ہے کہ اسکو کچھ بھی ربط نہین ہے اور اس جاہل نے زعم کیا تھا کہ - اضرب - کی جزا
فانفلق ہے اور اعتراض کیا کہ اسپر فا نہین آتی ہے اور یہ محض جہالت ہے کیونکہ معنے یہ ہین فضرب فانفلق یعنے موسیٰ نے مارا تو سمندر پھٹ کر الگ ہوا
اس جاہل کو دوسرے مقام کی بھی خبر نہین سوجھی یعنے قولہ تعالیٰ - فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا - دیکھو یہان ضرب کے معنے
مارنے کے موجود ہین اور - فانفجرت پر فا داخل ہے یعنے ای فضرب عصاہ سے پتھر کو پس اُس بارہ چشمے جاری ہوئے پس یہی معنے ہین فضرب فانفجرت
حالانکہ یہان اس جاہل سے یہ کہنا ممکن نہین کہ ضرب کے معنے چلنے کے ہین کیونکہ یہ معنے ہوجاوین کہ اپنا عصا لیکر پتھر پر چل پس اُسمین سے بارہ چشمے
جاری ہوئے اور اگر وہ اسکا قائل ہو کہ عصا لیکر پتھر پر چلنے سے بارہ چشمے جاری ہوگئے تو یہ بھی ایک معجزہ ہے پھر اُسکو صحیح طور پر معجزہ واقع ہونے سے
کیون انکار ہے ششم یہ کہ اگر جوار بھاٹے کی وجہ سے پانی اُتر گیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام اس دلدل مین کیونکر گھس سکتے تھے کیونکہ ایسے سمندر مین
دلدل کی وجہ سے خواہ عصا ہو یا نہو گذر غیر ممکن ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اس کثیر جماعت بنی اسرائیل خصوصاً عورتون و بچون
کے واسطے کیونکر کافی ہوا ہفتم جوار بھاٹے کا دعوی محض غلط ہے اسواسطے کہ جمیع اہل ہیئت متفق ہین کہ جوار بھاٹا عمیق وعریض سمندرون مین آتا ہے
اسواسطے جھیلون وتالابون مین نہین آتا ہے اور کسی نے اسمین خلاف نہین کیا ہے چنانچہ یورپینون ویونانیون وغیرہ کی کتابون مین یہ بات بتصریح مذکور ہے

مجید مین اس راستہ کے یابس وخشک ہوجانیکی تصریح موجود ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہشتم جب بنی اسرائیل پار ہو گئے تو اُنہون نے فرعون کے
خوف سے دعا چاہی کہ سمندر پھر عمیق ہو جاوے تاکہ فرعون اُترنے نپاوے لیکن حکم الٰہی پہونچا کہ یہ خواہش مت کرو اترک البحر رہوا انہم جند مغرقون
اور سمندر کو اسی حالت پر ٹھہرا رہنے دے کہ یہ گروہ فرعونی ڈوبنے والے ہین یعنی ہم اُنکو غرق کرینگے۔ مگر ملحد کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہین کہ آہستہ آہستہ بہنے دے
یہ تحریف محض غلط ہے کیونکہ یہ شخص خود مقر ہے کہ بحیرۂ قلزم کی شمالی کھاڑی تھی اور یہ بہنے والا دریا نہین تھا تو یہان آہستہ بہنے کے کیا معنے ہین اور کبھی
کہتا ہے کہ یہ معنے ہین کہ تیز قدم بڑھا کر نکل جا یہ بھی حماقت ہے کہ اُسنے اپنی جاہلانہ زبان پر قیاس کیا جو ہرگز زبان عرب کا محاورہ نہین ہے اور جو شخص کچھ بھی
زبان عرب سے وقوف رکھتا ہے اُسکے حق مین اس شخص کی تحریف سے کچھ خوف نہین ہے بلکہ خوف تو ایسے لوگون کے حق مین ہے جو زبان عرب نہین
جانتے ہین اور رفتار زمانہ یہ ہے کہ مسلمانون مین باہمی نفاق بلکہ نور ایمان کم ہونے سے تعصب و عداوت کثیر پھیل گئی اور علماء یہود کی طرح صرف کتابی بحث
وجدال کی رعونت باقی ہے اور معجزۂ حدیث مبارک کے موافق حرص دنیا کا جوش بڑھا ہوا اور ہوا و ہوس کی اتباع چڑھی ہوئی اور علم دین سے محض جہالت
پھیلی ہوئی ہے ایسی حالت مین یہ فرقۂ ملحدین جو دین کی تخریب مین فرعون سے مشابہ ہے اور دنیا کی ہوس مین یہود سے بڑھکر ہے ظاہر مین مسلمان بنکر عوام جاہلون کو
سخت دھوکا دیتا ہے خصوصاً اُن جاہلون کو جو دار آخرت کو امید موہوم جانتے اور دنیا کے مال و دولت کو نقد تصور کرتے ہین اور اُسی کی توقیر اُنکی
نظرون مین چھائی اور جانورون کی طرح اُنھون نے اُسکو اپنی عمر کی کمائی اور اُسکو سرمایۂ انسانی سمجھا ہے تو جب یہ لوگ اس فرقۂ ملحدین کی دنیاوی
وجاہت و ظاہری ثروت دیکھتے ہین تو یقین کر لیتے ہین کہ بھلا ان لوگون کی عقل مین خطا ہو سکتی ہے جیسے فرقۂ الحاد نے اہل یورپ کی عجیب عجیب
ریاضی ہندسین وکلین و دنیاوی انتظام زمین کی پیداوار سونا و چاندی حاصل کرنے کی عمدہ تدبیرین دیکھکر یقین کر لیا کہ جیسی زمین کی تدبیرین
سمجھنے مین ان لوگون کے حواس کامل ہین ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے معارف و صفات مین بھی اگر کچھ ہوتا تو یہ کبھی غلطی نکرتے تو دہریہ ہونا یا نیچری ہونا ہی
ٹھیک بات ہے اور یہ کمینہ پن و دنی ہمتی حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اگر عالی ہمتی و قلب عاقل و جوہر پاکیزہ ہوتا تو اس بے انتہا مخلوقات الٰہی مین
اس مٹھ برابر زمین و اُسکے تمام اموال و جواہرات کو ہیچ سمجھتے اور دنیاوی زندگی کو مثل حباب کے ناپایدار جانتے اور آخری معاملہ پروردگار سے
یقین کرتے تو نور بصیرت و عقل سلیم سے سمجھتے کہ علم عین معرفت الٰہی عزوجل ہے اور اس ہستی بے اعتبار کے بعد انجام کار دار الآخرہ کی ہستی پایدار ہے
اس اشرف المخلوقات انسان کے واسطے درختون و مکانات کی پایداری سے بڑھکر ضروری ہے۔ نسأل اللہ الہدایۃ والثبات علی الایمان ونعوذ باللہ
من الضلال ومن تلبیس ہٰولاء الجہال وحسبنا اللہ نعم الوکیل والحمد للہ رب العالمین۔ اور مسلمانون کے فرقہ مقلد و غیر مقلد بلکہ وہابی و بدعتی بلکہ سُنی و شیعہ
سبکو لازم ہے کہ بیہودہ خیالات و کینہ اختلافات و دنیاوی ہوسات کو عالمانہ وقار و یقین آخرت کی نظر سے دیکھکر دور کرین اور نفاق ظاہر سے اسلام
کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناوین اور باہمی جدال دور کرین واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین والی اللہ المصیر وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تنبیہ)
اللہ تعالیٰ نے جو احسانات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین بنی اسرائیل پر فرمائے اُنکا احسان ان یہودیون پر رکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین تھے تو اہل اسلام کو سعادتمندی سے عبرت و نصیحت لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک سے بہت بڑا احسان فرمایا
کہ اُنکو جہالت و ضلالت سے نکالکر درجۂ علم و معرفت پر پہونچایا ورنہ فرعون کی طرح ضلالت مین ڈوب جاتے کما قال تعالیٰ۔ وکنتم علی شفا حفرۃ
من النار فانقذکم منہا الآیۃ۔ اور باہمی نفاق و اختلافات سے نکالکر سب کو یک دل و متحد بنایا کما قال تعالیٰ۔ والف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ
اخوانا الآیۃ۔ پس اس نعمت کا شکریہ اُسپر بھی واجب ہے کہ دنیا کو وسیلۂ آخرت بناوین اور علم و عمل سے متحد ہو کر دار الآخرت سنوارین کیونکہ اُنکو
قرآن عظیم عطا فرمایا ہے کہ جسمین اگلون و پچھلون کے آثار و اخبار مین عبرت ہے بھلا کیا نہین دیکھتے کہ بنی اسرائیل پر شکر کو سالہ کی مذمت و عطا توریت کا احسان کیا

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

اور جب ہمنے وعدہ کیا موسی سے چالیس رات کا پھر تمنے بنا لیا بچھڑا اسکے پیچھے اور تم بے انصاف ہو

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

پھر معاف کیا ہمنے تمکو اس پر بھی شاید تم احسان مانو اور جب ہمنے دی موسی کو کتاب

وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور حکوتی شاید تم راہ پاؤ

اہل تاریخ نے روایت کی کہ جب بنی اسرائیل کو مصر سے حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ نکلنے کا حکم ہوا تو بنی اسرائیل نے جشن شادی کے بہانہ سے قبطیون کا بیش قیمت زیور عاریت لیا تھا اور درحقیقت یہ اُنکے واسطے خوشی تھی کہ فرعون سے نجات پاوین اور ملک شام مین جا دین پھر جب فرعون مع لشکر کے دسوین محرم کو بحر قلزم مین غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تو حضرت موسٰی علیہ السلام بجانب شام بڑھے اور انکا گذر ایک قوم عمالقہ پر ہوا جو گاے کی شکل کے بت پوجتے تھے اور بعض روایات مین آیا کہ فرعون نے بھی اپنی قوم کے واسطے اپنی نیابت مین گاے کی شکل کے بت بنوائے تھے تو شاید ان لوگون نے قبطیون ہی کی تقلید کی ہو بہرحال بنی اسرائیل مین سے بعضے احمق جاہلون نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا کہ ۔ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ ۔ یعنے ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بناو جیسے اُنکے معبود ہین حضرت موسٰی علیہ السلام نے اُنکی جہالت پر افسوس فرماکر اُنکو جھڑکا اور وعدۂ الٰہی عزوجل کے منتظر ہوئے کہ بعد غرق فرعون کے کتاب آسمانی عطا ہو جسپر بنی اسرائیل عمل کرین پس اللہ تعالے نے اول ایک ماہ کے روزہ کا حکم فرمایا اور ابھی تک وہ زیورات جو بنی اسرائیل نے فرعونیون سے لیے تھے اُنکے پاس موجود تھے اور چونکہ وہ حربی کافرون کا مال تھا تو وہ مال غنیمت کے حکم مین ہوا لیکن مال غنیمت کسی امت سابق کو حلال نہین ہوا بلکہ یہ فضیلت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واسطے خاص ہے جیسا کہ صحاح کی احادیث صحیحہ مین صریح منصوص ہے پس وہ سب مال و اسباب ایک گڑھے مین ڈال کر جلا دیا گیا بعض تفاسیر مین مذکور ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص سامری تھا جو سوناری کا پیشہ کرتا تھا اور اسکی پیدایش کی کیفیت مین مذکور ہے کہ جس زمانہ مین فرعونیون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کے بچے قتل ہوتے تھے تو بنی اسرائیل کی عورتین وضع حمل کے وقت جنگلون و غارون مین چلی جاتین پھر اگر لڑکی پیدا ہوتی تو اُسکو ساتھ لاتین اور اگر لڑکا ہوا تو وہین چھوڑ آتی تھین تاکہ اگر اُنکے پیچھے درندہ کھا جاوے تو اس سے بہتر ہے کہ انکی آنکھون کے سامنے اُسکو فرعونی ذبح کرین لیکن جسکو اللہ تعالی چاہتا وہ وہان بھی پرورش ہوتے تھے اور بنی اسرائیل روایت کرتے ہین کہ جبرئیل علیہ السلام سے اُنکو دودھ ملتا تھا چنانچہ سامری بھی اسیطور سے پرورش ہوا اور اسرائیلی کہتے ہین کہ وہ جبرئیل علیہ السلام کو جس شکل مین اُسکے پاس پرورش کے لیے آتے تھے پہچانتا تھا اسیواسطے اُسنے غرق فرعون کے وقت نشان قدم کی خاک اُٹھالی تھی اور چونکہ وہ عالم آخرت کا اثر رکھتی تھی لہذا جب اُسنے بنی اسرائیل کی حماقت دیکھی کہ وہ لوگ بت پرستی کے واسطے گوسالہ مانگتے ہین تو اُسکے دل مین یہ شرارت سوار ہوئی کہ اُس خاک سے جو نشان جبرئیل علیہ السلام سے اُٹھائی ہے گوسالہ بناوے کہ وہ عالم آخرت کے اثر حیات سے جاندار کے مانند آواز کریگا چنانچہ جب موسٰی علیہ السلام ایک مہینہ کے روزہ رکھنے اور توریت لانے کے لیے کوہ طور کی طرف گئے تو اُسنے یہان اسی گوسالہ کا سوانگ بنایا اور اللہ تعالی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کی میعاد مین دس دن زیادہ کر دیے چنانچہ فرمایا ۔ واذ واعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممناہا بعشر الآیۃ ۔ پس بعد ایک مہینے کے اکثر بنی اسرائیل کو شیطانی اوہام نے گھیرا اور انہون نے سامری کے کہنے سے گوسالہ کی پرستش کرنی شروع کی اور ہارون علیہ السلام کا کہنا نہ مانا سوا بارہ ہزار آدمیون کے کہ جو حضرت ہارون علیہ السلام

کے ساتھ ذریہ ہے حاصل یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے جنگل میں گئے تاکہ تیس رات روزہ وعبادت میں صرف کر کے مناجات و
عطائے کتاب کے لیے کوہ طور پر جاوین تو یہان سامری نے اُسی قبطیون کے زیور سے جو ایک گڑھے مین جلا دیا گیا تھا ایک بچھڑا بنایا اور
اُسکے پیٹ مین اثر جبرئیلؑ کی خاک ڈالی تو وہ بولنے لگا۔ کما قال تعالیٰ۔ فاخرج لهم عجلا جسدا له خوار الآیۃ۔ اور سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا
اور موسیٰؑ کا پروردگار ہے لیکن ہارون علیہ السلام نے اُنکو بہت سمجھایا کہ ای لوگو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف
ایک مہینہ کے واسطے گئے ہین تم اُنکو آنے دو جب تیس دن گذر گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نہین آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی میعاد مین دس راتین
زیادہ کر دین تو بیوقوف اسرائیلیون نے جنھون نے پہلے ہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گوسالہ کی شکل کے بت مانگے تھے جلد بازی کی اور سامری نے
بہکایا کہ تمھارا اور موسیٰؑ کا پروردگار تو یہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھٹک کر کوہ طور کی طرف گئے اسیواسطے وہ ابتک نہین آئے پھران بیوقوفون نے حضرت ہارون کا بھی
کہنا نہین مانا اور اُسکی عبادت مین مصروف ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتون کا شکر بجالانے کے بجائے شرک کرنے لگے پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
وقت یہودیون کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی قدر نہین کرتے تھے یاد دلایا اور فرمایا۔ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً
اور ایک قراءۃ مین۔ وعدنا۔ بدون الف ہے یعنے اور یاد کرو جب ہمنے موسیٰؑ کو چالیس راتون کا وعدہ دیا۔ ف یعنے پہلے تیس رات پھر
دس بڑھا کر پوری چالیس راتون کا وعدہ دیا تاکہ اُنکے گذرنے پر توریت عطا فرمائی جاوے جسمین ہدایت و نور ہے پس موسیٰ علیہ السلام موافق
وعدۂ الٰہی کے کوہ طور کے غار مین روزہ رکھنے وعبادت کرنے کے واسطے گئے۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر تمنے اُسکے
بعد گوسالہ کو بنالیا۔ ف یعنے پھر تمنے بجائے شکر انہ کے سامری کے ڈھالے ہوے گوسالہ کو موسیٰؑ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد
اپنا معبود بنالیا۔ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے۔ ف یعنے اپنی جانون پر سخت ظلم کرنے والے تھے کہ تمنے عبودیت
کو بے محل ایک جسمانی مخلوق جانور گوسالہ کے واسطے صرف کیا حالانکہ وہ تمسے بدتر چیز ہے باوجودیکہ تمنے حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے توحید کی سیکھی
اور آیات قدرت الٰہی عزوجل کو فرعونیون کے مقابلہ مین معائنہ کیا اور صفات الٰہی سبحانہٗ وتعالیٰ کو جان لیا تھا کہ وہ بے مثل و بے مانند
و کسی مخلوق سے مشابہ نہین ہے اور تمام مخلوقات اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اُسنے تمکو فلق البحر سے پار کیا اور فرعون کو غرق کیا پھر
بھی تمنے بجائے شکر کے شرک سے ظلم عظیم کیا لیکن ہمنے پھر بھی تمپر احسان فرمایا۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝ پھر اس معاملہ کے بعد بھی ہمنے تمکو عفو فرمایا تاکہ تم شکر گذار ہو جاؤ۔ ف یعنے بعد ظلم عظیم کے ہمنے ایک طریقہ
سے تمہاری توبہ قبول فرمائی تاکہ تم ناشکری چھوڑو اور شکر گذار ہو۔ اسرائیلی کہتے ہین کہ ماہ ذیقعدہ و موسیٰؑ علیہ السلام کی میعاد تھی پھر
ذی الحجہ کے دس دن ملا کر تکملہ کیا گیا پھر چالیس راتین پوری ہونے کے بعد جب موسیٰؑ علیہ السلام کوہ طور پر مناجات کے واسطے حاضر ہوے
تو توریت عطا ہوئی لیکن حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کو فرمایا کہ وہان ہمنے تیری قوم کو تیرے بعد امتحان مین ڈالا اور سامری نے انکو بہکا دیا
ہے چنانچہ تفصیلی قصہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور توبہ کا بیان بھی آیندہ آیت مین آتا ہے۔ (فائدہ) امام ابن جریر و دیگر مفسرین نے
تصریح کی کہ جب فرعون کی ہلاکت دسوین محرم کو ہوئی اور مناجات دسوین ذی الحجہ کے ختم پر ہوئی تو ہلاکت فرعون و مناجات مین گیارہ مہینے کا
فرق ہوا اور اسوقت تک بنی اسرائیل کوہ طور کے نواح مین مقیم تھے نہ ملک شام مین آئے اور نہ مصر کو لوٹے اور ابن عقیل نے تفسیر مین لکھا کہ
یہ لوگ مصر سے نکلنے کے بعد پھر مصر مین نہین گئے اور بیضاوی نے کشاف زمخشری کے تابع ہوکر وہم کیا کہ مصر مین لوٹ جانے کے بعد
اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مناجات وعطائے توریت کا وعدہ دیا۔ (نکتہ) علماء نے فرمایا کہ چالیس راتون کی تعبیر اشارہ ہے کہ دن کے ستر

رات بھی عبادت کے لیے مقصود ہے اور موسیٰ علیہ السلام ان دنون مین روزہ رکھتے اور راتون مین عبادت کرتے تاکہ بدن بھی پاک ہوجاوے
اور فرشتہ صفت ہوکر مناجات کی لیاقت آجائے اور مہینے سے حساب نہین فرمایا کیونکہ وہ کبھی انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے حالانکہ چالیس کا شمار پورا
ہونا ضرور ہے اور یہین سے اکثر مشائخ نے چلّہ نکالا ہے یہ سمجھکر کہ چالیس راتون کی عبادت کو نفس کے پاکیزہ ہونے مین ایک دخل خاص ہے
مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین سلف و خلف صالحین رضی اللہ عنہم سے چلّہ کی کوئی روایت ثابت نہین ہوئی اور
شک نہین کہ مجاہدہ و ریاضت جائز ہے لیکن بعضے عوام اس طرح چلّہ کھینچتے ہین کہ بعد چلّہ کے اُس حجرہ سے مردہ کے مانند نکالے جاتے ہین
اور روئی کے گالے وغیرہ سے منھ مین دودھ ٹپکا کر پالے جاتے ہین اور ظاہر ہے کہ ایسی حالت مین صوم و صلوٰۃ بالکل متروک ہوگی اور
یہ حرکت خلاف سنت و خلاف سلف صالحین و جمیع امت ہے ہان سلف و خلف مین بہت سے بزرگ گذرے ہین جو قریب ایک ہفتہ کے بدون غذا کے
صرف نماز و ذکر و تسبیح پر بسر کرتے تھے پس ایسے ائمہ دین و بزرگان یقین فرشتہ خصال کی اقتدا حاصل کرنا کمال ہے اور انکی مخالفت مذموم ہے
ف۲ اشارات عرائس مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس میعاد مین صوم و صلوٰۃ و خلوت کے ساتھ بشری عادت و طبیعت
و رسوم سے پاک کیا تاکہ انوار خطاب کی لیاقت ہو اسیواسطے طالبان معرفت کے لیے چلّہ ایک سنت ہوگیا کیونکہ بعد اس میعاد کے موسیٰ
علیہ السلام مین کلام قدیم سننے کی لیاقت ہوگئی ۔ (تنبیہ) آیت مفید امور ہے اوّل یہ کہ شرک ایک ظلم ہے جس سے مشرک ظالم ہوجاتا ہے وقد قال تعالیٰ
ان الشرک لظلم عظیم ۔ دوم یہ کہ دین و کتاب الٰہی بڑی نعمت ہے وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیۃ یعنی آج کے دن تمھارے لیے
تمھارا دین کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری فرمائی ۔ ھ ۔ پس اسکا شکر واجب اس طرح ادا کرے کہ قرآن و شریعت پر یقین و عمل مستقیم ہو اور شرک
سے قطعاً پرہیز کرے سوم یہ کہ نجس کی شرارت سے بچے یعنے آدمی کے واسطے آدمی بھی شیطان سے زیادہ مضر ہے پس اُسکے قول و فعل کو
غور سے دیکھے اگر وہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق کہے تو اُسکی بات مانے اور اگر مخالف ہو تو اُسکو جھوٹا و گمراہ جانے ورنہ
خود برباد ہوگا جیسے سامری کے کہنے سے بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے تھے چہارم یہ کہ جو چیز خلاف عادت واقع ہو اُسکو کرامت ہی نہ سمجھنا چاہیے
کیونکہ سامری نے جو بچھڑا بنایا وہ بولتا ہوا جسم تھا حالانکہ وہ کرامت نہین بلکہ فتنہ تھا جسکے ماننے سے بنی اسرائیل مبتلا ہے ضلالت ہوگئے پنجم
اگر شرک کر کے مرتد ہوجائے پھر بعد شرک نادم ہوکر توبہ کرے تو اُسکی توبہ قبول ہوتی ہے ششم چاہیے کہ ہدایت کو کتاب الٰہی عزوجل سے تلاش کرے یعنے قرآن مجید
و حدیث شریف مین جو شریعت الٰہی مقرر ہے اُسکو ہدایت سمجھے اور جو اس سے خارج ہو وہ گمراہی ہے اور اس ہدایت پر شکر کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے
بنی اسرائیل پر احسان رکھا اور فرمایا وَ اِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝ اور یاد کرو اُس نعمت کو جب
ہمنے موسیٰ کو کتاب اور فرقان عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو ۔ ف کیونکہ جسنے ہدایت سے راہ سنت حاصل کی وہ رضوان جنت
مین داخل ہمیشہ پر پہونچا تو یہ بہت بڑے شکر کا مقام ہے اور کتاب سے مراد توریت ہے اور اُسیکا نام فرقان اسواسطے فرمایا کہ اُسکے ذریعہ
حق و باطل مین اور حلال و حرام مین اور کرامت و جوگ مین اور ولی و شیطان مین فرق کیا جاتا ہے اور فرقان دراصل مصدر مانند رجحان و غفران
کے ہے اور قرآن مجید کا نام بھی اسی وجہ سے فرقان ہے ۔ آیت مین بعض علما نے کہا کہ کتاب سے مراد توریت ہے اور فرقان سے مراد عصا و ید بیضا وغیرہ
معجزات ہین کیونکہ عصا سے موسیٰ کے دعویٰ نبوت و سحر مین فرق ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو
توریت عطا فرمائی تاکہ بنی اسرائیل اُس سے اعتقاد صحیح و اعمال صالحہ کی ہدایت پاوین اور یہ جہالت مٹ جاوے کہ موسیٰ علیہ السلام
سے بچھڑے کی طرح کوئی معبود بنائے جانے کی درخواست کرین یا ایسے فعل مین مبتلا ہون جو سبب ہے تواتے کے عذاب کا ہو یا ایسے فعل مین

عمر رائگان کرین کہ جسمین بہت قلیل ثواب پائیگا حالانکہ کثیر ثواب کا فعل موجود ہی کیونکہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہی تو جہانتک ممکن ہی وہ ثواب کا کام نہین کرنے دیگا اور اگر کوئی شخص آمادہ ہوا تو افعال مین سے ایسے فعل پر آمادہ کرتا ہی جسمین ثواب قلیل ہوتی کہ اُس فعل مین ایسی نیت بگاڑتا ہی کہ محنت برباد ہو پس علم شریعت مین ہدایت ہے

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ

اور جب کہا　موسیٰ نے　اپنی قوم کو　اے قوم　تمنے　نقصان کیا　اپنا　بچھڑا　بنا لیسکر

فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِكُمۡ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ ؕ فَتَابَ

اب توبہ کرو　اپنے پیدا کرنے والے کی طرف　اور مار ڈالو　اپنی جان　یہ　بہتر ہی تمکو　اپنے خالق کے پاس　پھر متوجہ ہوا

عَلَيۡكُمۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ

تمپر　برحق وہی ہی معاف کرنے والا مہربان

جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر بنی اسرائیل کے گمراہ ہوجانے سے آگاہ فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام توریت لیے ہوے بنی اسرائیل کے پاس پہونچے تو نہایت غضبناک تھے اور گوسالہ کو جلا کر خاک کیا اور سامری کو خوار کیا کہ وہ دیوانہ کی طرح لامساس کہتا پھرتا تھا اور بنی اسرائیل اپنی گمراہی پر افسوس کرنے لگے کما قال تعالیٰ۔ ولما سقط فی ایدیھم وراوا انھم قد ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفر لنا لنکونن من الخسرین الآیۃ یعنے بنی اسرائیل جب نادم ہوے اور اُنھون نے جانا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہین تو کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب نے ہمپر رحم نکیا اور نہ بخشا تو خوار ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکی توبہ قبول فرمائی اگرچہ صدق یقین ظاہر ہونے کے واسطے جان کا قتل کرنا شرط کیا کیونکہ جس شخص کو دار آخرت کا یقین واثق ہو تو جب اسکو مغفرت کا وعدہ دیا جاوے تو وہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار آخرت کو پسند کریگا اور یہی ایک نعمت عظیم ہی جو ان یہودیون کو یاد دلایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین موجود تھے تاکہ اپنے باپ دادون کا صدق یقین دیکھین چنانچہ فرمایا وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ ف یعنے جن لوگون نے گوسالہ کو پوجا تھا جب وہ نادم ہوے تو موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ۔ يٰقَوۡمِ اِنَّكُمۡ ظَلَمۡتُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ بِاتِّخَاذِكُمُ الۡعِجۡلَ ۔ اے قوم تمنے اپنی جانون پر ظلم کیا بسبب معبود بنانے گوسالہ کے۔ ف یعنے تمنے گوسالہ کو معبود بناکر اپنی جانون پر شرک کے ساتھ ظلم عظیم کیا۔ فَتُوۡبُوۡۤا اِلٰی بَارِئِكُمۡ ۔ پس تم لوگ اپنے خالق کی جانب توبہ کرو۔ ف کیونکہ اُسنے تمکو پیدا کیا حالانکہ تمنے غیر کو معبود بنایا پھر یہ توبہ زبانی نہین تھی بلکہ توبہ اسطرح کرو کہ۔ فَاقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ ۔ اپنی جانون کو قتل کرو۔ ف یعنے اپنی جانون کے قتل پر راضی ہوجاؤ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ عِنۡدَ بَارِئِكُمۡ ؕ یہ بات تمھارے واسطے تمھارے خالق کے نزدیک بہتر ہی ف پس یہ لوگ راضی ہوگئے یہان شان الٰہی دیکھنے کے قابل ہی کہ ہارون علیہ السلام صرف چندروز تامل کرنے کو کہتے تھے کہ ابھی گوسالہ پرستی مین جلدی نکرو یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام آجاوین مگر بنی اسرائیل نے نمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان دینے کا حکم سنایا وہ مان لیا کما قال تعالیٰ۔ واتینا موسیٰ سلطانا مبینا۔ یعنے ہمنے موسیٰ کو کھلا ہوا غلبہ عطا فرمایا۔ چنانچہ یہ لوگ قتل پر راضی ہوگئے سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ ان لوگون کی توبہ یہ ہی کہ ان مین سے جو شخص اپنے باپ یا بیٹے سے ملے اُسکو تلوار سے قتل کرڈالے اور کچھ پرواہ نکرے کہ کس مقام پر اُسنے اسکو قتل کیا پس اُن سب لوگون نے توبہ کی جنکی شناخت حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر مخفی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے

گناہون پر مطلع تھا پس اُنھون نے اپنے گناہون کا اقرار کر کے حکم کی فرمانبرداری کی پس اللہ تعالیٰ نے قاتل و مقتول دونون کو بخش دیا (ابن جریر
و ابن ابی حاتم) اور اس روایت مین مراد یہ ہے کہ قاتل وہ لوگ قرار دیے گئے جنھون نے گوسالہ نہین پوجا اور مقتول وہ ہین جنھون نے گوسالہ پوجا
چنانچہ عکرمہؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ حکم آیا کہ قتل نفس اُنکی توبہ ہے تو جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا اُنکو خبر دیگئی پس وہ
لوگ حکم آلٰہی کے واسطے سرجھکا کر بیٹھے اور جنھون نے گوسالہ نہین پوجا تھا وہ تلوار لیکر اُٹھے اور اُسوقت ایک تاریکی چھا گئی پس اُنھون نے گوسالہ
پرستون کو قتل کرنا شروع کیا یہانتک کہ تاریکی دور ہوئی۔ اور سدیؒ کی روایت مین ہے کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے دعا کی کہ اے رب بنی اسرائیل
مٹے جاتے ہین پس اللہ عزوجل نے رفع قتل کا حکم دیا۔ مجاہدؒ کی روایت مین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اچھا مین نے اسیقدر پر کفایت فرمائی
تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا کپڑا پھینکا پس وہ تاریکی دور ہوئی اور اُن لوگون نے اپنے خنجر ڈال دیے حالانکہ ستر ہزار قتل ہوچکے تھے (ابن جریر
و ابن ابی حاتم) زہریؒ نے بیان فرمایا کہ جب یہ لوگ قتل ہوتے تھے تو موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہاتھ اُٹھائے تھے یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ نے
توبہ قبول فرمائی تو قتل سے ہاتھ کھینچے گئے اور ہتھیار ڈال دیے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام مقتولین کو دیکھکر غمناک ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے
موسیٰ کس چیز پر غم ہے کیونکہ جو لوگ مقتول ہوئے وہ میرے یہان زندہ اور رزق پاتے ہین اور جو لوگ باقی رہے مین نے اُنکی توبہ قبول فرمائی جب
یہ وحی پہونچی تو موسیٰ علیہ السلام و بنواسرائیل بہت خوش ہوئے (رواہ ابن جریر باسناد جید) اور محمد بن اسحٰق نے اسطرح روایت لکھی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام
نے گوسالہ جلا کر دریا مین پھینکدیا تو اپنی قوم مین سے کچھ لوگون کو چھانٹ کر مقام مناجات کو نکلے اور یہ وہی لوگ ہین جنکو صاعقہ نے گرفتار
کیا پھر اُٹھائے گئے پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے واسطے توبہ کی درخواست کی لیکن اللہ تعالیٰ نے قبول توبہ سے انکار فرمایا سوا
اس بات کے کہ اپنے نفوس کو قتل کرین محمد بن اسحٰق نے کہا کہ مجھکو روایت پہونچی کہ اُن لوگون نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ حکم آلٰہی پر
صبر کرینگے پس موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا کہ جنھون نے گوسالہ نہین پوجا وہ اُن لوگون کو قتل کرین جنھون نے گوسالہ پوجا ہو پس یہ لوگ میدانون مین بیٹھ گئے
اور دوسرون نے تلوارین کھینچکر اُنکو قتل کرنا شروع کیا پھر عورتون و بچون نے موسیٰ علیہ السلام کی جانب رونا شروع کیا اور عفو کی درخواست کی پس اللہ تعالیٰ نے
توبہ قبول فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ اُن لوگون سے تلوار اُٹھا لیجاؤ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس
واپس آئے اور ستر آدمی تھے جنھون نے ہارون علیہ السلام کے ساتھ اس گوسالہ سے جدائی اختیار کی تھی پس موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگون سے کہا کہ اپنے رب عزوجل کے
مقام وعدہ پر چلو پس اُنھون نے عرض کیا کہ اے موسیٰ کیا کچھ توبہ نہین ہے آپ نے فرمایا کہ توبہ تو ہے ولیکن یہی ہے کہ وہ اپنی جانون کو قتل کرین یہی اُنکے حق مین بہتر ہے
پس اُن پاک لوگون نے تلوارین کھینچین اور گناہگار لوگون نے گردنین جھکائین اور اللہ تعالیٰ نے سیاہ بادل کا ٹکڑا بھیجا کہ اُسکی تاریکی
مین قتل کرنے حتیٰ کہ آدمی اپنے باپ و بھائی کو قتل کرتا مگر نہین پہچانتا تھا اور آپس مین پکارتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم کرے
جو برابر صبر کیے رہے یہانتک کہ رضاے آلٰہی حاصل ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی یعنے جو مقتول ہوا اُنکو شہید رکھا اور جو باقی رہے اُنکو
عفو کیا اور فرمایا۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ پس اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمائی بیشک وہ توّاب
رحیم ہے۔ ف ان روایات تفسیر سے ظاہر ہوا کہ جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا سب قتل نہین ہوے بلکہ ستر ہزار قتل ہونے پائے تھے کہ اللہ
تعالیٰ نے باقی کی توبہ کو قبول فرمایا حالانکہ سب لوگون کا یقین آخرت اس وجہ سے درست تھا کہ سبھی مقتول ہونے کے واسطے گردن جھکائے تھے
بلکہ جو مقتول ہوئے اُنکے واسطے بہت بڑی مبارکباد ہے کہ وہ بیشک مغفور اور امتحان سے باہر ہوگئے کیونکہ جو شخص دنیا مین زندہ موجود رہے
وہ خوفناک ہے اور نہین جانتا کہ آئندہ اُسپر کیا حکم ہو اللہ تعالیٰ سب اہل ایمان کا خاتمہ بخیر کرے۔ ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ ان

آیات مین اہل ایمان کے واسطے تنبیہات ہین چنانچہ قولہ تعالیٰ - انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل - تمنے تمثال شیطانی کو مشاہدۃ الرحمن پر اختیار کیا
اور ظلم عظیم ہے - مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے کلام مین خود مفید اشارہ ہے کہ دنیا مین مشاہدۃ الرحمن یعنے کشف قرب جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے وہ
بغیر تمثال و بے جہت و مکان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جگہ و جہت و تمثال و تشبیہ سے پاک ہے کہ اُسکے مثل کوئی چیز نہین ہے پس اگر کسی شخص نادان کو کوئی تمثال
دھوکا دے تو وہ مکر شیطان ہوگا اُس سے پناہ مانگے جیسے غوث الامۃ سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو پیش آیا چنانچہ یہ حکایت مترجم نے
خاتمہ سورۂ روم کی تفسیر مین بیان کی ہے - م - بعض مشائخ نے کہا کہ ہر انسان کا جسم اپنی خواہش نفسانی مین بچھڑا ہے جسنے اسکی خواہشون
کی پیروی کی وہ اسکو معبود بنانے والا ٹھہرا کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ - یعنے تونے اُسکو دیکھا جسنے
اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا - اسیواسطے بعض احادیث و آثار مین مصرح وارد ہے کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہے جو دونون پہلو کے
بیچ مین ہے اسیواسطے قتل نفس یہ ہے کہ شریعت سے اُسکو خارج نہونے دے - مترجم کہتا ہے کہ بعضے جہال صوفیہ قتل نفس کے یہ معنے سمجھتے ہین
کہ کھانے پینے سے جسم کو لاغر کرے حالانکہ قتل نفس یہ ہے کہ نفس کی خواہشون کو شرع سے خارج نہونے دے اور جسم کے کمزور کرنے سے صرف
اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ بعض خواہشین کم ہوجاتی ہین لیکن اگر ایک شخص کمزور خلاف شرع خواہش پوری کرے تو ہنوز وہ نفس کا بندہ ہے اور
اگر ایک شخص پرزور اپنے نفس کو شرع سے خلاف نہ کرنے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور یہی معنی شیخ ابن منصور دواطی فارس رحمہم اللہ تعالیٰ
سے بنا بر بیان شیخ کے نکلتے ہین - م - بالجملہ اس آیت سے ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین جن لوگون نے گوسالہ پوجا اللہ تعالیٰ
نے اُنپر احسان عظیم فرمایا کہ اُنکو قتل سے باقی رکھا تا کہ جو یہودی موجود ہین پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو حسن توبہ کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ
اللہ تعالیٰ کے فرمان پر جان دینے کے لیے راضی تھے پس جو لوگ موجود ہین اُنکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو یاد کرین اور احکام توریت کے
موافق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین پھر اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر عمدہ جماعت بنی اسرائیل کو بعد موت کے زندہ کرنے کی نعمت یاد دلائی

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ

اور جب تمنے کہا اے موسیٰ ہم یقین نکرینگے تیرا جبتک نہ دیکھین اللہ کو سامنے پھر لیا تمکو بجلی نے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور تم دیکھتے تھے پھر اُٹھا کھڑا کیا ہمنے تمکو مر گئے پیچھے شاید تم احسان مانو

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کئی بار میقات طور سینا کے واسطے بلایا چنانچہ اول مرتبہ وہ ہے جب توریت عطا
فرمانے کے واسطے بلایا تھا اور اسکے بعد بنی اسرائیل نے خواہش کی کہ ہم لوگون کو ظاہر ہوجاوے کہ یہ احکام الٰہی ہین تو موسیٰ علیہ السلام
اُنکی پسند کے ستر آدمی ایک میقات کے واسطے ساتھ لے گئے تا کہ یہ لوگ خود سن لین اور ایک مرتبہ گوسالہ پرستی سے توبہ کے معاملہ مین عذر
کرنے کے لیے ستر آدمی گئے پھر ان آیات مین ساتھیون کا مرنا پھر زندہ ہونا مذکور ہے تو اہل تاریخ و روایات نے اختلاف کیا کہ یہ میقات
توریت مین واقع تھا یا گوسالہ کی توبہ مین واقع ہوا تھا اگرچہ اس سے کوئی حکم متعلق نہین ہان ہمارے نزدیک بالاتفاق ہے کہ جنہون نے
دیدار الٰہی کی درخواست کی تھی یہ درخواست کوہ طور ہی کے مقام پر تھی پس بعض مورخین و صاحب کشاف و بیضاوی کے نزدیک یہ میقات
توریت کا واقعہ ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعد غرق فرعون کے جب اللہ تعالیٰ نے توریت عطا فرمانے کا وعدہ دیا اور ایک مہینہ اور دس روز مقرر کیے
تو بنی اسرائیل نے کہا کہ یا نبی اللہ ہم مین سے کئی اچھے لوگ آپ کے ساتھ جاوین تا کہ خدا سے تعالیٰ کا کلام سنکر ہمکو گواہی دین کہ توریت کلام

الٰہی ہے جب سامری نے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یہ لوگ گواہی چاہتے ہین تو اُسکو خوب یقین ہو گیا کہ سخت احمق ہین اور اُسنے گوسالہ بنانیکا
قصد مصمم کر لیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین سے ستر آدمی چنے ہوے ساتھ لیے کما قال تعالیٰ ۔ واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا
الآیۃ ۔ پھر ایک چلہ روزے وعبادت مین بسر کرنے کے بعد جب کوہ طور پر چڑھے تو موسیٰ علیہ السلام سب سے آگے پہونچے اور حق سبحانہ
تعالیٰ دانا سے علیم نے فرمایا کہ موسیٰ تو اُن لوگون سے پہلے کیون آیا موسیٰؑ نے عرض کیا کہ پروردگار وہ لوگ بھی میرے قدم بقدم آتے ہین کما فی قولہ
تعالیٰ ۔ ہم اولاء علیٰ اثری وعجلت الیک رب لترضیٰ الآیۃ یعنی مین تیری رضا حاصل ہونے کے لیے جلدی حاضر ہوا ۔ ۞ ۔ پھر انکو امتحان قوم
و گمراہی سے آگاہ فرما کر ایک ابر سفید مین گھیر لیا پھر بعد مناجات کے ابر کھل گیا تو اُن لوگون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم نے بھی
کلام الٰہی سنین تو گواہی پوری ہو پس اُنھون نے کلام الٰہی سنا لیکن کہنے لگے کہ ہم نہین مانینگے جب تک کہ آنکھون سے نہ دیکھین قرطبیؒ نے
کہا کہ یہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسی کو اظہر ٹھہرایا واللہ تعالیٰ اعلم ۔ اور امام ابن جریر و بغوی و سیوطی وغیرہ نے بروایت محمد بن اسحٰقؒ اسکو
دوسری میقات قرار دیا جو گوسالہ پرستی سے توبہ کے متعلق ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب توبہ مین قتل موقوف فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے ستر آدمی لیکر میقات پر آوین تاکہ وہ لوگ گوسالہ پرستی سے معذرت کرین پس موسیٰ علیہ السلام نے عمدہ عمدہ ستر آدمی
چنے اور انکو پاک صاف کر کے میقات پر لے گئے اور ابر سفید نے گھیر لیا اور اِن لوگون کو بھی ابر مین داخل کیا تو یہ سجدہ مین گر پڑے اور حالت
مناجات مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر ایسا نور آجاتا تھا کہ کسیکو دیکھنے کی تاب نہین ہوتی تھی لہذا درمیان مین ایک پردہ
ہو گیا اور انھون نے بھی احکام الٰہی کو سنا لیکن بعد ختم مناجات کے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم یون نہین مانینگے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ
کو عیانًا آنکھون دیکھین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا ۔ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی
نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً ۔ اور یاد کرو جب تمنے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو آنکھون دیکھ
لین ۔ ف یعنے تم لوگ وہ واقعہ یاد کرو کہ جب تمھارے باپ دادون نے بجاے شکر و تعظیم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسا گستاخی
کا کلمہ کہا تھا کہ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے جب تک اللہ تعالیٰ کو آنکھون نہ دیکھین جسکو تم قطعًا مانتے ہو ۔ فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ پس تمکو صاعقہ نے گرفتار کیا درحالیکہ تم آنکھون دیکھتے تھے ۔ ف ربیع بن انس نے کہا کہ اُنھون نے
ایک آواز سخت سنی کہ مصعوق یعنے مردہ ہو گئے اور اصل صعق ایسی غشی ہے جو مردہ کے مانند ہو لیکن یہان موت مراد ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ۔
ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ پھر تمکو تمھاری موت کے بعد اُٹھایا تاکہ تم شکرگذار ہو ۔
ف یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ مر گئے تھے لیکن جبکہ صاعقہ آواز تھی تو ۔ انتم تنظرون ۔ کے یہ معنے ہین کہ تم دیکھتے تھے اس واقعہ کو جو تمپر نازل ہوا
اور ابن جریر نے سدیؒ سے روایت کی کہ صاعقہ ایک آگ تھی جو آسمان سے نازل ہوئی جسنے انکو جلا دیا وعلیٰ ہذا تنظرون کے یہ معنے ہین کہ تم لوگ
اس آگ کو آنکھون دیکھتے تھے جو تمپر نازل ہوئی ۔ اور عروۃ بن رویم نے کہا کہ بعضے بیہوش ہو کر گر گئے اور بعضے دیکھتے رہے (ابن کثیر بیضاوی مین ہے
کہ اگر صاعقہ آگ تھی تو خود آگ کو دیکھتے تھے اور اگر صاعقہ آواز تھی تو اُسکا اثر دیکھتے تھے جیسے لوگ کہتے ہین کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ حال ہوا سیوطیؒ نے کہا یعنے
تم لوگ یہ حال آنکھون دیکھتے تھے سدیؒ و محمد بن اسحٰقؒ نے بیان کیا کہ جب انکو صاعقہ نے گرفتار کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر رونے لگے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے کہتے تھے
کہ الٰہی مین بنی اسرائیل سے کیا کہونگا کہ ہزارون وہان مارے گئے اور جو کچھ اچھے اچھے چھانٹے گئے تھے وہ یہان ہلاک ہو گئے ۔ ولو شئت اھلکتھم من قبل وایای اتھلکنا
بما فعل السفھاء منا ان ھی الا فتنتک الآیۃ ۔ الٰہی اگر تو چاہتا تو انکو پہلے ہی ہلاک کرتا اور مجھکو بھی اور کیا تو ہمکو ایسے کام پر ہلاک فرماویگا جو ہم مین بیوقوفون نے

کیا ہے یہ تو تیرا ہی امتحان ہے - ھ - پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ یہ ستر بھی انھین لوگون مین سے ہین جنہون نے گوسالہ کو
معبود بنایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے انکو زندہ فرمایا اور وہ ایک ایک کرکے زندہ ہونا شروع ہوئے حتی کہ ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے کہ
کیونکر زندہ ہوتے ہین - ربیع بن انس نے کہا کہ انکا مرنا موت مقدر نہین تھا بلکہ بطور سزا دہی کے واقع ہوا پھر زندہ کیے گئے تاکہ قدرت الٰہی
معاینہ کرین اور اپنی موت مقدر پوری کرین اور یہی قتادہؒ کا قول ہے - ابن جریر نے محمد بن اسحٰق سے روایت کی جسمین مذکور ہے کہ
انکو صاعقہ جنہین نے گرفتار کیا خلاصہ مفاد آیت یہ ہے کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے مین ناشکری کرتے اور بیجا سوال کرتے ہو
جیسے تمھارے باپ دادون نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا تھا کما قال تعالیٰ فسالوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ - یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو تسکین فرمائی کہ مشرکون وکافرون کے اس سوال سے غمگین مت ہو کہ تجھسے تو یہی سوال کیا حالانکہ موسیٰ سے اس سے بڑھکر سوال
کیا تھا جب کہا کہ ہمین اللہ تعالیٰ کو آنکھون دکھا دے ف اشارات عرائس مین ہے کہ ان لوگون نے موسیٰ علیہ السلام کی تقلید مین مشاہدہ
نہین بلکہ معاینہ کی درخواست کی حالانکہ انکو مشاہدہ کی بھی لیاقت نہ تھی لہذا تجلی غضبی مین جل گئے لیکن رحمت سابقہ سے بدعاے موسیٰ
علیہ السلام انکو زندہ فرمایا تاکہ بعد موت کے زندہ ہونے کی شہادت ادا کرین ورنہ موسیٰ علیہ السلام پیغمبر کی بات کے واسطے کسی شہادت
کی ضرورت نہین ہے پس جو شخص بغیر استعداد کے مشاہدہ طلب کرے اسکا یہی انجام ہے مترجم کہتا ہے کہ استعداد حاصل ہونا اتباع شریعت پر
موقوف ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ جب بندہ ایمان لاتا ہے تو شمع ایمان قلب مین روشن ہوتی ہے پھر جب اعمال صالحہ کے نور سے مدد پہونچتی ہے تو تمام
اعضا منور ہو جاتے ہین جنکی تفصیل قولہ تعالیٰ - یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور الآیۃ
کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگی اور اس استعداد کے بعد اسکو مشاہدہ کی لیاقت حاصل ہوتی ہے اور بدون اسکے شیطانی ہوسات ہوتی ہین
اکثر جاہل صوفی گرفتار ہوکر برباد ہوتے ہین - اور لالکائی نے کتاب السنۃ مین روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے
موسیٰ کسی زندہ کو طاقت نہین کہ مجھکو دیکھے مگر آنکہ وہ مرجائیگا اور تر خشک ہو جائیگا (بدور السیوطی) پھر جب بعد استعداد کے مشاہدہ مین یہ کیفیت ہے
تو بنی اسرائیل نے بہت بےادبی کی کہ آنکھون دیکھنے کی درخواست کی حالانکہ سورۂ اعراف مین آویگا کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود شان نبوت کے
اسکے متحمل نہین ہوئے - بعض مشائخ بغداد نے فرمایا کہ جسنے بغیر حرمت کے مشاہدہ چاہا محروم ہوا اور جسنے حرمت کے ساتھ مشاہدہ چاہا اسپر غلط
چھا گئی مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ کی تو یہ کیفیت ہے کہ بغیر حرمت کے محروم اور باوجود حرمت کے خود رفتہ ہو جاتا ہے تو جسنے معاینہ کا دعوی کیا وہ تو صاف اور بیباک
کیا نہین دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام معاینہ کی تاب نہین لائے اور بنی اسرائیل نے خواہش کی تو صاعقہ سے جلائے گئے غرض دنیا مین معاینہ
کی کوئی راہ نہین ہے اور جو شخص دعوی کرے جھوٹا ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے شرح عقائد مین صریح لکھا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص
شب معراج مین دیدار کا قول بعض صحابہ وتابعین سے ماثور ہے اور اسمین اختلاف بھی مشہور ہے جو شرح عقائد مین مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

اور سایہ کیا ہمنے تم پر ابر کا اور اوتارا تم پر من اور سلوی کھاؤ ستھری چیزین جو دین ہمنے تمکو

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

اور ہمارا کچھ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بعد ہلاک فرعون ونزول توراۃ کے بنی اسرائیل کا انتظام درست فرمایا اور ملک مصر وفلسطین کے باغات ومکانات کا

بنی اسرائیل کو وارث فرمایا چنانچہ قبطیون و فرعونیون کی بدبختیون کا بیان فرمایا بقولہ تعالی۔ کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم و اورثناہا قوما آخرین۔ چنانچہ وہ بنی اسرائیل کی وراثت مین آگئے لیکن مفسرین مین اختلاف ہی کہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وہ لوٹکر مصر مین آئے یا نہین کیونکہ اُنکو شام کی زمین مقدس مین آباد ہونیکا حکم تھا بالجملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر بنی اسرائیل کو اللہ تعالی کی نعمتین یاد دلائین چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا وآتاکم ما لم یؤت احدا من العالمین۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ای قوم تم اپنے اوپر اللہ تعالی کی نعمتین یاد کرو کہ اُسنے تم مین انبیا بنائے اور ملوک شاد یا اور تمکو وہ کچھ دیا جو عالمین مین سے کسیکو نہین دیا ہی۔ بعد اس نصیحت کے اُنکو ملک شام مین داخل ہونے و جہاد کرنے کی ترغیب دی کما قال تعالی یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین۔ یعنی ای قوم تم زمین مقدس مین داخل ہو جو اللہ تعالی نے تمھارے واسطے لکھی ہی اور اُلٹے پاؤن پیچھے پیٹھ مت پھیرو کہ لوٹ کر خاسرین مین سے ہو جاؤ۔ چنانچہ بنی اسرائیل چلے لیکن جب اُنکو معلوم ہوا کہ ملک شام مین بڑے بڑے قدآور عمالقہ بستے ہین تو بزدل ہوکر داخل ہونے سے انکار کیا ہر چند حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکو نصرت الٰہی وفتح کی بشارت دی مگر یہ لوگ فرعونیون کی ماتحتی مین ایسے بزدل ہو گئے تھے کہ لڑنے سے مطلق انکار کیا حتی کہ اللہ تعالی نے چالیس برس تک انپر شام مین داخل ہونا محروم کر دیا اور یہ لوگ مصر واپس جانا چاہتے تھے وہ بھی ممنوع کر دیا کہ اسی تیہ یعنے جنگل مین حیران پھرین کما قال تعالی فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض الآیۃ گویا نکتہ یہ تھا کہ یہ بزدل لوگ جو فرعونیون کی ذلت کے عادی ہو گئے ہین گذر جاوین اور انکی اولاد باقی رہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان نبوت مین بھی ابوجہل و ابولہب وغیرہ ایمان نہ لائے جنہین بت پرستی رچ گئی تھی لیکن اللہ تعالی نے انکو باوجود سرکشی کے ہلاک نہین فرمایا کیونکہ اُسنے انکی اولاد مین صالحین مقدر فرمائے تھے اسیطرح ان اسرائیلیون کو بھی اس جنگل مین محبوس رکھا کہ ہر چند کوشش کرتے تھے مگر نہین نکل سکتے تھے حتی کہ بھوک پیاس سے مرنے لگے آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالی نے بے محنت انکو سامان معیشت عطا فرمایا جسکا احسان ان آیات مین مذکور ہی کما قال تعالی۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔ یعنے یاد کرو اس نعمت کو کہ ہمنے تمپر غمام کا سایہ کیا۔ ف غمام جمع غمامہ کیونکہ وہ آسمان کو غم یعنے مستور کرتا ہی اور وہ ابر سپید تھا جس سے تیہ مین سایہ کر دیا تاکہ یہ لوگ حرارت آفتاب سے محفوظ رہین (رواہ النسائی عن ابن عباس) اور یہی ابن عمر و ربیع بن انس و قتادہ وسدی کا قول ہی (ابن ابی حاتم) امام ابن جریر نے کہا کہ دیگر علمائے سلف نے بیان فرمایا کہ یہ غمام بنسبت تمھارے ابر زیادہ خنک وخوشگوار تھا۔ ف مجاہد نے فرمایا کہ یہ غمام صرف انہین لوگون کو حاصل ہوا ہی۔ (ابن ابی حاتم) اور ابن جریج کی روایت مین ہی کہ جنگ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو بھی ملائکہ اسی غمام مین آئے تھے (سنید) پھر اللہ تعالی نے انپر غمام کا سایہ کیا اور روشنی کے واسطے ایک نور کا عمود بلند قائم ہو جاتا تھا جس سے تمام شب روشن رہتا تھا رہا کھانے پانی کا بیان تو وہ آئندہ آیات مین مذکور ہی چنانچہ کھانے کی نسبت فرمایا۔ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ اور ہمنے تمپر من وسلویٰ اتارا۔ ف شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ من کے بارہ مین عبارات مفسرین مختلف ہین چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ من ایک چیز تھی جو درختون پر گرتی تھی اور یہ لوگ صبح کو جاکر جسقدر چاہتے تھے کھاتے تھے مجاہد نے فرمایا کہ گویا وہ ایک قسم کا گوند ہی اور عکرمہ نے کہا کہ من ایک شیرہ کی شکل مثل اوس کی طرح گرتی تھی سدی نے کہا کہ زنجبیل کے درخت پر پڑتی تھی قتادہ نے کہا کہ اسی تیہ مین برف کی طرح گرتی تھی جسکا رنگ دودھ سے زیادہ سفید اور مزہ شہد سے زیادہ شیرین تھا وہ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک گرتی جسمین آدمی اسی روز کی قدر کفایت

لے لیتا حتی کہ اگر زیادہ لیتا تو بگڑ جاتی تھی ہاں جمعہ کے روز البتہ جمعہ و سنیچر دو روز کے واسطے لیتا تھا جو سنیچر کو نہیں بگڑتی تھی کیونکہ سنیچر انھوں نے
عبادت کے واسطے اختیار کیا تھا جسمیں معیشت کے واسطے نہیں اُٹھتے تھے - مترجم کہتا ہے کہ شاید اس لائق بھی تھی کہ پانی میں گھول کر پی جاوے
چنانچہ ربیع بن انسؒ نے کہا کہ وہ شہد کے مانند تھی جسکو پانی میں گھولکر پیتے تھے لیکن وہب بن منبہ کا قول ہے کہ وہ باریک میدہ کے مانند روٹی تھی اور
ابن جریرؒ نے شعبی سے روایت کی کہ یہ تمہارا شہد اُس من کے ستر جزو میں سے ایک جزو ہے شیخ ابن کثیرؒ نے اس مقام پر طرق کثیرہ کے ساتھ
حدیث ذکر فرمائی کہ کماۃ بھی منّ میں سے ہے اور اُسکا پانی آنکھ کے واسطے شفا ہے (بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہم) اور حدیث ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ کماۃ تو زمین کی چیچک ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی
(الترمذی والنسائی) اور حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ میں اسقدر زیادہ ہے کہ عجوہ جنت سے ہے (النسائی) مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کماۃ وہی ہے جسکو کھنبی یا
دھرتی کا پھول کہتے ہیں اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں وارد ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض
مالہا من قرار الآیۃ میں شاید یہی کھنبی مراد ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کماۃ من سے ہے اور اسکا پانی آنکھ کے واسطے شفا ہے اور
عجوہ جنت سے ہے اور اسمیں زہر سے شفا ہے - (ابن مردویہ) رہا بیان سلویٰ تو ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ وہ پرند ہے لیکن قرطبیؒ نے کہا کہ
اجماع کا دعویٰ نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ مورخ وجوہری وغیرہ بعض نے کہا کہ وہ شہد ہے - مترجم کہتا ہے کہ ان لوگوں نے شعر کہا تھا اور ایک شعر میں سلوان قسم کی
جو شہد منسوب ہے اُسکو بیان کیا ہے اور آیت میں وہ سلویٰ مراد ہے جو وہاں نازل ہوا پس شاید مفسرین متفق ہوں کہ آیت میں سلویٰ پرند ہے واللہ تعالیٰ
اعلم - علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلویٰ ایک پرند تھا جو مشابہ سمانی کے تھا - مترجم کہتا ہے کہ سمانی مشہور ہے کہ بٹیر کی [illegible]
قسم سے ہے اور یہی قول سدی نے ابن عباسؓ وابن مسعودؓ و ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے بسند جید ابن عباسؓ
روایت کی کہ سلویٰ یہی سمانی ہے اور یہی مجاہد وشعبی وضحاک وحسن وعکرمہ وربیع بن انس رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور عکرمہ سے دوسری روایت
یہ ہے کہ سلویٰ ایک جنتی پرند سے مشابہ تھا جو گنجشک سے بڑا ہوتا ہے اور قتادہ نے کہا کہ سلویٰ ایک پرند مائل بسرخی تھا جو ہوائے جنوب [illegible]
لاتی اور آدمی ایک روز کی مقدار اُسمیں سے ذبح کر لیتا اور اگر زیادہ رکھتا تو وہ بگڑ جاتا تھا سوا روز جمعہ کے کہ سنیچر کے واسطے جو کچھ رکھ لیتے وہ [illegible]
بگڑتا تھا - وہب بن منبہ نے کہا کہ سلویٰ ایک پرند ہوتا ہے کہ اُسکا موٹا تازہ کبوتر کے مشابہ ہوتا ہے اور ایک روایت میں وہب نے کہا کہ بنی اسرائیل نے
موسیٰ علیہ السلام سے گوشت کی درخواست کی (بعض روایت میں ہے کہ ہم من شہری سے اکتا گئے آپ دعا کریں کہ ہمکو گوشت ملے) تو اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اُنکو بہت ہلکا گوشت دونگا (تاکہ اُنکے دل نرم ہوں) پس اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ سلویٰ اُنکے مساکن میں [illegible]
لائی اور سلویٰ یہی سمانی ہے پس وہ میل در میل طول و عرض میں بچھا دیتی اور ایک نیزہ اونچا ہوتی تھی اور حکم تھا کہ ایک ہی روز کے واسطے [illegible]
اُنھوں نے خیانت کر کے اُسکو جمع کیا تو گوشت سڑنا شروع ہوا - مترجم کہتا ہے کہ حدیث [illegible] میں آیا کہ لولا بنو اسرائیل لم یخنز اللحم
اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت گندہ نہ ہوتا (صحیح مسلم) الحاصل اللہ تعالیٰ نے اُنکو بغیر مشقت و محنت کے لطیف غذا من وسلویٰ عطا فرمائی
تاکہ سایۂ غمام میں شکر ادا کریں اور فرمایا - كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ - یعنی کھاؤ طیبات رزق سے جو ہمنے تمکو عطا کیا
ف - اگر طیبات بمعنی حلالات کے ہے تو تاویل یہ ہوگی کہ سمانی کو ذبح کر کے کھاؤ اور مراد یہ کہ کھاؤ یا من کو ذخیرہ اور گوشت کو گندہ [illegible]
اُنکو جو چیز میسر تھی وہ کل حلال تھی یا اضافت بیانیہ ہے یعنی یہ رزق جو ہمنے تمکو عطا کیا وہ حلال ہے اسمیں سے کھاؤ اور اگر طیبات بمعنی لذیذ ہو
اضافت بیانیہ ہے یعنی اس رزق میں سے جو کہ لذیذ ہے کھاؤ بہر حال یہ حکم بطور عبادت نہیں ہے بلکہ بطور اباحت واحسان ہے جیسے کوئی شخص اپنے

غلامون کو غذائے نفیس کا ڈھیر دیکر کہے کہ لو عزیزو اس غذائے لطیف سے خوب کھاؤ پھر اونپر معلوم ہوا کہ اُنھون نے من و سلوی کا ذخیرہ کرکے
برباد کیا جس سے یہ نعمت منقطع ہو گئی جیسا کہ شیخ سیوطیؒ نے لکھا یا اُنھون نے قدر نہ کی بلکہ گیہون و مسور و لہسن و پیاز وغیرہ مانگا چنانچہ آئندہ
آویگا یا بقول شیخ ابن کثیرؒ ان لوگون کو شکر کرنے و فرمانبرداری کا حکم تھا اُنھون نے اُسمین مخالفت کرکے ظلم کیا قال تعالیٰ وَمَا ظَلَمُونَا
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ۔ اور ہمارا کچھ نقصان نہین کیا بلکہ یہ لوگ اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے تھے ۔ ف کیونکہ سرکشی
یا نافرمانی کرنیکا وبال انھین پر پڑتا تھا اور نہایت آرام سے جو غذا اُنکو ملتی تھی اُسکو چھوڑ کر گیہون وجو و مسور و پیاز وغیرہ کے واسطے محنت کرکے
تکلیف اُٹھانا اُنھین پر لازم آیا ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو لباس اُنکو عطا فرمایا اُسمین واضح کرامت دیدی کہ وہ پھٹتا
نہ تھا اور نہ میلا ہوتا تھا اور بچون کے بدن کے موافق بڑھتا جاتا تھا ۔ پانی کا بیان تو سدیؒ کی روایت مین ہے کہ جب اُنھون نے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے
موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا سے پتھر کو مارو تو اُسمین سے بارہ چشمے جاری ہوئے چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ یعنے قولہ تعالےٰ
واذ استسقیٰ موسیٰ لقومہ کی تفسیر مین اسکا بیان آویگا ۔ (تنبیہ) علماء نے فرمایا کہ تیہ کے اندر قید ہونا بنی اسرائیل کے واسطے سرکشی
کی سزا تھی اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے واسطے رحمت تھی اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ہارون علیہ السلام نے تیہ مین انتقال فرمایا
اور اُنکے ایک سال کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بھی انتقال کیا اپنے انتقال کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی مجھکو بیت المقدس
سے اسقدر نزدیک کر دیا جاوے جتنی مسافت کہ پتھر پھینکنے کی ہوتی ہے یعنے اگر بیت المقدس سے کوئی پتھر پھینکا جاسکے تو وہان گرے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مین وہان ہوتا تو اُنکی قبر بتلاتا جو سرخ ٹیلے کے پاس ہے ۔ (کما فی الصحیح) اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے شب معراج کو جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مین نماز پڑھتے دیکھا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ٹیلہ بیت المقدس
مدینہ کی جانب واقع ہے پھر اس میعاد کے اندر بنی اسرائیل مین سے بھی سب وہ لوگ مر گئے جنکی عمر بیس برس سے زیادہ تھی اور باقی نوجوان
و بچے رہ گئے جن پر حضرت یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوئے جنھون نے اُنکو ساتھ لیکر کفار عمالقہ پر جہاد کیا یہانتک کہ اُنکو بالکل برباد کر دیا کیونکہ
اُسوقت جہاد مین یہ حکم تھا کہ بعد فتح کے کفار یا تو ایمان لاوین ورنہ بالکل قتل کر دیے جاوین چنانچہ انبیاء بنی اسرائیل مین یہ حکم توریت
دو ہزار برس تک برابر جاری رہا پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہوئے تو منجملہ اُن احکام کے جو انجیل مین منسوخ کیے گئے یہ حکم جہاد بھی ہے اور
باقی احکام توریت بدستور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین بھی جاری رہے (تنبیہ) اونٹ کا گوشت اور دودھ اور چربی و شراب کا
حرام ہونا اور جہاد کا فرض ہونا شریعت انجیل مین منسوخ ہوا اگرچہ تعجب ہے کہ موجودہ نصرانی منسوخ ہونے کے معنے نہین جانتے اور قرآن مجید پر بعض احکام
منسوخ ہونے کا اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نسخ ہونا جائز نہین ہے کیا اللہ تعالیٰ پہلے نہین جانتا تھا جو ایک حکم دیا پھر منسوخ کیا حالانکہ
ان نادانون سے کوئی شخص پوچھے کہ توریت تمپر فرض ہے اور کتاب الٰہی مانتے ہو پھر کیا نہین جانتے ہو کہ یہ احکام منسوخ ہو گئے اور شاید
تم نہین جانتے ہو کیونکہ تمکو نسخ کے معنے ہی نہین معلوم ہوئے بلکہ نسخ تو عین علم الٰہی کی دلیل ہے جسپر کوئی بات پوشیدہ نہین ہے پس اُسنے اپنے علم غیب
سے جانتا تھا کہ یہ حکم جو پہلے دیا گیا ہے اسکے بعد میری قدرت مین فلان وقت آویگا جب مین بندون کی دوسری حالت قائم کرونگا تو اُسوقت
کے واسطے یہ دوسرا حکم ہوگا پس پہلا حکم اُسنے اپنے علم سے ایک مدت تک کے واسطے دیا تھا جب وہ مدت گذری تو دوسرا حکم دیا
جو اسکے علم مین سابق سے موجود تھا اور بندون کو اسکی حکمت کبھی ظاہر و کبھی مخفی ہوتی ہے مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین حکم جہاد منسوخ ہونے کی بعض
حکمت یہ ظاہر ہے کہ نبوت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل سے مخصوص تھی اور وہ لوگ معنی نبوت سے خوب واقف تھے تو اُنپر جہاد کی کوئی

ضرورت نہ تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بعض انجیل موجودہ میں یہ بشارت موجود ہے کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ میرے بعد محمود مقدس آویگا جسکی جوتی کا تسمہ باندھنے کی مجھ میں لیاقت نہیں ہے وہ مختار ہوگا کہ ناکارہ لوگوں کو پھٹک کر تلوار سے آگ میں ڈالیگا۔ھ۔ یہ بشارت خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قطعاً ظاہر ہے کہ عرب کی جوتیاں تسمہ دار ہوتی ہیں اور آپ محمد محمود مختار ہیں کہ جہاد سے آپ نے ناہنجار کفار کو فی النار کیا۔ والحمد للہ رب العالمین ۔ (تنبیہ) جب معلوم ہو چکا کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے تیہ مذکور میں انتقال کیا تو ظاہر ہوا کہ جب بنی اسرائیل نے منّ و سلوی جمع کرکے ناشکری کی تو اس ناشکری پر منّ و سلوی کا آنا موقوف نہیں ہوا تھا جیسا کہ شیخ سیوطیؒ نے گمان کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واذ قلتم یاموسی لن نصبر علی طعام واحد الآیۃ۔ چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر میں ظاہر ہوگا کہ انھوں نے اپنی خواہش سے من و سلوی کی تبدیل چاہی تھی حتی کہ انکو مصر یعنے ایک شہر میں جانیکا حکم ہوا جہاں انکو منّ و سلوی موقوف ہو کر انکی خواہش کی چیزیں یا مسور و جو و پیاز وغیرہ ملیں اور چونکہ یہ خطاب موسیٰ علیہ السلام کو ہے تو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شہر بیت المقدس کے قریب نہیں تھا کیونکہ بیت المقدس میں یہ لوگ بعد موسیٰ علیہ السلام کے داخل ہوئے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مصر مذکور اسی تیہ کے احاطہ میں تھا بشرطیکہ تیہ مذکور سے نکلنے کی اجازت نہو اور شاید کہ مصر سے ملک معروف مراد ہو تو ثابت ہوگا کہ پھر یہ لوگ بیت المقدس و شام سے محروم کرکے مصر کو واپس بھیجے گئے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ جب موسیٰ علیہ السلام کا انتقال اسی جنگل میں ہوا تو صحیح یہی ٹھہرا کہ شہر مذکور بھی اسی جنگل کے احاطہ میں تھا اور یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے تاکہ آئندہ تفسیر آیات میں تحقیقی مدد حاصل ہو واللہ تعالیٰ الموفق والحمد للہ رب العالمین بالجملہ اس تیہ مذکور میں گرفتار کرکے بنی اسرائیل کو عجائب آیات قدرت دکھلائیں اور انکا یقین معرفت الٰہی ان دلائل قدرت سے کامل ٹھیک کر دیا تھا باوجود اسکے انھوں نے آئندہ بعض نافرمانیاں کیں اسیواسطے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بنو اسرائیل نے مصر میں بمقابلہ فرعون کے عجائب آیات قدرت کا معائنہ کیا اور نجات بحر قلزم و غرق فرعون میں غرائب معجزات دیکھے اور تیہ مذکور میں طرح طرح کی کرامات مشاہدہ کیں باوجود اسکے یقین باطن میں تزلزل ہو جاتا تھا اور یہیں سے سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی فضیلت دیگر انبیاء کے اصحاب پر ظاہر ہے کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ مہالک و خطرات و قلیل جماعت سے بہت کثیر مشرکین پر جہاد کرتے حالانکہ بھوک پیاس کی شدائد و تکلیفات اٹھاتے مگر کمال معرفت و یقین میں اسقدر مرتبہ عالی رکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں تعنت و سرکشی و رکنا کبھی خلاف ادب بھی نہیں کیا بلکہ کبھی بدون آپکی مرضی کے کوئی سوال بھی نہیں کیا چنانچہ غزوۂ تبوک میں باوجود سخت گرمی و محتاجی قحط و سفر دور و دراز کے ساتھ حاضر رہے حالانکہ جب طعام کے سخت محتاج تھے حتی کہ ایک چھوہارہ کئی آدمی باری باری سے اپنے منہ میں چوستے تھے کبھی طعام کا سوال نکیا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زبان مبارک سے سب کے زاد راہ طلب فرمائے اور اس ستر ہزار لشکر نے جب وہ جمع کیے تو صرف ایک گز کے درمیان جمع ہوئے جتنی وسعت میں ایک بکری بیٹھ جاتی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چاہی دعا فرمائی اور ایک چادر سے ڈھنک دیا کہ اسکے نیچے سے یہ لوگ اپنے اپنے تھیلے و ظروف بھر لے گئے اور پانی کے سخت محتاج ہوئے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ایک لوٹا طلب فرمایا جسمیں چند قطرات پانی تھا پھر اسکے منہ پہ اپنا مبارک ہاتھ رکھکر جھکایا کہ لشکر والوں نے اس سے وضو کیا اور اپنی مشکیں بھر لے گئے حتی کہ جانوروں کو بھی سیراب کیا مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال معرفت ببرکت کمال نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھی کہ آپ کے دیدار مبارک سے جو نور ایمان انکے قلوب میں آتا تھا بکمال قبولیت و رحمت الٰہی عزوجل اسقدر کامل تھا کہ ہزاروں برس کی طاعت و عبادت کے ساتھ بھی کسی زمانہ میں ممکن نہیں و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اور کیوں نہو کہ حبیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق محبوب رب العالمین صفوۃ الانبیاء والمرسلین

خیر الخلق اجمعین ہین تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تمام پیغمبرون کے اصحاب سے افضل ہین اسیطرح آپ کے حقیقی امتی بھی دیگر انبیا علیہم السلام کے حقیقی امتیون سے زائد ہونگے بلکہ جمیع انبیا کی مجموعہ امتون سے سہ چند زائد ہونگے والحمد للہ رب العالمین - پھر اللہ تعالیٰ نے موجودہ یہود لوگون کی تہدید کے واسطے انکے بزرگون کی نافرمانی پر جو عذاب کیا وہ بھی یاد دلایا تاکہ انعام و تہدید دونون سے انکو تنبیہ کی جاوے کہ اگر یہ لوگ توریت کا عہد ترک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوینگے تو قیامت تک انپر غضب الٰہی کی حجت پوری ہوگی

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا

اور جب کہا ہمنے داخل ہو اس شہر مین اور کھاتے پھرو اوس مین جہان چاہو محظوظ ہوکر اور داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝

دروازے مین سجدہ کر کر اور کہو گناہ اوترے تو بخشین ہم تمکو تقصیرین تمہاری اور زیادہ بھی دینگے نیکی والون کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

پھر بدل لی بے انصافون نے بات سوائے اُسکے جو کہہ دی تھی پھر اُتارا ہمنے بے انصافون پر

رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

عذاب آسمان سے اُنکی بے حکمی پر

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قریہ سے بقول صحیح ایلیا بیت المقدس مراد ہے اور لکھا کہ جب بنی اسرائیل ملک مصر سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے اور انکو ملک شام مین جو زمین مقدس میراث یعقوب علیہ السلام ہے داخل ہونیکا حکم ہوا کہ عمالقہ پر جہاد کر کے اُنکو مسلمان کرین یا نکالین یا قتل کر ڈالین اور خود ملک شام مین داخل ہوکر آباد ہون مگر اُنھون نے نامردی کی حتی کہ ایک مدت تک جنگل مین بھٹکتے رہے اور اسی جنگل مین بنی اسرائیل کے بوڑھے لوگ مع موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے انتقال کر گئے اور بعد موسیٰ علیہ السلام کے یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوے تو اُنھون نے بعد چالیس سال کے تیہ سے نکلکر بنی اسرائیل کے نوجوان بقیہ جماعت لیکر عمالقہ پر جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح دی حتی کہ انھون نے جمعہ کے روز قریب غروب آفتاب کے ایلیا و بیت المقدس کو فتح کیا اور اسی مقام پر آفتاب غروب ہوا جاتا تھا اور سنیچر کا دن داخل ہونے کا خوف تھا حتی کہ یوشع علیہ السلام نے دعا کی اور آفتاب ٹھہر گیا یہانتک کہ فتح پوری ہوگئی اور اُنھون نے جماعت عمالقہ کو قتل کر ڈالا پھر آفتاب غروب ہوا اور بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ تعظیم کے ساتھ اس قریہ مین داخل ہون چنانچہ فرمایا وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ - اور جب ہمنے حکم دیا کہ تم لوگ اس قریہ مین داخل ہو - فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا - پس یہان سے جو کچھ چاہو وسعت کے ساتھ کھاؤ - ف یعنے تمپر کچھ ممانعت نہین ہے یہان ہر طرح کے اناج و میوہ جات کثیرہ تمہارے واسطے مباح ہین وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا - اور داخل ہو دروازے مین درحالیکہ تم سجدہ کرتے ہوئے ہو - ف یعنے رکوع کی طرح جھکے ہوئے ہو یہی عوفی و سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی (ابن جریر و ابن ابی حاتم والحاکم) اور یہ مجاز متعین ہے اسواسطے کہ سجدہ کی حالت مین چلنا ممکن نہین ہوتا بلکہ سجدہ کا اطلاق دونون معنے پر آتا ہے یعنے جھک جانیکو بھی سجدہ کہتے ہین اور سر زمین پر رکھنے کو بھی سجدہ کہتے ہین گویا ابتداے سجدہ جھکنا اور انتہاے سجدہ زمین پر سر رکھ دینا ہے اسیواسطے جب ہماری شریعت مین سواے اللہ تعالےٰ کے غیر کے واسطے بطور تکریم بھی سجدہ حرام ہے تو سلام کی حالت مین جھکنا بھی ممنوع ہے جیسا کہ حدیث مین مصرح ہے پس یہان سجدہ کے یہی معنے متعین ہین جنکے ساتھ

چلنا ممکن ہو حاصل یہ کہ اُنکو حکم دیا گیا تھا کہ ملک شام فتح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اس طرح کہ قبلہ بیت المقدس کی جانب باب ایلیا
سے داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کے لیے رکوع کرتے ہوئے جاؤ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ ۔ اور کہتے جاؤ حِطَّۃٌ ۔ ف یعنے الٰہی ہم سے ہمارے گناہ حط فرما
یہی قول حسن و قتادہ ہے اور ابن عباس رض نے کہا کہ حطۃ یعنے مغفرۃ ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکا بھی وہی حاصل ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے اُنکو حکم دیا کہ سجدہ
کرتے ہوئے یہ کہتے جاؤ کہ الٰہی ہمارے خطیات ہم سے حط فرما یعنے مغفرت فرما نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۔ تو ہم تمہاری خطائین بخشدینگے ۔
وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ اور محسنین کے واسطے ہم مزید فرماوینگے ۔ ف یہان دو معنے ہین اول یہ کہ جو لوگ تم مین سے مرتبہ
احسان پر پہونچے ہین یعنے اُنکی خلوص عبادت بمنزلہ کشف و مشاہدہ ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین مرتبہ احسان کے
یہ معنے منصوص ہین تو حاصل یہ ہوگا کہ جو لوگ تم مین سے مرتبہ احسان پر پہونچے ہین اُنکے خلوص و صفائے نیت پر ثواب مزید کثیر جمیل
عطا ہوگا دوم یہ کہ محسنین نیکو کار کے معنے مین ہو تو اُنکے واسطے ترغیب دی گئی کہ جب تم لوگ اس حکم کی فرمانبرداری کروگے کہ سجدہ کرتے ہوئے حطۃ کہتے ہوئے
داخل ہو تو تم لوگ محسنین ہو جاؤگے اور ہم ایسے محسنین کے واسطے مزید فرمائینگے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ ۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ۔ ہر شکر گذار کے واسطے اللہ تعالیٰ
نعمتون مین زیادتی فرماتا ہے خصوص جبکہ یہ لوگ گناہون سے پاک ہوگئے تو انکے اعمال کا ثواب بڑھ گیا پس اُنکو وعدہ فرمایا کہ تمہاری اس
شکر گذاری پر تمہارے واسطے ثواب جمیل و فتوحات دیگر حاصل ہونگے اسیواسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات حاصل ہوتی تھین
تو جناب الٰہی عزوجل مین آپکا خضوع و خشوع بڑھتا جاتا تھا چنانچہ سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح ۔ مین بھی تسبیح و استغفار کا حکم ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز بھی غسل فرماکر آٹھ رکعت نماز پڑھین ۔ بعضے کہتے ہین کہ یہ نماز چاشت تھی اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ نماز فتح تھی
اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے اسیواسطے ان علماء کے نزدیک مستحب ہے کہ جب سلطان کسی ملک کو فتح کرے تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت شکرانہ فتح ادا کرے
چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جب دار السلطنت کسریٰ کو فتح کیا تو آٹھ رکعت نماز شکرانہ پڑھی اور امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ ہر دو رکعت کے
درمیان سلام پھیرے اور بعض کے نزدیک کل بسلام واحد ہین القصہ بنی اسرائیل کو بطور شکرانہ یون حکم دیا تھا کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت
تعظیم کی صورت مین رکوع کرتے ہوئے اور زبان سے حطۃ کہتے ہوئے داخل ہون تاکہ ہم اُنکی خطائین معاف کرین اور اونکے حق مین نعمت زیادہ
کرین لیکن اُنکو بجائے مغفرت و ثواب کے گیہون وغیرہ کی خواہش زیادہ تھی ۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جنگل سے جب آبادی مین
بھی بھیجے گئے تو بھی وہان گیہون وغیرہ نہین ملے تھے کیونکہ اُنھون نے مسور و لہسن و پیاز وغیرہ مانگا اور منّ و سلویٰ کو اُس سے مبادلہ کرلیا
تو شاید گیہون وغیرہ ممنوع ہو جسکی خواہش بڑھی ہوئی تھی کہ بجائے مغفرت کے اُسکو مانگنے لگے کما قال تعالیٰ ۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ ۔ پس بدل ڈالا اُن لوگون نے جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا تھا بات کو سوائے
اُسکے جو اُنسے کہی گئی تھی ۔ ف یعنے اُنسے سجدہ کرتے ہوئے حطۃ کی درخواست کرنے کو کہا گیا تھا سو اُنھون نے اُسکو بدل ڈالا چنانچہ
حدیث ابو ہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما مین ہے کہ بیٹھ کر چوتڑون کے بل گھسکتے ہوئے اور حبۃ فی شعیرۃ کہتے تھے (بخاری و ترمذی
نسائی ابو داؤد) براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سفہاء الناس یہ یہودی ہین کہ انسے کہا گیا تھا کہ اس دروازے مین سجدہ کرتے ہوئے
یعنے بحالت رکوع داخل ہو اور حطۃ یعنے مغفرۃ کہو مگر یہ لوگ چوتڑون کے بل گھسکتے چلے اور بجائے حطۃ کے حنطۃ فی شعیرۃ کہتے تھے یعنے
سرخ گیہون ملین جنمین جو ملے ہون ۔ مترجم کہتا ہے کہ زبان عبرانی زبان عرب سے بہت مشابہ ہے چنانچہ عبرانی مین حطہ بمعنے حط و مغفرۃ کے
جیسے عربی مین بھی معنے لیے جاتے ہین اور جیسے عربی مین گیہون کو حنطہ کہتے ہین ویسے ہی عبرانی مین کہتے ہین اور یہی تفسیر جماعت صحابہ

تابعین سے مروی ہے پس جب انھون نے ایسے مقام تعظیم مین ایسی بے ادبی کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو فوراً سزا دی چنانچہ فرمایا ۔ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝ پس ہمنے نازل کیا اُن لوگون پر جنھون نے ظلم کیا تھا آسمان سے رجز بوجہ اُنکے فسق کرنے کے ۔ ف یعنے فرمان سے باہر ہوکر یہ لوگ ظالم ہوئے تو ہمنے ان لوگون پر آسمان سے رجز یعنے عذاب اُتارا اور یہ طاعون تھا سیوطیؒ نے لکھا کہ اس طاعون مین ستر ہزار یا کم ہلاک ہوئے نووی نے لکھا کہ طاعون ہر ایسی وبا کو کہتے ہین جو عادتی امراض کے خلاف ہو اور اُسمین بہت سے لوگ مبتلا ہوجاوین مترجم کہتا ہے کہ طاعون عمواس جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت ملک شام مین پھیلا تھا وہ ایک دانہ مٹر برابر نکلتا تھا جسمین نہایت شدت سے سوزش والتہاب ہوتا تھا اور کبھی سکا گرد سیاہ پڑجاتا تھا اور وہ قاتل ہے ۔ اور حدیث سعد بن مالک واسامہ بن زید وخزیمہ بن ثابتؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک رجز عذاب ہے جسکے ذریعہ سے تمسے اگلے لوگون کو سزا دیگئی ہے (الصحیحین وغیرہ) اور حدیث حبیب بن ثابتؓ مین ہے کہ جب تم کسی زمین مین طاعون کی خبر سنو تو وہان مت جاؤ اور اگر تم وہان موجود ہو اور اُسوقت یہ طاعون پھیلے تو وہان سے بوجہ طاعون کے مت نکلو (کما فی الصحیحین) علماء نے لکھا کہ شاید شیطان وسوسہ دلاویگا کہ وہ نکلنے سے بچ گیا یا وہان آنے سے مبتلا ہوگیا حالانکہ انکار تقدیر کفر ہے ۔ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ کوئی مرض متعدی نہین ہوتا ہے اور یہی حق صحیح ہے امام نووی نے لکھا کہ احادیث دیگر سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طاعون کو اس امت کے واسطے رحمت کردیا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو اسمٰعیل الازدی نے فتوح الشام مین بسند صحیح اسکو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہی حق صحیح ہے ۔ (تنبیہ) ہان یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جسم کے ساتھ تصوری خواص کا داخل مقدار فرمایا ہے چنانچہ خزم و دہشت کے ساتھ جو تصور انسان پر طاری ہوجاتا ہے بتقدیر الٰہی جسم مین وہی حالت پیدا ہونے لگتی ہے اور اطباء محققین بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ اگر ایک شخص تندرست کو یہ خوف بیٹھ جائے کہ اسکو دق ہوگئی ہے تو آخر اسکو دق ہوجائیگی اور چاند گہن کے وقت اگر حاملہ عورت کو کٹا ہوا چاند دیکھکر خوف بیٹھ جائے تو کثر وحمل پر اسکا اثر طاری ہوگا حتی کہ اُسکے اطراف مین سے کوئی عضو مقطوع ہوگا اور اگر سفید کبوتر کے انڈے کو سیاہی لگاوین اور اُسکے سامنے سیاہ کبوتر کی شکل بناوین کہ سیتے وقت برابر اُسکی نگاہ پڑتی رہے تو بچہ مین اثر ہوجاتا ہے اسیواسطے جذامی سے دور رہنے کا حکم ہے کہ اُسکا خوف وتصور بیٹھ جاتا ہے اور علیٰ ہذا کل امراض مین یہی حکم ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور پارۂ ہفتم مین قصہ موسیٰ علیہ السلام مین یہ اثر مدلل مذکور ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے یہودیونکو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتون پر بیوقوفی سے ناشکری کرنا اُنکا شیوۂ قدیم ہے جیسے تیہ مذکور مین اُنکو دھوپ سے سایہ اور رات مین روشنی اور تن کا کپڑا اور کھانے مین منّ وسلویٰ دیا آخر اُنھون نے ناشکری کی چنانچہ جس طرح اُنکو پانی دیا وہ معجزہ بیان کرنے کے ساتھ اُنکی ناشکری بھی بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ

اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو کہا ہمنے مار اپنے عصا سے پتھر کو پھر بہ نکلے اُس سے

اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا

بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو روزی اللہ کی

تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ

اور نہ پھرو ملک مین فساد مچاتے اور جب کہا تمنے اے موسیٰ ہم نہ ٹھہرینگے ایک کھانے پر

وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا

سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو نکال دے ہمکو جو اُگتا ہے زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہون

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِىۡ هُوَ خَيۡرٌ

اور مسور اور پیاز بولا کیا تم لیا چاہتے ہو ایک چیز جو ادنیٰ ہے بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہے

اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ ؕ

اُترو کسی شہر مین تو تمکو ملے جو مانگتے ہو

واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بارہ اسباط تھے عصاے موسیٰ مشہور ہے اور اُسکے بارہ مین اسرائیلی روایات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض روایت مین ہے کہ وہ درخت جنت کا تھا اور اُسکا طول دس ذراع بقدر قامت موسیٰ علیہ السلام کے تھا اور دونون کان کیطرح اُسمین دو شعبے تھے جو اندھیرے مین چمکتے تھے اور اُسکا نام علیق تھا۔ سراج و معالم مین کہا کہ یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ نے بھی اسرائیلی روایات نقل فرمائی ہین اور مقاتل نے نقل کیا کہ اُسکا نام نبعہ تھا اور آدم علیہ السلام اُسکو جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ انبیا علیہم السلام مین بطور میراث مین چلا آتا تھا یہانتک کہ شعیب علیہ السلام کو پہونچا شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا کہ اس پتھر کی نسبت بھی یہی روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ متوارث ہو کر شعیب علیہ السلام کو پہونچا اُنھون نے مع عصا کے موسیٰ علیہ السلام کو دیدیا اور بعض روایت مین ہے کہ ایک فرشتہ حضرت شعیب علیہ السلام کو امانت دے گیا تھا اور جب حضرت شعیب اپنی لاٹھیون مین سے موسیٰ علیہ السلام کے دینے کے واسطے ہاتھ ڈالتے تو ہر بار یہی عصا ہاتھ آتا تھا اور بنی اسرائیل سے یہان دیگر روایات بھی ہین جنکے نقل کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہے صرف اسقدر یقینی ہے کہ وادی ایمن مین حصول نبوت کے وقت موسیٰ علیہ السلام نے انبساط حق عزوجل کے وقت عرض کیا کہ یہ میرا عصا ہے مین اسپر ٹیکا لگاتا ہون چنانچہ آخر تک سورۂ طٰہٰ وغیرہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور اُسی مین اللہ عزوجل نے اژدہا بنانے کا معجزہ رکھا تھا اسی جہت سے وہ عصا معروف ہوگیا بالجملہ جب تیہ مذکور مین بنی اسرائیل پانی کے محتاج ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ دعا کرین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذِ اسۡتَسۡقٰى مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖ ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا۔ ف یعنی جناب باری تعالیٰ مین التجا کی کہ من و سلویٰ کیطرح ان پیاسون کو پانی بھی عطا ہو تو اظہار کمال قدرت آلٰہی کیا گیا تاکہ ان لوگون کا اعتقاد درست ہو فَقُلۡنَا اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ؕ پس ہمنے فرمایا کہ اپنے عصا کے ساتھ پتھر کو مار۔ ف ۔ یہ وہی عصا ہے جسکا ذکر اوپر ہوا اور رہا پتھر تو ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کے نزدیک بلا خلاف مربع پتھر تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اُسکو مارتے تو اُسکے ہر جانب سے تین چشمے ٹپکنے لگتے تھے اور جب اُن لوگون کو پانی کی حاجت پوری ہوجاتی تو خشک ہوجاتے تھے ۔ زمخشری نے بعد اس روایت کے زیادہ کیا کہ بنی اسرائیل آپسمین کہنے لگے کہ اگر یہ پتھر گم ہوجائے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگین پس اللہ عزوجل نے وحی فرمائی کہ صرف پتھر سے کلام کرین اور عصا نہ مارین تاکہ ان لوگون کو سمجھ حاصل ہو یون ہی ابن کثیرؒ کے نسخے مین مذکور ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید صحیح عبارت یہ ہے کہ بنی اسرائیل آپسمین کہنے لگے کہ اگر یہ عصا گم ہوجاوے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگین اور شاید کہ وحی مین یہ ہے کہ پتھر سے کلام کرین کہ پانی نکالیگا تاکہ ان لوگون کو معلوم ہو کہ یہان نہ عصا کی ضرورت ہے اور نہ کسی پتھر کی خصوصیت ہے اور زمخشری نے لکھا کہ

حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس پتھر کو چاہتے مارتے کسی پتھر کی خصوصیت نہ تھی اور کہا کہ یہ امر بنظر کمال معجزہ مناسب ہی
اور اسمین اظہار قدرت زائد ہی پس اس تقدیر پر معنے یہ ہوئے کہ اے موسیٰ اپنے عصا سے کسی پتھر کو مار پس الحجر مین الف لام جنس ہی اور اسرائیلی
روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ الف لام معرفہ ہی یعنے وہ پتھر معین تھا چنانچہ حدیث الفتون مین ابن عباسؓ سے منقول ہی کہ لشکر بنی اسرائیلی الفتون
کے درمیان ایک مربع پتھر رکھدیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسی پتھر کو مارین کہ اسکے ہر طرف سے تین چشمے ٹپکنے لگے اور بارہ
اسباط مین سے ہر سبط کو جس چشمے سے اسکو پانی ملنا چاہیے بتلا دیا گیا (نسائی وابن جریر وابن ابی حاتم) اور عطیہ العوفی نے کہا کہ اُنکے واسطے
ایک پتھر بیل کے سر برابر معین کردیا گیا تھا کہ اسکو اپنے ساتھ رکھتے تھے جب کسی منزل مین اُترتے تو موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے
اسمین سے بارہ چشمے جاری ہوتے تھے پھر جب اس منزل سے روانہ ہوتے تو پانی خشک ہوجاتا اور اسکو لادکر ساتھ لیجاتے تھے عطار
خراسانی نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ایک پتھر تھا جو ہارون علیہ السلام کی حفاظت مین رہتا تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی تو موسیٰ
علیہ السلام اسمین عصا مارتے تھے اور حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ پتھر کوہ طور سے تھا ۔ مترجم کہتا ہی کہ ان روایات کے موافق ایسا ظاہر
ہوتا ہی کہ جب نزول توریت کے بعد جہاد شام کا حکم ہوا تو ان میدانون مین پانی کے اہتمام کے واسطے اللہ تعالےٰ نے انکو یہ پتھر دیا ہو لیکن
ظاہر سیاق کلام اس امر کو مقتضی ہی کہ یہ معمولی بات نہ تھی بلکہ جب اس جنگل مین پہنچے اور پانی کے محتاج ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
ابتدائی درخواست فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم اور بعض نے کہا کہ یہ وہی پتھر ہی جسکے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی بدگمانی دور کی
تھی جسکا بیان قولہ تعالیٰ ۔ فبرّاہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا الآیۃ ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور یہان سے ایک تنبیہ یاد رکھنا
چاہیے کہ اس پتھر کا واقعہ زمانۂ قیام مصر مین ہوا اگر یہ وہی پتھر ہو کیونکہ تیہ مذکور مین موسیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا فاحفظہ زمخشری نے
نقل کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کو مارتے تو پانی جاری ہوتا تھا اور جب پانی کی ضرورت نہوتی تو آپ پھر عصا مارتے کہ وہ خشک ہوجاتا
تھا واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین اظہار قدرت کی تکمیل زائد ہی کیونکہ اُسی سے پانی جاری ہوا اور اُسی سے منقطع ہوا تو
محض قدرت الٰہی عزوجل ہی الحاصل جب موسیٰ علیہ السلام نے پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مارین
پس موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل فرمائی اور پتھر کو عصا مارا بعض نے لکھا کہ بارہ دفعہ مارا جیسا کہ سراج مین عطا سے منقول ہی فَانْفَجَرَتْ
مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ط پس بہ نکلے اسمین سے بارہ چشمے ۔ ف اور سورۂ اعراف مین ۔ فَانْبَجَسَتْ ۔ ہی جسکے معنے یہ ہین
کہ پسیج کر ٹپکنے لگے ۔ زمخشری و امام ابن کثیر و خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ پہلے اسمین سے ٹپکنا شروع ہوتے پھر کثرت ہوکر روان
ہوجاتے اسیواسطے خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اوفق یہ ہی کہ یہ چشمے روان ہوکر ہر سبط بنی اسرائیل کے یہان پہونچتے تھے جس سے
ہر سبط کو اپنا چشمہ معلوم ہوجاتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ط ۔ پہچان لیا ہر گروہ
نے اپنا گھاٹ ۔ ف یعنے ہر سبط بنی اسرائیل کو اپنا چشمہ بخوبی معلوم ہوگیا جہان سے وہ پانی لیوین ۔ اب ظاہر ہوگیا کہ اُنکو
کھانا کپڑا پانی سایہ روشنی سب اپنے فضل سے عنایت فرمائین اور ارشاد فرمایا کہ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا
فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور مفسد ہوکر زمین مین فساد مت پھیلاؤ ۔
ف اور فساد کے اقسام ہین ازانجملہ یہ کہ اعتقاد توحید مین وسوسۂ شیطان قبول کرکے مثلاً موسیٰ علیہ السلام سے معبود مقرر کرنیکو
کہا اور اعمال مین نافرمانیان کین مثلاً احکام توریت قبول کرنے سے انکار کیا یا جہاد سے پہلوتہی کی اور چونکہ

چالیس برس تک اُنپر داخلۂ شام حرام کردیا تھا لہذا اسوقت یہ تاکید نہیں فرمائی کہ جاؤ جہاد کرو (تنبیہ) اضرب بعصاک الحجر حکم بصیغۂ امر ہے اور - فانفجرت - بفاء تعقیب فعل موسیٰ علیہ السلام پر ہے یعنے نضرب فانفجرت یعنے حکم کے موافق موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو مارا پس چشمے جاری ہوئے اور بعینہ اسکی نظیر قولہ تعالیٰ - اضرب بعصاک البحر فانفلق الآیۃ - واقع ہوئی ہے یعنے اپنے عصا کے ساتھ سمندر کو مار پس موسیٰ علیہ السلام نے مارا تو وہ پھٹ گیا قولہ - تعثوا - مشتق از عثی بمعنے فساد کرنا تو - لاتعثوا - کے معنے تم فسادمت کرو پس قولہ مفسدین بطور تاکید کے حال واقع ہے آپ جاننا چاہیے کہ جب بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرنے میں نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک نہیں کیا کیونکہ قدرت آلٰہی میں انکی نسل سے فرمانبردار مومنین مقدر فرمائے تھے پس انکو کھانے پینے کو دیا جو بغیر محنت و مشقت انکو حاصل ہوتا تھا اور جس شخص کو فنائے دنیا و سچائی آخرت کا یقین ہے اُسکو فارغ البال بندگی کر کے درجات کے حاصل کرنے کا بہت اچھا موقع ہے جبکہ فساد نکریں اور اس نعمت کی قدر نکرنا بھی فساد میں داخل ہے لیکن ان لوگوں نے آخر اس پر صبر نکیا اور رحمت آلٰہی دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بھی معاف فرمایا چنانچہ اس احسان کو یاد دلایا بقولہ تعالیٰ وَاِذۡ قُلۡتُمۡ یٰمُوۡسٰی لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ اور یاد کرو جب تمنے کہا اے موسیٰ ہرگز ہم ایک ہی طعام پر صبر نہیں کرینگے - ف ایک ہی طعام سے اُنکی یہ مراد تھی کہ ہر روز ہمکو یہی من اور سلویٰ ملتا ہے اگرچہ حقیقت میں یہ دو طعام ہیں - فَادۡعُ لَنَا رَبَّکَ یُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ مِنۡۢ بَقۡلِہَا وَقِثَّآئِہَا وَفُوۡمِہَا وَعَدَسِہَا وَبَصَلِہَا ؕ سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ نکال دے ہمکو جو اُگتا ہے زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز - ف - ابن مسعودؓ کی قراءت میں بجائے فوم کے ثوم واقع ہوا یعنے لہسن اور ابن عباس و مجاہد و ربیع بن انس و سعید بن جبیر نے کہا کہ فوم بمعنی لہسن ہے اور دیگر مفسرین نے کہا کہ فوم بمعنی گیہوں ہے اور یہی ابن عباس سے دوسری روایت ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ یہی بنی ہاشم کی زبان ہے اور جوہری نے صحاح اللغۃ میں یہی معنے لکھے ہیں پس یہ کل قریش کی زبان ہے اور قرطبی نے عطاء و قتادہ سے نقل کیا کہ فوم ہر ایسے اناج کو کہتے ہیں جس سے روٹی پکائی جاوے حسن بصری نے فرمایا کہ ان لوگوں نے نعمت آلٰہی کی ناشکری کی اور جس لائق تھے وہی چیزیں مانگیں مترجم کہتا ہے کہ ان چیزوں کو جسم خاکی و زبان کے مزے میں دخل ہے تو یہ لوگ لطافت نورانیت کی نسبت مادی کدورت کی جانب زیادہ میل کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم اور من و سلویٰ میں حلوا کی لطافت مناسب نورانیت ہے بدلیل آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلاوت کو زیادہ پسند فرمایا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ حلوا و شہد کو پسند فرماتے تھے (بعض الصحاح) اور سلویٰ لطیف گوشت پرند ہے اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست کا گوشت زیادہ پسند فرماتے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ آپکی پسندیدگی گوشت ذراع کو صرف اسوجہ سے تھی کہ وہ لطیف ہوتا ہے اور جلد گل جاتا اور ہضم ہو جاتا ہے (کما فی الصحیح) پس انھوں نے اشرف کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اختیار کیا لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنکی اس پسند پر انکار فرمایا - قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ ہُوَ اَدۡنٰی بِالَّذِیۡ ہُوَ خَیۡرٌ ؕ - کہا کیا تم لیا چاہتے ہو ایسی چیز کو جو ادنیٰ ہے بدلے ایسی چیز کے جو بہتر ہے - ف یعنے موسیٰ علیہ السلام نے اُنکی رائے کا عیب اُنکو بتلایا کہ تم لطیف بابرکت رزق آلٰہی کو جو بے محنت و مشقت تمکو ملتا ہے جسکے ساتھ تم ہر طرح درجات آخرت حاصل کرنے کے واسطے فارغ البال ہو اور اُسکا مزہ و لطافت مناسب نورانیت ہے اسکو چھوڑ کر ادنیٰ درجہ کی چیزوں کو مانگتے ہو جو صرف اسی جسمانی زبان کے مزے سے متعلق ہیں حالانکہ یہ جسم عنقریب فانی ہو جائیگا باوجود اسکے حاصل کرنے میں مشقت و تکلیف اُٹھاؤ گے اور عبادت سے مجبور رہو گے پس اپنی رائے ناقص سے کیونکر اُسکو پسند کرتے ہو لیکن انھوں نے نہ مانا اور آخر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو حکم الٰہی پہونچا کہ اِهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ - اترو کسی شہر مین تو تمکو وہ
جو مانگتے ہو - ف مصر کے اصل معنے شہر کے ہین اور یہ ایک خاص ملک کا بھی نام ہے جہان فرعون حاکم تھا اور وہین سے بنی اسرائیل نکلکر
آئے تھے لیکن عربی زبان مین اُسکو ایسے مقام منصوب ہین جیسے آیت مین واقع ہوا ہے مصر بدون الف لکھتے ہین اب دیکھا جاوے کہ
آیت کریمہ مین مصر سے کیا مراد ہے یعنے خاص ملک مصر یا بمعنے شہر ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے لکھوائے تھے سب مین مصرًا تنوین کے ساتھ بالف لکھا ہوا ہے اور یہی جمہور سلف وخلف کی قراۃ ہے یعنے قرات متواترہ
بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ امام ابن جریر نے کہا کہ اجماع مصاحف کی دلیل سے مین جائز نہین رکھتا ہون کہ کوئی شخص اهبطوا مصر بغیر
الف وتنوین پڑھے اور ابن عباسؓ نے بھی اسکی تفسیر مین کہا کہ معنے یہ ہین کہ شہرون مین سے کسی شہر مین اُترو (ابن ابی حاتم) اور اسیکے
موافق سدی وقتادہ وربیع بن انسؓ سے مروی ہے لیکن ابن جریر نے فرمایا کہ ابی بن کعب وابن مسعودؓ کی قراۃ مین مصر بغیر الف ہے اور ابو العالیہ
واعمش سے اور ایک روایت ربیع بن انسؓ سے وارد ہوئی کہ اس سے مراد مصر فرعون ہے پھر ابن جریر نے کہا کہ "مصرًا" بتنوین الف کی صورت مین
بھی محتمل ہے کہ مراد مصر فرعون ہو کیونکہ کبھی قراۃ مین اُسکو تنوین دیدیتے ہین جیسے قواریرین قواریرًا کی بھی قراۃ آئی ہے پھر شیخ ابن جریرؒ نے
توقف کیا اور کہا کہ شاید مصر فرعون مراد ہو یا شہر دیگر مراد ہو امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تردد ٹھیک نہین ہے بلکہ حق یہ ہے کہ شہر دیگر مراد ہے جیسے
ابن عباسؓ وغیرہ نے تفسیر فرمائی ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اُن لوگون سے کہا تھا کہ جو کچھ تم مانگتے ہو یہ کوئی نفیس چیز قابل تردد نہین ہے
بلکہ جس کسی شہر مین اُترو ملیگی - مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے جو اختیار کیا کہ سوائے مصر کے دوسرا شہر مقصود ہے تو یہ محل تحقیق ہے چنانچہ معلوم
ہوگا اگرچہ شیخ ابن کثیر کے نزدیک راجح یہ ہے کہ بنی اسرائیل پھر مصر مین داخل نہین ہوئے گویا استدلال کیا کہ اللہ تعالے نے بسبب نافرمانی کے بنو اسرائیل پر
چالیس سال تک زمین مقدس یعنے شام مین داخل ہونا حرام فرمایا اور حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہے کہ موسیٰ وہارون علیہما السلام نے اسی تیہ
مذکور مین انتقال فرمایا پس اگر یہان مصر فرعون مراد ہو تو لازم آوے کہ یہ لوگ تیہ مذکور سے نکلکر ملک مصر مین گئے حالانکہ یہ درخواست
وواقعہ منصوص موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے اور معلوم ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر نہین گئے بلکہ اسی تیہ مذکور مین کسی شہر صغیر مین اُترے اور اسکی
وجہ یہ ہے کہ یہ تیہ مذکور اپنے مضافات مین بہت سے دیہات قصبات کو شامل تھا لیکن چھ لاکھ لشکر کثیر اس قابل نہین تھا کہ وہ کسی شہر
خاص مین اوتارا جاوے تاکہ وہان دانہ چارہ کا قحط پڑ جاوے لہذا وہ لوگ تیہ مین رہے اور مضافات کے دیہات وقصبات سے نزدیک ہوکر
ان چیزون کی کاشت وتردد سے یہ غذائین حاصل کین اور اسی تیہ مین موسیٰ وہارون علیہما السلام نے انتقال فرمایا لیکن عند التحقیق
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہلاک فرعون کے بعد بنو اسرائیل ایک مرتبہ ملک مصر مین گئے کیونکہ قصہ بقرہ وقتیل کا زندہ ہونا ودیگر واقعات اس امر پر
دلالت کرتے ہین اگرچہ مصر سے آکر تیہ مذکور مین پہنچنے کے بعد مصر کو واپس نہ گئے ہون واللہ تعالیٰ اعلم ف۲ واضح ہو کہ جس طرح عالم محسوس
مین ہر ایک کے مشارب علیحدہ مخصوص ہین مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسباط بنی اسرائیل مین سے ہر ایک نے پانی مین سے اپنا مشرب
پہچان لیا تھا اور جیسے افعال واحوال مین ہر ایک کے مشارب ہوتے ہین جیسے کسیکا مشرب تجارت ہے اور کسیکا صناعت ہے اور کوئی شاعر ہے
اور کوئی خوشنویس حتی کہ شاعری مشارب بھی علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین چنانچہ اہل فصاحت شعرا مین معروف ہین اسیطرح عالم آخرت مین لوگون کے
مشارب علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین مثلاً بعضے اہل عبادت ہین اور بعضے اہل علم ومعرفت ہین اور یہ باعتبار صفات قدس وافعال الٰہی
عزوجل سے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین حتی کہ اہل علم مین سے بھی ہر شخص کے واسطے مشرب اجتہاد وتقلید علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے شیخ جنیدؒ نے

فرمایا کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق چنانچہ سابق مین یہ روایت پوری مذکور ہو چکی ہے شیخ نے لکھا کہ یہ حضرت باری تعالیٰ عزوجل کی جناب مین ہر ایک کی نسبت خاص ہے بعضے مقام حیرت مین ہین اور بعضے مقام منت مین اور بعضے مقام وصلت مین اور بعضے مقام فنا مین اور بعضے مقام بقا مین اور بعضے مقام جلال وجمال مین اور بعضے مقام جبروت اور بعضے عالم ملکوت و بعضے مشاہد قدس و بعضے باغ انس مین اپنی اپنی سیر کے مقام توقف پر متفاوت ہین اور ہر ایک کے واسطے ہادی تقدیر نے اسکا پہچاننے والا رکھا ہے وہی اُسکا مشرب وگھاٹ ہے اور ابتدائی تفصیل مخلوقات مین دو طرح پر ہے جسمین دو فریق پیدا ہوگئے ہین اول وہ کہ جنکا مشرب نفس امارہ ہے جو اس عالم محسوسات پر فریفتہ اور یہین سے پانی اپنا ہے پس یہ لوگ اہل کفر و اہل دنیا ہین اگرچہ کافرون کے مشارب بھی بکثرت مختلف واقع ہوئے ہین لیکن کل اسی گھاٹ مین خوار ہونگے تو اُنکی تفصیل مین وقت رائگان کرنا بیفائدہ ہے اور فریق دیگر وہ ہین جو انفتاح قلب سے عقلی مشارب ملکوت مین ہین جنکی کچھ تفصیل و بیان ہوئی اور وہ سب اپنے اپنے مقام پر بہتر ہین لیکن اُنکے درمیان بھی تفاوت زمین و آسمان ہو جاتا ہے پس جنکا مشرب وانتہا عالم آخرت ہے اُنمین اور جنکا مشرب رضوان حق و وصلت ہے دونون مین بہت بڑا تفاوت ہے اور سورۂ اعراف مین انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تحقیق و توضیح آویگی (تنبیہ) امام رازی نے لکھا کہ بعضے فلاسفہ اس مقام پر انکار کرتے ہین کہ ایک چھوٹے مربع پتھر سے کیونکر بارہ نہرین جاری ہو سکتی ہین امام رازی نے لکھا کہ شاید اس احمق کو آیات قدرت مین کچھ بھی غور نصیب نہین ہوا کیا نہین دیکھتا ہے کہ بعضے پتھر یہ خاصیت رکھتے ہین کہ بال گراوتے ہین اور بعضون پر ڈورا باندھکر جلاؤ تو آگ اثر نہین کرتی ہے اور مقناطیس لوہے کو جذب کرتا ہے پس کیون محال ہے کہ یہ پتھر زمین سے پانی جذب کر کے بہاوے یا ہوا جذب کرکے پانی بناوے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے مقدمہ مین تنبیہ کر دی اور یہان بھی دو دلیلین بیان کرتا ہون (اول) یہ کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ سے زائد تھے جنپر یہ معجزہ طاری ہوا اور توریت مین اسکا احسان رکھا گیا پھر اُسوقت سے برابر بنی اسرائیل کی کثرت ہوتی گئی اور نقل متواتر چلی آئی تو متواتر قطعی کا انکار کرنا بالکل باطل ہے پس اس امر کا اقرار ضروری ہے کہ یہ محسوس واقعہ بیشک واقع ہوا تھا اور عصائے موسیٰ بیشک اژدہا ہو جاتا تھا اور توضیح یہ ہے کہ گذرے انبیاء و بادشاہ صرف بخبر متواتر ثابت ہوتے ہین مثلاً حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود بدلیل متواتر ثابت ہے اور شرط تواتر یہ ہے کہ اول یہ امر از قسم محسوسات ہو نہ از قسم اعتنا دوم یہ کہ جن لوگون کے سامنے موجود ہوا ہو وہ اس کثرت سے ہون کہ عقلاً اُن کا دروغ پر متفق ہونا باطل ہو سوم یہ کہ یہ تواتر کسی زمانہ مابعد مین کم نہو پس حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود و عصائے موسیٰ و ید بیضا کا معجزہ اور پتھر سے پانی جاری ہونا یہ سب محسوسات قطعاً متواتر ہین کہ جس سے کوئی کافر بھی انکار نہین کر سکتا ہے رہا یہ امر کہ وہ پیغمبر تھے تو یہ امر محسوس نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جسوقت موجود تھے اُسوقت مین بھی فرعون وغیرہ نے انکار نبوت کیا تھا اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود دنیا و حق قطعی متواتر ہے حتی کہ یہود بھی اس سے انکار نہین کرتے ہین اگرچہ اُنکے نبی ہونے سے انکار کرتے ہین اور واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ الوہیت متواتر نہین ہے کیونکہ اول تو یہ غیر محسوس چیز ہے دوم یہ عقیدہ نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو برس پیچھے جب قسطنطین بادشاہ روم نے سب کو جمع کر کے حکم دیا تھا کہ اختلاف چھوڑ کر ایک قول پر قائم ہون تب سے نکالا ہے حتی کہ جن علمائے نصرانیہ نے اس عقیدہ پر دستخط نہین کیے وہ بیچارے سخت عذاب سے قتل کئے گئے تھے بالجملہ یہ امر ثابت ہو گیا کہ ان معجزات کا واقع ہونا قطعی ہے تو منکر کو اسکے انکار کی مجال نہین ہان اگر گنجائش ہے تو صرف اسقدر ہے کہ یہ معجزہ نہین تھا جیسے نیچری انکار کرتے ہین بلکہ فرعونیون نے اُسی زمانہ مین انکار کرکے جادو قرار دیا تھا (دلیل دوم) یہ کہ انکار کرنے والے دو قسم ہین اول وہ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو خالق عالم مانتے ہین تو انپر حجت قطعی یہ ہے کہ خالق عالم کی قدرت

ہر چیز میں کمال ہے اور اگر نہ مانے تو لازم آویگا کہ وہ مجبور و ناقص ہے اور اُس سے بالاتر کوئی الوہیت والا ہے جو کسیطرح مجبور نہو اور ہر چیز پر اُسکا قبضۂ تسخیر ہر وقت موجود ہے ورنہ لازم آویگا کہ مخلوقات کی چیزیں یا خود مختار و اُسکے قبضہ سے باہر ہیں پس معلوم ہوا کہ جیسے اُسنے بڑے پہاڑوں سے پانی جاری کیا اور یہ حکمت اُسنے محسوس عادت رکھی ہے اسیطرح اُسکو اختیار ہے کہ چھوٹے پتھر سے پانی جاری کرے اور یہ خلاف عادت بطور معجزہ ہے اور تمام ماہیت اُسکے اختیار میں ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ عصا سے موسیٰ علیہ السلام اژدہا ہوجاتا تھا دوم فرقہ منکرہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے منکر ہے اور اپنے آپ کو و دیگر مخلوقات کو اتفاقی خودرو گھاس کے مانند بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مادے تو موجود ہیں اور ہم اسکی ابتدا انتہا نہیں جانتے حالانکہ باوجود اس جہالت کے ہر چیز کی نسبت اسباب قائم کرتے ہیں یعنے یہ چیز اُس سبب سے ہوئی اور وہ چیز اس سبب سے ہوئی تو جب ہمنے ان واقعات کا وجود قطعی ثابت کر دیا تو اُسپر لازم ہے کہ اُنکے اسباب بیان کرے کیونکہ انکے وجود سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے اور جب وہ انکے اسباب بیان نہیں کر سکتا تو اسکو معجزۂ قدرت کہتے ہیں اور مقدمہ میں مترجم نے بدلیل اُنکا باطل ہونا بیان کر دیا ہے جسکا اعادہ اس مقام پر بہت طول ہوگا صرف اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ جب اُسکے نزدیک کوئی چیز بے سبب نہیں ہوتی ہے تو لازم آئیگا کہ ان مخلوقات کا سبب کسی مقام پر منتہی ہو ورنہ غیر متناہی باطل ہے تو انتہا خالق عزوجل پر لازم ہے کیونکہ ہمنے مقدمہ میں بدلیل ثابت کر دیا کہ محسوسات غیر متناہی نہیں ہو سکتے ہیں اور جب یہ مخلوقات اپنی ذات میں ناقص ہیں تو دوسرے کے پیدا کرنے کی قدرت بھی نہیں رکھ سکتے کیونکہ جب اپنی ذات کا نقصان دور نکر سکے تو دوسرے کا پیدا کرنا اور اُسکا مادہ موجود کرنا بدیہی باطل ہے اور زیادہ تحقیق مقدمہ میں دیکھو۔ القصہ جب بنی اسرائیل نے منّ وسلویٰ و راس نفیس پانی و نفیس نعمتوں پر صبر نہ کیا اور زمین کی ترکاریاں وغیرہ مانگنے لگے تو انکو آبادیوں سے قریب جاکر کاشتکاری وغیرہ کی اجازت دی گئی اور یہ ناشکری انپر لازم ہوگئی کہ انہوں نے عزت چھوڑکر ذلت اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے اُنکے باپ دادوں کو حضرت موسیٰ و یوشع انبیاء بنی اسرائیل کی اتباع میں عالمین پر فضیلت عنایت کی تھی اور ملک شام و مصر وغیرہ سلطنتیں اُنکے پھر فرمائیں پھر اُنمیں ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ انہوں نے توحید الٰہی چھوڑکر سخت دلی اختیار کی و طاعت بدل چھوڑکر انبیاء و صالحین کی قبریں پوجنے لگے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم و قبیلے و ہر شہر میں ایک ہی وقت میں بکثرت انبیاء مبعوث فرمائے جو انکو برابر نصیحت کرتے اور اُنکے خاص خاص علما سے زیادہ جو اُنسے دنیا نہیں چاہتے تھے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نصیحت کرتے تھے اُنکے دشمن ہوگئے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ جو کوئی دین توحید کی نصیحت کرتا اُسکو گمراہ سمجھتے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکا انجام بیان فرمایا بقولہ

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا

اور ڈالی — اُنپر — ذلت — اور محتاجی — اور کما لائے غصہ — اللہ کا — یہ — اسپر کہ وہ تھے

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ

نہ مانتے — حکم اللہ کے — اور خون کرتے — نبیوں کا — ناحق — یہ اس سے کہ بے حکم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

یعنے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو عزت و ثروت عطا فرمائی لیکن ناشکری کی خصلت نے آخر انہیں یہانتک نوبت پہونچائی کہ صریح شرک و نافرمانیاں کرنے لگے اور انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اُنکی فضیلت سلب کر لی اور فرمایا۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۔ اور رکھ دی گئی اُنپر ذلت و مسکنت ۔ ف ۔ یعنے ذلیل ہونا و مسکین ہونا اس طرح اُنپر مضروب کر دیا گیا جیسے روپیہ و اشرفی پر ٹھپہ ہوتا ہے کہ جہاں کہیں یہودی پایا جاوے اُسکے ساتھ ذلت

ومسکنت لازم ہوگی چنانچہ حسن وقتادہؒ نے فرمایا کہ یہانتک ذلت پہونچی کہ مجوس فارس نے اُنسے جزیہ لیا اور نصرانیون نے مغلوب کیا یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے ماننے والے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُنکو اپنے تحت حکومت مین لیکر جزیہ پر رکھا (عبد الرزاق) مترجم کہتا ہے کہ فارس کے مجوسی ان یہودیون سے سخت برتاؤ کرتے تھے اور نصارائے روم بھی بوجہ دشمنی کے اُنکو ذلیل وخوار کرتے تھے یہانتک کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے نصاریٰ ومجوس کو مغلوب کیا تو انپر سے مصیبت کچھ کم ہوئی اگرچہ ذلت ومسکنت جو اُنکے ساتھ لازمی ہے بدستور باقی رہی۔ ابو العالیہ وربیع بن انسؒ نے فرمایا کہ مسکنت سے مراد محتاجی ہے علما نے کہا کہ محتاجی کے یہ معنی نہین بلکہ مراد یہ کہ جب تم کسی یہودی کو دیکھو تو اُسکی صورت سے ظاہر ہوگا کہ بہت مسکین ہے اگرچہ وہ بہت مالدار ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بخل اُنکے ساتھ لازم ہوگیا۔ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔ اور کمالائے غصہ اللہ کا۔ ف ضحاک وسعید بن جبیر نے کہا یعنے اللہ تعالیٰ کیطرف سے غضب کے مستحق ہوئے۔ ربیع بن انسؒ نے کہا کہ غضب الٰہی اُنپر طاری ہوگیا ابن جریر نے کہا یعنے ان حرکات کا آخری مرجع غضب الٰہی ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ مظاہر غضب الٰہی وہی لوگ ہین جو کفار ہون پس ظاہر ہوا کہ جو شخص یہودیون مین سے اپنے بدکار باپ دادون کی تحسین پر قائم رہے وہ رحمت ایمان سے محروم ہوگا لہٰذا تم دیکھتے ہو کہ یہودیون مین سے بہت ہی کم مسلمان ہوئے بخلاف نصاریٰ کے کہ انمین بکثرت مسلمان ہوئے۔ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ یہ اسی باعث سے کہ یہ لوگ آیات الٰہی کا انکار کیا کرتے تھے اور انبیا کو ناحق قتل کیا کرتے تھے۔ ف یعنے اسکو سزا [illegible] بلکہ اُنکا گناہ عظیم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت ومعجزات نبوت وآیات کتابی یعنے توریت سے پے در پے کفر کرتے جاتے اور انبیا علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے اسیواسطے انپر ذلت ومسکنت اور نزول غضب کی سزا دی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مین ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تو مین نے پایا کہ مالک بن مرارہ رہاوی رضی اللہ عنہ اپنی حالت عرض کر رہے ہین کہ یا رسول اللہ آپ جانتے ہین کہ مجھکو جسقدر اونٹ عطا ہوئے ہین یعنے فضل الٰہی سے اُنکی تعداد بہت ہے پھر بھی میرا دل مین چاہتا کہ کسیکو دو تسموں کے ساتھ مجھپر فضیلت حاصل ہو تو کیا یہ بغاوت نہین ہے یعنے حد سے تجاوز کرنے مین داخل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بغاوت نہین کہلاتی ہے بلکہ بغاوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اتراوے اور حق کی توہین کرے اور لوگون کو اپنی نظر مین خوار سمجھے (رواہ احمد) یعنے حق کو رد کرے اور لوگونکو اپنی نگاہ مین خوار سمجھے لہٰذا جب بنو اسرائیل نے اس بغاوت کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنکی ذلت آخرت کے ساتھ اُنکی دنیاوی ذلت بھی ملائی چنانچہ تم کبھی نہ پاؤگے کہ کوئی یہودی بادشاہ ہو اور اُنکی کوئی جماعت صاحب قوت وشوکت قائم ہوا ہو۔ یہ ذلت بمقابلہ اُنکے گناہ کے بہت کم ہے کیونکہ قتل پیغمبر بہت کبیرہ وشدید ہے اسیواسطے حدیث ابن مسعودؓ مین وارد ہے کہ قیامت کے روز سب سے بڑھکر عذاب اُس شخص کو ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا یا اُسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو اور اُس شخص کو جسنے گمراہی کی پیشوائی کی اور اُس شخص کو جسنے تصویرین بنائین (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابی بن خلف کو سخت عذاب ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے واسطے جنگ احد مین آگی سے دوڑا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو قتل کر دیا تھا اور اسیطرح ابو جہل ان گمراہونکا پیشوا تھا جیسے فرعون اپنی قوم کا پیشوا تھا اور واضح ہو کہ کسی پیغمبر کو قتل کرنا سواے ناحق کے کبھی حق نہوگا پھر آیت مین یہودیون کی فضیحت کے واسطے صریح بیان فرمایا کہ انبیا کو ناحق قتل کرتے ہین۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایکبار بنی اسرائیل نے تین سو پیغمبرون کو اول دن قتل کیا اور اُسی دن آخر وقت اُنکی ترکاریون کا بازار لگایا (ابو داؤد والطیالسی) مترجم کہتا ہے کہ یہ بات متواتر ثابت ہے کہ یہودیون مین ایسے ہی قاتلین

ہر ہر محلہ و قریہ و شہر شہر قوم میں متعدد پیغمبر ہوتے تھے جنپر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی تھی لیکن یہ سب کتاب توریت کے تابع ہوتے تھے پس یہ لوگ شہوات دنیا میں ایسے منہمک ہوئے کہ بادشاہ کے اتفاق سے یا بادشاہ کے حکم سے مانند یحییٰ علیہ السلام اور اُنکے باپ زکریا علیہ السلام وغیرہ کے اُنھوں نے ایک وقت میں اس قدر کثیر پیغمبر قتل کرڈالے اور بعض مفسرین نے زیادہ کیا کہ جب یہ کیفیت ہوئی تو پہاڑوں جنگلوں سے عابدوں و زاہدوں کی ایک جماعت کثیر نے آکر انکو سمجھایا اور ڈرایا کہ تم لوگوں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اب بھی توبہ کرو ورنہ عذاب الٰہی نازل ہوگا پس اُن لوگوں نے ان سب کو بھی قتل کرڈالا اور انھیں واقعات سے شاہ روم جو فلسفی اعتقاد پر تھا انپر مسلط ہوا اور دوبارہ شاہ ایران جو مجوسی تھا انپر مسلط کیا گیا۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ۝ یہ عذاب اسی سبب سے کہ وہ لوگ نافرمانی کرتے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ ف ان آیات سے موجودہ یہودیوں کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ بھی ہمیشہ ذلت و خواری میں رہو گے کیونکہ تم عہد توریت کے موافق عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار نہیں کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہو کیونکہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سچا اقرار کیا حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ کا بہتان دور ہوا اور یقین کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق تھے جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے پس یہود نے جو بہتان حضرت مریمؑ کی نسبت بدکاری کا لگایا اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جادوگری کا لگایا نعوذ باللہ من ذٰلک اور جو بہتان نصرانیوں نے بیٹا ہونیکا لگایا معاذ اللہ منہ یہ سب بہتان دور ہوگئے اور تعجب ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے نصرانی یہ بہتان لگاتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش یوسف نجار کے نطفہ سے ہوئی اور یہ کفر و بے شرمی ہے نعوذ باللہ منہا۔ ف بعض اشارات عرائس میں ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر علی طعام واحد الآیۃ۔ یہ لوگ شہوات طبیعت میں گرفتار تھے اور اُسکے مناسب طعام مانگتے تھے اسیوجہ سے ان لوگوں نے طعام اہل روحانیت پر کفایت نہ کی۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل طبیعت سے اُنکی مراد ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ترکیب روحانی و جسمانی رکھی ہے پس جسم سے متعلق جو حواس و قیاس ہے خواہشات فانیہ ہیں کیونکہ جسم خود فانی ہے لیکن جسم کے فنا ہونے کے بعد تعلق روحی جدا ہوجاتا ہے اگرچہ ایک قسم کا لگاؤ باقی رہتا ہے اور تعلق روحانی کے حواس و خواہشات موافق عقل ہیں اسیواسطے کمالات حاصل کرنے کے لیے بقاے جسم ضروری ہے چنانچہ شرع میں خودکشی کرنا بھی منع ہے۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی اُنکو نعمتیں عطا فرمائیں ویسی ہی آزمائش بھی پوری کی لہذا جب اُنھوں نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے طعام روحانی کی لذت اُنسے دور کردی یہانتک کہ کہنے لگے کہ ہم اس طعام پر صبر نہیں کرسکتے اسیواسطے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو شکریہ کے ساتھ قائم رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اُسکی حالت کو متغیر کردیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ یعنے جو نعمت کسی قوم کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ اُسکو تغیر نہیں فرماتا یہانتک کہ وہی لوگ خود اپنی حسن نیت و اخلاص کو بدل ڈالیں۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو جو نعمت عطا فرمائی جب تک وہ لوگ شکریہ نعمت پر قائم رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسمیں تغیر کبھی نہیں فرماتا پھر جب وہ اُسکو بدلتے ہیں اور شرع الٰہی پر قائم نہیں رہتے بلکہ ظلم و فسق و فجور کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس نعمت کو متغیر فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مسلمانوں کو یہ معاملہ خود اپنے بادشاہوں و قوموں میں دیکھ لینا چاہیے۔ شیخ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ آدمی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنسے تدبیر دور فرمائی یعنے عنایت الٰہی خود اُنکے واسطے مدبر ہے اور ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اختلاط سے علیحدہ اور ہر رنج و خوشی میں تقدیر الٰہی کے پابند ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اُنکی کیفیت یہ ہے کہ ہر ساعت میں وہ جسم نورانی کے موافق جسم خاکی کی تکمیل معارف عقل کے موافق کرتے رہتے ہیں اور جسمانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر چھوڑتے ہیں اور قسم دوم وہ ہیں جو اپنے پسند کی تدبیر پر چھوڑے گئے ہیں یعنے اپنے اختیارات

موافق ہر ایک تدبیر کو پسند کرین حتی کہ کبھی ایک بات کو چاہتے اور کبھی دوسری بات کو چاہتے ہین حتی کہ کبھی اس پسند بدگی و تدبیرین
ایسی خبط و خطا کرتے ہین کہ برباد ہو جاتے ہین جیسے بنی اسرائیل نے رزق روحانی چھوڑ کر رزق جسمانی ساگ پات پسند کیا کیا نہین
دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے کیونکر اُنپر انکار کیا کما قال تعالیٰ - اتستبدلون الذی ہو ادنی بالذی ہو خیر - اور کیون نہین کہ اُنھون نے
مقربین کا کھانا چھوڑ کر شہوت پرستون کا کھانا پسند کیا چنانچہ واسطیؒ نے فرمایا کہ ان لوگون نے منّ و سلویٰ جو کہ بیمشقت و بغیر تکلیف کے
اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُنکو ملتا تھا چھوڑ دیا اور اپنے نفوس کی پیروی کی اور جو کچھ طبیعتین چاہتی تھین وہ مانگا مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حکما سے یعنی عارفین
ربانی سے ایک حکمت منقول ہے کہ آدمی کبھی رضائے الٰہی عزوجل مین اپنے اختیار و پسند کو دخل نہ دے یعنے ضرورت کے موافق خواہش تدبیر کرے
اور جو کچھ نتیجہ میسر آوے اُسپر راضی رہے اور یہ ہوس نہ کرے کہ بجائے اسکے اگر ایسا ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ وہ نہین جانتا کہ ایسا ہونے کی حالت مین کیا پیش آتا ہان
ہان اللہ تعالیٰ سے ثبات یقین و استقامت دین کی درخواست کرتا رہے اور جو کچھ حکیم عزوجل نے مقدر فرمایا اُسپر خوشی راضی ہو یہان تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب
عورتون کے نرغے مین پڑے تو اللہ تعالیٰ سے اُنکے مکر سے حفاظت چاہی اور اسکے ساتھ بلاء الٰہی بھی پسند کی یعنے قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ یعنے کہا یہ عورتین جو کچھ
خواہش کرتی ہین اُسمین مبتلا ہونے سے مجھکو قیدخانہ زیادہ محبوب ہے حالانکہ قیدخانہ مین جاکر گھبرانے لگے لیکن وہان صبر کرنا بھی اُنھین کی شان نبوت کا
کام تھا چنانچہ سورۂ یوسف کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا قولہ تعالیٰ - وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ - اللہ تعالیٰ نے سرکشی کی عقوبت مین موجودا
سے پہلے اُنپر شیطان کی پیروی کی وجہ سے ذلت کا داغ دیدیا تھا اور دنیا کی محبت کا لباس پہنایا کہ جس سے وہ آخرت سے بخیل تھے کہ رضاء الٰہی و آخرت
کی جانب رجوع نہین کرتے تھے - بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُنکی مسکینی حرص دنیا کے لباس مین ہے اور ذلت اس مال دنیا کی بخیل کے پیرایہ مین ہے
عس - اگر کہا جاوے کہ کیا بنی اسرائیل سب اسی قسم کے ناکارہ لوگ تھے جواب یہ ہے کہ ہر قوم مین اکثر کا اعتبار ہوتا ہے پس اکثر اوقات اُنمین جاہلون کا
غلبہ زیادہ ہوتا تھا جس سے فسق و فجور پیدا ہوتا تھا اور یہ جو اُنمین اولیاء و صالحین گذرے وہ بھی بہت ہین قال تعالےٰ -

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

یون ہی جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاری اور صابئین جو کوئی ایمان لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور کام کیا نیک تو اُنکو ہے اُنکی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُنکو ڈر ہے

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

اور نہ وہ غم کھاوین

اس آیت کی تفسیر مین مفسرین کے دو قول ہین ایک یہ کہ اسمین موجودہ قومون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکا بیان
ہے اور اُسکا حاصل یہ ہے کہ - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - جو لوگ ایمان لائے - ف - یعنے جن لوگون نے اسوقت لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کہا کہ اُنکا نام مسلم یا مومن کہلایا خواہ اُنھنے دل سے کہا ہو یا منافق ہو - وَالَّذِيْنَ هَادُوْا - اور وہ
لوگ جو یہودی بنے ہین - ف - یعنے اپنے آپکو شریعت موسیٰ علیہ السلام و توریت پر قائم و یہودی کہتے ہین - وَالنَّصٰرٰى
اور جو نصاری کہلاتے ہین - ف - یعنے اپنے آپکو تابع عیسیٰ علیہ السلام و شریعت توریت و انجیل کہتے ہین - وَالصّٰبِـِٕيْنَ
اور وہ لوگ جو صابئین کہلاتے ہین - ف - غرض کہ اسوقت مین یہ فرقے جو مومنین و یہود و نصاری و صابئین کہلاتے ہین

انکا انجام یہ ہی کہ انمین سے ۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ جو کوئی سچا یقین لایا اللہ تعالیٰ اور روز قیامت کا اور نیک کام کیا تو اُنکے لیے اُنکے پروردگار کے یہان اُنکا ثواب ہی اور اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے ۔ ف یعنے ان فرقون مین جو کوئی ایسا ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہی اور وہ فقط اسی طور سے ہوگا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو سچے دل سے مانے تو وہ آخرت مین بخوف و غم ہوگا خلاصہ یہ ہی کہ سابق مین جو پیغمبر و جو شریعت ہو وہ اب بالکل منسوخ ہی پس اب جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا وہی اللہ تعالیٰ کے یہان مقبول ہوگا ورنہ زبانی منافق بننے یا یہودی و نصرانی و صابی ہونے سے کچھ فائدہ نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ تفسیر ایک قول ہی لیکن اس تفسیر کے موافق دہریہ و بت پرست وغیرہ کسی کا ذکر نہین ہی حالانکہ مقصود تو یہ ہی کہ اب دنیا مین خواہ کافر بت پرست ہو یا دہری نیچر ہو یا کسی پیغمبر و شریعت کا مقر ہو اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو سچے یقین سے مانے اور توحید قرآن کے موافق آخرت پر یقین لا کر نیک کام کرے تو اُسکے واسطے آخرت مین خوف سے نجات و بلند درجات ہین ۔ دیگر علما کے نزدیک اس آیت کے معنے یہ ہین کہ زمانہ سابق مین ہر پیغمبر کے واسطے ایک زمانہ تھا اور اُس زمانہ تک اُسی پیغمبر کی شریعت مقبول تھی جیسے اس زمانہ مین قیامت تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر خاتمہ ہی پس زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین جو یہودی درحقیقت اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا اور زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مین جو نصرانی درحقیقت ایمان لایا اور اب زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین جو کوئی درحقیقت مومن ہوا اُسکے واسطے آخرت مین نجات و درجات ہین چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیات مین عام طور پر یہودیون کی نافرمانیان و ہتک حرمت و قتل انبیاء علیہم السلام کے افعال شنیعہ و نزول غضب الٰہی بیان فرما کر اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ اگلی امتون مین بھی جس یہودی یا نصرانی یا صابی نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر یقین کیا جیسے اس زمانہ مین جو لوگ مومن کہلاوین اگر سچے دل سے اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر یقین لاوین تو اُنکے واسطے آخرت مین خوف و غم نہین ہی کیونکہ یہ لوگ اولیائے الٰہی ہین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔ آگاہ رہو کہ بیشک اولیاء الٰہی کا یہ مرتبہ ہی کہ اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے ۔ یعنے آخرت مین اُنکے لیے بخوف درجات بلند ہین ۔ ابن ابی حاتم نے بسند جید روایت کی کہ مجاہدؒ نے بیان فرمایا کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن راہب نصرانیون کا ذکر کیا جنھون نے مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب راہ بتلائی تھی یعنے عرب مین ایک پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونے والے ہین اور نشانات سے اُنکا یہی زمانہ معلوم ہوتا ہی پس تم عرب مین جاؤ اگر تم اُنکو پا جاؤ تو تمھاری نہایت خوش قسمتی ہی اور مین نے اُن لوگون کی عبادت کا بھی ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی ۔ ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصاریٰ والصابئین الآیہ ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس قول صحیح کے موافق آیت کی تفسیر یہ ہی کہ ۔ ان الذین آمنوا جو لوگ اس زمانہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ان مین مخلص و منافق دونون شامل ہین یا جو اسوقت مین بت پرست وغیرہ مومن ہو جاوین ۔ والذین ہادوا اور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت مین یہودی کہلائے ۔ والنصاریٰ ۔ اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت مین نصاریٰ کہلائے ۔ والصابئین اور جو اپنے پیغمبر کے وقت مین صابئین کہلائے ۔ تو ان مین صرف زبانی کہلانے کا کچھ اعتبار نہین ہی بلکہ اُنکا حکم یہ ہی کہ من آمن باللہ والیوم الآخر جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا ۔ وعمل صالحا ۔ اور نیک کام کیا یعنے دل سے ایمان لایا و شریعت کی فرمانبرداری کی ۔ فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔ تو اُنکے واسطے اُنکے پروردگار کے نزدیک اُنکا ثواب ہی اور آخرت مین اُنپر خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے

۱ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہودیون کا ایمان یہ ہی کہ اُنھون نے توریت و سنت موسیٰ علیہ السلام کو مضبوط لیا پھر جب عیسیٰ علیہ السلام آئے تو عیسیٰ علیہ السلام

سے انکار نہین کیا اور جسنے انکار کیا وہ تباہ ہوا کیونکہ اُسوقت شریعت موسیٰ علیہ السلام جاری رہی تھی پھر جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاکر
نصرانی ہوے تو اُنکا ایمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بندۂ پیغمبر ہین اور اُنسے شریعت انجیل کے موافق توریت
پر بھی عمل کیا یہانتک کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی وہ برباد ہوا شیخ نے لکھا کہ یہود نام بوجہ
ہود یعنی توبہ کے ہے کیونکہ جب اُنھون نے مخالفت سے توبہ کی تو باہم یہود مشہور ہوئے بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام
یہودا تھا تو اُنھین کی نسبت یہودی کہلاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اُنھین کی جانب نسبت پھیل جانے کی یہ وجہ ہوئی ہو کہ بنی اسرائیل
مین سلطنت اولاد یہودا مین رہی تو سلطان کی خوشامد سے لوگ اپنے کو یہودی کہتے ہونگے جیسے سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے جنکا نام مصلح الدین
تھا اپنے بادشاہ ابوبکر سعد کی جانب نسبت کرکے اپنا تخلص سعدی رکھا اور ابو عمرو بن العلاء نے کہا کہ تہوّد بمعنی تحرک ہے یعنی ہلنا کیونکہ یہ لوگ توریت
پڑھتے وقت ہلتے جاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ سراج مین لکھا کہ یہودی دعوی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جسوقت توریت نازل کی تو زمین و آسمان
کو جنبش و حرکت ہوئی اسی سبب سے یہ لوگ توریت پڑھتے وقت ہلا کرتے تھے شیخ نے لکھا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوے
تو بنی اسرائیل پر اُنکی اتباع و نصرت واجب ہوئی تو جسنے نصرت کی وہ نصاری کہلایا کما قال تعالیٰ۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ اور بعض نے کہا
کہ یہ لوگ قریۂ ناصرہ مین تھے اسلیے نصاری کہلائے اور یہی قول قتادہ و ابن جریج و روایت ابن عباسؓ ہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو خاتم النبیین تمام بنی آدم کی جانب بھیجا تو تمام یہود و نصاری و عرب و عجم سب پر آپکی اتباع فرض ہوئی کہ آپ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالیٰ نے
آپکی بشارت جمیع اقوام کو اُنکے پیغمبرون کے ذریعہ سے پہونچائی تھی اور آپکے امتیون کا نام مومنین رکھا کیونکہ انکے ایمان بنسبت قوی ہین اور اسوجہ
سے کہ یہ لوگ انبیاے سابقین و حالات آخرت پر ایمان لائے ہین رہا بیان فرقہ صابئین تو انمین اختلاف ہے چنانچہ مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر
و حسن بصری سے روایت ہے کہ یہ لوگ بے دین ہین اور ابو العالیہ و ربیع بن انس و سدی و ابو الشعثاء جابر بن زید و ضحاک و اسحق بن راہویہ نے کہا
کہ یہ لوگ اہل کتاب مین سے زبور پڑھتے ہین اسیواسطے امام ابو حنیفہؒ و اسحاقؒ نے کہا کہ اُنکا ذبیحہ کھانے و اُن کی عورتون سے نکاح کر لینے مین مضائقہ نہین ہے
اور ابن جریر نے حسن بصریؒ سے روایت کی کہ زیاد کو خبر پہونچی کہ صابئین پانچون نمازین بجانب قبلہ پڑھتے ہین تو اُسنے چاہا کہ انسے جزیہ موقوف کرے
پھر اُسکو خبر پہونچی کہ یہ لوگ ملائکہ کی پرستش کرتے ہین۔ ابو جعفر رازی نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ یہ لوگ زبور پڑھتے اور قبلہ رخ نماز پڑھتے اور ملائکہ کی پرستش
کرتے ہین اور یہی قتادہؒ سے روایت ہے ابن ابی حاتمؒ نے ابو الزناد سے روایت کی کہ صابئین ایک قوم ہے جو عراق کے متصل قریۂ کوثیٰ مین رہتے ہین اور
یہ لوگ جمیع انبیا کو مانتے اور سال مین تیس دن روزہ رکھتے ہین اور یمن کی جانب متوجہ ہوکر پانچ نمازین ہر روز پڑھتے ہین وہب بن منبہ نے کہا کہ یہ لوگ
لا الٰہ الا اللہ جانتے ہین اور اُنھونے کوئی کفر نہین نکالا اور اُنکے واسطے کوئی شریعت بھی نہین ہے اور یہی قول عبد الرحمن بن زید سے مروی ہے اور خلیل نے کہا کہ وہ لوگ
اپنے کو دین نوح علیہ السلام پر سمجھتے ہین۔ قرطبی نے کہا کہ بعض علماء کے بیان سے یہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین اور باوجود اسکے نجوم مین تاثیر قدرتی
اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے ابو سعید اصطخری نے اُنکے کفر کا فتوی دیا اور امام رازی نے کہا کہ یہ لوگ کواکب کو قبلۂ عبادت سمجھتے ہین یا اُنکا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
عالم کی تدبیر ان کواکب کے سپرد فرمائی ہے اور یہی قول کشرانیون کا کہلاتا ہے جنکی ہدایت کے واسطے ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوے تھے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان
اقوال مین اظہر یہ ہے کہ یہ لوگ صرف لا الٰہ الا اللہ کہتے ہین اور وہ ان اقوام یہود و نصاری و مجوس و مشرکین کسی مین سے نہین ہین اسیواسطے
مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صابی کہتے تھے مترجم کہتا ہے کہ آیت قدسی کی تفسیر مختار سے یہ بات معلوم
ہوتی ہے کہ وہ لوگ اپنے وقت مین کسی پیغمبر حق پر ایمان لائے تھے اور قول امام رازیؒ سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ لوگ دین ابراہیم علیہ السلام پر ہین اور ظاہر

یہ معلوم ہوتا ہی کہ ابراہیم علیہ السلام ابتدا مین اعتقاد توحید تعلیم فرماتے تھے اور ظہور شریعت سے پہلے اُنھون نے بابل سے ہجرت فرمائی پس شاید اُنھون نے بشارت ابراہیم علیہ السلام سے شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سیکھی پھر زمانہ دراز گذرنے کی وجہ سے ممکن ہی کہ بعضے اُن مین سے ستارے پوجنے لگے ہون جیسے نصرانیون نے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب کو پوجنا شروع کیا پس ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ صابی ایک فرقہ اہل دین مین سے ہی اگرچہ پچھلے زمانہ مین مشرک ہوگیا ہو اور یہی آیت قدسی کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہی پھر مین نے پایا کہ شیخ ابن تیمیہ نے منطقیین کے رد مین اسیکے مانند فرمایا ہی لہذا القول امام ابوحنیفہؒ و اسحٰق بن راہویہؒ کے اُنکا ذبیحہ جائز اور اُنکی عورتون سے نکاح حلال ہونے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی اور شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اُنکے تدین شریعت مین اختلاف کی وجہ سے شبہہ پیدا ہوا تو احتیاطاً حلت کا فتویٰ نہین دیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فائدہ) حدیث مین ہی کہ تین شخص ایسے ہین جنکے لئے اجر دوہرا ہی ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تو اُسکو دوہرا ثواب ملیگا اور دوم وہ مملوک جسنے اپنے مولیٰ کا حق خدمت ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کا حق عبادت بھی ادا کیا تو اُسکے لیے دوہرا ثواب ہی سوم وہ شخص جسکے تحت مین لونڈی تھی اسنے اُسکو ایمان و اسلام اچھی طرح سکھلایا پھر اُسکو آزاد کرکے اُس سے نکاح کرلیا تو اُسکو دوہرا ثواب ہی اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی امتون کی نسبت تمھاری بقاء قیامت تک مثالاً اتنی ہی سی ہی جیسے عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت اور توریت والون یعنی یہود کو توریت دیگئی اُسپر اُنھون نے عمل کیا یہانتک کہ دوپہر دن آیا پھر عاجز ہوئے پس ایک ایک قیراط اپنی اجرت دیے گئے پھر انجیل والون یعنے نصاریٰ کو انجیل دیگئی سو اُنھون نے نماز عصر تک عمل کیا پھر عاجز ہوئے پس ایک ایک قیراط اپنی اجرت دیے گئے پھر ہم لوگ قرآن عطا کیے گئے سو ہمنے غروب تک عمل کیا پس ہم دو دو قیراط عطا کیے گئے اسپر پہلے دونون اہل کتاب نے کہا کہ اے پروردگار یہ لوگ دو دو قیراط دیے گئے اور ہم ایک ایک قیراط دیے گئے حالانکہ ہمنے انسے زیادہ کام کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ کیا مین نے تمھاری اجرت مین تمکو ظلم کردیا تو اُنھون نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہی جسکو چاہتا ہون دیتا ہون (البخاری والترمذی وصححہ) پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دوسری بدعہدی اور اپنی نعمت یاد دلائی تو فرمایا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

اور جب لیا ہمنے قرار تم سے اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا زور سے اور یاد کرتے رہو

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

جو اُسمین ہے شاید تمکو ڈر ہو پھر تم پھر گئے اسکے بعد سو اگر نہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

تم پر اور اُسکی مہر تو تم خراب ہوتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عہد میثاق یاد دلایا یعنے جب اللہ تعالیٰ نے اُنکو توریت بھیجی اور اُنھون نے اُسکے احکام دیکھے تو اُسکے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم اسکو نہین لینگے پس اللہ عزوجل یاد دلاتا ہی وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور یاد کرو جب ہمنے تم سے عہد لیا ف یہ عہد اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا اور خطاب ان یہودیون کو کیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین موجود ہین کیونکہ یہ لوگ اپنی باپ دادون کے افعال پر فخر کرتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قیامت تک اُنکی اولاد مین سے کوئی عذاب جہنم مین گرفتار نہوگا اور اگر عذاب ہوا تو صرف گنتی کے سات روز عذاب ہوگا

جتنے دن گوسالہ پوجا گیا تھا تو یہ لوگ اپنے باپ دادون کے ساتھ اپنے آپ کو سر عہد و میثاق و عذاب و ثواب مین داخل کرتے تھے لہذا
اُنکو خطاب فرمایا کہ تم وہ وقت یاد کرو جب تمہارے باپ دادون سے ہمنے عہد لیا کہ توریت پر قائم رہین اور اُنھون نے قبول کرنے سے
انکار اور عذر کیا کہ احکام بہت سخت ہین تو عذر مقبول نہوا۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ۔ اور ہمنے تمہارے اوپر طور کو بلند کیا۔ ف
طور ہر ایسے پہاڑ کو کہتے ہین جسپر سبزہ ہو اور خاص اُس پہاڑ کا بھی نام ہے جسپر موسیٰ علیہ السلام کو مناجات ہوئی اور یہان احتمال ہے
کہ بطور اعجاز قدرت کے یہی پہاڑ اُنکے سر پر بلند کیا گیا ہو جیسے کہ ابن عباس و مجاہد و عطاء و عکرمہ و حسن و ضحاک و ربیع بن انس وغیرہم
نے بیان فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ توریت بھی کوہ طور پر عطا ہوئی اور اُسی کے نواح مین یہ لوگ پڑے ہوئے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ اسی
پہاڑ کو اُنپر بلند فرمایا اور حکم ہوا۔ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ لو اس کتاب کو جو ہمنے تمکو عطا کی بقوت۔ ف یعنے بعزم
قوی و جزم فرمانبرداری اس توریت کو لو۔ وَاذْكُرُوْا مَا فِیْهِ۔ اور جو کچھ اسمین ہے اُس سے نصیحت حاصل کرو۔
ف۔ یعنے اسکے معارف و حقائق سے آراستہ ہو اور اسے سے اخلاق ظاہر و باطن درست کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ
شاید تم عذاب سے بچو۔ ف یعنے امید رکھو کہ اس طرح طاعت و معرفت سے اللہ تعالےٰ تمکو عذاب سے نجات عطا
فرماویگا یا۔ لعلکم تتقون۔ کے یہ معنے ہین کہ ایسا کرو تاکہ تم عذاب سے بچو سدیؒ نے فرمایا کہ جب اُنھون نے انکار کیا تو
اللہ عزوجل نے پہاڑ کو حکم دیا جو اُنکے سر پر آیا اور قریب تھا کہ اُنپر گر پڑے پس گھبرا کر سجدہ مین گر پڑے اور ایک آنکھ
کے کنارے سے دیکھتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور عذاب دور کر دیا لہذا یہودی اسیطرح سجدہ کرتے ہین کہ ایک طرف
آنکھ کھلی رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ واللہ یہی سجدہ خوب ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے عذاب دور کیا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معجزہ
قدرت قطعی ثابت ہے اس دلیل سے کہ قرآن مجید مین متواتر منقول ہے اور قرآن مجید مین جس وقت نازل ہوا تو یہودیون
کی مذمت کے طور پر نازل ہوا حالانکہ اُسوقت لاکھون یہودی موجود تھے اور کسی نے اسکا انکار نہین کیا کیونکہ خود یہودیون
مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے برابر متواتر منقول ہے پس کسیکو انکار کی مجال نہین ہوسکتی اور اس سے آیات قرآنی کا
لطف ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آیات قدرت اس طور پر نازل فرمائین کہ گویا وہ اس امت مین واقع ہوئی ہین کیونکہ اگر اسوقت کوئی
قوم نافرمان بناکر اُسپر یہ پہاڑ اسطرح سایہ کیا جاتا تو وہ بھی ویسا ہی قطعی ہوتا جیسا نقل متواتر قطعی ہے اور ہمارے زمانہ مین بعض نیچریون نے
جب دیکھا کہ اس نقل متواتر کا انکار ممکن نہین ہے تو اُسنے اسکے معنے مین تحریف کی اور کہا کہ۔ ورفعنا فوقکم الطور سے یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ ایک
پہاڑ کے نیچے کھڑے کیے گئے تھے اور وہان حکم دیا گیا تھا کہ تم توریت کو مانو تو گویا پہاڑ انکے اوپر تھا جیسے بولا کرتے ہین کہ ہم لوگ پہاڑ کے
نیچے پہونچے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بہتان صریح و کذب باطل ہے کیونکہ اول تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے سورہ مین فرمایا۔ واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ
وظنوا انہ واقع بہم خذوا ما آتیناکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون۔ یعنے جب ہمنے پہاڑ اُٹھا کر اُنکے اوپر بلند کیا گویا وہ سائبان ہے اور اُنھون نے یقین کیا کہ اُنپر گر پڑا
ہے آخر تک۔ یہ صریح ہے کہ وہ آیت قدرت کے طور پر اپنے مقام سے اُٹھا کر اُنکے سر پر بطور چھپر یا ظلۂ ابر کے آیا تھا اور ڈرتے تھے کہ اُنپر ڈال دیا
جاویگا دوم یہ کہ اسیطرح یہود مین متواتر منقول ہے جسطرح ہمنے بیان کیا تو متواترین اس نیچری کی تحریف محض باطل ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ خالی
پہاڑ کے نیچے کھڑے ہونے مین کیا خوف و تہدید ہے اور جب یہودیون مین اسی کیفیت کے ساتھ متواتر منقول ہے تو اسکی تحریف کیونکر رائج ہوسکتی ہے سوم یہ کہ
جب قرآن مجید نازل ہوا تو لاکھون ان یہودیون مین سے کسی نے انکار نہ کیا باوجودیکہ یہ اُنکی مذمت تھی کیونکہ متواترات کا انکار کسی سے

ممکن نہیں ہے اور اسکے سچ ہونے مین کسیکو شک نہیں ہو سکتا سواے اپنے ہی لوگون کے جو دن دوپہر کو آفتاب کے منکر ہین القصہ اللہ
تعالی نے یاد دلایا کہ اے یہود دیکھو توریت تمپر نازل کی گئی اور وہ مین ہدایت و نور تھی پھر تمنے اسپر عمل کرنے مین اسقدر جھگڑا کیا کہ
آخر تم پر ایک پہاڑ بلند کیا گیا تب تمنے اقرار کیا حالانکہ یہ تمہاری سفاہت تھی کہ تمنے عین ہدایت کو لینے مین اسطرح انکار کیا
واضح ہو کہ جب انھون نے توریت کو قبول کیا تو ایک مدت تک بہت لوگ صلحا و علما اسی عہد پر قائم رہے حتی کہ انھین انبیاء
و صالحین گذرے ۔ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ پھر تم اسکے بعد پھر گئے ۔ فقط اپنے پیچھے ہی عہد و میثاق
توریت سے خلاف کرنے لگے لیکن اللہ عز وجل نے حضرت داؤد و سلیمان و اشمویل و شمویل وغیرہ انبیاء علیہم السلام بھیجکر انکو نصیحت فرمائی اور
اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے پھر انکی جماعت مجتمع اور کلمہ پابند رکھا جیسے امت اسلامیہ مین ہر صدی مین بجائے انبیاء بنی اسرائیل کے علماء صالحین
ہوتے ہین جو انکو راہ توریت بتاتے رہتے ہین پھر اگر عوام سمجھا دین اور مانین تو جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالی کی رحمت ہے چنانچہ بنی اسرائیل پر
احسان رکھا اور فرمایا ۔ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝
اور اگر اللہ تعالی کا فضل و اسکی رحمت نہوتی تو تم لوگ خاسرین مین سے ہو جاتے ۔ فقط یعنے دنیا ہی مین عذاب سے ہلاک
ہو کر آخرت کی خواری مین پڑ جاتے واضح ہو کہ بنی اسرائیل مین انکی تنبیہ کے واسطے بہت ایسے امور واقع ہوتے تھے جس سے انکو
تنبیہ و تہدید رہے چنانچہ روایت ہے کہ جب بنی اسرائیل مین سے کوئی شخص گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازے پر لکھا ہوا ملتا کہ فلان
شخص نے رات کو ایسا گناہ کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ بعضے خاص گناہون کے بارہ مین تھا اور عموماً ہر گناہ مین نہین تھا یا خاص
اہل بیت المقدس یا علما کے ساتھ خاص ہو واللہ اعلم اسیطرح بعض بدکارون کی نسبت منقول ہے کہ اسکو دفن کیا گیا تو دوسرے روز
دیکھا کہ اسکو زمین نے نکال پھینکا ہے پھر اسکو دفن کیا تو پھر یہی ہوا اسیطرح بار بار ایسا واقع ہوا آخر لوگون نے اسکو یونہی چھوڑ دیا
ڈال دیا غرض کہ جب کوئی قوم ایسا گناہ کرتی تھی جس سے شریعت کی ہتک حرمت ہو کر عوام مین فساد پھیلے تو ایک تنبیہ
کی جاتی تھی جس سے لوگون کو تہدید ہو اور اسی قسم سے اصحاب السبت کا قصہ ہے جو زمانہ داؤد علیہ السلام مین واقع ہوا اور وہ
یہودیون مین متواتر منقول ہے بلکہ انکی اہمیت کے طور پر قرآن شریف مین مذکور ہے چنانچہ فرمایا ۔
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝
اور جان چکے ہو جنھون نے تم مین زیادتی کی ہفتے کے دن مین تو ہمنے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے
فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ۝
پھر ہمنے وہ عبرت رکھی اُس شہر کے روبرو والون کو اور پیچھے والون کو اور نصیحت رکھی ڈر والون کو
جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے ساتھ برکت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک نظر رحمت رکھی تھی کہ اُس
زمانہ کے اہل عالم پر انکو فضیلت دی اور انمین ہدایت آخرت کے اسباب قائم رکھے تھے کہ موسی علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور
بعد انکے بنی اسرائیل مین حضرت عیسی علیہ السلام تک کبھی نبی انہین پر قائم رہی بادشاہ و حکام کے جو زوال آیا سو جب کبھی گئے تھے پھر
یوشع علیہ السلام کی بعثت علیہ السلام پر ہوئی پھر کالب اور شمویل پھر بنی اسرائیل کے بت پرست ہو جانے کے بعد الیاس و یسع
و شمعون علیہم السلام پیغمبر ہوتے آئے لیکن اکثر بادشاہون کی فرمانبرداری مین فساد شریعت ہو تا تھا کہ داؤد علیہ السلام بادشاہ پیغمبر ہوئے

اور اسکے عہد میں تمام بنی اسرائیل بزور سلطنت مطیع ہوئے اور جب سرکشی سے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے اسکی خوب سزا پائی اور اسکے زمانہ میں شام کے پچھم جانب سمندر کے کنارے شہر ایلہ میں قریب ایک ہزار آدمی کے رہتے تھے جنکی بڑی تجارت مچھلیاں تھیں اور سنیچر کے روز اللہ تعالیٰ نے انپر عبادت مفروض کردی تھی کہ سوائے عبادت کے کوئی کام نہ کریں چنانچہ اس روز ان پر مچھلیوں کا شکار بھی حرام تھا پھر اللہ تعالیٰ نے عجائب قدرت سے بنی اسرائیل کو [illegible] دکھلانی چاہی [illegible] مسلمان ہوئے [illegible] شہر والوں کو امتحان میں مبتلا فرمایا اور اسکا واقعہ یہ ہوا [illegible] اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں مفصل بیان فرمایا قولہ تعالیٰ - وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ - یعنی یہودیوں سے سمندر کے کنارے والے قریہ کا حال دریافت کر [illegible] سنیچر کی تعظیم میں قرآن سے بڑھ چلے تھے جب انکی تعظیمی دن مچھلیاں پانی پر آ جاتی ہوتی تھیں اور جب سنیچر نہ ہوتا تو نہ آتی [illegible] ہم انکی نافرمانیوں پر انکی آزمائش کرتے تھے چنانچہ اس مقام پر بنی اسرائیل کو مختصر یاد دلا کر [illegible] فرمایا قولہ تعالیٰ - وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ - اور تحقیق تم جان چکے ہو ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سنیچر کی تعظیم کرنے میں حد سے تجاوز کیا - تو ہم نے انکو کہا تم ذلیل بندر ہو جاؤ [illegible] بندر ہو گئے تین دن تک [illegible] مر گئے [illegible] اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک فرقہ میں نازل کیا اور [illegible] کے واسطے قطعی کردیا اور اپنے فضل سے پچھلی امتوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا [illegible] ہوسکتی وجہ سے انکے حق میں [illegible] ایک عبرت ہے جیسے اس زمانہ والوں کے واسطے عبرت تھا [illegible] ہوئے ہیں اسیواسطے فرمایا فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ - پس ہمنے اس واقعہ کو عبرت ناک [illegible] وہاں کے روبرو والوں کے لیے اور اُنکے پیچھے والوں کے لیے اور نصیحت کردیا پرہیزگاروں کے لیے [illegible] میں پرہیزگاری [illegible] نصیحت [illegible] کا اگر [illegible] ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کو جو توریت کا عہد میثاق [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے [illegible] قطعی واقعہ سے تہدید [illegible] تم لوگ اس قریہ کا حال خوب جانتے ہو [illegible] سنیچر کے دن مچھلیوں کا شکار کیا [illegible] اللہ تعالیٰ نے انکو شکل انسانی سے مسخ کرکے بندروں کی شکل کردیا - سدی و قتادہ نے کہا کہ وہ لوگ انکے بدلے اور واضح ہو کہ بالاتفاق یہودیوں کے نزدیک یہ لوگ بندر کی شکل ہو گئے تھے لیکن ابن ابی حاتم و ابن جریر [illegible] مجاہد سے روایت کیا [illegible] صورت بندر نہیں ہوئی بلکہ انکے قلب مسخ ہو گئے تھے مترجم کہتا ہے کہ امام رازی و ابن کثیر و خطیب وغیرہ جمیع علماء و مفسرین [illegible] کسی راوی کا وہم بیان کیا کیونکہ قطعی آیات و متواتر روایات کے خلاف ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہر حضرت مجاہد [illegible] مسخ بیان کیا ہوگا کہ ظاہری صورت کا مسخ ہونا کوئی ایسی [illegible] ہے بلکہ اصل خوفناک یہ ہے کہ قلوب مسخ ہو کر بندر [illegible] میں تہدید ہے کہ عقل سلب ہو کر حمار کی کیفیت ہو جاتی ہے پس راوی نے وہم کیا کہ حضرت مجاہد کا مطلب ہے کہ ان لوگوں کی ظاہری صورت مسخ نہیں ہوئی تھی حالانکہ یہ وہم قال تعالیٰ بل لعنه الله وغضب علیه وجعل منهم القردة والخنازير وعبد الطاغوت الآیہ [illegible] ابن عباس سے روایت کی کہ انمیں جو جوان لوگ تھے بندر ہو گئے اور بوڑھے لوگ سور ہو گئے تھے قتادہ نے کہا کہ [illegible]

ہوگئے جو بندرون کی بولی بولتے تھے - محمد بن اسحق نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ہفتہ مین ایک دن خالص عبادت کے لیے فرض کیا تو اُنھون نے جمعہ چھوڑکر سنیچر اختیار کیا پھر اُنھون نے عہد و میثاق الٰہی مین نافرمانیان کین تو اللہ تعالیٰ نے اُنکو امتحان مین ڈالا اور یہ ایک قریہ قریب مدین کے تھا جو سمندر کے کنارے واقع ہے پھر جب سنیچر کا روز ہوتا تو چھوٹی بڑی مچھلیان بکثرت سمندر پر منہ نکالتی تھین اور جب سنیچر کا روز گذر جاتا تو نہین معلوم کہ سمندر کی تہ مین کہان چلی جاتی تھین اور یہ خود اُنکے واسطے عبرتناک واقعہ تھا اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا تو ایک روز انمین سے ایک شخص نے سنیچر کو ایک مچھلی پکڑ کر تاگے سے باندھی اور دریا مین چھوڑ کر میخ سے وہ تاگا باندھ دیا پھر جب اتوار کا روز ہوا تو اُسکو پکڑ کر کھینچ لیا اسیطرح اُسنے دوسرے سنیچر کو بھی ایساہی کیا اور رفتہ رفتہ لوگون کو اُسکا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے بھی اسیطرح خفیہ یہ حرکت کرنی شروع کی اور اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہنوز انپر کوئی عقوبت نہین نازل فرمائی تب تو یہ لوگ دلیر ہوگئے اور اُنھون نے علانیہ پکڑ کر بازارمین بیچنی شروع کین جب سب لوگون نے دیکھا تو اُنمین تین فریق ہوگئے ایک فریق ان شکار کرنے والون کے ساتھ ہوا اور دوسرے فریق نے ان سے نفرت کی اور انکے ساتھ میل جول ترک کیا اور تیسرے فریق نے انکو منع کرنا شروع کیا ہرچند یہ لوگ منع کرتے تھے وہ نہین مانتے تھے حتی کہ خاموش گروہ نے ان منع کرنے والون سے کہا کما قال تعالیٰ - لم تعظون قوما اللہ مہلکہم او معذبہم عذابا شدیدا - یعنے تم لوگ کیون ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو جنکو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب کرنے والا ہے - یہ بات اُنھون نے اس فرقہ کے ہٹ کرنے پر اپنے گمان کے موافق بیان کی حالانکہ علم الٰہی مین یوہین واقع ہوا تھا غرض کہ اس گانوْن کے اسّی ہزار آدمیون مین کے تین گروہ مین سے ایک نے صریح سنیچر کی بے حرمتی کرنی شروع کی کہ سنیچر کو بے تکلف مچھلیان پکڑ کر بیچنے و کھانے لگے اور بارہ ہزار آدمیون کے گروہ نے اُنکو تاکید شدید منع کرنا شروع کیا اور تیسرے گروہ نے سکوت کیا مگر اُنکے اس فعل کو دل سے بُرا جانا پھر جب بیباک گروہ نے نصیحت کرنے والون کا کہنا نہ مانا تو اُنھون نے کہا کہ واللہ ہم تمھارے ساتھ ایک گانوْن مین نہین رہینگے پس اُنھون نے درمیان مین سے دیوار کھینچ لی اور بیباکون نے سمندر کی جانب اختیار کی پھر ایک روز نصیحت کرنے والا گروہ اپنے دروازون سے نکلکر کھیتی باڑی و بازارون کے کام کاج کو آئے تو بدکارون مین سے کسیکو نہ پایا اور اُنکی جانب سے سوائے ناگوار آواز کے اور کوئی آواز بھی نہین سنائی دیتی تھی پس ناصحین نے درمیانی دیوار سے جھانکا اور کچھ لوگون نے اُنکے دروازے جاکر کھٹکھٹائے مگر دروازے نہ کھلے اور دیوار پر جھانکنے سے معلوم ہوا کہ وہ بندر ہوگئے اور بندرون کی طرح چھپاکر روتے ہین اور اپنی جگہ سے ہل نہین سکتے ہین - امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے آثار نقل فرمائے جس سے یہ بات ظاہر ہو کہ مجاہدؒ سے جس راوی نے یہ روایت نقل کی کہ یہ لوگ باطن مین مسخ ہوئے ظاہر مین مسخ نہین ہوئے تھے کسی راوی کا وہم ہے جسنے حضرت مجاہدؒ کا قول نہین سمجھا چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب یہ فریق درمیانی دیوار سے جدا ہوگئے تو ایک عرصہ تک اسی حال پر رہکر اسکے بعد ایک روز منع کرنے والا گروہ نکلکر اپنے راستون و بازارون و مسجدون مین آیا اور وہان اُسنے بیباک گروہ مین سے کسیکو نہ پایا تو آپسمین کہنے لگے کہ شاید اُنمین کوئی معاملہ پیش آیا ہے تو چلکر دیکھین کہ کیا بات ہے پھر اُنکے دروازون کو جاکر بند پایا کیونکہ جب وہ لوگ گھرون کو آئے تھے تو اپنے دروازے بند کر لیے تھے پھر صبح کو یہ لوگ بندر ہوگئے تو وہ کواڑے اُسیطرح بند پڑے رہے پھر جب ان لوگون نے اُنکی حالت دیکھی تو بندر ہوجانے کے باوجود آدمی جسکو پہچانتا تھا بعینہ اُسکو اس حالت مین بھی پہچانتا تھا حالانکہ وہ بندر کی صورت مین تھا اور عورتین بندریا کی صورت مین تھین اور بچے بھی بندرون کی صورت مین ہوگئے تھے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ واللہ اگر منع کرنے

واسطے لوگ منع نکرتے تو وہ بھی بندر ہو جاتے ضحاک نے بھی ابن عباسؓ سے اسکے مانند روایت کیا سدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر سنیچر کی تعظیم فرض کردی تھی کہ اُس دن سوا ے عبادت کے کوئی کام نکرین پھر سمندر کے کنارے ایک گانون تھا جو نافرمانیون کے سبب سے آزمایش مین ڈالا گیا کہ سنیچر کے روز سمندر سے مچھلیان اپنا سر نکالتین اور پانی کی سطح پر اُتراتی رہتی تھین اور جب سنیچر کا دن گذر جاتا تو سب پانی کی تہہ مین بیٹھ جاتین اور کوئی مچھلی نظر نہ آتی یہانتک کہ پھر سنیچر کا دن آتا تو پھر اُسیطرح بکثرت ظاہر ہوتی تھین آخر ایک شخص نے سمندر کے کنارے ایک حوض بنایا اور سمندر تک ایک نالی کاٹی تو سمندر کی لہر سے مچھلیان اُس حوض مین گرتین اور نکل نہین سکتی تھین پھر وہ دوسرے روز جاکر پکڑ لاتا تھا اور اُسکی خوشبو اُسکے پڑوسیون کو پہونچی تو آخر اُنھون نے پتہ لگا کر یہ بات دریافت کی اور رفتہ رفتہ اُن لوگون نے بھی مچھلیان پکڑنی شروع کین جب اُنکے علماء کو خبر ہوئی تو اُنھون نے لوگون کو جھڑکا اور ڈرایا کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرو تو اُنھون نے کہا کہ ہمنے تو انکو اتوار کے روز پکڑا ہے فقہا نے فرمایا کہ نہین یہ حیلہ بازی تمکو جائز نہین لیکن ان لوگون نے اپنی رائے کو قول دیا اور علماء کا کہنا نہ مانا سوا ے ایک گروہ کے جنھون نے اجتناب کیا پھر اہل اطاعت نے کہا کہ واللہ ہم تمہارے ساتھ ایک گانون مین نہ رہینگے پس اُنھون نے گانون کا بٹوارہ کرکے درمیان مین ایک دیوار قائم کی پھر ایک روز اہل طاعت اپنے دروازون سے نکلے تو کافرون کا دروازہ نہین کھلا آخر مسلمانون نے دیوار پر چڑھکر دیکھا تو ناگاہ نظر آیا کہ وہ لوگ بندر ہوگئے ہین مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جن لوگون نے سنیچر کی بے حرمتی کی تھی وہ ایکبارگی بندر ہوگئے پھر یہ لوگ سب مرگئے اور کسی مسخ شدہ کی نسل نہین رہی ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی بدکرداریون کی وجہ سے کہ اُنھون نے فرمان الٰہی کی بے حرمتی کی تھی بندر کر دیا پھر سوا تین دن کے زیادہ زندہ نہین رہے اور فرمایا کہ کوئی مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہین رہی اور نہ اُسنے کھایا اور نہ پیا اور نہ اُسکی نسل ہوئی اور یہ بندر اور سور تو مخلوق پیدا کرنے ہی کے وقت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے تھے اور اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھلانے کے واسطے بندرون کی صورت مین ہلاک کیا اور اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے کہ جب کبھی جس کسی شخص کے واسطے چاہے اسیطرح صورت بدل سکتا ہے یہ روایات صریح ہین کہ یہ لوگ ظاہر و باطن دونون طرح مسخ ہوگئے تھے اور یہی صحیح ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ آیت کا حاصل عبرت و نصیحت ہے یہانتک حرمت سے باز رہین اور جن چیزون کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اُسکو حلال کرنے مین حیلہ بازی نکرین تاکہ آخر کبھی یہی بلا طاری ہو مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و دعا و رحمت الٰہی سے اس امت پر ظاہری صورت یا عام تباہی کا عذاب نہین آئیگا کیونکہ اسکے بعد کوئی دوسری امت آنے والی نہین ہے جسکے واسطے نصیحت ہو بلکہ قیامت متصل ہے جس مین اُسکا فیصلہ ہو جائیگا لیکن دوسری احادیث مین آیا کہ اس امت مین بھی خسف و مسخ ہے یعنی کچھ لوگ زمین مین دھنسا دیے جاوینگے اور کچھ مسخ کیے جاوینگے (سنن) اور حدیث مین آیا کہ ایک خسف بجانب مشرق اور ایک خسف بجانب مغرب اور ایک خسف جزیرۂ عرب مین ہوگا (سنن وغیرہ) این علماء سے دو تاویلین منقول ہین ایک یہ کہ جب قیامت قائم ہونیکے آثار شروع ہوجاوینگے اور قرآن مجید اُٹھا لیا جاویگا اُس وقت خسف و مسخ واقع ہوگا لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل مین تردد ظاہر ہے اسواسطے کہ جب شریعت مفقود ہوجاوے تو اُس وقت اس امت مین تمدید ہوگی بلکہ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کی حدیث مین ہے کہ خانہ کعبہ پر چڑھائی کرینگے حتی کہ جب بیدا مین آوینگے تو زمین مین دھنسا دیے جاوینگے حضرت ام المؤمنینؓ نے پوچھا اگر ان مین بازاری لوگ اور بیچنے والے بھی ہون تو فرمایا کہ وہ لوگ اپنی نیتون پر اٹھائے جاوینگے (الصحیحین) اس سے ظاہر ہے کہ اُس وقت شریعت و اسلامیت باقی ہوگی تاویل دوم یہ ہے کہ اس امت مین حالت شریعت مین مسخ ہوگا لیکن مسخ دو طرح ہوتا ہے اول یہ کہ ظاہر و باطن دونون مسخ ہو جاوے لیکن

حدیث اول سے ظاہر ہوا کہ اس امت میں ظاہری عذاب نہ ہوگا تو یہ مسخ باطنی ہو لیکن ایک جماعت کثیر مشائخ کشف و شہود سے منقول ہے کہ انہوں نے بعض روافض و خوارج کو گدھے و بندر و سور کی شکلوں میں دیکھا چنانچہ تاریخ امام یافعی و ملا جامی میں یہ روایات مذکور ہیں اور امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاحیاء میں اسکے تحقیق اسرار کا اشارہ فرمایا ہے اور جس شخص نے روافض و خوارج وغیرہ کے خیالات کو نظر تحقیق سے ملاحظہ کیا وہ مفسد یہود یوں و نصرانیوں سے اُنکی مشابہت کامل پاتا ہے اور حدیث معروف میں خود تصریح موجود ہے کہ اس امت والے بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم ہو جائینگے پس یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن مبارک سے بہت قریب واقع ہوئی پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات فرض فرمائی اُسکی ہتک حرمت سے پرہیز کرے اور وبال مسخ سے خوفناک ہو اور اسمیں حیلہ بازی کو دخل نہ دے اسیواسطے جماعت کثیر علماء نے شراب کو سرکہ کرنے سے پرہیز کیا اور اسیطرح کسی حکم کے متغیر کرنے کیواسطے شرعی حیلہ کرنا حرام ہے مثلاً بعضے لوگ رہن کی منفعت اُٹھاتے ہیں جو درحقیقت سود اور حرام ہے حیلہ بازی کرتے ہیں اور بعضے لوگ زکوٰۃ ساقط کرنے کے واسطے حیلہ نکالتے ہیں اور یہ سب نوع کا خلاف تقویٰ ہے چاہیے کہ ایسے حیلہ سے پرہیز کرے قال ابو عبداللہ بن بطة حدثنا احمد بن محمد بن مسلم حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی حدثنا یزید بن هارون حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ترتکبوا ما ارتکبت الیهود فتستحلوا محارم اللہ بادنیٰ الحیل یعنی ابو عبداللہ بن بطہ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اسکا مرتکب نہ ہو جسکا مرتکب یہود ہوئے ادنیٰ حیلہ کے ساتھ محارم الٰہی کو حلال کرنے لگو ابن کثیرؒ نے ان احکام شرعیہ میں سے آسان و سہل کا اختیار کرنا جائز بتایا ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے واسطے نرم و آسان پسند فرماتے تھے کیونکہ سختی اختیار کرنا ایک وسوسہ شیطانی ہے کہ آخر وہ چھوڑ بیٹھے اور احکام الٰہی میں حیلہ بازی کرنا نفس کا مکر و خیانت ہے جس سے دنیا و آخرت میں رسوائی ہوتی ہے چنانچہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے دنیا و مال کے پیچھے درحقیقت اپنے میراث کیواسطے دیر کی کر کے حیلہ بازی سے اپنے مورث کو مارڈالا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں بھی خوار و محروم ہوا اور عاقبت کا خوف خدا بھی باقی رہا اور اسکے ساتھ کچھ لوگوں نے دین کے معاملہ میں اپنے اوپر سختی اٹھائی آخر اُسکی مشقت میں مبتلا ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر واقعہ کو جسمین عجیب قدرت توحید کا بیان بھی شامل ہے عبرت و نصیحت و تحقیق ایمان توحید کے واسطے بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اللہ فرماتا ہے تمکو کہ ذبح کرو ایک گائے بولے کیا تو ہمکو پکڑتا ہے ٹھٹھے میں

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ

کہا پناہ اللہ کی اس سے کہ میں ہوں نادانوں میں بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کردے ہمکو وہ کیسی ہے

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ

کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی میانہ ہے اُنکے بیچ اب کرو جو تمکو حکم ہے

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝

بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کردے ہمکو کیسا ہے رنگ اُسکا کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گائے ہے زرد ڈہڈہا

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ

رنگ اُسکا خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کردے ہمکو کس قسم میں ہے گایوں میں شبہ پڑا ہے

لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ

عَلَيْنَا ۗ وَإِنَّآ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ

جوتنے والی نہیں کہ جوتے ۔ ایک گائے ہے وہ فرماتا ہے کہا وہ ہدایت پاوینگے اور ہم اللہ نے چاہا تو راہ

تُثِيْرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۗ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

کہ باہتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیت کو بدن سے پوری ہے داغ کچھ نہیں اس میں بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

پھر اسکو ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کرینگے

ع ۱۰

واضح ہو کہ اس قصہ مین بھی آیات قدرت و دلائل معرفت بہت ہین اور جسقدر قرآن مجید مین مذکور ہوا اور آیندہ روایات مین ابتدا سے
قصہ اور اسکا نتیجہ مذکور ہوگا اسقدر بیان قطعی ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ زیادہ تفصیل مین کوئی حکم دنیاوی یا معرفت اعتقادی کی ضرورت
نہ تھی ورنہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا تو ہمکو تفصیل کی کوئی حاجت نہین ہے لیکن بعض علما سلف سے تفصیلی روایات ہین شیخ نے کہا کہ یہ
تفصیلی روایات جو حضرت عبیدۃ السلمانی و ابو العالیہ و سدی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہین ظاہرا یہود و نصاریٰ
کی کتابون سے ماخوذ ہین اور انکے نقل کرنے مین کوئی مضائقہ نہین ہے اگرچہ ہم انکی تصدیق یا تکذیب نہین کرتے سوا اسکے کہ وہ حق صریح کے
مخالف ہون پھر شیخ نے ہر ایک کی روایت کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوا کہ اس تکرار کو حذف کر کے
روایات کا لب لباب لے لیا جاوے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان آیات مین اپنی نعمت یاد دلائی کہ خرق عادت مین
مردون کو زندہ کرنے کا نمونہ قدرت انکو بقرہ کے قصہ مین دکھلایا کہ ایک مقتول نے زندہ ہو کر اپنا قاتل بتلایا مترجم کہتا ہے کہ مدارک وغیرہ مین
مذکور ہے کہ اس واقعہ مین تین حکمتین شامل تھین ایک یہ کہ بنی اسرائیل مین سے بعضے لوگون کے دلون مین تردد تھا کہ قیامت مین کیونکر مردے زندہ ہونگے
دوسری یہ کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص صالح رہتا تھا اور اسکے پاس ایک گائے کا بچہ یعنی بچھیا تھا اسنے مرتے وقت اپنی نابالغ اولاد کو دیکھا اپنی بیوی
بی بی سے مشورہ سے اس بچھیا کو ایک جنگل مین اللہ تعالیٰ کی امانت مین چھوڑ دیا اور اس نیک عورت نے اپنے یتیم بچہ کی پرورش کی یہانتک کہ
وہ جوان ہوا تو وہ بھی ایسا شائستہ نکلا کہ اپنی بوڑھی مان کی بہت خدمت گذاری کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین اگلی امتون مین سے ایک شخص کا
حال مذکور ہے کہ اسکے پاس ایک گائے تھی جس پر اسکی بسر اوقات تھی اور وہ اپنی والدہ کی بہت خدمتگزاری کیا کرتا تھا حتی کہ اسکی والدہ جب دودھ پیکر
سیر ہو جاتی تھی تب باقی وہ اپنے بال بچون کو دیتا تھا چنانچہ ایک روز اسکو آنے مین دیر ہوئی کہ اسکی والدہ سو گئی اور وہ دودھ لیکر اپنی والدہ
کے سرہانے بیٹھا کہ جب بیدار ہو جاوے اسکو پلا کر بال بچون کو دے اور اسکے بچے بھوک سے اسکے پیر وغیرہ پکڑ کر پاس بلبلاتے تھے مگر وہ
برابر کھڑا رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی (کما فی الصحیح) مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ وہی شخص ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو بہرحال ایک روز اسکی مان نے کہا کہ تیرے
باپ نے فلان جنگل مین ایک گائے بحفاظت الٰہی و ودیعت رکھی ہے اگر تو اسکو اسی امانت کے ساتھ لے آوے تو اسنے جا کر امانت الٰہی عز وجل کو اسطرح یاد کر کے
دیکھا کہ جنگل سے ایک گائے نہایت تندرست و توانا چمکدار رنگ زرد خوشنما بیداغ نکلا اور فرمانبرداروں کی طرح اسکے پاس آ کر کھڑی ہو گئی
اور وہ اسکو اللہ تعالیٰ کے نام پر لیکر روانہ ہوا راہ مین بقدرت الٰہی وہ گائے بولی کہ اے جوان نیکوکار اپنی مان کے خدمتگذار کیون پیدل چلتا ہے
مجھ پر سوار ہو اسنے یہ سنکر تعجب کیا اور کہا کہ اے نیک جانور مجھکو میری مان نے یہ حکم نہین دیا کہ مین تجھ پر سوار ہون اسنے کہا کہ تو نے خوب کیا اور اگر
تو مجھ پر سوار ہو جاتا تو پھر تیری اطاعت مجھ پر لازم نہ ہوتی و مین چھوٹ کر جنگل مین پہونچتی پھر جب وہ اپنی مان کے پاس لایا تو اسنے اجازت دی کہ اسکو بازار مین فروخت

کر کے اپنے اہل و عیال کی پرورش مین مدد حاصل کرے لیکن کہا کہ جو دام لگین بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچیو پس یہ لیگیا اور ناگاہ
ایک شخص ملا جسنے کچھ دام لگائے تو اُسنے کہا کہ بہتر مین اپنی مان سے دریافت کرلون اُسنے کہا کہ بغیر مشورہ کے مین دو چند دام دیتا ہون اُسنے
نہ مانا غرض کہ کئی روز تک ایسا ہی اتفاق ہوا کہ وہ بغیر مشورہ کی شرط پر دام بڑھاتا جاتا تھا آخر اسکی مان نے پہچانا اور کہا کہ آج تو اُس سے
کہیو کہ اے بندۂ خدا ہمکو اس گاے کے بارہ مین کیا مشورہ دیتا ہے یعنی اس نیک بڑھیا نے پہچانا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے یا اولیاء الٰہی مین سے کوئی
بندہ ہے پس اُس شخص نے کہا کہ اپنی مان سے میرا سلام کہیو اور تاکید کیجیو کہ اس گاے کو اپنے پاس رکھے یہانتک کہ عنقریب بنی اسرائیل کو اسکی ضرورت
ہوگی تو اُسکے برابر دام لیکر بیچیو۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم و ابن جریر و عبد بن حمید کی تفسیر سے حضرت عبیدۃ السلمانی کی روایت
اور آدم بن ابی ایاس کی تفسیر سے ابو العالیہ کی روایت اور ابن جریر کی تفسیر سے ابن عباسؓ کی روایت نقل فرمائی جنکا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل
مین ایک شخص بہت مالدار تھا اور اُسکے کوئی اولاد نہ تھی بلکہ اُسکے بھتیجے کے سواے اُسکا کوئی وارث بھی نہین تھا اور یہ بھتیجا محتاج تھا اور ابن عباسؓ کی
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بھتیجے کئی بھائی تھے جو آپس مین کہنے لگے کہ کاش یہ مرجاتا تو ہمکو میراث مین اسکا مال ملجاتا جس سے ہماری محتاجی
جاتی رہتی آخر شیطان نے آکر انکو مشورہ سمجھایا کہ تم لوگ رات مین اُسکو مار کر دوسرے گانون کے ڈانڈے پر ڈالدو تاکہ تمکو میراث مین
سب مال بھی ملے اور اسکی دیت بھی دوسرے گانون والون سے تمہارے ہاتھ آوے اور توریت مین قسامت کا حکم تھا کہ جب دو گانون والون
درمیان مقتول پایا جاوے اور قاتل دریافت نہو سکے تو وہ لوگ پچاس قسمین کہائین جنکے گانون سے مقتول زیادہ قریب ہے کہ واللہ ہمنے
اسکو قتل نہین کیا اور ہم اسکا قاتل بھی نہین جانتے ہین تو سب اہل قریہ ملکر اُسکی دیت ادا کرتے تھے پس ان لوگون نے یہی کیا کہ رات مین
اُسکو قتل کر کے پشتارہ باندھکر دوسرے گانون کے دروازہ پر ڈال آئے اور صبح کو اُٹھکر واویلا و شور و غوغا مچایا کہ ہمارا چچا مفقود ہے آخر
ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے دوسرے گانون کے دروازہ پر پایا اور دیکھا کہ اُس گانون والے اس بیچارے مقتول پر جمع ہوکر افسوس کرتے تھے کہ
ناگاہ ان لوگون نے ہجوم کر کے اُس گانون والون پر دعویٰ کیا کہ تمہین لوگون نے ہمارے چچا کو قتل کیا ہے اُن لوگون نے انکار کیا اور اپنی
برأت قسمین کہانے لگے لیکن ان لوگون نے ایک طومار باندھکر اُنہین لوگون پر الزام قائم کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہے کہ اُن
لوگون نے دیت سے بھی انکار کیا حتیٰ کہ دو چند دیت سے بھی زیادہ ہوس کرنے لگے لیکن ان آثار مین صرف اسقدر مذکور ہے کہ جب انہون نے
دوسرے گانون والون پر الزام لگایا تو دونون طرف کے لوگ ہتھیار بند ہوکر لڑنے پر آمادہ ہوئے لیکن ان مین سے صاحبان عقل نے منع کر کے
کہا کہ آپس مین کیون خونریزی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ یہ سامنے موجود ہین انسے چلکر کیون نہین دریافت کرتے ہو پس سب متفق ہوکر
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور تیپور گانون والون نے عرض کیا کہ ہم لوگون کو ایک دیت دینے مین کوئی دقت نہین ہے لیکن
اسکے بھتیجے ہمپر الزام لگاتے ہین سو ہمکو شرم آتی ہے کہ یہ الزام ہمپر ہمیشہ قائم رہیگا اور مقتول کے سبط والے ہمیشہ دشمنی کرینگے لہٰذا ہم چاہتے ہین کہ آپ اللہ تعالیٰ
سے دعا فرمائین کہ قاتل کا نام دریافت ہو پس موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو وحی آئی کہ ہم گاے کے ذبح کرنیکا حکم آیا جیسا کہ خبر ان آیات مین یاد دلایا وَاِذْ
قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ
اللہ تعالیٰ تمکو یہ حکم فرماتا ہے کہ تم لوگ ایک گاے ذبح کرو۔ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قوم والے کہنے لگے کہ کیا آپ ہمکو ٹھٹھہ بناتے ہین
ف یہ اُنکا کلام بے ادبی مین شامل تھا کہ اُنہون نے پیغمبر خدا علیہ السلام کے کلام کو ٹھٹھول سمجھا اگرچہ اُنہون نے قاتل کا نام
پوچھا تھا لیکن اس حکم کے منتظر رہتے کہ گاے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اس مین کوئی حکمت ہوگی ورنہ اسکو حسن ادب سے عرض کرتے اور

کہنا گستاخی تھا کہ آپ ہمسے ٹھٹھول کرتے ہو کیونکہ یہ پیغمبر کی شان نہیں ہے لہذا موسیٰ علیہ السلام نے سخت انکار کیا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ موسیٰ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہون کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں ۔ ف یعنی میں
جاہل نہیں ہون کہ ٹھٹھول کرون کیونکہ ایسے موقع پر ٹھٹھول کرنا جہالت ہے ۔ ابن عباسؓ و ایک جماعت تابعین نے کہا کہ اگر یہ لوگ کسی گائے کو
لیکر ذبح کر دیتے تو آسانی سے کفایت ہو جاتی اور فرمانبرداری میں بھی جلدی کرنے کا ثواب پاتے لیکن انھون نے جب یہ جانا کہ حکم لازمی ہے
قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۔ تو کہنے لگے کہ ہمارے واسطے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمارے واسطے
ظاہر فرماوے کہ یہ گائے کیا ہے ۔ ف یعنی اسکا سن کیا ہوگا پس ان لوگوں نے فرمانبرداری میں جلدی چھوڑ کر سختی و دیر کرنا شروع کی ۔
مترجم کہتا ہے کہ یہانتک سختی کی کہ ایسی گائے بتلائی گئی جو سوا اُس لڑکے کے کسی کے پاس نہ تھی جو اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کرتا تھا
اور سوالات میں یہانتک تاخیر کی کہ مقتول سڑ کر خاک ہو گیا اور اسمیں حکمت الٰہی کا نمونہ مشہور ہے جو تھوڑے غور سے ظاہر ہو جاتا ہے بالجملہ انھون نے
گائے کی عمر پوچھی ۔ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا
مَا تُؤْمَرُوْنَ ○ موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی گائے ہے کہ نہ ایسی بوڑھی ہے جسکی نسل منقطع ہو اور نہ ایسی چھوٹی ہے
کہ نر تک نہ پہونچی ہو بلکہ دونوں کے بیچ میں ہے پس جو تمکو حکم دیا جاتا ہے اُسکو پورا کرو ۔ ف ابن جریر نے بسند صحیح ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ اگر یہ لوگ کوئی گائے لیکر قربانی کر دیتے تو انکو کافی ہو جاتی ولیکن انھون نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُنپر سخت کر دیا یہی قول
عبیدة السلمانی و سدی و مجاہد و عکرمہ و ابو العالیہ و دیگر علما تابعین سے مروی ہے اور ابن جریج نے جو شیخ تابعین میں ہیں بوجہ کمال
وثوق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو تو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا
لیکن جب انھون نے تشدد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر سخت کر دیا اور واللہ اگر یہ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو قیامت تک انکو نہ ملتی ۔ فارض ایسی
گائے جو اسقدر بڑھیا ہو گئی ہو کہ اسکے جننے کی امید نہ ہو اور بکر ۔ وہ جو بیاہی نہ گئی ہو گابھن نہ ہوئی ہو یہ قول ابو العالیہ و سدی و مجاہد و عکرمہ و عطیہ
عوفی و عطاء خراسانی و وہب بن منبہ و ضحاک و حسن و قتادہ رحمہم اللہ کا ہے اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ
عوان وہ کہ کبیرہ و صغیرہ کے درمیان ہو اور یہان چارپایوں میں نہایت عمدہ جوانی کا وقت کہلاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اس ترجمہ سے شاہ ولی اللہؒ کا مقصود ہے
فرمائی پس فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۔ جو تمکو حکم دیا گیا اسکو پورا کرو پس دیکھنا چاہیے ۔ اور چاہیے سے تاکید تھا کیونکہ
ہے اسپر مکرر وہ پوچھا ہو الحضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھنے پر فرمایا کہ ۔ فافعلوا ۔ لیکن پھر بھی ان لوگوں نے نہیں کیا بلکہ ۔ قَالُوا ادْعُ
لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۔ تو وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ ہمارے واسطے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے
کہ ہمارے واسطے بیان فرماوے کہ اس گائے کا کیا رنگ ہے ۔ ف یعنی پہلے تو اسکا سن دریافت کیا تھا اب اسکا رنگ دریافت کیا ۔ قَالَ اِنَّهٗ
يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○ موسیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جوان گائے پر زرد رنگ ہے
کہ اسکا رنگ چہچہاتا ہو کہ دیکھنے والوں کو سرور دیتا ہے ۔ ف یعنی دیکھنے والوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے یہ قول سدی و ابو العالیہ و قتادہ
و ربیع بن انس ہے اور وہب بن منبہ نے کہا کہ اسکی کھال پر نظر کرنے سے ایسا خوش معلوم ہوتا ہے کہ گویا آفتاب کی شعاعیں ... مترجم کہتا ہے
کہ اسکا رنگ نہایت شوخی سے ایسا چہچہاتا تھا کہ اسپر دوسرے رنگوں کی لہر معلوم ہوتی تھی کیونکہ زردی یا سبزی یا سرخی ... شوخ ہو
ہوا تو ... روشنی پڑنے سے کبھی سیاہی اور کبھی چمک کی پیدائی ... سرخی کی جھلک ... معلوم ہوتی ہے

حسنؓ کی روایت مین سیاہی مائل اور ابن عباسؓ کی تفسیر مین سپیدی مائل آیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ توریت مین سرخی مائل کو ہے
شیخ نے کہا کہ اسکی یہی وجہ ہے کہ اُسکی زردی ایسی گہری تھی کہ کبھی وہ سیاہی یا سرخی مائل نظر آتی تھی مترجم کہتا ہے کہ اپنی چمک کی وجہ سے کبھی
سفیدی مائل نظر آتی تھی اور یہان ایک تنبیہ یہ ہے کہ بعد اس واقعہ کے توریت نازل ہوئی ہے تو لامحالہ یہ واقعہ مصر مین ہوا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو شخص زرد جوتیان پہنے وہ جب تک پہنے رہے برابر مسرور رہیگا ع۔ بالجملہ گاے کا سن ورنگ
بیان ہوگیا پھر بھی اس قوم نے سوال نہ چھوڑا۔ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا
وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ○ کہنے لگے کہ ہمارے لیے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہمین صاف بتلا دے کہ وہ کیا ہے
کہ گائین تو ہمپر مشتبہ ہوگئی ہین اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم مقصد پر پہونچ جائینگے۔ ف حدیث مین ہے کہ اگر ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو انکو
قیامت تک نہ کھلتی (ابن جریر وغیرہ) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث غریب ہے اور اظہر قول ابو ہریرہؓ ہے بیضاوی نے یہان ایک فائدہ دقیق نکالا
کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم دیدیا تھا پھر یہان ان شاء اللہ تعالیٰ کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جسکو حکم دیتا ہے وہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر
رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ومشیت اگرچہ قدیم ہے مگر بندے کے فعل سے متعلق ہوا کرتی ہے تو تعلق البتہ حادث ہے یعنی ازلی ارادہ الٰہی جسوقت
کے واسطے تھا جب وہ چیز پیدا کرتا ہے تب اُسکے ساتھ متعلق ہوتا ہے الحاصل اس سوال مین اُن لوگون نے دریافت کیا کہ متوسط عمر کی زرد
رنگ گائین بہت ہوتی ہین تو ہمکو یہ بتلانا چاہیے کہ وہ چرائی کی گاے ہے یا کھیتی باڑی کی چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی جب حکم آیا تو انکو بلایا قَالَ
إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گاے
ایسی ہے کہ ذلول نہین کہ زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی سینچتی ہے۔ ف ذلول جو کام سے مذلل یعنے کام کی محنت مین دبی ہوئی ہو اور
اثارۃ الارض یعنی زمین جوتنا وگوڑنا ایسی غیر ذلول ہونے کی یہ تفسیر ہے کہ زمین جوتتی نہین اور کھیتی سینچتی نہین ہے اور اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا
کہ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا۔ یعنے مسلم ہے کہ اُسکے بدن مین کوئی نقص نہین ہے ف اور نہ اُسمین کوئی داغ ہے یعنے سوا اُسکے
رنگ خالص کے کسی دوسرے رنگ کا داغ نہین ہے۔ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ کہنے لگے کہ اب آپ حق کو لائے۔
ف قتادہؒ نے کہا یعنے اب آپ نے پورا بیان فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی گویا بے ادبی کی تعریض ہے کہ پہلا بیان صاف نہ تھا حالانکہ در اصل
یہ اُنکی ناسمجھی تھی ورنہ کلام نبوت بہت صاف تھا اور یہان سے یہ معرفت نکل آئی کہ امتی لوگ جب کلام نبوت پر فہم سلیم کے ساتھ
عمل کرین تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائیگا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آسانی کا حکم دیا اور حکم الٰہی کو اپنے اوپر تنگ کر لینے سے
بہت منع فرمایا ہے چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ وابو موسیٰ اشعریؓ کو جب اہل یمن کے پاس بھیجا تو یہی فرمایا کہ یسروا ولا تعسروا یعنے تم آسانی کیجیو اور سختی
مت کیجیو (الصحاح) اور یہ حکم بہت سی احادیث مین وارد ہے القصہ روایات سلف مین وارد ہے کہ جب ان لوگون نے یہ حکم پایا تو ایسی گاے کی تلاش مین
پھرنے لگے ایک مدت کے بعد ایسی گاے جسمین یہ تمام صفات موجود ہون اُسی مرد صالح کے پاس ملی جو اپنی مان کی خدمتگذاری مین باوجود محتاجی
کے اپنے بال بچون پر ترجیح دیکر ثابت قدم رہتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا مین بھی اُسکو اس کار نیک کا کچھ عوض دینا چاہا حالانکہ اہل المعرفت جانتے
ہین کہ جب دو رکعت سنت صبح کا ثواب تمام دنیا ومافیہا سے بہتر ہو تو خدمت والدین جو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائی ہے اُسکا ثواب تمام دنیا ومافیہا
کیونکر ہوسکتی ہے پس منشے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دنیا مین آسانی کے ساتھ خدمت کرے پس ان لوگون نے وہ گاے اُس جوان صالح سے
طلب کی اور اُسوقت کی قیمت کے موافق دوگنی چوگنی قیمت دینی چاہی مگر اُسنے منظور نہین کیا آخر اُن لوگون نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی

تو اُنہون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر حکم نبوت ہی تو یہ گاے حاضر ہی آپ نے فرمایا کہ نہین تجھکو ہر طرح اختیار ہی اور اسرائیلی روایات مین وارد ہی کہ ایک فرشتہ نے بشکل آدمی سامنے ہوکر پہلے ہی اسکو آگاہ کر دیا تھا جب وہ بیچنے جاتا تھا کہ تو ابھی اس گاے کو مت فروخت کیجیو یہانتک کہ بنی اسرائیل مین ایک مقتول کے واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے یہ گاے خریدی جائیگی خبردار اسکو اسکی کھال بھر سونے سے کم مت بیچیو غرضکہ اُس شخص نے اُسکی قیمت مین اُسکی کھال بھر اشرفیان مانگین اور کسی طرح اس سے کم نہ کیا آخر دونون قومون نے لاچار ہوکر اسکو اُسکی کھال بھر سونا دیکر خریدا۔ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝ پھر اس گاے کو ذبح کیا حالانکہ ذبح کرتے نہین لگتے تھے ف یعنی اسقدر گران ثمن تھا کہ اُسکی مشقت سے قریب تھا کہ نافرمانی کرین۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ محمد بن کعب و محمد بن قیس و ابن جریر نے یہی وجہ بیان کی کہ گرانی ثمن کی وجہ سے ذبح کرتے نہ معلوم ہوتے تھے پھر شیخ نے لکھا کہ یہ تفسیر اس مقام پر منقول نہین ہی اسواسطے کہ ثمن کی گرانی تو صرف اسرائیلیون کے بیان سے معلوم ہوئی ہی چنانچہ ابوالعالیہ و سدی نے نقل کیا اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی اور عبیدۃ السلمانی و مجاہد و وہب بن منبہ و ابوالعالیہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ ان لوگون نے اس گاے کو بعوض مال کثیر خریدا شیخ نے کہا کہ اس سے صرف مال کثیر معلوم ہوتا ہی اور یہ لازم نہین آتا کہ اُسکی کھال بھر سونا ہو اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت عکرمہ سے روایت کی کہ اس گاے کے دام فقط تین اشرفیان تھین ظاہرا یہ بھی اسرائیلیون ہی سے لیا گیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخؒ کی مراد یہ ہی کہ ثمن یا دام وہی کہلاتے ہین جو بائع و مشتری کے درمیان قرار پاوین اور جو اسکی مالیت اصلی ہوتی ہی وہ قیمت کہلاتی ہی تو جب معلوم ہوا کہ ثمن تین اشرفیان تھین تو ظاہر ہوا کہ دس درہم کی گاے جب تین اشرفیون کو خریدی گئی تو حقیقت مین بہت دام دیے گئے لیکن یہ ایسی گرانی نہین ہی جسکی وجہ تعمیل حکم سے باز رہتے بلکہ صحیح و صواب اس مقام پر وہ تفسیر ہی جو ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہی کہ۔ فذبحوہا وما کادوا یفعلون یعنی اُن لوگون نے ذبح کر دیا مگر اُنکے ارادہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کام نکرینگے کیونکہ اُنکی مراد یہ تھی کہ ہم ذبح نکرین یعنی اسقدر سوال و جواب سے اُنکی غرض یہ نہین تھی کہ حکم کی تعمیل بہت خوبی کے ساتھ ادا ہو بلکہ یہ سوال و جواب سرکشی کا بہانہ تھا کہ اُنکو گاے ذبح نکرنا پڑے اور یہ غرض نہ تھی کہ جو حکم ہی اُسکو بہت خوبصورتی سے ادا کرین۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیرؒ کی تحقیق بہت نفیس ہی کیونکہ اگر گرانی ثمن کی علت رکھی جاوے جیسا کہ شیخ سیوطی وغیرہ نے اختیار کیا ہی تو لازم آتا ہی کہ تفسیر آیت کے سمجھنے کے واسطے بیان اسرائیلی کی ضرورت ہی کیونکہ جب تک اسرائیلی بیانات سے ظاہر نہ ہو کہ اُسکا ثمن اسقدر گران تھا تب تک آیت کی تفسیر سمجھ مین نہ آویگی اگر کہا جاوے کہ گاے کا یہ قصہ بنی اسرائیل مین برابر متواتر چلا آتا ہی اور یہ بات مشہور سے زیادہ متواتر ہی تو جواب یہ ہی کہ اصل واقعہ تو بیشک متواتر ہی کیونکہ اگرچہ یہی مان لیا جاوے کہ اُسکا ہر جزو تفصیلی بھی متواتر ہی تاہم وہی لوگ اسکو سمجھ سکتے ہین جنکو اس متواتر کا علم ہوا اور یہ بات تمام عرب و عجم کے واسطے لازم نہین ہی پس صواب وہی ہی جو شیخ ابن کثیرؒ نے اختیار فرمایا ہی (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت سے جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کیونکہ بنی اسرائیل کی گاے ان صفات و قیود سے متعین ہوگئی یا اُسکے قیود سے معرفت پوری ہوگئی اور جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے کے واسطے اسیقدر کافی ہی کہ جانور کی شناخت ہو جاوے اور یہی امام مالک و اوزاعی و لیث بن سعد و شافعی و احمد و جمہور علماے سلف و خلف کا قول ہی بدلیل حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے آگے کسی عورت کے اوصاف اس طرح بیان نکرے کہ گویا یہ مرد اُس عورت کو دیکھتا ہی۔ (الصحیحین) کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اوصاف بیان کرنے سے اس قابل ہو جاتا ہی کہ گویا وہ نظر کے سامنے ہی اور بدلیل حدیث دیگر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطا و شبہ عمد کی دیت مین اونٹون کے اوصاف بیان فرمائے۔ (کمافی السنن) اور امام ابوحنیفہ و سفیان ثوری

و دیگر علماء کوفہ نے کہا کہ حیوانات میں بیع سلم نہیں صحیح ہے کیونکہ حیوانات کے حالات منضبط نہیں ہو سکتے ہیں اور تھوڑے فرق میں از راہ
قیمت کے بڑا تفاوت ہو جاتا ہے اور یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و عبدالرحمٰن بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے
ع ـ ف ـ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گائے کا قربانی کرنا ثابت ہے چنانچہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسلم نسائی)
ازواج مطہرات کی جانب سے گائے کی قربانی کی اور اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنے میں جو جانور زیادہ نفیس و گران ہو وہ بہتر ہے اور
اونٹ کے بہ نسبت گوشت میں گائے افضل ہے لیکن ہندوستان کے مسلمان دو فرق ہیں بعضے تو گائے کی قربانی بوجہ گرانی و نفاست کے کرتے ہیں
اور اسمیں ثواب زائد ہے اور بعضے بوجہ آسانی کے بھی کرتے ہیں کیونکہ ایک گائے میں سات آدمیوں کی شرکت جائز ہے اور اسمیں فقراء و مساکین کا
نفع مزید ہے اسواسطے کہ انکے حصہ میں گوشت زیادہ ملتا ہے پس ادائے فرض کے ساتھ میں یہ نیت بھی خوب ہے لیکن اس زمانہ میں ہندوؤں میں بعضے
فرق پیدا اس قسم کے ظاہر ہوئے جو مسلمانوں کے ساتھ گائے کی قربانی میں شدید مناقشہ و مجادلہ کرنے لگے اور جب انصاف کے ساتھ غور کیا جاوے تو یہ
بیفائدہ فساد و شرارت طبیعت پر مبنی ہے کیونکہ اس حالت میں جبکہ انگریزی حکومت ہے اور وہ نوع آزادی پر مبنی ہے تو ہر فرق کو لازم تھا کہ اپنے اعتقاد کے
موافق اپنے افعال کو ٹھیک رکھے پس اہل ہنود کو زیبا نہیں کہ وہ انگریزی فوجوں کی غذا گاؤ بند کریں یا مسلمانوں کو انکے احکام شریعت
سے مانع ہوں جیسے مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ ہندوؤں یا نصرانیوں کو سور یا اعلان کلمہ شرک سے بطور مجادلہ مانع ہوں یا شراب کو عموماً
استعمال یا فروخت کرنے سے مانع ہوں ہاں باہمی مصالحہ مقتضی ہے کہ اگر درحقیقت ہندوؤں کو کسی مقام پر گائے کے ذبح ہونے سے نفرت ہوتی ہو تو
انسے ہٹا کر ذبح کیا جاوے باوجودیکہ ہندوؤں کو یہ قطعی علم ہے کہ روزانہ غذائے فوج کے واسطے یا غذائے عام کے واسطے اس جانور کا ذبح کرنا جاری ہے
پس انکے واسطے اسیقدر احتیاط کافی ہے کہ وہ اپنی نظر ایسے مقام سے ہٹا دیں جہاں دوسری قوموں کو اسکے ذبح کی ضرورت ہو یا باہمی مصالحت
کے ساتھ مسلمان اپنا ثواب افضلیت و منفعت فقراء چھوڑ دیں اور بجائے اسکے بکری وغیرہ ذبح کریں کیونکہ باہمی ہندوؤں و مسلمانوں میں نزاع
سماں بے تہذیبی و جہالت و بدبختی کی دلیل ہے اسواسطے عقلاء فریقین کو لازم ہے کہ نامردی کے ساتھ باہم الجھتے ہوئے اپنے سر پھوڑیں
جسکی بے تمیزی ایسی کھلی ہوئی ہے کہ اسکے واسطے کسی دلیل کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اسکے خون میں طرفین میں کسی کے واسطے بھی شجاعت
و دلیری کا گمان نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی جہالت و نامردی کی دلالت ہے کیونکہ بزدل کتا اپنے گھر ہی والوں کو کاٹتا ہے اور نامرد زنانہ اپنے پاؤں میں
کلہاڑی مارتا ہے فافہم (فائدہ) جنگ بدر کی فتح کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرداران قریش میں سے جو قید ہوئے تھے بجائے قتل کے فدیہ
لینا اختیار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغام پہونچایا کہ دو باتوں میں سے افضل اختیار کرو ایک یہ کہ ان سرداران کفر کو قتل کر دو دوم
یہ کہ انکا فدیہ لیکر انکو چھوڑ دو اور سال آئندہ میں جس قدر چھوڑ دو گے انکی تعداد کے برابر تمہاری جماعت سے قتل ہونگے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مشورہ لیا تو حضرت عمرؓ اور بعض انصار نے انکو قتل کر دینا اختیار کیا اور حضرت ابو بکرؓ و دیگر صحابہؓ نے چاہا کہ سال آئندہ میں شہید ہوں اور
یہ لوگ فدیہ لیکر چھوڑ دیے جاویں اسی رائے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے بعد اسکے جو آیات نازل فرمائیں
انمیں عتاب ظاہر ہوا یعنی اختیار دینا سبب یہ تھا کہ صنادید کفار کو قتل کر دیا جاتا لیکن مقدور الٰہی میں بدلتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب
میں دیکھا کہ میرے گرد گائیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں اور آپ نے تلوار ہلائی تو اسکا پھل اگر گیا لیکن پھر وہ بدستور درست ہو گئی تو آپ نے تعبیر فرمائی کہ
میرے اصحاب شہید ہونگے اور میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص شہید ہوگا پھر اللہ تعالیٰ بہتری فرمائیگا چنانچہ یہی ہوا کہ جنگ احد میں بتعداد
قیدیان بدر کے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب شہید ہوئے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا اور اسکے

معلوم ہوتا ہو کہ جسم انسانی کی تعبیر گاے سے ہوتی ہو لہذا صاحب عرائس وغیرہ نے اشارہ سے نکالا کہ انسان کو چاہیے کہ مردہ کی حیات حاصل ہونے کے واسطے اپنے نفس کو قربان کرے اور نفس کا قربان کرنا یہ ہو کہ اس جسم کی خواہش کو غور کرے اگر وہ خلاف شریعت کے خواہش کرتا ہو تو اُس خواہش کو قطعًا ترک کرے حتی کہ نفس کو اپنی خواہشوں سے مردہ کردے اور کل خواہشین وہی قائم رکھے جو شرع مین جائز ہین اور اسکو مردہ بناکر شریعت کے قابو مین دیدے کہ وہ اُس سے فرائض و واجبات احکام کی تعمیل کراوے اور اگر اُسکی خواہشین موافق شریعت ہو جاوین تو وہ کمال انسانی پر فائز ہونا شروع ہوگا - حدیث مین ہو کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن تیرا نفس ہو جو دونون پہلو کے بیچ مین ہو پس معلوم ہوا کہ پہلے اسی کو مار ڈالنا چاہیے اور یاد رکھو کہ جسنے اس نفس کو اللہ تعالی کے واسطے مار ڈالا یعنے اللہ تعالی کے ہاتھ فروخت کردیا حتی کہ وہ سوائے رضاے الٰہی کے اپنی خواہش پر نہین چل سکتا ہو تو یہ درحقیقت موت نہین ہو بلکہ موت سے بچ کر زندہ جاوید ہوگیا اور جسنے اس نفس کو پالا وہ خالی جسم حیوانی ہو جو مرتے ہی فنا ہوجائیگا اور یہ نفس عذاب جہنم مین جلیگا اور جسنے نفس کو اپنی خواہشون سے مار ڈالا اور ارادات و احکام الٰہی پر مستقیم ہوگیا وہ زندہ ہوکر نور فراست و مشاہدہ غیب تک پہونچا

(تنبیہ) اکابر مشائخ متفق ہین کہ نفس ایک ہے پس بعضے ناواقفون نے جو تین نفس بیان کیے کہ ایک نفس امارہ اور دوسرا نفس لوامہ اور تیسرا نفس مطمئنہ ہو یہ اُنکی غلط فہمی و ناوانی ہو بلکہ درحقیقت یہ نفس کے صفات ہین چنانچہ کافرون کے نفس کی صفت نفس امارہ ہو اور یہ صفت نفس کے واسطے لازمی ہو کہ وہ ہمیشہ بدکامون کے واسطے حکم دیتا ہو لہذا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا - وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الآیۃ - اور دعا احادیث مین وارد ہو اللہم لاتکلنی الی نفسی الخ یعنے الٰہی مجھکو میرے نفس کی کفالت مین نچھوڑیو کیونکہ اگر تو مجھکو میرے نفس کی کفالت مین چھوڑیگا تو وہ مجھکو بھلائی و نیکی سے دور کریگا اور بدی و جہنم سے نزدیک کریگا - چنانچہ سورۂ مریم مین قولہ تعالی لایملکون الشفاعۃ الامن اتخذ عند الرحمن عہدا الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی یہ دعا پوری آویگی پھر جب ایمان کے ساتھ آدمی نے نفس کو معصیات الٰہی پر ملامت کرکے مستقیم کیا تو اُسکی صفت نفس لوامہ ہو چنانچہ قولہ تعالی - ولا اقسم بالنفس اللوامۃ - کی تفسیر مین آویگا اور جب دار آخرت کے ساتھ مطمئن ہوا تو اس نفس مطمئنہ کا بیان قولہ تعالی - یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الآیۃ - کی تفسیر مین آویگا - بعض تابعین یا ذوالنون مصری کا قول ہو کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ - جسنے اپنے نفس کو پہچانا اُسنے اپنے رب عزوجل کو پہچان لیا پس قتل نفس سے یہ غرض نہین ہو جو بعضے ناوان سمجھتے ہین کہ اُسکو کھانے پینے وغیرہ سے پژمردہ کرے کیونکہ یہ گمراہ راہبون کا طریقہ تھا جیسا جوگیون مین معمول ہو اور اللہ تعالی نے راہبون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالی - ورہبانیۃ ابتدعوہا ماکتبناہا علیہم الآیۃ یعنی انھون نے رہبانیت اپنی طرف سے بدعت نکالی ہمنے اُنپر یہ حکم نہین بھیجا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی نفی شدید فرمائی کہ - لارہبانیۃ فی الاسلام یعنی اسلام مین رہبانیت کی جنس ہی نہین ہو - اور حدیث مین ہو - ان لنفسک علیک حقا بیشک تیرے نفس کا تجھپر حق ہے - اور اس حدیث صحیح کی تفسیر و تنصیص سے خود نکلتا ہو کہ کھانا و پینا و نکاح و حقوق اہل و عیال و حقوق مہمان وغیرہ داخل طریقہ عبادت ہین کیونکہ مومن کے کل افعال بہ نیت اتباع شریعت کے داخل عبادت ہین پس قولہ تعالی ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون - یعنے ہمنے جن و انس کو عبادت ہی کے واسطے پیدا کیا پس خالص مومنین کے کل افعال حتی کہ خواب و استراحت داخل عبادت ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ حدیث سعد مین مصرح ہو کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منہ مین دیتا ہو اُسکو لقمہ پہونچاوے تو اُس مین تیرے لیے نیکی ہو کما فی الصحیحین) وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی مرد نیک کے واسطے مال نیک خوب چیز ہے - (صحیح مسلم) کیونکہ وہ اُس سے مرضیات الٰہی بدون ہوس دنیا و تن پروری کے حاصل کرتا ہو حتی کہ اُسکی حفاظت لازم ہو کیا نہین دیکھتے ہو کہ فرمایا من قتل دون مالہ فہو شہید - یعنے اپنے مال حلال کے ناحق چھنے جانے مین جو مارا جاوے وہ شہید ہے - اور اللہ تعالی نے جس طرح انبیاء علیہم السلام

کو بحکم قولہ تعالے - یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الآیۃ سے طیبات کھانے اور اعمال نیک بجالانیکا حکم دیا اسی طرح اہل ایمان کو بقولہ تعالے - یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون - اکل طیبات واعمال صالحہ کا حکم دیا ہے اگر کوئی شخص دیکھے کہ جب وہ عمدہ غذاؤن کے بعد اپنے نفس کو قابو مین نہین رکھ سکتا تو تقلیل کرے اور برابر اعمال صالحہ پر قائم ہو یہانتک کہ بد اخلاق وذمیمہ خصال زائل ومضمحل ہوتے جاوین اور اخلاق کریمہ وصفات شریفہ ظہور کرتی جاوین اور اسکے واسطے اللہ تعالے سے ہدایت وصبر وصلوۃ کی درخواست کرے کیونکہ نفس مکار ہے شیخ رح نے لکھا کہ کبھی وہ عبادت کے لباس مین ظاہر ہو کر آدمی کو اپنی خوبی دکھلاتا ہے یعنی آدمی دیکھنے لگتا ہے کہ میرا نفس تو عبادت پر قائم ہے اور یہ نہین خیال کرتا کہ اللہ تعالی کی ہدایت ہے پس جب ہی شیخ نے نفس کو خوبی کی نظر سے دیکھا کہ اندھیر اچھا گیا اسیواسطے اہل حق اپنے نفس کو نیکی مین بھی متہم رکھتے ہین اور ہمیشہ اللہ تعالی کی رحمت پر نظر رکھتے ہین کہ اسکی عنایت سے مین نے یہ کار خیر پایا ورنہ نفس مجھکو برباد کرتا - عس - القصہ بنی اسرائیل نے گاے ذبح کرنے مین فرمانبرداری سے گریز وتعلل کیا یہانتک کہ آخر یہ نوبت پہونچی کہ جب سب حیلے ساقط ہوئے تو بمجبوری وہ گاے ذبح کی پھر اللہ تعالی نے ابتداء قصہ اعجازی ذکر فرمایا اور لایا ایہا

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

اور جب تمنے مار ڈالا تھا ایک شخص پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو نکالنا اسکو جو تم چھپاتے تھے

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

پھر ہمنے کہا مارو اس مردے کو اس گاے کا ایک ٹکڑا اسی طرح جلاوے گا اللہ مردے اور دکھلاتا ہے تمکو اپنے نمونے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

شاید تم بوجھو

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا - اور یاد کرو جب تمنے ایک نفس کو قتل کر ڈالا تھا - ف یعنے تم مین سے بعض نے ایک نفس کو خفیہ مار ڈالا اور بنی اسرائیل مین اسکا واقعہ اس طرح مشہور ہے کہ بھتیجون نے اپنے لاولد چچا کو مال کے واسطے مار ڈالا تھا جیسا اوپر قصہ مذکور ہوا - فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا - پھر تمنے اسکے بارہ مین اختلاف کیا - ف بخاری نے کہا ادارأتم - ای اختلفتم - اور یہی ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ابن جریج نے کہا یعنے تم مین دو فریق ہو گئے ہر ایک نے دوسرے پر قتل کا الزام لگایا - وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ حالانکہ جسکو تم چھپاتے ہو اللہ تعالی اسکو نکالنے والا ہے - ف یعنی اللہ تعالی ضرور ظاہر فرماویگا کہ کون قاتل ہے چنانچہ اُنسے گاے ذبح کرائی اور ہنوز قاتل کی سمجھ مین بھی نہ آیا کہ گاے کے ذبح کرنے سے اسکی بدکاری کیونکر ظاہر ہوگی - فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا پس ہمنے حکم دیا کہ تم اس مذبوحہ گاے مین سے بعض ٹکڑے کے ساتھ اس قتیل کو مارو - ف اور بنی اسرائیل مختلف روایتین بیان کرتے ہین کہ دُم کی ہڈی یا زبان وغیرہ کس ٹکڑے سے مارا تھا اور ہمکو اسکی تفتیش کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ یہ تو اعجاز قدرت تھا تو جس ٹکڑے سے مارتے وہ زندہ ہو جاتا - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہون نے گاے کے ایک ٹکڑے سے مقتول کو مارا تو وہ اُٹھ بیٹھا اس حالت سے کہ اُسکی رگون سے خون جاری تھا حالانکہ اُسکو قتل ودفن ہوئے ایک زمانہ دراز گذر چکا تھا پھر اُس سے پوچھا کہ کس نے تجھکو مارا ہے اُسنے کہا کہ مجھکو فلان شخص نے قتل کیا ہے سدیؒ نے کہا کہ اپنے بھتیجے کا نام بتلایا ابو العالیہ نے فرمایا کہ نام بتلانے کے بعد پھر وہ بدستور مردہ ہو گیا مترجم کہتا ہے کہ اسمین اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو مردہ زندہ کرنے کی قدرت آنکھون سے دکھلائی اور یہ بات بنی اسرائیل مین متواتر ثابت ہے

پس کسی شخص کو اسمین مجال انکار نہین ہے اور نہ کوئی شخص تاویل کرسکتا ہے کیونکہ جو امر محسوس متواتر ثابت ہوا اسمین کسی تاویل کی گنجایش نہین ہوتی ہے اللہ
تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی - کَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى - یون ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرمائیگا مُردون کو - ف یعنے جیسے اس مقتول کو
زندہ کردیا اُسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت مین مُردون کو زندہ کریگا پس بنی اسرائیل کو آنکھون دکھا دیا تاکہ انکو حشر قیامت مین شک نہ باقی
رہے - وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ اور اللہ تعالیٰ تمکو اپنی آیات قدرت دکھلاتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو - ف
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مین پانچ مقام پر آیات قدرت احیاء دکھلانے کا ذکر فرمایا - (۱) ثم بعثناكم من بعد موتكم
لعلكم تشكرون - (۲) اس قصہ مین - (۳) قولہ تعالیٰ الم تر الى الذين خرجوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت الآیۃ - (۴) قولہ تعالیٰ
او كالذي مر على قرية وهي خاوية على عروشها الآیۃ - (۵) ابراہیم علیہ السلام و اُنکے چار پرندون کا قصہ - یہ تو خصوص جانداروں کے دوبارہ
زندہ کرنے کے مقامات ہین اور اللہ تعالیٰ نے دلائل آیات سے بھی احیاء موتیٰ کو ظاہر فرمایا چنانچہ خشک زمین کو نباتات سے ہرا کردیا -
اور حدیث ابو رزین العقیلی مین ہے کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ احیاء موتیٰ کس کیفیت سے ہوگا تو فرمایا بھلا تو خالی وادی مین کبھی گذرا ہے
مین نے عرض کیا کہ جی ہان آپ نے فرمایا کہ پھر تو اُسی وادی مین ایسے وقت گذرا ہے جب وہ سبزہ زار ہو مین نے عرض کیا کہ جی ہان فرمایا کہ یون ہی
نشور قیامت واقع ہوگا (رواہ ابوداؤد والطیالسی) (تنبیہ) قولہ تعالیٰ - وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ جملہ اسمیہ ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی یہ شان ہمیشہ کے واسطے ہے لہٰذا مسیب بن رافعؒ فرماتے تھے کہ کوئی آدمی اگر سات کوٹھریون کے اندر کوئی نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکو
ضرور ظاہر فرماویگا اور اگر سات کوٹھریون کے اندر کوئی بدی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکو بھی ظاہر فرماویگا اور اسی آیت سے استدلال کیا
(ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت جملہ اسمیہ ہے جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ کی شان پاک یہی ہے کہ
وہ اظہار فرماتا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کسی صحیح روایت سے یہ بات ثابت نہوئی کہ کس جزو سے قتیل کو مارا تھا پس اسکی تعیین کرنا بیفائدہ ہے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے دُم کی ہڈی جسکو دُم گزہ کہتے ہین یا زبان کو بیان کیا ظاہرا انکے نزدیک یہ امر بظاہر مرجح ہوگا ورنہ درحقیقت
اس بارہ مین کوئی روایت صحیح نہین ہے - (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس قصہ مین مذکور ہے کہ جب مقتول مذکور زندہ ہوا اور
اُس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہے اُسنے بیان کیا تو مقتول مذکور کا یہ قول قبول ہوا اسی سے امام مالکؒ کے مذہب پر استدلال کیا گیا کہ
اگر مقتول قریب المرگ سے پوچھا جاوے کہ تجھکو کس نے قتل کیا اور وہ بیان کرے کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہے یا اُس سے پوچھا جاوے کہ کیا تجھکو
فلان شخص نے قتل کیا اور وہ سر کے اشارہ سے کہے کہ ہان تو اسکا قول قبول ہوگا کیونکہ غالبا وہ ایسی حالت مین دروغ نہین کہیگا
نہین کہیگا اور اس بارہ مین ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے جیسا کہ ایک یہودی نے زیور کے لالچ سے ایک جاریہ انصاریہ کا سر دو پتھرون کے
درمیان کچل دیا تھا اور لوگون نے اس جاریہ کو ایسی حالت مین پایا کہ اسمین جان ایک رمق باقی تھی تو اُس سے پوچھا گیا کہ کیا تجھے فلان شخص نے قتل کیا
اور کیا فلان و فلان شخص نے قتل کیا یہانتک کہ جب اُس یہودی کا نام لیا تو اُسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان پس یہودی مذکور اُسکے قصاص مین
قتل کیا گیا اس طرح کہ اسکا سر بھی دو پتھرون کے درمیان رکھکر کچل دیا گیا اور جمہور علماء نے اس بارہ مین قتیل کا قول قبول نہین کیا
اور اس حدیث کی دیگر روایات مین آیا کہ جب وہ یہودی گرفتار ہوا تو اُسنے اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا ہے پس وہ قصاص مین قتل
کیا گیا اور واضح ہو کہ دونون پتھرون کے درمیان سر کچلنا بطور سیاست و تعزیر تھا کیونکہ دوسری حدیث مین وارد ہے کہ لا قود الا بالسیف یعنی
تلوار ہی سے قصاص لیا جاوے اسکی اسناد حسن ہے اور نیز حدیث صحیحین مین آیا کہ جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو

مقتضی ہے کہ تلوار سے گردن کاٹ دیجاوے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک جس طرح قاتل نے مارا ہو اُسی طرح
قتل کیا جاوے جیسے یہودی مذکور قتل کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ) بنی اسرائیل میں مقتول کو ابتداءً زندہ نکرنے میں بہت سے فوائد تھے
(۱) یہ کہ قربانی کرنے اور حکم واجب ادا کرنے میں تقرب الٰہی حاصل ہو (۲) اُس یتیم کو جو زرد گاے کا مالک تھا اور اپنی ماں کا بہت خدمتگذار
تھا دنیا میں فراغت ونفع کثیر حاصل ہو (۳) بھاری داموں کی قربانی افضل ثابت ہو (۴) لوگوں کو معلوم ہو کہ تاثیر دینے والا فقط اللہ تعالیٰ
عزوجل ہے وہ جس چیز میں جو اثر چاہے پیدا کر سکتا ہے اور یہ ظاہری اسباب فقط نشانات قدرت ہیں انمیں خود کوئی اثر نہیں ہے (۵) لوگوں
کو تنبیہ ہو کہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں قتل کریں جو اُنکو نافرمانی میں قتل کرنا چاہتا ہے اور ایسے زمانہ میں کہ اُس سے
بچپن دور ہوا اور بہنوز بڑھاپا نہیں آیا ہے بلکہ عین جوانی ہے اُسکو خدمت الٰہی میں مصروف کرے (۶) نفس کو دنیا سے فانی حاصل کرنے میں
ذالہ یعنے خوار نکرے (۷) شرک وکفر کے لوث سے پاک ہو کہ اُسمیں سواے صبغۃ اللہ یعنے رنگ توحید کے دوسرا رنگ نہو (۸) باہمی
مخاصمہ اسطرح دفع کرے کہ نفس کو طاعت الٰہی میں قربان کرے اور باہمی مخاصمہ اس طرح ہوتا ہے کہ نفس مذکور اپنی خواہش دنیا میں آدمی کو
مار ڈالتا ہے کیونکہ کفر وبدکاری وغیرہ موت حقیقی ہے پس نفس مذکور درحقیقت اس شخص کے واسطے قاتل ہے پھر اس قاتل سے قصاص لینے میں
عقل ووہم باہم جھگڑا کرتے ہیں چنانچہ عقل سلیم اس نفس کو امر آخرت وانجام کار میں لاتی ہے اور وہم اُسکو بقدر غلبہ کے دفع کرتا ہے اور چاہتا ہے
کہ نفس چھوٹا رہے پس چاہیے کہ باہمی مخاصمہ چھوڑ کر نفس کو فرمان الٰہی کے موافق اُسکے جسم گاؤ کو قتل کرے یعنے طاعت الٰہی میں لگاوے
ورنفس کی خواہش سے چھڑاوے تاکہ قصاص سے حیات حاصل ہو کما قال تعالیٰ - ولکم فی القصاص حیوۃ یااولی الالباب الآیۃ ملخص
البیضاوی وغیرہ) بالجملہ اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو معارف وآیات قدرت دکھلائیں پھر بھی وہ مفسد ہوے چنانچہ فرمایا

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَإِنَّ مِنَ
پھر تمہارے دل سخت ہوگئے اس سب کے بعد سو وہ جیسے پتھر یا اُن سے بھی سخت اور
الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ ؕ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ
پتھروں میں تو وہ بھی ہیں جن سے پھوٹتی ہیں نہریں اور اُن میں تو وہ بھی ہیں جو پھٹتے ہیں اور نکلتا ہے اُنسے
الْمَآءُ ؕ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
پانی اور اُنمیں تو وہ بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ملامت فرمائی کہ تمنے مردہ مقتول زندہ کرنے ودیگر معجزات وآیات الٰہی کو اپنی آنکھوں دیکھ لیا ثُمَّ
قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ - پھر تمہارے دل سخت ہوگئے بعد اسکے ف یعنے بعد معائنہ ومشاہدہ ان آیات
کے تمہارے دل نرم ہوتے فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً - پس یہ تمہارے دل مانند پتھر کے یا سختی میں اُس سے
بڑھکر ہیں - ف یعنے سخت ہوجانے میں تمہارے دل مانند پتھر کے ہیں جو کبھی موم کی طرح نرم نہیں ہوتا ہے یا پتھر سے بھی سخت
ہیں اور یہ بیان بطور شک نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان میں شک کرنا محال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ان لوگوں کے حال سے واقف ہو
وہ اُنکے دلوں کو پتھر سے تشبیہ دے یا اس سے بڑھکر لوہے وغیرہ سے تشبیہ دے بیضاوی وعکبری نے کہا کہ یہ بطور اختیار ہے یعنے
چاہو اُنکے دلوں کو پتھر سے تشبیہ دو یا اُس سے بڑھکر سخت قرار دو اور خلاصہ یہ ہے کہ سخت تشبیہ مثل پتھر کے تھی لیکن ان لوگوں کے دلوں کو اُس

کبھی زیادہ تصور کرنا چاہیے کیونکہ پتھروں سے تشبیہ کامل نہیں ہو اگرچہ بہت سخت تصور کیجاتی ہے۔ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا
يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ حالانکہ پتھروں میں سے بعض ایسا ہے جس سے نہریں جاری ہوتی ہیں وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ
مِنْهُ الْمَآءُ۔ اور پتھروں میں سے بعض وہ ہے جو شق ہوجاتا ہے پھر اس سے پانی نکلتا ہے۔ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ
ف مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اور پتھروں میں بعض وہ ہے جو خوف الٰہی سے گر پڑتا ہے۔ [illegible] ہوا ان کے دل اس سے
بھی سخت ہیں کہ امر حق کے واسطے نرم نہیں ہوتے ہیں۔ روایت ابن ابی حاتم [illegible] اور [illegible] ابن عباس سے روایت
کی کہ جب اس گائے کے گوشت سے مقتول کو مارا اور وہ زندہ ہو کر [illegible] اپنے قاتل کو قتل کیا [illegible] مردہ
ہوگیا تو انکو آیات الٰہی کے واسطے نہایت نرم دل ہونا چاہیے تھا کہ انھوں نے قدرت الٰہی کو مشاہدہ کیا [illegible]
ہوا کہ جب مقتول مذکور پھر مردہ ہوگیا تو ان لوگوں نے جھٹلانا شروع کیا [illegible] لیکن قبول ہوا اور وہ لوگ قتل
میں قتل کیے گئے اور [illegible] اللہ عزوجل نے [illegible] زیادہ سخت ہیں کیونکہ بعض پتھروں
سے [illegible] الٰہی عزوجل نہریں جاری ہوتی ہیں اور بعض شق ہوجاتے ہیں اور بعض خوف الٰہی [illegible] حالانکہ ان قلوب [illegible]
بھی اثر نہوا کہ یہ لوگ [illegible] الٰہی کو جھٹلانے لگے [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد مبارک میں موجود تھے کہ باوجود ان آیات [illegible] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر
ایمان نہیں لائے بلکہ توریت میں تحریف کرتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور نہیں
ف١ ہے اللہ تعالیٰ اس سے کچھ بھی غافل نہیں ہوتا بلکہ [illegible] تاخیر کی گئی ہے حالانکہ [illegible] آخرت
کے مقابلہ میں یہ تاخیر نہایت ہی قلیل ہے۔ ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن [illegible] روایت کی کہ ان پتھروں سے نہریں جاری ہوتی ہیں [illegible]
کہ گریہ و زاری کی کثرت ہو اور جن پتھروں سے پھٹکر پانی نکلتا ہے [illegible] کم خوف الٰہی سے [illegible]
یہ بغیر آنسوؤں کے قلب کا رونا ہے (ابن ابی حاتم) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے [illegible] جاری ہے اور بعض لوگوں
نے گمان کیا کہ پتھر کی نسبت خوف الٰہی بطور مجاز ہے لیکن امام رازی و قرطبی وغیرہ [illegible] اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات
میں ہر شے کے واسطے اپنی معرفت کی فہم پیدا فرمائی ہے اور یہی سلف و خلف اہل سنت کا مذہب ہے [illegible]
و جمادات سب پتھروں میں اللہ کی طرف سے ایک علم ہے جس سے ہر ایک اپنے خالق عزوجل کو پہچانتی [illegible] کرتی ہے اور [illegible] مخلوق
سوا ہے دوسری مخلوق ہیں دوسرے طور پر [illegible] آیات و نصوص [illegible] اول قولہ تعالیٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا الآیۃ۔ دوم قولہ تعالیٰ۔ [illegible] الآیۃ سوم قولہ تعالیٰ تُسَبِّحُ لَهُ
السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ۔ چہارم قولہ تعالیٰ۔ [illegible] پنجم قولہ تعالیٰ
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ۔ ششم قولہ تعالیٰ۔ [illegible] ہفتم قولہ تعالیٰ۔ لَوْ اَنْزَلْنَا
هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ [illegible] وَالْاَرْضِ [illegible]
[illegible] الآیۃ۔ [illegible] وغیرہ کے اور حدیث صحیح
احد کی نسبت آیا کہ[1] یہ پہاڑ ہم کو دوست رکھتا ہے اور ہم اسکو دوست رکھتے ہیں [illegible] اور ابوجہل مردود کے ہاتھ میں کنکریوں کا

[1] احد جبل یحبنا و نحبہ

صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر گواہی دی اور زہر ملی ہوئی بکری نے آپکو آگاہ کیا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے اور جنگل کے ایک درخت نے گواہی
طلب کی تو وہ زمین پھاڑتا ہوا آیا اور گواہی دیکر چلا گیا اور ایک مرتبہ آپنے قضاے حاجت کے واسطے دو درختوں کو طلب فرمایا تو دونوں حاضر ہوگئے اور
جھککر پردہ و سایہ کر لیا اور ایک باغ میں اونٹ نے آپ سے اپنی محنت و بھوک کی شکایت کی اور ایک شخص کے اونٹ نے آپکو سجدہ کیا
شیخ ابن کثیر نے کہا کہ خبر متواتر مشہور ہے کہ ستون حنانہ آپکے فراق میں بچے کی طرح رویا اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ میں مکہ میں ایک پتھر پہچانتا
ہوں جو ایام بعثت میں مجھے سلام کیا کرتا تھا علماء نے کہا یہ سواے حجر اسود کے ایک پتھر ہے مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
واقع تھا اور روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ مکہ کے نواح میں نکلے سو ہم پہاڑ و ان جنگلوں میں
جس درخت و پتھر کی طرف گذرے تو ہر ایک کہتا کہ السلام علیک یا رسول اللہ (الدارمی وغیرہ) اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کو لیکر پہاڑ پر چڑھے تو اسکو
جنبش ہوئی پس آپنے ٹھوکر مارکر فرمایا کہ ٹھہر تجھ پر فقط نبی و صدیق و شہید ہیں اور صحیحین وغیرہ کی دیگر احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہوئی
ہیں کہ شمار سے خارج ہیں. تفتازانی نے تلویح میں تسلیم کیا کہ آفتاب کیونکر سجدہ کریگا کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں اور آفتاب کی پیشانی
کہاں ہے جسکو زمین پر رکھے یہ شبہہ اسکا ہے جو یہ گمان کرے کہ آدمی ہی کے سجدہ کرنے کی شکل سجدہ ہے کہ وہ زمین پر سر رکھے
ورنہ ہر چیز کے واسطے اسکے لائق سجدہ ہے اور حدیث ابوذر میں صحیح وارد ہے کہ آفتاب جاکر زیر عرش سجدہ کرتا ہے پھر اسکو حکم ہوتا ہے کہ جاکر وہیں
سے طلوع کرے تو وہاں سے نکلتا ہے (الترمذی حسن صحیح) بالجملہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کے واسطے تسبیح و صلوٰۃ معلوم ہے اگرچہ اسکی
کیفیت سے ہم واقف نہیں اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (مسئلہ) امام رازی نے تفسیر واحدی سے نقل کیا کہ سلف صالحین
وعلماے محققین کے نزدیک ان اشیاء میں انکی جنس کے انبیاء ہیں اور اسکے واسطے لطیف استدلال فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ما من دابۃ فی الارض
ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم الآیۃ صریح ہے کہ زمین کے ہر قسم کے چرند و جانور و ہر قسم کے پرند بھی انسانوں کے مثل امتیں جداگانہ ہیں
اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک پیغمبر نے ایک درخت کے نیچے نزول کیا جہاں چیونٹیوں کے جھنڈ تھے پس ایک چیونٹی نے کاٹ کھایا
تو آپنے اسباب اٹھوا کر چیونٹیوں کے قریہ کو جلا دینے کا حکم کیا پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے تمنے ایک
امت کو جلا دیا جو تسبیح کرتی تھی اور اگر قصاص تھا تو ایک ہی چیونٹی سے لیا گیا ہوتا (صحیح مسلم) پس معلوم ہوا کہ چیونٹیاں بھی ایک امت ہیں کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر الآیۃ صریح ہے کہ ہر امت میں پیغمبر بھیجا گیا تو ثابت ہوا کہ ان امتوں میں بھی پیغمبر ہیں
اسیواسطے علماء نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام مخلوقات عالم کے واسطے عام ہے یہ استدلال نہایت لطیف ہے لیکن جن لوگوں
کی عقل پر حواس و اوہام غالب ہیں انکو ان آیات میں تردد ہوتا ہے اور یہ انکی جہالت و بیماری ہے (فائدہ) آیت سے ثابت ہوتا ہے
کہ دل ہی کی سختی و لگاؤ سے آدمی کی صلاحیت بگڑ جاتی ہے اسیواسطے حدیث میں آیا کہ بدن میں ایک مضغہ ہے جب وہ صلاحیت پر ہوتا
ہے تو تمام جسم صالح ہوتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے تو تمام جسم میں فساد ہوجاتا ہے آگاہ رہو کہ وہ دل ہے (الصحیح) اور حدیث میں ہے کہ الٰہی
میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا الآیۃ یعنے الٰہی ہمارے دلوں کو بعد ہدایت کے کج
نہ فرمائیو۔ الخ اور یہ قلوب بندوں کے قدرت الٰہی میں مسخر ہیں جدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے (کما فی الصحیحین) اور حدیث شریف میں ہے
کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے (کما فی الصحیح) اس سے نکل آیا کہ کاموں کا مدار نیت پر ہے
چنانچہ حدیث میں خود منصوص ہے کہ۔ انما الاعمال بالنیات (کما فی الصحاح) شیخ ابن العربی نے آیت میں اشارہ لکھا کہ قلوب چار طرح ہیں

الا و ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ
واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب

ایک وہ دل کہ نور الٰہی سے منور اور اسمیں مستغرق ہو گیا پس اس سے علم کی نہریں جاری ہوئیں کہ جنسے ان نہروں سے پیا وہ ہمیشہ کے لیے ۱
زندہ ہوا اور یہ قلوب ویسے ہیں جیسے خاصان خدا کے ہیں جو درجوں میں سب سے آگے ہیں یعنے مانند انبیاء علیہم السلام و انکے امتی اولیا
کاملین رضی اللہ عنہم اور انکے تابعین کی طرف اس کلام سے اشارہ فرمایا۔ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار الآیۃ۔ دوم وہ دل جو کہ اسنے ان ۲
علوم سے ایک حصہ حاصل کر کے جمع کیا اور اسکو حفظ کیا اور اس سے فہم و استنباط کیا اور پھیلایا کہ اس سے لوگوں نے نفع پایا اور یہ مثل علماء متبحرین
کے دلوں کی ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا اس کلام سے۔ وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ علماء مجتہدین و حکماء
ربانیین ہیں اور سوم وہ دل ہیں کہ خاشع و مطیع ہوئے جیسے مسلمانوں میں سے زاہدوں و پرہیزگاروں کے دل ہیں اور انکی طرف اس کلام سے ۳
اشارہ فرمایا وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ۔ اور انکا ادنیٰ حال یہ ہے کہ احکام الٰہی کے لیے بدل مطیع ہوتے ہیں جو انکو نیک منزل پر پہنچا دینگے
پھر اسکے ایک چوتھا دل باقی رہا جسکو علم کا اثر تک نہیں پہنچا اور نہ وہ خوف الٰہی سے نرم ہوا بلکہ ہمیشہ سے ہوس اور غرور میں اور اپنی ۴
کی خواہشوں سے پھر اور سرکشی میں پورا ہے سو عالم میں جتنی چیزیں محسوس موجود ہیں کسی سے اسکی مثال نہیں ہو سکتی کیونکہ سب چیزیں جو اللہ تعالیٰ
نے انکو حکم کیا قبول کرتی ہیں سو اس سے اسکی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ وہ تو ظاہر میں پہاڑ جاتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مثال اس ہدایت و
علم کی جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے ایسی ہے جیسے ایک زمین پہنچا پانی نفع دینے والا برسا سو اس زمین میں بعضے ٹکڑے تو پاکیزہ ہیں
جنھوں نے اس پانی کو قبول کیا اور پی لیا اور بہت ہری ہری گھاس و سبزہ و اناج وغیرہ اگایا اور اس زمین میں سے بعضے ٹکڑے
اجدب ہیں کہ اسنے پانی کو اپنے پاس ٹھہر رکھا سو اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع دیا کہ لوگوں نے اس سے پیا و پلایا اور کھیتی کی اور ایک
ٹکڑا چٹیل میدان کہ نہ وہ پانی روک رکھتا ہے نہ گھاس اگاتا ہے الیٰ آخر الحدیث۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں قلبوں کو بیان
فرمایا اور اول میں سے قلب محمدی ہے قال المترجم جاننا چاہیے کہ افضل تمام قلوب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب شریف ہے پھر
درجہ بدرجہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا پھر امت میں سے قلوب اس نوع کے نہیں ہو سکتے جو انبیاء علیہم السلام کے ہیں لیکن صدیقین
انکے مشابہ ہوتے ہیں پس قلب محمدی سے ایسے قلوب مراد ہیں جو آپ کے قلب مطہر مقدس سے مشابہ ہوں جیسے ولایت محمدی سے مراد ہے
کہ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ولایت حاصل ہوئی اور وہ افضل اولیاء وقت ہوتا ہو حتی کہ شان معرفت میں اعلیٰ ہو اگرچہ عبادت
میں دوسرے لوگ زائد اجتہاد و محنت کرنے والے ہوں کیونکہ وہ احکام سنت پر اپنے کثیر ازواج و اولاد کے ساتھ ہدایت و ارشاد میں کامل
ہوتا ہے اور اسی پر کلمات اولیائے امت متفق ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ م ۔ اور حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ سوائے ذکر الٰہی کے زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ کثرت کلام کی جو سوائے ذکر الٰہی کے ہو دل کو سخت کرتی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ
سے بہت دور ہونے والا وہی شخص ہے جسکا دل سخت ہو۔ (الترمذی) اور حضرت انسؓ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ چار چیزیں شقاوت سے
ہیں ایک آنکھ کا ٹھہرانا دوم دل کا سخت ہونا تیسرے امید کی رسی دراز ہونا چوتھے دنیا پر حرص (البزار) ع۔ اور آیت میں اشارہ ہے کہ
ظاہری صورت سالم رہنے کے باوجود باطن مسخ ہو جاتا ہے جیسے ان موجودہ یہودیوں وغیرہ میں حالت ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو
ان یہودیوں کے حال سے متنبہ فرمایا مع انکے برادری یعنی منافقوں کے قال تعالیٰ

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ

اے کیا تم مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمھاری بات اور ایک لوگ تھے ان میں کہ سنتے کلام اللہ کا

ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا

پھر اُسکو بدل ڈالتے بوجھ لیکر اور اُنکو معلوم ہے اور جب ملتے ہین مسلمانون سے کہتے ہین

آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے ہوتے ہین ایک دوسرے پاس کہتے ہین تم کیون کہہ دیتے ہو اُنسے جو کھولا ہے اللہ نے تمپر

لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

کہ جھٹلادین تمکو اُس سے تمھارے رب کے آگے کیا تمکو عقل نہین کیا اتنا بھی نہین جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو

نصف

يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

چھپاتے ہین اور جو کھولتے ہین

ان آیات مین بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے بعض عیوب بیان فرمائے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے مقلد اور انھین کی کے ثناخوان ہین۔ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ سو کیا تم آرزو رکھتے ہو کہ یہ موجودہ لوگ تمھاری بات مانینگے۔ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ حالانکہ ان مین سے ایک فریق ایسا تھا جو کلام الٰہی کو سنتے تھے پھر بعد اسکے سمجھ لینے کے اُسکو تحریف کرتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے ف یعنے انکے بزرگون مین سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک گروہ تھا اور وہ گروہ علما کا تھا کہ انکی یہ حالت تھی کہ کلام الٰہی کو سمجھ لینے یعنے توریت کو اچھی طرح سنکر سمجھ لینے پھر جان بوجھکر تحریف کرتے تھے اور یہ لوگ اُنھین کی تقلید کرتے ہین تو جبکہ اوائل کی یہ حالت تھی اُنکے اواخر مقلدین سے تم کیونکر ایمان کی طمع رکھتے ہو یعنے اُنسے کچھ طمع مت رکھو کہ یہ لوگ شریر پلید و خبیث جاہل ہین پھر جاننا چاہیے کہ قولہ ان یؤمنوا لکم مین ایمان سے تصدیق یعنے بات مان لینا مراد ہے یا ایمان شرعی مراد ہے پس اگر ایمان شرعی مراد ہو تو افتطمعون کا خطاب در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اور لفظ جمع یا تو بطور تعظیم ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس وجہ سے شامل کر لیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تلقین کرتے تھے اور حاصل یہ ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ یا آپ مع اصحاب رضی اللہ عنہم کے ان یہودیون سے یہ طمع رکھتے ہین کہ یہ لوگ آپ پر ایمان لاوینگے حالانکہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے مقلد ہین جنمین سے ایک فریق کی یہ کیفیت تھی کہ وہ لوگ کلام الٰہی کو سنکر سمجھ لینے کے بعد جان بوجھکر تحریف کرتے تھے یعنی کسی طرح کا عذر نہ تھا کہ سمجھے نہون یا بھول کر معنے بدل گئے ہون اور یہ سخت برائی و کفر ہے۔ اور اگر بات مان لینے کے معنے ہین تو خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ٹھیک ہے یعنے تم ایسی قوم سے اپنی بات ماننے کی کیونکر امید کر سکتے ہو جنکے بزرگون مین سے ایک فریق ایسا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بات جان کر عمداً تحریف کرتا تھا۔ یہ سیاق کی بنا پر ہے۔ قد کان فریق منہم زمانہ گذشتہ کا حال ہو اور کبھی ایسا کلام زمانہ موجود کے واسطے بھی بولا جاتا ہے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ تم ان عام یہودیون سے ایمان کی امید کیونکر رکھ سکتے ہو جبکہ انہین سے ایسا ایک فریق ہے یعنے انکے احبار علما کا ایک فریق ایسا ہے کہ وہ توریت کو سنکر سمجھ بوجھکر تحریف کرتا ہے حالانکہ متواتر سُن چکے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے پس اسکو کلام الٰہی جان کر یہ لوگ لفظ و معنے دونون بدلتے تھے یا لفظ و معنے بدلتے تھے یا اصل توریت کو چھپا کر دوسری کتاب لکھا لیتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جسنے اپنی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتلایا اور یہ افترا کفر باندھا تو

ایسے شخص سے کیونکر اُمید کرسکتے ہو کہ اُسنے کتاب الٰہی کو نہین بدلا کیونکہ جب اس کفر مین اُسکو ڈر نہین ہے تو اُس کفر مین بھی ڈر نہوگا بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے
فرمایا - یحرفون الکلم عن مواضعہ - یعنے کلمات توریت کو اپنے ٹھکانے سے متغیر کرتے ہین - تو کچھ شک نہ رہا کہ وہ توریت مین تحریف کرتے تھے
اب رہا یہ کہ خالی معانی مین تحریف کرتے تھے تو یہ خیال صرف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم
صادقین یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ ان یہودیون کو حکم دے کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو توراۃ یہان لاکر پڑھو - الخ - سو معلوم
ہوا کہ اگر توریت کے الفاظ بدل ڈالے ہوتے تو اسکے پڑھنے سے کیا فائدہ ہوتا - مترجم کہتا ہے کہ انھون نے ہر مقام تو نہین بدل ڈالا تھا علاوہ اس کے
عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو سب علماے یہود مین سے افضل تر و بہت عالم تھے وہ مسلمان ہوچکے تھے تو اُنکے سامنے یہودیون کی تحریف
کچھ کارگر نہین ہوسکتی تھی اور مترجم کہتا ہے کہ اُس وقت کوئی حالت ہو لیکن اس زمانہ مین تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ نصرانیون مین سے ہر فرقہ نے انجیل کو
اپنی مراد کے موافق بدل ڈالا اور یہی غالب حال توریت کا ہوگیا کیونکہ توریت و انجیل کے نسخون مین صرف تین سو سینتالیس کے قریب
ایک ہی کتب خانہ کے نسخے ملانے مین کئی ہزار الفاظ کا اختلاف موجود ہے تو کسی صورت سے یہ معلوم نہین ہوسکتا کہ اصل مین کیا لفظ تھا اور
حکم الٰہی کیا تھا گم ہوگیا اسیواسطے اہل اسلام مین یہ امر جائز نہین ہے کہ توریت و انجیل سے کوئی امر ثابت کرین یا یہود و نصاریٰ کو قائل کرنے کے
واسطے علماء کو نظر کرنا جائز ہوا - اب یہان بعض آثار سلف کو تفسیر شیخ ابن کثیر سے ملخص کیا جاتا ہے اور چونکہ وجوہ مین ضعف اور نزاع کی جگہ ہین لہذا
ہر روایت کا ٹھیک وجہ پر محمول کرنا چاہیے - محمد بن اسحٰق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب مومنین رضی اللہ عنہم کو یہودیون کے ایمان سے مایوس کردیا اور یہ فریق جنھون نے کلام الٰہی کو بدلا یہ وہی لوگ ہین
جنھون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دیدار باری تعالیٰ کی درخواست کی تھی - ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے بعض اہل علم نے بیان
کیا کہ ان لوگون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگون کو دیدار باری تعالیٰ ممکن نہین ہوسکتا لیکن آپ درخواست کرین کہ ہم لوگ کلام الٰہی
سُن لین پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا یہ لوگ روزہ رکھین اور طہارت کامل ہون پس جب موسیٰ علیہ السلام میقات پر
گئے تو انکو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور جب ابر کا پارہ سفید آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو سجدہ کا حکم دیا پس یہ لوگ سجدہ مین گر پڑے اور انھون نے بھی کلام الٰہی سُنا
پھر جب بنی اسرائیل کے پاس آئے تو جو کچھ سُنا تھا اُسکو تغیر کرکے بیان کیا - الخ - اور خطیب نے کہا کہ جو کچھ سُنا تھا وہ بیان کرنیکے بعد اپنی طرف سے
اسقدر ملا دیا کہ جہانتک تم سے ہوسکے عمل کرو ورنہ کچھ حرج نہین ہے - الخ - مترجم کہتا ہے کہ اس روایت پر لازم آتا ہے کہ کلام الٰہی کی خصوصیت
موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہو بلکہ دوسرون نے بھی کلام الٰہی سُنا ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہے - شیخ ابن کثیر نے جواب دیا کہ یہ بات نہین لازم آتی
کیونکہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے سُنا تھا شاید اُس طور پر اُنھون نے نہ سُنا ہو جیسے قولہ تعالیٰ - وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ الآیۃ
مین یہ معنے ہین کہ اگر مشرکون مین سے کوئی شخص تجھسے پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دے یہانتک کہ وہ کلام اللہ سُنے پس اُسنے کلام اللہ سُنا اسی طرح فریق
بنی اسرائیل نے بھی کلام الٰہی سُنا ہوگا - مترجم کہتا ہے کہ یہ محل تردد ہے اسواسطے کہ اُن لوگون نے یہ درخواست نہین کی تھی کہ ہم لوگ آپکی زبان سے کلام الٰہی
سنین کیونکہ یہ امر تو انکو پہلے ہی سے ممکن بلکہ حاصل تھا پس ظاہرا محمد بن اسحٰق نے جن اہل علم سے یہ روایت سُنی وہ یہودی لوگ ہونگے جنکا
نام ظاہر نہین کیا ہے پس یہ اسرائیلیون کی روایات اُنکی نادانی کی حکایات ہین واللہ تعالیٰ اعلم اور اصل بات یہی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
توریت کے کلمات سُنکر سمجھ لینے کے بعد تحریف کرتے تھے چنانچہ قتادہ نے فرمایا کہ یہ احبار یہود کا حال تھا جو توریت سُنکر خوب سمجھ لینے کے بعد تحریف
کرتے تھے اسیطرح مجاہد نے فرمایا کہ یہ یہودیون کا بیان ہے اور اُنمین ایک فریق اسواسطے فرمایا کہ جو لوگ توریت کو سُنتے و سمجھتے تھے وہ احبار تھے لیکن کل یہود

نہین فرمائے کہ اصل مین سمجھنے و تحریف کرنے والے صرف وہی لوگ تھے جو علماء و احبار کہلاتے تھے تو یہ ایک فرقہ ہوا اسواسطے فرمایا کہ اُن مین سے ایک فرقہ ایسا تھا ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہ یہودیون کی مذمت ہے جن پر اللہ تعالے نے توریت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و زانی محصن کو سنگسار کرنے کے احکام نازل فرمائے مگر اُنھون نے عمداً تحریف کر دیے ابن وہب نے کہا کہ ابن زید نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے یہودیون پر توریت نازل فرمائی تو بجائے شکر کے ان لوگون نے حرام کو حلال کیا اور حلال کو حرام اور حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا شروع کیا اور اُسکی صورت یہ ہوئی کہ جب کوئی حقدار کچھ رشوت لیکر آتا تھا تو اُسکے واسطے کتاب اللہ مین سے حق فتوی دیدیتے تھے اور جب کوئی جھوٹا مدعی رشوت لاتا تو رشوت لیکر اُسکے موافق فتوی دیدیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید و عمدہ ہے چنانچہ قولہ تعالی - ان کثیرا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی اسکا واضح بیان آویگا اور اُسکے موافق آیت کے معنے ہوئے کہ اللہ تعالے نے مومنون کو آگاہ فرمایا کہ تم ان عوام یہودیون سے ایمان کی کیا توقع رکھتے ہو جبکہ ان مین سے پڑھے لکھون کی یہ کیفیت ہے کہ سخت دل ہو کر حقیر مال دنیا کے پیچھے کلام الٰہی کی تحریف کرتے ہین کیونکہ انکے دل مین آخرت کا یقین و عذاب الٰہی کا خوف نہین رہا ہے یہ ظاہر مین توریت کے ماننے والے بنتے ہین مگر باطن مین انکے قلوب سخت ہو کر غضب الٰہی مین پڑ گئے ہین تو تم لوگ ایسے ایمان کی توقع مت رکھو اور جو کوئی ان مین سے بظاہر مسلمان ہوا وہ بھی منافق ہے - وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا - اور جب یہ لوگ اہل ایمان سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور ہم کیونکر ایمان نہ لاوین حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک عربی پیغمبر ہین اور انھین کے نام کے طفیل سے ہم لوگ تھوڑا زمانہ ہوا کہ ہم لوگون فتحمندی کی دعا مانگا کرتے تھے اور حکم توریت کے موافق خود انکے منتظر تھے (محمد بن اسحق عن ابن عباس) وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ - اور جب ایک دوسرے کے پاس اکیلے ہوتے ہین - ف - تب یہ اقراری لوگ ظاہر کرتے ہین کہ ہم نے مومنون سے صرف ظاہر مین ایمان کا اقرار کر دیا ہے اور دل سے ہم لوگ مومن نہین ہین - غرضکہ یہ منافقین جب اپنے پڑھے لکھے گروہون کے پاس اکیلے ہوتے ہین تو اُنکے خوش کرنے کو اظہار کرتے ہین کہ آپ لوگ مطمئن رہین کہ ہم دل سے مومن نہین ہین - قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥ وہ لوگ کہتے ہین کہ بھلا تم ایسی ایسی باتین بیان کر دیتے ہو جو اللہ تعالی نے تم پر کھول دی ہین تاکہ وہ لوگ اللہ تعالے کے سامنے تم پر حجت قائم کرین سو کیا تم سمجھتے نہین ہو - ف - کہ تمھارے اس فعل سے تم پر عذاب کی حجت قائم ہو جائیگی خلاصہ یہ کہ منافقون کو انکے احبار جو گروہون کی طرح اپنے اوپر کتاب مین لاوے تھے ایک بات مین ملامت کرتے ہین کہ تم دنیاوی مصلحت سے ایمان ظاہر کرتے ہو اور دل سے نہین مانتے ہو تو یہ خوب ہے لیکن اُنسے یہ باتین کیون ظاہر کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہین اور ہم کو توریت مین انھین پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے اور ہم مدت سے انکے ظہور کے منتظر تھے اور زمانہ جاہلیت مین ہم انھین کے فضائل تم سے بیان کیا کرتے تھے اور انھین کے نام پاک کا واسطہ و وسیلہ لا کر اللہ تعالی سے تم پر فتح و نصرت کی دعائین کیا کرتے تھے - بالجملہ منافقین تو مسلمانون سے خوشامد کے لیے یہ باتین اظہار کرتے تھے اور رہبان سے جا کر جب اپنے احبار سے اپنا نفاق ظاہر کرتے تو وہ لوگ انکو ملامت کرتے کہ تم یہ باتین اُنسے کیون ظاہر کرتے ہو کیا سمجھتے نہین ہو کہ وہ لوگ انھین باتون سے اللہ تعالے کے نزدیک تم پر حجت قائم کرینگے کہ تم نے جان بوجھ کر کفر کیا ہے تو ہم تم سب اسکے سبب سے عذاب الٰہی مین گرفتار ہونگے مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ اپنی سمجھ کا دعوی کرتے تھے حالانکہ اسقدر سخت احمق تھے چنانچہ اللہ تعالے نے انکو جواب کا اور فرمایا أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ٥ کیا یہ نہین جانتے ہین کہ اللہ تعالی تو ہر چیز جسکو وہ لوگ چھپاتے اور جسکو ظاہر کرتے ہین سب جانتا ہے - ف - پس اللہ تعالی نے اپنے علم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی خفیہ

باتون سے آگاہ فرمایا اور یہی اُنکے واسطے دلیل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اُنکی خفیہ وظاہر سب باتون کو جانتا ہے ولیکن یہود ایک قوم احمق تھے جو اپنی
بیوقوفی سے صفات باری تعالیٰ کو نہین سمجھتے تھے حتی کہ علمائے محققین نے بیان فرمایا کہ یہودی قوم مجسمہ ہے چنانچہ انکے اعتقادات مین سے ایک یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن تک مخلوقات کو پیدا کیا اور ساتوین روز سنیچر کو استراحت کے لیے پاؤن پھیلا کر عرش پر لیٹا اور یہ انکا کفر وجہالت ہے بلکہ
اللہ تعالیٰ کے واسطے جسمانی صورت بیان کرتے ہین۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اسیواسطے انکو یون کا گمان تھا کہ خفیہ باتون کو اللہ تعالیٰ
نہین جانتا ہے اور باوجود ان تمام معجزات کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واقع ہوئے اور باوجود معارف توریت کے یہ لوگ ایسے ہی احمق
و نا سمجھ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے انہو تعالیٰ کمثل الحمار یحمل اسفارا الآیۃ۔ مین انکے عالمون کو ایسے گدھے سے مثال دی جسپر کتابین لدی ہون
اور اسی جہالت کی وجہ سے گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انکی پوشیدہ باتون کو نہین جانتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہین
یعنی ظاہر مین ایمان لاتے ہین اور باطن مین نہین رکھتے اور اُن کے احبار ان منافقون سے کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وبشارت
جو تمھاری کتاب مین مذکور ہے اور تمپر ایمان لانیکا عہد لیا گیا ہے وہ تم لوگ مومنون سے کیون ظاہر کرتے ہو کیونکہ اگر ایسا کروگے تو یہ لوگ تمھارے رب
کے نزدیک تمپر حجت قائم کرینگے یہی ابوالعالیہ وقتادہ وغیرہ علمائے تابعین سے مروی ہے اور ایک روایت مین مجاہد سے آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ فرمایا تو بعض صحابہ نے کہا کہ اے بت پرستو اور اے بندر وسور کے بھائیو [illegible] اپس مین اُنکے احبار نے
کہنا شروع کیا کہ یہ تمھاری ہی باتین ہین کہ تم مین سے انکو آگاہ کیا ہوگا کہ پھر قیامت کے روز حجت قائم ہو اور یہ انکی جہالت تھی جسکو اللہ تعالیٰ
نے رد فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب ہونے کو نہین جانتے ہین پھر اللہ تعالیٰ نے عوام وخواص یہود اون کی تفصیل بیان فرمائی تو فرمایا

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ

اور ایک اُن مین ان پڑھے ہین خبر نہین رکھتے کتاب کی مگر باندھ لی اپنی آرزوئین اور اُن پاس نہین مگر اپنے خیال سو خرابی ہے اُنکو جو

يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا

لکھتے ہین کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہین یہ اللہ کے پاس سے ہے کہ لیوین اُسپر مول

قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ○

تھوڑا سو خرابی ہے اُنکو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے اُنکو اپنی کمائی سے

امیون۔ جمع اُمی جس شخص کو لکھنا نہ آتا ہو یہی قول ابوالعالیہ وربیع وقتادہ وابراہیم نخعی وغیرہم ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
امی کہتے ہین اور یہ آپ کے حق مین معجزہ کاملہ ہے کما قال تعالیٰ وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون یعنی اے محمد تو اس
سے پہلے کوئی کتاب نہین پڑھتا تھا اور نہ اُسکو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتا تھا کہ ایسا ہوتا تو اہل بطالت شک کرتے ۔ یعنی اہل کفر ونفاق کو
کوئی وجہ شک کی باقی نہین چھوڑی گئی تھی کہ خاتم النبیین کو جو کہ لکھنا پڑھنا نہین سکھلایا تاکہ کفار کا یہ وہم کہ شاید باطل ہو کہ جو کچھ بیان کرتے ہین
شاید یہ پہلے سے لکھ پڑھ کے جانا ہو پس یہ صریح دلیل ہے کہ جو کچھ آپ بیان فرماتے ہین وہ وحی الٰہی ہے تو دلیل ہے اور یہی عادت تھی کہ ہم سنا [illegible] السلام
وقال کثیرہ وحی فرماتے تھے جو خاصۃ یہودی وغیرہ کے پاس تھے اور وہ تفصیل لکھے ہوئے تھے تاکہ [illegible] وہم بالکل دور ہو [illegible]
ام یعنی مان ہے کیونکہ مان کے پیٹ سے جیسے لکھا پڑھا پیدا ہوتا ہے یا منسوب بجانب امت عرب ہے جو لکھے پڑھے نہین ہوتے تھے اسی واسطے
حدیث شریف مین آیا۔ انا امۃ امیۃ لانکتب ولا نحسب۔ یعنی ہم لوگ امی اُمت ہین کہ لکھتے نہین اور حساب نہین جانتے ہین۔ ان باتون

ہین اللہ تعالےٰ نے یہود کی دو قسمین فرمائین ایک احبار جو لکھتے پڑھتے ہین تو وہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہین دوم بے پڑھے عوام جو انکی تقلید مین بغیر علم توریت
کے صرف ربانی خیالات پر جمے ہوئے جھوٹی باتین اعتقاد کرتے ہین چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا
أَمَانِيَّ - اور ان یہودیون مین سے بعضے اُمی ہین جو کتاب کو نہین جانتے سوا جھوٹی باتون کے - ف یعنی یہودیون مین جاہل بے پڑھے
فریق کا یہ حال ہے کہ کتاب توریت تو جانتے نہین ہین لیکن جھوٹی باتین اپنے احبار سے سیکھی ہین جنکا علم نہین رکھتے - وَإِنْ هُمْ
إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ اور یہ لوگ تو گمان ہی گمان رکھتے ہین ف کیونکہ توریت سے علم حاصل ہونے کی انکو کوئی راہ نہین ہے لیکن احبار سے
سنکر اعتقاد کر لیا کہ توریت مین لکھا ہے کہ دین یہودی قیامت تک رہیگا اور کسی یہودی کو سات دن سے زیادہ عذاب نہوگا اگرچہ کیسا ہی گنہگار ہو
اور جو شخص ہم مین زنا کرے اسکا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے پھراؤ پھر اُسکو دُرّے مار و اور مانند اسکے بہت سی جھوٹی باتین سنکر اعتقاد کر لین کہ
یون ہی توریت مین مذکور ہین حالانکہ انکے احبار نے عربی یا عبرانی زبان مین اپنی طرف سے کتابین بنائین اور بیچالی سے اُسمین لکھ دیا کہ توریت
مین اسطرح مذکور ہے حالانکہ جو کچھ توریت مین مذکور تھا اُسکو بدل ڈالا اور توریت مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و حلیہ مبارک اسطرح مذکور تھا
کہ سرمگین آنکھین میانہ قد بدن نکلتا ہوا میانہ قد خوبصورت چہرہ لہر دار خوبصورت بال ہونگے آخر تک بہت تفصیل سے صفات مذکور ہین تو ان یہودیون
نے بجائے اُسکے جو لکھا تھا بدل دیا قد لکھ دیا اور کیجی آنکھین سیدھے بال والا لکھ دیا اور یہ بھی مرد یا عورت کے زنا کرنے مین رجم یعنی پتھرون سے سنگسار کرنیکا حکم تھا اور
انھون نے بجائے اسکے منہ کالا کرنا لکھ دیا تاکہ عوام یہودیون کے یہ نشان پیشیٔ رہین اور عوام جہال انکو نذرانہ دیا کرین حالانکہ انھون نے حقیر دنیا
کیلیے اپنی عاقبت برباد کی لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا - فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ
هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا - پس ویل یعنے عذاب شدید ہے اُن لوگون کے لیے جو اپنے ہاتھون
کتاب کو لکھتے ہین پھر کہتے ہین کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اسکے عوض حقیر دام لے لیوین - ف پس لکھکر افترا باندھنا گناہ عظیم و کفر تھا
اور اسکے عوض جو مال لیا یہ بھی حرام خبیث ہوا - فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝
سو خرابی ہے انکو اپنے ہاتھون کی کتاب بنائی سے اور خرابی ہے انکو اپنی کمائی سے ف یعنے دونون طرح مستحق ویل ہین چنانچہ بنائی ہوئی
کتاب سے مستحق ویل ہوے اور جو مال اُسکے عوض کمایا اُس سے بھی مستحق ویل ہین - عطا بن یسار نے فرمایا کہ ویل جہنم مین ایک وادی ہے اگر
اسمین پہاڑ ڈالے جائین تو گل جائین اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو سعید خدری رضی سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم مین
ویل ایک وادی ہے کہ کافر اُسکی قعر تک پہونچنے سے پہلے چالیس خریف تک گرتا چلا جائیگا (رواہ الترمذی) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ ویل ایک کوہ آتشی ہے اور یہ بھی یہودیون کے حق مین موعود ہے کیونکہ انھون نے توریت مین تحریف کی اور اپنی خواہش کے موافق
گھٹایا بڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محو کرنا چاہا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اُنپر غضب فرمایا (ابن جریر) سدی نے کہا کہ احبار یہود
اپنے ہاتھون سے کتابین لکھکر عوام کے ہاتھ بیچتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے لیس اسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرتے
تھے اور ابن عباس رض نے وعظ فرمایا کہ اے گروہ مسلمین کیونکر تم اہل کتاب سے کوئی بات پوچھتے ہو حالانکہ قرآن الٰہی جو تمہارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا ہے بہت خالص کتاب ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمسے بیان فرمایا کہ اہل کتاب نے کتاب الٰہی کو متغیر و متبدل کر دیا اور اپنے ہاتھون سے
کتابین بنائی ہین تاکہ اُسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرین پس جو علم الٰہی تمہارے پاس آیا کیا وہ تمکو اس امر سے مانع نہین ہے کہ تم اہل کتاب سے
کوئی بات پوچھو اور واللہ ہمنے نہین دیکھا کہ اُنمین سے کوئی شخص ایسی بات پوچھتا ہو جو تمہارے یہان نازل کی گئی ہے (رواہ البخاری) ٩

حسن بصری نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا و مافیہا ملے تو وہ بھی ثمن قلیل ہو۔ مسئلہ مصحف مجید فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں شیخ سیوطی نے
در منثور میں ایک جماعت سلف سے آثار نقل کیے کہ انہوں نے اسی مقام کی آیت سے نکالا کہ مکروہ ہے کیونکہ ثمن قلیل کے عوض فروخت
لازم آتی ہے اور دیگر جماعت سلف سے آثار نقل کیے کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ ثمن قلیل کے عوض فروخت کرنا یہ ہے کہ کتاب الٰہی عزوجل [illegible]
ثمن قلیل جانا [illegible] اگرچہ تمام دنیا و مافیہا ہو حالانکہ جب مصحف مجید [illegible] فروخت کیا وہ قرآن سے [illegible] ہوتا ہے بلکہ وہ [illegible] کتاب الٰہی
لوگوں میں پھیلاتا ہے [illegible] یہی قول ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم حتی کہ اگر ایک شخص نے مصحف مجید لکھ کر اپنے پاس رکھا [illegible] کتاب الٰہی [illegible] کرتا
[illegible] ثمن قلیل کے عوض بیچنے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا ایک اور [illegible] نقل فرمایا [illegible] تعالیٰ

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ

اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ لگے گی مگر گنتی کے دن تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار تو البتہ خلاف نہ

اللّٰهُ عَهْدَهٗ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ

کرے گا اللہ اپنا قرار یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے

شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یہودیوں نے اپنی ذات کے واسطے [illegible] دعویٰ کیا [illegible]
طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہودی کہتے تھے کہ دنیا کی کل مدت سات ہزار برس ہے [illegible]
کے ساتھ دن دوزخ میں [illegible] پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً
اور یہودی کہتے ہیں کہ ہم کو آگ نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز۔ احمد اور امام بخاری [illegible] نے ابوہریرہ سے روایت کی
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو آپ کے واسطے ایک بکری ہدیہ کی گئی جس میں زہر ملا ہوا تھا [illegible]
[illegible] میں آیا کہ جب آپ کے سامنے [illegible] تو آپ نے فرمایا کہ [illegible]
[illegible] نے حکم دیا کہ یہاں جو یہودی ہیں [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا باپ کون ہے [illegible]
فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تمہارا باپ فلاں شخص ہے [illegible] آپ نے فرمایا کہ [illegible]
کہنے لگے کہ [illegible] آپ نے فرمایا [illegible]
[illegible] آپ نے فرمایا کہ اچھا دوزخ والے کون ہیں [illegible] ہم تھوڑے دن اس میں رہیں گے [illegible]
آپ لوگ ہوں گے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] ہم کبھی اس میں تمہارے قائم مقام نہ ہوں گے [illegible] آپ نے فرمایا
[illegible] گے اگر میں تم سے کچھ پوچھوں کہنے لگے کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ [illegible]
فرمایا کہ تم کو ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا [illegible] تو آپ کو ضرر نہ ہوگا ورنہ ہم لوگ نجات پائیں گے
نجاری نسائی [illegible] فرمایا کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ہم سوائے چالیس روز کے [illegible]
ہمارے دوسری قوم داخل کی جائے گی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]
ان کا سر [illegible] کہ ہرگز نہیں بلکہ تم ہی اس میں ہمیشہ [illegible] اس پر اللہ عزوجل نے آیت نازل کی
وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی واقعہ سبب نزول ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ اس آیت میں ان کے قول کی

تردید ہے چنانچہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودی گمان کرتے ہین کہ انھون نے توریت مین یہ لکھا پایا کہ جہنم کے دونون کنارون کے درمیان چالیس برس کی راہ ہے یہانتک کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچین جو اصل الجحیم مین جما ہوا ہے اور ان یہودیون نے دعویٰ کیا کہ ہم لوگ تو اسیوقت تک عذاب پاوینگے کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچین پھر جہنم جاتی رہیگی اور یہی اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ۔ قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ یعنے یہودی کہتے ہین کہ ہمکو آگ نہین چھوویگی سوا ایام معدودہ کے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہودی کہتے تھے کہ صرف اتنے دنون ہمکو عذاب ہوگا جتنے دن ہمنے گوسالہ پوجا اللہ تعالےٰ نے اسکو رد فرمایا۔ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان بدبختون سے کہدے کہ کیا تمنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عہد لیا ہے تاکہ ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف نہین فرمایگا۔ ف تو باوجود تمھارے شرک و کفر و گناہون کے تمپر چند روز کے عذاب ہونیگا حالانکہ خوب جانتے ہو کہ کوئی عہد نہین ہے۔ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۔ بلکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو جانتے نہین ہو۔ ف یعنے اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا باندھتے ہو کیونکہ جو امور اللہ تعالےٰ کے علم مین ہین انکے معلوم ہونیکی کوئی صورت نہین سوا وحی الٰہی کے جو کتاب الٰہی و پیغمبر پر نازل ہو پس یہودیون کو صرف وہی بات کہنی چاہیے تھی جو توریت مین ہے ولیکن جب اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب آیا تو اُنسے بیباکی سے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا جو کفر ہے اور اگر غور کیا جاوے تو یہ محض حماقت ہے کیونکہ اگر درحقیقت یہ لوگ جہنم مین چندہی روز رہنے والے ہوتے تو ایسی سے کہنا بیفائدہ کفر و جرم ہے اور اگر درحقیقت یہ نہین ہے تو دعوی سے کیا فائدہ ہوگا کیونکہ عاقل کا یہ کام نہین ہے کہ ایسی بات کہے کہ اگر سچ ہو تو کوئی فائدہ نہین اور اگر جھوٹ ہو تو کفر و جہنم مین پڑے حالانکہ خود جھوٹے کی دلیل موجود ہے کہ وحی الٰہی سے جو بات ثابت ہوتی اُسکو اپنے قیاس سے بیان کرتے ہین پھر ایسے کافرون کے واسطے دائمی جہنم خود ثابت ہے مترجم کہتا ہے کہ افسوس یہ ہے کہ اس زمانہ مین مسلمانون مین بھی بہت ایسے لوگ پیدا ہوئے جو ایمان سے بخوف ہوکر اسی قسم کے دعوی کرتے ہین حالانکہ کسی حدیث یا آیت سے کوئی دلیل نہین رکھتے ہین پس معجزہ حدیث شریف صادق آیا کہ تم لوگ یہود و نصاری کے قدم بقدم چلوگے پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ امور غیب مین سے بلا دلیل کسی بات کا دعوی نکرین اور یہودیون کے حال سے عبرت حاصل کرین جسپر یہانتک کہ حکم الٰہی نہ پا دین دیکھو کیونکر اللہ تعالیٰ نے انکے جھوٹ کا اور رد فرمایا بقولہ تعالیٰ

بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ج

کیون نہین جسنے کمایا گناہ اور گھیر لیا اسکو اسکے گناہ نے سو وہی ہین لوگ دوزخ کے

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ

وہ اُسی مین رہ پڑینگے اور جو یقین لائے اور عمل کیے نیک وہ لوگ ہین جنت کے

۹ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ع ۱۱

وہ اُسمین رہ پڑینگے

جاننا چاہیے کہ زبان عربی مین استفہام مثبت کے جواب مین لا اور نفی کے جواب مین بلیٰ آتا ہے جبکہ تردید مقصود ہو مثلاً یہودی نے کہا کہ کیا ہم جنت مین جاوینگے تو جواب لا یعنے نہین جاؤگے اور اگر اُسنے کہا کہ کیا یہودی دوزخ مین نہین جاوینگے یا یہودی نے کہا کہ ہم دوزخ مین نہین جاوینگے تو جواب بلیٰ یعنے کیون نہین یعنے ضرور دوزخ مین جاؤگے چنانچہ جب یہودیون نے کہا کہ سوا ایام معدودہ کے ہمکو دوزخ کی

آگ نہیں چھوئیگی تو اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ بَلٰی ۔ یعنے کیون نہیں ضرور تمکو دوزخ کی آگ لگیگی۔ ف پھر انکا حال بطور کلیہ بیان فرمایا مَنْ
كَسَبَ سَيِّئَةً ۔ جس شخص نے بدی کمائی ف حتی کہ یہ نوبت پہونچائی جو یہود کی حالت ہے۔ وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ ۔
اور اسکی خطاؤن نے اسکو گھیر لیا۔ ف حتی کہ اس مین نیکی نہیں سمائی کیونکہ جب خطیئات سب طرف سے گھیر لیتی ہین تو قلب کشادہ نہین
رہتا بلکہ سیاہ ہوکر بند ہو جاتا ہے پھر اس مین ایمان نہین سماتا ہے بلکہ اگر ایمان لایا ہو تو کافر ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا
السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یعنے جو لوگ بیدھڑک بدکاریان کر چلے انکا انجام کار یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتون کو جھٹلانے لگے یعنی کافر
مشرک ہوگئے۔ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ پس ایسے لوگ جہنمی ہین وے اسمین ہمیشہ
پڑے رہینگے۔ ف حسن بصری رح نے فرمایا کہ جس بدکاری پر اللہ تعالیٰ نے آگ کی وعید فرمائی وہ خطیئہ ہے۔ ابن عباس رض ومجاہد رح نے فرمایا
کہ خطیئہ یہان شرک ہے مترجم کہتا ہے کہ جسکو سب طرف سے خطیئہ نے گھیر لیا ہو اسکا انجام کفر ہے کیونکہ ایمان تو بہت بڑی نیکی ہے پس اگر باقی
ہوتا تو سب طرف سے خطیئہ نہ گھیرتی اسی واسطے محمد بن اسحق نے بالاسناد حضرت ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہودیون کو خطاب
ہے یعنی جیسے تمھارے مانند اعمال کیے اور تمھاری طرح کفر کیا حتی کہ بدکاری نے اسکو گھیر لیا تو اسکے واسطے کوئی نیکی نہین ہے اور اسیطرح
ابن عباس و ابو وائل و ابو العالیہ ومجاہد وعکرمہ وحسن وقتادہ وربیع بن انس نے کہا کہ اسکے قلب کو شرک نے گھیر لیا۔ ع۔ اس سے معلوم ہوا کہ
اگر ایمان باقی ہو اور گناہون کی یہ نوبت نہ پہونچے کہ وہ دل کو گھیر لین جیسے گنہگار مومنون کا حال ہوتا ہے تو وہ ہرگز دوزخ مین ہمیشہ ہمیشہ
دوزخ مین نہین رہیگا کیونکہ جب ایمان باقی ہے تو ضرور ثابت ہوا کہ خطیئہ نے اسکو احاطہ نہین کیا۔ ھ شیخ محی الدین بن العربی نے اشارہ کیا کہ جو لوگ
اپنی حماقت سے گناہ کو ظاہری فعل محدود سمجھتے تھے اور یہ نہین جانتے تھے کہ گناہ اپنی شامت سے دل مین جگہ محیط ہو جاتا ہے جس سے
ملکہ راسخ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی سبب سے جب گناہون کی انتہا یہان تک پہونچی کہ محیط ہوکر کفر مین داخل کرین تو وہ دائمی دوزخ مین رہتا ہے
کیونکہ ملکہ راسخ دائمی ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہوتا تو ثواب بھی ہمیشہ کے لیے جنت کا باعث نہوتا پس انصاف یہ ہے کہ جب کسی کے دل کو خطیئات
نے محیط ہوکر سیاہ کر دیا اور وہ جم گیا جیسے کپڑے پر سیاہ رنگ جم جاتا ہے کہ وہ کپڑے کو اصلی حالت پر کبھی نہین آنے دیتا ہے تو کافر ہمیشہ کے لیے
اپنے لائق مقام پاویگا اور وہ جہنم ہے جیسے کسی نے ایمان وطاعت سے دل مین ملکہ نورانی حاصل کیا تو یہی اسکے قلب کے واسطے اصل ہے
چنانچہ فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ
اور جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے کارہائے نیک کیے تو ایسے ہی لوگ جنتی ہین وے اسمین ہمیشہ رہینگے کیونکہ ایمان انمین ملکہ
راسخ ہے تو کبھی خارج نہین ہو سکتے ہین (تنبیہ) عبداللہ بن مسعود رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حقیر گناہون سے
ہوشیار وخبردار رہو کہ وے آدمی کے گرد جمع ہو کر اسکو ہلاک کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی
قوم کسی جنگل مین اترتی ہے تو ہر آدمی جنگل سے ایک ایک لکڑی لاکر ڈال دیتا ہے کہ وہ انبار کثیر ہو جاتا ہے رواہ احمد یعنی گر اسمین آگ لگا دے
تو تمام جنگل جل جاوے۔ ف بعض اشارات مین ہے کہ بہلا آدمی کی خطیئات سے بکثرت یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی طاعت مین ریاکاری و
عجب وغیرہ پیدا کرتا ہے حتی کہ وہ طاعت اسکے حق مین معصیت ہو جاتی ہے حالانکہ وہ شخص وسوسہ شیطانی سے اسپر فخر سمجھتا ہے کہ اسنے
اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کی اور جو لوگ اہل ایمان وطاعت ہین وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت کو کمال جانتے ہین اور جو عبادت ادا کرتے
ہین اسکو فقط حکم کی فرمانبرداری جانتے ہین اور اسمین بھی ہزار قصور دیکھتے خوفناک ہین اور جو کچھ میسر آیا اسکو اپنے حق مین نعمت الٰہی

سمجھتے ہیں۔ ف س۔ پھر اللہ تعالے نے یہود کی بعضی بدکاری و بدعہدی بیان فرمائی بقولہ تعالے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ

اور جب ہمنے لیا قرار بنی اسرائیل کا بندگی نہ کریو مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک اور

ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

قرابت والے سے اور یتیمون اور محتاجون سے اور کہیو لوگون سے نیک بات اور کھڑی رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ۝

پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے سے تم مین اور تمکو دھیان نہین

ان آیات مین بنی اسرائیل کو دوسری بدعہدی یاد دلائی کہ اللہ تعالے نے توریت مین جو احکام شریعت پر عمل کرنے اور حرام سے باز رہنے کا عہد لیا تھا تو بنی اسرائیل نے عہد توڑ دیا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل ملک شام مین آباد ہوئے اسکے بعد تا کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے بت پرستی و شرک میں ہوگئے تھے۔ ف س۔ ظاہر انکی بت پرستی نے اکا بر کے ساتھ شرک ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم غرض کہ اہل ایمان کی تنبیہ کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کو یاد دلایا بقولہ تعالیٰ۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ اور یاد کرو جب ہمنے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا یعنی توریت مین بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انسے کہا کہ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ۔ ف۔ امام ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قراءۃ لا یعبدون بیائے تحتیہ ہے یعنی یہ لوگ کسی کی عبادت نکرینگے سوا اللہ تعالیٰ کے۔ اور امام نافع و ابو عمرو و ابن عامر و عاصم کی قراءۃ لا تعبدون بتائے فوقیہ ہے یعنی تم لوگ کسی کی عبادت نکروگے سوا اللہ تعالیٰ کے مراد یہ کہ تم لوگ شرک سے بچیو چنانچہ ایک قرءۃ شاذہ مین لا تعبدوا آیا ہے اور متواتر قرأۃ مین بصیغہ نفی کو بطور خبر بیان کرنے مین یہ بلاغت ہے گویا تم لوگ اس عہد کے ایسے پابند ہو جاؤ گے کہ تمہارا یہ حال بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہین کبھی شرک نہین کرینگے (السیوطی وغیرہ) اور شاید کہ یہ عہد کا بیان ہو یعنی ہمنے توریت مین بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ یہ لوگ سوا اللہ تعالیٰ کے دوسرے کی عبادت نکرینگے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا یعنی وتحسنون بالوالدین احسانا۔ یعنی اپنے والدین کے ساتھ خوب برتاؤ کرینگے یا کرو گے جیسا چاہیے۔ ف۔ یعنی انکی قدر شناسی و فرمانبرداری میں کچھ دریغ نہین کرینگے پس والدین کے ساتھ احسانا ملحق کرکے بہت تاکید فرمائی اگرچہ احسان دوسرون کے ساتھ بھی مقصود ہے چنانچہ فرمایا۔ وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ۔ اور احسان کرینگے یا کرو گے صاحبان قرابت کے ساتھ اور یتیمون اور مسکینون کے ساتھ ف۔ یعنی والدین کے ساتھ ان لوگون کے بھی حقوق و صلہ رحم کا لحاظ رکھین اور یہی حکم دیا۔ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ اور لوگون سے قول نیک کہو۔ ف۔ یعنی لوگون کو نیک باتین بتلاؤ اور بری باتون سے روکو اور انسے مہربانی کرو سیوطی نے لکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بھی لوگون سے سچ اور صاف بیان کرو۔ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ اور نماز کو ٹھیک قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ ف۔ اگرچہ عبادت الٰہی مین یہ دونون طاعت بھی داخل تھین لیکن زیادہ اہتمام کے واسطے انکو صریح علیحدہ بیان فرمایا۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اول حکم توحید تو تمام انبیاء علیہم السلام کی ہدایت اجماعی ہے کما قال تعالیٰ۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون۔ یعنے ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اسکو بھی وحی کرتے رہے کہ سوائے میرے کوئی الوہیت والا نہین ہے تم لوگ میری عبادت کرو پس سب سے پہلے اپنا حق بیان فرمایا جو سب سے اَحق و اعظم ہے پھر دوم حقوق مخلوق بیان فرمائے

جنہین حق والدین اشرف ہی لہذا اللہ تعالےٰ اپنے حق کے ساتھ بندہ کے لیے حق والدین شامل فرماتا ہی کما قال تعالیٰ۔ وقضی ربک الا تعبدوا
الا ایاہ وبالوالدین احسانا یعنی فرض کر دیا تیرے رب نے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نکرو سواے رب عزوجل کے اور نیکی کرو اپنے والدین کے
ساتھ اچھی طرح وقال تعالیٰ۔ ان اشکر لی ولوالدیک۔ یعنی میری شکرگذاری کرو اور اپنے والدین کی۔ ھ۔ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
مین ہی کہ مین نے پوچھا یا رسول اللہ سب سے افضل کون کام ہی آپ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا مین نے پوچھا کہ اسکے بعد کون کام ہی
تو فرمایا کہ مان باپ کے ساتھ نیکی کرنا پھر مین نے عرض کیا کہ اسکے بعد کون کام ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کرنا۔ (الصحیحین)
حدیث مین ہی کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب سے اول کون شخص ہی جسکے ساتھ مین سلوک و خدمتگذاری کرون فرمایا
کہ تیری مان ہی اُسنے عرض کیا کہ پھر اسکے بعد کون شخص ہی فرمایا کہ پھر تیری مان ہی اُسنے عرض کیا کہ پھر کون ہی فرمایا کہ پھر تیرا باپ ہی پھر درجہ بدرجہ
جو تجھسے زیادہ قریب ہو یعنی از راہ نسب کے زیادہ قرب رکھتا ہو۔ (الصحیح) اسیواسطے علما نے فرمایا کہ حسن و خدمتگذاری مین
باپ پر مان مقدم ہی کیونکہ وہ عورت ہی جو بذات خود مال حاصل کرنے کے لائق نہین ہوتی بخلاف باپ کے کہ وہ اپنی قوت بازو
سے مال کماتا ہی اور حکم کی فرمان برداری مین مان پر باپ مقدم ہی شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یتامی ایسے نابالغ بچے ہین جنکا باپ نہو
اور مساکین ایسے لوگ ہین جنکو قدر کفایت نہ ملتا ہو مترجم کہتا ہی کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسکین وہ ہی جسکے پاس کچھ نہو چنانچہ
مصارف زکوٰۃ مین آسکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آوےگی اور لوگون سے نیک بات کہنے مین بقول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے امر معروف
و نہی منکر بھی داخل ہی یعنی لوگون کو ثواب کے کام بتلانا اور بدکاریون سے منع کرنا اور اُنکی بدگوئی سے چشم پوشی کرنا غرض کہ ہر خلق جو اللہ تعالیٰ
کے نزدیک پسند ہو اسکو شامل ہی اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرع مین جو امور خیر قرار دیے گئے ہین
اُنمین سے کسی کو حقیر مت سمجھو اور اگر تجھے نہ ملے تو یہی سمجھ کر اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو (احمد مسلم ترمذی) اور حدیث مین امور خیر مین مالی سلوک
بدرجہ اولیٰ شامل ہی پس حاصل یہ ہی کہ آدمی اگر اپنے پڑوسی یا دوستون کو کھلانے کے واسطے ایک ایک چھوارہ پاوے تو اسکو کھلانے مین
بھی دریغ نکرے اور حقیر نہ سمجھے پس جسکو بھیجے اُسکے واسطے بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے جو کچھ اُسکو پہونچا اگرچہ بکری
کے کھری ہو یعنی پائے بھی نہون بلکہ جلی ہوئی کھری ہو تو اُسکو بھی حقیر نہ سمجھے بلکہ خوشی سے قبول کرے چنانچہ دوسری حدیث مین ہی کہ کوئی
عورت اپنی پڑوسن بہن سے کسی معروف خیر کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ جلی کھری ہو (الترمذی) پھر اگر ملنے کے واسطے کچھ بھی میسر نہ آوے تو بھی اسکے
واسطے نیکی ہی کہ جب اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو خندہ پیشانی سے خوش ہو کر اُسکا دل خوش کرنا ثواب ہی اور چونکہ آیت مین عموماً لوگون سے نیک کلام
کرنیکا حکم ہی کوئی خصوصیت اہل اسلام کے ساتھ نہین ہی لہذا اسدی و واحدی نے ذکر کیا کہ توراۃ مین جو کوئی ملتا اگرچہ یہودی یا نصرانی ہوتا
اُسکو سلام کرتے تھے تو پوچھا گیا کہ آپکی یہ کیا شان ہی کہ آپ یہود و نصاریٰ کو سلام کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ وقولوا للناس حسنا۔ تو مین
اُنسے بھی سلام خوب کلام کرتا ہون ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کرنے کے بعد کہا کہ اسکے ایسا عطا خراسانی سے مروی ہی شیخ ابن کثیر نے کہا
سُنت معروفہ یہ ہی کہ یہود و نصاریٰ کو سلام کرنے مین پیش قدمی نکرے مترجم کہتا ہی کہ بضرورت جواز ہوگا جیسا کہ قتادہ کی کتاب الادب مین
بھی اشارہ کیا گیا ہی واللہ تعالیٰ اعلم بالجملہ ان امور کے واسطے بنی اسرائیل مامور ہوے تھے اور اُنہون نے قبول کیا پھر بدعہدی کی چنانچہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہی ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ پھر تم لوگون نے پیٹھ پھیری باستثنا تھوڑے قلیل کے تم مین
سے درحالیکہ تم اعراض کرنے والے تھے۔ ف سدی وغیرہ نے فرمایا کہ ثم تولیتم الا قلیلا منکم سے وہ لوگ مراد ہین جو اُن یہود لوگون مین

باپ دادے تھے جو بالفعل موجود ہین اور انتم معرضون سے یہ لوگ مراد ہین جو بالفعل موجود ہین پس حاصل یہ ہوگا کہ تمھارے باپ دادون نے بھی عہد الٓہی سے پیٹھ پھیری اور تم لوگ بھی عہد توریت سے منھ موڑتے ہو بیضاوی نے کہا کہ موجودہ یہودی چونکہ اپنے باپ دادون کی تقلید پر قائم تھے اور انکے افعال کو پسند کرتے تھے تو تغلیبًا سب کو شامل کر کے خطاب فرمایا کہ پیٹھ پھیر کر تم لوگ انکا پیرو ثابت قدم ہو اور خلاصہ یہ ہوا کہ بدعہدی ان لوگون کی جبلت ہے حالانکہ ان پر چاہیے کہ عہد الٓہی پر قائم رہین تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور اسمین اہل اسلام کو تنبیہ ہے کہ یہود یون کی طرح قرآن مجید کے عہد و میثاق سے برگشتہ نہون ورنہ یہودیون کی طرح غضب مین گرفتار ہونگے (تنبیہ) علم بلاغت مین کبھی غائب اور کبھی مخاطب کرنے کی خوبی مشہور مفصل ہم کو رہا اور اسکی تفصیل کا یہان موقع نہین ہے لیکن جو شخص بول چال کے اثر کو سمجھتا ہو وہ خود غور کرنے سے لطافت پہچانیگا چنانچہ شروع آیت - واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل مین بنی اسرائیل کو خطاب نہین کیا یعنی یون نہین فرمایا کہ جب تم سے عہد لیا پھر - لاتعبدون - کی قراءۃ بھی بصیغہ غائب ہے اور - لاتعبدون - بصیغہ خطاب ہے گویا بالفعل خطاب کر کے عہد لیا جاتا ہے پھر قولہ تعالیٰ ثم تولیتم - اور - انتم - مین خطاب کیا گویا اُن لوگون کو پیش کر کے تشنیع و ملامت فرمائی پس اسکو غور کرو اور وہی خوب سمجھیگا جو زبان کی لطافت جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون کی دوسری بدعہدی بیان فرمائی قولہ تعالیٰ -

اور جب لیا ہمنے اقرار تمھارا نہ کروگے خون آپسمین اور نہ نکال دوگے اپنون کو اپنے وطن سے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

پھر تمنے اقرار کیا اور تم مانتے ہو پھر تم ویسے ہی خون کرتے ہو آپس مین اور نکال دیتے ہو

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ

اپنے ایک فرقے کو اُنکے وطن سے چڑھائی کرتے ہو اُن پر گناہ سے اور ظلم سے اور اگر وہی آوین تم پاس

فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ

کسی کے قید مین پڑے تو اُنکی چھڑائی دیتے ہو اور وہ بھی حرام ہے تم پر اُنکا نکال دینا پھر کیا مانتے ہو تھوڑی

اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ

کتاب اور منکر ہوتے ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہین اُسکی جو کوئی تم مین یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی

الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى

دنیا کی زندگی مین قیامت کے دن پہونچائے جاوین سخت سے سخت عذاب مین اور اللہ بے خبر نہین

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

تمھارے کام سے وہی ہین جنھون نے خرید کی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا

تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا يُخَفَّفُ

اُنپر عذاب اور نہ اُنکو مدد پہونچیگی

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

ع ۱۰

جاننا چاہیے کہ مدینہ مین پانچ قبائل رہتے تھے قبیلہ اوس و قبیلہ خزرج اور یہ دونون بت پرست تھے اور یہی دونون پیچھے ایمان

لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صحابہ انصار رضی اللہ عنہم قرار دیا لیکن زمانہ جاہلیت میں قبل اسلام کے باہم دونوں قبیلوں میں بکثرت جدال و
قتال رہتا تھا اور باقی میں قبائل یہود تھے جن میں سے بنو قینقاع و بنو النضیر دونوں ملکر قبیلہ خزرج کے ہم قسم و مددگار رہتے اور بنو قریظہ قبیلہ [illegible]
تھا کہ وہ قبیلہ اوس کا ہم قسم و مددگار تھا لیکن مجموعی طور پر تینوں قبائل یہود دونوں قبیلہ اوس و خزرج سے مغلوب رہتے تھے یہود اسکے واسطے
کبھی کبھی لاچار ہوکر انکو دھمکاتے کہ ہماری توریت میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت پاک مذکور ہے اور انکے پیدا ہونے کی
علامات بہت قریب ہیں پس تم لوگ چندے روز ہمکو ڈھیل کرلو پھر تو ہم انکے ساتھ ہوکر تمکو قتل کرائینگے لیکن [illegible] بہت جاہل تھے
کہ وہ نبوت کے معنی نہیں جانتے تھے تو یہودی لوگ جب پیغمبر آخر الزمان کے صفات و فضائل بیان کرتے کہ انکی شریعت کامل ہوگی اور انکی شریعت میں
ایسے ایسے احکام ہونگے اور اللہ تعالیٰ انکو غالب کرکے دین مستقیم قائم فرمائیگا اور مانند اسکے دیگر اوصاف بیان کرتے تو یہ لوگ اوس و خزرج کے لوگ
تعجب کرتے تھے لیکن یہودیوں کو ذلت دینے سے باز نہیں آتے تھے تو یہودی [illegible] پیغمبر آخر الزمان کے طفیل میں فتح دیجیو اور
مغلوب ہوکر بنو قینقاع و بنو نضیر نے قبیلہ خزرج سے اور بنو قریظہ نے قبیلہ اوس سے تحالف کرلی [illegible] دونوں میں لڑائی ہوتی تو ہر ایک
فریق یہودی اپنے حلیف کے ساتھ ہوکر قتال کرتا اور قتال میں دوسری طرف والے یہودیوں کو قتل بھی کرتا اور جس فریق کو قابو ملتا وہ
دوسروں کے گھر لوٹتا و جلاتا اور نکال باہر کرتا اور بعضوں میں [illegible] پھر جب لڑائی ختم ہوجاتی تو سب یہودی مل کر یہودی
قیدیوں کو چھڑاتے تھے اور توریت میں یہی آخری حکم تھا کہ بنی اسرائیل میں جس کسی قیدی [illegible] اور [illegible] قتال
نکریں اور کسی بنی اسرائیل کی خانہ ویرانی نکریں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ لَا تَسۡفِکُوۡنَ دِمَآءَکُمۡ وَ
لَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ۔ اور یاد کرو جب ہمنے تمہارا عہد لیا کہ تم اپنوں کا خون نہ بہاؤگے اور اپنوں کو
انکے گھروں سے باہر نکروگے ف یعنے اللہ تعالیٰ ان یہودیوں کو فرماتا ہے یاد کرو کہ جب ہمنے تمہارے باپ دادوں سے توریت میں
عہد لیا تھا کہ بنی اسرائیل آپس میں باہم خونریزی نکریں اور کسی فریق پر چڑھائی کرکے انکی خانہ ویرانی نکریں۔ ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ پھر تمنے اس
عہد کا اقرار کیا۔ ف یعنے تمہارے باپ دادوں نے اس عہد کو مانا (اسیطرح) یا تم لوگوں نے خود اس عہد کو تسلیم کیا۔ وَاَنۡتُمۡ
تَشۡهَدُوۡنَ اور حال یہ کہ تم لوگ شہادت دیتے ہو۔ ف یعنے گواہی دیتے ہو کہ تمہارے باپ دادوں سے ایسا عہد لیا گیا جو توریت
میں مذکور ہے یا تم لوگ اس بات کو دل سے حق جانتے ہو کہ تمہارے بزرگوں سے یہ عہد لیا گیا تھا اور اوسپر [illegible] کہ یہی عہد لیا گیا تھا کہ جب کسی
بنی اسرائیل کو کسی کافر دشمن کی قید میں پاؤ تو اسکو فدیہ دیکر چھڑاؤ اور اسپر تم لوگ اس بات پر ناز کرتے ہو کہ تم اپنے باپ دادوں کی [illegible] پر
قائم ہو اور توریت کے عامل ہو۔ ثُمَّ اَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَكُمۡ پھر تم لوگ ایسے ہو کہ اپنے نفسوں کو قتل کرتے ہو۔ ف یعنے
اے یہود دیکھو تم اپنا حال دیکھو کہ تم اپنے آپس والوں کو قتل کرتے ہو۔ وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِيۡقًا مِّنۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِهِمۡ۔ اور اپنوں میں سے
ایک فریق کو انکے گھروں سے نکالتے ہو۔ ف یعنے غلبہ کرکے انکی خانہ ویرانی کرتے ہو۔ تَظٰهَرُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ
درحالیکہ گناہ و ظلم کے ساتھ انپر چڑھائی میں مددگاری کرتے ہو۔ ف یعنے اپنوں میں سے ایک فریق کی خانہ ویرانی کرنا ایسی شریعت
حکم کے موافق نہیں بلکہ ظلم و معصیت کے طور پر اور وہ بھی خود نہیں بلکہ [illegible] کی مدد کرکے انپر چڑھا لاتے ہو پس [illegible]
تعالیٰ نے [illegible] توریت میں عہد لیا گیا تھا کہ اپنوں کو قتل نکریں اور نہ انکی خانہ ویرانی کریں پس تم لوگ باوجود اقرار و شہادت کے
عہد الٰہی سے صریح مخالفت کرتے ہو۔ وَاِنۡ يَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ [illegible] اور اگر وہ لوگ تمہارے پاس قیدی ہوکر آئیں [illegible]

فدیہ گذاری کر لیتے ہو ف یعنے مالک فدیہ دیکر انکو چھڑا لیتے ہو یعنے یہودیوں کا ایک فریق جس دشمن کے ساتھ مددگار ہوتا اگر اُسکے دوسری جانب کے مددگار یہودیوں میں سے کسیکو قید کیا تو اسکو فدیہ دیکر چھڑانے میں یہ یہودی خود بھی شریک ہو جاتے تھے اور جب پوچھا جاتا کہ ابھی تو تم انکو لڑائی میں قتل کرتے تھے اور اُنکی خانہ ویرانی کرڈالی پھر اب چھڑانے میں اُنکی طرف سے فدیہ کیوں دیتے ہو تو کہتے تھے کہ ہمارے اوپر توریت میں یہی حکم فرض کیا گیا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے ۔ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ۔ حالانکہ شان یہ کہ تم لوگوں پر ان قیدی یہودیوں کا نکالنا بھی حرام کیا گیا تھا ۔ ف تو جب ان یہودیوں سے کہا جاتا کہ پھر تم اُنسے لڑتے کیوں ہو تو کہتے کہ ہمکو شرم معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے ہم سوگند اس لڑائی میں ذلیل ہوں پس معلوم ہوا کہ اس خیال کے پیچھے حکم الٰہی چھوڑ دیا کہ آپس میں کسی فریق سے قتال نہ کرو اور نہ اُن کی خانہ ویرانی کرو اور رہا فدیہ سے چھڑانیکا حکم تو البتہ لے لیا غرض کہ جو حکم ناگوار معلوم ہوا اُسکو ترک کیا اور چونکہ یہودی مالدار زیادہ تھے اور نیز غلبہ کرکے دوسرے فریق کے اموال لوٹ لیتے تھے تو فدیہ دینے کا حکم اختیار کر لیا لہذا اللہ تعالیٰ تشنیع فرماتا ہے بقولہ تعالیٰ ۔ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۔ پس کیا تم تھوڑی توریت پر ایمان لاتے ہو اور تھوڑی توریت سے انکار کرتے ہو ف کیونکہ توریت میں جیسے فدیہ دیکر چھڑانے کا حکم تھا اسی طرح یہ بھی حکم تھا کہ کسی یہودی فریق سے قتال مت کرو اور نہ اُسکی خانہ ویرانی کرو مگر اسکو نہیں مانا ۔ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ پس تم میں جو کوئی یہ کام کرتا ہے اُسکی سزا سوائے اسکے کچھ نہیں کہ دنیاوی زندگی میں خوار ہو ۔ ف چنانچہ بنو قریظہ تو آخر کو خواری کے ساتھ قتل کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے قبیلہ اوس ہی کو مسلط کرکے اُنہیں کے ہاتھوں قتل کرایا جنکی مددگاری میں حکم الٰہی کی نافرمانی کرتے تھے اور باقی دونوں فریق یہود یعنے بنی نضیر و قینقاع جانب شام نکال دیے گئے اور وہاں اُنپر خواری کے ساتھ جزیہ باندھا گیا پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو یا دنیا میں یہ سزا دی اور فرمایا ۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلٰى أَشَدِّ الْعَذَابِ ۔ اور قیامت کے روز سخت تر عذاب کی جانب پھیرے جائینگے ۔ ف یعنے اسی عذاب دنیا پر کفایت نہ ہوگی بلکہ قیامت کا عذاب جو اُنکو دیا جائیگا وہ بہت سخت ہے ۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام سے کچھ غافل نہیں ہے ۔ ف اس مقام پر اُنکو سخت تہدید و جھڑکی کے واسطے مخاطب بنا کر فرمایا کہ تم لوگ ہوش میں رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے غافل نہیں ہے بلکہ اُسنے کافروں کے واسطے اپنی مشیت میں ایک مہلت رکھی ہے کہ موت تک اُسکو پورا کرینگے حالانکہ یہودی احمق باوجود توریت کے اللہ تعالیٰ کی شان میں جسمیت کا اعتقاد کرتے تھے پس اپنے افعال کو مخفی خیال کرتے تھے چنانچہ اوپر بھی قولہ تعالیٰ ۔ اتحدثونہم بما فتح اللہ علیکم الآیۃ کی تفسیر میں تنبیہ کی گئی ہے پس یہ نتیجہ اُسی غضب الٰہی پر تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرنے اور احکام الٰہی کی توہین کرنے سے یہودیوں پر طاری ہوا تھا حالانکہ اُنکے پاس توریت موجود تھی اور اہل عرب باوجودیکہ علانیہ بت پرست تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنکی عقل صاف رکھی تھی چنانچہ جب بعد فتح مکہ کے عکرمہ رضی اللہ عنہ پسر ابو جہل لعین مکہ سے بھاگ کر جدہ کی جانب بھاگے تاکہ کشتی میں سوار ہو کر حبش وغیرہ کسی ملک کو چلے جاویں تو جب کشتی روانہ ہوئی تو ناخدا نے پکارا کہ طوفان کے آثار معلوم ہوتے ہیں پس ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے لیکن سوائے اخلاص الٰہی عزوجل کے یہاں کسی دوسرے سے فریاد نہ کرے حضرت عکرمہ نے تعجب سے کہا ہی یہ کلمہ تھا تو ناخدا سے درخواست کی کہ میں تجھے بھول گیا ہوں مجھکو کنارہ پر اتار دے جب اُسنے اُتار دیا تو اپنی بی بی سے کہا کہ جب سمندر میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے تو خشکی میں بھی وہی وحدہ لاشریک پھر بغیر عہد و امان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر کلمہ توحید ادا کیا اور بہت صدق دل سے ایمان لائے اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جہاد شام میں شہادت پائی سبحان اللہ تعالیٰ شانہ کہ کہاں وہ باپ ابوجہل ملعون اور کہاں
یہ بیٹے شہید مقبول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالجملہ بیوقوف یہودیوں کو تہدید فرمائی کہ اے احمقو تم اللہ تعالیٰ کو غافل نہ جانو بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ
خوب جانتا ہے اور یہ مہلت اسکی حکمت مشیت ہے جسکا ادراک کسی مخلوق کی طاقت نہیں ہے پس اگر نیک بختی چاہتے ہو تو ان بداعتقادیوں و بداعمالیوں کو
چھوڑ دو اور عہد توریت کے موافق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر ایمان لا کر سایۂ رحمت میں داخل ہو اور غضب سے نجات پاؤ-
ورنہ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے اور قوی عزیز ہے پس تم ہی دنیا میں خوار و عاقبت میں فی النار ہوگے (**تنبیہ**) تظاہرون میں دوسری
قراءۃ تظاہرون بتشدید ظا منقوطہ ہے دراصل تتظاہرون کہ تا کو ظا سے بدل کر ادغام کیا گیا- اساریٰ- دوسری قراءۃ میں اسریٰ اور دونوں
جمع اسیر بمعنے قیدی ہیں- تفادوہم- دوسری قراءۃ میں تفدوہم بمعنی فدیہ دیکر قید سے چھڑانا- قولہ- وہو محرم علیکم میں ہو ضمیر شان ہے اور یہ جملہ
متصل بقولہ- وتخرجون فریقا منکم من دیارہم ہے اور قولہ تظاہرون علیہم بالاثم والعدوان- درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور قولہ- وما اللہ بغافل
عما تعملون میں ابن کثیر و نافع کی قراءۃ یعملون بیاء تحتیہ ہے- (**تنبیہ**) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر تشنیع فرمائی کہ کتاب الٰہی میں سے بعض پر ایمان
لاتے ہیں اور بعض سے کفر کرتے ہیں کیونکہ اگر ایک لفظ سے بھی عمداً انکار کرے تو کفر ہے اگر کہا جاوے کہ یہود کے قبائل اپنے آپ کو قتل نہیں کرتے اور
نہ گھروں سے نکالتے تھے حالانکہ فرمایا- لاتسفکون دماکم ولاتخرجون انفسکم- جواب یہ ہے کہ جو لوگ متحد ہوتے ہیں اُن میں ہر ایک کے حق میں
دوسرے کی جان بمنزلہ اپنی جان کے ہوتی ہے لہذا ترجمہ یہ ہوا کہ تم لوگ اپنوں کے خون نہ بہاؤ اور نہ اپنوں کو نکالو- امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اسکی مثال گذر چکی
بقولہ تعالیٰ فاقتلوا انفسکم- یعنے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کی توبہ میں حکم دیا کہ اپنے نفوس کو قتل کرو حالانکہ قتل کی صورت یہی تھی کہ جنہوں نے گوسالہ
نہیں پوجا وہ پوجنے والوں کو قتل کرتے تھے اور اسکا بھید یہ ہے کہ جو لوگ ملت واحدہ پر ہوں وہ بمنزلہ ایک جان کے ہوتے ہیں جنکے قالب
فقط جدا ہوتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کی مثال فرمائی کہ مومنین اپنی مودت و مواصلت و باہمی ترحم میں بمنزلہ ایک جسم کے
ہیں چنانچہ جب جسم واحد میں سے کسی عضو میں درد ہوتا ہے تو تمام جسم بخار و بیخوابی سے معاون ہوجاتا ہے القصہ محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رضی سے
روایت کی کہ جب اوس و خزرج کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہودیوں میں سے فرقہ نضیر نکلکر خزرج کے ساتھ ہوتا اور فرقہ قریظہ نکلکر اوس کے ساتھ ہوتا
اور قتال میں اپنے بھائی یہودیوں کو بھی قتل کرتے اور اُنکے گھر اُجاڑتے و جلاتے اور قید کر لاتے حالانکہ توریت اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے اُسکے
احکام جانتے تھے اور دو قبیلہ اوس و خزرج یعنے جو بعد ایمان لانے کے انصار کہلاتے ہیں تو یہ لوگ اُسوقت بت پرستی کرتے تھے نہ جنت جانتے نہ
دوزخ اور نہ حشر جانتے نہ قیامت اور نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل تھے جس میں حلال و حرام پہچانتے پھر جب لڑائی تھم جاتی تو یہودی لوگ اپنی توریت
کی تصدیق بیان کرتے اور طرفین سے جو یہودی قید ہوتے تو ملکر اُنکا فدیہ دیکر اوس و خزرج سے چھڑا لیتے تھے حالانکہ بت پرستوں کی مدد کر کے
آپس میں بہت سے یہودیوں کو قتل کرچکے اور اُنکے گھر اُجاڑ چکے پس اللہ عزوجل نے ان آیات میں انپر تشنیع فرمائی کہ کیا تم لوگ تھوڑی توریت
پر ایمان لاتے ہو کہ قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑاتے ہو اور تھوڑی توریت سے کفر کرتے ہو کہ اہل شرک کی مدد کرتے اور ایک فریق یہودیوں کو
قتل کرتے اور اُنکے گھر اُجاڑتے ہو حالانکہ دنیا کی خواہش سے یہ فعل کرتے ہو سدیؒ نے روایت کی کہ فریقین میں جب کوئی یہودی قید ہوتا تو
دونوں اُسکا فدیہ دیکر چھڑاتے اور سدیؒ نے عبد خیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ ہم لوگوں نے سلمان بن ربیعۃ الباہلی کی سرداری میں بلنجر پر
جہاد کیا اور آخر بعد محاصرہ کے شہر کو فتح کر لیا اور بہت سے کفار مرد و عورتیں قید کیے (اور اس شہر میں بکثرت یہودی رہتے تھے اور اُس کے قریب
راس الجالوت نامی یہودی بہت مالدار تھا) پھر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سات سو درہم کو ایک یہودیہ قیدی خریدی اور راس الجالوت

کی طرف گذرے تو اُس سے کہا کہ ای راس الجالوت یہاں تیرے دین کی ایک عورت قیدی ہی بھلا تو اُسکو مجھسے خریدیگا کہنے لگا کہ ہان
عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے اُسکو سات سو درہم کو خریدا ہی پھر راس الجالوت بولا کہ مین آپکو سات سو درہم نفع دونگا یعنی چودہ سو درم کو خریدونگا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ مین نے تو قسم کھائی ہی کہ اُسکو چار ہزار درہم سے کم نہ بیچون راس الجالوت بولا کہ پھر مجھے اُسکے خریدنے کی کوئی حاجت نہین ہی (عبد اللہ بن سلام
علماے یہود مین سے بہت بزرگ مشہور معروف عالم تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین تشریف لاتے ہی مسلمان ہوگئے تھے) پس
عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ای راس الجالوت تو اس عورت کو خریدیگا یا جس دین کا معتقد ہی اُس سے کفر کریگا اور قریب بلا کر اُسکے کان
مین توریت کی وہ آیت پڑھی جسمین حکم ہی کہ ہر یہودی جس بنی اسرائیل کو مملوک پاوے تو یہی واجب ہی کہ اُسکو خریدکر آزاد کرے (مشہور ہی کہ
یہودیون مین کوئی توریت کا حافظ نہ تھا سواے عبد اللہ بن سلام کے) جب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح اُسکو آیت توریت سنائی تو وہ چونک کر پوچھنے لگا
کہ کیا تم عبد اللہ بن سلام ہو اُنھون نے کہا کہ ہان پھر اُسنے لاکر چار ہزار درہم ادا کیے پھر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے دو ہزار اس مین سے لیکر دو ہزار اُسکو پھیر دیے
آدم بن ابی ایاس نے اپنی تفسیر مین بسند صحیح حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عبد اللہ بن سلام کا گذر کوفہ مین ہوا تو اُنھون نے راس الجالوت
کو دیکھا کہ عرب نے جہاد مین جو یہودیہ عورتین قیدی کی تھین اُنمین سے جن عورتون کے ساتھ عرب نے جماع نہین کیا تھا اُنکو خریدتا ہی یعنی اپنے
زعم مین فدیہ دیکر چھڑاتا ہی اور جن عورتون سے عرب نے جماع کرلیا اُنکو چھوڑتا جاتا ہی یعنی اُنکو فدیہ دیکر نہین چھڑاتا ہی تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ای
راس الجالوت تیرے پاس جو کتاب ہی اُس مین تو حکم لکھا ہی کہ سب کو چھڑا دے آیا ماہین ابن کثیر نے کہا کہ ان آیات قدیمہ کا مفاد یہودیون کی مذمت ہی
کہ وہ لوگ زبان سے توریت کی صحت کا دعوی کرتے اور اُسکے احکام کی گواہی دیتے مگر اُس کی مخالفت کرتے تھے اسی واسطے یہودی اگر توریت
نقل کرتے ہین تو اُنکی نقل پر کچھ اعتماد نہین ہی کیونکہ اُنکی خیانت قطعی ظاہر ہوا اور اُنھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک و صفات و قیام نبوت
و مقام ہجرت و نعت شریعت وغیرہ جو کچھ تھا اُنھون نے توریت مین سے نکال ڈالا اور انبیاے سابقین علیہم السلام کی بشارات جو در بارہ
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم متواتر منقول چلی آتی تھین اُنکو چھپایا تو پھر کیونکر ان یہودیون کی تصدیق نہین ہوسکتی مترجم کہتا ہی کہ اسی طرح نصرانیون نے
بھی تحریف کرکے صریح بشارات نکال ڈالین اور دروغ دعوی کیا کہ انہین موجود نہین ہین لیکن بعض نسخے انجیل و توریت کے بعض راہبون کے
پاس جو فلسطین و ہرقل وغیرہ کے خوف سے بلاد فارس وغیرہ کے غارون و پہاڑون مین چھپے تھے تو اُنمین صریح بشارات صحیح موجود
ہین اور باقی جہانتک اُنکے ہاتھ آئے اُنھون نے تحریف کردیے کیونکہ اول تو حضرت عیسی علیہ السلام کے دوسو برس بعد قسطنطین شاہ روم نے
تمام نصرانیون کو جمع کرکے مسیح ابن اللہ کے عقیدہ پر دستخط کرائے اور جنہون نے انکار کیا وہ مقتول و خوار ہوئے سواے معدود چند کے جو دور دراز پہاڑون
و غارون مین چھپے تھے اور وہ لوگ بھی فارس مین خوفناک تھے تو کم نسخے انجیل اُنکے پاس رہے اور باقی نسخون مین کمی کی راہ سے خوب خوب تحریفین کی گئی
اور جو عقیدہ قرار دیا اسی کے واسطے صریح الفاظ مین تبدیل کی ورانیہ زعم مین جب عیسی کو ابن اللہ ٹھہرایا تو دین کو دائمی بنایا ورنہ تمام عبارات اسی
معنی مین تحریف کین۔ واضح ہو کہ تحریفات کرنے مین یہودیون سے نصرانی بہت بڑھے ہوئے ہین اور ان تحریفات کی راہین ابھی تک بند نہین
ہوئین۔ وہ دیگر فرقہاے نصاری ہین ہر ایک نے اپنی موافق تائیدین اور مخالف کی تردید مین تحریف کا دقیقہ نہین چھوڑا اور عجب یہ کہ ۱۸۹۲ع کے
اخبارات مین روس کی جانب سے حکم جاری ہوا تھا کہ قرآن مجید مین سے آیات جہاد نکال ڈالی جاوین لیکن اللہ تعالی نے محفوظ رکھا۔ ف
دیکھنا چاہیے کہ بنی اسرائیل کے واسطے اللہ تعالی نے ظاہری قید مالی سے چھڑانے و فدیہ کرنیکا حکم دیا حالانکہ قید باطنی سے چھڑانا بدرجہ اولی
مقصود ہی اسی واسطے بعض اشارات اس مین ہین کہ جو لوگ مصنوعات ظاہری کے قیدی ہون یعنی دنیا کی چیزون مین اُنکے دل لگے ہون

تو انکو ان مصنوعات سے چھڑا کر صانع عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ نفس غافل ان مصنوعات دنیاوی میں گرفتار ہو کر صانع عزوجل کو
بھول جاتا ہے اور اسی طرح ہر ایک درجہ بدرجہ قیاس کرتا رہے یہانتک کہ سب تعلقات کو چھوڑ کر حق عزوجل کے واسطے ہو جاوے پس مصنوعات
کی قید سے چھڑانیکا فدیہ یہ ہے کہ آسمان وزمین وانکے عجائب کی خلقت میں تفکر کرے کما قال تعالیٰ یتفکرون فی خلق السموات والارض۔
پس صانع قدرت کی مخلوقات میں جو شخص گرفتار ہوا اسکو چھڑا کر صنعت الٰہی کی طرف لاوے پھر جب وہ صنعت یعنی افعال الٰہی میں پابند ہو
تو صنعت فعل سے چھڑا کر صفت قدرت کی جانب لاوے اور اسی طرح جو شخص عیب قلب میں گرفتار ہو تو اسکو انواع غیب کی طرف چھڑا لاوے
شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ اگر گناہوں کا قیدی ہو تو اسکو توبہ سے چھڑاوے اور شیخ واسطیؒ نے فرمایا کہ اگر اپنے نیک افعال کے عجب وغرور میں گرفتار
تو اسکو اللہ تعالیٰ کے انعامات وتوفیق سے چھڑاوے یعنی اسکو راہ بتلاوے کہ درحقیقت اسکے فعل خیر کی کوئی ہستی نہیں ہے کیونکہ جو کچھ اس نے
کیا وہ اللہ تعالیٰ کے انعام قدرت وحسن توفیق کا ثمرہ ہے ورنہ اس سے کچھ نہو سکتا شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ اگر علائق دنیا میں گرفتار ہو گئے ہوں تو انکو
اسباب وتعلقات سے قطع کر کے حق عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ممنوع فرمایا کہ کسی ایسے قلب پر تجلی فرمائے جو سوائے حق تعالیٰ کے
کسی غیر سے متعلق ہو مترجم کہتا ہے کہ گرفتاران علائق سے مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے ذہن میں جم گیا کہ ہر ایک چیز کا حصول درحقیقت بغیر ان اسباب کے
نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جاری کیے ہیں حتی کہ وہ ان اسباب کو مؤثر سمجھتے ہیں اور ہنوز انکی سمجھ میں نہیں آیا کہ مؤثر صرف اللہ تعالیٰ
ہے اور یہ ظاہری اسباب صرف امتحانی ہیں انمیں خود کوئی تاثیر نہیں ہے اور کسی فعل الٰہی کے واسطے یہ شرط بھی نہیں ہیں حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا
تو بدون ان اسباب کے پیدا فرما دیتا لیکن اُس نے اپنی حکمت سے ایک امتحانی سلسلہ رکھا ہے پس جو لوگ ان اسباب کو مؤثر سمجھتے ہیں حتی کہ
کسی شخص کو یا کسی ولی کو مؤثر جانیں تو یہ عبادت وکفر ہے بعض بغدادیوں نے فرمایا کہ اگر ایسے لوگ پاؤ جو اپنے افعال وصفات میں گرفتار
ہیں تو انکو اپنے قید نفس سے چھڑا کر اللہ تعالیٰ کے حسن صنعت وقدرت میں گرفتار کرو مترجم کہتا ہے کہ ان سب کا مآل کار یہی ہے کہ سوائے
حق عزوجل کے غیر کی قید تعلق میں نہو حتی کہ جو شخص دنیا کے پھندے میں مشغول ہو وہ کافر ہے حتی کہ بنی اسرائیل کو جسم فانی کی قید تھی یعنی نظر والتفات
لیکن انھوں نے احکام الٰہی کو دنیا کے پیچھے کھیل بنایا گویا دنیاوی زندگی پر بھروسا کر بیٹھے لہذا فرمایا۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا
الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ۔ اسی صفت کے لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض خریدا۔ فنا یعنی
آخرت کو چھوڑ کر دنیا ہی پر بھروسا واطمینان کیا تو آخرت میں انکے واسطے سوائے جہنم کے کچھ نہوگا۔ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ
وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ پس انپر سے عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ یہ لوگ نصرت دیے جائینگے۔ فنا یعنی دار الآخرۃ میں
انکے واسطے سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہیں ہے اور وہ محل عذاب ہے تو وہاں عذاب میں ایک لحظہ قصور نہوگا اور نہ وہاں کوئی مددگار
ممکن ہے جو انکو عذاب سے چھڑاوے اور یہ سب نتیجہ انکے صرف دنیا کی محبت سے حاصل ہوا اسیواسطے حدیث میں ثابت ہے کہ دنیا کی
محبت ہر خطاکاری کی جڑ ہے (ابوداؤد ورزین) اور اسکی سند میں کچھ کلام ہے لیکن یہ معنے بعض حدیث صحیح میں ثابت ہیں اور اسکا حاصل یہ ہے
کہ جب دنیا کی محبت دل میں سمائی تو خطائیں سرزد ہونے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ دنیا ملعون ہے اور
جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے سوائے یاد الٰہی عزوجل اور جو کچھ اُسکی محبت میں ہے اور عالم ومتعلم کے (الترمذی) یعنی دنیا میں ہر چیز ملعون
ہیں ہاں عالم اور متعلم سیکھنے والا اور سوم ہر ایسی چیز جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مددگار ہے جیسے نیک بیوی جسکی ذات سے یاد الٰہی میں مدد ہو یا اولاد
کی پرورش بہ نیت ثواب یا دینی دوست یا کتاب الٰہی ودیگر کتب شریعت ومساجد وغیرہ چنانچہ ذکر الٰہی کہ یہ سب سے افضل ہے۔ حدیث سہل بن سعدؓ میں ہے کہ

کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (ترمذی وغیرہ) لیکن کافرون کو اگر دیکھا
جاوے تو آخرت مین جو انکے واسطے عذاب شدید ہی اُسکے مقابلہ مین یہ دنیا اُنکے لیے جنت ہی چنانچہ حدیث ابوہریرہؓ مین ہی کہ کافر کے واسطے یہ دنیا جنت
ہی اور مومن کے واسطے قیدخانہ ہی (صحیح مسلم وترمذی) اس سے ظاہر ہوگیا کہ مومن کے واسطے آخرت محل کرامت وآسایش ہی اور واضح ہو کہ
بہت سے لوگ دنیا کے معنے نہین سمجھتے ہین تو اُسکا مختصر بیان یہ ہی کہ مال ومتاع وجورو ولڑکے کا نام دنیا نہین ہی بلکہ جو شخص ایمان لایا اُس نے
جان لیا کہ دار الآخرت اُس کا اصلی وطن ہے اور دنیا مین وہ ایک وقت تک اسواسطے رکھا گیا ہی کہ اس امتحان کے مقام پر ایمان لاوے
اور اپنی جان ومال کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ہاتھ فروخت کرے اور اسکے معنے یہ ہین کہ مال کو اسی دنیا مین رہنے کے واسطے خواہش نکرے بلکہ
اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آخرت کے ثواب کے لیے حاصل کرکے خرچ کرے اور فسق وفجور وخواہش نفس مین اسراف نکرے حتی کہ جورو
وبچون کو نیک نیتی سے کھانا دینا ثواب ہی کیا یہ نہین سمجھتے ہو کہ ان لوگون کا نفقہ واجب ہی اور فقیرون کو خیرات کرنا مستحب ہی حالانکہ
مستحب سے واجب کا ثواب زیادہ ہوتا ہی اور زناکاری وبدکاری سے بچنے کے واسطے نکاح کرنا سنت وثواب ہی تو حلال زوجہ کے پاس
جانا کیونکر ثواب نہوگا جبکہ حرام عورت کے پاس جانا گناہ وعذاب ہی پس مومن اپنے مال کو اپنی خواہش نفس مین خرچ نہین کرتا بلکہ آخرت
کے واسطے اُسکو خرچ کرکے ثواب حاصل کرتا ہی اسیطرح اُس نے اپنی جان کو بھی فروخت کیا چنانچہ حکم الٰہی عزوجل کے موافق اُسکو نیک کام
مین لگاتا ہی کہ نماز وروزہ وجہاد وغیرہ جو کام اسپر فرض ہی یا اُس مین ثواب ورضاے الٰہی ہی اُسکے ادا کرنے مین کچھ تعلل نہین کرتا حتی کہ
سردی مین وضو کرکے نماز پڑھتا ہی اور اپنے نفس کی ناگواری پر خیال نہین کرتا کیونکہ وہ اپنے نفس کو خواہش شیطانی ودنیا سے چھڑا کر شریعت
کے ہاتھ فروخت کرچکا ہی پس حاصل یہ نکلا کہ جسنے جان ومال کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی وآخرت کے واسطے کر دیا وہ دنیا کی قید سے چھوٹا
اور جسنے آخرت ورضاے الٰہی کو چھوڑ کر اپنے جان ومال کو اپنی خواہش وحیات دنیا کے واسطے رکھا وہ دنیاے ملعون مین شامل ہی اور آخرت کو
بیچکر دنیا خریدنے والا ہی پس اگر کسی مومن کے پاس مال ودولت کثیر ہو لیکن وہ اپنی جان ومال کو رضاے الٰہی ودار الآخرت کے واسطے
جزم کرے اور دنیا پر مطمئن نہو بلکہ اسکو مسافرخانہ سمجھکر دار الآخرت کو اپنا اصلی وطن سمجھے تو وہ مومن صالح ہی چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت
مالدار تھے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان سے جہاد کیا اور مال بھی اللہ تعالیٰ کی راہ مین بہت خرچ کیا حتی کہ بکرر سہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
جنت کی بشارات حاصل کین تو تونگری کچھ مضر نہین ہی بخلاف اسکے بہت سے کافرون کو دیکھو کہ دنیا مین خستہ وخوار پھرتے ہین لیکن رضاے الٰہی کو
اور دار آخرت کو نہین چاہتے بلکہ دنیا وی زندگی پر بھروسا کرتے ہین پس دنیا مین بھی مقدر سے زیادہ نہین ملا اور آخرت مین بھی برباد ہونگے اگرچہ
آخرت کا اُنکو یقین نہو اور جو شخص اس تمام بیان مین غور کرے وہ بخوبی جان جائیگا کہ مومن کے تمام افعال سونا جاگنا کھانا پینا وغیرہ اُسکی حسن نیت
سے سب ثواب ہی مین داخل ہین اور کافر کے کل افعال اگرچہ وہ صدقہ وخیرات ہون اُسکی بدنیتی سے سب دنیاے ملعون ہی ہین نعوذ باللہ
من الکفر والضلال پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ یہودیون کے افعال بد کا بیان فرمایا جس سے ظاہر ہی کہ یہ لوگ اپنی ہوا وہوس کے بندے تھے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور ہمنے دی موسیٰ کو کتاب اور پے درپے بھیجے اُسکے پیچھے رسول اور دیے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور

ع۱۱ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ

۱۰۱ قوت دی اُسکو روح پاک سے پھر بھلا جب تم پاس لایا کوئی رسول جو نہ چاہا تمھارے جی نے تم تکبر کرنے لگے

فَفَرِيۡقًا كَذَّبۡتُمۡ وَفَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ ۝

پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں بنی اسرائیل کی سرکشی و عناد اور انبیاء علیہم السلام سے مخالفت و تکبر کرنا اور درحقیقت اپنی خواہشوں کی پابندی کرنا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ۔ اور ہمنے موسیٰ کو بیشک کتاب عطا فرمائی۔ ف یعنے توریت عطا کی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ پھر یہودیوں نے اس کتاب پاک کو تحریف و تبدیل کیا اور اُسکے احکام کی مخالفت کی اور اپنی خواہش کے موافق بہت سے معانی بدل ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ نے متواتر انبیا بھیجے جنہوں نے توریت کی محافظت رکھی چنانچہ فرمایا۔ وَقَفَّيۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ بِالرُّسُلِ۔ اور ہمنے موسیٰ کے بعد رسولوں کو پے درپے بھیجا۔ ف یعنی موسیٰ علیہ السلام کے نشان قدم پیچھے بعد دیگرے برابر رسول بھیجے جو احکام توریت کی پابندی کرتے تھے بلکہ ایک ہی وقت میں ہر قبیلے و شہر کے واسطے جدا جدا رسول ہوتے تھے لیکن شریعت سبکے واسطے متحد تھی کما قال تعالیٰ۔ انا انزلنا التوراة فیہا ھدی و نور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء۔ غرض کہ برابر اسی شریعت توریت پر عمل کرنے والے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد قدم بقدم بھیجا اور اُسوقت تک برابر توریت محفوظ رہی لیکن آخر میں یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا شروع کیا اور توریت میں تحریف کرنے لگے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آخر میں بھیجا اور انجیل دیکر توریت کے بعض احکام مانند جہاد و حرمت گوشت شتر و شراب وغیرہ کو منسوخ فرمایا لیکن اسکے ماننے کے واسطے معجزات کی بھی حاجت تھی لہذا فرمایا۔ وَاٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ الۡبَيِّنٰتِ۔ اور ہمنے عیسیٰ ابن مریم کو بینات عطا کیے۔ ف یعنے کھلے ہوئے معجزات دیے۔ وَاَيَّدۡنٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ۔ اور روح القدس سے اُسکی تائید فرمائی۔ ف ابن عباسؓ نے کہا کہ منجملہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے یہ تھا کہ باذن اللہ تعالےٰ مردہ کو زندہ کرتے اور مادر زاد اندھے و کوڑھی وغیرہ کو اچھا کرتے اور مٹی کا پرندہ بنا کر اُس میں پھونکتے تو وہ اُڑ جاتا اور بنی اسرائیل کو اُنکے گھروں کے کھانے پینے و ذخیروں سے آگاہ کرتے سیوطی نے لکھا کہ روح القدس یعنے جبرئیلؑ اُنکے ساتھ رہتے تھے جہاں جاتے وہاں ساتھ جاتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام کو بوجہ پاکیزگی و طہارت کے روح القدس یعنی مقدس روح فرمایا پس اگر یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابع ہوتے تو بہت آسانی پاتے کیونکہ بہت چیزیں جو توریت میں یہودیوں پر حرام کی گئی تھیں وہ اللہ تعالےٰ نے انجیل میں حلال کر دی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پیغمبر کیا لیکن بنی اسرائیل کے بادشاہ نے اُنکو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہو گئے حالانکہ توریت میں و دیگر انبیاء علیہم السلام کی بشارت حتی کہ خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محامد صریح مذکور تھے لیکن یہودیوں نے دین الٰہی و دار الآخرۃ سے سخت دلی کر لی اور اپنی خواہش نفس کے بندے بن گئے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سخت بے ادبی کا برتاؤ کیا کیونکہ دین حق اُنکی خواہش نفسانی کے مخالف ہوتا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے تشنیع فرمائی بقولہ تعالےٰ۔ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰٓى اَنۡفُسُكُمُ اسۡتَكۡبَرۡتُمۡ۔ پھر کیا ہر بار جب کوئی رسول تمہارے پاس ایسی چیز لایا کہ اُسکو تمہارے نفوس نہیں چاہتے تھے تو تمنے ماننے سے تکبر کیا۔ ف اور یہ تکبر خالی انکار ہی نہ تھا بلکہ بہت گستاخی کی۔ فَفَرِيۡقًا كَذَّبۡتُمۡ۔ پس ان رسولوں میں سے ایک فریق کو تمنے جھوٹا بنایا۔ ف۔ بلکہ اُسوقت کی حالت غور کرکے دیکھو کہ ادھر ایک فریق کو تو جھٹلاتے ہو۔ وَفَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ۔

اور دوسرے فریق کو قتل کرتے ہو۔ ف تقتلون بصیغۂ مضارع جس سے زمانۂ حال مراد ہے اسیواسطے فرمایا کہ اُس حالت کو اپنے پیش نظر
کر کے دیکھیں کہ کس قدر نامعقول حرکت کر رہے تھے یعنے گویا اُس حالت کو دیکھ رہے ہیں کہ پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں حالانکہ یہ بہت سخت
گناہ ہے کہ پیغمبر محض خیرخواہی کے ساتھ اُنکو سمجھاتے اور آگ دوزخ سے بچاتے تھے اور اُنھیں کو یہ لوگ قتل کرتے تھے صرف اتنی بات پر کہ وہ اُنکی
نفسانی خواہش کے خلاف احکام لائے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ لوگ عذاب جہنم سے نجات پاویں اسیواسطے حدیث میں آیا کہ جہنم میں سب سے
سخت عذاب اُس شخص پر ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو یا اُسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو (الصحیح) اور علما نے اختلاف کیا کہ اس مقام پر روح القدس
کیا مراد ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ روح القدس وہ اسم اعظم ہے جسکے ساتھ عیسٰی علیہ السلام مردہ کو زندہ کرتے تھے (ابن ابی حاتم) اور سدی روایت
ضحاک عن ابن عباسؓ منقطع ہے لیکن ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے اور قرطبی نے اسکو حضرت عبید بن عمیر سے بھی نقل کیا
اور ابن ابی نجیح نے کہا کہ ملائکہ کے حافظین میں روح ہے اور ربیع بن انسؒ نے کہا کہ روح القدس یعنی روح اللہ ہے اور یہی قول کعب احبار ہے اور عوفی نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قدس بمعنے پاکیزہ ہے اور زمخشری نے نقل کیا کہ خود عیسٰی روح اللہ کا نفس پاکیزہ مراد ہے اور ابن زید نے کہا کہ روح
مراد انجیل ہے جیسے قرآن مجید کی نسبت فرمایا۔ وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ (ذکرہ رواہ ابن جریر) لیکن شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس مقام پر
صحیح وصواب تاویل یہ ہے کہ روح القدس سے جبرئیلؑ مراد ہے مترجم کہتا ہے کہ تائید جبرئیل مناسب طہارت عیسٰی علیہ السلام باذن الٰہی عزوجل
جمع ہوئی تو یہ سب باہم متلازم ہیں اسیواسطے ہر ایک سے تفسیر ہوسکتی ہے اگرچہ جہت تفسیر علیحدہ ہوگی پس فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے
اور اظہر یہی ہے کہ روح القدس جبرئیلؑ ہیں امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسپر دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و ابن عباسؓ و محمد بن کعب و اسماعیل
ابن ابی خالد و سدی و ربیع بن انس و عطیہ عوفی و قتادہ نے فرمایا کہ اس مقام پر روح القدس سے جبرئیلؑ مراد ہیں اور اللہ تعالٰی نے فرمایا نزل
به الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین۔ اور حدیث ابوہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہما میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان
بن ثابتؓ کے واسطے مسجد میں منبر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کافروں کی ہجو کرتے اور اُنکا جواب دیتے تھے پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی تو حسان بن ثابتؓ کی روح القدس سے تائید فرما جیسے وہ تیرے پیغمبر کی طرف سے کافروں کی ہجو کا
جواب دیتا ہے (البخاری و ابوداؤد و الترمذی وقال حسن صحیح) اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی جانب گذرے
کہ وہاں حسان بن ثابتؓ مسجد میں شعر پڑھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسانؓ کو ترچھی نگاہ سے دیکھا پس حسانؓ نے کہا کہ میں تو مسجد میں اُس
زمانہ میں شعر پڑھتا تھا جب مسجد میں آپ سے بہتر موجود تھے پھر ابوہریرہؓ کی طرف ملتفت ہو کر کہا کہ میں تمکو اللہ تعالٰی کی قسم دلاتا ہوں کہ آپنے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اے حسان میری طرف سے جواب دے الٰہی تو روح القدس سے اسکی تائید فرما پس ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہاں
بیشک میں نے سنا ہے (الصحیحین) اور بعض روایات میں ہے کہ حسانؓ کو فرمایا کہ تو مشرکوں کی ہجو کر اور جبرئیلؑ تیرے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث
میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں پھونک دیا کہ کوئی جاندار نہیں مریگا یہانتک کہ اپنا رزق و اپنی عمر پوری کرے پس تم لوگ اللہ تعالٰی
سے تقوی رکھو اور طلب رزق میں اجمال کرو۔ (صحیح ابن حبان) پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس جبرئیلؑ ہیں مترجم کہتا ہے
کہ اس سے ایک بہت بڑا افادہ ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام کی معیت سے فیض علمی ایک خاص طور پر ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام تو جمیع
انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتے ہیں حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حسان بن ثابتؓ کے ساتھ ہو گئے اگرچہ حسانؓ کے ساتھ
اُسیوقت تک رہتے تھے جب تک حسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک سے ہجو کفار کی تردید کرتے تھے چنانچہ

روایت صحیح میں مصرح ہے پس سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت کیوں فرمائی کہ ہم نے اسکو جبرئیل سے تائید فرمائی تھی جواب یہ ہے
جو شیخ سیوطیؒ نے ذکر کیا کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے جہاں جاتے تھے وہاں ساتھ جاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ شاید
اسکا بھید یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے اور لاعلاج امراض سے تندرست کرنیکا معجزہ عطا ہوا تھا اور اسکی ضرورت نہیں یعنی ہر وقت
میں ہوتی تھی لہذا جبرئیلؑ کی معیت عطا ہوئی تھی در واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک کرامت خاص کا ظہور آئندہ بھی ہونے والا ہے
جبکہ امت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے فتنۂ دجال دور کرنے کے واسطے عنقریب نازل ہونگے اور وہ یہ ہے کہ انکی سانس جہانتک ایک میل تک
کافروں پر مردنی چھا جائیگی اور دجال ایسا گلیگا جیسے پانی میں نمک گلتا ہے اور غالبًا یہ کمال بعد زمانۂ عروج کے پیدا ہوا کیونکہ ابتدا بعثت میں
یہودی کافروں کی یہ کیفیت نہیں ہوتی تھی اور غالبًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کمالات عطا فرمائے کہ معیت جبرئیلؑ کی حاجت
نہ تھی سوائے ابتدا کے کیونکہ صحیح روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ ابتدا میں تین برس تک جبرئیلؑ ساتھ رہے اگر کہا جاوے کہ آپ تو جبرئیل
علیہ السلام کی صورت سے بھاگتے تھے جواب یہ ہے کہ وہ صورت اصلیہ تھی جو آپکی کامل استعداد کی وجہ سے آپکو دکھلائی جاتی تھی اور جبرئیلؑ کے ساتھ
ہونے کے واسطے اصلی صورت بلکہ ظاہر ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد عروج آسمانی وحصول کمال کے دوبارہ نزول
کے وقت جبرئیل علیہ السلام کی ضرورت نہو گی کیونکہ کسی حدیث میں دوبارہ نزول کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی معیت معلوم نہیں ہوئی واللہ تعالیٰ
اعلم الحاصل اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذمت فرمائی کہ کمالات روحی واستعداد دار الآخرت کو نہیں چاہتے تھے بلکہ دنیا وخواہش نفس کے تابع تھے
اور انہیں کے مقلدین جواب موجود ہیں انکی بھی یہی حالت ہے کہ محض خواہش نفس کے پابند ہیں اور حکم الٰہی کو اور اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام
کو محض بے قدری کے ساتھ ترک وقتل کرتے تھے پس دیکھو کہ اوپر کی آیات میں فرمایا تھا کہ عہد توریت کے خلاف یہ لوگ انہوں میں سے ایک فریق کو
قتل کرتے اور انکی خانہ ویرانی کرتے ہیں اور ان آیات میں فرمایا کہ یہ قوم ایسی بدکار ہے کہ اپنی قوم والے درکنار ہم دیکھو تو کہ یہ لوگ اپنی خواہش
نفس کے پیچھے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتے وقتل کرتے رہے ہیں حالانکہ انبیاء علیہم السلام انکی خواہشوں میں سے جو حرام خوری وحرامکاری تھا
کسی عمدہ بات سے نہیں روکتے تھے اور کمال خیرخواہی سے انکے حق میں چاہتے تھے کہ دنیائے فانی میں سے لطیف وعمدہ چیزوں کو لیویں اور
ایسے طرز پر چلیں کہ دار الآخرت میں انکی نعمت دائمی برقرار رہے اور شدید عذاب جہنم اور پیپ ولہو سے بچ جاویں پس نہایت کمینہ وخبیث وہ
شخص ہے جو نیک خیرخواہ کے ساتھ بدی پر آمادہ ہو بلکہ جانی دشمن ہو جاوے اور اس سے اہل ایمان کو نصیحت وعبرت حاصل کرنا چاہیے کیونکہ حدیث صحیح
میں ہے کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کا حال دیکھکر نصیحت پکڑے پس اہل ایمان پر فرض ہے کہ انہوں کو قتل یا خانہ ویرانی نکریں لیکن افسوس ہے کہ مصر وشام
وایران وہندوستان کے سلاطین اسلام باہم خانہ جنگیاں کرتے رہے اور فسق وفجور میں کسی حاکم کی تابعداری نکریں اور اپنی خواہش نفس کو حکم الٰہی
وشریعت کے تابع کریں نہ برعکس اور افسوس کہ اس زمانہ میں یہودی عالموں کے مانند مسلمانوں میں بہت سے لوگ عالموں کی صورت بنکر عوام کو
انکی خواہش نفس وترغیب حیات دنیاوی کے مسائل بتلاتے ہیں اور ادھر ادھر کی مہمل کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں پس عوام کو یاد رکھنا چاہیے
کہ جنہے انکے خواہش نفس کے موافق مسئلہ بتلایا جس میں شریعت الٰہی عز وجل سے مخالفت ہو تو اسکو اپنے حق میں زہر اور بتلانے والے کو دشمن
سمجھیں اور حیات دنیاوی کو چند روزہ مسافرخانہ خیال کرکے دار الآخرت کی فکر کریں اور وہاں کے عذاب سے نجات حاصل ہونے کی اسباب
تلاش کریں کیونکہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء وصالحین کوئی بھی اسکی سفارش نکرینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ
کے مقبول بندے تو اسکی خوشی کے موافق کلام کرینگے۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کو حضرت موسیٰ وعیسیٰ علی نبینا وعلیہما السلام کے

ذریعہ سے معجزات باہرہ دکھلائے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت مین جادو واُسکے کرشمات پھیلے ہوئے تھے لہذا عصا و ید بیضا
وغیرہ ایسے معجزات دیے جنسے جادو رد ہوا اور جو لوگ جادو مین کمال رکھتے ہین فوراً پہچان جاوین کہ یہ معجزۂ الٰہی ہے اور جادو سے ہرگز ممکن نہین ہے
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبکہ جالینوس وغیرہ طبیبون کا زور تھا کوڑھی اندھے بلکہ مردے تندرست و جلانے کے معجزات دیے جنسے طبیب عاجز
ہوجاوے لیکن یہودیون کی بیوقوفی دیکھو کہ وہ ان دقائق کو کچھ بھی نہ سمجھے حالانکہ یہ معجزات عالم سفلی کے مادیات مین سے ہین تو عالم علوی و دقائق
عقل نورانی کو یہ کودن لوگ کب سمجھ سکتے ہین اور یہ رحمت خاص و کمال اختصاص روز ازل سے حضرت عالم الغیب عزوجل نے اسی امت محمدیہ علی
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کمالات معرفت کی راہ سے مقدر فرمایا تھا اسیواسطے اس امت کو جمیع امم سے بہتر فرمایا ہے بقولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس الآیۃ۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی پس عالم سفلی کے معجزات اسکے ساتھ شق القمر و معراج اکبر وغیرہ
کمال معرفت کے معجزات عطا فرمائے اسی وجہ سے اس امت کے معارف و مدارج عرفان بہت بلند ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ بعد ختم نبوت حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم کے اس امت کے واسطے انبیاء کا آنا ممکن نہ تھا پس اللہ عزوجل نے علماء ربانیین کو اسکا قائم مقام فرمایا چنانچہ حدیث علماء امتی کانبیاء
بنی اسرائیل۔ جو باسانید کثیرہ مروی ہے باین معنے صحیح ہے کہ جیسے بنی اسرائیل مین انبیاء علیہم السلام تجدید و تذکیر کے واسطے بھیجے جاتے تھے اسی طرح
حدیث مین آیا کہ اس امت مین ہر قرن پر اللہ تعالیٰ ایسا شخص مبعوث فرمائیگا جو اس قرن والون کے لیے دین کی تجدید فرماوے یعنے احکام
قرآن و سنت و معرفت ایمان اُنکو یاد دلاوے (کمافی سنن ابن ماجہ وغیرہ) اور اسسے ظاہر ہوا کہ اس اُمت مین اللہ تعالےٰ نے قلوب کی معرفت
بلند رکھی ہے اور علماء و اولیاء کے معارف ارجمند ہین جسکی لیاقت یہود و نصاریٰ کو نہین دی گئی تھی اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ اہل ایمان جن معارف توحید پر
بفضل اللہ سبحانہ و تعالیٰ آسان سمجھ کے ساتھ یقین کرتے ہین وہ یہود و نصاریٰ کے بڑے دانشمندون کے سمجھ مین نہین آتے ہین چنانچہ جسنے یورپ کی
حکما کے اقوال دیکھے پائے ہین وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بیچارے کس عاجزی سے بیان کرتے ہین کہ مسلمانون کے عقائد دربارۂ الوہیت بہت صاف
و پاکیزہ ہین لیکن مین جہانتک غور کرتا ہون تو یہ لوگ جس طرح خدا تعالےٰ کا اعتقاد رکھتے ہین بغیر شکل و صورت و جسمیت وغیرہ کے یعنے ہر طرح
کے عیوب و نقائص و خیالات سے پاک اعتقاد کرتے ہین " وہ میرے خیال مین کسی طرح نہین آتا "۔ مترجم کہتا ہے کہ خالق و مخلوق مین شخص امتیاز
نہین کرسکتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ اسکے تصور مخلوق مین جو مخلوقات غیر محسوس ہین وہ متصور نہونگی پھر سخت عجب ہے کہ وہ خالق کو مخلوق غیر محسوس بھی
نہین بلکہ مادی محسوس کی شکل مین بناکر اپنے چھوٹے سے دماغ مین لانا چاہتا ہے اور جسکو ذرا بھی عقل ہے وہ اس بیوقوفی سے نہایت تعجب کریگا حالانکہ
عوام مومنین اپنے قلوب نورانی سے حق عزوجل کو ماوراء محسوسات و غیر محسوسات کے بالیقین جانتے ہین پس اُنکو معرفت مین کچھ شک نہین
ہے اور نہ اُنکی معرفت اس امر پر موقوف ہے کہ حضرت خالق جل شانہ کو مخلوق بلکہ محسوس صورت و رنگ کے لباس مین لاکر کافرون کی طرح تصور
باندھین بلکہ وہ خوب سمجھتے ہین کہ ہماری عقل بلکہ تمام عالم کو یہ مجال نہین ہے کہ خالق عزوجل کو تصور مین لاوے بلکہ اُسکا تصور محال ہے اور مخلوق مین
جو چیز متصور ہوکر پیدا ہو وہ مخلوق کی مخلوق ہے اور خالق عزوجل اس سے پاک برتر ہے تعالیٰ اللہ عما یشرکون پس غور کرو کہ جب اُنکے بڑے دانشمند کی
یہ حالت ہے تو عوام کو کیا قیاس کیا جائے اور جب اہل ایمان مین سے معرفت عوام کی یہ شان ہے تو اُنکے علما کی معرفت کس مرتبۂ عالی پر ہوگی الحمد للہ
رب العالمین اور اسکا بھید یہ ہے کہ یہ معرفت متعلق با دراک روح ہے جس سے ان حواس جسمانی کو کچھ مناسبت نہین ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے لطیفہ سری
یعنے قلب پر مہر نہین فرمائی تو انوار روحی سے معرفت ہوسکتی ہے جبکہ بندہ نے اس دنیائے فانی سے بیزار ہوکر دار الآخرت و جوار رحمت کا قصد کیا
ہوا اور اگر کسی شخص نے اسسے کفر کیا حتی کہ مہر کردی گئی تو اس معرفت کی کوئی راہ نہین ہے جیسے تمنے نصرانیون کے ایک بڑے دانشمند کا قول سن لیا

اور اُس بچارے نے کوئی نئی بات نہین نکالی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین یہودیون کی ایسی ہی کیفیت تھی کیونکہ اسکا جہد مین نے بتلا دیا تو یہ بند کا دنیا کیونکر سمجھیگا اور اسی قسم کے جوابات دیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے بارہ مین نازل فرمایا

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور کہتے ہین ہمارے دلپر غلاف ہے یون نہین لعنت کی ہے اللہ نے انکے انکار سے سوکم یقین لاتے ہین۔

چونکہ یہودی غضب مین گرفتار اور مہر قلبی کی وجہ سے حیات دنیا کی حرص اور کفر آخرت وعناد ونبوت مین استوار تھے کسی بیان نرمت کو نہین سمجھتے تھے بلکہ ہمیشہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا معاندانہ جواب دیا۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور کہنے لگے کہ ہمارے دل تو غلاف ہین۔ ف غلف جمع اغلف وہ شخص جسکا ختنہ نہوا ہو پس یہ کنایہ ہے کہ دل و پردے منڈھے ہین وموید اسکا قولہ تعالیٰ۔ قلوبنا فی اکنۃ الآیۃ۔ ہے چنانچہ ابن عباسؓ نے غلف کو اکنۃ سے تفسیر فرمایا (ابن اسحق) اور مجاہد وسدی وقتادہ نے کہا کہ ان لوگون کی مراد یہ تھی کہ ہمارے قلوب پر غلاف چڑھا ہے تو ہم تمہاری بات نہین سمجھتے ہین اور ابن عباسؓ نے غلف بضم لام پڑھا ہے اور معروف قراءۃ مین سکون لام ہے تو شاید تخفیف کے واسطے لام ساکن کر دیا گیا ہو اور ابن جریر نے حدیث حذیفہؓ جسمین چار قسم کے قلوب کا ذکر ہے یہان روایت کی جن مین ایک قسم قلب اغلف مغضوب علیہ ہے اور وہ قلب کافر کا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کافرون کی مراد یہی تھی کہ تمسخر کے طور پر کہتے کہ ہم لوگ علماے توریت یعنے زبردست عالم ہین حالانکہ تمہاری بات نہین سمجھتے تو ہمارے دلون پر غلاف ہے اور بعض علما نے کہا کہ غلف سے انکی مراد یہ تھی کہ انکے قلوب تھیلے ہین یعنے دعوی کرتے تھے کہ ہمارے قلوب مانند اناج وخرما کے گون وتھیلون کے علوم سے بھرے ہوے ہین تو اب ہمکو تمہاری تعلیم کی حاجت نہین گویا دعوی کرتے کہ باوجود اس علم کے جو ہم سمجھے ہین وہی ٹھیک ہے اور تمہارا بیان ٹھیک نہین تو اسکو ہم نہین سمجھتے اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا کہ یہ انکا گمان باطل ہے۔ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ۔ بلکہ اللہ عزوجل نے انکے کفر کی وجہ سے انکو ملعون کر دیا ہے ف یعنے انکے قلوب مہر کیے ہوئے ملعون ہین تو انمین معارف حق کا ظہور نہین ہو سکتا ہے۔ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ پس بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہین۔ ف جیسے سورۂ نسار مین فرمایا۔ وقولہم قلوبنا غلف بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یؤمنون الا قلیلا۔ بعض علما نے فرمایا یعنے بہت قلیل باتون کی تصدیق کرتے مثلاً حضرت موسیٰ وتوریت وغیرہ کا اقرار کرتے ہین حالانکہ بہت سے امور سے منکر ہین تو یہ ایمان انکو کچھ نافع نہوگا کیونکہ ایمان تو مجموع ہے اسکے ٹکڑے نہین ہو سکتے ہین پس اگر توریت پر ایمان لائے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔ بعض نے کہا یہ محاورہ مقام نفی پر بولا جاتا ہے مثلاً در قل مارایت مثل ہذا قط" یعنے بہت ہی کم تو نے کبھی ایسا دیکھا ہوگا یعنے کبھی نہین دیکھا ہوگا ع۔ پس مراد یہ ہوئی کہ ان لوگون کا ماننا صرف زبان تک متوقف ہے اور دل مین ساری نہین ہوتا کیونکہ یہ لوگ اپنے نفس کے پابند ہین چنانچہ توضیح فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ

اور جب انکو پہونچی کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی اُن پاس والی کو اور پہلے سے فتح مانگتے تھے

عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

کافرون پر پھر جب پہونچا انکو جو پہچان رکھا تھا اُس سے منکر ہوے سو لعنت اللہ کی منکرون پر

واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ۔ فقلیلا ما یؤمنون سے شاید کسی شخص کو شبہہ ہو تاکہ شاید یہ لوگ قلیل ایمان بھی رکھتے ہین تو یہ شبہہ دفع ہو گیا

دو طرح اول یہ کہ ایمان سے یہاں صرف لغوی معنے مراد ہیں کیونکہ انکو لعنت فرمائی تو ایمان شرعی و لعنت جمع نہیں ہو سکتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ یؤمن
اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون پس معنے یہ ہوئے کہ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہیں جیسے اور فرمایا۔ افتؤمنون ببعض الکتاب۔ اور شرع کی راہ سے
بہر حقیقت کفر ہے دوم یہ کہ اس آیت میں انکے کفر کی تصریح فرمائی بقولہ تعالیٰ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَهُمْ۔ اور جب انکے پاس اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کتاب آئی جسکی صفت یہ ہے کہ جو کچھ انکے پاس ہے اسکی تصدیق کرنے والی ہے
ف یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے انکو قرآن مجید حاصل ہوا جو بیان و بشارت توریت سے صریح موافق و مصدق ہے تو کفر کرنے لگے
وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ حالانکہ پہلے انکی یہ کیفیت تھی کہ کافروں پر فتح کی دعا مانگتے تھے
ف کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان کافروں پر فتح دے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ۔ پھر جب وہ
رسول مع اس کتاب کے انکے پاس آیا جو انھوں نے پہلے پہچانا اس سے منکر ہو گئے۔ ف یعنے صریح پہچان کر انکار کرنے لگے اور کہنے لگے
کہ ہم نہیں پہچانتے ہیں۔ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ تو کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ف مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اس طرح سخت تشنیع کے ساتھ لعنت فرمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت پر دائمی معجزہ رکھا کیونکہ جس قوم کو اس طرح سخت شدید
لعنت کی گئی اگر وہ لوگ پہلے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے کافروں کے ساتھ استفتاح نکرتے تو اسوقت یہ لاکھوں یہودی بلکہ نصرانی
بلکہ بت پرست سب دشمن جانی اسکا صریح انکار کرتے حالانکہ متواتر ثابت ہے کہ انھوں نے سر جھکایا اور کچھ انکار نکر سکے سوا اسکے اس امر کے
کہ وہ پیغمبر آئندہ پیدا ہونگے جنکا ذکر توریت میں ہے اور اس سے یہ بھی صاف معلوم ہو گیا کہ توریت میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مفصل تھا اور
یہودی لوگ انکے نام سے استفتاح کیا کرتے تھے لیکن بعد ظہور کے انصاریوں کے حسد و عداوت سے اور دنیاوی ریاست مٹ جانے کے خوف سے
کافر ہو گئے پھر یہ دعویٰ کرنے لگے کہ دین یہودی بھی قیامت تک دائم ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب مشرکین سے قتال ہوتا تو کہتے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزمان
مبعوث ہونگے تو انکے ساتھ ہم تمکو قوم عاد و ارم کی طرح قتل و برباد کرینگے چنانچہ عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے اپنی قوم کے بزرگوں سے
روایت کی کہ واللہ یہ آیات ہم انصاریوں اور ہمارے پڑوسی یہودیوں کے بارہ میں نازل ہوئیں اور ہمنے زمانہ جاہلیت میں ایک مدت تک یہودیوں
کو مقہور کر لیا تھا تو یہودی ہمسے کہتے کہ ایک پیغمبر پیدا ہونے والے ہیں اور انکی پیدائش کے آثار سب ظاہر ہو گئے ہیں تو ہم انکے ساتھ ہو کر تمکو قوم عاد و ارم
کی طرح نیست و برباد کرینگے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے مبعوث فرمایا اور ہم لوگوں نے آپکی پیروی کی تو یہودی بالکل
انکار کرنے لگے (محمد بن اسحٰق)۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہودی لوگ بطفیل آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ اوس و خزرج پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش عرب میں سے مبعوث
فرمایا تو یہودیوں نے حسد و عداوت سے انکار کرنا شروع کیا اور جو کچھ آپکے صفات بیان کرتے تھے سب سے منکر ہو گئے تو معاذ بن جبلؓ و بشر بن براء
بن معرور اور داؤد بن سلمہ نے یہودیوں سے کہا کہ اے یہودیو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ ابھی چند روز ہوئے کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے
ہم لوگوں پر فتح مانگتے تھے حالانکہ ہم لوگ اسوقت مشرکین میں تھے اور تم لوگ ہمسے کہا کرتے تھے کہ وہ عنقریب مبعوث ہونگے اور یہی صفات بیان
کرتے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوقت موجود ہیں تو بنی نضیر کا یہودی عالم جسکا نام سلام بن مشکم تھا ان سے کہنے لگا کہ یہ شخص تو
ایسی کوئی چیز نہیں لائے جس سے ہم پہچانیں اور یہ وہ شخص نہیں ہے جسکا ہم تمسے ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں
(ابن اسحٰق) اور اسکے مانند مجاہد و ابو العالیہ وغیرہ سے مروی ہے۔ خلاصہ قصہ یہ ہے کہ جب توریت نازل ہوئی اور بنی اسرائیل ایمان لائے اور اسکے بعد

آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم وانکی اُمت مرحومہ کے فضائل اور یثرب یعنے مدینہ مین انکا ہجرت کرکے آنا وغیرہ مفصل مذکور تھا اور زمین حضرت موسیٰ
علیہ السلام سے معلوم کیا تو اہل ایمان بہت شوق مین آئے پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ایک مدت بعد بخت نصر نے ملک شام
کو پامال اور بیت المقدس کو خراب کیا تو اس حادثہ مین سوائے دیار عرب کے اُنھون نے کوئی جگہ جانے کی راہ نہ پائی اور انکے علما و اہل علم
جو آگاہ تھے کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ایسے ایک قصبہ مین جسکو ذات النخل کہتے ہین ہجرت فرماوینگے تو یہان اس صفت کا گانوں ڈھونڈھتے
رہے آخر یثرب پر گذر ہوا تو اسکو اس صفت کا پا کر اسمین رہ پڑے پس اولاد ہارون علیہ السلام سے ایک جماعت یہان اور ایک
جماعت خیبر مین رہنے لگی اور قبل سکے عمالقہ اس سرزمین مین تھے جو جہاد بنی اسرائیل مین بعد فتح ملک شام کے ہلاک کیے گئے تھے اور یہود یہان
خرید و فروخت رہتے تھے یہانتک کہ اوس وخزرج جو اولاد یعرب بن قحطان سے ملک سبا کے رہنے والون مین سے تھے یہان آئے اور
اُنھون نے یہود کو بعد اسکے کہ یہود انکے ہاتھون ظلم سے تھے ایک مدت پیچھے زیر کیا اور خوب سزا دی تو یہودی دعا کرتے کہ الٰہی
ہمکو نبی آخرالزمان سے جلد مدد دے اور اوس وخزرج اسکو سنکر تعجب کرتے کہ یہ کیا بات ہے اور یہودی کہتے کہ وہ ایسے ایسے نبی
اور ہم تمکو انکی حمایت مین ہلاک کرینگے اور یہ یہودی دو گروہ قریظہ ونضیر باہم متفق تھے آخر کار اوس وخزرج مین نفاق ہوا اور قریظہ
باہم قتال رہا اور یہود نے اسطرح ہم سوگند ہو گئے تھے کہ جیسے اوپر گذرا اور قریب ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس وخزرج مین باہم ایک
معرکہ ہوا جسکا نام یوم البعاث ہے کہ بڑے بڑے سرکش سردار دونون طرف سے مارے گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک
حسن تقدیر الٰہی تھی کما فی الصحیحین) پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اوس وخزرج نے تصدیق کی اور یہود نے
ان کو بہکانا شروع کیا لیکن یہود کی باتون نے فائدہ نہ دیا اور اولاد اوس وخزرج پہلے مسلمان ہوئی اور یہودی حسد وعداوت
سو یہی اس آیت مین اشارہ ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ اور استفتاح مین سین استفعال تو طلب کے واسطے ہے اور فتح بمعنے نصرت ہے لیکن علی الذین
کے علی سے معنے مدد کو متضمن ہے لہذا یستنصرون سے تفسیر کی گئی اور ماعرفوا کی تفسیر یا عرفوا ہے کیونکہ انکا علم اس درجہ موکد ہو گیا تھا کہ مثل معرفت
ودریافت حواس کے ہو گیا تھا اور مروی ہے کہ ان یہودیون کے آبا و اجداد جو مدینہ مین آباد ہوئے تھے اپنی موت کے وقت اپنی اولاد کو وصیت
مفصل پتہ ونشان سے لکھ جاتے کہ پیغمبر آخرالزمان کی بعثت پر جنکے یہ اوصاف ہین انکے تابع ہونا چاہیے انکو زندگی مین نصیب
پس بعثت کا علم انکے نزدیک مثل معرفت کے تھا اور قولہ تعالیٰ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔ ای فلعنۃ اللہ علیہم پس بجائے ضمیر کے اسم ظاہر فرمایا
کہ اسمین انکی تقبیح ہے اور یہ دلالت ہے کہ انپر لعنت کا سبب انکا کفر ہے پس الکافرین کا الف لام عہد کا ہو گیا اور جائز ہے کہ الف لام جنس کا ہو اور یہود
پہلے انہین داخل ہین اسلیے کہ کلام انہین مین ہے اور باقی کافر اسمین بالتبع داخل ہین اور معلوم ہو چکا کہ یہودیون سے خواہش نفس
دو طرح جاتی اول یہ کہ پیغمبر آخرالزمان کا وجود قریش عرب سے کیون ہوا اور یہود مین سے کیون نہوا۔ دوم یہ کہ اوس وخزرج جن سے خار کھاتے تھے
پہلے ہی مسلمان ہو گئے لیکن ایسی سرکشی سے اُنھون نے خود اپنے آپ کو برباد کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ
برے مول خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اُتارے کلام سے اس ضد پر کہ اُتارے اللہ اپنے فضل سے
عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ
جس پر چاہے اپنے بندون مین سو کما لائے غصہ پر غصہ اور منکرون کو عذاب ہے ذلت کا

مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاک کو چھپایا حالانکہ اُنسے عہد لیا گیا تھا کہ ظاہر کرین پس اُنھون نے
اپنی جان کے واسطے حق چھوڑکر باطل اختیار کیا اور سدیؒ نے فرمایا کہ یہودیون پر واجب تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق وتائید ومددگاری
کرین لیکن جب اُنھون نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عرب وقریش سے ہوا ہے تو اُنکو نہایت گران گذرا اور حسد وبغاوت سے اُنھون نے
کفر اختیار کیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بہت بُری چیز ہے
جسکی عوض خریدا اُنھون نے اپنی جانون کو کہ کافر ہوئے اللہ تعالیٰ کے اُتارے کلام سے۔ ف سدیؒ نے کہا یعنے بُری چیز ہے وہ جسکو اپنی جانون
کے واسطے اُنھون نے عوض لیا اور اُس پر راضی ہوگئے اور وہ کلام الٰہی سے کفر ہے ع۔ کشاف وبیضاوی وسیوطی وغیرہ نے کہا کہ قولہ۔ بئسما اشتروا
انفسہم ان یکفروا۔ کی تقدیر یہ ہے۔ بئس الشئی شیئا اشتروا بہ حظ انفسہم کفرہم بما انزل اللہ۔ یعنے یہودیون نے اپنے کفر کو بہتر سمجھا لیکن اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ درحقیقت وہ چیز بہت بُری ہے جسکے عوض اُنھون نے اپنی جانون کا حصہ خریدا وہ آیات الٰہی سے کفر ہے اور اسکی علت بیان
فرمائی۔ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ۔ بوجہ بغاوت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے فضل سے اپنے بندون مین سے جس پر چاہے اُتارے۔ ف یعنے اُنکے کفر کا سبب یہ حسد وبغاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
فضل سے پیغمبر آخر الزمان کو عربی نسل سے کیون پیدا فرمایا کر قرآن مجید نازل فرمایا حالانکہ یہ اللہ عز وجل کی جناب مین سخت بے ادبی وگستاخی ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اور وہ اپنے علم ازل سے ہر ایک چیز کو مقدر فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی جناب مین اعتراض کرنا مذموم ہے اور حسد کرنا مذموم
دیگر اور آیات الٰہی سے کفر کرنا مذموم دیگر اور عہد الٰہی توڑنا مذموم دیگر پس اُنھون نے اول عہد توریت کو ضائع کیا اور عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ووحی الٰہی سے انکار وتوریت مین تحریف کردی۔ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ
پس غضب پر غضب کما لائے۔ ف اور غضب کی تنوین تعظیم ہے یعنے غضب عظیم پر غضب عظیم کمایا۔ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ
مُّهِينٌ۔ اور کافرون کے واسطے عذاب اہانت کرنے والا ہے۔ ف یعنے ایسا عذاب ہے کہ جسمین اہانت وخواری بھری ہوئی ہے
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ان لوگون نے تکبر کیا تھا لہذا اسکے مقابلہ مین اُنکو خواری کا عذاب دیا گیا چنانچہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگون نے تکبر کیا وہ لوگ قیامت کے روز آدمی کی صورت مین چیونٹیون کی طرح
میدان قیامت مین ڈالے جاوینگے اور انکی خواری کی وجہ سے ہر شئے انپر چڑھیگی یہانتک کہ جہنم کے قیدخانہ مین جسکا نام بولس ہے داخل کیے جاوینگے
پس انپر نار الانیار چھاویگی اور دوزخیون کے نچوڑے ہوئے پیپ ولہو سے جس وادی مین گارا ہو جائیگا وہی انکو پلایا جاویگا۔ (رواہ احمد) اور اسکے
شواہد سنن ترمذی وغیرہ مین موجود ہین ع۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت قدسی مین ظاہرا غضب پر غضب کمانے سے یہ مراد ہے کہ یہ لوگ ہر اغضب
الٰہی کماتے گئے اور شاید پہلا غضب وہ ہو کہ آیات الٰہی کا انکار کرتے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے کما قال تعالیٰ۔ وباؤ بغضب
من اللہ ذلک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ۔ پس ہمکو معلوم ہوا کہ پہلا غضب اس جگہ سے شروع ہوا اور دوسرا
غضب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر وقرآن سے انکار کیا اور یہی مضمون ہے کہ عہد توریت واسکی آیات سے انکار ہوا اور جاننا
چاہیے کہ عذاب مہین مین اشارہ ہے کہ کافرون کو جو عذاب دیا جاتا ہے وہ اُنکی ذلت وخواری کے واسطے ہے بخلاف اسکے بعضے گنہگار مسلمانون کو جو جہنم
مین ڈالے جاوینگے اُنکا عذاب بغرض اہانت نہین ہے بلکہ اسواسطے کہ گناہون کی نجاست سے پاک ہوجاوین اسیواسطے حدیث سے
ثابت ہوا کہ انکی صورتین مسخ نہ ہونگی ورنہ عذاب کی حالت مین زندہ چھوڑے جاوینگے بلکہ ہر ایک بقدر اپنے گناہون کے آتش جہنم سے پاک کرکر نکالا جاویگا

جاویگا اور واضح ہو کہ سابق مین تمکو تنبیہ گذری کہ یہودی درحقیقت توریت پر ایمان نہین رکھتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ لوگ نہین پہچانتے تھے کیونکہ عموماً یہود ونصاریٰ فرقہ مجسمہ ہین وقد قال تعالیٰ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ پس یہ صریح تنصیص ہے کہ یہود ونصاریٰ نے جو تصویر اپنے ذہن مین گڑھی اُسکو اپنا اللہ تصور کرکے اُسپر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ قطعاً تصورات سے پاک ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ اُسکی تفسیر مین آویگا اسی طرح یہودی دعوی کرتے کہ ہم توریت پر ایمان لائے ہین لیکن اللہ تعالیٰ نے ان آیات مین جو آیندہ بیان ہوتی ہین صریح اُنکے دعوی کو ایسے طور پر رد فرمایا کہ بندے بھی اُسکو بخوبی سمجھ سکتے ہین کما قال تعالیٰ۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ

اور جب کہیے اُنکو مانو اللہ کا اُتارا کلام کہیں ہم مانتے ہین جو اُترا ہم پر اور وہ نہین مانتے جو پیچھے آیا اُس سے

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

اور وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا اُن پاس والے کو کہہ پھر کیون مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ

اور آچکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لیکر پھر تمنے بنالیا بچھڑا اُسکے پیچھے اور تم ظالم ہو اور جب

اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا

ہمنے لیا قرار تمھارا اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہمنے تمکو دیا زور سے اور سنو بولے

سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ

سُنا ہمنے اور نہ مانا اور رچ رہا اُن کے دلون مین وہ بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ بُرا کچھ سکھاتا ہے تمکو

اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

ایمان تمھارا اگر تم ایمان والے ہو

یہودیون کی یہ حالت تھی کہ اُنکو ایمان قلبی و دعوی نفسانی مین تمیز نہ تھی اور اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ جب کسی قلب پر مہر ہوتی ہے تو وہ قلبی تصدیق و نور ایمان کی کیفیت سے واقف ہی نہین ہوتا تو یہ سمجھتا ہے کہ خیالی قراری ایمان ہے جیسے بعض مترجم نے عقل کی کیفیت بیان کی کہ وہ نور روحانی ہے اور کفار جب اُس سے محروم ہوتے ہین تو حواس باطنی کو عقل سمجھتے ہین اور حقیقت عقل سے کبھی واقف نہین ہوسکتے ہین تو سوا حواس کے انکار کرتے ہین کہ عقل کوئی دوسری چیز نہین ہے اسیطرح جس قلب پر مہر ہو تو ایمان وعقل ہی نہین ہوا وہ زبانی دعوی کو اور حواس کی تصدیق کو دلی یقین سمجھتا ہے اور اہل اسلام کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اُنکا یقین مثل یہود ونصاریٰ کے نہو جو اپنے یقین مین یہی سمجھتے تھے کہ ہم توریت وانجیل پر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انکا یقین اُنکے دلون مین نہین تھا بلکہ اندرونی حواس تک رکھا تھا اور یہ مقام بہت مشتبہ ہوتا ہے اسیواسطے بہت سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے خوفناک ہوتے تھے کما رواہ البخاری وغیرہ لہذا اللہ تعالیٰ نے عبرت کے واسطے یہودیون وغیرہ کا حال بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔ اور جب اُن لوگون کہا جاوے کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اُسکے ساتھ ایمان لاؤ ۔ ف شیخ ابن کثیر نے لکھا یعنی جب یہودیون اور اُنکے مانند نصرانیون کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اُسکو مانو اور اُسکی پیروی کرو حالانکہ وہ توریت وانجیل کی بشارت

کے بالکل موافق ہے۔ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا۔ تو کہتے ہیں کہ جو ہم پر نازل کیا گیا ہم اسکو مانتے ہیں ف چنانچہ
یہودی کہتے ہیں کہ ہم توریت کو مانتے ہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ ہم انجیل کو مانتے ہیں۔ وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ۔ اور اسکے ماسوائے
سے منکر ہوتے ہیں ف اور ہم یکفرون بما وراءہ۔ یعنے حال یہ کہ ماسوائے اس کتاب کے جو انکے پیغمبر پر نازل کی گئی ہے سب انکار کرتے
ہیں۔ گویا تعصب و حمیت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لازم ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کل مانے اور سب کو حق جانے اگرچہ اعمال
ادا کرنے میں وہی شریعت ہوگی جو اپنے پیغمبر پر مقرر کی گئی ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر زمانہ و قوم کے واسطے احکام
عبودیت و درجات معرفت خاص رکھے ہیں یعنے اصل توحید تو قدیما متحد ہے لیکن اس اصل پر فروع اعمال خاص خاص ہیں اور حکمت تو فی الجملہ علمائے
راسخین سمجھتے ہیں اور جو تمام قرآن کی تفسیر سمجھے وہ بھی سمجھ جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ لہذا مومنین امت محمدی تمام انبیاء سابقین کی نبوت و کتب الٰہیہ کو
بھی حق جانتے ہیں لیکن توریت و انجیل کے جو ترجمے اسوقت ان یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہیں انسے اسواسطے سکوت کرتے ہیں کہ اول تو یہ
ترجمہ ہیں کہ معلوم نہیں انکے مترجم کون تھے کہ ان غلطی کی یا کہاں نہیں۔ دوم یہ کہ توریت عبرانی و انجیل سریانی اگر کہیں ہو تو قوم اسقدر بیباک ہے کہ انپر
اعتماد نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ اہل کتاب نے کتب الٰہی میں تحریف کی اور اپنے ہاتھوں کتابیں لکھکر لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے
لہذا ہمنے ان لوگوں سے بیزار ہو کر اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر نازل فرمایا تھا یعنے توریت و انجیل وہ حق ہے اور قطعاً انمیں
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مذکور تھی و سب صحف انبیاء سابقین و زبور داؤد و علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام حق ہیں برخلاف یہود و نصاریٰ
کے کہ سب کے انکار کرتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ توریت یا انجیل پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ قطعاً توریت و انجیل میں حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے بشارت نامے اور نزول قرآن کا ذکر ہے جسپر ایمان لانا انپر قطعاً فرض ہے پس کہاں توریت یا انجیل پر ایمان ہوا جبکہ انھوں نے قرآن مجید
سے کفر کیا۔ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ۔ حالانکہ قرآن مجید حق ہے درحالیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان لوگوں کے
پاس ہے ف اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبرانی یا سریانی بلکہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو لامحالہ یہ قرآن وحی الٰہی ہے جو توریت و انجیل کے موافق
تصدیق موجود ہے پس یہود و نصاریٰ کے لیے قطعی معجزہ ہے کہ جسطرح توریت و انجیل میں مذکور تھا اسی طرح نازل ہوا تو یہ وہی قرآن ہے جسکی بشارت موجود ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الذین آتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم الآیۃ یعنی جن لوگوں کو ہمنے کتاب عطا فرمائی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو
اسطرح کامل پہچانتے ہیں جیسے اپنے فرزندوں کو پہچانتے ہیں۔ ھ لیکن جان بوجھکر انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ
قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ تو کہدے کہ پھر پہلے سے تم لوگ کیوں انبیاء الٰہی کو قتل کرتے
رہے ہو اگر تم ایمان والے ہو ف یعنی جو کوئی پیغمبر کو ناحق قتل کرے وہ اشد کافر ہے اور یہودیوں نے کثرت سے پیغمبروں کو قتل کر ڈالا حتی کہ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما
کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے گمان میں قتل کیا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ جب یہودیوں نے دعوی کیا کہ توریت جو ہمارے پاس ہے ہم اسپر ایمان رکھتے ہیں
حالانکہ اسمیں پیغمبروں و صالحین کے قتل سے سخت ممانعت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان یہودیوں کو عار دلاویں کہ توریت پر تم ایمان لائے جبکہ تم پہلے سے انبیاء اللہ کو قتل
کرتے تھے حالانکہ وہ لوگ اسی توریت کی تعلیم کرتے تھے پھر اگر دعویٰ کریں کہ وہ معجزات نہیں لائے تو اسکو بھی رد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ
مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ معجزات لے آیا تھا۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ۝ پھر تمنے اسکے پیچھے
گوسالہ کو معبود بنا لیا حالانکہ تم ظالم تھے۔ ف یعنے معجزات و آیات قدرت مثل عصا و اژدہا و غیر ذالک تمنے موسیٰ علیہ السلام سے دیکھے پھر اسکے بعد
کفر کر کے گوسالہ کو معبود بنا لیا یہ مراد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر چلے جانے کے بعد تمنے گوسالہ کو معبود بنایا حالانکہ اسکے بعد تمکو تنبیہ

گئی اور تمھارا گؤسالہ تمھاری آنکھوں کے سامنے جلا کر سمندر میں پھینکا گیا اور تمکو توریت دیگئی تب بھی تمکو اُسکے قبول کرنے میں دل سے
انکار رہا چنانچہ فرمایا۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ۔ اور یاد کرو جب ہمنے تمھارا عہد لیا اور تمپر کوہ طور
بلند کیا۔ ف یعنے توریت قبول کرنے کے واسطے تمسے عہد لیا اور جب تمنے توریت کے احکام دیکھکر انکار کیا تو جبرئیل نے بحکم الٰہی ایک پہاڑ اُکھاڑ کر
تمھارے سروں پر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ۔ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا۔ جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے اسکو دل سے
کوشش کے ساتھ لو اور حکم کو اچھی طرح سنو۔ ف اور اگر ایسا نکروگے تو یہ پہاڑ تمپر ڈال دیا جائیگا پس جب یہی سمجھ انکے دل میں یقین ہوا کہ
نماننے کی صورت میں ایسا ہی ہوگا تو لاچار ہوکر سجدہ میں گرے۔ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا۔ اور کہنے لگے کہ ہمنے سنا اور نافرمان ہوئے
ف یعنے ظاہر میں تو یہ کہا کہ ہمنے سنا اور یہ خدا کا حکم اُٹھا لیا اور دل میں یہ کہ یا اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے لگے حالانکہ وہ عالم الغیب ہے چنانچہ اُسنے ظاہر
کردیا کہ اُنکے دل میں عصیان تھا اگرچہ ظاہر میں فرمانبرداری کا سننا بیان کرتے تھے۔ وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ۔ اور انکے دلوں میں بچھڑا پیا گیا
حالانکہ کفر کی وجہ سے انکے دلوں میں بچھڑا رچ گیا تھا۔ ف یعنے جیسے اسفنج پانی کو چوس لیتا ہے اسی طرح انکے دلوں نے بچھڑے
کی محبت چوس لی تھی کیونکہ کفر کی شامت سے انکے دل کا نور تو ہی نہیں رہا اور بجائے اسکے بچھڑے کی محبت بیٹھ گئی اور واضح ہو کہ
یہ حرکات ان یہودیوں کے باپ دادوں نے کیے جو اسوقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے سے انکار کرتے تھے اور
اپنے باپ دادوں کی تقلید پر راضی ہوکر کہتے تھے کہ ہم توریت ہی پر عمل کرینگے اور اپنے باپ دادوں کے قدم بقدم چلے جاوینگے پس اللہ تعالیٰ نے انکے
باپ دادوں کے کفر یاد دلائے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔
کہدے کہ تمھارا ایمان بہت بری چیز کے ساتھ تمکو حکم دیتا ہے وہ بہت برا ہے اگر تم مومنین ہو۔ ف شیخ ابن کثیر نے لکھا یعنے جو ایمان تم لائے ہو وہ زمانہ
قدیم میں تمھارے باپ دادوں کو اور زمانہ حال میں تم لوگوں کو یہی حکم دیتا ہے کہ تم آیات الٰہی سے کفر کرو اور انبیاء علیہم السلام سے مخالفت کرو
یہ بہت بڑا کفر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نمانو اور قرآن کو حق نجانو تو بتاؤ کہ ایسا ایمان کیا ہے تم پر شیخ سیوطی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تشنیع فرمائی
کہ تم اپنے زعم میں توریت پر ایمان لائے ہو تو کیسا ایمان ہے کہ تمکو گوسالہ کی محبت اور آیات الٰہی سے انکار و قتل انبیاء علیہم السلام کا حکم دیتا ہے یعنے یہ
لوگ مومن نہیں تھے کیونکہ ایمان مقتضی نہیں کہ کوئی شخص گوسالہ پوجے یا انبیاء علیہم السلام کو قتل کرے پس حاصل یہ ہوا کہ جسطرح تمھارے
باپ دادے توریت پر ایمان کا دعویٰ کرکے ماننے سے انکار کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے اور بچھڑا پوجتے تھے کہ ہرگز مومن نہ تھے
اسیطرح تم لوگ بھی توریت پر ہرگز ایمان نہیں لائے ہو کیونکہ اگر تم لوگ توریت پر ایمان لاتے حالانکہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لانا فرض کیا گیا ہے تو وہ ہرگز مقتضی نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے کفر کرو پس تم محض جھوٹے ہو اور تمھارے دل میں
کچھ ایمان نہیں ہے سوا کفر کے جو کہ تمکو بری باتوں کا حکم کرتا ہے۔ اور اسی کفر کے آثار میں سے یہ تھا کہ دار الآخرت و جنت کو خالص یہودیوں کے
واسطے قرار دیتے اور انھیں کی دیکھا دیکھی پھر ان کے نصرانیوں نے بھی یہی دعویٰ کرنا شروع کیا کیونکہ ان دونوں فرقوں میں باہم جو جھگڑے
چلا کرتی تھیں چنانچہ جب یہودی کوئی ایسی بات کہتے جس سے اپنا فخر نکالتے تو نصرانی بھی اسی کے مانند کہنے لگتے جیسے یہ قول کہ سوائے یہود
کے جنت میں کوئی نہیں جائیگا تو نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصاریٰ کے کوئی جنت میں نہیں جائیگا اور جب نصرانیوں نے اپنے بہتان
سے کفر نکالا کہ مسیح ابن اللہ ہے تو یہودیوں نے اپنے بہتان میں بھی نکالا کہ عزیر ابن اللہ ہے اور انکے بے ادب دلوں کو کچھ خوف نہ آیا کہ جناب باری جل شانہ
کی شان عظمت و کبریائی میں کس طرح بے تمیزی و کفر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان ملاعنوں کی آرزو کے واسطے نہایت خوب کلام پاک فرمایا

قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ ٱلدَّارُ ٱلْـَٔاخِرَةُ عِندَ ٱللَّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ ٱلنَّاسِ فَتَمَنَّوُا۟ ٱلْمَوْتَ

تو کہہ اگر تمکو ملنا ہی گھر آخرت کا اللہ کے یہان الگ سواے اور لوگون کے تو تم مرنے کی آرزو کرو

إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۝ وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِٱلظَّٰلِمِينَ ۝

اگر سچ کہتے ہو اور یہ آرزو کبھی نہ کرینگے جس واسطے آگے بھیج چکے ہین ہاتھ اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگارون کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ ٱلنَّاسِ عَلَىٰ حَيَوٰةٍ وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشْرَكُوا۟ ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ

اور تو دیکھے اُنکو سب لوگون سے زیادہ حرص جینے کی اور شریک پکڑنے والون سے بھی ایک ایک چاہتا ہے

لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِۦ مِنَ ٱلْعَذَابِ أَن يُعَمَّرَ ۗ وَٱللَّهُ بَصِيرٌۢ

کہ عمر پاوے ہزار برس اور کچھ اسکو سرکا نہ دیگا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ دیکھتا ہے

بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ ع ۱۱

جو کرتے ہین

محمد بن اسحق نے بالاسناد حضرت ابن عباس رضی سے روایت کی کہ جب بے ایمان قوم یہود نے اللہ تعالی پر کذب و افترا باندھا کہ بعد توریت موسی علیہ السلام سے جنت خالص یہودیون کے واسطے ہی اور دوسرون کے واسطے نہین ہی تو اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ ٱلدَّارُ ٱلْـَٔاخِرَةُ عِندَ ٱللَّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ ٱلنَّاسِ فَتَمَنَّوُا۟ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ کہدے کہ اگر اللہ تعالے کے یہان خالص تمھارے ہی واسطے دار الآخرت ہے بدون دوسرے لوگون کے تو تم لوگ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو ف کیونکہ جسکے واسطے دار الآخرت جنت ہو اور اُسکی نعمتین بے مثل بے مثال ہین اور اُسکی راحت و عیش دائمی پائدار ہی تو جس شخص کے واسطے وہ قطعی خالص ہو وہ قطعًا اُسکی تمنا کریگا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مدعیون سے کہین کہ تم اپنے دعوی کے موافق دعا کرو اور مین بھی تمھاری موت کے واسطے دعا کرون اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو اس پر راضی ہو جاؤ اور اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے معجزہ قرار دیکر اپنے علم غیب سے یہودیون کا انکار بھی بتلا دیا بقولہ تعالی - وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ - اور کبھی ہرگز موت کی تمنا نہین کرینگے بوجہ اُن بدکاریون کے جو اُنکے ہاتھون نے پہلے ہی بہونچائی ہین - ف یعنی جو کفر و بدکاریان و تحریف توریت و قتل انبیا و کفر بقرآن و محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ اُنھون نے پہلے سے ادھر بھیجے ہین اور ہاتھون نے سرزد ہو چکے ہین جو اُنکے حق مین موجب جہنم ہین اُنکی وجہ سے یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہین کرینگے اور یہی ہوا چنانچہ ابن عباس رضی نے بیان فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون کو فرمایا کہ آؤ موت کے واسطے دعا کرو کہ فریقین مین جو شخص جھوٹا ہو اُس پر آوے تو یہودیون نے مہلت مانگی کہ اے ابو القاسم تامل فرمایئے کہ ہم اپنے کام مین غور کر لین پھر آپس مین کہا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ یہ شخص پیغمبر ہے پس جمع ہو کر آئے اور اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے واسطے ہمارا دین اور آپکے واسطے آپکا دین ہی اور ابن عباس رضی نے کہا کہ اگر یہودی اسکی تمنا کرتے تو روے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا بلکہ مر جاتا تا نکہ ایک بھی ابن عباس رضی سے روایت کی کہ تمنا سے موت یہی مراد ہی کہ موت کی دعا مانگو (ابن اسحق) عبد الرزاق نے بھی ابن عباس رضی سے روایت کی کہ اگر یہود تمنا سے موت کرتے تو سب مر جاتے اور ابن ابی حاتم نے بھی یہی معنی حضرت ابن عباس رضی سے روایت کیے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسانید صحیح ہین اور ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر یہودی تمنا موت کرتے تو سب مر جاتے اور جہنم مین اپنے اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اس حدیث کو امام احمد نے بھی مسند مین روایت کیا ہی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ آیت کی یہی تفسیر ہی کہ یہودیون سے بطور مباہلہ کہا گیا تھا کہ آؤ بددعا کرو کہ تم مین اور اہل اسلام مین جو کوئی جھوٹا ہو وہ مر جاوے اور یہی معنی

حضرت قتادہ وابو العالیہ وربیع بن انس سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکے ساتھ جب یہود یون نے پہلے یہ کہدیا کہ ہمکو قطعی یقین ہے کہ دار الآخرت
خالص تمہارے ہی واسطے ہے اور تم اسکو توریت مین سے اپنا ایمان بیان کرتے ہو پس اگر تمکو ایمان ہے تو تم موت کی تمنا کرو ورنہ جھوٹے ہو
پس یہ یہود کے بے ایمان ہونے کے واسطے بالکل صریح ہو گیا اور سورۂ جمعہ مین بقولہ تعالیٰ قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ
من دون الناس فتمنوا الموت الآیۃ بہت صریح بیان فرمایا ہے پھر جب یہودیون نے باوجود دعوی ایمان کے اس سے انکار کیا تو صریح ثابت ہو گیا
کہ جس امر کی نسبت ایمان و یقین کا دعوی کرتے ہین درحقیقت اسکا یقین نہین رکھتے ہین لہذا فرمایا - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ -
اور اللہ تعالیٰ تو ظالمون کو خوب جانتا ہے - ف ظالم وہ ہے جسنے اپنے نفس پر ظلم کیا مترجم کہتا ہے کہ نفس پر ظلم دو طرح پر ہوتا ہے ایک بنظر آخرت اور
دوم بنظر دنیا پس بنظر آخرت ظلم یہ ہے کہ نفس کو جنت و رضاے الٰہی سے محروم کرے یا اسکو عذاب جہنم کے واسطے پیش کرے پس اگر جنت سے
محروم کیا تو وہ اس طرح ہے کہ شرک و کفر اختیار کرے اسیواسطے فرمایا بقولہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم کیونکہ مشرک کافر ہو کر جنت و رضاے الٰہی سے
بالکل محروم ہو جاتا ہے اور اگر اسنے شرک نہ کیا بلکہ گناہون مین مبتلا ہوا تو دو حال سے خالی نہین یا اسنے توبہ کر لی ورنہ توبہ قبول ہوئی تو جس حد
تک اسنے فسق و فجور مین عمر گنوائی یہ زمانہ رائگان گیا تو نفس پر ایک قسم کا ظلم ہوا باوجود اس خوف کے کہ شاید توبہ قبول نہو کیونکہ توبہ تو ہر شخص
کی قبول ہوتی ہے لیکن اسکے شرائط و دلی ندامت ضرور ہے اور اگر معاذ اللہ اسکی توبہ قبول نہوئی تو ایمان کے ساتھ آخرت مین شفاعت و عفو
کی امید ہے جیسے بدون توبہ کے مرجانے کی صورت مین ہے پھر اگر تقدیر الٰہی سے اسکو شفاعت نصیب نہوئی تو بقدر گناہ کے جہنم مین رہیگا
تاکہ اس گناہ سے پاک ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اہل جہنم نہین رکھا بلکہ اہل جنت قرار دیا الحاصل یہودیون کے حق مین ظلم عظیم یعنی
کفر ہے کہ اُنھنے اپنے نفس پر ظلم عظیم کیا کہ اسکو دائمی جہنمی کر دیا - امام ابن جریر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو معجزۂ واضحہ کے ساتھ مدینہ کے یہودیون پر غلبہ تامہ عطا فرمایا اور انکے احبار و علماء کو صریح فضیحت کیا جس سے عوام عرب انکے دام مکر و فریب
سے چھوٹ گئے جیسے نصاریٰ کے ایک فریق اہل نجران کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مین دروغ بکتے تھے اسیطرح فضیحت فرمایا چنانچہ
آیندہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ - اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ فریق یہود کو حکم دیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو کیونکہ اس سے تمہارا کچھ ضرر نہین ہے
اسواسطے کہ جب تم اس دعوی مین سچے ہو کہ توریت پر تمہارا ایمان کامل ہے اور دار الآخرت و قرب منزلت و رضوان جنت سواے ہم لوگون کے
فقط تمہارے ہی واسطے خاص ہے تو تمنا سے موت سے تمہارا صدق ظاہر ہو جائیگا کہ تمکو اللہ تعالیٰ نے بے مثال عیش عطا فرمایا اور اگر تمنے
اس امر سے انکار کیا تو لوگون کو بخوبی ظاہر ہو جائیگا کہ تم لوگ جھوٹے ہو اور ہم سمجھتے ہین کہ تمہاری تمنا سے دفعۃً سے تمپر موت ٹوٹ پڑیگی لیکن
یہودیون نے اس سے قطعی انکار کیا کیونکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ خود جھوٹے مفتری ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچاننے کے باوجود
انکار کرتے ہین اور عہد توریت چھوڑ کر توریت مین آپکے جو فضائل کاملہ موجود ہین انکو چھپاتے ہین اور غضب الٰہی کا اثر انپر طاری ہے کہ موت سے گھبراتے
ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ کے انکی باطنی حالت سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالیٰ - وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ
وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ - اور بیشک تو ان یہودیون کو زندگانی دنیا پر سب لوگون سے زیادہ حریص دیکھیگا اور ان لوگون
سے بھی زیادہ جو مشرک بنے ہین - ف مشرکون سے مراد عرب کے بت پرست و عجم کے مجوس و ہنود وغیرہ ہین ذکرہ رواہ ابن ابی حاتم والحاکم
کیونکہ بت پرستون کے نزدیک دار الآخرت و قیامت کوئی چیز نہین ہے تو وہ زندگانی دنیا ہی کو بہت غنیمت سمجھتے ہین اور اسکے قریب مجوسیون
کی کیفیت ہے مگر باوجود اسکے انکے دل مین مرنے کے بعد عذاب کا دغدغہ نہین ہے بخلاف یہودیون و جمیع منافقون کے کہ انکو بعد مرنے کے اپنی

بداعمالیون سے عذاب کا سخت دغدغہ ہے اسیواسطے یہ لوگ تمنا کرتے ہین کہ جب تک جیتے رہین بہت غنیمت ہے کہ عذاب سے بچین کیونکہ کافر کے
واسطے دنیا جنت ہے۔ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ انمین سے ہر کوئی چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس عمر دیا جاتا
ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ منافقون مین سے ہر ایک یہ تمنا کرتا ہے کہ ہزار برس زندہ رہتا دیگر علماء نے فرمایا یعنی یہود مین سے ہر ایک کو
ہزار برس عمر کی تمنا ہے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی سیاق اظہر ہے اور حضرت ابن عباسؓ و مجاہد و سعید بن جبیر و ابو العالیہ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ ان مشرکون
یعنی بت پرستون و مجوس مین سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس عمر پاوے ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد زری عمر ہے جیسے مجوس فارسی بولتا ہے کہ کاش
وہ ہزار سال زیم مجاہدؒ نے فرمایا کہ بدکاریون نے انکو دنیا کی زندگی کا لالچ دلایا مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین معنی یہ ہونگے کہ یہ بت پرست و کفار ہزار دن برس
کی زندگی کا لالچ کرتے ہین تو یہودی و منافق انسے بھی زیادہ زندگی کا حریص ہے کیونکہ اسکو عذاب کا بھی دغدغہ ہے تو چاہتا ہے کہ جب تک زندہ رہے
غنیمت ہے کہ عذاب سے چھوٹا رہے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ۔ حالانکہ نہین ہے وہ کہ دور کرنیوالا ہو اسکو عذاب سے
عمر دراز دیا جانا ف ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابو العالیہؒ نے فرمایا یعنے عمر دراز دیا جانا اسکو عذاب سے چھڑانے والا نہین ہے عبد الرحمٰن بن زیدؒ نے کہا
یعنے اگر اسکو ابلیس کی طرح عمر طویل دیجاوے تو بھی اسکو کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ کافر ہے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہودیون کو بت پرستون سے بھی زیادہ
زندگی کی ہوس اسوجہ سے تھی کہ بت پرست تو اپنے اعتقاد کفر مین حشر و قیامت کا یقین ہی نہین رکھتا تھا تو وہ عمر کو صرف دنیا کی لذت کیواسطے
پسند کرتا تھا اور موت کے بعد عذاب سے نہین ڈرتا تھا بخلاف یہودی کے کہ اسکو اپنی بدکاریون کی وجہ سے عذاب کا خوف ہے تو وہ بت پرستون
سے بھی زیادہ زندگی پر حریص ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ اور اللہ خوب دیکھتا ہے جو یہ کرتے ہین۔ ف پس انکی
بداعمالیون کی سزا قطعی پہونچنے والی ہے (مسئلہ) موت کی تمنا کرنا۔ جواب محققین کے نزدیک اگر دنیا کی محنت و مشقت یا مصیبت
کے جزع و فزع سے موت کی تمنا کرے تو ممنوع ہے اسیواسطے حدیث مین موت کی تمنا سے منع فرمایا کہ تم مین کوئی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ
اگر بدکار ہو تو شاید اسکو توبہ و اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو اور اگر نیکوکار ہے تو امید ہے کہ اسکی نیکیاں بڑھین (الصحیح) محققین نے کہا کہ
اگر شوق آخرت مین موت کی خواہش کرے یا حفاظت ایمان کے واسطے آرزو کرے تاکہ جو نعمت ایمان اسکو بالفعل حاصل ہے اسکو سلامت
لیجاوے ایسا نہو کہ آئندہ کسی فتنہ مین مبتلا ہو تو یہ ممنوع نہین ہے چنانچہ دعاے یوسف علیہ السلام مین فرمایا۔ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ الآیۃ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات کی حدیث مین ہے۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ (الصحیحین) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب
مبارک کی حدیث مین منجملہ دعا کے یہ کلام ہے۔ واذا اردت بعبادك الفتنة فاقبضني اليك غير مفتون یعنے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب مین جو دعا تعلیم فرمائی اسمین ہے کہ الٰہی جب تو اپنے بندون کو فتنہ مین ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے
بغیر ابتلاء فتنہ کے اپنے پاس مقبوض فرمائیو" (الترمذی واحمد باسناد حسن و صحیح) اور امام ابو اسمٰعیل الازدی نے باسانید صحیحہ حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ و ایک جماعت صحابہؓ سے روایت کیا کہ انصار اسے شام و مجوسیان فارس کو فرمایا کہ تمپر جہاد کرنے ایسی قوم آئے ہین کہ جس قدر تمکو دنیا کی
زندگی محبوب ہے اس سے بڑھکر انکو موت محبوب ہے (فتوح الشام) اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفت مین فرمایا فمنهم من قضى نحبه ومنهم
من ینتظر وما بدلوا تبدیلا الآیۃ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ باغیان خوارج کے مقابلہ مین بنفس خود کے دونون صفون کے درمیان
قتال نہ پھرتے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ تو لڑنے والون کی وضع نہین ہے تو فرمایا اے فرزند تیرے باپ کو پرواہ
نہین کہ تیرا باپ موت پر جا گرا یا موت اسپر آپڑی اور جس صبح کو آپنے ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے شہادت پائی اس رات کو بار بار نکلتے اور دیکھتے ۱۹۰

تھے کہ صبح ہوئی اور یہ کمال اشتیاق ہے۔ حذیفہؓ نے موت کے وقت کہا حبیب جاء علی فاقۃ لا افلح من ندم۔ یعنی عین آرزو
کے وقت حبیب آیا جو اسپر نادم ہوا اُسکا بھلا نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو اسمٰعیل نے اسیکے مثل حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا و اسنادہ صحیح
اور جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے تھے الآن الاقی الاحبۃ محمدا وحزبہ اب وہ وقت آیا کہ میں اپنے محبوبوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپ کے یاروں سے ملونگا چنانچہ شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کا موت کی دعا کرنا اور انتقال فرمانا مشہور ہے
اور اکابر رضی اللہ عنہم سے اشتیاق آخرت و تمنا ے موت کی روایات بکثرت ہیں اور کیوں نہو کہ دنیا دار فانی و مقام حجاب ظلمانی ہے کہ
وہ مومن کے واسطے قیدخانہ ہے پس رحمت و مغفرت الٰہی کے ساتھ موت نہایت محبوب ہے اِن ربی غفور رحیم۔ (مسئلہ) جب حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے دیدار باری تعالیٰ کی درخواست کی تو حکم آیا کہ۔ لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ یعنی تو
مجھے نہیں دیکھیگا ولیکن پہاڑ کی طرف دیکھ پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھیگا پس یہ آیت خود دلیل ہے کہ دیکھنا مانند شرکیا
باری تعالیٰ کے محال نہیں تھا اگرچہ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسکا تحمل ممکن نہ تھا کیونکہ جسم فانی ہیں اس تحمل کی طاقت نہیں ہے چنانچہ سورۂ
اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ بکثرت دلائل آوینگے اور یہاں مقصود بیان یہ ہے کہ سواے اہل السنۃ کے باقی فرق اسلامیہ نے دیدار باری تعالیٰ محال
سمجھکر استدلال کیا کہ۔ لن ترانی میں کلمہ لن جو نفی دائمی ہوتا ہے وارد ہوا تو یہ دلیل ہے کہ کبھی نہیں دیکھ سکتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ لن تو اس حیات
کی نفی دائمی ہے بدلیل آنکہ اسی آیت میں یہودیوں کو فرمایا کہ۔ لن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ یعنی ہرگز موت کی تمنا نہیں کرینگے بلکہ لفظ ابدا
سے تاکید بھی مذکور ہے کہ ہرگز کبھی تمنا نہیں کرینگے حالانکہ یہ نفی فقط اسی دنیا تک دائمی ہے کیونکہ جہنم میں موت کی تمنا کرنا صریح منصوص ہے
چنانچہ فرمایا۔ یالیتہا کانت القاضیۃ ای کاش موت آجاتی۔ اور فرمایا۔ یا مالک لیقض علینا ربک۔ یعنی جہنم کے خازن سے جسکا نام مالک ہے
درخواست کرینگے کہ اے مالک تم دعا کرو کہ تمہارا پروردگار ہمکو موت دیدے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ لن کی نفی سے یہ مراد نہیں ہوتی ہے
کہ علم الٰہی و آخرت تک نفی ہے بلکہ دوام دہر جو محدود ہوا اسکی دائمی نفی ہوتی ہے حتیٰ کہ یہود کی تمنا دائمی حیات دنیا تک منفی ہے اور یہ بحث
سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ توضیح کے ساتھ آویگی (ف) بعض اشارات جو اس آیت میں ہے قولہ تعالیٰ۔ ولتجدنہم احرص الناس علی
حیوۃ۔ جب قلب پر غفلت و شہوت کا پردہ ڈھک جاتا ہے تو اُسکی ترقی صرف مادیات تک رہتی ہے اور مادیات کا تلذذ اسی جسم تک ہے لہذا
بقاء جسم کی حرص زیادہ ہو جاتی ہے اسیواسطے بوڑھے آدمی کی بدانجامی کے آثار میں سے حدیث شریف میں آیا کہ بوڑھاپے میں اُسکو زندگی و مال کی
حرص بڑھ جاتی ہے شیخ محمد بن الفضیل نے فرمایا کہ جمیع اہل شرک و کفر زندگی دنیا پر حریص ہوتے ہیں اور یہود منافق ہیں سب سے زیادہ حریص
تھے پس مومنین کا حال اسکے مخالف ہونا چاہیے یعنی لقاے الٰہی دوست کا مشتاق ہو تاکہ غیب کا کشف و ظہور ہو اور مقام انس تک رسائی ہو اور وحشت
کا پردہ دور ہو اور حدیث میں ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ۔ اور جب حضرت بلالؓ کی موت کا وقت ہوا تو اُنکی بیوی نے کہا کہ واحزناہ
یہ جدائی بڑی مصیبت و غم کا سامنا ہے حضرت بلالؓ نے کہا کہ اری حبیب حبیب۔ واطرباہ بلقاء الاحبۃ۔ اب بڑی خوشی کا وقت ہے کہ اپنے محبوبوں سے
ملاقات نصیب ہوگی واضح ہو کہ موت کے وقت جان نکلنا ایک تکلیف شدید ہے لیکن اہل شوق کو یہ کلفت آسان ہو جاتی ہے اور اسواسطے
اہل ایمان میں سے بہت پاکیزہ لوگوں پر سختی کی جاتی ہے کہ بالکل پاک و مطہر ہوجاویں اور یہ سختی بالکل کفارہ ہوجاوے اور چونکہ عالم سکرات اشد ہے
اسی واسطے حدیث میں دعا آئی ہے کہ الٰہی سکرات کے وقت اعانت فرما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ اے لوگو اگر خدا کی راہ میں شہید نہو تو بستر پر مرو گے
اور قسم اُس پاک کی جسکے قبضہ میں ابن ابی طالب کی جان ہے کہ سر پر ہزار تلواریں کھانا مجھے بستر پر جان دینے سے آسان ہے شیخ واسطی نے کہا کہ

عالم سے بیداری ہے تو جو شخص اس بیداری سے محجوب ہے وہ اپنے مردہ ہونے کی خرابی سے آگاہ نہوا اور یہ مردگی کی خرابی تیرے دل مین کیا اثر کریگی جبکہ تو موت سے ڈرتا ہے بعض محققین نے کہا کہ حیات دنیا ایک گران خواب ہے کہ جب مر کر بیدار ہوگا تو خواب مین بدکاری کی تاویل بہت پشیمانی ہے نعوذ باللہ من ذلک مترجم کہتا ہے کہ جب افعال قبیحہ کی شامت سے قلب پر غلاف ہوجاتا ہے تو ملک آخرت نعمت حقیقی کی لذت موہوم ہوجاتی ہے اور کدورت جسمیت غالب ہوکر دنیا کی چاہت بڑھ جاتی ہے اسیواسطے عالم دنیا و اسکی مکدر بادیات اور شیطان و اُسکے ہوسات و ذریات سے مانوس ہوجاتا ہے اور انبیاء و صالحین و آخرت و ملائکہ مقربین سے انکار و عداوت پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ کدورات و نورانیات مین ضدیت ہے اسیواسطے خبیث یہودیون نے حضرت جبرئیلؑ سے عداوت پیدا کر لی اور اللہ تعالیٰ نے اُسکے عوض یہودیون کو دشمن بنایا چنانچہ فرمایا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تو کہہ جو کوئی ہوگا دشمن جبرئیلؑ کا سو اُسنے تو اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا اُس کلام کو جو اُسکے آگے ہے

وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ

اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والون کو جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اُسکے فرشتون کا اور رسولون کا اور جبرئیلؑ

وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝

اور میکائیلؑ کا تو اللہ دشمن ہے اُن کافرون کا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریر نے فرمایا کہ علماء تفسیر متفق ہین کہ یہ آیت یہودیون کے رد مین نازل ہوئی ہے جبکہ اُنھون نے یہ کہا تھا کہ جبرئیلؑ ہمارا دشمن ہے اور میکائیلؑ ہمارا دوست ہے پھر خصوص سبب مین البتہ روایتین مختلف ہین بعض نے کہا کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی نبوت کے بارہ مین جھگڑا کیا تھا چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہودیون مین سے ایک گروہ نے حاضر ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپسے چند سوال کرنا چاہتے ہین جنکو سوائے پیغمبر کے کوئی نہین جانتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارا جی چاہے مجھسے پوچھو ولیکن میرے واسطے وہ عہد دو جو حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے لیا تھا کہ اگر مین تم سے ٹھیک بتلادون اور تم اُسکو پہچان لو تو مسلمان ہوجانے مین میری متابعت کروگے پس کہنے لگے کہ بیشک ہم آپ کے واسطے یہ عہد دیتے ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا پوچھو تو کہنے لگے کہ ہم چار باتین پوچھتے ہین اول یہ فرمائیے کہ اسرائیل نے نزول توراۃ کے زمانہ سے پہلے کس چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تھا اور دوم یہ فرمائیے کہ عورت و مرد کی منی کیونکر ہوتی ہے اور اُس سے لڑکا یا لڑکی کیونکر پیدا ہوتی ہے سوم یہ فرمائیے کہ توریت مین جو نبی امی کی صفت مذکور ہے وہ کیا صفات ہین اور یہ فرمائیے کہ ملائکہ مین کون اُسکا ولی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیا کہ آگاہ کرنے پر وہ لوگ متابعت کرینگے پس اُنھون نے عہد و میثاق دیا تو آپنے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہون جسنے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی تم جانتے ہو کہ یعقوب اسرائیل کو ایک مرض شدید لاحق ہوا اور یہ بیماری دراز ہوئی پس اُنھون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے نذر کی کہ اگر اللہ تعالیٰ اُنکو اس مرض سے صحت عطا فرماوے تو وہ ایسا کھانا و پینا جو اُنکو زیادہ مرغوب ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑ دینگے اور وہ اونٹ کا گوشت اپنے کھانے مین زیادہ محبوب رکھتے اور اونٹ کا دودھ پینے مین زیادہ مرغوب رکھتے تھے پس کہنے لگے کہ واللہ ٹھیک فرمایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر فرمایا کہ الٰہی تو انپر گواہ رہیو پھر آپنے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہون جسکے سوا کوئی الوہیت والا نہین ہے جسنے موسیٰؑ پر توریت نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہے اور عورت کا پانی رقیق زرد ہے

پس ان دونوں میں سے جو پانی بحکم الٰہی عزوجل اوپر ہو جاتا ہے بچہ اُسکے مشابہ اور وہی ہوتا ہے یعنے اگر مرد کی منی عورت کی منی کے اوپر ہو جاتی ہے
تو بحکم الٰہی عزوجل بچہ نر ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی کے اوپر ہو جاتی ہے تو بحکم الٰہی وہ بچہ مادہ ہو جاتا ہے اور اُسیکے مشابہ ہوتا ہے جسکا غلبہ ہو کہنے لگے
کہ واللہ سچ فرمایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی تو گواہ رہیو اور فرمایا کہ میں تمکو اللہ تعالیٰ ہی کی قسم دلاتا ہوں جسنے موسیٰ پر توریت
نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ یہ نبی امی جو توریت میں مذکور ہے اُسکی یہ صفت ہے کہ اُسکی آنکھیں سوئینگی اور دل نہیں سوئیگا کہنے لگے کہ واللہ
سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ اب آپ یہ فرمائیے کہ ملائکہ میں سے آپکا ولی کون ہے پس یہی بات ہے یا تو ہم لوگ آپ سے متفق ہو نگے یا جدا ہو جائینگے
پس آپ نے فرمایا کہ میرا ولی جبریل ہے اور اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر کہ جبریل ہی اُسکا ولی رہا تو کہنے لگے کہ اب ہم ضرور آپ سے
جدا ہونگے اور اگر ملائکہ میں سے سوا جبریل کے اور کوئی آپکا ولی ہوتا تو ہم آپکی تصدیق کرتے اور آپکے تابع ہوتے تب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم جبریل کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ہو تو کہنے لگے کہ جبریل ہمارا دشمن ہے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ قُلْ
مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ - کہدے کہ جو شخص جبریل کے واسطے دشمن ہو ۔ ف تو وہ اپنی عداوت میں جلا مرے اور جبریل کا
کچھ نقصان نہیں ہے۔ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ - کہ جبریل نے اس قرآن کو تیرے قلب پر بحکم الٰہی اتارا
ف کچھ اپنی طرف سے نہیں اتارا تو یہ کلام الٰہی ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ - درحالیکہ یہ قرآن اُس کلام کی تصدیق
کرنیوالا ہے جو اُسکے سامنے موجود ہے۔ ف یعنے اگلی کتابوں توریت و انجیل کی تصدیق کرتا ہے وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ
اور درحالیکہ وہ مومنوں کے واسطے ہدایت و بشارت ہے۔ ف یعنے گمراہی سے ہدایت کرنیوالا اور جنت کی بشارت دینے والا ہے
اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کی راہ ایسے طور پر رکھی ہے کہ کوئی شخص اپنی سمجھ سے بالکل نہیں ہے کہ جنت کی راہ دریافت کر سکے بلکہ خواہ
مخواہ بھٹکتا رہیگا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا تاکہ بھٹکنے سے بچکر ٹھیک راہ پر چل سکے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جنت ایسی چیزوں سے
گھری ہوئی ہے جو نفس پر شاق ہیں اور جہنم ایسی چیزوں سے گھری ہوئی ہے جو نفس کی خواہش ہیں پس اگر نفس کی سمجھ پر چھوڑا جاوے
تو وہ خواہ مخواہ ایسی ہی چیزوں میں گھسیگا جو اسکو مرغوب ہیں حالانکہ وہ جہنم تک پہونچا دینگی تو قرآن مجید واسطے ہدایت کے بھیجا تاکہ بھٹکنے
سے بچ جاویں پس جسنے اُسکی پیروی کی تو اُسکو مبارکباد ہے کہ وہ خواہش کو چھوڑکر عقل کی راہ پر آیا جسکی شہادت ہو تو اُسکو بشارت
حاصل ہوئی چاہیے کافروں کو جو نہیں مانتے ہیں مانند یہود وغیرہ کے انکو وعید عذاب ہے اور یہودیوں کو جو جبریل علیہ السلام کی عداوت
واقع ہوئی اسمیں جبریل ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو
ف بایں طور کہ خالق عزوجل سے انکار کرے جیسے فرقہ دہریہ و نیچریہ وغیرہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے صفات و قدرت وغیرہ کا انکار کرے۔ وَمَلَائِكَتِهِ
اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کا دشمن ہو۔ وَرُسُلِهِ - اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کا دشمن ہو۔ ف خواہ وہ رسول سابق ہوں
یا بالفعل ہوں۔ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ - اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہو۔ ف یعنے یہودی کہتے تھے کہ غرض کہ
جو ان کا دشمن ہو وہ کافر ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝ تو اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے ف پس انکو سزا ئے جہنم ہوگی
اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جسمیں مناظرہ یہودیوں کا سبب مذکور ہے ابن جریر و امام احمد و محمد بن اسحٰق نے روایت کیا اور ابن اسحٰق کی روایت
میں اسقدر زیادہ ہے کہ پھر یہودیوں نے کہا کہ آپ ہمکو روح سے آگاہ فرمائیے ، مترجم کہتا ہے یعنے روح القدس کو پوچھا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمکو اللہ تعالیٰ اور اُسکے انعامات کی جو بنی اسرائیل پر کیے ہیں قسم دلاتا ہوں کہ بھلا تم جانتے ہو کہ وہ

جبرئیلؑ ہے اور وہی میرے پاس وحی لاتا ہے تو کہنے لگے کہ ہاں واللہ یہ تو ٹھیک ہے مگر وہ ہمارا دشمن ہے کہ وہی سختی قحط و خونریزی لایا اور اگر یہ ہوتا
تو ہم آپکی پیروی کر لیتے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ - ھ - اور امام احمد نے دوسری اسناد کے ساتھ بطریق
سعید بن جبیر روایت کی جس میں یہ تصریح ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو عرق النسا کی بیماری تھی تو انھوں نے اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ اسکے
مناسب پاکر اپنے اوپر حرام کر لیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ جب انھوں نے سنا کہ جبرئیلؑ وحی لاتے ہیں تو کہنے لگے کہ یہی لڑائی و قتال و قحط و عذاب لاتا ہے اور اگر
میکائیلؑ ہوتا تو البتہ ہم ایمان لاتے کہ وہ باران رحمت و فراخی و پیداوار لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی (رواہ الترمذی والنسائی) اور اسکے مانند کہ
یہود نے کہا جبرئیلؑ ہمارا دشمن ہے حضرت مجاہد و قاسم وغیرہ سے مروی ہے اور امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور عبداللہ بن سلام نے آپ کے آنے کی خبر سنی اور اس وقت وہ اپنی زمین میں کام کر رہے تھے
وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ سے تین باتیں
پوچھتا ہوں جنکو سوائے پیغمبر کے کوئی نہیں جانتا ہے اول یہ کہ علامات قیامت میں سے اول کون ہے دوم اہل جنت کا اول طعام کیا ہوگا سوم
کیا بات ہوتی ہے کہ بچہ اپنی ماں یا باپ پر پڑتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہ تھا مگر ابھی جبرئیلؑ نے مجھکو آگاہ کیا
عبداللہ نے کہا کہ کیا جبرئیلؑ نے آپکو آگاہ کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں تو عبداللہ نے کہا کہ یہ تو ملائکہ میں یہودیوں کا دشمن ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ آیات سنائیں - قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامات میں سے پہلی علامت یہ ہے کہ ایک
آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کو ہانکے گی اور اہل جنت کا پہلا طعام جگر مچھلی کا زائدہ ہے اور جب مرد کی منی عورت کی منی سے سبقت کرتی ہے
تو لڑکا مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی سبقت کرتی ہے تو اسکے مشابہ ہوتی ہے پس عبداللہ نے کہا کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ پھر عبداللہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ یہودی بہت مفتری قوم ہے اگر وہ لوگ میرے اسلام سے آگاہ ہو جائینگے تو مجھ پر بہتان باندھیں گے پس آپ پہلے دریافت کر لیں اتنے
میں یہودی آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے کہنے لگے کہ وہ بہت بہتر ہے اور بہتر کی اولاد ہے اور ہمارا
سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہو جاوے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اسکو اس سے محفوظ رکھے
معاذ اللہ وہ کیوں مسلمان ہوگا پس عبداللہ بن سلام اندر سے نکل آئے اور کہنے لگے کہ میں بیشک گواہی دیتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
جب یہودیوں نے یہ سنا تو کہنے لگے کہ یہ ہم میں بدتر شخص ہے اور بدتر کی اولاد ہے اسکا کچھ اعتبار نہیں اور عیوب بیان کرنے لگے عبداللہ رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ایسی بات سے خوف کرتا تھا (رواہ البخاری و مسلم) ابن جریر نے کہا کہ اہل علم کی دلیل یہ جو کہتے ہیں کہ یہودیوں کے مناظرہ میں یہ
آیت نازل ہوئی اور دیگر علماء نے کہا کہ پہلے مناظرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درباره آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تھا چنانچہ شعبی نے روایت
کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں یہودیوں کے مدارس میں جاتا تھا اور تعجب سے سنا کرتا تھا اور مجھے اچھا معلوم ہوتا تھا کہ کس
خوبی کیساتھ توریت تصدیق قرآن کرتی ہے اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہے ایک روز ان یہودیوں نے مجھسے کہا کہ اے ابن الخطاب آپکے ساتھیوں
میں آپسے زیادہ کوئی ہمکو محبوب نہیں ہے میں نے پوچھا کہ یہ کیوں تو کہنے لگے کہ آپ ہمارے پاس آتے ہیں اور دوسرے نہیں آتے ہیں میں نے کہا کہ
میں آتا ہوں تو مجھکو نہایت خوش معلوم ہوتا ہے کہ توریت تصدیق قرآن کرتی ہے اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہے اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر
اس طرف سے ہوا تو یہود مجھسے کہنے لگے کہ اے ابن الخطاب یہ آپکے صاحب جاتے ہیں آپ انکے پاس جا کر ملیے پس میں نے ان یہودیوں کو کہا کہ میں
تمکو اللہ عز و جل کی قسم دلاتا ہوں جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور جسنے تمپر رعایت فرمائی اور جسنے تمسے توریت میں عہد لیا ہے بھلا تم یہ جانتے

ہو کہ یہ رسول اللہ ہیں تو اُسکے جواب میں یہ لوگ خاموش ہو رہے پس ان لوگوں میں جو سب سے بڑا عالم تھا اُسنے یہودیوں کو کہا کہ ابن الخطاب نے تمکو بہت سخت قسم دلائی ہے پس چاہیے کہ کچھ اُنکو جواب دو تو کہنے لگے آپ ہی تو ہم سب میں عالم و بزرگ ہیں آپ ہی جواب دیں تو مجھسے کہنے لگا کہ آپنے جب ہمکو ایسی سخت قسم دلائی تو ہم کہتے ہیں کہ بیشک یہ رسول اللہ ہیں تو میں نے کہا کہ جب تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہیں تو اب تم برباد ہو کہنے لگا کہ ہم برباد نہونگے میں نے کہا کہ یہ کیوں حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہیں پھر بھی تم تصدیق نہیں کرتے ہو ضرور تباہ ہو تو کہنے لگا کہ ہم اسواسطے تباہ نہونگے کہ ملائکہ میں سے بعضے ہمارے دوست ہیں اور بعضے دشمن ہیں اور ان پیغمبر کے ساتھ ملائکہ میں سے وہ فرشتہ ولی کیا گیا ہے جو ہمارا دشمن ہے تو میں نے پوچھا کہ تمہارا کون فرشتہ دشمن اور کون دوست ہے تو کہنے لگا کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہے اور میکائیل ہمارا دوست ہے اور کہنے لگے کہ جبرئیل سختی والا فرشتہ ہے یہ دنیا کی تکلیف و عذاب لاتا ہے اور میکائیل نرم دل فرشتہ ہے کہ وہ رحمت و فراخی و آسانی لاتا ہے تو میں نے کہا کہ پروردگار عزوجل کے نزدیک انکا کیا مرتبہ ہے کہنے لگے کہ ایک اسکی داہنی طرف ہے اور دوسرا بائیں طرف ہے تو میں نے کہا قسم اُس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ دونوں فرشتے مع اُس پاک عزوجل کے جسکے نزدیک ان دونوں کا مرتبہ ہے سب ہی تو اُسکے دشمن ہونگے جو ان میں سے کسیکا دشمن ہو اور سب ہی تو اُسکے دوست ہونگے جو انکا دوست ہو اور جبرئیل سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسے شخص کا دوست ہے جو میکائیل کا دشمن ہو اور میکائیل سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے شخص کا دوست ہے جو جبرئیل کا دشمن ہو یہ کہکر میں اُٹھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر یہ حال بیان کروں پس جب میں آپ کے پاس پہونچا تو آپ بنی فلان کے دروازہ سے باہر آتے تھے اور آپنے مجھسے فرمایا کہ اے ابن الخطاب ابھی چند آیات نازل ہوئیں جو میں تجھکو سناؤں پس آپنے سنایا من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ الآیۃ پس میں رونے لگا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کہ میں تو آپ سے یہ خبر بیان کرنے آیا تھا حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ حضرت سمیع و بصیر عزوجل نے پہلے ہی سے آپ کو آگاہ فرما دیا۔ (وقد رواہ ابن ابی حاتم عن الشعبی و ابن جریر و عبدالرزاق عن قتادۃ و آدم بن ابی ایاس عنہم وقد رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن عمر بن الخطاب) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسمین نکتہ یہ ہے کہ جو کوئی کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے دشمنی فرماتا ہے چنانچہ حدیث ابوہریرۃؓ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسنے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو اُسنے میرے ساتھ لڑائی کی مبارزت کی (البخاری) چنانچہ جب یہودیوں نے حضرت جبرئیل سے دشمنی کی تو اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا اور قرآن میں یہ آیات نازل فرمائیں جو اُن یہودیوں پر لعنت ہیں ابن ابی حاتم نے کہا کہ مجھسے میرے باپ ابو حاتم نے روایت کی کہ مجھسے احمد بن ابی الحواری نے روایت کی کہ مجھسے عبدالعزیز بن عمیر نے روایت کی کہ ملائکہ میں جبرئیل کا نام خادم اللہ ہے احمد نے کہا کہ میں نے اس حدیث کو ابو سلیمان الدارانی سے بیان کیا تو جنبش میں آکر رونے لگے اور اُنکے سامنے کچھ لکھے ہوئے کاغذ تھے اُنکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہر شئے میں جو حدیث ہے یہ حدیث زیادہ محبوب ہے مترجم کہتا ہے کہ ابو سلیمان دارانی و احمد بن ابی الحواری یہ دونوں اولیائے معروفین میں سے علمائے ثقات ہیں (کما فی التقریب) اور احمد بن ابی الحواری سے صحاح میں روایات ہیں اور واضح ہو کہ نزول کی دونوں روایات میں توفیق یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع ایک جماعت کے آپ سے پہلے آ گئے تھے پھر جب آپ تشریف لائے تو آپکے قریب سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودیوں کا مباحثہ ہوا اور یہ آیات نازل ہوئیں پھر عبداللہ بن سلام اُسوقت آئے کہ جب آپ مسجد قبا سے درمیان مدینہ میں آ گئے تھے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ میں جو اوپر مذکور ہوئی ہے کہ آپنے عبداللہ بن سلام کو یہ آیات سنائی تھیں پھر اُسکے بعد بار یہود جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مباحثہ پیش کیا جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں مذکور ہے جو سب سے پہلے گذری فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(فائدہ) ابن جریر وطبرانی نے عکرمہ سے اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی کہ جبر و میکا و سراف واسر کے معنی بندہ و عبد ہے اور ایل اللہ ہے

جبرائیل و میکائیل و سرافیل و اسرافیل یعنی عبد اللہ ہے اور جبرئیل میں چار قرائتیں مشہور ہیں اول جبرائیل بوزن سلسبیل بقراءۃ حمزہ و کسائی دوم جبرئیل بوزن قندیل بقراءۃ ابن کثیر ہے سوم جبرئل بوزن واصل چہارم باقیوں کی قراءۃ جبریل بروزن قندیل ہے اور میکائیل بوزن میعال قراءۃ ابو عمرو اور حفص ہے اور اکثروں کی قراءۃ میکائیل بوزن اسرافیل ہے اور یہ اسماء بوجہ عجمہ و معرفہ ہونے کے غیر منصرف ہیں لیکن اعتراض کیا گیا کہ جب ترکیب میں عبد اللہ کے معنے ہیں تو منصرف ہونا چاہیے اور جواب یہ ہے کہ یہ عجمی نام ہے اور عبد اللہ کی ترکیب عربی ہے۔ بعض نے زعم کیا کہ آیت میں ملائکہ کو رسولوں سے مقدم کرتے ہیں ملائکہ کی فضیلت نکلتی ہے جواب یہ ہے کہ رسولوں سے عداوت بوجہ وحی کے ہے جو ملائکہ میں بحکم الٰہی عزوجل لاتے ہیں اسی ترتیب سے ذکر ہوا اور اگر ترتیب بطور فضیلت ہوتی تو جبرئیل و میکائیل سے رسول افضل ہوتے اور رسولوں سے ملائکہ افضل ہوتے حالانکہ یہ باطل ہے اور لازم آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر اپنی فضیلت کی ترتیب فرمائی حالانکہ ملائکہ وغیرہ کسی مخلوق کو حضرت باری تعالیٰ عزوجل سے کوئی ترتیب نہیں ممکن ہے اور تمام تفصیل کلام الٰہی میں ہے۔ شیخ سیوطی نے لکھا کہ ابن صوریا یہودی نے جو ان میں بڑا عالم تھا اور حسد و غضب الٰہی میں گرفتار تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ خود بڑے عالم ہیں اور آپ ہمارے پاس کوئی نشانی نہیں لائے جس کو ہم پہچانیں تب یہ آیت نازل ہوئی

وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ○ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا

اور ہم نے اتاری ہیں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر نہ ہوں گے ان سے مگر وہی جو بے حکم ہیں کیا اور جس بار باندھیں گے ایک قرار

نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ○ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ

پھینک دیں گے اس کو ایک جماعت ان میں بلکہ وہ اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہونچا انکو رسول اللہ کی طرف سے

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ

سچ بتاتا ان پاس والی کو پھینکدی ایک جماعت نے کتاب پانے والوں میں کتاب اللہ کی اپنی پیٹھ کے پیچھے

كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ

گویا کہ انکو معلوم نہیں اور پیچھے لگے ہیں اس علم کے جو پڑھتے شیطان سلطنت میں سلیمان کے اور کفر نہیں کیا سلیمان نے

وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ

لیکن شیطانوں نے کفر کیا لوگوں کو سکھاتے سحر اور اس علم کے جو اترا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت

وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ

اور ماروت پر اور وہ نہ سکھلاتے کسی کو جب تک نہ کہتے کہ ہم تو ہیں آزمانے کو سو تو مت کافر ہو پھر ان سے سیکھتے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

جس چیز سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اسکی عورت میں اور وہ اس سے بگاڑ نہیں سکتے کسی کا بغیر اذن اللہ کے

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ

اور سیکھتے ہیں جس میں ان کا نقصان ہے اور نفع نہیں اور جان چکے ہیں کہ جو کوئی اسکا خریدار ہوا اس کو آخرت میں نہیں

مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ○ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا

کچھ حصہ اور بہت بری چیز ہے جس پر بیچا اپنی جان کو اگر انکو سمجھ ہوتی اور اگر وہ یقین لاتے

ع ۱۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور تقوٰی کرتے تو ثواب اللہ کے یہان سے بہتر تھا اگر وے جانتے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین وہ معارف وحقائق نازل فرمائے جو اگلی کتابون مین اُتارے تھے کہ معارف واسرار الٰہی مین سے احمق یہودیون ونصرانیون نے جو کچھ اپنی سمجھ کے موافق تحریف کر ڈالا تھا اُسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین محقق کیا پھر ان معارف سے علاوہ قرآن عظیم کے بلند معارف وبیان فرمائے جنسے یہود ونصاریٰ کو کچھ خبر نہ تھی لہذا فرمایا وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ بیشک ہمنے تیری جانب آیات واضحات نازل فرمائین - ف یعنے جنکی معرفت اہل ایمان کے واسطے بہت واضح ہے کہ تیری نبوت پر صریح دلیل ہین کیونکہ جو شخص امی محض ہوکر ایسی آیات لاوے جو لب لباب توریت وانجیل ہو جسکے واسطے مدت دراز تک علما سے یہود ونصاریٰ کوشش کرکے فخر کرتے ہین حالانکہ ان معارف بلند تک نہین پہونچے تو یہ اُنکے حق مین قطعی دلیل نبوت تھی جیسے ساحران موسیٰ علیہ السلام کے حق مین معجزہ عصا قطعی دلیل ہوگیا حالانکہ آیات قرآنی تو صاحبین عرب کے واسطے بسبب اعجاز بلاغت کے وبلند معارف کے آپ قطعی دلیل ہوا پس اسکا کون انکار کرسکتا ہے لہذا فرمایا وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ - اور ان آیات کا کوئی انکار نہین کریگا سوا ایسے لوگون کے جو فاسق ہین ف یعنی طاعت الٰہی وحدایمان سے خارج ہین محمد بن اسحٰقؒ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ابن صوریا کانے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی نہین لاتے جس سے ہم پہچانین کہ آپ پیغمبر آخر الزمان ہین تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مالک بن صیف یہودی نے کہا کہ آپ کے بارہ مین کوئی بھی عہد ہمسے توریت مین نہین لیا گیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ - اور کیا ہر بار جب اُنھون نے عہد باندھا تو انمین سے ایک فریق نے اُسکو توڑ دیا ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بخوبی پہچانتے تھے کما قال تعالےٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم - یعنے پیغمبر آخر الزمان کو ایسے پہچانتے ہین جیسے بخوبی شناخت سے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین - بلکہ عبد اللہ بن سلامؓ نے کہا کہ اپنے بیٹے مین مجھے یہ شبہہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید اُسکی مان نے فجور کیا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت مین مجھے یہ بھی تردد نہین تھا دالبخاری) بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ بلکہ بہتیرے انمین سے ایمان ہی نہین لاتے ہین ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بے ایمانون کی یہی کیفیت ہے کہ آج عہد کرتے اور کل توڑتے ہین سدیؒ نے کہا کہ اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہین مترجم کہتا ہے یعنے توریت کو قرآن کے موافق پایا تو توریت کو چھوڑ دیا پھر وہ قرآن پر بھی ایمان نہین لاتے ہین چنانچہ فرمایا وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور جب اُنکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا رسول آیا کہ وہ ایسی کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو اُنکے پاس موجود ہے تو جن لوگون کو کتاب دی گئی تھی اُن مین سے ایک فریق نے کتاب الٰہی کو اپنے پیٹھون کے پیچھے ڈال دیا گویا وے جانتے ہی نہین ہین - ف سدیؒ نے فرمایا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل کتاب پر آئے تو اہل کتاب نے توریت وانجیل کو قرآن مجید سے مقابلہ کیا پس قرآن سے یہ دونون کتابین موافق پڑین تو اُنھون نے سابق کتابون کو بھی چھوڑ دیا یعنی توریت وانجیل کے میثاق وعہود کو بھلا دیے اور ایسے ہوگئے کہ گویا وہ ان کتب آسمانی واُنکے عہد میثاق کو جانتے ہی نہ تھے مترجم کہتا ہے کہ پھر یادہ تر تحریف نصرانیون مین پھیل گئی چنانچہ جو شخص اُنکے حالات وسوانح ایام سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ ان لوگون قسطنطین کے عہد مین

محض اتفاق رہے سے عقائد کی کتاب اور سلطنت کے قوانین بنائے اور اس سب کی بنیاد اس عقیدہ پر تھی کہ الوہیت ایک معنے ہین کہ وہ تین اقنوم یعنی عیسیٰ و اُنکی مان و روح القدس سے قائم ہین اور یہ اول جہالت تھی کہ جسنے بہت بڑی خرابی ڈالی اول تو یہ معنی مہمل ہین دوم اس مہمل سے تمام قوانین جو بنی ہوئے سب مہمل ہوئے سوم دین الٰہی بالکل مفقود ہوگیا اور شیطان مسلط ہوگیا اور اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالےٰ اسکی توضیح بلیغ آئیگی رہے یہود تو انہین اگرچہ تحریف اسقدر شدید نہ تھی لیکن جو تحریف کیگئی اُسنے بنیاد بگاڑ دی کہ اُنھون نے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے عہود و مواثیق نکال ڈالے گویا اپنے ایمان کا سر کاٹ دیا اور اس طرح غضب الٰہی مین گرفتار ہوئے کہ حق کے صریح معاند ہوگئے گویا وہ کتاب الٰہی جانتے ہی نہین تھے۔ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۔ اور اُس چیز کی پیروی کری جو ملک سلیمٰن پر شیاطین پڑھتے تھے۔ ف اور وہ سحر وجادو تھا چنانچہ آئندہ بیان مترجم سے اسکی تحقیق و توضیح اس طرح آویگی کہ ہر فہیم عقل بخوبی سمجھ جائیگا اور یہان مقصود آیت قدسی یہ ہے کہ اہل کتاب نے معارف نبوت و کتاب الٰہی کو چھوڑکر وہ امر اختیار کیا جسکا نتیجہ آخرت مین عذاب شدید ہے اور دنیا مین بھی سوائے شرارت یا فساد کے کوئی فائدہ نہین ہے کہ اگر اُسکے ذریعہ سے تمام دنیا مل جاتی تو بھی بمقابلہ عذاب آخرت اتباع شیطان کے بالکل ہیچ و باطل تھی حالانکہ دنیا مین بھی بہت ہی خفیف ملا اور وہ بھی نجس و حرام طریقہ سے ملا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اس قوم احمق کی تشنیع فرمائی کہ اُنھون نے کتاب الٰہی کو چھوڑا اور اتباع رحمت و معالی درجات آخرت و جنت اور مکارم اخلاق و دلیل نورانیت سے منھ موڑا اور بجائے اسکے دو چیزون کی اتباع کی اول وہ کہ جسکو شیاطین عہد ملک سلیمان پر تلاوت کرتے اور دوم وہ کہ جو بابل مین ملکین پر نازل ہوا تھا پس اول کا بیان یہ ہے جو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو جن و انس پر حکومت عطا فرمائی اور یہ سلطنت اُنکی حیات تک قائم رہی لیکن درمیان مین چند روز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے لوگون کو امتحان مین ڈالا اور سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی اُسمین اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت عجیبہ تھی پس وہ انگوٹھی چند روز کے واسطے مفقود کیگئی تو اُنکی حکومت مین اختلال واقع ہوا اور اس درمیان مین جن و انس کا ایک گروہ مرتد ہوکر اپنے نفس کی خواہشون مین پڑگیا اور شیاطین نے اُنکو کلمات سحر سکھلائے پھر جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو وہی حکومت عطا فرمائی تو آپ اس قوم کی کتابون پر مطلع ہوئے اور اُن سبکو چھین کر اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیا لیکن آدمیون کو یہ حال معلوم نہ تھا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگون کو ان کتابون پر مطلع کیا جب اُنھون نے کھود کر نکالین تو شیاطین نے اُنسے کہا کہ سلیمانؑ کو یہی کتاب حاصل ہوئی تھی جس سے وہ آدمیون و جنون پر حکومت کرتے تھے مترجم کہتا ہے کہ اس بارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ثابت نہین ہوئی تو ابن عباسؓ نے ان حکایات و روایات کو بنی اسرائیل سے حاصل کیا ہے اور بنی اسرائیل کی روایات اس بارہ مین مختلف ہین چنانچہ ابن ابی حاتم کی اسناد سے سعید بن جبیر کی روایت اسطرح وارد ہوئی کہ سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف کو دیکھا گیا کہ یہ شخص جن مین سے دو صالح تھا) آصف کو علم معلوم تھا اور یہ شخص بحکم سلیمان علیہ السلام ہر ایک تحریر لکھتا اور تخت کے نیچے دفن کر دیتا بعد وفات سلیمان علیہ السلام کے شیاطین نے ان تحریرات کو نکالا اور اُنکے درمیان مین جادو و کلمات کفر لکھے اور لوگون سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی پر عمل کرتے تھے جب بنی اسرائیل نے وہ کلمات کفر دیکھے تو جاہلون نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تکفیر شروع کی اور بدگوئی کرنے لگے کہ یہ شخص بذریعہ سحر کے ہمپر حاکم ہوا اور ہمکو اسطرح مجبور کر رکھا تھا اور یہودیون نے بھی سحر سیکھنا شروع کیا اور یہودیون مین ہمیشہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تکفیر جاری رہی بلکہ اُنکے باپ داؤد علیہ السلام کو بھی ساحر کا ذکر کہا کرتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو جیسے آپ کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اُنکی والدہ مریم رضی اللہ عنہا سے یہودیون کی بدگوئی نصف

والزام دور کیا اسیطرح حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام سے بھی یہودیون کا بہتان دور کیا چنانچہ فرمایا ۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ
لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۔ اور سلیمانؑ نے کبھی نہین کفر کیا ولیکن شیاطین نے کفر کیا حالانکہ
وہ لوگون کو سحر سکہلاتے تھے ۔ ف اگر شیاطین سے ابلیس و اُسکی ذریات مراد ہو تو بیان بطریق مقابلہ ہے کیونکہ ابلیس تو پہلے ہی سے کافر
ملعون ہے وہ کچھ سحر سکہلانے سے کافر نہین ہوا مگر جو لوگ سلیمان علیہ السلام کی نسبت تکفیر کرتے تھے اُنکی تردید مین فرمایا کہ سلیمان نہین کافر ہوا
بلکہ شیاطین ہوئے جو لوگون کو سحر تعلیم کرتے تھے اور ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام جب
پیخانہ جانا چاہتے یا کسی جورو کے پاس جانا چاہتے تو اپنی بی بی جرادہ کو اپنی انگوٹھی دیدیتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اُس
بلیہ مین مبتلا کرنا چاہا جسمین مبتلا ہوئے تھے تو ایسا ہوا کہ ایک روز سلیمان علیہ السلام نے جرادہ کو اپنی انگوٹھی دی پھر سلیمانؑ کی صورت
مین ایک شیطان آیا اور جرادہ سے وہ انگوٹھی مانگ لی جب اُسنے پہنی تو انس و جن اُسکے مطیع ہو گئے پھر سلیمان علیہ السلام نے آکر اپنی
انگوٹھی مانگی تو جرادہ نے کہا کہ تو سلیمانؑ نہین ہے تو جھوٹا ہے پس سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ ایک امتحان الٰہی ہے پھر شیاطین نے ان
ایام مین سحر و کفر کی کتابین لکھکر تخت سلیمانؑ کے نیچے دفن کردین (پھر آصف کو معلوم ہوا کہ یہ سلیمان نہین ہے چنانچہ اسم اعظم و توریت کی قرأت سے
وہ بھاگ کر دریا مین چھپا اور ایک مچھلی کے ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ انگوٹھی پھر مل گئی در بدستور بادشاہ رہکر ترپن برس کی عمر مین
انتقال کیا) پھر جب سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو شیاطین نے لوگون کو یہ کتب سحر نکلوا دین حتی کہ لوگون نے سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کرنی
شروع کی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور یہ آیت اُتاری جس سے سلیمان علیہ السلام کی برأت ہوئی
(ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ ان روایات مین تردد ہے اول یہ کہ شیطان بصورت سلیمانؑ کیونکر بن سکتا ہے دوم یہ کہ آگین یہ مذکور ہے کہ خود شیطانون نے
تخت کے نیچے سحر کو دفن کیا تھا اور اوپر کی روایت مین معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے خود اُن لوگون کی کتابین دفن فرمائی تھین بہرحال
یہودیون کی روایات پر ہمکو اعتماد نہین ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین نے لوگون کو سحر تعلیم کیا تھا اور یہ بات ممکن ہے
کہ سلیمان علیہ السلام نے اُنکو چھینکر مدفون کر دیا ہو اور امام ابن جریر نے باسناد صحیح عمران بن الحارث سے روایت کی کہ بعد شہادت حضرت علیؓ کے
کے ہم لوگ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے یعنے جس زمانہ مین حضرت ابن عباسؓ طائف مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا تو آپ نے فرمایا
تو کہان سے آتا ہے اُسنے کہا کہ مین عراق سے آتا ہون آپ نے فرمایا کہ عراق مین کہان سے آتا ہے اُسنے کہا کہ مین کوفہ سے آتا ہون تو آپ نے پوچھا
کہ کیا خبر ہے اُسنے کہا کہ مین لوگون کو اس حال مین چھوڑ آیا ہون کہ اُنمین یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر نکلنے والے
ہین یہ سنکر حضرت ابن عباسؓ کے چہرے پر ملال و گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے کہ پھر اس شخص سے فرمایا کہ ای بیچ پھر اس بارہ مین تو کیا کہتا
ہے اور پیچھے یہ کچھ نہین ہے کہ اگر ہم لوگون کو اس بات کا کچھ شعور رہوتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوہ عورتون کو نکاح نہ کرنے دیتے اور نہ اُنکی میراث
تقسیم کرتے پھر فرمایا کہ ای لوگو مین تمسے اس شیطانی وسوسہ کا بھید بیان کرون کہ شیاطین تلے اوپر نیچے کی طرح لٹک کر آسمان تک جاتے
ہین اور وہان چوری سے کان لگاتے ہین (یعنے ملائکہ کے بیانات سنتے ہین) تو کوئی اُنمین سے کلمہ حق لے بھاگتا ہے اور وہ کسی بے ایمان
شخص کے دل مین جو ولی ہونیکا مدعی ہوتا ہے ڈال دیتا ہے پس جب یہ بات اُس سے تجربہ کر لی جاتی و سچ ہوتی ہے تو پھر شیطان اُسکے ساتھ مین
سو جھوٹ ملاتا ہے پس وہ لوگون کے دلون مین سما جاتی ہین یعنے لوگ اس شخص کی سب باتون کو اگرچہ وہ خلاف شرع ہون سچ جاننے لگتے
ہین یعنے کہنے لگتے ہین کہ اُسنے فلان بات کہی سچ کہی تھی بیشک یہ ولی ہے اور جب یہ ولی ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہ ٹھیک ہے سچ ہے تو سالم ہو کر

جن باتون کو کہتے ہین وہی خود غلط کہتے ہونگے چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے وقت مین اسطرح شیاطین نے کیا تھے کہ لوگون نے ذخیرہ جمع کرلیا پھر
اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اطلاع دی تو انھون نے ان کتابون کو لیکر اپنے تخت کے نیچے مدفون کردیا پھر جب سلیمان نے وفات پائی
تو شیطان رہزن اٹھ کھڑا ہوا اور لوگون سے کہا کہ بھلا مین تمکو ایسا خزانہ بتلاؤن کہ جسکے مثل کبھی حاصل نہین ہوا ہے پھر تخت کے
نیچے سے نکلوایا اور کہا کہ دیکھو یہ سحر ہے پھر برابر اقوام یہود ان کتابون سے نقل کرتے آئے تھے کہ یہ بھی اُسی کا بقیہ ہے جو اہل عراق باہم بیان
کرتے ہین یعنے وہی شیطانی کذب ہے رواہ ابن جریر والحاکم اور اسکو شیخ سیوطیؒ نے اختیار کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اہل عراق کا یہ عقیدہ یہ ہے عبداللہ
بن سبا یہودی کے واقع ہوا جسنے ان باتون سے روافض کو گمراہ کیا ہے کیونکہ عبداللہ بن سبا درحقیقت یہودی تھا جو ظاہر مین عبادت وغیرہ ظاہر کرکے
ولی بن بیٹھا تھا اسی واسطے ابن عباسؓ نے اس آیت یعنے - واتبعوا ما تتلوا الشیاطین - سے اشارہ کیا اور اس روایت کی توضیح وہ ہے جو امام
ابن کثیرؒ نے سدی سے روایت کی کہ زمانۂ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین اپنے معمول کے موافق آسمان تک چڑھ جاتے اور باتین سننے کے مقامات پر
چوری سے بیٹھتے پس زمین مین موت وزندگی وغیرہ کے جو واقعات ہونے والے تھے اُنکے بارہ مین ملائکہ کے بیانات سنتے اور وہان سے یہ خبر لاکر
اپنے تابعین کاہنون کو بتلا دیتے یعنے جو لوگ ولی ہونے کے مدعی ہوتے تھے حالانکہ درحقیقت امر آخرت سے بے ایمان ہوتے تھے اُنکے
دل مین ڈالتے پس یہ مدعی اسکو لوگون سے بیان کرتا تو لوگ ویسا ہی پاتے جیسا اُسنے بیان کیا پس عوام لوگ انپر غیب دانی کا اعتقاد کر لیتے
تھے یعنے اُنکے ولی ہونے کا یقین کر لیتے تھے پھر یہ جھوٹے مدعی اس کلمۂ حق کے ساتھ ستر باتین سحر وباطل وغیرہ کی جو دین کے خلاف ہین شامل
کر لیتے یعنے یہ دروغ باتین بھی شیطان انھین القا کرتا تھا پس لوگ اُن باتون کو اپنی بیاضون وکتابون مین لکھ لیتے تھے رفتہ رفتہ بنی اسرائیل مین
یہ بات پھیل گئی کہ جن لوگ غیب جانتے ہین جب سلیمان علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے ان سب کتابون کو جمع کرکے ایک صندوق مین
رکھکر اپنے تخت کے نیچے دفن کرادیا اور شیاطین مین سے کسی کو یہ طاقت نہ تھی کہ تخت سلیمان علیہ السلام سے قریب ہو ورنہ جل جاتا تھا اور
حضرت سلیمان علیہ السلام نے منادی فرمائی کہ اگر مین نے کسیکو سُنا کہ وہ یہ بات بیان کرتا ہو کہ شیاطین علم غیب جانتے ہین تو مین اُس کی
گردن مارونگا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور وہ علما بھی جاتے رہے جو سلیمان علیہ السلام کے حکم سے واقف تھے اور اُن
کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جنکو علم نہ تھا تو شیاطین نے موقع پایا اور آدمیون کی صورت بنکر لوگون کے پاس آئے اور خاصۃً جاہل قوم
کو گھیر کر اُنسے کہا کہ تم لوگ سلطنت کے امراء ہو اور ہم تمکو ایسا خزانہ بتلادین کہ جب تک دنیا قائم ہے تم اُسکو کھاتے رہو پس
اُنھون نے بہت شکر گذاری سے قبول کیا تب اُنھون نے بتلایا کہ اس تخت سلیمانی کے نیچے کھودو اور خود ایک کونے مین کھڑا رہا
تو اُنھون نے کہا کہ تم بھی شریک ہوکر مدد کرو مگر اُسنے نمانا اور کہا کہ مین یہین رہونگا اور تمھارے سامنے موجود ہون اگر نہ نکلے تو مجھے مار ڈالنا آخر جب اُنھون
نے وہ تمام مکان ونفیس عمارت ضائع کی تو نیچے سے یہ کتابین برآمد ہوئین پس اس شیطان نے جو انسان صورت تھا لوگون سے کہا کہ
سلیمان علیہ السلام اسیکے ذریعہ سے جن وانس وچرند وپرند پر سلطنت کرتے تھے پھر وہ غائب ہوگیا تو لوگون نے جانا کہ یہ شیطان تھا اور
یہ بات لوگون مین پھیل گئی کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور یہ کمبخت اُنکو کافر کہنے لگے اور بنو اسرائیل نے ان کتابون کو لیکر سحر وغیرہ
کفریات کی پیروی کرلی اور کتاب الٰہی عزوجل سے منہ موڑا یہانتک کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہودیون نے
مخاصمہ کیا اور کہنے لگے کہ دیکھو یہ تو سلیمان کو انبیا مین بیان کرتے ہین حالانکہ وہ تو ایک ساحر تھا پس اللہ تعالیٰ نے انکو رد فرمایا کہ ما کفر
سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر - ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قوم یہود نے ایک مدت تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے

توریت کے امور میں سے بہت سے امور پوچھے اور جب کوئی بات پوچھتے تو اللہ تعالیٰ اسکا علم تحقیق نازل فرماتا جس سے یہودی بچے پھر گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ بیشک یہ شخص تو ہم سے زیادہ ہمارے علوم کو جانتا ہے پھر ان لوگوں نے سحر میں مخاصمہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین الآیۃ۔ اور شیاطین نے ایک کتاب سحر و کہانت وغیرہ کی لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کر دی تھی اور سلیمان علیہ السلام کو اس غیب کا علم نہ تھا چنانچہ جب آپ نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگوں سے یہ کتاب نکلوا کر دھوکا دیا کہ سلیمانؑ اسی کے ذریعہ سے لوگوں پر غالب پایا تھا پس یہودیوں نے اسکی اتباع کی اور سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کیا کرتے تھے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو آگاہ کیا اور اسیکے مانند حضرت مجاہد و سعید بن جبیر و محمد بن اسحٰق سے مروی ہے اور ابن جریر نے شہر بن حوشب سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام کی غیبت میں شیاطین سحر لکھا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ایک کتاب لکھی جسکا عنوان یہ تھا کہ یہ اسرار علم خاص ہیں جنکو آصف بن برخیا نے بادشاہ سلیمان بن داؤد کے لیے تحریر کیا پھر اسمیں اس قسم کی باتیں لکھیں کہ جو شخص ایسا ایسا قصد رکھتا ہو اسکو چاہیے کہ صبح کو آفتاب کی طرف منہ کرکے اتنی مرتبہ یہ کلمات پڑھے اور جس شخص کی یہ مراد ہو اسکو چاہیے کہ آفتاب کی طرف پیٹھ کرکے یہ کلمات پڑھے غرضکہ اسی قسم کے کلمات کفر و باطل لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کر دیے پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال کیا تو ابلیس بصورت آدمی ہوکر لوگوں میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تم لوگ خوب یاد رکھو کہ سلیمانؑ کوئی پیغمبر نہ تھا اور تمنے کسی پیغمبر کو نہیں سنا کہ وہ بادشاہ ہوا اور اسکی تسخیر میں جن و انس ہوں اور پیغمبر کو دنیا کی پادشاہی سے کیا مطلب ہے بلکہ وہ بہت بڑا ساحر تھا جس نے اپنے چرند و پرند و جن و انس کو مسخر کر لیا تھا پس تم اس سحر کو سلیمانؑ کے اسباب میں تلاش کرو آخر انکو تخت کے نیچے کھودنے کی راہ بتلائی پس جب ان لوگوں نے تخت کے نیچے کھودا تو ایک کتاب نکلی پس اکثر ان میں سے جو احمق ہوتے ہیں کہنے لگے کہ واللہ یہ شخص سچ کہتا تھا یہ تو بیشک جادو ہے اور اسکی وجہ سے سلیمانؑ نے ہم سبکو مطیع و مقہور کر لیا تھا پس مومنوں نے کہا کہ نہیں تم جھوٹے ہو بلکہ وہ پیغمبر صادق تھے ولیکن عوام یہودیوں نے اسی سحر شیطانی کی اتباع کی یہانتک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ اس پیغمبر کو دیکھو کہ حق و باطل کو ایک ہی میں ملاتا ہے اور انبیا کے بیان میں سلیمانؑ کا نام لاتا ہے حالانکہ سلیمان تو ایک جادوگر تھا جو اپنے جادو کے زور سے ہوا پر اڑتا پھرتا تھا پس اللہ عزوجل نے یہودیوں کو رد فرمایا اور یہ آیات نازل فرمائیں اور اسیکے مانند ابن جریر نے ابو مجلز سے اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کیا ہے اور حسن بصریؒ نے یہی فرمایا کہ جادو تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے موجود تھا لیکن اسکی اتباع صرف اسیوقت کی گئی تنبیہ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور مراد یہ ہے کہ سابق میں مومنین عقلا اس سحر سے نفرت کرتے تھے حتی کہ عہد سلیمان علیہ السلام کے بعد سے یہودیوں نے باتباع شیطانی اسکی تتبع و تلاش کی بعض علماء نے کہا کہ اسیوجہ سے تم دیکھتے ہو کہ کمبخت یہودیوں میں سحر بکثرت ہے چنانچہ ایک یہودی خبیث نے جسکا نام لبید بن اعصم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا چنانچہ صحیحین وغیرہ میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور اسکا خلاصہ یہ تھا کہ اس نے آپکی کنگھی کے بال لیکر گیارہ گرہیں دیکر نر کھجور کے جوف طلع میں رکھا اور پھر ذی اروان سے ایک خرمہ کا درخت اگا تھا اسکے کنوئیں میں رکھا اور اسکا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف اسقدر ہوتا تھا کہ بعض امور جو آپ نے درحقیقت نہیں کیے وہ آپکو متخیل ہوتے تھے کہ گویا آپ نے کر لیے ہیں مثلاً ازواج مطہرات کے پاس نہیں گئے اور متخیل ہوتا تھا کہ گویا گئے ہیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ ملائکہ کے آپکو آگاہ فرمایا تو آپ نے جاکر درخت کے کنوئیں سے نکالا اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے گئے پس اسکا سحر باطل ہوگیا لیکن آپ نے اس یہودی کو کوئی سزا نہیں دی [illegible] سحر کی اتباع کی جو شیاطین عہد ملک سلیمانؑ پر پڑھا کرتے تھے اور وہ جسکی اتباع کی وہ یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما انزل علی الملکین

ببابل هاروت وماروت ۔ اور پیروی کی اس چیز کی جو دونون فرشتون پر بابل مین اُتاری گئی جنکا نام ہاروت
و ماروت تھا۔ اور قرطبی وغیرہ نے کہا کہ یہہ معنے اس صورت مین ہین کہ۔ ما انزل مین۔ ما موصولہ ہو جسکا عطف۔ ما تتلوا الشیاطین۔ پر ہو
لیکن ٹھیک یہ ہے کہ ما نافیہ ہے اور اسکا عطف وما کفر سلیمان پر ہے تو اس صورت مین معنے یہہ ہونگے کہ نہین کفر کیا سلیمان نے اور نہین اُتارا گیا جادو
ملکین پر لیکن شیاطین کفر کرتے ہین لوگون کو سحر سکھلاتے بابل ہاروت و ماروت مین اور ابن جریر نے باسناد ضعیف ابن عباس رض و ربیع بن انس
سے روایت کی کہ۔ ما انزل علی الملکین یعنے اللہ تعالے نے سحر نہین اُتارا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ما نافیہ ہے اور ہاروت و ماروت بدل الناس سے ہے
یعنے شیاطین زمین بابل مین لوگون کو یعنے ہاروت و ماروت کو سحر سکھلاتے تھے شیخ ابن جریر نے بھی اس تاویل کو نقل کیا شیخ ابن کثیر نے کہا ابن ابی حاتم
نے عطیہ سے روایت کی کہ۔ ما انزل علی الملکین یعنے اللہ تعالی نے جبریل و میکائیل پر جادو نہین اُتارا اور ابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن ابزی سے
روایت کی کہ انکی قرارت مین ملکین بکسر لام تھی جسکی تفسیر داؤد و سلیمان ہے یعنے دونون بادشاہون داؤد و سلیمان پر کچھ نہین اُتارا اور ابوالعالیہ نے
کہا کہ ان دونون پر سحر نہین اُتارا گیا یعنے یہہ دونون ایمان و کفر سمجھاتے تھے پس سحر کفر ہے تو اس کفر سے دونون منع کرتے تھے شیخ ابن جریر نے
بعد اس تاویل بیان کرنے کے اسکو رد کرنا شروع کیا اور کہا کہ ٹھیک یہی ہے کہ ما موصولہ ہے اور معنے یہ ہین کہ بابل مین ہاروت و ماروت دونون
بادشاہون پر جو کچھ اُتارا گیا یہودیون نے اسکی پیروی کی ہے اس صورت مین ملکین بکسر لام یعنے بادشاہ ہوا اور اگر بفتح لام یعنے فرشتہ ہو
جیسے معروف قرارت ہے تو بیضاوی وغیرہ نے محمول کیا کہ یہہ دونون بادشاہ بوجہ صلاحیت کے فرشتہ خصلت تھے اور محققین مفسرین نے انکو حقیقی فرشتہ
کے معنے مین لیا اور کہا کہ درحقیقت یہہ دونون فرشتے تھے لیکن جب انہون نے دعوی کیا کہ اگر ہم لوگون مین آدمیون کی طرح سے عقل و شہوت ہوتی
تو ہم لوگ نافرمانی نکرتے پس اللہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے امتحاناً انکی ماہیت کو بدل دیا جیسے عصا سے موسی کی ماہیت بدل کر اژدہا
کر دیا گیا تھی پس وہ فرشتے باعتبار ماہیت سابقہ کے تھے اور شاید بعد گزرنے دنیا کے قیامت مین پھر فرشتے کر دیے جاوین یا آدمی رہین واللہ تعالے
اعلم پس حاصل یہہ ہوا کہ یہودیون نے اُس جادو کی بھی اتباع کی جو بابل مین دونون فرشتون ہاروت و ماروت پر بغرض امتحان اتارا گیا تھا پس فرشتون
کے حق مین تو یہہ امتحان تھا کہ آدمیون کی طرح فسق و فجور مین مبتلا ہون یا اور آدمیون کے حق مین یہہ امتحان تھا کہ دونون سے جادو سیکھین یا نہین۔ وما
یعلمٰن من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر ۔ اور یہہ دونون کسی کو بھی نہین سکھلاتے
تھے یہانتک کہ دونون اُس سے کہدیتے کہ ہم تو فتنہ ہین پس تو کفر مت کر۔ ف کیونکہ اس عالم مین اللہ تعالے نے بعضے اقوال و افعال مین
ایک تعلق خاص رکھا ہے جیسی دعا اولیا سے خرق عادات ظاہر ہوتے ہین اور جس طرح ملائکہ و شیاطین غیر محسوس ہین اسی طرح یہہ تعلقات بھی
غیر محسوس ہین اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک بالاجماع یہہ آثار بعض صورتون مین انسانی موت تک نوبت پہونچاتے ہین اور بعض
حالتون مین صرف نظربندی ہوتی ہے مثلاً نظر آتا ہے کہ جادوگر نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا یا ماش چھینکے اور وہ بشکل سانپ نظر آنے لگے یا چھپکلیان یا چوہے بن
اور وہ دریا وغیرہ بیابان نظر آتی ہین چنانچہ انشاء اللہ تعالی توضیح آویگی اور یہہ تعلقات جن و شیاطین مین ہین لیکن ایسے تعلقات کا جاننا بدون تعلیم کے
نا ممکن ہے پس اللہ تعالی نے ان فرشتون کو امتحان و فتنہ قرار دیا تھا اور یہہ تعلقات انکو بتلا دیے تھے اور چونکہ ان آثار کا ظہور بہ مناسبت کے
ہوتا ہے لہذا دونون فرشتے بتلا دیتے تھے کہ اپنے قلب کو شکوک پر مناسبت خبیثہ مت کر کیونکہ پیدا اسکے ایمان سے محروم ہو جاویگا لیکن ان بدبختون
نے دنیا کے پیچھے ایمان کو ناقبول کیا اور اُنسے سیکھنے پر اصرار کیا۔ فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین
المرء و زوجہ ۔ پس ان دونون سے وہ لوگ ایسی بات سیکھتے جسکے ذریعہ سے آدمی اور اُسکی جورو مین جدائی ڈالین تا

ف یعنے اس قسم کا جادو سیکھتے تھے جسکے ذریعہ سے شوہر و زوجہ مین لڑائی کراوین اور دونون کو ضرر پہونچا دین جیسے اکثر فحش لوگ
کیا کرتے ہین اور یہ اب بھی جاری ہے اور یہ ایک لطیف بھید ہے کہ ان اقوال و افعال کے پیچھے اللہ تعالیٰ یہ اثر پیدا کرتا ہے جیسے محسوسات مین کسی
شخص کا گلا دباوے تو اللہ تعالیٰ اُسکا اثر موت پیدا کرتا ہے پس فرق صرف محسوس و غیر محسوس مین ہے ورنہ بہر صورت خالق اللہ عز و جل ہے
چنانچہ فرمایا ۔ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۔ اور یہ لوگ اسکے ذریعہ سے کسی کو کوئی ضرر پہونچا
نہین سکتے مگر باجازت الٰہی ف یعنے جیسے عالم محسوسات مین اللہ تعالیٰ نے اپنی خلق کے آثار رکھے ہین ایسی طرح ان غیر محسوسات مین بھی
اُسی کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے اگرچہ ساحر کو مانند کافر کے بوجہ کفر کے قدرت الٰہی نظر نہ آوے ۔ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ
لَا يَنفَعُهُمْ ۔ اور یہ لوگ ایسی چیز سیکھتے جو انکو مضر ہوگی اور کچھ نافع نہ ہوگی ۔ ف کیونکہ شیاطین کی مددگاری ساحر کے ساتھ اسی صورت
مین رکھی گئی کہ ساحر و شیاطین مین مناسبت تام ہو جاوے تو ساحر نے طہارت دنیا و مکارم اخلاق و کرامت ظاہر و باطن چھوڑ کر اور ایمان و شریعت الٰہی سے
منہ موڑ کر اگر ایسی چیز حاصل کی جس سے شوہر و زوجہ مین تفریق کرے تو کمبخت برباد ہوا اور سوا ضرر کے کچھ بھی نفع نہ ہوا خصوصاً جبکہ کتاب الٰہی
چھوڑ کر یہ جہالت اختیار کی ۔ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔ اور خوب جان چکے
کہ جسنے ایمان دیکر اس کفر کو خریدا اُسکے لیے آخرت مین کوئی حصہ نہین ہے ۔ ف لہذا امام الحرمین نے کہا کہ سحر اُسکے ہاتھ سے ظاہر ہوگا جو
فاسق ہو اور اُسکے ہاتھ سے جو خرق عادت ظاہر ہو وہ از قبیل سحر ہے اور امام مالک و ایک جماعت نے فرمایا کہ سحر کفر و ساحر کافر ہے اور خطیب نے
کہا کہ امام احمد کے نزدیک بھی مطلقاً یہی حکم ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اسکو حلال جانے یا اُسمین کوئی ایسا قول یا فعل اعتقاد کرنا پڑے
جو کفر ہے تو کفر ہے اور حنفیہ کے نزدیک فتح القدیر مین مذکور ہے کہ سحر سیکھنے یا کرنے سے ساحر کی تکفیر کیجائے خواہ وہ اُسکے حرام ہونیکا معتقد ہو یا
نہو اور وہ قتل کیا جاوے اور مدارک مین شیخ ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ اگر ایسا سحر کرے کہ اُسمین شرط ایمان سے جو چیز لازم آتی ہے
اُسکی تردید ہو تو کفر ہے ورنہ نہین اور خانیہ مین ہے کہ اگر ساحر اسکو تجربہ کے واسطے عمل مین لاوے معتقد نہو تو تکفیر نہوگی رہا قتل کر دینا بالاجماع
واجب ہے یہ تو سزاے دنیاوی ہے اور آخرت کی بربادی ظاہر ہے ۔ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۔
اور جس چیز کے عوض اُنھون نے اپنے نفوس کو خریدا وہ بہت بُری ہے کاش یہ لوگ جانتے ہوتے ۔ ف کہ بہت بڑا مبادلہ کرتے ہین ۔
وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۔ اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے
اور تقویٰ حاصل کرتے تو بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب بہت بہتر تھا کاش یہ لوگ اسکو جانتے ہوتے ۔ ف اور حدیث ابن مسعودؓ
مین وارد ہے کہ جو شخص کسی کاہن یا ساحر کے پاس آیا یا اُسکے قول کی تصدیق کی تو اُسنے قرآن مجید سے کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
اُتارا گیا ہے (الحاکم والبزار باسناد صحیح) حدیث عمران بن حصینؓ مین ہے کہ جسنے تطیر کیا یا اپنے لیے تطیر کرایا یا کاہن کے پاس گیا یا اپنے لیے کہانت
یا سحر کیا یا کرایا یا گرہ باندھی یا کاہن کے پاس جا کر اُسکے قول کی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا اُس سے منکر ہو گیا (البزار)
صفوان بن سلیم سے مرسل روایت ہے کہ جسنے تھوڑا یا بہت سحر سیکھا تو اللہ تعالیٰ سے جدا ہونے کا آخری وقت ہے (عبد الرزاق) کاہن وہ ہے
جو ستارہ وغیرہ سے آئندہ زمانہ مین ہونے والی بات جاننے کا دعویٰ کرتا ہے پس اسکی بعضی صورتین کفر ہین ورنہ حرام ہونے مین کچھ تامل نہین
اور اُسکی اجرت حرام ہے (کما فی الصحیح) اور منجم وہ ہے جو فقط دن کے ستارون ہی کے ذریعہ سے غیب دانی کا دعویٰ کیا جاوے اور رمل یا کنکریان
یا دیگر شعبدہ بازی کی علم مین ہے جبکہ اسکے ذریعہ سے غیب کا دعویٰ ہو اور اُسکی اجرت بھی حرام ہے جیسا کہ روضۃ نووی و سراج مین ہے

اور رہا حیلہ گر و شعبدہ باز جو ہاتھ کی چالاکی یا دواؤن کے ذریعہ سے کرشمہ کرتے ہین بیضاوی نے کہا اُسکو سحر کہنا مجاز ہے اور وہ مذموم نہین ہے
مترجم کہتا ہے کہ شاید بیضاوی کا یہ مطلب ہے کہ وہ سحر کے برابر مذموم نہین ہے کیونکہ امام نووی وغیرہ نے تصریح کردی کہ یہ بھی حرام ہے اور لکھا کہ رمال کی جہالت سے
دھوکا نہ کھانا چاہیے اگرچہ نقل ہے وہ اہل علم مین سے کہلاتا ہو اور یہ جو حدیث مین آیا کہ انبیاء مین سے ایک پیغمبر خط کھینچا کرتا تھا تو جسکا خط اُسکے موافق ہو تو ٹھیک ہے اس حدیث سے
جواز ثابت نہین ہوتا کیونکہ اُسکے خط سے موافقت معلوم ہونا محال ہے تو حدیث مین تعلیق بمحال ہوئی جیسے کہا جاوے کہ اگر فرشتہ ہو جاوے تو اُسکو پے در پے روزہ رکھنا
جائز ہے اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ کے عقائد مین یہ مسئلہ مفصل لکھا۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہودیون نے انبیاء علیہم السلام کی کتابون توریت
و زبور کو جزدان مین بند کرکے بالائے طاق رکھدیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ قرآن شریف و احادیث سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہین اور اُس شیطانی
جادو کے پیچھے پڑے جو شیاطین نے عہد سلطنت سلیمان علیہ السلام مین سکھلایا یا جو بابل کے ملکین سے سیکھا گیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ عملیات
بے معلوم بلکہ شیطانی جادو سیکھا کرتے ہین قولہ تعالے۔ ولکن الشیاطین کفروا۔ محتمل ہے کہ شیاطین حقیقی مراد ہون یعنے سلیمان علیہ السلام سحر سے
پاک تھے اور یہودیون کا دعوی غلط ہے بلکہ شیاطین ہی کے کفر کی یہ حرکت تھی اور محتمل ہے کہ شیاطین حقیقی مع شیطان خصلت آدمیون کے جو شیاطین
الانس کہلاتے ہین دونون مراد ہون کیونکہ جن آدمیون نے سیکھا یہی لوگون کو سکھلاتے تھے اور بابل ایک مقام ہے جسکی تعیین مین اختلاف
واقع ہوا بعض نے کہا کہ مراد مغرب ہے مین کہتا ہون کہ بلاد یورپ مین جادو کے خیالات بکثرت جاری تھے بعض نے کہا کہ نصیبین اور بعض نے کہا
کہ نہاوند اور بعض نے کہا کہ کوہ دماوند اور سابق روایت ابن عباس رض و قول ابن مسعود رض سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین کوفہ ہے اور بعض نے کہا کہ سواد عراق مین
ایک شہر ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ بابل سے عراق مراد ہے کیونکہ حضرت علی رض کا گذر بابل سے ہوا تو موذن نے اذان عصر کی اجازت چاہی تو آپ نے
اجازت نہ دی یہانتک کہ وہان سے نکل گئے تب اجازت دی اور بعد نماز کے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ زمین
مقبرہ مین نماز پڑھون اور مجھے منع فرمایا کہ زمین بابل مین نماز پڑھون کیونکہ وہ زمین ملعونہ ہے (رواہ ابوداؤد و ابن ابی حاتم) اور
ابوداؤد نے بعد روایت کے سکوت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اُسمین نماز مکروہ ہے جیسے قوم ثمود کی بستی مین مکروہ ہے جہان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا کہ تم لوگ اس قوم معذبین کے وہان مت جاؤ الا اس حالت سے کہ تم اللہ عزوجل کے خوف سے
روتے ہوئے ہو کیونکہ اللہ تعالی غنی حمید ہے وہ کچھ پروا نہین کرتا ہے چنانچہ گیارھوین پارہ مین غزوۂ تبوک کی تفصیل مین انشاء اللہ تعالی آویگا
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ علمائے ہیئت کے نزدیک بابل کی بلندی بحر اوقیانوس یا بحر ظلمات سے ستر درجہ ہے اور بعد عرضی خط استوا سے ۳۲ بتیس
درجہ ہے واللہ تعالی اعلم خطیب وغیرہ نے لکھا کہ بابل اسکا نام اسوجہ سے ہوا کہ نمرود ملعون نے جب ابراہیم علیہ السلام سے خوف کھایا اور
دیکھا کہ آگ نے انکا ایک رونگٹا بھی نہین جلایا تو آیندہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعرض کرنے سے اُسکے دل مین دہشت بیٹھ گئی اور اُسنے دیکھا
کہ ایسی حالت مین لوگ خواہ مخواہ دین ابراہیم علیہ السلام کی جانب رجوع کرینگے تو فرعون کی طرح اُسنے حیلہ بازی کی کہ ایک مکان بلند بناؤ جسپر چڑھکر آلہ
ابراہیم علیہ السلام سے مقابلہ کرون تاکہ اس حیلے سے لوگون کو ایک مدت غیر معین تک دین حنیف سے روکے اور اُسنے بیابان بابل کو مکان کے واسطے
مختص کیا اور اس الاٹ کے بلند بنانے مین ایک زمانہ دراز گذرا اگرچہ وہ کئی کوس تک بلند ہو گئی لیکن اُسکو آسمان سے کیا مناسبت تھی ناگاہ
حق عزوجل نے اُسپر بجلی گرائی جسکے صدمہ سے معمارون کے کلیجے پھٹ گئے اور کوسون کے فاصلہ پر جو آبادیان واقع تھین اُنکے دلون
مین اسقدر رعب پہونچا کہ زبانین بلبلانے لگین اور آیندہ مزدور نہ ٹھہر سکے کیونکہ ایک دوسرے کی بولی نہین سمجھتا تھا اسی سے بابل اسکا
نام ہوا اور بیان محقق یہودیون سے یہ روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالی نے اُنکی زبانون مین فرق ڈالدیا تاکہ ایسا نہ کرین کہ لوگ ایک مذہب پر متفق ہوجائین

اللہ تعالیٰ کے بھید سے واقف ہو جاویں حتی کہ انھوں نے اسکو اپنی کتابوں میں درج کر دیا بلکہ انکے قدم بقدم نصاریٰ نے بھی اپنی کتابوں
میں لکھ لیا پس ان مجسمہ فرقوں کو دیکھو جنکو معرفت الٰہی سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور نور عقلی اگر کچھ تھا تو بالکل بجھ گیا ممکن ہے کہ [illegible]
سابقین کے مانند حواس ہی کی کوئی باریک بات کہتے بلکہ محسوس ہونے والی سی باتیں کہتے ہیں اور چونکہ زیادہ سمجھ نہیں ہے اسیوجہ سے باریک
باتوں سے انکار کرتے ہیں اسیواسطے اس زمانہ میں ان لوگوں نے خوب پھیلایا کہ کوئی جن نہیں ہے اور اس خیال میں بہت سے احمق
مبتلا ہو گئے اور عنقریب اس بارہ میں تحقیق لطیف آویگی [illegible] قولہ وما انزل علی الملکین ببابل الخ آپ پہلے اشارہ گذرا کہ اس کلام کی تفسیر میں
وجوہ اختلاف بربنائے اعراب کلام ہیں - اول عطف ما انزل - یا تو ما تتلوا الشیاطین پر ہے یا ما کفر سلیمان پر ہے اور الملکین بفتح لام سے فرشتہ
یا بکسر لام یعنی بادشاہ ہے اور قوی وجوہ میں سے اگر عطف ما کفر سلیمان پر ہو تو مشہور ہے کہ ان لوگوں نے کتاب الٰہی کو بالائے طاق رکھ کر
اعراض کیا اور اس سحر کی اتباع کی جو بعہد سلطنت سلیمان علیہ السلام میں شیاطین خفیہ طور سے لوگوں کو پڑھاتے اور اسکی صورت یہ تھی کہ شیاطین آسمان
کی بلندی پر چڑھ کر ملائکہ کی باتوں میں سے کچھ سن لیتے [illegible] شان الٰہی عز وجل [illegible] اور ان کے ساتھ [illegible]
کفر و شرک و شیطان کا وجود ہی باقی نہ رکھتا [illegible] شیاطین [illegible] آدمی [illegible]
[illegible] شیطان ہوتا ہے یہ واقعہ اتفاق [illegible] اسکے قائل ہو جاتے اور اس [illegible]
شیطان الٰہی زبان سے بہت سے باطل و کفر و شرک [illegible] اسکی کرامت کا اعتقاد [illegible]
بہت سے باطل باتوں کو جو خلاف توحید [illegible] کتاب الٰہی عز وجل کو بالائے طاق [illegible] اور ذوق
توحید و علم کتاب سے پہلے ہی محروم ہو چکے تھے اور جو کوئی عالم باقی رہا [illegible] جاتا اسواسطے [illegible]
[illegible] قدم رکھا [illegible] عالم کو [illegible] دشمن [illegible] اور اولیاء [illegible] شیطان میں فرق نہیں کر سکتا
تھے اور [illegible] سے جب آدمی ساحر [illegible] شیاطین [illegible] حواس آدمی [illegible] ظاہر کرے
کیونکہ [illegible] اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جمال [illegible] ذریعہ [illegible] اور وہ [illegible] اگر [illegible]
ساحر ہو اگرچہ وہ کرشمہ دکھلاوے اور اگر اس [illegible] خارج ہو [illegible]
الٰہی عز وجل [illegible] کیونکہ جانیں [illegible] کتاب الٰہی [illegible]
پھر وہ [illegible] اس [illegible] تو کیونکر [illegible] عز وجل [illegible]
تو کمال اہتمام سے مؤکد فرمایا کہ کتاب الٰہی میں [illegible] انکار [illegible] بالکل [illegible] اعتقاد کیا [illegible]
[illegible] من عند اللہ مصدق لما معہم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتٰب کتٰب اللہ وراء ظہورھم کانھم لا یعلمون واتبعوا ما تتلوا الشیٰطین
علیٰ ملک سلیمان پس ان لوگوں نے [illegible] شیطانی [illegible] کتاب الٰہی [illegible] آدمی [illegible]
[illegible] وہ اقوال قبول کیے جو [illegible]
[illegible] کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے منکر ہو جاتا [illegible] شیاطین [illegible] سلیمان ساحر [illegible] تعالیٰ نے
رد فرمایا کہ ما کفر سلیمان - اور - ما انزل علی الملکین [illegible]
اور اگر عطف اول ہو تو [illegible] کتاب الٰہی عز وجل [illegible]

اور جو اُنھوں نے بابل کے ملکین ہاروت و ماروت سے سیکھا مَلِکین۔ اگر بکسر لام معنی دو بادشاہ ہو چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت ہو کہ
وہ دو جادوگر تھے اور اگر مَلَکین بفتح لام یعنے دو فرشتہ ہو تو محتمل ہو کہ اُنھین دونون بادشاہون کو بوجہ ذاتی تقویٰ و پرہیزگاری کے فرشتہ کہدیا
اور محتمل ہو کہ درحقیقت یہ دونون آسمانی فرشتہ ہون جو امتحان کے واسطے ماہیت انسانی مین بدل دیے گئے ہون اور یہ اللہ تعالیٰ کی
قدرت بدیہی ہو جیسے عصاے موسیٰ علیہ السلام کبھی وقت اژدہا کردیا جاتا تھا پھر بدل کر لکڑی کا عصا کردیا جاتا تھا اور چونکہ ان دونون
فرشتون کو بابل مین ماہیت بدلنے کے بعد بادشاہت کی حالت مین رکھا گیا تھا اسیواسطے اُنکو دو بادشاہ کہا گیا اور چونکہ ماہیت بدلنے کے بعد وہ دونون
انسانی خلقت مین جادوگر کیے گئے تھے یعنے اُنکو حکم دیا گیا تھا کہ جو کوئی سیکھے اُسکو جادو سکھلا دین لیکن پہلے بہت منع کرین کہ یہ فتنہ ہو اور تو سیکھنے سے
کافر ہو جائیگا۔ اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم لیکن بیضاویؒ نے کہا کہ یہ جو روایت آئی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے
کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کے لیے سحر سکھلانے کے لیے اُتارے گئے تھے اور یہ دونون مثل آدمی کے کردیے گئے اور اُنمین شہوت مرکب کردی گئی
مین اُنھون نے ایک عورت زہرہ سے تعرض کیا جسنے اُنکو گناہون اور شرک پر برانگیختہ کیا اور خود اُنکی تعلیم سے آسمان پر جاکر مسخ ہوکر ستارہ
ہوگئی (بیضاوی نے کہا کہ یہ یہودیون کی حکایات ہین اور ظاہرا اگلون نے اسکو بطور رمز بیان کیا ہو" شیخ الاسلام زکریاؒ نے کہا کہ رمز
سے یہ مراد ہو کہ عقل و نفس مطمئنہ دو فرشتے ہین اور زہرہ نفس امّارہ ہو اور آسمان کا چڑھنا اُسکی سوت ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل ضعیف ہو بلکہ شیخ
محی الدین بن عربی نے فرمایا کہ جسم انسانی مین اسکی تاویل یہ ہو کہ عقل نظری و عقل عملی دو قوت ملکیہ ہین جو نفس ناطقہ جسمانی سے متعرض ہوکر
سینہ کی چاہ تاریک مین قید ہین اور بمقتضاے طبیعت دونون نے گناہ و شرک کی جانب میل کیا لیکن نفس ناطقہ نے تربیت حاصل
کر کے مبدأ اعلیٰ یعنے عقل کلی کی جانب رجوع کیا مترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل مقبول ہو اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ آیت قدسی کی تفسیر ہو امام
بغوی و بیضاوی کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہو کہ ہاروت و ماروت دو آدمی متقی و پرہیزگار فرشتہ خصلت تھے جو امتحاناً جادو سکھلانے کے واسطے
متعین ہوئے اور جادو اُنکو الہام کیا گیا لیکن شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ متعدد طرق سے مسند احمد و صحیح ابن حبان و سنن بیہقی وغیرہ مین مرفوع ہو
اور حضرت علی و ابن مسعود و ابن عباسؓ وغیرہم سے باسانید صحیحہ مروی ہو شیخ سیوطیؒ نے کہا مین نے اس قصہ کو علیحدہ رسالہ مین لکھا ہو اور
بیضاویؒ نے جو اسکو رمز پر محمول کیا تو شاید ان روایات پر وقوف نہین ہوا تو اسکو مستبعد خیال کیا مترجم کہتا ہو کہ بعید خیال کرنے کی وجہ یہ ہو
کہ اگر فرشتہ معصوم نہو تو انبیاء علیہم السلام پر جو کچھ وحی لاتا ہو اس سے اعتماد اُٹھ جاوے لیکن بیضاویؒ نے اچھی طرح غور نہین کیا کیونکہ اصل قصہ کا
حاصل یہ ہو کہ ملائکہ نے بنی آدم کے گناہون پر طعن کیا اور مقتضاے شہوت سے اُنکو معذور نہین رکھا پس اللہ تعالیٰ نے امتحاناً انمین سے دو فرشتون کی
ماہیت بدل دی پس جب اُنکی ماہیت بدل گئی تو وہ فرشتے کے حکم مین باقی نہین رہے پس کوئی وجہ اعتراض نہین ہو مترجم کہتا ہے
کہ اس زمانہ مین جو احمق معترض ہوتے ہین وہ دو طرح معترض ہین اوّل یہ کہ جادو کوئی چیز نہین ہو دوم یہ کہ بابل مین تلاش کرنے سے ان
دونون فرشتون کا وجود نہین ملتا ہو اور یہ دونون امر دلیل ہین کہ اعتراض کرنے والے محض جاہل ہین چنانچہ پہلے اس بارہ مین روایات سلف صالحین
ذکر کرنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کلام آویگا اور حاصل مقام یہ ہو کہ جو شخص عقل و فطنت رکھتا ہو اگر سمجھ جائے تو بہتر ہو ورنہ آیات الٰہی عزوجل سے
منکر ہوکر کافر نہ بنے چنانچہ قاسم بن محمدؒ نے فرمایا کہ خواہ یہ دونون ہاروت و ماروت دو شخص ہون یا دو فرشتے ہون جو سحر کی تعلیم کرتے تھے بہر حال مین اپنے
رب عزوجل کے کلام پر ایمان لایا ہون (رواہ ابن جریرؒ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بہت سے علماے سلف کا مذہب یہی ہو کہ یہ دونون یقیناً
آسمانی دو فرشتے تھے جو زمین مین اُتارے گئے تھے۔ (ذکر احادیث و آثار) عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے

کہ جب اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو زمین میں اُتارا تو ملائکہ نے کہا کہ الٰہی تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بناویگا جو زمین میں فساد و خونریزی کریگا حالانکہ ہم لوگ تیری تسبیح کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو ملائکہ نے کہا کہ بنی آدم سے ہم زیادہ مطیع ہیں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنوں میں سے دو فرشتے منتخب کرو جنکو ہم زمین پر اُتاریں پھر دیکھو کیسی حرکات کرتے ہیں تو انھوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا پس یہ دونوں زمین پر اُتارے گئے اور ایک عورت زہرہ نہایت خوبصورت انکے واسطے متمثل ہوئی پس ان دونوں نے اُسکی درخواست کی تو اُسنے انکار کیا مگر ایک شرط سے کہ وہ عورت جو شرک کرتی تھی وہی کلمہ کہیں لیکن دونوں نے کلمہ شرک سے انکار کیا اُسنے کہا کہ پھر وصال کی بھی کوئی صورت نہیں ہے پھر چند روز کے بعد ایک لڑکا ساتھ لیے ہوئے آئی تو پھر ان دونوں نے اُس سے درخواست کی اُسنے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ تم اس لڑکے کو قتل نکرو مگر ان دونوں نے اُسکے قتل سے انکار کیا پھر وہ اس لڑکے کے ساتھ واپس چلی گئی پھر ایک مدت کے بعد آئی اور وہ لڑکا بھی مع شراب کے اُسکے ساتھ تھا پھر ان دونوں نے اُس سے درخواست کی تو اُسنے کہا کہ نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تم شراب پیو تو ان دونوں نے شراب کو آسان سمجھکر پی لیا اور نشہ کی حالت میں اس عورت سے اختلاط کیا پھر فضیحت سے خوفناک ہو کر اُس لڑکے کو قتل کر ڈالا پھر جب ہوش میں آئے تو عورت نے کہا کہ تمنے آخر اس لڑکے کو قتل کیا اور جس سے انکار کیا تھا وہی پیش آیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرشتوں کو عذاب دنیا و عذاب آخرت میں مختار کیا تو ان دونوں نے عذاب دنیا اختیار کر لیا (رواہ احمد و ابن حبان فی صحیحہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد کے سب راوی ثقات ہیں سوائے موسیٰ بن جبیر کے کہ وہ البتہ مستور الحال ہے اور اس روایت میں متفرد ہے لیکن ابن مردویہ نے موسیٰ بن جبیر سے اسکی متابعت روایت کی مترجم کہتا ہے کہ تقریب میں اسکو بھی مستور الحال لکھا ہے اور ابن جریر نے سنید بن داؤد کے طریق سے نافع سے روایت کی کہ میں سفر میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھا ایک روز رات میں مجھسے دو تین مرتبہ پوچھا کہ ستارہ زہرہ نکلا یا نہیں میں نے کہا کہ نہیں پھر جب نکل آیا تو میں نے کہا کہ وہ ستارہ نکل آیا تو آپ نے فرمایا کہ لا مرحبا لہ ولا اھلا تو میں نے عرض کیا کہ سبحان اللہ آپ ستارہ کے حق میں ایسا فرماتے ہیں جو اپنے رب عزوجل کا سامع و مطیع ہے ابن عمرؓ نے کہا کہ میں نے تو وہی کہا ہے جو آنحضرت صلعم سے سنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نے اپنے رب عزوجل سے عرض کیا کہ اے پروردگار تو بنی آدم کی خطاؤں پر تحمل فرماتا ہے اور اُنکو عذاب نہیں فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اُنکو امتحان میں مبتلا کیا ہے اور تمکو عافیت دی ہے ملائکہ نے عرض کیا کہ اگر ہم انکی جگہ ہوتے تو تیری نافرمانی نکرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنوں میں سے دو فرشتے اختیار کرو پس انھوں نے بہت کوشش سے ہاروت و ماروت کو چھانٹا ۔ الخ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت میں سنید بن داؤد صاحب تفسیر میں کلام کیا گیا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت عبداللہ بن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ کعب احبار سے لی ہے چنانچہ عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں بجاے نافع کے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ میرے باپ نے کعب احبار سے روایت کی کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں بنی آدم کے گناہوں کی مذمت کی تو اُنسے کہا گیا کہ تم اپنوں میں سے دو فرشتوں کو چھانٹو پس اُنھوں نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کو حکم دیا کہ تم کچھ شرک نہ کیجیو اور زنا نکیجیو اور نہ شراب پیجیو اور فرمایا کہ آدمیوں کے پاس میں رسول بھیجتا ہوں اور میرے تمہارے درمیان میں کوئی رسول نہیں ہے کعبؓ نے کہا کہ جس دن دونوں اُتارے گئے تھے واللہ اُس دن شام نہیں ہونے پائی تھی کہ اُنھوں نے وہ کام پورے کیے جنسے منع کیے گئے تھے (رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم) اور اُسکی اسناد اصح و اثبت ہے اور اُسکے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں اور نافع کی بنسبت سالم خود زیادہ اثبت ہیں تو معلوم ہوا کہ اس روایت کا مدار کعب احبار پر ہے جو حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور سابق میں علماے یہود میں بہت بڑے عالم تھے اور کعب احبار نے بلاشک اس قصہ کو کتب یہود سے نقل کیا پھر شیخ ابن کثیرؒ نے آثار نقل فرمائے چنانچہ ابن جریر نے باسناد جید حضرت علیؓ سے روایت کی

کہ زہرہ ایک خوبصورت عورت فارسی تھی جسنے ملکین ہاروت و ماروت کے حضور مین اپنا مقدمہ پیش کیا یعنے کسی معاملہ مین نالش کی پس
ان دونون نے اسکی خوبصورتی پر عاشق ہو کر وصال کی درخواست کی تو اُسنے انکار کیا مگر اس شرط سے کہ اُسکو وہ بات بتلادین جسکے کہنے
سے آسمان پر چڑھ سکے تو ان دونون نے اسکو یہ کلام سکھلا دیا پس وہ آسمان پر چڑھی لیکن مسخ کر کے تارا کر دی گئی شیخ ابن کثیر
نے کہا کہ اسکے راوی تو ثقات ہین لیکن یہ روایت شاذ ہے اور ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے بھی حضرت علی سے وما انزل علی الملکین کی تفسیر مین
روایت کیا کہ یہ دونون آسمانی فرشتے تھے بلکہ حضرت علی سے مرفوع روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی لعنت کرے زہرہ کو کہ اُسی نے ہاروت و ماروت
دونون فرشتون کو امتحان مین ڈالا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ دونون روایتین منکر و غیر صحیح ہین واللہ تعالی اعلم اور ابن جریر نے ابن مسعود و ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب زمین مین آدمیون کی کثرت ہو گئی اور انھون نے نافرمانیان کین تو ملائکہ و زمین و پہاڑون نے بد دعا کی
کہ الٰہی انکو ہلاک کر دے تو اللہ تعالی نے ملائکہ کو وحی فرمائی کہ مین نے تمھارے دلون سے شہوت و شیطان کو دور کیا ہے
اور آدمیون کے دلون مین شہوت و شیطان کو ڈال دیا ہے اور اگر شہوت و شیطان تمھارے دلون مین ڈالا جاتا تو تم بھی ایسا ہی کرتے پس ملائکہ
نے آپس مین باتین کین کہ اگر ہم مبتلا ہوتے تو بھی اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کرتے پس اللہ تعالی نے ملائکہ کو حکم کیا کہ تم ملائکہ مین سے
اختیار کرو بلکہ دو شخصون کو چن لو پس انھون نے ہاروت و ماروت کو چن لیا اور یہ دونون زمین مین اتارے گئے اور یہان اہل فارس مین سے
ایک عورت خوبصورتی کی صورت مین جسکو بیدخت کہتے تھے زہرہ اتاری گئی پس یہ دونون اسکے ساتھ مبتلا ہو کر گناہ کر بیٹھے اور ملائکہ کی
سمجھ مین آگئی کہ اہل زمین کے واسطے مغفرت مانگتے تھے کما قال تعالی ویستغفرون للذین آمنوا الآیۃ پھر جب ہاروت و ماروت سے یہ گناہ سرزد ہوا
تو اہل زمین کے واسطے مغفرت چاہنے لگے کما قال تعالی ویستغفرون لمن فی الارض الا ان اللہ ہو الغفور الرحیم پھر ہاروت و ماروت کو
عذاب دنیا و عذاب آخرت مین مختار کیا گیا پس انھون نے عذاب دنیا کو اختیار کر لیا ابن جریر اور اسکی اسناد مین علی بن زید بن جدعان ہین اور اس مین
کلام کیا گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے اور ترمذی نے اسکی حدیث کو حسن کہا اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ مین حضرت عبداللہ
بن عمر کے ساتھ سفر مین تھا کہ ایک رات اپنے غلام سے کہا کہ دیکھ ستارہ حمرا طلوع ہوا ہے یا نہین پھر اُسکی نسبت کہا کہ لا مرحبا ولا اہلا ولا حیاہا
اللہ اور یہی وہ ستارہ ہے جسنے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا اور واقعہ یہ ہوا کہ ملائکہ نے کہا کہ اے رب کیونکر آدمیون کو مہلت دیتا ہے
جو باہم خونریزی کرتے اور حرام سے نہین بچتے اور زمین مین فساد کرتے ہین تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ مین نے انکو مبتلا کیا ہے اور اگر
تمکو اس امتحان مین مبتلا کرون تو تم بھی وہی کروگے جو یہ کرتے ہین ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب ہم ایسا نہ کرینگے تو حکم ہوا کہ اچھا تم ملائکہ
مین سے دو شخصون کو چن لو پس انھون نے ہاروت و ماروت کو چن لیا اور اللہ تعالی نے انکو فرمایا کہ مین تمکو زمین مین اتارتا ہون اور عہد
لیتا ہون کہ تم میرے ساتھ شرک نہ کرنا اور زنا نہ کرنا اور خیانت نہ کرنا پس یہ دونون زمین مین اتارے گئے اور اللہ تعالی نے ان پر شہوت ڈالی اور
انکے واسطے زہرہ بہت خوبصورت عورت کی شکل مین اتاری گئی پس یہ دونون اسکے عاشق ہو کر اسکو بہلایا تو اُسنے کہا کہ مین ایسے دین پر
اور دین ہی پر ہون کہ اسکا ... پس ان دونون نے کہا کہ تیرا دین کیا ہے تو اُسنے کہا کہ مین مجوسیہ ہون تب انھون نے کہا کہ یہ
تو شرک ہے ہم اسکو نہ کرینگے اور وہ چلی گئی پھر چند روز کے بعد ان کے سامنے ظاہر ہوئی پس ان دونون نے اسی وصال کی درخواست کی تو اُسنے کہا کہ
مجھے تمھاری خاطر منظور ہے لیکن میرا شوہر ہے اور مین اس بات سے ڈرتی ہون کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو جاوے پس تم مجھے ایسی بات بتلاؤ
کہ جس سے مجھے آسمان پر لیجاؤ آخر ان دونون نے اسکے دین کا اقرار کیا اور اس سے جو چاہتے تھے وہ فعل کیا اور اسکو آسمان پر لے گئے

لیکن ان دونون کے پر کٹ گئے اور زمین پر گر پڑے اور زہرہ اسی سے لپٹی ہوئی اور یہ دونون خائف و نادم ہو کر زمین پر روتے رہے اور اُس زمانہ مین
ایک پیغمبر تھا جو ہر دو جمعہ کے بیچ مین دعا کیا کرتا تھا اور جمعہ کو اسکی قبولیت ہوتی تھی تو یہ دونون کہنے لگے کاش ہم اس پیغمبر کے پاس درخواست
کرین تاکہ وہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین توبہ مانگے پس ان لوگون نے جا کر اس پیغمبر سے درخواست کی تو اُسنے کہا کہ اہل زمین کیونکر
آسمانون کے لیے توبہ کی دعا مانگین ان لوگون نے عرض کیا کہ ہم لوگ مبتلا ہو کر امتحان کیے گئے تھے تو پیغمبر نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن مجھ
پاس چلے آنا پس جمعہ کے روز یہ لوگ گئے تو کہا کہ تمہارے بارہ مین مجھکو کچھ جواب نہین ملا پس یہ لوگ دوسرے جمعہ تک ٹھہرے تو فرمایا کہ تمہارے بارہ
مین حکم الٰہی پہونچا کہ تم لوگ عذاب دنیا و عذاب آخرت مین سے کوئی اختیار کرو پس اگر دنیا مین عافیت چاہتے ہو تو آخرت مین عذاب ہوگا یا عذاب
دنیا اختیار کرو تو آخرت مین تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر پہونچو گے پس ان دونون مین سے ایک نے کہا کہ ابھی دنیا مین سے تھوڑا عرصہ گذرا ہے دوسرے نے کہا
کہ ای کمبخت پہلی بات مین مین نے تیرا کہنا مانا تھا اور اب تو میرا کہنا مان کیونکہ عذاب آخرت دائمی ہے تو اسکے ساتھ اس عذاب دنیا کو کوئی نسبت ہی
نہین جو ایک دن زائل ہو جائیگا دوسرے نے کہا کہ ہم عذاب دنیا اختیار کرین تو بھی قیامت مین اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہین اور معلوم نہین کیا ہو
پس دوسرے نے کہا کہ مجھکو قوی امید ہے کہ جب ہم نے آخرت کے خوف سے عذاب دنیا اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو ہمپر دونون عذاب
جمع نہین فرمائیگا پس دونون نے عذاب دنیا اختیار کیا پس یہ دونون ایک انگیٹھی کی مانند آہنی زنجیرون مین [illegible] ابن کثیر نے
کہا کہ اس روایت کی اسناد جید ہے پس یہی صحیح ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بیان کو کعب احبار رحمہ اللہ کی روایات سے لیا ہے
اور مرفوع حدیث ہونے سے یہ انسب و اشبہ ہے اور باقی امر جو ان روایات مین مذکور ہے کہ زہرہ شکل عورت کی بنائی گئی وہی حضرت علی
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا تو یہ روایت نادر و غریب ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے اسکو زہرہ سے
تشبیہ دی گئی چنانچہ ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ جب آدم علیہ السلام کے بعد ایک زمانہ گذرا [illegible]
تو ملائکہ سماوی نے جناب باری تعالیٰ مین عرض کرنا شروع کیا کہ اے رب تعالیٰ یہ وہ عالم ہے جسکو تونے اپنی عبادت و طاعت کے
لیے پیدا فرمایا تھا حالانکہ یہ لوگ کفر و قتل و حرامکاری و حرامخوری و چوری و شرابخوری مین مبتلا ہو رہے ہیں پس ملائکہ نے ان پر بددعا کرنی
شروع کی تو ارشاد ہوا کہ وہ لوگ غیب مین ہین لیکن ملائکہ نے [illegible] اگر تم لوگ انکی جگہ ہوتے تو تم بھی ایسا ہی کرتے تم مین سے دو فرشتے
اختیار کرو پس انہون نے ہاروت و ماروت کو چن لیا پس وہ دونون زمین پر اتارے گئے اور ان دونون مین شہوت رکھی گئی جیسی کہ
آدمیون مین ہوتی ہے اور حکم دیا گیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے شرک مت کیجیو اور کسی نفس محترم کو قتل مت کیجیو اور مال حرام مت کھائیو اور
زناکاری و چوری و شرابخواری سے بھی منع کر دیا گیا پس یہ لوگ ایک مدت تک زمین پر [illegible] حق کیساتھ لوگون مین
عدل و انصاف سے حکم فرماتے رہے اور یہ زمانہ حضرت ادریس علیہ السلام کا وقت تھا اور اس زمانہ مین ایک عورت نہایت خوبصورت تھی
جسکی خوبصورتی کو عورتون کے درمیان ایسی فضیلت تھی جیسی زہرہ کو تمام کواکب مین ہے ایک مرتبہ یہ دونون اس عورت سے دوچار ہوئے اور
اس سے شیرین لبھانے والی باتین کرکے وصال کی خواہش ظاہر کی تو وہ انکار کر گئی الا اس شرط پر کہ دونون اسکا دین قبول کرین اور ان
دونون نے پوچھا کہ تیرا کیا دین ہے تو اُسنے ایک بت نکال کر کہا کہ مین اسکی پرستش کرتی ہون جب ان لوگون نے اس شرط کو دیکھا تو فرمایا کہ ہم
[illegible] لیکن جوش شہوت پھر ان دونون کو اسکے پاس لے گیا لیکن اُسنے پھر اُسی شرط سابق کا اظہار کیا لیکن ان دونون نے شرک سے
انکار کرکے واپس آئے مگر جوش شہوت نے انکو چھوڑا نہین پھر اسکے بہلانے کے واسطے گئے جب آئے دیکھا کہ یہ لوگ بہت آمادہ ہین

تو کہنے لگی کہ تم تین باتون مین سے ایک بات اختیار کرو یا تو اس بُت کی عبادت کرو یا اس شخص کو قتل کر دو یا میرے ساتھ شراب پیو آخر ان
دونون نے شراب خواری کو آسان سمجھکر شراب پی اور جب شراب کے نشہ مین مخمور ہوئے تو اس عورت سے زنا کیا پھر وہان ایک شخص سے ڈرے کہ
شاید اسنے مجھ سے لوگون کو آگاہ کرے پھر اسکو ناحق قتل کر ڈالا پھر جب نشہ سے ہوش مین آئے اور اپنی بدکرداریون سے واقف ہوئے تو چاہا کہ
آسمان کو اڑ جاوین لیکن اسکی قوت نہ پائی اور انکے درمیان مین روک کر دیگئی اور جب ملائکہ آسمانی نے انکو دیکھا کہ کیسی ناگوار معصیات مین
گرفتار ہوئے ہین تو انھون نے سخت تعجب کیا اور پہچانا کہ جو شخص پردۂ غیب مین ہو اسکو خوف کم ہوتا ہے پھر اسکے بعد اہل زمین کے واسطے
استغفار کیا کرتے تھے چنانچہ اسی افادہ کے واسطے نازل ہوا قولہ تعالے - والملائکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض - پھر ان دونون کو
اختیار دیا گیا کہ عذاب دنیا و آخرت مین سے ایک کو پسند کرین تو انھون نے عذاب دنیا کو پسند کیا پس وہ دونون بابل مین رکھے گئے کہ ان پر آتشی عذاب
ہوتا ہے - رواہ الحاکم وصححہ - شیخ ابن کثیر نے کہا کہ زہرہ کے بارہ مین یہ قول قریب ہے کہ وہ حسن مین مشابہ زہرہ تھی لیکن ابن ابی حاتم نے دوسری
اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی جسمین یہی قصہ اس طرح مذکور ہے کہ فرشتون نے آدمیون کی معصیات دیکھکر جناب باری تعالی مین
عرض کیا کہ یہ لوگ باوجود فسق و فجور مین مبتلا ہین تو حکم ہوا کہ تم لوگ اپنون مین سے تین فرشتے اختیار کرو پس انھون نے تین فرشتے چنے تا کہ
انمین آدمیون کی شہوت رکھی جاوے اور زمین مین توحید کے ساتھ عبادت کرین اور لوگون کے درمیان عدل کے ساتھ حکم کرین اور شرابخواری
و قتل نفس محترم و زناکاری و بت پرستی وغیرہ فجور سے منع کر دیا گیا لیکن تینون فرشتون مین سے ایک فرشتے نے اپنے آپکو اس امر سے بچا لیا پس
دو فرشتے باوجود شہوت کے زمین مین آئے پھر یہان ایک عورت ناہید نام جو اپنے وقت مین حسن و جمال مین مشہور تھی انکے سامنے ہوئی اور
مبتلا ہوکر دونون نے اس سے نفس کی خواہش کی مگر اسنے یہ شرط لگائی کہ شراب پیو اور میرے بت کو سجدہ کرو اور میرے اس پڑوسی کے
لڑکے کو قتل کر دو پس کہنے لگے کہ ہم بت کو تو سجدہ نہین کرینگے لیکن آخر شراب پی اور مستی مین عورت سے زناکاری و بت پرستی کا ارتکاب کیا اور
فضیحت کے خوف سے اس نفس محترم کو بھی قتل کر ڈالا الا انکہ جو ہونا تھا انھون نے اسے وہ کلمات بتلا دیے جو سیکھ لیے تھے کہ جنسے آسمان کو اڑ جایا کرتے
پس وہ مسخ کر کے انگارہ کر دی گئی اور ان دونون کو سلیمان علیہ السلام نے کہلا بھیجا کہ عذاب دنیا و آخرت مین سے ایک اختیار کرو پس انھون نے
عذاب دنیا اختیار کیا اور آسمان و زمین کے درمیان لٹکائے گئے - شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ روایت غریب منکر ہے اور عبدالرزاق نے باسناد
صحیح عبیداللہ بن عتبہ تابعی سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو اسواسطے اتارے گئے تھے کہ لوگون مین عدل کے
ساتھ حکم کرین اور اسکی وجہ یہی تھی کہ ملائکہ نے آدمیون کے حاکمون سے تمسخر کیا یعنی انکو ظالم و فاسق ٹھہرایا پھر ان دونون فرشتون کے
پاس ایک عورت اپنی فریاد لائی کہ آخر اسکے حسن پر فریفتہ ہو کر اسکے ساتھ فجور مین مبتلا ہوئے پھر چاہا کہ آسمان کو اڑ جاوین لیکن روکے
دیے گئے اور عذاب دنیا و آخرت مین مختار کیے گئے آخر انھون نے عذاب دنیا اختیار کیا - ھ - معمر نے قتادہ سے روایت کی کہ یہ دونون سحر
سکھلاتے تھے اور انسے عہد لیا گیا تھا کہ کسیکو نہ سکھلاوین جب تک اُس سے یون نہ کہین کہ ہم لوگ تو فتنہ یعنی امتحان کیے گئے ہین پس
تو کفر مت کر - ھ - اور اسباط بن محمد نے سدی سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت کا قصہ یہ ہے کہ انھون نے اہل زمین کے احکام پر طعن
کیا تھا تو انسے کہا گیا کہ جو بنی آدم کو دس قسم کی شہوات دی ہین کہ انھین کی وجہ سے نافرمانیان کرتے ہین - ہاروت و ماروت
نے عرض کیا کہ الٰہی اگر یہ شہوات ہمین دی جاوین پھر ہم لوگ زمین مین اتارے جاوین تو بھی ہم تیری نافرمانی نہ کرینگے تو
حکم ہوا کہ اچھا اترو اور تمکو یہ دسون شہوات دیدین اور جا کر لوگون مین حکم کیا کرو پس دنیاوند کے بابل مین اتارے گئے پس ان

دونون کا دستور تھا کہ دن بھر حکم و تعلیم کرتے اور شام کو آسمان پر اڑ جاتے پھر صبح کو زمین پر آجاتے تھے یہانتک کہ ایک روز انکے پاس ایک
عورت نالش آئی جو اپنے شوہر پر فریاد کرتی تھی یہ دونون اُسکے حسن کو دیکھکر فریفتہ ہوگئے اور اس عورت کا نام عربی مین زہرہ ہے اور زبان
نبطی مین بےدخت ہے اور زبان فارسی مین ناہید ہے پس ہاروت و ماروت مین سے ایک نے کہا کہ یہ عورت تو میرے دل کو نہایت فریفتہ کرتی ہے
دوسرا بولا کہ مین خود تجھسے یہی کہنا چاہتا تھا مگر شرم سے نہین کہا پس اُس نے کہا کہ بھلا اُس سے وصال کی خواہش کرین تو دوسرے نے کہا کہ ہان لیکن
اللہ تعالی کے عذاب سے چھوٹنے کی کیا صورت ہے تو اُسنے کہا کہ اللہ تعالی ارحم الراحمین ہے پھر جب وہ اپنے شوہر پر مقدمہ لائی تو ان دونون
نے اُس سے وصال فجور کی درخواست کی تو وہ بولی کہ مین اسطرح نہین مانونگی جبتک کہ تم میرے شوہر پر حکم نہ دو پس ان دونون نے اُسکے
موافق اُسکے شوہر پر حکم دیدیا اور اس عورت نے ایک کھنڈل مین اُنسے وعدہ کیا جب یہ دونون وہان جمع ہوئے تو اُسنے کہا کہ اسطرح تو
مین نہ مانونگی جبتک کہ تم دونون مجھے وہ کلمات نہ سکھلاؤ جنکے ذریعہ سے تم آسمان پر چلے جاتے اور اتر آتے ہو پس ان دونون نے
اُسکو وہ کلمات سکھلا دیے پس وہ آسمان کو اڑ گئی لیکن بتقدیر الٰہی وہ کلمات بھول گئی جس سے اترتے تھے تو وہین رہ گئی اور اللہ تعالی نے
اُسکو مسخ کرکے کوکب زہرہ کر دیا چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ جب اُسکو دیکھتے تو لعنت کرتے تھے اور کہتے کہ اسی نے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا
تھا پھر جب رات ہوئی تو ہاروت و ماروت نے چاہا کہ آسمان پر جاوین تو اُنکو یہ قدرت حاصل نہ ہوئی اور اُنھون نے جان لیا کہ ہلاک ہوگئے
ہوچکے اور اُنھون نے عذاب دنیا اختیار کیا اور بابل مین لٹکائے گئے اور لوگون کو اپنا کلام سحر سکھلایا کرتے تھے۔ دوم۔ شیخ
ابن کثیر نے مجاہد سے بھی اسی کے مانند طویل روایت لکھی اور آخر مین ہے کہ جب یہ دونون عاجز ہوئے تو ایک آدمی کے پاس گئے اور
کہا ہمنے سنا ہے کہ ملائکہ تجھکو بھلائی کے ساتھ یاد کیا کرتے ہین پس تو ہمارے واسطے سفارش کر پس اُسنے اُنسے وعدہ کر کے وعدہ کیا اور
تیسرے روز شفاعت قبول ہوئی اور دونون فرشتون کو عذاب دنیا و عذاب آخرت مین اختیار دیا گیا پس اُنھون نے عذاب
دنیا اختیار کیا۔ سوم۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ ہاروت و ماروت کے قصہ مین ایک جماعت تابعین یا تبع تابعین سے مثل مجاہد و سدی
و حسن بصری و قتادہ و ابوالعالیہ و زہری و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان وغیرہم سے روایات ہین اور متقدمین و
متاخرین اہل تفسیر مین سے بکثرت لوگون نے اس قصہ کو نقل کیا ہے لیکن کچھ شک نہین ہے کہ یہ تفصیل بیانات حضرت
بنی اسرائیل سے منسوب ہوئی روایات ہین اور اس بارہ مین کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل الاسناد موجود نہین ہے اور قرآن مجید مین جو کہ اجمالی
دربارہ ہاروت و ماروت کے مذکور ہوا وہ کچھ اس تفصیل کو مستدعی نہین ہے پس ہم ایمان لاتے ہین کہ قرآن مجید مین جو کچھ اللہ تعالی نے فرمایا
اور جو کچھ اُس سے مراد لی وہ سب حق ہے اور ہمارا اعتقاد صرف اسی قدر پر تمام ہوتا ہے کہ ان لوگون نے کتاب الٰہی کو چھوڑ کر اس سحر کی اتباع کی جو
بابل مین ہاروت و ماروت پر بطور امتحان نازل کیا گیا تھا حالانکہ وہ دونون اپنا فتنہ ہونا اور کفر سے پرہیز کرنا بتلاتے تھے باوجود
اسکے ان لوگون نے نہ مانا پھر شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اس مقام پر ایک عجیب و غریب اثر وارد ہوا جسکا ذکر کرنا مناسب ہے اور وہ یہ ہے کہ امام ابو جعفر
ابن جریر نے کہا حدثنا الربیع بن سلیمان انا ابن وہب اخبرنی عبدالرحمن بن ابی الزناد حدثنی ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ انہا قالت قدمت علی
امرأۃ من اہل دومۃ الجندل الخ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ وفات سے قریب ہی مین
دومۃ الجندل کے لوگون مین سے ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی ہوئی آئی تاکہ اُن سے سحر کی چند باتین دریافت کرے جنمین وہ
اتفاق سے پڑ گئی تھی ولیکن اُسنے سحر کے موافق کوئی کام نہین کیا تھا عروہ نے کہا کہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے مجھسے فرمایا کہ میری آنکھ

لڑکے جب اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو روتی تھی اور ایسی زار زار روتی تھی کہ مجھکو بھی اسپر رحم آتا تھا اور وہ کہتی تھی کہ
مجھے نہایت خوف ہے کہ میں برباد ہو گئی کیونکہ میرا شوہر تھا وہ کہیں پردیس چلا گیا اور میرے پاس ایک بڑھیا آئی تو میں نے اُس سے اس امر
کی شکایت کی وہ کہنے لگی کہ جو میں بتلاؤں تو ویسا ہی کرے تو تیرا شوہر آجاویگا تو میں نے کہا کہ میں ضرور ایسا ہی کرونگی وہ کہنے لگی کہ اچھا
تو تیار رہ میں رات کو آؤنگی جب رات ہوئی تو وہ دو سیاہ کتے لیکر آئی اور ایک پر آپ سوار ہوئی اور کہنے لگی کہ دوسرے پر تو سوار ہو جا
پھر پلک مارنے کی دیر تھی کہ میں نے آنکھ کھولی تو اپنے آپکو بابل میں کھڑا دیکھا اور ناگاہ نظر اٹھا کر کیا دیکھتی ہوں کہ دو شخص اپنے پاؤں سے
لٹکے ہوئے ہیں وہ مجھے کہنے لگے کہ تو کیوں آئی ہے میں نے اُس بڑھیا کے کہنے سے کہا کہ میں سحر سیکھنے آئی ہوں تو کہنے لگے کہ ہم فتنہ ہیں
پس تو کفر مت اختیار کر اور یہاں سے اپنے گھر لوٹ جا لیکن بڑھیا کے سکھلانے سے میں نے انکار کیا اور کہا کہ میں ضرور سیکھونگی تو کہنے لگے
کہ اچھا اس تنور میں جا کر پیشاب کر جب میں گئی تو ڈر کے مارے میں نے پیشاب نہ کیا اور اُنکے پاس لوٹ آئی وہ دونوں کہنے لگے کہ تو نے
یہ کام کیا میں نے جھوٹ موٹ کہدیا کہ جی ہاں تو کہنے لگے کہ بھلا تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تو انہوں نے مجھے کہا
کہ تو نے ہرگز یہ کام نہیں کیا ہے اور اب بھی تو اپنے ملک کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر میں نے پھر نہ مانا اور یہی کہا کہ میں سیکھونگی تو کہنے لگے
کہ پھر اسی تنور میں جا کر پیشاب کر جب میں تنور پر گئی تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مجھکو خوف معلوم ہوا اور پھر میں ان دونوں کے
پاس لوٹ گئی اور کہا کہ میں نے یہ کام کر لیا انہوں نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا۔ وہ دونوں کہنے لگے
کہ تو جھوٹی ہے تو نے یہ کام ہرگز نہیں کیا اور اب بھی تو اپنے شہر کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر کیونکہ تو اپنے معاملہ میں ابتک معلوم ہوتی ہے
پھر میں نے نہ مانا اور اُن دونوں سے کہا کہ میں ضرور سیکھونگی تو انہوں نے کہا کہ اس تنور میں جا کر پیشاب کر اس مرتبہ جا کر میں نے اُس تنور
میں پیشاب کیا جب میں نے اسمیں پیشاب کیا تو دیکھا کہ مجھ میں سے ایک سوار مسلح نکلکر آسمان کو چلا یہانتک کہ میری نظر
سے غائب ہو گیا پھر میں اُن دونوں کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے وہ کام کر لیا انہوں نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ مجھکو
یہ نظر آیا کہ مجھ میں سے ایک سوار مسلح نکلکر جانب آسمان چلا اور ہوا میں اُڑتا ہوا میری نظر سے غائب ہو گیا یہ سنکر کہنے لگے کہ تو سچی ہے
اور یہ تیرا ایمان تھا جو تجھ میں سے نکلکر چلا گیا اور اب تو یہاں سے روانہ ہو۔ پھر میں نے اُس بڑھیا سے کہا کہ واللہ مجھے تو کچھ نہیں معلوم ہوا اور
نہ ان دونوں نے کچھ مجھے کہا وہ کہنے لگی کہ نہیں بلکہ تجھکو سحر حاصل ہو گیا اور اب تو جس چیز کا ارادہ کریگی وہ ہو جاویگا اچھا تو یہ بالی گیہوں
اسکو لے اور اسکو بو دے میں نے اسکو بویا اور کہا کہ اُگ تو وہ اسی وقت اُگا اور میں نے کہا کہ بالیان نکل آویں تو ناگاہ
سب بالیان نکل آئیں پھر میں نے کہا کہ تم خشک ہو جاؤ تو وہ سب خشک ہو گئیں پھر میں نے کہا کہ تم پس جاؤ تو وہ سب پس گئیں پھر میں نے کہا
کہ روٹیاں پک جاؤ تو وہ روٹیاں پک گئیں پھر جب میں نے دیکھ لیا کہ میں جس چیز کو چاہتی ہوں وہ ہو جاتی ہے تو میں نے اُسکو لاحاصل دیکھا اور
مجھپر ندامت طاری ہوئی کہ میں نے ایمان کھو کر اسکو پایا پھر کہنے لگی کہ اے ام المؤمنین واللہ میں نے کچھ نہیں کیا اور نہ میں کبھی کچھ کرونگی
اس قصہ کو ابن ابی حاتم نے بھی صحیح اسناد سے روایت کرکے اسقدر زیادہ روایت کیا کہ پھر اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم
سے اس معاملہ کو دریافت کیا حالانکہ اسوقت بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے لیکن سب خاموش ہو گئے اور نہ جانا کہ اس بارہ میں اس
عورت کو کیا جواب دیں لیکن ابن عباس سے یا ابن عباس کے پاس بیٹھنے والے کسی شخص سے ام المؤمنین حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کاش آپکے والدین زندہ ہوتے بیشک معرفت انکے واسطے خاص تھی۔ ہشام کہتے ہیں کہ آج اگر ہمارے پاس

۵۹

وہ آتی تو ہم ضرور اُسکو کچھ فتویٰ دیدیتے - ابن ابی الزناد کہتے تھے کہ ہشامؒ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تقویٰ و خوف الٰہی مین بدرجۂ کمال تھے اور ہمارا زمانہ یہ ہے اگر اب ایسی عورت آوے تو ہم اُسکے حق مین ضرور کوئی فتویٰ دین اور یہ بے علمی کا تکلف ہو - امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کی سناد جید ہے اور اسی اثر سے بعض لوگون نے استدلال کیا کہ ساحر کو یہ قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ اعیان کو بدل دے کیونکہ اُسنے بالی بوئی یہانتک کہ اُسکی روٹی پکائی اور دیگر علماء نے کہا کہ ساحر کو یہ قدرت ہرگز نہین حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ صرف تخیلات ہین مترجم کہتا ہے کہ یہی قول صحیح ہے کہ ساحرون کو قلب اعیان کی طاقت نہین ہوتی ہے کیونکہ ساحران فرعون نے کہا تھا کہ - ان لنا لاجرا ان کنا نحن الغالبین یعنی اگر ہم ہی غالب ہون تو ہمارے لیے اجرت ضرور ہو گی چنانچہ فرعون نے اسکو قبول کیا اور اسکے ساتھ یہ بھی بڑھایا کہ علاوہ اجرت و انعام کے تمکو اپنا مقرب بھی کر لونگا پس اگر ساحرون کو قلب اعیان کی قدرت حاصل ہوتی تو وہ فرعون سے انعام کیون مانگتے بلکہ تمام جہان کے کنکر پتھرون کو لعل و جواہرات و سونا بنا لیتے حالانکہ یہ بالضرور باطل ہے لیکن سحر محض تخیلات ہی نہین ہین اور جسطرح نفوس انسانی باعتبار ایمان و قوت ملکیہ کے اور باعتبار انواع کفر و قوائے شیطانیہ کے مختلف باختلاف کثیرہ ہوتے ہین اسی طرح سحر کا اثر بھی ان لوگون پر مختلف واقع ہوتا ہے چنانچہ ترکیب حروف و زبانی الفاظ سے اجسام انسانی مین طرح طرح کے آثار ظاہر ہوتے ہین مثلاً کمینہ گدھا اگر کسی رذیل شخص کو کہو تو اسمین وہ اثر نہین ہوتا جو کسی شہزادے کو کہا جاوے اور اسی ح م ی ر - کی تراکیب مختلفہ سے آثار مختلفہ ہین - مثلاً - ر ح ی م - رحیم - نہایت تحسین ہے اور ر م ی ح - مریح - دوسرے معنے و اثر دیتا ہے اور جو لوگ مدارک اسرار مین کسی قدر فائق ہین اور دنیاوی افعال و اغراض مانند صوم و صلوٰۃ وغیرہ کو اور مانند کلمات تسبیح و تہلیل و تحمید و تمجید کو صرف تخیل نہین جانتے بلکہ یہ امور دار الآخرت و دول مین حقائق جو ہرے ہین حتی کہ فضائل قراءت قرآن و نماز و صوم وغیرہ کی احادیث صحیحہ مین تصریح بلیغ موجود ہے کہ انکے حقائق حقیقیہ ہین تو یہ لوگ خوب سمجھتے ہین کہ جسطرح ان امور خیرات کے واسطے حقائق نورانیہ ملکیہ ہین اسی طرح کلمات سحر کے ساتھ حقائق شیطانیہ ہین اور جب سحر سیکھنے والے نے انکو اپنے وجود مین برغبت خود دخل دیدیا تو بالضرور تو انکا خارج ہونا بھی اکتساب سے حاصل ہوتے ہین مانند ایمان وغیرہ کے بخلاف خلقی قوائے ملکیہ کے کہ انکو اذیت ہے جیسے حواس ظاہرہ مین ناک کان کو خوشبو و نفیس لطیف آواز سے فرحت ہوتی ہے اور ہر عطر جو خارج سے ہو برعکس بدبو لگانے سے زائل ہو جائیگا لیکن قوائے حواس صرف اذیت کے ساتھ ایک وقت تک زندہ رہینگے پس جن احمقون نے خیال کیا کہ سحر فقط اوہام ہین یہ ان لوگون کے وہم کا قصور ہے کیونکہ سمجھے کچھ تردد نہ ہونا چاہیے کہ ہر خیر و شر کے خلق و ایجاد مین کسی بندہ مخلوق کو کچھ طاقت نہین سوائے اسکے کہ مخلوق صرف ظرف ہے تو اسکے اندر بندہ یہ ظاہر کلمات وغیرہ کے اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے فافہم - ف - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس عن قیس بن عباد سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب ہاروت و ماروت کے پاس کوئی شخص سحر سیکھنے آتا تو اسکو سخت ممانعت کرتے اور کہتے کہ ہم تو فتنہ امتحانی ہین تو کفر مت اختیار کر اور یہ اسوجہ سے تھا کہ ان دونون کو بھلائی و برائی و کفر و ایمان کا علم حاصل تھا تو انکو معلوم تھا کہ سحر بھی کفر ہے پھر جب وہ کسی طرح نہ مانتا تو اُس سے کہتے کہ فلان فلان جگہ جا پھر جب وہ وہان جاتا تھا تو اُسکو شیطان نظر آتا تھا اور وہ اسکو سحر سکھلاتا تھا پھر جب شیطان نے اسکو سحر سکھلایا تو اُس سے ایک نور نکلکر آسمان کو چڑھتا تھا اور جب وہ اس نور کو دیکھتا تھا تو حسرت سے چلاتا تھا اور حسن بصریؒ نے بھی فرمایا کہ ہان بیشک یہ دو فرشتے سحر سکھلانے کے واسطے اتارے گئے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندون کے واسطے امتحان چاہا تھا پس ان دونون سے عہد لیا تھا کہ کسی کو سحر نہ سکھلاوین حتی کہ کہہ دین کہ ہم فتنہ ہین پس تو کفر مت کر (ابن ابی حاتم) اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی ساحر یا کاہن کے پاس آیا پس جو کچھ اُسنے کہا اُسکی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا اُس سے کفر کیا (رواہ البزار باسناد صحیح) اور واضح ہو کہ اُس زمانہ کے

لوگ ہاروت وماروت سے ایسی چیزین سیکھتے تھے جس سے شوہر وزوجہ مین پھوٹ ڈالین اور ظاہر ہو کہ یہ حرکت شیطانی ہی چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا پھر اپنے چھوٹے چھوٹے لشکرون کو بھیجتا ہی یعنے آدمیون کو گمراہ کرنے کو بھیجتا ہی پھر اُسکی ذریات مین سے وہ شیطان زیادہ مرتبہ والا ہوتا ہی جو آکر اُس سے کہے کہ مین نے فلان شخص کو نہ چھوڑا یہانتک کہ اُسکے اور اُسکی زوجہ کے درمیان تفریق کی پس گلے سے لگا کر اُسکو اپنے قریب بٹھلاتا ہی اور کہتا ہی کہ تو بہت اچھا ہی (الصحیحین) اور اسکی وجہ یہ ہی کہ باہمی پھوٹ سے بہت خرابیان پیدا ہوتی ہین اسیواسطے حدیث مین آیا کہ باہمی فساد ہی نیکیونکا مونڈنے والا ہی اور کلمات سحر کے ذریعہ سے نفاق زیادہ جم جاتا تھا حتی کہ باذن اللہ تعالےٰ دونون مین جدائی واقع ہوجاتی تھی حتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کسی شخص کے حق مین یہ ضرر منظور نہوتا تو ان کا سحر کچھ کام نکرتا تھا۔ (مسئلہ) ایک جماعت سلف نے کہا کہ ساحر کافر ہوجاتا ہی اور یہ امام احمدؒ سے ایک روایت ہی اور دیگر جماعت سلف نے کہا کہ اگر وہ کفر کا اعتقاد نکرے تو کافر نہوگا ولیکن اُسکی سزا یہ ہی کہ اُسکی گردن ماردی جاوے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان لکھا کہ ہر ساحر مرد و عورت کو قتل کرو چنانچہ تین ساحر قتل کیے گئے (البخاری وشافعی واحمد) اور یونہی ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا پر انکی ایک باندی نے سحر کیا تو امنوںنے اُسکے قتل کا حکم دیا۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم سے قتل ساحر کی روایت ثابت ہی اور جندب الازدی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساحر کی حد یہ ہی کہ تلوار سے ماردیا جاوے (رواہ الترمذی) لیکن اسمعیل بن مسلم ضعیف راوی ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ جندب رضی اللہ عنہ کا قول ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ طبرانی نے اسکو دوسری اسناد سے بھی مرفوع روایت کیا اور متعدد اسانید سے روایت کیا گیا کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک ساحر تھا جو اُسکے سامنے تماشہ کیا کرتا چنانچہ اپنے سامنے ایک لڑکا بٹھلا کر اُسکی گردن مارتا اور لوگون کو معلوم ہوتا کہ اُسکی گردن الگ ہوگئی پھر اُسکو ایک آواز دیدیتا تو اُسکا سر اُسکے دھڑ سے لگجاتا تھا تو عوام لوگ کہنے لگتے کہ سبحان اللہ اسکو خوب کمال حاصل ہی یہ تو مردے زندہ کرتا ہی اور وہان صالحین مہاجرین مین سے ایک بزرگ تھے جب اُنھون نے سُنا تو چاہا کہ یہ تماشہ دیکھا پھر دوسرے روز اپنی چادر مین تلوار چھپائے ہوئے لے گئے اور جب ساحر مردود نے یہ تماشہ کیا تو تلوار نکالکر اُسکو قتل کردیا اور فرمایا کہ اگر یہ سچا تھا تو اپنے آپ کو زندہ کرے اور یہ آیت پڑھی۔ افتاتون السحر وانتم تبصرون لیکن ولید بن عقبہ ایک فاجر حاکم تھا وہ غصہ ہوگیا اور اُسنے یہ الزام لگایا کہ بغیر میرے پوچھے اسکو قتل کردیا پس اُسنے قید کیا پھر چھوڑدیا (الطبرانی ونحوہ ابوبکر الخلال) اور امام شافعیؒ نے فرمان حضرت عمرؓ و حکم حفصہ رضی اللہ عنہا کو جس مین قتل ساحر کا حکم ہی ایسے سحر پر محمول کیا جسمین شرک ہو مترجم کہتا ہی کہ جملہ اقوال مین سے اقوی یہ ہی جو ہمارے مشائخ حنفیہ نے اختیار کیا کہ اگر ساحر اُسپر عمل کرے تو قتل کردیا جاوے کیونکہ سحر تو کبھی کلمات خبیثہ سے خالی نہین ہوتا ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مسئلہ) امام رازی نے نقل کیا کہ معتزلہ وجود سحر سے منکر ہین بلکہ جو شخص سحر کا قائل ہو کبھی اُسکو کافر بتلاتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی ملحدین نیچریہ کا خیال ہی اور علماے اہل سُنت کے نزدیک سحر صحیح ہی خواہ وہ نظربندی ہو یا اُسکی کوئی دوسری حقیقت ہو اس مین کچھ بحث نہین ہی غیر ازینکہ سحر کے واسطے ایک ماہیت ہی حتی کہ ساحر سے ہوا مین اُڑنا وغیرہ ممکن ہی مترجم کہتا ہی کہ امام غزالی وغیرہ ایک جماعت صالحین نے بعض اکابر سے حکایت کی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ شیاطین اُسکو ہوا مین اُڑاتے پھرتے ہین حتی کہ اگر اُسکے قریب کوئی ایسا بزرگ گذر جسکے سامنے خبائث نہین ٹھہر سکتے ہین تو اُسکو چھوڑ بھاگنے سے یہ شخص گر پڑے گا چنانچہ ایسی کی حکایات معتمد ائمہ علما سے معروف ہین مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین عوام دہریہ و نیچریہ وغیرہ مین روحین بلانے کا شور ہی اور یہ فتنہ شیطانی ان جاہلون کے واسطے سخت و شدید ہی اور حدیث شریف مین وارد ہوا کہ آخر زمانہ مین شیاطین بشکل انسانی آکر گمراہون کی پیروی کرتے اور بداعتقادی کے اندر منہمک ہونے کی تاکید وتلقین کرینگے۔ اور تحقیق مقام یہ ہی کہ آدمی کی ترکیب عجیب مین اللہ تعالیٰ عزوجل نے روح وہ ملکیہ کہا جو خفی ہی

اور جسم و پیکر ہیولانی رکھا لیکن جسم محسوس تو ظاہر ہے اور پیکر ہیولانی بھی لمۂ شیطانی بالکل اسی جسم سے مماثل ہے سوائے اسکے کہ وہ چھونے سے ملموس نہیں ہوتا اور اگر آنکھوں کے مقابل ہو تو بعینہ یہی مجسم آدمی نظر آوے گا۔ پھر موت کے بعد روح و لمۂ ملکی الگ ہو جاتا ہے اور رہا جسم و لمۂ شیطانی جو طبقۂ زمین میں ہے انہیں سے جسم سڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔ اب سنو کہ حدیث میں انسانی ترکیب بلمۂ ملکی و بلمۂ شیطانی موجود ہے اور حدیث دیگر میں آیا کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان مخلوق ہوتا ہے۔ اور حدیث میں آیا کہ جب مومن مرتا ہے تو اسکا شیطان بھی مدفون و مقید رہتا ہے کہ اسکو حرکت و انتقال کی وسعت نہیں ہوتی ہے اور کافر کا شیطان آزاد پھرتا ہے یہانتک کہ قیامت کے روز وہ بھی زنجیر میں مسلسل ہو کر داخل جہنم کیا جائے گا۔ جب یہ امر معلوم ہوا تو جسقدر حکایات ان حمقاء ملاحدہ نے دربارہ روحوں کے بیان کیں اور اپنی حماقت سے انکو روح سمجھے عین یہ شیطانی ہیں برباد پڑھے ہیں اور درحقیقت یہ وہی شیطان ہے جو انکو فلاں شخص معروف کے بعینہ صورت میں نظر آتا ہے اور انکو عین گمراہی میں انہماک تعلیم کرتا ہے لہذا ہرگز ممکن نہیں کہ کسی مومن ولی معروف کی روح کو انہیں سے کوئی طلب کر سکے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ اپنے عقائد معارف کو بحفظ الٰہی عز و جل محفوظ رکھیں اور مزید اطمینان یہ ہے کہ ہر مدعی سے اہل ایمان کے ولی معروف ہیں جو شریعت و طریقت پر کامل تھا مطالبہ کریں بشرطیکہ خود اس ولی کے نفس صحبت سے اچھی طرح پہچانتے ہوں کہ ہرگز یہ خبائث اسکے ہزار کو نہیں بلا سکتے ہیں۔ اے اہل ایمان و اسلام یہی قرآن پاک و حدیث مبارک میں معرفت بلند کمال ارجمند ہے تم اسپر مضبوط مستقیم رہو اور ہر فتنہ سے اپنی نعمت ایمان کو محفوظ رکھو ورنہ اس سے تجاوز محض گمراہی و ضلالت ہے جو بعد موت کے صاف منکشف ہو جائیگی اور اُسوقت سوائے حسرت و وبال کے کچھ حاصل نہوگا۔ اور عجب کہ تم تجربات احادیث و آیات کو دیکھتے ہو جن میں تمہارے واسطے تمام فتن مضلہ یعنی گمراہ کرنے والے فتنہائے عجیبہ کی جو قیامت تک مضر ایمان پیدا ہونگے تصویر کھینچ دی گئی پھر بھی تم ان فتنوں وغیرہ کے دھوکے میں پڑو۔ نعوذ باللہ من الضلال ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم (تتمہ) اہل السنۃ کے نزدیک اگرچہ سحر کی ہیئت و حقیقت موجود ہے لیکن ساحر کو کچھ پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے غیر ازینکہ جب ساحر سے یہ کلمات خبیثہ صادر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے جو آثار مقدر فرمائے ہیں اُن کو پیدا کرتا ہے حتی کہ کبھی بعض اجسام میں موت پیدا ہوتی ہے لہذا قال تعالیٰ۔ وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ۔ اور عورت مذکورہ جو بابل سے سیکھ آئی اور آیت مقام و حکایات کثیرہ اس امر کی دلیل ہیں کہ سحر کی حقیقت موجود ہے۔ (مسئلہ) امام رازیؒ نے زعم کیا کہ سحر سیکھنا اس نظر سے کہ سحر و معجزہ میں فرق پہچانے قبیح نہیں ہے کیونکہ معجزہ پہچاننا واجب ہے تو سحر جس سے پہچان ہو کیونکر قبیح ہوگا اور ایسی پر محققین نے اتفاق کیا ہے شیخ امام ابن کثیرؒ نے اسکو قطعاً رد کر دیا کہ آیات مذکورہ و حدیث صحیح صریح اسکی شناخت کرتی ہیں اور وہ کون محققین ہیں جنہوں نے سحر کی خوبی پر اتفاق کیا ہے حالانکہ کسی ایک محقق سے بھی نص موجود نہیں ہے بالجملہ مفصل رد کر دیا اور صواب کیا پھر شیخ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابو عبد اللہ الرازی نے پھر اسکے بعد سحر کی آٹھ قسمیں بیان کیں مترجم کہتا ہے کہ میں انکو بنظر بعض فوائد کے مختصر بیان کرتا ہوں (قسم اول) سحر کذانیین و کشدانیین ہے جو سات سیارہ کی پرستش کرتے ہیں اور انہیں کی طرف سے خیر و شر کی پیدائش خیال کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کو مسلمان کرنے اور انہیں کی تردید کرنے کے واسطے بھیجے گئے تھے اور ابن خلکان نے آفتاب و ستاروں وغیرہ کی تسخیر کا طریقہ اور انکی دعوتیں و لباس اور بخور پڑھنے کے کلمات وغیرہ مفصل نقل کیے ہیں اور گمان یہ ہے کہ اُسنے صرف ان لوگوں کے باطل خیالات سے بہرہ کے واسطے ان چیزوں کا بیان کر دیا ہے (قسم دوم) سحر اصحاب اوہام و تصورات تو یہ مترجم کہتا ہے کہ یہی مسمریزم ہے جو اس زمانہ میں معروف ہے یعنے تصورات کو اسقدر قوی کرتے ہیں کہ اسکا اثر بیہوش کرنے وغیرہ میں کمزور پر واقع ہو جاتا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اس فن سے واقف ہیں شیخ نے لکھا کہ امام رازیؒ نے وہم کی تاثیر پر اس طرح دلیل قائم کی کہ اگر زمین پر پل رکھا ہو تو اُس پر سے چلنا ممکن ہے اور اگر نہر کے مانند کسی جگہ

ہوتو نہین ممکن ہے اور جیسے اطبا نے اتفاق کیا کہ جسکو نکسیر کا مرض ہو وہ سُرخ چیزون کو نہ دیکھے اور جسکو مرگی کا مرض ہو وہ چمکتی و گھومتی چیز کو
نہ دیکھے اور یہ صرف اسیوجہ سے ہے کہ اسکے ذہن مین اوہام جم جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ تحقیق دلیل جسمین اطبا و فلاسفہ بھی متفق ہین ہمارے نزدیک
اسطرح کہ اللہ عزوجل نے اس جسم مین طبعی قوت مدبرہ رکھی ہے اور یہ بطور عادت ہے جیسے آگ مین جلانے اور پانی مین ٹھنڈا کرنے کے افعال بطور عادت
جاری ہین اور اطبا نے بیان کیا کہ طبیعت مدبرہ صرف بدن سے متعلق ہے اور اسکو عقل سے ارتباط نہین ہے چنانچہ اگر کسی عضو مین درد یا دُکھ ہو
یا وہان کوئی زخم لگ جاوے تو طبیعت مدبرہ اُس طرف حفاظت کے لیے خون چڑھا لیجاتی ہے حالانکہ یہ عقلاً مضر ہے کیونکہ جب وہ خون چڑھا لیجاوے
تو ورم پیدا ہو جائیگا اسیواسطے جہانتک ممکن ہے درد کو تسکین دیتے ہین خصوص ایسے مقام پر جہان ورم ہو جانے مین خوف شدید ہے پھر جب طبیعت مذکورہ کو کسی
تصور کا عادی کیا جاوے مثلاً یہ تصور کیا کہ میرا اثر بالکل فلان شخص مین ساری ہو گیا حالانکہ اس تصور کے وقت اُسکو کسی دوسری چیز کا خیال نہ ہو
حتی کہ اپنے نفس کا بھی خیال محو ہو جاوے تو یہ تصور مؤثر نظر آتا ہے حتی کہ اگر کوئی عورت حاملہ چاند گہن سے خوفناک ہو کر اُسکے تصور مین مستغرق
ہو جاوے تو اُسکے بدن مین جو سب سے کمزور عضو ہو اُسپر اُسکا اثر واقع ہوگا اور وہ بچہ ہے چنانچہ اکثر اوقات اُسکا کوئی عضو کٹا ہوا ہوتا ہے
چنانچہ یہ استدلال بتوضیح تمام سابق مین مذکور ہوا حتی کہ اسی تصور کے ذریعہ سے سلب امراض کا عمل جاری ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہین بلکہ
قوت تصور کی دلیل ہے اسیواسطے اکثر کافرون کو حاصل ہوتا ہے اور اسپر طب کے بہت سے قواعد مبنی ہین امام رازیؒ نے لکھا کہ یہی قاعدہ ہے
نظر بد کا اثر ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہان نظر بد ٹھیک ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ نظر ٹھیک ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرتی تو نظر ہی
ہوتی (الصحیح) پھر امام رازی نے کہا کہ نفس انسانی کبھی قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف ہوتی ہے پس اگر کمزور ہو تو اُسکو ایسے اسباب کی ضرورت ہوتی ہے
جیسے مسمریزم والے جمع کرتے ہین اور اگر قوی ہوتی ہے تو اُسکو کچھ حاجت نہین ہے اور اُسکی تحقیق یہ ہے کہ اگر نفس کو اس بدن سے تعلق کم ہو
اور اُسکا جذب عالم آسمانی کی جانب زیادہ ہو گیا تو گویا وہ ایک روح سماوی کے مانند ہو جاتا ہے تو اُسکا اثر ان مادیات عالم پر بخت واقع
ہوتا ہے اور اگر نفس کا تعلق اس لذات بدنیہ سے زیادہ ہو تو وہ بوجہ کمزوری کے کوئی تصرف نہین کرسکتا ہے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بیان
احوال ہے اور وہ دو قسم پر ہے کبھی تو حال صحیح باتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و استقامت شریعت و تقوی ہوتا ہے اور یہ اس اُمت کے
صالحین کے واسطے کرامات ہے دوم وہ حالت جو فاسقین فاجرین خلاف شریعت کو حاصل ہوتا ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہین بلکہ استدراج
لعنت ہے چنانچہ دجال ملعون کے حالات و خوارق عادات بکثرت احادیث صحیحہ مین وارد ہوئے حالانکہ وہ صرف استدراج و لعنت ہے
(قسم سوم) وہ سحر ہے جو قوائے ارضیہ مانند اجنہ وغیرہ سے استعانت کرنے پر ہوتا ہے اور اسکو عزائم و تعویذات و تسخیرات کہتے ہین مترجم کہتا ہے
کہ یہ اجنہ و شیاطین دو قسم ہین ایک وہ جو زندہ از قسم جن موجود ہین خواہ مسلمان ہون یا کافر ہون اور اس سحر سے جو اثر پیدا ہوتا ہے وہ صورت کے ہم ہی
محسوس ہوتا ہے اور چونکہ وہ اجسام ہوائی ہین تو جب اُنکو جذب بالائی مقصود ہوتا ہے تو مسحور کبھی ہلکا ہو کر اُڑنے کے مانند ہو جاتا ہے اور کبھی جذب سفلی
کی وجہ سے بہت بھاری ہو جاتا ہے جیسے خواص ہو امین یہ باتین معلوم ہو سکتی ہین دوم وہ ہمزاد ہین جو کافرون کی موت کے بعد زندہ
چھوڑ دیے جاتے ہین کیونکہ شیطان و اُسکی ذریات کے واسطے تاقیامت موت نہین ہے بخلاف دیگر اجنہ کے پھر جو ہمزاد جسکے ساتھ پیدا ہوا ہے
بالکل اُسی شکل کا ہوتا ہے جس جسم کا ہمزاد ہو سوا اسکے کہ اگر اسکو ٹٹولو تو کوئی چیز نہین ہے جیسے تم آئینہ مین بعینہٖ یہی صورت دیکھتے ہو
مترجم کہتا ہے کہ انہین ہمزادون کی وجہ سے آجکل ایک جماعت کفار نے جو معارف حقیقیہ سے گمراہ ہین روحین بلانے کا دعوی کیا ہے
اور ان لوگون کے حال پر نہایت افسوس ہے کہ رات دن کو تصور پرستی اور روحون کو خیالات مین تمام تکلیفات کے ساتھ ریاضات شدیدہ برپا کیے

اور رافضین ہزارون کے چکر مین گمراہ ہوکر آخر بعد موت کے جہنم مین تکلیف اُٹھاوینگے اور اُسوقت حسرت سے پچھتاوینگے امامؒ نے لکھا کہ ان نفوس
رضیہ سے کرشمہ سحر بہت جلد حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ انمین مناسبت وقرب خود موجود ہے (قسم چہارم) انواع تخیلات وشعبدات ہین (۱
اور یہ درحقیقت سحر نہین ہے بلکہ ہاتھون کی چالاکی ہے اور بسا اوقات اسکے ساتھ کچھ دواؤن کی ترکیب شامل ہوتی ہے لیکن ایسی چیز ہے کہ اہل فطانت
اسکو آسانی سے پہچان لیتے ہین (قسم پنجم) ترکیبات کل وغیرہ عجائبات مین امام رازی نے کہا کہ اس قسم مین صرف خیالات تخیلی اور [illegible] (۵
وترکیبات کیمیائی جاننے کی ضرورت ہے چنانچہ اسی سے ساعتی صندوق مینہ کلاک گھڑی وعلم جرثقیل وغیرہ بنائے گئے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہی فن
سحر مین داخل نہین ہے (قسم ششم) بعض خواص ادویہ کی ترکیب [illegible] ۶
(قسم ہفتم) تعلیق قلبی اور یہ اس طرح ہے کہ چالاک آدمی نے بیوقوف کمزور کو [illegible] اسم اعظم
جانتا ہون حتی کہ وہ خوفناک ہوکر اسکا مطیع ہوا پھر اُسوقت ساحر نے اپنا اثر ڈالا مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی کچھ سحر نہین ہے بلکہ [illegible]
مترجم کہتا ہے کہ بسا اوقات مرد احمق اپنے آپکو کسی شخص کے اعتقاد مین [illegible] اسکے اعتقاد کے موافق [illegible]
اگرچہ وہ اسکو حماقت سے اپنے معتقد علیہ کی کرامت سمجھتا ہے حتی کہ اگر اسکا خیالی ولی شریعت سے خارج ہو اور ایمان [illegible]
کھوکر خسر الدنیا والآخرۃ ہوجاتا ہے اور اسیواسطے بزرگون نے نصیحت کی کہ ہر شخص کا معتقد نہ ہوجاوے [illegible]
نفع کے افعال ہین جنکو اکثر احمق سمجھتے نہین ہین امام ابن کثیرؒ نے کہا چونکہ [illegible]
امام رازی نے ان اقسام کو سحر مین داخل کیا اور اسی [illegible]
کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیان کو سحر فرمایا مترجم کہتا ہے کہ شیخ الصوفیہ امام محی الدین ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ [illegible]
کلام لطیف بیان فرمایا ہے جو سورۂ طٰہٰ کی تفسیر مین تمامہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا [illegible]
حاصل ہوتے ہین بعض عالم مین وبعض حقیقی آثار سحر ہین [illegible] مترجم کہتا ہے کہ [illegible]
شعبدہ کو سحر خیال کیا اور یہ بالبداہت باطل [illegible]
اور غلو اہل فارس ہنود واہل اسلام [illegible]
موثر نہین ہوا اور چونکہ اس معرکہ مین [illegible]
متداول ومتواتر ہے جسکا انکار محض [illegible]
تو شیخ ابن کثیرؒ نے کتاب الاشراف سے نقل کیا کہ بالاجماع [illegible]
کیونکہ امام ابوحنیفہؒ سے معتزلہ نے یہ قول نقل کیا اور یہ افترا ہے [illegible]
نے نقل کیا کہ جو شخص [illegible]
پس اگر اسنے موجب کفر بیان کیا مثلاً اہل بابل کی طرح [illegible]
اسکی اباحت کا اعتقاد کیا تو کافر ہے [illegible]
موجب کفر دیکھکر کافر ہونے کا حکم دیا جاوے [illegible]
منع کیا ہاں اگر کسی معین کو سحر سے قتل کیا اور ثبوت ہوا تو بالاجماع قتل کیا جاوے اور کتاب الاشراف مین [illegible]

قرار دیا سوائے قول شافعیؒ کے کہ بطور قصاص کے قتل ہو۔ اور کہا کہ امام ابوحنیفہ و مالک و احمدؒ کے نزدیک ساحر کی توبہ قبول نہیں اور شافعیؒ کے
نزدیک قبول ہے۔ ساحر کافر بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مثل ساحر مسلمان کے قتل ہو اور عورت ساحرہ بغیر قتل کے محبوس کی جاوے اور
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک لبید بن الاعصم یہودی ساحر قتل نہیں کیا گیا تو کافر ساحر قتل نہ ہوگا اور عورت مثل مرد کے ہے۔ (مسئلہ) ساحر سے
اپنا سحر دور کرنے کی درخواست کی جاوے۔ امام بخاریؒ نے سعید بن المسیبؒ سے نقل کیا کہ ہاں۔ اور شعبیؒ نے کہا کہ نشرہ میں مضائقہ نہیں ہے
لیکن حسن بصریؒ نے اسکو مکروہ کہا۔ قرطبیؒ نے وہبؒ سے نقل کیا کہ بیری کی سات پتیاں لیکر دو پتھروں کے درمیان کچل کر پانی ملایا جاوے
اور اسپر آیۃ الکرسی پڑھکر مسحور کو تین گھونٹ پلا کر باقی سے نہلایا جاوے تو سحر دور ہوگا۔ قرطبیؒ نے کہا کہ جو شخص اپنی زوجہ سے بند ہو گیا اسکے
واسطے یہ عمدہ علاج ہے۔ شیخؒ نے کہا کہ اس بارہ میں سب سے عمدہ علاج قرات قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی ہے کہ آیۃ الکرسی
بھی شیطان کو مطرود کرنے والی ہے۔ انتہٰی۔ ما فی تفسیر ابن کثیرؒ ملخصا۔ امام غزالیؒ نے کہا کہ سحر ایک نوع دقیق ہے جو خواص جواہر جانکر اور مطالع نجوم میں
حساب لگا کر انکے موافق جسپر سحر کرنا منظور ہوتا ہے اسکی صورت بنا کر وقت خاص کے منتظر رہتے ہیں اور اسکے ساتھ چند کلمات کفر و فحش جو خلاف شرع
ہیں ملا کر کام کرتے ہیں جن کلمات سے شیاطین سے استعانت ہوتا ہے اور حق عزوجل نے عادت قدرت جاری فرمائی ہے کہ ایسی حالت میں مسحور میں عجیب
و غریب حالت پیدا ہوتی ہے۔ ھ۔ سحر بھی منجملہ کبائر عظیمہ کے شرک سے ملحق ہوکر حدیث میں مذکور ہوا ہے۔ (کما فی الصحیحین) اب مترجم کہتا ہے کہ ان
آیات قدسیہ کی تاویل میں دو قول مذکور ہوئے۔ اول یہ کہ ہاروت و ماروت دو بادشاہ یا حاکم تھے جو بابل میں لوگوں کو سحر سکھلاتے اور چونکہ
تقویٰ و طہارت و علم سے متصف تھے تو فرشتہ خصلت ہونے سے ملکین کہلائے اور سحر کے کفر ہونے کو جانکر لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے۔ قرطبیؒ نے
ابو السعود و بیضاوی وغیرہم نے اسی پر جزم کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل پر نظم بلیغ کلام میں خلل ہوتا ہے باوجود اسکے یہ سوال ہے کہ پھر آخر وہ لوگ
کیوں سحر تعلیم کرتے تھے اور جواب ہوسکتا ہے کہ شاید انکو ابتلا کا حکم الٰہی عزوجل ہو لیکن کچھ خلاف نہیں کہ وہ دونوں کچھ پیغمبر نہیں تھے۔ تاویل دوم
یہ کہ حق عزوجل نے موافق تقدیر ازل کے ہاروت و ماروت سے دعویٰ پر جو ملائکہ سے تھے (کہ اگر ہم آدمی ہوتے تو کبھی گناہ نہ کرتے)۔ ان دونوں کو
ماہیت ملکیہ سے قلب کر کے ماہیت بشری میں کر دیا حتیٰ کہ قیامت تک فرشتہ کی ہیئت سے محروم ہوکر دنیا میں اتارے گئے اور ایک عورت زہرہ سے مبتلا
فحش ہوکر معذب کیے گئے اور انکو اس حالت میں سحر سکھلانے کا قصہ بنایا گیا۔ چونکہ معارف صحابہ رضی اللہ عنہم بہت بلند تھے تو انھوں نے اسکو حضرت
صلعم کی طرف نسبت نہیں فرمایا تاکہ عوام جو اسرار الٰہیہ سے جاہل و در دائرۂ حواس میں مجبول ہوتے ہیں بے سمجھی سے منکر نہو جاویں پھر اس بارہ
میں روایات باسانید صحیحہ وارد ہیں حتیٰ کہ شیخ امام حافظ ابن حجرؒ نے صحت پر جزم کیا اور شیخ زکریا انصاری نے اسی کو حق جانا کما فی الخطیب و شیخ
ابن حجر المکیؒ نے زواجر میں بہت خوب جوابات سے بیضاوی و رازی وغیرہ کو رد کردیا جو اس قصہ کو فقط یہودیوں کی ساخت سمجھتے اور عقل و نقل
سے بعید جانتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی سمجھ اس قابل نہو اسکو چاہیے کہ بیان یوں اعتقاد کرے کہ جو کچھ مراد الٰہی عزوجل ہے میں اسپر ایمان لایا اور
درحقیقت عارف اسرار کے نزدیک بیان کچھ بھی مستبعد نہیں بلکہ عجائب اسرار قدرت میں از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جسطرح حقائق کو زندہ ظاہر و مردہ
مخفی کرتا ہے اسی طرح زندہ میں جسکو چاہتا ہے مثل قوائے عقلی و روحی کے مخفی کر دیتا ہے کہ اسپر کسی بشر کو اطلاع غیر ممکن ہے لہٰذا جن حفاظ نے تعجب
کیا کہ بابل میں باوجود تلاش کے پتہ نہیں ملتا ہے۔ یہ عجیب حماقت ہے کہ اسکو اپنے نفس میں عقل و روح تلاش کرنے سے بدل گیا کہ وہ غیر کو
تلاش کرتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ زہرہ مذکورہ ظاہر اسی ستارہ ہے کہ جب ملائکہ مذکورین کی ماہیت تبدیل کی گئی جیسے عصائے موسیٰ کی ہیئت
تبدیل کی جاتی تھی اور تینوں ملائکہ میں سے ایک نے عہد سے اقالہ کیا اور دونوں ہاروت ماروت اتارے گئے تو وہ حاکم کیے گئے اسیواسطے

قرارت ملکین ہے اور دوسری قرارت ملکین بمعنے دو فرشتہ ہے اور انکے فتنہ کے لیے زہرہ ستارے کو قالب فرما کر بشکل نازنین عورت کے اُتار اگیا پھر جب دعویٰ ملکین باطل ہوچکا تو بدستور وہ زہرہ کردی گئی اور محتمل ہے کہ جیسے فرشتون کی تقلیب ہوا اسی طرح عورت کی تقلیب بہ ستارہ ہو۔ بہر صورت انہین کوئی امر ایسا نہین ہے جسکی نظیر خود موجود نہو سواے کوتاہ نظری کے یہان کچھ بھی بعید نہین ہے اور ہر ایک امر اس عالم علوی و سفلی مین عجائب حکمت و قدرت سے منتظم و مربوط ہے پس جیسے عالم ارضی مین سے بعض اُمور محسوسہ جانکر تمام جہان کو اسی پر قیاس کیا وہ قطعی حمق ہے حالانکہ قطعاً وہ کچھ بھی یقینی حالات کا حساب تک نہین جانتا اور نہ اسکو ان بیشمار ستارون کی حکمت و ماہیت و آثار کا علم یا گمان ہے۔ پھر جب یہ ملکین معذب ہوے تو ایک خاص مدت تک سحر تعلیم کے لیے مع تفہیم فتنہ کفر کے مامور ہوئے چنانچہ جسنے تعلیم سحر تلاش کیا وہ انکو پا گیا ورنہ نہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (تنبیہ) اہل ایمان قطعاً وجود روح اور بروئے جسم کے قواے ملکیہ اور ہر مردہ کافر پر دائمی عذاب اور ہر مردہ مومن پر دائمی راحت قبر وغیرہ کے معتقد حقیقی ہین تو بابل مین انکی نظیر آنے سے بعید ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے۔ جادو مین بذات خود مثل اشیاء دیگر کے کوئی تاثیر نہین بلکہ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ قولہ ولو انہم آمنوا واتقوا الآیۃ۔ دلیل ہے کہ ساحر کی توبہ قبول ہے بلکہ ساحران فرعون کی توبہ قبول ہونا معلوم ہے اور مسلمان بھی اگر مرتد ہوگیا تو اسکی توبہ قبول ہے خطیب نے کہا کہ جسنے عدم قبول توبہ کہا اسنے غلط کہا۔ جواب یہ کہ توبہ قبول ہے مگر ساحر کی توبہ قتل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہود وغیرہ کو انکا مانا ہوا یاد دلایا اور انکی حرکات کفر مثل ترک توریت و ایمان آخرت پر ملامت کی مگر بجاے نفع کے۔ آن مغضوب علیہم مین نہ اسے نورانی مضر ہوتی گئی اور قدرت آلہیہ کا اعجاز نہ دیکھ سکے۔ ہوا کہ یہ لوگ غضب علیٰ غضب مین مبتلا ہین حتیٰ کہ رسول اللہ صلعم کے حق مین بدگوئی کرنے کے مواقع تلاش کرنے لگے اسطرح کہ عرب اپنی زبان مین (راعنا) ایسے موقع ادب پر بولتے ہین جیسے ہم لوگ کسی بزرگ سے عرض کرتے ہین کہ "حضور ذرا میری طرف ترحم کی نظر فرماوین" لیکن یہود خبیث نے اپنی زبان مین اسکو بدگوئی کا کلمہ ٹھہرایا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہودیون پر لعنت دیگر ڈالی اور اہل ایمان کو ادب تعلیم فرمایا قولہ تعالیٰ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقُولُوا۟ رَٰعِنَا وَقُولُوا۟ ٱنظُرْنَا وَٱسْمَعُوا۟ ۗ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکرون کو دکھ کی مار ہے

مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَلَا ٱلْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۗ

دل نہین چاہتا اُن لوگون کا جو منکر ہین کتاب والون مین اور شرک والون مین یہ کہ اُترے تمپر کچھ نیک بات تمہارے رب سے

وَٱللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ۝

اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہے

خطیب نے سراج المنیر مین لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حال پر توجہ دلانا چاہتے تو ادب سے لفظ۔ راعنا کہا کرتے یعنی آپ ہماری مراعات فرمائیے اور یہودی اپنی زبان مین اس۔ لفظ کو بدگوئی و حماقت کے معنے مین استعمال کیا کرتے تھے پس ان بدبختون نے ناگوار کلمہ کہنے کا موقع پایا۔ الخ۔ اور ظاہراً یہ لفظ زبان عبرانی یا سریانی مین۔ راعنا بتنوین تقاضے اور احمق جیسا کہ صحیح بخاری مین موجود ہے کیونکہ قرأۃ بخاری حفاظ کے نزدیک راعنا بتنوین محفوظ ہے مگر یہودی اسطرح زبان مروڑ کر کہتے کہ تنوین بھی اسطرح ظاہر ہوتی تھی کما قال تعالیٰ۔ راعنا لیًّا بالسنتہم وطعنًا فی الدین الآیۃ۔ خطیب نے لکھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو انصار کے قبیلہ اوس کے سردار تھے بعض لغت یہود پہچانتے تھے ناگاہ انھون نے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمہ کہتے سنا تو غضبناک ہوکر یہودیون سے فرمایا کہ اے یہودیو اگر مین نے پھر تمسے کبھی یہ کلمہ سنا تو واللہ تمہاری گردن ماردونگا پس یہودی خوفناک ہوکر کہنے لگے کہ ہماری کوئی خطا نہین ہے کہ آپ سب لوگ بھی تو یہی کلمہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے خطاب میں استعمال کرتے ہیں پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا اے
ایمان والو تم لوگ راعنا نہ کہا کرو۔ ف تاکہ یہودیوں کی زبان درازی کی جڑ کٹ جاوے اور یہودیوں سے قول وفعل میں مشابہت نہ ہو
وَقُوْلُوا انْظُرْنَا۔ اور تم لوگ انظرنا کہا کرو۔ ف یعنی ہمارے حال پر نظر فرمائیے پس اس حال میں دو فائدہ ہوئے اول یہ کہ یہود سے
مشابہت نہیں رہی دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے منتبہ فرمایا کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پاک رکھا حالانکہ یہودی لفظ راعنا
جس سے راعنا مشتق ہوتا ہے اپنے بزرگوں کی شان میں بولا کرتے اور اس سے رعایت ہی کے معنی لیتے تھے۔ اسمع غیر مسمع۔ کہتے اور اس سے یہ مراد
لیتے کہ ہماری بات سنو خدا کرے کبھی تم کو بری بات نہ سننا پڑے لیکن اسکے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ سنو مت الا کہ تم کو سننا نصیب نہ ہو جیسے یہودی کہتے
کہ سمعنا وعصینا۔ اور اس سے مراد لیتے کہ ہم نے حکم الٰہی سنا اور شیطان کی نافرمانی کی لیکن اسکے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ ہم نے سنا مگر مانا تو جیسا کبھی
یہودی خبیث اپنے کسی شیطان سے خطاب کرتے تو اچھے معنے مراد لیتے اور جب اپنی شیطانیت کے موافق اہل حق سے خطاب کرتے تو وہ بُرے
معنے مراد لیتے تھے پس اللہ عزوجل نے ان سب امور سے منع فرمایا چنانچہ سورۃ النساء میں انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے اور یہاں بھی راعنا سے منع کر کے انظرنا
کہنے کا حکم دیا اور فرمایا۔ وَاسْمَعُوْا۔ یعنی تم لوگ حکم الٰہی دل سے سن لو۔ ف یعنی تمہارا ایمانی مقولہ وہی ہو کہ سمعنا یعنی ہم نے دل سے
سنا پس یہودیوں پر تشنیع ہے جو اسکے ساتھ عصینا ملاتے تھے یا۔ اسمع غیر مسمع۔ ملاتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی خباثت کا حال
بیان فرمایا قولہ تعالیٰ من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتہم وطعنا فی الدین۔ اور اسکے
بعد فرمایا۔ ولو انہم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لہم واقوم ولکن لعنہم اللہ بکفرہم الآیۃ یعنی اگر یہ لوگ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم فرمانبردار ہوئے
اور کہتے کہ اسمع یا انظرنا۔ تو یہ انکے حق میں بہتر واقوم ہوتا ولیکن انکے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی ہے ھ۔ اسی سے معلوم ہوا کہ
سمعنا کے ساتھ عصینا ملانا اور اسمع کے ساتھ غیر مسمع ملانا انکی خبثوں پر لعنت تھا پس اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو صرف سمعنا
کی ہدایت فرمائی تاکہ یہود ملعونوں سے مخالفت ہو جنکے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور ان کافروں کے
واسطے عذاب الیم مہیا ہے ف کافرین سے یہود مراد ہیں امام ابن کثیر نے لکھا حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قول وفعل میں کافروں کے
ساتھ مشابہت رکھنے سے منع فرمایا اور امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے روبرو تلوار کے
ساتھ بھیجا گیا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کیا جاوے اور میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ میں رکھا گیا ہے اور جو شخص میرے حکم کی
مخالفت کرے اسکی پر ذلت وخواری ڈالی گئی ہے اور جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ اسی قوم میں سے ہے (رواہ احمد) اور یہی روایت ابو داؤد
میں بھی ہے پس اس حدیث میں سخت ممانعت ہے کہ ہماری شریعت میں [illegible] کسی کافر قوم کے ساتھ مشابہت کی جاوے خواہ اقوال
ہوں یا افعال ہوں اور خواہ کھانا پینا ہو یا لباس ہو خواہ شادی کے رسوم ہوں یا موت کے رسوم ہوں [illegible] امام ابن
کثیر رحمہ اللہ نے اس سے استنباط کیا ہے مومنوں کے واسطے [illegible] چنانچہ اپنی شادی وغمی وغیرہ کے رسوم میں بچنا لازم ہے کہ کوئی امر ایسا نہ ہو جو یہود
ونصاریٰ ومجوس وہنود وغیرہ اقسام کفار سے مشابہ ہو اگرچہ بظاہر اپنی رائے سے اسکو بہت حسن خیال کرتے ہوں کیونکہ اگر وہ بات حسن بھی ہو
تو مشابہت کفار کی وجہ سے بہت مکروہ ہو جاتی ہے [illegible] ابن ابی حاتم نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت
عبداللہ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ جہاں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے۔ یا ایہا الذین آمنوا۔ سے خطاب کیا ہو
وہاں تجھے چاہیے کہ کان دھر کر سن کہ وہ یا تو کوئی امر خیر ہے جس کا حکم دیا گیا ہے یا کسی امر بد سے منع کیا گیا ہے۔ (ابن ابی حاتم) حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ انصار رضی اللہ عنہم کی زبان تھی کہ - راعنا - کہا کرتے جب یہ مراد ہوتی کہ تم ہماری بات سنو اور مجاہدؒ نے فرمایا یعنی تم ہم سے سنو تم ہم سے
سنیں اور عطیہؒ نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص پیچھے سے پکارتا تو اس لفظ سے آواز دیتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعظیم و تکریم کے واسطے یہ لفظ غیر مناسب قرار دیکر مومنوں کو اس سے منع فرمایا شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ لفظ مذکور مشتبہ تھا جیسے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کو کرم کہنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ کرم تو مومن کا دل ہے اور جیسے غلام کو اپنا عبد کہنے سے منع فرمایا بلکہ سب اللہ تعالیٰ
ہی کے عبد ہیں اسیطرح راعنا وغیرہ مشتبہ الفاظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہنے سے منع فرمایا مترجم کہتا ہے کہ اس میں بھی وہ فائدہ
حاصل رہا جو امام ابن کثیرؒ نے نکالا کہ وہ کفار سے مشابہت بھی منع فرمائی اسیواسطے کافروں کی دلی دشمنی سے آگاہ کیا تاکہ مسلمانوں کو انکی مشابہت
سے قطعی نفرت ہو جاوے - بقولہ تعالیٰ - مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا کسی طرح چاہتے نہیں وہ لوگ جو منکر ہیں - مِنْ أَهْلِ
الْكِتَابِ - اہل کتاب میں سے - وَلَا الْمُشْرِكِينَ - اور نہ مشرکین - ف عرب و مجوس وغیرہ یعنی کفار خواہ اہل کتاب
میں سے یہود و نصاریٰ ہوں یا عرب و عجم کے بت پرست وغیرہ ہوں کوئی نہیں چاہتے ہیں کہ - أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ
مِنْ رَبِّكُمْ - تمہارے رب کی طرف سے خیر اتاری جاوے ف یعنی نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم پر وحی نازل فرما کر سرفراز کرے
(السیوطی) پس مشرکین عرب تو وحی کے قائل نہیں تھے لیکن جہالت سے حسد کرتے کہ بنی ہاشم میں ایک پیغمبر ہو جسکی طرف وحی آتی ہے بلکہ
پہلے ہو چکا چنانچہ ابو جہل کہتا تھا کہ بنو ہاشم نے فضائل و افتخارات حاصل کیے آخر ہم بھی کوشش کر کے انکے برابر ہوئے اور پوری حد و جہد کر کے
انکے ساتھ اس درجہ پر پہنچے کہ جیسے ریل کی گاڑی کی جوڑی ہوتی ہے تو اب انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے ہم کہاں تک برابری کریں پس
تو واللہ ہم اسکو ہرگز نہیں مانینگے چنانچہ قولہ تعالیٰ - فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون - کی تفسیر میں توضیح آویگی - اور مشرکین
و کفار اہل کتاب کو یہ حسد تھا کہ آج تک اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے صرف اولاد اسحٰق و یعقوب میں نبوت چلی آئی اگرچہ وہ صرف دنیا کے ایک فرقہ
بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی اور اب اولاد اسمٰعیل یعنی عرب قریش میں سے ایک عظیم الشان پیغمبر ہوا جسکی عظمت نبوت و کمالات امت کا غلغلہ
تمام امم سابقہ و کتب سالفہ سے چلا آتا ہے جسکی نبوت تمام جہان کے واسطے عام ہوگی پس حسد سے نہیں چاہتے تھے کہ وہ عرب کی قوم سے ہو
وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسکو
چاہتا ہے مخصوص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم والا ہے ف پس اس نے اپنے فضل عظیم سے اولاد اسمٰعیل میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کو ختم نبوت اور تمام جہان پر رسالت کے ساتھ مخصوص فرمایا پس جو کوئی حسد کرے وہ جل مرے کیونکہ حق عزوجل قادر مختار ہے اسکی
حکمت و مشیت میں کسی مخلوق کو دخل کی مجال نہیں ہے - اسمیں تنبیہ ہوئی کہ اہل ایمان کو حق دشمن کافر سے دلی محبت نہ رکھیں یعنی قلب میں کافر کی دوستی کو
دخل نہ کریں اور نہ اسکے ساتھ قول و فعل میں مشابہت پیدا کریں کیونکہ یہ کفار کبھی اہل ایمان کے اور ایمانی دین کے دشمن ہیں جیسے شیطان انکا
ایمان کا دشمن ہے اسی دلیل سے کہ قولہ تعالیٰ - ما یود الذین - میں وداد کی نفی ہے اور ود تمنا سے دلی کے ساتھ محبت کو کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ دلی
آرزو و محبت کے ساتھ یہ کفار نہیں چاہتے ہیں کہ مومنوں کو خیر پہونچے اور خیر درحقیقت وہ ہے جو ایمان سے متعلق ہو اور دینی ہمیں اصل اصول ہے کیونکہ
وحی و نبوت ہی سے ایمان و جمیع خیرات حاصل ہوئیں (تنبیہ) یہاں سے مستنبط ہوا کہ اہل کفر کی وساطت سے دنیا حاصل ہو تو بغیر
خسارہ ایمانی غیر ممکن ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں اسیوقت تک خیر ہوتی ہیں کہ وہ کمالات آخرت کا ذریعہ ہوں لیکن کفار تو اہل ایمان کے دشمن ہیں
تو جب کوئی شخص محض دنیا کے واسطے حاصل کرے وہ آخرت سے خرابی میں پڑیگا اگرچہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ ہوس کرتے ہیں (الفوائد)

فائدہ اول۔ خیر کے تین معنے ہین وحی و علم دین و نصرت الٰہی و بیضاوی نے کہا کہ یہان ایسے معنے عام لیے جاوین جو سبکو شامل ہون اور شیخ سیوطیؒ نے فقط وحی سے تفسیر کی کیونکہ یہی قول حضرت علیؓ و مجاہد ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ خیر یعنے اسلام مترجم کہتا ہے کہ یہ عام معنے کو شامل اور رائے بیضاوی کے واسطے دلیل ہے فائدہ دوم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین جیسا راعنا وغیرہ الفاظ مشتبہ سے یہود ملعون کو چھلک کرنا کفر و مستحق عذاب الیم فرمایا تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین حتی کہ آپ کے کسی قول و فعل کی نسبت کوئی اہانت کا کلمہ کہے تو وہ بدنصیب اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے حتی کہ بعض علما نے فرمایا کہ اسکی توبہ قبول نہوگی بلکہ قتل کیا جاوے اور بعض علما نے تفسیر فرمائی کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ سخت نادم ہو کر جناب باری تعالیٰ مین توبہ کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت مین اسکو مومن اٹھاوے لیکن دنیا مین اسکی توبہ یہی رکھی گئی کہ قتل کیا جاوے جیسے بنی اسرائیل کی توبہ قتل تھی مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک و اقوال و افعال شریفہ مین کمال ادب کا لحاظ رکھے اور شاعرون کے اشعار سے پرہیز کرے کہ یہ لوگ اپنی جہالت سے بعض اشعار کو مدح خیال کرتے ہین حالانکہ وہ بے ادبی ہوتی ہے جس سے خوف کفر ہے فائدہ سوم۔ نبوت اختصاص الٰہی عزوجل ہے جو اسنے اپنی رحمت سے ازل مین مقدر فرمایا حتی کہ اگر کوئی شخص اسکا تقوی و پرہیزگاری و عبادات کا نتیجہ سمجھے تو کافر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جنکو اپنے علم ازل مین پیغمبر مقدر فرمایا انکو تقوی و عبادت مین بھی مرتبہ نبوت عطا کیا تھا یعنے انکی عبادت و تقوی بھی انھین کی شان نبوت کے لائق تھا اور انکے ساتھ قبولیت الٰہی بھی خاص تھی اور وہ اسلام و ایمان مین نہایت اعلیٰ درجہ ہے کہ اسکے بعد مراتب امت یعنے مراتب صدیقین پھر شہدا پھر صالحین واقع ہوئے ہین اور آخری درجہ صالحین ہے جو گناہ ہو وہ البتہ محاسبہ جہنم کے لائق ہوتا ہے بخلاف انبیاء علیہم السلام کے اگر بالفرض انسے گناہ ہو تو وہ درجہ صدیقین کی طاعت کے برابر ہو لیکن انبیاء علیہم السلام خود گناہ سے معصوم ہین ہان اگر کوئی لغزش ہوئی تو وہ انکی شان کے مقابلہ مین لغزش ہے اسیوجہ سے کہا گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین یعنی جو امور کہ ابرار و متقین سے طاعت شمار ہوتے ہین وہ مقربین کے مرتبہ مین گویا گناہ ہین پس اس مقام کو خوب یقین سے اچھی طرح سمجھ لو جسمین بہت سے بدعتی ناسمجھی سے گمراہ ہوئے ہین کہ بعضے اوباش لوگ مدارج قرب و ادب سے جاہل رہے اور اپنی رعونت نفس سے دعوی کیا کہ شہدا و صدیقین بلکہ انبیاء علیہم السلام سے بشریت کا مقابلہ کیا اور یہ توفیق سے محرومی ہے اسیطرح جو کوئی اپنے نفس مین تکبر چھوڑ دے ہمیشہ معارف سے دور محروم ہوکر خیالات واہیہ مین مشتبہ ہو جاتا ہے چنانچہ یہود و نصاری کو کتب سابقہ مین تنبیہ کر دی گئی تھی کہ وہ رسول اعظم و اکمل جو خاتم النبیین اور تمام جہان پر رسالت کیلیے بھیجا جائیگا وہ کلام و احکام نبوت کو اپنی زبان سے ادا فرمائیگا بلکہ آپکے ساتھ کامل فضائل بیان کیے گئے تھے کہ بعض فضائل ظاہرہ سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ قبول پھر وہ دکھلانا انکے اختیار مین دیا گیا یعنے اسکا کلام عین وحی الٰہی ہوگا چنانچہ قرآن مجید مین یہی شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے منصوص ہے پھر بیانات ظاہر ہوا کہ احکام شریعت مین نسخ و تبدیل بمقتضائے حکمت الٰہیہ ہے بدرجہ اولیٰ انکے اختیار مین ہے یعنے انکی زبان وحی عین شریعت ہوگی اور یہ کمال بزرگی شان نبوت ہے لیکن بکثرت یہودی و بعضے نصرانی بے توفیقی سے محروم ہوئے وہ کہنے لگے یہ کیا بات ہے کہ یہ پیغمبر اپنی امت کو بعض حکم دیتے ہین پھر منسوخ کر دیتے ہین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ تعالیٰ

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

جو منسوخ کرتے ہین ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہین تو پہونچاتے ہین اس سے بہتر یا اسکی برابر کیا تجھکو معلوم نہین کہ اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن

قادر ہے کیا تجھکو معلوم نہین کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمانون اور زمین کی اور تمکو نہین اللہ کے سوا کے

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

کوئی حمایتی اور مددگار۔

واضح ہو کہ نسخ کے چار معنے آتے ہیں اول نقل اُتارنا جیسے نسخ الکتاب یعنی ایک کتاب سے دوسری کتاب میں نقل اُتاری دوسرے تحویل جیسے
تناسخ میراث کیونکہ مورث سے تحویل ہو کر وارث کو پہونچتی ہے سوم مٹانا و دور کرنا کقولہ تعالی فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان یعنے جو کچھ
شیطان القا کرتا ہے اُسکو اللہ تعالی مٹا دیتا ہے چہارم بمعنے تبدیل چنانچہ فرمایا واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ الآیۃ۔ اور یہی نسخ شرعی یہاں مراد ہے کہ
اللہ تعالی نے اپنے علم قدیم میں ایک حکم کو ایک وقت کے واسطے رکھا تھا جب دوسرا وقت آیا تو اُسکو تبدیل فرمایا اور اسمیں بہر ارحمت و دقائق حکمت
ہیں لہذا فرمایا۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا یعنے اگر ہم کوئی آیت نسخ کریں یا اُسکو بھلا
دیں تو اُس سے بہتر یا اُسکے مثل لاتے ہیں۔ ف ایک قراءۃ متواتر میں ننسہا کی جگہ ننساہا آیا جسکے معنے تاخیر ہیں یعنے یا ہم اُسکو
موخر کرتے ہیں۔ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ اُسکی تلاوت اُٹھائی اور اُسکا حکم باقی رکھا یا لوح محفوظ سے نزول میں تاخیر دی۔ حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالی
نے جس آیت کو تبدیل فرمایا اسطرح کہ قراءۃ باقی رہی اور تعمیل حکم کو بدل دیا جیسے قولہ تعالی۔ لکم دینکم ولی دین۔ یا جیسے فرمایا۔ فاعفوا واصفحوا حتی یاتی
اللہ بامرہ یعنے تم لوگ کافروں کی طعن و بدگوئی کو ابھی عفو کرو اور اُس سے منہ موڑ رہو یہانتک کہ اللہ تعالی اپنا حکم لاوے۔ چنانچہ آیت جہاد سے اسکو تبدیل فرمایا
یا اُسکو نسیان کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسیکو بالکل یاد نہ رہا اور یہ معجزہ عجیب تھا پس اسکی تلاوت و حکم دونوں اُٹھالیے
گئے یا صرف تلاوت اُٹھائی اور حکم میں تاخیر دی جیسے قولہ تعالی الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم یعنی بوڑھا
مرد و بوڑھی عورت اگر زنا کریں تو اُنکو سنگسار کرو کہ اللہ تعالی کی طرف سے عذاب ہے اور اللہ تعالی عزیز حکیم ہے پس اسکا حکم باقی ہے اور تلاوت
اُٹھائی یعنے موخر ہو گئی پس خواہ تبدیل ہو یا بغیر تبدیل کے نسیان یا تاخیر ہو بہر حال اللہ عزوجل بہتر یا اُسکے برابر لاتا ہے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ
اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کیا تو جانتا نہیں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے تو وہ جب چاہے ایک حکم سے بہتر حکم دے
کہ جسمیں کثرت ثواب و مصلحت و سہولت بہت ہو یا مشقت میں اُسکے مثل ہو اور دقائق حکمت و تکمیل نفس میں اکمل ہو جیسے سابق میں احکام
توریت میں سختی تھی اور حرمت شراب وغیرہ وغیرہ احکام کو انجیل میں منسوخ فرمایا اسیطرح حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے
ہمیں جو سہولت چاہا وہ اپنی حکمت بالغہ و مشیت کاملہ کے موافق منسوخ فرمایا کیونکہ احکام نازل ہونا اوقات میں اُنہیں جسطرح چاہا اپنی
بندگی کے واسطے حکم فرمایا اور کسی کی مجال نہیں کہ اُسپر اعتراض کرے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالی ہی کے واسطے آسمانوں و زمین کی سلطنت ہے [illegible] اپنی حکمت و رحمت سے جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوقات
میں تصرف فرماتا ہے اور ان حکمتوں سے آگاہ ہونا بطور کمال نہیں [illegible] اُنکا [illegible] کے واسطے [illegible]
نہیں رکھتے ہیں ہاں صحابہ و تابعین و ائمہ مومنین بالکل سمجھتے ہیں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے ابتدا میں سوا اعتقاد توحید کے شرائع کچھ
نہیں رکھے کیونکہ اہل عرب توحید و نبوت سے بالکل واقف نہ تھے تو نہایت رحمت سے اول اُنکو صرف توحید کا مطالبہ تھا جب وہ
معرفت توحید کو سمجھ گئے اور اعتقاد اُنکے دلوں میں جم گیا تو دو رکعت نماز وہ بھی ایک دو وقت مقرر فرمائی تاکہ اطمینان سے ادا کریں
اور اسی طرح رفتہ رفتہ جمیع شرائع تعلیم فرمائے تاکہ بہت آہستگی سے تدریج اُنکے نفوس بدرجہ کمال پہونچ جیسے آدمی بچہ کو
آہستگی کے ساتھ جمیع علوم پڑھاتا ہے حتی کہ اگر یکبارگی اُسکو معانی و تفسیر کا سبق پڑھا دے تو اُسکی سمجھ میں نہ آوے

نازل ہوتے تو یہ کمال جاتا رہتا کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بنی اسرائیل کو بعد ایک مدت دراز کے پوری توریت دی گئی تو اُسکے قبول کرنے سے منکر ہوگئے اس سے معلوم ہوگیا کہ نسخ میں کیسے دقائق حکمت موجود ہیں اور یہ جو بعض یہود و نصاریٰ نے بیہودگی سے گمان کیا تھا کہ حکم بدلنا تو تذبذب ہے کہ کبھی ایک حکم دیا پھر ایک حکم دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ تذبذب نہیں بلکہ علم الٰہی کی دلیل ہے کہ اُسنے ایک وقت کے واسطے جو حکم دیا وہ برابر تحقیق کر دیا اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ فلاں وقت دوسرا حکم ہے پس جس زمانہ میں جو حکم تھا وہ بھی اُسوقت کے واسطے حق و باقی ہے پس نسخ و تبدیل درحقیقت اہل ایمان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکمیل فرمائی حتیٰ کہ اُنکے قلوب قوی ہوئے بعض احکام سے متحمل ہوگئے مثلاً حکم تھا کہ روزانہ سوا اسکے قدر کفایت کے باقی سب صدقہ کریں اسیطرح کافروں کے مقابلہ میں جہاد ہے جبکہ دس گنے ہوں تنہا مومن وغیرہ ذالک لیکن ظاہر ہے کہ پچھلی امت اس تحمل کے لائق نہ تھی تو انکے واسطے نہایت آسانی فرمائی کہ مال میں سے بھی جو ضرورت [illegible] بالکل فاضل ہو اسمیں سے بھی فقط چالیسواں حصہ زکوٰۃ مفروض فرمائی اور کافروں کے مقابلہ سے بھی جب دو چند سے زائد ہوں معذور رکھا اسی طرح اپنی ولایت سے ہر طبقہ کے مناسب پرورش فرمائی اسکے واسطے خطاب فرمایا۔ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہارے واسطے کوئی متولی نہیں اور نہ ناصر ہے۔ ف پس ہم لوگوں پر اُسکی شکر گذاری واجب ہے

(سوا وقوع نسخ و کیفیت نسخ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ نسخ صرف انہیں آیات میں ہوتا ہے جو امر و نہی و حرام و مباح احکام شرعیہ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید و صفات میں یا اخلاق کریمہ میں نسخ نہیں ہو سکتا اسی طرح قرآن میں جو اخبار یا قصص ہیں یا احوال آخرت میں مانند وعدہ ثواب و وعید عذاب کے انہیں بھی نسخ غیر ممکن ہے پھر نسخ کی کیفیت اسطرح تھی کہ کبھی بالکل بھلا دیا گیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو بھائی مسلمان ہوگئے اور انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورۃ پڑھایا پس دونوں رات کی نماز میں اُسکی تلاوت کیا کرتے تھے ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ رات میں جب دونوں نماز کے واسطے کھڑے ہوئے تو اس سورۃ میں سے ایک حرف بھی نہ پڑھ سکے (آخر انہوں نے دوسری سورتوں سے اپنی نماز پڑھی) پھر صبح کو دونوں روانہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے (اور خوفناک ہو کر) دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈرو مت کہ یہ سورۃ منسوخ کی گئی و بھلا دی گئی ہے (رواہ الطبرانی و ابوبکر بن الانباری) قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ چاہتا بھلا دیتا اور جو کچھ چاہتا تبدیل فرماتا تھا (عبدالرزاق) اور اسیکے مانند حسن بصریؒ سے روایت ہے (ابن جریر) اور اسیکے مانند حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر فرمائی (ابن ابی حاتم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ ہم میں علی رضی اللہ عنہ فیصلہ قضایا میں سب سے بہتر ہیں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قرأۃ میں سب سے بہتر ہیں حالانکہ ابی بن کعبؓ کا یہ قول ہم چھوڑتے ہیں کہ جو ابیؓ کہا کرتے ہیں کہ میں نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اُسکو نہیں چھوڑوں گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا (رواہ احمد و البخاری) اور مطلب یہ ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آیات ایسی سنیں جنکی تلاوت منسوخ ہوگئی لیکن بھلائی نہیں گئی ہیں تو ابی بن کعبؓ اُنکے پڑھنے پر بھی آمادہ ہیں اگرچہ مصحف میں داخل نہ کریں لیکن اس تبرک کے خیال سے نہیں چھوڑتے کہ میں نے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا تو یہ امر اگرچہ ابیؓ کے واسطے مضر نہیں ہے کیونکہ وہ خود ناسخ و منسوخ کو پہچانتے ہیں لیکن تابعین کے حق میں مضر ہے کہ وہ اسکو مصحف میں سے گمان کرینگے لہٰذا حضرت عمرؓ نے ذرا سا تنبیہ فرمائی [illegible] کہ نسیان کے طور پر نسخ ہونے کی دوسری مثال [illegible] موجود ہے از انجملہ گیارھویں پارہ میں جہاں اقسام منافقین کی فضیحت کا ذکر ہے تو ابتدا میں منافقوں کے نام بھی بیان کئے گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے بھلا دیئے چنانچہ وہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صریح روایت

ہو گئی اور واضح ہو کہ ناسخ و منسوخ کے چند اقسام ہیں اول یہ کہ لفظ و معنی دونوں منسوخ ہوئے چنانچہ نسیان کی مثالوں میں ظاہر ہے اور نیز حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ - کان فی ما انزل عشر رضعات معلومات - یعنے جو اتارا گیا اسمیں سے رضعات معلومہ تھین یعنی دس بار دودھ
پلانے سے حکم رضاعت کا ثابت ہوتا تھا (کما فی الصحیحین) حالانکہ اسکا لفظ بھی منسوخ ہے اور معنی بھی منسوخ ہیں دوم یہ کہ حکم منسوخ مگر تلاوت باقی
ہے اور اسکی بعض مثالیں اوپر گذریں اور نیز قولہ تعالیٰ - واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم یعنی جورووں کی زناکاری پر مار پیٹ کر کے الگ
پڑی چھوڑنے کا حکم تھا پھر سورۂ نور کی حد زنا کی آیت نازل ہو کر یہ حکم منسوخ ہو گیا - سوم یہ کہ حکم باقی مگر تلاوت منسوخ ہوتی ہے جیسے قولہ الشیخ و
الشیخۃ اذا زنیا الآیۃ - اور بعض علما نے قسم اول کو جائز نہیں رکھا ہے بدلیل ظاہر قولہ تعالیٰ - نات بخیر منہا او مثلہا - یعنے ویسا یا اس سے بہتر آنا ضرور ہے
اور جواب اسکا وہی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جو اوپر گذری اور نیز بہتری کچھ اسمیں منحصر نہیں ہے کہ دوسری آیت ہی آوے بلکہ بندوں
تکلیف دور کرنا جسپر انکی شکر گذاری ہووے بہتر ہے مترجم کہتا ہے کبھی حکم بدون تعمیل کے منسوخ ہو جاتا ہے جیسے معراج مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت پر پچاس وقت کی نمازوں کا حکم ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے اللہ عزوجل نے نسخ فرما کر صرف پانچ وقت کی کہدیں اور ابن جریر
نے فرمایا کہ آیت میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو بطریق خبر کے اپنی عظمت سے آگاہ فرمایا لیکن اس سے یہودیوں کو جھوٹا و خوار
بنانا بھی ظاہر ہے کیونکہ یہودی اس بات سے انکار کرتے تھے کہ توریت کے احکام منسوخ ہوں اسواسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت
انکار کرتے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل الٰہی سے توریت کے بعض احکام منسوخ کیے اگرچہ باقی توریت انپر بھی بدستور لازم رہی اور یہ
یہودیوں کی محض عداوت تھی کیونکہ عقلاً کچھ بھی محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس طرح چاہے حکم فرماوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ واجب نہیں ہے کہ ایک ہی
طرح کا حکم سب بندوں پر لازم رکھے اور کیونکر کوئی شخص نسخ کا انکار کر سکتا ہے کیونکہ یہ تو یہودیوں کی بد توں کی کتب سابقہ و شرائع سابقہ میں واقع ہو چکا کیونکہ حضرت
آدم علیہ السلام کو اپنی اولاد میں لڑکا و لڑکی کا باہم نکاح کرنا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بھائی بہن کا نکاح منسوخ ہو گیا اور اسیطرح حضرت نوح علیہ السلام کو جو
بعد طوفان کے کشتی سے نکلکر جمیع حیوانات کا کھانا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بعض جانور منسوخ ہوئے اور اسیطرح حضرت یعقوب علیہ السلام اور انکی اولاد
کو ایک وقت میں دو بہنوں کا نکاح میں رکھنا حلال تھا حالانکہ بنی اسرائیل میں بعد نزول شریعت توریت کے ممنوع ہو گیا اور اسی طرح حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا لیکن یہ کام پورا کرنے سے پہلے منسوخ کر دیا گیا اور اسی طرح گوسالہ پوجنے والے بنی اسرائیل کو قتل
نفس کا حکم ہوا پھر ہنوز سب قتل نہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ فرمایا اور اسی طرح بہت سی مثالیں ہیں جو یہودیوں پر حجتی لازم ہیں اور خود
انکا اقرار کرتے ہیں اور اسی طرح توریت و انجیل میں حضرت خاتم النبیین کی بشارت اور انکی متابعت شریعت کا حکم قطعی موجود ہے پس ظاہر ہے کہ شریعت
سابقہ منسوخ ہو گئی مترجم کہتا ہے یہ کلام خوب و حجت قاہرہ ہے لیکن نصرانیوں پر تعجب ہے کہ یہودیوں کے ساتھ ملکر کہنے لگے کہ ہاں نسخ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ جاہلانہ
یہودیوں نے انکو جاہل ملزم بنایا اس طرح کہ جب نسخ نہیں ہو سکتا ہے تو انجیل و نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کا دعویٰ غلط ہو گا کیونکہ شریعت
انجیل میں بھی تو احکام توریت منسوخ ہو گئے مانند وجوب جہاد و حرمت شراب و گوشت شتر و چربی وغیرہ پس نسخ صحیح و قطعاً واقع ہوتا چلا آیا ہے
اور اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے اپنے بندوں پر اپنی مشیت کے موافق جن افعال سے چاہتا ہے عبادت مقرر فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت
توحید صفات و اخبار آخرت مانند ثواب و عذاب قابل نسخ نہیں ہیں اور یہی اصل ہیں اور انمیں جمیع انبیاء علیہم السلام متفق ہیں پس طریقہ عبادت
اور کھانے پینے کے حرام و حلال میں البتہ اپنی مشیت کے موافق بندوں کو مختلف طور سے بندگی کرنے کا حکم فرمایا اور یہ اپنی مخلوقات میں
تصرف بجا ہے حکمت ہے - (فائدہ) مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ - نات بخیر منہا او مثلہا - میں اشکال ہے کہ مراد ثواب یا تکلیف و [illegible]

اگرچہ حکمت الٰہیہ میں ناسخ و منسوخ ہر ایک سے مصلحت خاص متعلق ہے اور نظم قرآنی کی تثلیث مراد نہیں ہے چنانچہ بعض نے یہی وہم کر کے دعویٰ کیا
کہ قرآن مجید کا حکم سنت نبوت یعنے حدیث سے منسوخ نہیں ہو سکتا اور یہ قول باطل ہے اور تمام اہل سنت متفق ہیں کہ آیت قرآن کا نسخ
جس طرح دوسری آیت قرآن سے ہے اسی طرح حدیث سے ہوتا ہے لیکن مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک تو اسناد صحیح ہونا کافی ہے توضیح یہ ہے کہ قرآن مجید
تو متواتر ثابت ہے اور احادیث شریف اگر متواتر یا مشہور اسناد سے پہونچیں تو بلا خلاف یقین ہوگا کہ یہ حدیث بیشک آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمائی اور چونکہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے تو اس سے بالاتفاق آیت قرآن کا نسخ جائز ہے اور اگر اسناد مشہور یا متواتر نہو بلکہ
اس سے کم مگر اسناد صحیح ہو تو بھی مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک ناسخ ہو سکتی ہے اور حنفیہ کے نزدیک نہیں اور یہی بعض مالکیہ کا قول ہے
اور منہاج البیضاوی کی شرح میں لکھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قیاس سے بھی نسخ جائز ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ مشہور اصول حنفیہ کے خلاف
ہے اور صحیح یہ تفصیل ہے کہ اگر قیاس منصوص العلت ہو جیسے قولہ تعالے۔ یسئلونک عن المحیض قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض الآیۃ
سے معلوم ہوا کہ حیض میں جماع کی ممانعت اس علت سے ہے کہ یہ گندگی کی حالت ہے تو جب یہ علت قطعی معلوم ہو گئی تو ہر ایسا جماع جس میں گندگی
ہو قطعاً حرام ہوگا جیسے زوجہ کے ساتھ لواطت کرنا قطعی حرام ہے کیونکہ وطی حیض سے بھی زیادہ نجس ہے اجماع الامۃ سے بالاتفاق نسخ جائز ہے
قطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے کیونکہ مومنین کا اجماع شرط ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مومن ہونا قطعی معلوم ہے بدلیل قولہ تعالی اولئک
ہم المومنون حقا۔ اور قولہ تعالے۔ اولئک ہم الصادقون۔ اور قولہ تعالے۔ اولئک ہم المفلحون۔ اور قولہ تعالے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ
اور قولہ تعالے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیۃ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تو قطعی مومنین کا اجماع ہے
بعضوں نے کہا کہ شیخ ابن حزم نے اجماع کے قطعی ہونے سے انکار کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ ابن حزم کو قطعیت سے انکار نہیں ہے بلکہ شیخ مذکور کہتا ہے کہ جو قوم
جن کے مسلمان بھی صحابی ہیں حالانکہ اجماع میں انکا موجود ہونا روایت نہیں ہے (ذکرہ الشیخ ابن حجر فی الاصابہ) لیکن شیخ ابن حزم کا قول مردود
ہونے پر اجماع ہے پھر سواے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو اجماع واقع ہوئے وہ قطعی نہیں ہیں ف واضح ہو کہ قرآن پاک عین کمال صفات سے ہے
اور یہ حقیقی شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھی کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا خلق عظیم یہی قرآن ہے (کما فی الصحیح) یعنے آپ کے اخلاق کریمہ عین موافق القرآن مجید ہیں اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم درجہ بدرجہ
کہ جس قدر قرآن مجید سے توافق زیادہ ہوا اسیقدر رذائل رذیلہ زائل ہو کر اخلاق کریمہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ عین صفات قدسیہ الٰہی عز و جل
تنویر ہے لہٰذا الشیخ سوائتیؒ نے قولہ تعالے۔ ما ننسخ من آیۃ کے اشارہ میں کہا کہ ہر مرتبہ و مقام کے لائق صفات بشریہ سے اللہ تعالیٰ بذریعہ
کلام پاک کے زائل فرما کر صفت نورانی عطا فرماتا ہے اور یہ تبدیل برابر جاری رہتی ہے یہانتک کہ کمال حاصل ہو اور چونکہ کلمات الٰہیہ
غیر متناہی ہیں بدلیل قولہ تعالی ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ یعنی اگر زمین کے کل درخت کوئی
ہوں سب قلم بن جاویں اور سمندر سب دوات ہو جاویں اور ایسے سات سمندر دیگر اسکے ساتھ شامل ہوں تو بھی کلمات الٰہی کم نہوں۔ ف پس
عطاے معارف کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے لہٰذا بعض نے فرمایا کہ اہل قبولیت جنہیں صلاحیت جسقدر دیگئی وہ یہاں بنتی ہیں کیونکہ کبھی ادنیٰ کہ وہاں بے انتہا
ترقیات نعمت مدارج معرفت پڑھتے چلے جاوینگے اور یہ ترقی تو اہل سعادت کے واسطے حیات دنیا سے شروع ہوتی ہے حتی کہ ایک حالت سے
ترقی کر کے بلند حالت پر پہونچا جاتا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی تھا مگر فرق یہ ہے کہ اوروں کے لیے تو اپنے منازل
میں ترقی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ابتدا حال وہ تھا کہ صدیقین کا انتہا سے عروج اسکے متصل ہوتا ہے مگر اصل میں واصل

نہیں ہوتا ہے پس آپ کے مدارج آپ کی شان نبوت میں ترقی کرتے حتی کہ معراج بھی ایک مرتبہ تھا قال تعالیٰ - دنیٰ فتدلیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ - اور عالی مدارج کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے - (عس) واضح ہو کہ ہر عارف عاقل خوب سمجھتا ہے کہ انسان اپنے مدارج نفس کی ترقیات میں کبھی راہ نہ پاوے اگر ہدایت الٰہی بشرع رسالت اُسکی دستگیری نہ فرماوے تو پھر آدمی کی کیا مجال ہے کہ وہ حکمت الٰہیہ کے نسخ و تبدیل وغیرہ میں سوالات کرے کیونکہ جو شخص مثلاً دنیا میں شاہی اصول حکمت سے واقف ہو وہ موقع اور ادب سے مناسب سوال کرسکتا ہے حالانکہ یہ معاملات صرف انہیں حواس سے متعلق ہیں جنمیں سب آدمی برابر ہیں پھر بھی وزیر سلطنت و بازاری کی فہم و فراست میں بڑا فرق ہے تو مدارج آخرت و تعلیم نبوت میں جہاں بادشاہ ایک بازاری کی برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا ہے کیونکر کوئی شخص سوالات کرسکتا ہے بلکہ وہاں یہی راہ ادب ہے کہ اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و رضا پر ہمہ تن اپنے آپ کو سپرد کردے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جس ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے سکھلایا اور اپنے دشمنوں شیاطین انس و جن کے فریب و وسوسہ سے نجات کا قاعدہ بتلایا کما قال تعالیٰ

أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہوچکے ہیں موسیٰ سے پہلے اور جو کوئی انکار لیوے

بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن

بدلے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے دل چاہتا ہے بہت کتاب والوں کا کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان

بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ

ہوئے پیچھے کافر کردیں حسد کرکر اپنے اندر سے بعد اسکے کہ کھل چکا اُن پر حق

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم البتہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ

اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے بھلائی وہ پاؤ گے اللہ کے پاس

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسی باتیں پوچھنے سے منع فرمایا جنکا ابھی وقوع نہیں ہوا ہے جیسے قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم الآیۃ یعنے اے ایمان والو نہ پوچھو ایسی چیزوں کے احکام جنکو پوچھ کر اگر تمہارے لئے ظاہر کی جائیں تو تمکو برائی پہونچا دینگے حالانکہ یہ باتیں جس وقت قرآن نازل ہو رہا ہے اگر اس وقت پوچھو گے تو تمہارے واسطے ظاہر کردی جاوینگی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو اصلی اباحت پر رکھا ہے کما قال تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعا [illegible] ان چیزوں کے کھانے کو ممنوع کردیا اور یہ کمال رحمت سے بندوں پر آسانی ہے اور پوچھنے میں یہ ضرر ہے کہ شاید وہ حرام کردی جاوے تو پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا اسی واسطے حدیث میں آیا کہ مسلمانوں کے حق میں وہ مسلمان سب سے زیادہ مجرم ہے جس نے ایسی چیز کو دریافت کیا جسکی بابت کوئی نص حرام کرنے والی نہیں تھی پھر وہ اسکے پوچھنے سے حرام کردی گئی (الصحیح) اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سوال کو مکروہ

معیوب سمجھتے تھے چنانچہ صحیحین کی حدیث ملاعنہ مین مروی ہے اور حدیث مغیرہ بن شعبہؓ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو باہمی قیل وقال اور بربادی مال اور کثرت سوال سے منع فرماتے تھے (الصحیحین) اور دوسری حدیث مین فرمایا کہ جب تک مین تمکو چھوڑون تم مجھے چھوڑو یعنی اُسکی بابت حکم مت پوچھو کیونکہ تمسے اگلی اُمتین اسی جہت سے تباہ ہوئین کہ اپنے انبیاء سے بکثرت احکام پوچھے پھر مخالفت کی پس تمکو جب مین کسی امر کا حکم دون تو جہانتک ممکن ہے اُسکو عمل مین لاؤ اور اگر کسی بات سے منع کرون تو اُس سے باز رہو (صحیح مسلم) اور یہ حدیث آپ نے اُسوقت فرمائی کہ جب لوگون کو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمپر حج فرض کیا ہے پس ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہر سال فرض کیا ہے اور اُسنے بار بار پوچھا یہانتک کہ تین بار آپ خاموش رہے پھر فرمایا کہ نہین یعنی ہر سال فرض نہین ہے اور اگر مین کہتا کہ ہان تو تم پر ہر سال فرض ہو جاتا اور اگر ہر سال فرض ہو جاتا تو تمسے ادا نہ ہوتا (الصحیح) یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے لسان شریعت عطا فرمائی ہے جیسا کہ کتب سابقہ مین آپکی صفات مین مذکور ہے اور انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم لوگ تو سوال سے منع کر دیے گئے تھے تو ہمکو تمنا ہوتی تھی کہ اعراب مین کوئی سمجھدار آدمی آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھے تو ہم بھی سن لین (السنن) اور براء بن عازبؓ سے اسی کے مانند روایت ہے اور کہا کہ ہمکو کوئی بات پوچھنی ہوتی تو سال گذر جاتا اور ہم بوجہ ہیبت کے نہین پوچھ سکتے تھے (ابو یعلی) اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر ایک ہیبت عظیم چھائی ہوئی تھی (کما فی الصحیحین) حتی کہ ہرقل قیصر روم کی طرف سے اور پرویز کسریٰ فارس کی طرف سے جو ایلچی آئے تھے اُنپر اسقدر ہیبت سوار ہوئی کہ کانپنے لگے اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پیغام ادا کیا (کما فی السیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر قوم نہین دیکھی کہ اُنھون نے صرف بارہ مسئلے پوچھے کہ وہ سب قرآن مجید مین مذکور ہین (البزار)

مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ قرآن مجید کلام الٰہی عزوجل قدیم ہے تو جو کچھ کلام الٰہی عزوجل مین ازل سے واقع ہوا تھا وہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا پس اُنکی فضیلت کا مانہ ظاہر ہے کہ اُنکے وہی سوال ہین جو کلام الٰہی مین تلاوت کیے جاتے ہین پس اسکو سمجھو کہ یہ کلام ابن عباس رضی اللہ عنہ نہایت لطیف دقیق متین ہے پس یہ کرامت تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے خاص ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے واسطے رسول ہین تو اسمین مومنین و کافرین سب شامل ہین مگر کافرون پر علاوہ نحوست کفر کے بیہودہ سوال کرنے کا بھی عیب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیہم کتابا من السماء فقد سألوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ یعنی اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہین کہ آپ اُنپر آسمان سے کوئی کتاب اُتار لائیے (اس بیہودہ سوال سے تعجب نہ کیجیے) انھون نے تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑھکر سوال کیا تھا کہ کہنے لگے ہمکو کھلا ہوا اللہ تعالیٰ کو آنکھون دکھلا دیجیے۔ ھ۔ اور محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہودی رافع بن حریملہ اور وہب ابن زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ آسمان سے کوئی کتاب ہمارے لیے اتار دیجیے اور یہان نہرین جاری کر دیجیے تو ہم آپکو مان لین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ اَمْ تُرِيدُونَ اَنْ تَسْـَٔلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسٰى مِنْ قَبْلُ یا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسے سوال کرو جیسے موسیٰ قبل سے سوال کیا گیا تھا ف چنانچہ موسیٰ سے کہا کہ ہمارے لیے بھی ان لوگون کے بتون کے مانند ایک خدا بنا دو اور کبھی کہا کہ ہمکو عیاناً اللہ تعالیٰ کو دکھلا دو اور مانند اسکے بیہودہ سوالات کیے اسیطرح ان یہودیون نے بھی عناد و سرکشی سے معجزات عظیمہ و قطعی دلائل نبوت چھوڑ کر بیہودہ سوالات شروع کیے جیسے کفار مکہ کی بھی یہی کیفیت تھی چنانچہ مجاہد نے فرمایا کہ کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے واسطے اس کوہ صفا کو سونے کا کر دیجیے تو آپ نے فرمایا کہ اچھا لیکن یہ ایسا ہے کہ جیسے بنی اسرائیل کے واسطے مائدہ آسمانی تھا ویسے ہی یہ سونے کا پہاڑ تمہارے واسطے ہوگا تو قریش نے اس سے انکار کیا اور پھر گئے

سدی وقتادہؓ سے بھی اسکے مانند مروی ہے ع - مترجم کہتا ہے کہ بنی اسرائیل نے آسمان سے طعام پختہ مانگا تھا تو یہ شرط ہوئی کہ اچھا بھیجا جائیگا لیکن اگر ناشکری سے ذخیرہ کیا گیا تو عذاب سخت دیا جائیگا پس اُنھون نے منظور کر لیا لیکن امتحان مین پورے نہ اُترے تو نافرمانی سے مسخ کر کے سور کر دیے گئے جو بیچ رہے مر گئے چنانچہ سورۂ مائدہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا - واضح ہو کہ قریش کو یہ سوال غالباً یہودیون وغیرہ نے سکھلایا تھا اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنسے وہی شرط لگائی جو نزول مائدہ مین تھی اور چونکہ یہودیون سے قریش نے مائدہ والون کا انجام سُنا تھا لہذا خوفناک ہو کر نا منظور کیا علامہ بیضاوی رحؒ وغیرہ نے لکھا کہ - ام تریدون - ام متصلہ یا منقطعہ ہے لیکن متصلہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو جیسے بولتے ہین اھو زید ام عمرو یعنی کیا وہ زید ہے کہ عمرو ہے پس یہان کہا گیا کہ - الم تعلم - مین جو ہمزہ وہی کافی ہے اور معنے یہ ہین کہ کیا نہین جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ مالک و قادر ہے وہی احکام جس طرح نسخ و تبدیل وغیرہ سے چاہتا ہے جاری کرتا ہے اور یہان کہ کر کیا رسول سے سوال کرتے ہو جیسے یہود نے موسیٰ سے سوال کیا مراد یہ کہ مسلمانون کو ارشاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مضبوط رہین اور کافرون و مشرکون کے شبہہ ڈالنے سے سوالات مین نہ پڑین جیسے موسیٰ کی قوم نے شیطانی وسوسہ سے بیجا سوال کیے آخر گمراہ ہوئے پس تمھین اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مالک آسمان و زمین ہے تو وہ جو کچھ نسخ و تبدیل کرے بہت خوب و عین حکمت و تمام مصلحت ہے مترجم کہتا ہے اس تقریر بیضاوی پر - رسولکم - سے اپنا مانا ہوا رسول مراد ہوگا کیونکہ یہ خطاب صرف مومنون کو ہوا کہ تم اپنے رسول سے بیجا سوال نہ کرو اور اگر یہ کافرون کو ملامت ہو جیسے تقریر ابن کثیرؒ سے ظاہر ہوا کہ کفار یہود و مشرکین قریش کی نسبت ہے تو - رسولکم - کے یہ معنے ہونگے کہ اس طبقۂ امت کے واسطے جو رسول بھیجا گیا ہے کیونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول تو نہین سمجھتے لیکن (اپنے رسول ۱۲) درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طبقۂ اُمت کے واسطے جو قیامت تک ہے رسول برحق ہین - بیضاوی کے حاشیہ مین کہا کہ صاحب مفتاح کے نزدیک یہان ام متصلہ نہین ہے کیونکہ اُسکے بعد مفرد ہوتا ہے علامہ عکبری نے اعراب القرآن مین کہا کہ - ام - یہان منقطعہ ہے اسواسطے کہ - الم تعلم - مین جو ہمزہ ہے وہ اس موقع مین نہین ہے اسکو سیوطیؒ نے اختیار کیا کیونکہ - الم تعلم - خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا آپ بھی داخل ہین کیونکہ معنے یہ ہین کہ کیا تو نے نہین جانا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ملک سموات والارض ہے - ام تریدون - مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہین ہین پس اگر متصلہ ہو تو خلاصہ یہ کہ - الم تعلم و لکن ام تریدون السؤال - یعنی کیا تو نہین جانتا ہے قدرت الٰہی یا تم لوگ بیجا سوال کرتے ہو - ظاہر ہے کہ یہ تقدیر نہین بنتی ہے پس یہان ام منقطعہ بمعنے بل کے ہے یعنی یہان سے دوسرے کلام کی طرف رجوع کر کے گویا فرمایا کہ نسخ و تبدیل احکام مین کچھ شبہہ نہین ہو سکتا کیونکہ کون شخص یہ بات نہین جانتا کہ آسمان و زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جو چاہے اور جس طرح چاہے حکم کرے تو تم لوگ ایمان لانے کے لیے پوچھ کچھ نہین کرتے ہو بلکہ تمہارا ارادہ یہ ہے کہ اپنے وقت کے رسول سے بھی ایسے ہی بیہودہ سوال کرو جیسے قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیے تھے - اسمین تنبیہ ہے کہ جو شخص ایسی جہالت کر کے اپنی عاقبت برباد کرے حالانکہ وہ دلائل قطعیہ سے حق پہچان گیا وہ بدبخت و شقی ہے - وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ

اور جس نے ایمان کے عوض کفر کو بدل لیا تو وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہوا - ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات نبوت و دلائل معجزات قدرت اور بات بات مین معجزات اس بات کے واسطے قطعی آیات و دلالات ہین کہ آپ بلا شبہہ پیغمبر حق و خاتم انبیاء ہین تو ایمان صریح موجود ہے پھر اسکو چھوڑ کر کفر لینا و بیجا سوالات و عداوت و حسد کرنا عین گمراہی ہے اور عجب کہ یہ بدبختی زیادہ تر یہودیون مین تھی جنکے پاس باوجود علم کے آپ کی نبوت کے دلائل قطعی موجود تھے حالانکہ یہ لوگ علاوہ اپنی گمراہی کے حسد سے مومنون کو بہکانا بھی چاہتے

کہ گمراہ ہو جاویں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انکی شیطانیت سے متنبہ کر دیا چنانچہ فرمایا۔ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ بہتیرے اہل کتاب نے دلی خواہش سے تمنا کی کہ کاش ایسا ہوتا کہ تم لوگوں کو تمہارے ایمان کے بعد موڑ کر کفار کر دیں بوجہ ایسے حسد کے جو انکے نفوس کی جانب سے ابھرا ہے بعد اسکے کہ انکو حق ظاہر ہو چکا۔ ف۔ یعنی اللہ عزوجل کی توریت و انجیل وغیرہ کتب انبیاء سابقین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل نبوت و احکام امت ایسی تفصیل کے ساتھ مذکور رہے کہ یہود و نصاریٰ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب و کتاب یعنی قرآن مجید سے مقابلہ کیا تو امر حق بالکل کھل گیا اور کچھ بھی شبہہ باقی نہ رہا مگر انکو حسد نے جان بوجھ کر انکار پر آمادہ کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید کسی روایت میں یہ بھی مذکور ہو کہ پیغمبر آخر الزمان محض امی ہونگے اگرچہ آپ کی بشارات سے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہونگے لیکن یہودیوں نے اپنے فہم ناقص کے موافق حضرت داؤد علیہ السلام کی بعض عبارت سے یہ نکال رکھا تھا کہ بنی اسرائیل ہی میں نبوت دائمی ہے حالانکہ یہ انکی غلط فہمی تھی و تمام انبیاء علیہم السلام نے موافق توریت کے بشارت دی تھی کہ زمین تہامہ سے پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونگے اور تہامہ بالاتفاق یہی زمین حجاز ہے جس میں مکہ و مدینہ واقع ہے اور خصوصاً ان یہودیوں کو جو عرب میں رہتے تھے کچھ بھی شک نہ رہا کہ تہامہ سے مبعوث ہونے والے پیغمبر آخر الزمان یہی ہیں چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودیوں جو اپنے علم پر مغرور تھے دیکھا کہ پیغمبر آخر الزمان جنکے اسقدر فضائل مذکور ہیں ایک امی ہیں جو انکی تمام توریت سے خبر دیتے ہیں اور تمام انبیاء اور انکی کتابوں اور امتوں کا بیان کرتے ہیں جو انکو بھی نہیں معلوم ہے اور توریت انکی تصدیق کرتی ہے تو ایسے صدق ایمان کے حسد نے انکو آمادہ کیا کہ جان بوجھ کر انکار کریں انکے کفر سے۔ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہود کے عالموں میں سے حیی بن اخطب و ابو یاسر کو تمہارے زیادہ حسد یہ حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر آخر الزمان کے اسقدر فضائل پہلی کتابوں میں بیان فرمائے اسکی خصوصیت عرب سے ہوئی حالانکہ یہ بڑی قوم سے پس یہودیوں سے چھین لیا وہ حسد کرتے تھے چنانچہ جس قدر ہو سکا عرب کو ایمان سے بہکاتے تھے (محمد بن اسحٰق) مترجم کہتا ہے کہ یہ دونوں شخص جاہل تھے کہ جب انکو معلوم ہو چکا کہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت عرب میں واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہی تقدیر الٰہی تھی پس یہود و نصاریٰ سوا اسکے اپنی بربادی کے کیا فائدہ اٹھا سکا ظاہر وہی صحیح ہے جو بعض علماء نے فرمایا کہ یہودی قوم ہمیشہ جو مسائل معرفت کو نہیں سمجھتی لیکن مترجم کہتا ہے کہ ظاہر ایسی یہودی ہیں ہوں جو شخص تقدیر سے منکر ہو اسکا ایمان ہی درست نہیں ہو سکتا حالانکہ قوم موسیٰ علیہ السلام میں بہت سے علماء صالحین و اولیاء گزرے ہیں وہ کیونکر تقدیر سے منکر ہو سکتے ہیں اسیطرح قوم عیسیٰ علیہ السلام میں بھی بہت صالحین گزرے کہ وہ بالضرور ایمان تقدیر پر قائم تھے حالانکہ بالفعل جو نام کے نصرانی ہیں تقدیر سے بالکل منکر ہیں پس یہی ان یہودیوں کا حال تھا جو بوجہ جہالت کے کتابی الفاظ پر لپٹنا اپنا کمال سمجھتے اور بحث و غلطی سے بچا کر کوشش کرتے کہ پیغمبر آخر الزمان کی نبوت قوم عرب میں نہ ہو اور تفسیر ابن عباسؓ سے معلوم ہوا کہ حیی بن اخطب اور اسکا بھائی ابو یاسر الخبیثین کا ذکر اسی دن میں تھا اور کعب بن مالکؓ نے کہا کہ ایک یہودی کعب بن الاشرف جو کہ شاعر بھی تھا وہ بھی کیا کرتا تھا انکے حق میں بھی یہ آیت نازل ہوئی (ابن ابی حاتم) ۔ معالم میں ایسا ہے یوں قصہ مذکور ہے کہ جب جنگ احد میں مسلمانوں نے ہزیمت اٹھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست پائی تو یہودیوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان و عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بہکانا شروع کیا کہ اگر تم لوگ دین حق پر ہوتے تو کیوں شکست پاتے اور اگر تم ہمارے دین کی طرف رجوع کرو تو زیادہ ہدایت پاؤ گے پس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ واقف ہو کہ عہد شکنی کا کیا حکم ہے تو کہنے لگے کہ عہد توڑنے کی بات بڑا گناہ ہے پس عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے عہد

کر لیا کہ جب تک زندہ ہوں تیرے دین اسلام اور تیرے رسول حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پھرونگا لیکن تم لوگ بدعہد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے
عہد توڑ بیٹھے سے پھر گئے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو اس بات پر راضی ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیغمبر
ہیں اور اسلام میرا دین ہے اور قرآن میرا پیشوا ہے اور کعبہ میرا قبلہ ہے اور مومنین میرے بھائی ہیں اور کفار میرے دشمن ہیں پھر دونوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ حال بیان کیا تب یہ آیت اتری۔ ودّ کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا
من عند انفسہم من بعد ما تبین لہم الحق۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفار کی گستاخیوں سے اعراض کا حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ فاعفوا
واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔ پس تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاوے۔ ف پس اہل
ایمان نے صبر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ اب جہاد کرو یعنی اہل کتاب سے بھی جہاد کرو لیکن اتنی تخفیف فرمائی کہ اگر یہ لوگ مطیع ہو جاویں تو
انسے جزیہ قبول کر لو بالاتفاق مشرکین سے بجز اسلام عرب کے جزیہ قبول نہیں ہوتا ہے اسواسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ایک جماعت
سے مروی ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا بقولہ تعالیٰ۔ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا
یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ ف لیکن ایک جماعت فقہاء و مفسرین نے یہاں منسوخ کا
حکم دینا تسلیم نہیں کیا اور یہ حجت پیش کی کہ اللہ تعالیٰ نے عفو و درگذر کرنے کا مطلق حکم نہیں دیا بلکہ یوں حکم دیا کہ عفو و درگذر یہانتک کرو
کہ حکم الٰہی آوے تو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت تک خود ہی محدود فرمایا تھا اور اصطلاح میں اسکو نسخ نہیں کہتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ہاں حضرت ابن مسعود
وابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کی بھی یہ لوگوں کی نسخ اصطلاحی مراد نہیں رکھی ہے کیونکہ اسوقت تک یہ اصطلاح کچھ نہیں تھی پس ان حضرات رضی اللہ
عنہم کی غرض یہ ہے کہ جب اہل کتاب پر جہاد کرنے کا حکم آیا تو عفو و درگذر کا حکم ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں مسلمانوں کو امید دلائی ہے
کہ اہل کتاب کی ایذا سے دور کیجاویگی حالانکہ اسکا فائدہ وہی جتلایا بقولہ تعالیٰ لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا
الآیۃ گویا اشارہ ہے کہ تمکو اپنے نفس سے اوہام دور کرنے کے واسطے ضرور بہت سی ایذائیں مشرکوں و اہل کتاب سے سننا پڑینگی تاکہ تمہارا نفس
مغرور نہ ہو کہ ایمان کی وجہ سے ہمکو اختصاص ثابت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کا احسان مانو کہ ہم لوگ ایمان پر ثابت قدم رہینگے اگرچہ کفار سے کیسی ایذا
پہونچے کیونکہ یہی اخلاص توحید ہے کہ نفس کے واسطے کوئی کام نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو حتی کہ جب اس میں کامل ہوگئے یعنی
خطرات نفس سے چھوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ایذائے کفار سے نجات دی اور جہاد کا حکم دیکر سب کافروں کو خوار کیا۔ ان اللہ
علی کل شیء قدیر۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ف پس اسوقت اہل ایمان کے واسطے معنی القدرۃ نفس میں پہلے سے موجود تھا کہ
باوجود اس حالت کے اس بات کا یقین کامل رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کافروں کو خوار کرے اور بالفعل انکو چھوڑ دینا مصلحت
اور خود ہمارے واسطے مصلحت ہے کیونکہ احکام الٰہی میں حکمت و مصلحت ہیں چنانچہ یہاں حکم دیا کہ تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو اور یہی
حکم دیا کہ۔ واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ۔ اور ٹھیک قائم رکھو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ۔ ف پس اول سے انکے نفوس کو منقطع کیا
اور ٹھیک نماز پر قائم کرنے سے وسوسہ نفس زائل کیا کیونکہ جبکہ نفس میں وسوسہ ہو کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہے تو وہ بالفعل نماز میں
ٹھیک نہیں رکھتا تھا اسیواسطے حکم دیا کہ علاوہ فرائض کے ہر ایک طرح کی نیکی جو ممکن ہو عمل میں لاؤ۔ وما تقدموا لانفسکم من
خیر تجدوہ عند اللہ۔ اور اپنے نفوس کے واسطے جو تم پہلے پہونچا رکھو اسکو اللہ تعالیٰ سے یہاں پاؤ گے۔ ف پس
تمہارا نفس باتباع عقل کے خود خوش ہو کہ یہ اسی کے واسطے بھلائی ہے کہ اس دار فانی میں جو کچھ نیکی کرے گا یا وہ آرام کے ساتھ

وہاں پاوے گا پس چاہیے کہ نفس محض اخلاص کے ساتھ نیکی میں سرگرم رہے - اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ - جو کچھ تم کرتے ہو
البتہ اللہ تعالےٰ خوب دیکھتا ہے ف اور کوئی چیز اُسکے دیکھنے میں حائل یا مانع نہیں ہوسکتی حتی کہ تمھارا دل و اُسکا ہر ذرہ اللہ تعالےٰ کے
سامنے ہی چاہیے جہاں ہو حتی کہ بعض احادیث میں آیا کہ اندھیری تاریک رات میں کوہ صفا کے غار میں چیونٹی کی چال حضرت حق عزوجل کے
سامنے ہے اسیواسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دیکھو شیطان تمھاری رگوں میں خون کی طرح جاری ہے تو ایسے نزدیک متصل دشمن سے کون بچ سکتا ہے
سوائے اُس شخص کے جو ایسے حامی سے پناہ لے کہ وہ اس سے بھی قریب ہے اور وہ اللہ عزوجل ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت نفیس کلام ہے
ورنہ شیطان خود اس قدر قریب جاری اور خود انسان کا نفس بھی اُسکے وساوس قبول کرنے والا یعنے خود اپنی جان کا دشمن یعنے نہایت
احمق ہے بلکہ آدمی اپنی جنس کے آدمیوں یعنی کافروں کی جانب میلان کرتا ہے اور جنسیت کی وجہ سے اُنکا ضرر شدید ہے حتی کہ آدمی کو مجوس سے یہود کا
ضرر ہے اور اس سے بڑھکر یہود و نصاریٰ سے ضرر ہے اور اس سے بڑھکر اسلام کی شکل میں مبتدعین خوارج و روافض و شیعہ و معتزلہ وغیرہ سے
ضرر ہے اور اس سے بڑھکر اہل سُنت کے علمی مبتدعین سے ضرر ہے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت میں یہ اعتقادی بدعتی یعنی خوارج و روافض و شیعہ
وغیرہ نہیں تھے مگر یہود و نصاریٰ و منافقین موجود تھے اور وہ ہر طرح سے اہل ایمان کو دھوکا دیتے تھے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم میں حسن
معرفت الٰہی عجیب تھی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی انبیاء علیہم السلام میں عجیب ہے کیونکہ باوجود اُمّی ہونے کے معرفت و علم الٰہی و
علم اولین و آخرین میں سب سے اکمل ہیں اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جمیع امم ماضیہ سے اکمل ہیں و منجملہ فتنۂ کفار کے فرمایا -

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا
اور کہتے ہیں ہرگز نجاوینگے جنت میں مگر جو ہونگے یہود یا نصاریٰ یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں اُنھوں نے کہہ لے آؤ
بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى ۤ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ
سند اپنی اگر تم سچے ہو کیوں نہیں جسنے تابع کیا مُنھ اپنا اللہ کے اور وہ نیکی پر ہے اُسی کو ہے مزدوری اُسکی
عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى و۳ع۱۳
اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے اُنپر اور نہ اُنکو غم ہے اور یہود نے کہا نصاریٰ نہیں
عَلٰي شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰي شَيْءٍ ۙ وَّھُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ
کچھ راہ پر اور نصاریٰ نے کہا یہود نہیں کچھ راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہیں کتاب اسی طرح
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
کہی اُن لوگوں نے جن پاس علم نہیں اُنھیں کی سی بات اب اللہ حکم کرے گا اُن میں دن قیامت کے جس بات میں
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝
جھگڑتے تھے

اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہود و نصاریٰ اپنے خیالات میں مغرور ہیں چنانچہ ایک گروہ یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے غرور پر دعوےٰ کیا
جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا - وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى - اور کہتے ہیں کہ
جنت میں ہرگز داخل نہوگا سوائے اُسکے جو یہودی یا نصرانی ہو - ف یعنے یہودی تو دعوےٰ کرنے لگے کہ جنت میں سوائے

یہودی کے کوئی داخل نہ ہوگا اور نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصرانی کے کوئی داخل نہ ہوگا حالانکہ یہ لوگ یہ قول نہیں کہ کلام کا مطلب [illegible]
نہیں سمجھتے کہ اس گفتگو سے کیا لازم آتا ہے کیونکہ جب سوائے یہودی یا نصرانی کے کوئی داخل جنت نہ ہو تو انبیاء سابقین [illegible]
ہوں مثلاً جب یہودی یوں کہا کہ سوائے یہودی کے کوئی بھی جنت میں نہ جائیگا معاذ اللہ لازم آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنت میں نہ جاویں
اور جب نصرانی نے یہ دعویٰ کیا تو اس پر بھی یہی لازم آیا حالانکہ [illegible] تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ [illegible]
خواہشیں ہیں۔ ف کوئی عقلی یا شرعی [illegible] یہود و نصاریٰ [illegible]
ہم لوگ [illegible] فرزندان الٰہی و محبوبان الٰہی ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible] قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ [illegible]
[illegible]

تو وہ قابل جنت ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ تو ہر ایسے شخص کے واسطے اسکے رب عزوجل کے یہاں اسکا ثواب ہے
ف لیکن سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہ انکے واسطے خاص بشارت دیدی گئی ہے باقی کسی شخص کو یہ سمجھنا روا نہیں ہے کہ میں ایسا ہی
نیکوکار ہون بلکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ پاک میں خوف وامید کے ساتھ باوجود ہر طرح کے نیک کامون کے التجا وآرزو لاوے کہ حضرت ارحم الراحمین
عزوجل اسکے اعمال صالحہ کو قبول فرماوے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے نیک بندون کو جانتا ہے بلکہ بدبختون کی پہچان معلوم ہو گئی کہ یہود ونصاریٰ کیطرح
مغرور وجنتی ہونے کے مدعی ونڈر ہوتے ہیں سو اعمال نیک بخت وسعید بندے وہی ہیں جو باوجود اس طرح کی نیکوکاریون کے خائف وامیدوار ہون
اور اپنے اعمال کی طرف نگاہ نکرین بلکہ اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے سے ڈرین نہیں معلوم اسکے علم میں یہ میرا عمل کس طرح واقع ہوا مگر اسکے فضل
ورحمت پر امیدوار رہون اور رب ارحم الراحمین فرماتا ہے۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ - اور ایسے بندون پر خوف
نہیں اور نہ وے غمگین ہونگے۔ ف یعنے دنیا میں جو غم ورنج کہ تقدیری ہو وہ تو پہونچیگا لیکن یہ لوگ تو اپنے سچے گھر یعنے آخرت کے
غم میں پڑے رہتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ نے اسی غم کو مکافات کردیا پھر آخرت میں نہ انپر خوف رکھا اور نہ کچھ غم ہے رب ارحم الراحمین اس بندۂ مترجم
کو مع جمیع مومنین کے انھین بندون کے ساتھ حشر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین شیخ سیوطی رحمہ نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حضور میں نجران کے نصاریٰ آئے اور مدینہ کے یہودی بھی جمع ہوئے اور باہم دونون فریق نے مناظرہ کرنا شروع کیا تو یہودیون نے کہا کہ سوا
یہود کے کوئی بھی جنت میں نجائیگا اور نصاریٰ نے اسکے جواب میں کہا کہ سوا نصرانیون کے کوئی بھی جنت میں نجائیگا پس دونون فریق
میں باہم طول کلام ہوا چنانچہ ابن جریر نے ابن عباس رض سے روایت کیا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ محسن کا اطلاق صحیح اعتقاد سے شریعت
حق کے موافق خالص عمل کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور احسان ایک مرتبہ بھی ہے یعنے اول درجہ اسلام ہے پھر اگر وہ ایمان قلبی کے
ساتھ ہوا تو مومن ہے ورنہ منافق ہے پھر جب ایمان پر ثابت قدم ہوا تو مرتبۂ احسان ظاہر ہوتا ہے اور اسیکو صوفیہ رحمہم
حقیقت کہتے ہیں حدیث میں آیا کہ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی ادا کرے کہ لا الٰہ الا اللہ ومحمد عبدہ ورسولہ ونماز ادا کرے اور رمضان کے روزے
رکھے اور زکوٰۃ دے اور استطاعت ہو تو حج کرے اور ایمان یہ ہے کہ دل سے اللہ تعالیٰ واسکے فرشتون ورسولون وکتابون اور روز قیامت
کی تصدیق کرے اور دل سے سچ مانے کہ بھلائی وبرائی کی تقدیر سب اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنے تقدیر پر ایمان لاؤ اور احسان یہ ہے کہ تو
اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ ضرور تجھے دیکھتا ہے (الصحیح والسنن) پس محتمل ہے کہ آیت میں یہی
مرتبہ مراد ہو (تنبیہ) قولہ۔ فلہ اجرہ عند ربہ۔ میں ضمیرین واحد بجانب لفظ من راجع ہیں کیونکہ لفظ من واحد ہے لیکن اسکے معنے جمع ہیں کیونکہ
شخص جسکی یہ صفت ہو سبکو شامل ہے اسیواسطے۔ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ میں اسی ضمیر کو جمع کردیا مترجم کہتا ہے کہ گویا نکتہ بلاغت یہان یہ ہے کہ
اگر۔ فلہ اجرہ۔ کی جگہ فلہم اجرہم عند ربہم۔ ہوتا تو شاید اشتباہ ہوتا کہ سب نیکون کے واسطے اللہ تعالیٰ کے یہان ایک مشترک مجموعی ثواب
ہوگا پس ضمیر واحد سے تنصیص فرمائی کہ ہر ایک کے واسطے بقدر اعمال وحسن نیات کے علیحدہ علیحدہ ثواب ہوگا کیونکہ یہان توجہ اسی
کی جانب تھی لیکن اسمین ایک یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ شاید آخرت میں خوف وغم بھی ہر ایک سے موافق اسکے اعمال کے دور ہو تو حضرت حق
عزوجل نے لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ میں سبکو مشترک کردیا کہ درجات اگرچہ موافق اعمال کے ہون لیکن خوف وغم دور ہونے میں
یکسان ہیں حتی کہ نیچے درجہ والے کو اونچے درجہ والون کو دیکھکر کچھ بھی غم وحسد نہوگا کیونکہ وہ محل حسد نہیں ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
ف۱ شیخ عرائس رحمہ کے بعض اشارات میں ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ بلی من اسلم وجہہ للہ۔ یہ اسوقت مستقیم ہوتا ہے کہ انعام الٰہی سے نظر اٹھاکر منعم

عزوجل مین نیست ہو رہا لیکہ اپنے معاملات مین بھی محسن ہو کہ اپنے اعمال سے نظر دور کر کے حق عزوجل کو دیکھے اس صفت سے کہ خود فانی ہوا
تو اُسکے واسطے بقاے حق ہوا اور اُسکو نہ خوف فراق ہوگا اور نہ حجاب دیدار سے حزن و ملال لاحق ہوگا مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے
واسطے گردن جھکانا جمیع اعتقادات و اعمال مین مسلّم ہو پس اپنے نفس کو انعام الٰہی کیجیے اور اُسمین ایمان و طاعات کا خالق اُسی کو جانے
حتی کہ اپنے آپ کو درمیان سے خارج و گم پاوے تو عین صفات الٰہی عزوجل کا بقا ہو فافہم بعض نے کہا کہ محسن وہ شخص ہے کہ اپنے اعمال و وجوہ
ریا و شرک خفی سے پاک کرے مترجم کہتا ہے کہ شروع سورہ مین شرک خفی کے وجوہ بیان ہوئے ہین از انجملہ یہ کہ اگر زید نے چھپ چھپا کے اور پیٹ مین
ورد ہوا تو اس جانب نظر دوڑانا کہ چھپ چھپانے سے ورد ہونے لگا نظر شرک خفی ہے بلکہ فضل الٰہی عزوجل و اُسکے حسن صنعت پر نظر کرے نہایت یہ کہ
ورد ہونے سے نظر تنبیہ دوڑاوے کہ نفس کی خواہش مین بغیر نیت صحیح کے چھپ چھپانے کا مزہ حاصل کرنا میرے حق مین برا ہے لیکن یہ جب ہی
حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے قلب پر مہر نہ کی ہو اسیطرح اگر عمرو نے بکر کو مارا تو اُسکی مار پر عین نظر قدرت رکھنا شرک خفی ہے - ف
بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اسلام الوجہ یہ ہے کہ اپنے مُنھ کو غیر کی بندگی سے آزاد کرے مترجم کہتا ہے یعنے اُسکا نفس جن وجوہ و جہات
کی جانب اُسکو پھیرے اُسمین سواے بندگی حق عزوجل کے نفس یا غیر کی طاعت منظور نہو مثلاً نفس نے اُسکو کھانے کی طرف پھیرا تو اس طرف
منھ کرنے مین اُسکو نفس کی خواہش و لذت پر عمل کرنا مقصود نہو بلکہ غور کرے کہ وہ کس واسطے کھاتا ہے پس اگر اُسکو نفس کی خواہش نظر آوے
تو ترک کرے اور اگر یہ غرض ہو کہ اس کھانے سے کسی عبادت الٰہی کی قوت حاصل ہو تو کھاوے اور اسمین بھی وجوہ کثیرہ ہین مثلاً ایک شخص مزدوری
سے اپنی اُجرت پیدا کر کے بال بچون کو کھلاتا اور عبادات کے فرائض و واجبات ادا کرتا ہے اور باقی حالت سے تندرست ہے تو وہ ایسی غذا
اور اس قدر کھاوے کہ اپنی مزدوری کے کام سے اور طاعات سے عاجز نہو جاوے اور اگر اُسنے اُس سے زیادہ مقدار کرنے مین یہ نیت کی کہ اچھی
قوت سے کام کر سکے تو جائز ہے مگر ثواب نہوگا اور اگر اُسکی تندرستی مین فرق ہو اور اُسنے اچھی غذا اسی نیت سے تجویز کی تا کہ کام سے عاجز نہو یا کوئی
عالم ہے کہ ضعف دماغ کے خیال سے اُسنے لطیف غذا کھائی تا کہ پڑھنے پڑھانے سے عاجز نہو تو مضائقہ نہین بلکہ ثواب پاوے گا علی ہذا القیاس
سونا جاگنا اُٹھنا بیٹھنا شادی بیاہ نوکری چاکری ملاقات محبت وغیرہ جمیع جہات نفس مین اس شخص نے نیت طاعت الٰہی و اتباع شریعت
مضمر رکھی تو اُسنے اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کر لیا اور اگر روپیہ و اشرفی وغیرہ خواہشات نفس کا قصد کیا تو وہ مذموم ہے جیسے کہ
حدیث شریف مین آیا - تعس عبد الدینار والدرھم - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا - افرایت من اتخذ الٰہہ ھواہ - سو جو نفس کی جہات
پر چلا اُسنے نفس کو معبود بنایا اور جسنے خواہش نفس سے اپنے آپکو آزاد کیا اُسکے حق مین - اسلم وجہہ للہ - صادق آیا - ور - قولہ تعالیٰ - وھو محسن -
یعنے طاعت الٰہی کو احسان کے طریقہ پر ادا کر کے بجا لاتا ہے اور یہ توفیق رضاے الٰہی عزوجل ہے قولہ تعالیٰ - لاخوف علیہم ولاہم یحزنون - ظاہر ہے کہ
جب وہ لوگ جنت مین داخل ہوئے تو یہ جہت بھی اُنکے نفس کی نہ تھی پس وہان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی جہت حاصل ہوئی لیکن عیان ہے
کہ اُس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ جسنے اپنا طریقہ و اپنا مُنھ و اپنی مراد و اپنا قصد و اپنی تدبیر سب کو اللہ تعالیٰ
ہی کے واسطے کر دیا تو اُسکے واسطے کوئی جہت نہ رہی جو اللہ تعالیٰ کے واسطے نہو اور سواے حق عزوجل کے کہین اُسکی نظر نہو گی - شیخ عبد العزیز رح
مکی نے کہا کہ یہ ایسے بندۂ مخلص کا بیان ہے جو اپنے رب عزوجل کے آداب عبودیت مین تعظیم اجلال کا لحاظ رکھتا ہے اور اُسنے اپنے قلب کو اللہ
تعالیٰ ہی کی محبت کے واسطے خالص کیا کہ وہ اسمین محسن یعنے کامل ہے - ف - سعید بن جبیر نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ولا خوف علیہم یعنے
آخرت مین اُنکے واسطے کچھ خوف نہین ہے اور قولہ تعالیٰ - ولاہم یحزنون - یعنے موت سے غمگین نہونگے - محمد بن اسحٰق نے ابن عباس رضہ

سے روایت کی کہ جب نصاریٰ نجران مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے یہ لوگ جہاد سے ڈر کر صلح کرنے آئے تھے اور آخر
جزیہ دینا منظور کیا اور علماء یہود بھی ان نصرانیوں کے پاس آئے اور ان دونوں فریق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی باہم مناظرہ کر
شروع کیا اور اسکی نوبت یہاں تک پہونچی کہ رافع بن حرملہ یہودی نے نصرانیوں سے کہا کہ تم لوگ جس حالت پر ہو وہ کچھ نہیں ہے اور اس نے عیسیٰ
علیہ السلام اور انجیل سے انکار و کفر کیا اور نصاریٰ نجران میں سے ایک نے یہودیوں سے کہا کہ تم جس حالت پر ہو کچھ نہیں ہے اور اس نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور توریت سے انکار و کفر کیا پس اسی بارے میں اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى
عَلٰى شَيْءٍ۔ اور یہودیوں نے کہا کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں ہیں یعنی نصاریٰ کسی ایسی چیز پر نہیں ہیں جو کچھ شمار ہو کیونکہ عیسیٰ
علیہ السلام و انجیل سے منکر ہوئے حالانکہ توریت میں عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے۔ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ
الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ۔ اور نصاریٰ نے کہا یہود کسی چیز پر نہیں ہیں یعنی ایسی چیز پر نہیں ہیں جسکا کچھ شمار ہو کیونکہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام و توریت سے منکر ہو گئے حالانکہ انجیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود اور احکام توریت اکثر لازم ہیں باستثناء
بعض احکام کے جو انجیل میں منسوخ ہو گئے ہیں۔ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ۔ حالانکہ یہ لوگ کتاب کی تلاوت کرتے ہیں یعنی
یہودی اپنی کتاب توریت پڑھتے ہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے اور نصرانی اپنی کتاب آسمانی انجیل
پڑھتے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے پھر بھی نفسانیت سے انکار کر رہے ہیں۔ كَذٰلِكَ قَالَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ اسی طرح ان لوگوں نے جو نہیں جانتے ہیں انکے قول کے مثل کہا۔ [illegible]
مشرکین عرب [illegible]
احکام اپنی نفسانیت پر چلتے ہیں۔ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔
پس اللہ عزوجل ان لوگوں میں قیامت کے روز ایسی چیزوں میں فیصلہ فرما دیگا جن میں یہ لوگ اختلاف کرتے تھے یعنی یہ لوگ
دین کے بارہ میں جس قدر جھگڑے و اختلاف کرتے ہیں اسکا فیصلہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہی فرمائیگا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور کسی پیغمبر سابق سے بھی منکر نہین ہوئے تو وہ جنتی ہین اور اسکے ماسوا سب گمراہ ہین لیکن بغاوی وغیرہ نے فرمایا کہ ان اختلاف کرنے والون مین چونکہ کوئی فریق بھی حق پر نہ تھا تو ان مین حکم آلٰہی یہی ہے کہ ہر ایک کے لائق اُسکا عذاب مقرر فرماوے اور معالم وغیرہ مین لکھا کہ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ان جھگڑالو فریقون مین اللہ تعالے کا حکم یہ ہے کہ اُنکا جھوٹ ظاہر کر کے اُنکو آگ مین داخل کرے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابن جریرؒ کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے لوگون کے حق مین عام ہے جو دین کے بارہ مین اختلاف کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے قیامت کا دن اپنے فیصلۂ عدل کے لیے مقرر فرمایا جسمین ذرہ برابر ظلم نہین ہے جیسے سورۂ حج مین فرمایا۔ ان الذین آمنوا والذین ہادوا والصابئین والنصاری والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینہم یوم القیامۃ ان اللہ علی کل شیٔ شہید۔ یعنے مؤمنین ویہود وصابئین ونصاری ومجوس ومشرکین کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماویگا۔ھ۔ (تنبیہات)۔ اول۔ اہل کتاب کی مذمت فرمائی کہ یہ لوگ باوجود تلاوت کتاب کے اس طرح نفسانیت کے پابند ہین کہ اللہ تعالے کے پیغمبرون وکتابون کو جھٹلاتے ہین اور جب آپکے ساتھ یون فرمایا کہ انھین کے قول کے مانند بے علم مشرکین نے بھی ہر اہل دین کو جھٹلایا تو اس سے اہل کتاب کی مذمت شدید ظاہر ہوئی کہ باوجود علم کتاب کے ایسے ہی بے علم جاہل ہین جیسے مشرکین عرب ومجوس تھے کیونکہ یہ لوگ کتاب کے پابند نہین بلکہ نفس کے پابند ہوئے اور نفس کی پابندی مین دونون برابر ہین۔ تنبیہ دوم۔ اللہ تعالے نے سوائے ان لوگون کے جنکے پاس توریت یا انجیل تھی باقی سب کو لایعلمون فرمایا یعنے بے علم ہین حالانکہ مجوس فارس کو دیکھو تو سلطنت کے قوانین وصنعت وحرفت خوب جانتے تھے اور روم کے لوگ طب ویونانی فلسفہ وغیرہ خوب جانتے تھے باوجود اسکے جب اُنکو جاہل فرمایا تو معلوم ہوگیا کہ ان فنون کو دین سے لگاؤ نہین ہے بلکہ انکا جاننے والا بھی اللہ دین کے جاہل ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان فنون کے علم سے اس قابل نہین ہوتا کہ اُسکو علم کہا جاوے کیونکہ علم درحقیقت وہی ہے کہ جس سے اپنے آغاز وانجام کا علم ہو اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ اپنے خالق عزوجل کو پہچانے اور اُسکے حقوق جانے اور اپنا مخلوق وبندہ ہونا پہچان کر اپنی عبودیت کے آداب معلوم کرے تاکہ شیطانی راہون سے ممتاز ہوا اور یہ بعطائے عقل نورانی ہے اور فنون فلسفہ وریاضیات وغیرہ سے کچھ بھی نہین حاصل ہوسکتا حتی کہ وہ عقل سے معذور ہوکر صفائے حواس ظاہری وباطنی کو جو فلسفہ کا نتیجہ ہے عقل سمجھنے لگتا ہے لہذا ایک جماعت کثیر علماء حنفیہ ومالکیہ وشافعیہ وحنابلہ نے کتب فلسفہ پڑھنے پڑھانے کو حرام لکھا ہے اور مولانا روم علیہ الرحمۃ نے سچ فرمایا ۔ علم دین فقہ است وتفسیر وحدیث + ہر کہ خواند غیر ازین گردد خبیث + یعنے علم دین ہے فقہ وتفسیر وحدیث + جو پڑھے اسکے سوا ہووے خبیث + اور کچھ شک نہین کہ جو لوگ فلسفہ پڑھتے اور دینی استدلال کے نام سے اُسکو کام مین لاتے ہین اول تو ابتدائی عقائد حقہ کو ان وہی دلائل سے بھی ثابت نہین کرسکتے بلکہ شک ونفاق مین گرفتار ہوکر برباد ہوجاتے ہین اور اگر کوئی ثابت قدم بھی رہا تو ان فنون کی شامت سے وہ ایسے جہل مرکب مین گرفتار ہوتا ہے کہ معانی معرفت سے محروم ہوجاتا ہے اعاذنا اللہ عزوجل وطلبہ مین سے جو لوگ اس فلسفہ کی شیرینی مین منہمک ہوجاتے ہین اُسکا ترک ناگوار سمجھتے ہین لیکن اگر معارف سنت سے آگاہ ہوتے تو اُسکو عین جہالت بالبداہت سمجھتے واللہ الہادی الی سواء السبیل۔ تنبیہ سوم۔ فنون صرف ونحو ومعانی وبیان وزبان عرب بدلیل تقضا جائز ہے کیونکہ یہ آلات واسطے قرآن وحدیث کے ہین رہے وہ فنون جو معاش ونیا کے واسطے حاصل کیے جاتے ہین مانند طب وغیرہ پس اگر دین مین مضر نہون جیسے طب تو روا ہے بلکہ اگر طب خالصۃ لوجہ اللہ علاج کرے تو ثواب ہے اور اگر مضر ہو تو جائز نہین ہے جیسے رمل وغیرہ کہ حرام ہین رہا فن منطق یعنے قواعد کلیہ جنسے استدلال کا طریقہ معلوم ہو تو اُسکا جائز ہونا ظاہر ہے لیکن متاخرین مین جو منطق رائج ہوگئی جسمین فلسفہ خلط ہوگیا وہ مکروہ ہے۔ رہے فنون ریاضی مانند جبر ومقابلہ وحساب وپیمایش

وطبعیات جیسے ریل وکلین وغیرہ ایجاد کرنے کی مدد ہوتی ہے اور آلات جنگ بنائے جاتے ہین تو انمین بذات خود کوئی مضائقہ نہین ہے بلکہ دینی طور پر کام مین لانا مثمر ثواب ہے گویا انکی مثل لطیف غذا ہے چنانچہ پلاؤ و زردہ وغیرہ اچھا ہے لیکن اگر کسی بیمار کو کھلایا جاوے تو مہلک ہے اسی طرح ان فنون سے اگر دنیا پر بھروسہ اور اُسکی آرایش مقصود ہو تو مہلک ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب - تنبیہ چہارم - حدیث مین ہے کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہی تیرا نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے (الصحیح) اسیواسطے اکابر علما نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کی راہ چلا اُسنے اپنے نفس کو معبود بناکر اپنے آپ کو اُسکا بندہ بنایا اور دائرۂ حق عزوجل سے خارج ہوگیا - یہ سچ ہے چنانچہ ان یہود و نصاری کو دیکھو کیونکر اپنی نفسانیت کے تابع ہوکر اللہ تعالے و اُسکے رسولون وکتابون سے منکر ہوے بلکہ یہود و نصاری کی دشمنی یہانتک بڑھی کہ یہودی جو اپنے غلبہ کی حالت مین بیت المقدس کو قبلہ بنائے تھے جب نصرانیون نے غلبہ پایا تو خاص وہ مقام صخرہ جو یہودیون نے قبلہ بنایا تھا ممنوع کیا اور یہانتک اُسکی ہتک کی کہ اُسمین کوڑا ڈالا غرضکہ فریقین کی جانب سے حرمات آلہی کا ہتک جاری رہا چنانچہ اللہ تعالی نے کلام قدیم مین اُسکا مصداق کر فرمایا بقولہ تعالی

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَٰجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُۥ وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ

اور اُس سے ظالم کون جسنے منع کیا اللہ کی مسجدون مین کہ پڑھیے وہان نام اُسکا اور دوڑا اُنکے اجاڑنے کو

مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَآ إِلَّا خَآئِفِينَ ۚ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَلَهُمْ

ایسون کو نہین پہونچتا کہ پیٹھین اُن مین مگر ڈرتے ہوئے اُنکو دنیا مین ذلت ہے اور اُنکو

فِى الْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

آخرت مین بڑی مار ہے ۔

واضح ہو کہ اس آیت کی شان نزول مین مفسرین کے دو قول ہین پس مترجم کو یہان تین مقام بیان کرنا چاہیے ازانجملہ دو مقام تو یہی دونون قول ہین اور مقام سوم یہ کہ اب اس آیت کا حکم کیونکر ہے کیونکہ یہ امر مقدمہ مین بیان ہو گیا کہ سبب نزول سے صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ کس واقعہ پر اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا لیکن جو حکم آیت مین نازل ہوا وہ اپنے عام معنے سے قیامت تک باقی ہے پس مفسرین کے دو قول یہ ہین کہ یہ اُن رومی نصرانیون کی تفضیح ہے جنھون نے بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ پر تشنیع ہے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب کو سال حدیبیہ مین خانۂ کعبہ کے عمرہ سے روکا (مقام اول) اللہ تعالے نے رومی نصرانیون پر تشنیع فرمائی جو اپنے آپکو مذہب مین کہتے کہ ہم حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لائے اور اُنکی مدد کی بخلاف یہودیون کے حتی کہ اپنے زعم باطل کے موافق دعوی کرتے ہین کہ یہودیون نے حضرت زکریا و یحیی علیہما السلام کو قتل کرنے کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی قتل کیا حالانکہ رومی نصرانیون نے قابو پاکر یہودیون کو قتل و اسیر کرنے کے علاوہ یہودیون کی عداوت کے بہانہ سے توریت جلائی جو کلام آلہی تھا اور بیت المقدس اُجاڑا جو قبلہ تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَٰجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُۥ - اور ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسنے مساجد آلہی کو اس امر سے ممنوع کر دیا کہ اُن مساجد مین اللہ تعالی کا نام پاک یاد کیا جاوے عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ لوگ نصاری ہین (ابن جریر) مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ نصرانی ہین یعنی رومی نصاری ہین جنھون نے بیت المقدس مین کوڑا ڈالا اور یہودیون کو اُسمین نماز پڑھنے سے روکا - وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ - اور اُسنے مساجد آلہی کے خراب اُجاڑ کرڈالنے مین کوشش کی - معمرؒ نے کہا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ نصرانیون نے بخت نصر مجوسی شاہ بابل کی مدد کی تاکہ اُسنے حملہ کرکے یہودیون کو قتل و بیت المقدس کو خراب کیا (عبد الرزاق) اور سعید بن ابی عروبہؒ قتادہؒ سے روایت کی کہ ان نصرانیون کو یہود کی دشمنی نے آمادہ کیا کہ اُنھون نے بیت المقدس کی بربادی کے واسطے بخت نصر مجوسی کی مدد کی - سدیؒ نے

فرمایا کہ بیت المقدس کی بربادی مین نصرانیون نے بخت نصر مجوسی کی مدد کی یہانتک کہ اُسنے بیت المقدس کو اُجاڑ کر اُسمین گندگی و کوڑا ڈالنیکا حکم جاری کیا اور یہ فقط اسواسطے تھا کہ یہودیون نے یحیٰی علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ اسی کے مانند حسن بصریؒ سے روایت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مفصل حال حضرت یحیٰی کے بیان مین آویگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ حاصل یہ کہ ان رومی نصرانیون سے بڑھکر کوئی ظالم نہین ہے جنھون نے بیت المقدس وغیرہ مساجد الٰہی کو اسطرح برباد کیا کہ وہان اللہ تعالیٰ کا ذکر نہو سکے اور اُسکی بربادی مین کوشش کی۔ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط حالانکہ ایسے لوگون کو یہ واجب تھا کہ ان مساجد مین داخل ہون سوا اسکے کہ خوف کرتے ہوئے ہون ف یعنے کمال تعظیم سے وہان خائف ہو کر قدم رکھنے کے سوائے انکو جانے کی لیاقت نہین تھی تو سخت بدبختی و قساوت قلبی ہے کہ اسکو اُجاڑین اور کفار سے اُجڑوانے مین مدد کرین۔ اور بعضون نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم مقدر ہے چنانچہ کعب الاحبار نے فرمایا کہ نصاریٰ کو جو بیت المقدس پر غلبہ ہوا تو اُنھون نے بیت المقدس کو برباد کر دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو یہ آیت نازل فرمائی پس لازم آیا کہ دُنیا مین کوئی نصرانی نہوگا مگر اُسکی یہی حالت رہیگی کہ جب وہ بیت المقدس مین داخل ہوگا تو خوفناک داخل ہوگا۔ سدیؒ نے فرمایا کہ اب دیکھو کہ روے زمین پر آج کوئی نصرانی نہین ہے مگر آنکہ اُسکی یہی حالت ہے کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت اپنی موت یا جریمہ سے خوف کرتے ہین (ابن ابی حاتم) و عبدالرحمٰن بن زید نے فرمایا کہ یہ تشنیع تھی مشرکین مکہ پر جنھون کی سال حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ مین عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا حتی کہ باہم صلح واقع ہوئی اور اُنسے فرمایا کہ اس بیت العتیق سے کوئی شخص نہین روکا جاتا تھا حالانکہ آدمی اپنے بھائی یا باپ کے قاتل سے ملتا تو اُسکو بھی نہین روکتا تھا مشرکین مکہ کہنے لگے کہ ہم تو ایسے لوگون کو نہین آنے دینگے جنھون نے بدر کے روز ہمارے باپ چچا اور بھائیون کو قتل کیا اور ابن زیدؒ نے کہا کہ مسجد الحرام کے خراب کرنے مین انکی کوشش یہ تھی کہ اُنھون نے آبادی مسجد سے روکا کہ اُسمین عمرہ ادا نہ کیا جاوے (ابن جریر) اور عکرمہ یا سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام مین خانہ کعبہ کے پاس نماز سے روکا تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ الآیۃ۔ (ابن ابی حاتم) امام ابن جریرؒ نے دونون قولون کی روایت کے بعد قول اول کو اختیار کیا اس دلیل سے کہ قریش نے خانہ کعبہ کی تخریب مین کوشش نہین کی بلکہ رومی نصرانیون نے البتہ بیت المقدس خراب کرنے کی کوشش کی تھی۔ امام ابن کثیرؒ نے قریش کی کوشش بھی خانہ کعبہ کے اُجاڑنے مین ثابت کرکے کہا کہ میرے نزدیک یہی قول دوم ظاہر ہے اس وجہ سے کہ نصرانیون نے اگرچہ یہودیون کو بیت المقدس مین نماز پڑھنے سے منع کیا تو ایسے وقت منع کیا کہ یہودیون سے نصرانی زیادہ ٹھیک تھے کیونکہ اسوقت مین یہودیون سے ذکر الٰہی مقبول نہ تھا اسلیے کہ یہ لوگ تو حضرت داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ملعون ہو چکے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق واللہ اعلم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیون کے ذمائم بیان کرنے کے بعد نصرانیون کی نفسانیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و توریت سے انکار اور بیت المقدس کی بربادی بیان فرمائی کیونکہ رومی نصرانیون کا مقصد تھا اور بیت المقدس کو خراب کرنا ظاہر و باطن دونون طرح سے تھا کیونکہ اُنھون نے یہودیون کو خالص نماز ہی سے منع کیا تھا یہ عالم مین ہوکہ طیطوس بین اسپانوس رومی اور اُسکے ساتھیون نے یہودیون کو قتل و قید کیا اور توریت جلائی اور بیت المقدس کو اُجاڑ دیا یعنے بیت المقدس مین خاص وہ مقام جسکو صخرہ کہتے ہین اور وہ یہودیون کا قبلہ تھا اسقدر خراب کیا کہ اُسمین سور ذبح کرائے اور کوڑا و گندگی ڈالی تو اُنھون نے ظاہر و باطن دونون طرح سے خراب کیا اور اس قابل نرکھا کہ اُسمین نام الٰہی ذکر کیا جاوے برخلاف قریش کے کہ اُنھون نے خانہ کعبہ کے عمرہ در حقیقت نہین روکا بلکہ ظاہری عداوت سے روکا کیا نہین دیکھتے ہو کہ صلح سے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

مکہ خالی کر دیا کہ تین روز تک عمرہ ادا کرین مگر جس سال منع کیا تھا وہ بیشک معنوی خرابی تھی بلکہ مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نکالنا اور وہان بتون و شرک کو پھیلانا بھی معنوی خرابی ہی اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وما لھم الا یعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجد الحرام وما کانوا اولیاءہ ان اولیاءہ الا المتقون الآیۃ۔ اور ظاہر ہی کہ مشرکون سے کسی مسجد کی آبادی نہین ہو سکتی کما قال تعالیٰ۔ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر الآیۃ۔ یعنے مشرکین جب اپنی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہین تو مساجد آلٰہی کی آبادی اُنکی لیاقت سے نہین ہو وقال تعالیٰ۔ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر الآیۃ۔ یعنے مساجد آلٰہی کی آبادی وہی بندہ کرتا ہی جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا۔ھ۔ پس جب اہل ایمان کو مسجد الحرام سے نکالا تو اُسکی آبادی مٹانے مین کوشش کی کیونکہ مساجد کی آبادی اُسکی ظاہری صورت درست کرنے اور اُسکے نقش و نگار کرنے سے نہین ہوتی ہی بلکہ معرفت توحید کے ساتھ اُسمین شرع آلٰہی قائم کرنے سے ہوتی ہی اور واضح ہو کہ رومی نصرانیون نے اگرچہ غلبہ پایا لیکن اُسی نے تمام نصرانیون کو جمع کرکے اللہ تعالےٰ کی تثلیث اور عیسیٰ علیہ السلام کے بیٹا کہنے کا قول سب نصرانیون مین شائع کیا چنانچہ آل عمران کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ آوے گا۔ پس جس شرک پر یہ مفسدین جمع ہو گئے تھے وہ بھی یہودیون کے مثل یا قریب ہو گیا پھر مترجم کہتا ہی کہ بیت المقدس کے خراب کرنے والے قسطنطین یا طیطروس اُسکو ظاہری عمارت و باطنی تعمیر دونون طرح خراب کر چکے اور قریش نے اگر خانہ کعبہ کی تعمیر چھوڑی تو صرف معنوی خرابی کی۔ رہا مساجد آلٰہی سے منع کرنا تو یہ بھی نصرانیان روم کی طرف سے صریح واقع ہوا اور قریش کی طرف سے قصداً منع نہ تھا بلکہ ضمناً منع لازم آیا پس مترجم کے نزدیک قوی وہ قول ہی جو امام ابن جریرؒ نے اختیار فرمایا کہ آیت قدسی کا اقویٰ مصداق نصاراے روم ہین۔ (مقام سوم)۔ اس آیت قدسی کا حکم تمام ایسے لوگون کو شامل ہی جو مساجد آلٰہی کو خراب کرین خواہ اسطرح کہ اُسکی ظاہری عمارت بھی گرا دین یا فقط اُسمین اہل ایمان کو نماز و ذکر سے روکین پس اگر کسی غلبہ سے روکین تو اللہ عزوجل نے اُنکے حق مین اہانت مقدر فرمائی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب نصرانیون نے بیت المقدس کے مقام صخرہ کی اہانت کی جسکو یہود نے قبلہ بنایا تھا تو نصرانیان پر شرعی و تقدیری ذلت طاری ہوئی کہ ہمیشہ جب بیت المقدس مین داخل ہوتے ہین تو خوفناک داخل ہوتے ہین مترجم کہتا ہی یہ بات اب بھی مشاہدہ ہی اسیطرح جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ سے روکا تو اُنپر ذلت و خواری آئی چنانچہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس برس کے واسطے صلح ٹھہرائی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فتح فرمایا چنانچہ سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی اور اسی رات کو ہرقل شاہ روم نے دیکھا کہ فتنہ کرنے والی مت کی بادشاہت ہو گئی چنانچہ چند ہی روز کے بعد قریش نے بدعہدی کی و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کرکے مکہ فتح کر لیا اور جب حج کا زمانہ آیا تو منادی کرا دی کہ آیندہ اس بیت العتیق سے کوئی مشرک قریب نہو امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اسی طرح جب یہود نے اللہ عزوجل کی نافرمانیان کین حتیٰ کہ بیت المقدس مین انبیاء کے خون بہائے اور ان ہر دو دون کی نافرمانی سب سے بڑھکر ہوئی یعنے قریش سے بڑھکر نصرانیون کا فعل تھا اور نصرانیون سے بڑھکر یہودیون کی حرکت تھی تو اللہ عزوجل نے ہر ایک کے واسطے مناسب عقوبت مقدر فرمائی۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ ان لوگون کے واسطے دنیا مین خواری ہی اور اُنکے واسطے آخرت مین عذاب عظیم ہی۔ ف بعض نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانون کو بشارت ہی کہ عنقریب سب قسم کے مشرکین بُت پرست و مجوس او رکافرین یہود و نصاریٰ سب دنیا مین بھی خوار ہونگے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور مشرکین تو مسجد الحرام سے ممنوع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کرامت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت مین جزیرۂ عرب سے تمام یہود و نصاریٰ کو جو اسلام نہین لائے نکال دیا یہ خانہ کعبہ و مسجد الحرام کی

بزرگی وطہارت ہے کہ اُسکے گرد نجاست کفر نہو۔ اور ایک جماعت نے تفسیر فرمائی کہ نصرانیون کی خواری ہے لیکن دنیا مین اُسوقت ہوگی جب امام مہدی
علیہ السلام پیدا ہوکر جہاد کرینگے جبکہ اُنکی عمر چالیس سال کی ہو جائیگی یہ قول سدی وعکرمہ ووائل بن داؤد کا ہے۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ خاصۃً رومیون کی
خواری اس طرح کہ یہ لوگ مطیع ہوکر جزیہ ادا کرین۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ دنیاوی خواری مین ہر طرح کی خواری شامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو شخص دنیا پر
مطمئن ہوکر اسی کے مال و دولت کمانے وجمع کرنے مین مبتلا ہو جاوے وہ خود خوار کیا گیا ہے اگرچہ اُسکو چند روز کے بعد اپنا انجام بد نظر آوے
امام احمدؒ نے کہا کہ اخبرنا الھیثم بن خارجۃ اخبرنا محمد بن ایوب بن میسرۃ بن حلبس سمعت ابی یحدث عن بسر بن ارطاۃ
قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب
الاخرۃ۔ یعنی الٰہی سب کامون مین ہمارا انجام نیک کیجیو اور ہمکو خواری دنیا وعذاب آخرت سے چھڑا دیجیو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے
اور کسی صحاح ستہ مین نہین ہے (تنبیہ) ہر تقدیر خواہ مسجد بیت المقدس یا مسجد الحرام کسی ایک مسجد کی بے ادبی ہوئی لیکن اللہ تعالےٰ
نے مساجد اللہ اسواسطے فرمایا کہ جسنے مسجد قبلہ کی تعظیم چھوڑی اُسنے بدرجہ اولی تمام مساجد کی تعظیم چھوڑی جیسے کسی نے ایک نیک مرد کو
ایذا دی تو کہتے ہین کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو نیکون کو ستاوے۔ یہ زیادہ بلیغ ہے جیسے بنی اسرائیل پر حکم لکھا تھا کہ جسنے ایک کو ناحق قتل کیا
گویا اُسنے کل کو قتل کیا کیونکہ نفس محترم کا احترام توڑ دیا (مسئلہ) قولہ تعالےٰ۔ ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین۔ سے نکلتا ہے کہ مشرکون کا
مسجد مین داخل ہونا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ و بخاری وغیرہم کا مذہب ہے اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو
مسجد مین باندھا تھا در حالیکہ وہ مشرک تھا پھر تین روز کے بعد کھول دیا لیکن وہ تھوڑی دیر کے بعد نہا کر آیا اور مسلمان ہو گیا (البخاری) اور
فتح مکہ مین بھی قبل داخل ہونے کے حکم بھیجد یا تھا کہ جو کوئی ابو سفیان کے گھر مین چلا جاوے یا خانہ کعبہ مین چلا جاوے یا اپنا دروازہ بند کر لے
یا ہتھیار ڈال دے تو وہ بیخوف ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ مین مشرک کا داخل ہونا جائز ہے لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے طور پر
خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً منع ہے کیونکہ مشرک نجس ہے شافعیؒ کے نزدیک مسجد الحرام مین کافر کا جانا منع ہے اور دیگر
مساجد مین اگر کوئی حاجت ہو اور کوئی مسلمان اجازت دے تو جائز ہے۔ پھر واضح ہو کہ مساجد بسبب نام الٰہی کی تعظیم سے مکرم ہین ورنہ اللہ تعالیٰ کے
واسطے کسی جگہ سے کوئی خصوصیت نہین ہے وہ ہر مخلوقات کے لگاؤ سے پاک ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ یہودیون کی بدکاریون سے بخت نصر
مجوسی کو مسلط فرمایا کہ اُسنے یہودیون کو قتل و غارت کیا اور بیت المقدس گرا یا پھر اُسکے بعد جب رومی نصاریٰ مسلط ہوئے تو اُنھون نے
صخرہ بیت المقدس مین بوجہ عداوت یہود کے کوڑا ڈالا اور مدت دراز تک یہی حالت رہی یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف
لیجا کر بیت المقدس کو فتح کیا اور جب بیت المقدس مین داخل ہوئے تو یہ حالت دیکھکر اپنی چادر بچھائی اور کوڑا اُٹھا کر پھینکنا شروع کیا اور حضرات
بعض مومنین نے چاہا کہ آپ کو اُس تکلیف سے بچاوین تو آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے ثواب کو حاصل کرو حتی کہ مسلمانون نے ملکر ایکدم مین سب
صاف کر دیا اور آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے واسطے جو آثار وارد ہوئے ہین ان ز انجملہ یہ ہے
کہ دنیا ظلم و جور سے بھر جاویگی اور نصرانی اُسوقت بکثرت ہونگے اور اکثر روے زمین پر غالب ہونگے اور رومی یعنے نصاریٰ سے قوم روم
بلکہ مسلمانون کو گانون گانون سے نکال دینگے اور آخر قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا اور سلطان مقام شام مین لڑائی مین شہید ہوا ان کے
پھر مدینہ منورہ سے امام مہدی رضی اللہ عنہ نکلکر جہاد فرمائینگے اور اللہ تعالیٰ برابر اُنکو فتح عنایت کریگا اور یہی زمانہ خروج دجال کے واسطے
مقرر ہے اگر پوچھو کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمانون کی کیا کیفیت ہوگی تو مجھے تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے بلکہ جو کیفیت

سامنے موجود ہی معجزات روایات مین مذکور ہی یعنے فسق و فجور علانیہ ہونا شراب خواری شرع کی ہتک حرمت بدعات کی کثرت اور خصائل
نیک چھوڑ کر بدخصال کی شدت مسجدونکا نقش و نگار وہان دنیاوی باتین جاہلون کو پیشوا بنا کر اُنکے احکام پر عمل کرنا طریق سُنت چھوڑ کر مشرکون
کے طریقہ پر کوشش کرنا تاکہ ترقی حاصل ہو گروہا گروہ مسلمانون کا دین سے خارج ہو کر مشرکون مین شامل ہونا متبعین سنت غربا دین اسلام
باقی ہونا مان باپ کی نافرمانی دوستون سے ملاپ امانت مین خیانت دولت کا ڈول کی طرح گھومنا مزامیر کا رواج بکثرت بخل خواہش نفس
کی پابندی آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کرنا ہر شخص کا اپنی رائے پر نازان ہونا جہالت کی کثرت اور مانند اسکے بہت سی علامات دیگر ہین جنکا بیان
طول ہی اور جو کچھ بیان ہوا یہ علاوہ کتب حدیث کے صرف صحاح ستہ مین موجود ہین جو تیسری صدی مین تصنیف ہوئین جسوقت ہر طرف
مسلمانون ہی کا غلبہ تھا پس یہ اہل ایمان کے واسطے عین معجزات طمانینت ہین اور حدیث مین یہ بھی آیا کہ جو ایسے وقت مین سُنت پر قائم ہو
جب یہ اُمت فاسد ہو جائیگی تو اُسکے لیے سو شہید کا ثواب ہی (السنن) اور یہ بھی حدیث مین آیا کہ فساد اُمت کے وقت سنت پر
قائم رہنے والا ایسی حالت مین ہوگا جیسے چنگاری پکڑے ہو (بعض السنن) پھر واضح ہو کہ بیت المقدس ہو یا خانہ کعبہ ہو ہر ایک کو
اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے واسطے ایک جہت مقرر فرمایا ہی ورنہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جانب خصوصیت نہین ہی قال تعالیٰ

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور اللہ ہی کی ہی مشرق اور مغرب سو جس طرف تم مُنھ کرو وہان ہی متوجہ ہی اللہ برحق اللہ گنجایش والا سب خبر رکھتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا قبلہ ہونا محبوب رکھتے تھے اور مکہ معظمہ مین کعبہ کو سامنے کر کے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے
پھر جب مدینہ مین ہجرت فرمائی تو یہ ممکن نہوا بلکہ شام کی طرف جانب صخرۂ بیت المقدس نماز پڑھنے کا حکم ہوا چنانچہ سولہ یا سترہ مہینہ تک
پڑھتے رہے اور آپ چاہتے تھے کہ قبلہ بجانب کعبۂ ابراہیمؑ ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو منظور فرما کر خانہ کعبہ کی جانب تحویل فرمائی تو یہود نے طعن کیا کہ انکا
کوئی قبلہ معلوم نہین کبھی بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کبھی خانہ کعبہ کی طرف تو یہ آیت اُتری اور یہ عکرمہؓ سے مروی ہی اور اصح قول کے موافق
واللہ اعلم بات یہ تھی کہ مدینہ مین آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کی تالیف قلوب اور نیز حجت الٰہی پوری ہونے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھین چنانچہ ایسا ہی ہوا پس ہدایت کی جگہ انکو گمراہی نے گھیرا اور لگے طعن کرنے جیسا کہ مذکور ہوا اور
ابن عمرؓ سے مروی ہی کہ سفر مین نماز نفل سواری پر جدھر وہ چلے پڑھنے کے جواز مین اُتری چنانچہ سعید بن جبیرؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل پڑھتے جدھر وہ متوجہ ہوتا در حالیکہ آپ مکہ سے مدینہ کو آتے تھے پھر ابن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی ۔ وللہ المشرق والمغرب الآیۃ
اور ابن عمرؓ نے کہا کہ اسی مین یہ آیت اُتری ہی (مسلم والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن صحیح) اور قتادہؒ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہی بقولہ تعالیٰ
قول وجہک شطر المسجد الحرام الآیۃ ۔ (اخرجہ الترمذی ایضا) او مسئلہ یہ ہی کہ سفر مین اگر اونٹ مثلاً مشرق کی طرف جاتا ہو حالانکہ قبلہ مغرب کی طرف ہی
جیسا کہ ہمارے یہان سے ہی اور وہ نفل نماز ادا کرنا چاہے تو باوضو یعنے طہارت نماز کے ساتھ نیت کرے پھر اسکو مشرق کی طرف چلنے دے
اور نماز کو تمام کرے اور رکوع و سجدہ اشارہ سے کرے اور فرض نماز اس طرح نہین جائز ہی بلکہ اُتر کر پڑھے اور سواری پر نفل پڑھنا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت مروی ہی اور نیز مروی ہی کہ وتر سواری پر پڑھتے تھے اسی سے صاحبین وغیرہما کے نزدیک وتر سُنت ہی اور امام ابوحنیفہؒ کے
نزدیک واجب ہی پس شاید کہ سوائے فریضہ کے واجب و سنت سب اس طرح جائز ہو اگرچہ اسمین کلام کیا گیا ہے فتامل و اسکا ربط ماقبل سے بعض علما
نے یون بیان کیا کہ بیت المقدس یا خانہ کعبہ سے منع کرنے کو کافرون نے ابطال خیر و افساد جانا حالانکہ بیت المقدس و بیت الحرام

فقط قبلہ یعنے جہت استقبال ہے کہ جس طرف ہو کر نماز پڑھیں ولیکن یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لیے بایں معنی وہ جہت ہو کہ بغیر اسکے
عبادت نہیں ہو سکتی بلکہ اللہ عزوجل کا علم ہر جگہ ویسا ہی ہے جیسا بیت المقدس وکعبہ کی طرف توجہ کرنے میں ہے اور اسمیں ان جاہلوں کی حماقت کا
اشعار ہے اور مسلمانوں پر رحمت ہے کہ ہمنے اجازت بھی دیدی اور نیز اشارہ ہے کہ نماز کے لیے وہ جگہ کبھی مخصوص نہیں اور یہ انعام خاص کہ اس امت مرحومہ
کو بواسطہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے ہر جگہ جہاں چاہیں نماز بشرائطہ ادا کریں و صحیح حدیث
میں ہے کہ جعلت لی الارض کلہا مسجدا یعنے میرے واسطے مخصوص سواے اور انبیا کے تمام زمین مسجد قرار دیگئی (الصحیحین) یعنی جہاں
چاہوں نماز پڑھوں اور یہ معنے نہیں کہ تمام زمین کے لیے مجھپر بھی رعایت واجب ہیں جو مسجد کے واسطے ہوتی ہیں اور یہ خصوصیت آپکی بمقابلہ
دیگر انبیا کے ہے کیونکہ اوروں کے واسطے کوئی نہ کوئی جگہ خاص کردیجاتی تھی خواہ وہ ہمیشہ کے واسطے یا چند روز کے واسطے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے جو اگلی کتابوں میں بھی پہچان کے نشان کے طور پر مذکور ہے یہ ہے کہ جہاں انکو یا انکی امت کو نماز کا وقت آجاویگا
وہیں ادا کرسکینگے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے مشرق اور مغرب ہے۔ ف
یعنے شمال وجنوب ومشرق ومغرب جسقدر جہات ہیں سب اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہیں اور اسکی ذاتی خصوصیت کسی مقام سے نہیں ہے
بلکہ ہر طرف اللہ تعالےٰ کی حکمت وقدرت موجود ہے اور اگر اسکی فرمانبرداری کے ساتھ کسی جہت توجہ ہو تو اسی طرف اللہ تعالیٰ کی رحمت
پاوے جیسے اسکی نافرمانی میں کافر ومشرک جس طرف توجہ کرتا ہے اسی طرف غضب الٰہی پاوے گا اگرچہ اسکو معلوم نہو کیونکہ مومنین اپنے
نفس کے واسطے کسی جانب توجہ نہیں کرتے خصوصاً نماز میں لہذا انکو آگاہ کیا کہ جس طرف توجہ کرو اللہ تعالیٰ کی رحمت پاؤگے کیونکہ ہر جہات
مشرق ومغرب وغیرہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہیں۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس جہاں کہیں تم لوگ منہ کرو یعنے متوجہ ہو
تو وہیں وجہ اللہ ہے۔ ف یعنے وہیں قبلہ الٰہی موجود ہے۔ یہ تفسیر امام ترمذی نے حضرت مجاہدؒ سے روایت کی۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ
اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے ف یعنی اسکی رحمت ومغفرت وسیع اور اسکا علم محیط ہے پس جدہر تم اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے توجہ
کرو اسی طرف اللہ تعالےٰ کی جہت وقبلہ پاؤ اور وہ خوب جانتا ہے دیکھتا ہے تو وہیں تمکو ثواب ورحمت عطا فرماوے گا امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ
اس آیت قدسی میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنہوں نے ہجرت سے کعبہ کو چھوڑا تھا بشارت وتسلی
فرمائی کہ جب تمنے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہجرت کی تو جہاں کہیں جدہر توجہ کرو تمہارے واسطے وہی جہت قبلہ ہے اور وہی رحمت کعبہ ہے کیونکہ مکہ معظمہ
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس کی جانب نماز پڑھتے تھے تو کعبہ کو اپنے سامنے کرلیتے تھے پھر جب مکہ چھوڑا تو صرف بیت المقدس کا
استقبال باقی رہا پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے انکی تسلی فرمائی پھر آپ نے مدینہ منورہ میں سولہ یا سترہ مہینے جانب بیت المقدس نماز
پڑھی لیکن آپ پسند کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خانہ کعبہ کی جانب متوجہ فرمایا چنانچہ شروع پارہ دوم میں آتا ہے۔ ابن عباسؓ نے
کہا کہ جہانتک ہمسے بیان کیا گیا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل قبلہ ہی کے بارہ میں نسخ ہوا ہے (الوجیہ) اور آیت سے یہ بھی
ثابت ہوا کہ قبلہ صرف جہت عبادت ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنی فرمانبرداری دیکھنے کے واسطے بندوں کو ایک جانب متوجہ فرمایا تاکہ اُس سے
انحراف نہ کریں اور آیت میں تنبیہ کی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں جدہر توجہ کرو اُسی طرف قبلہ الٰہی ورحمت پاؤگے یعنے اللہ تعالیٰ کو جہت کیجہت
کوئی خصوصیت نہیں ہے (مسئلہ) اسی مقام سے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ خانہ کعبہ کی عمارت کو قبلہ ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ وہ مقام ہو
خواہ عمارت ہو یا نہو حتی کہ اگر عمارت کے واسطے سجدہ کرنے کا قصد کرے تو کفر کا خوف ہے لہذا اگر عمارت کعبہ منہدم ہو جاوے معاذ اللہ تعالےٰ

توبھی قبلہ بدستور باقی ہے بلکہ ابن الزبیرؓ وغیرہ نے توڑ کر خانۂ کعبہ کی عمارت بنائی چنانچہ اسکا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے پھر شیخؒ نے لکھا کہ عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ۔ فثم وجہ اللہ یعنی جدھر مشرق یا مغرب میں توجہ کرو اُدھر قبلہ آلٰہی ہے۔ اور اسیکے مانند مجاہدؒ سے روایت ہے شیخؒ نے کہا کہ ظاہر اثر ابن عباسؓ دلالت کرتا ہے کہ یہ آیت در بارۂ نسخ قبلہ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ اسیکے مانند ابو العالیہ وحسن بصریؒ وعطاء خراسانی وعکرمہ وقتادہ وسدی وزید بن اسلم سے روایت ہے کہ یہ آیت در بارۂ نسخ قبلہ ہے۔ امام ابن جریرؒ نے کہا کہ ایک جماعت دیگر کے نزدیک اس آیت کا نزول خانۂ کعبہ کی طرف توجہ فرض ہونے سے پہلے واقع ہوا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو جاوے کہ نماز میں جس جانب توجہ کریں اُسی طرف وجہ اللہ پاوینگے کیونکہ کسی جگہ کی مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو محیط ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا علم جمیع اشیاء کو محیط ہے پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کی جانب توجہ کو حتمی کر دیا۔ اور تیسری جماعت علماء نے کہا کہ یہ آیت اسواسطے نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں سواری پر نوافل پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی چاہے جس طرف توجہ ہو یعنی مثلاً قبلہ بجانب مغرب ہے اور یہ شخص بجانب مشرق جاتا ہے تو سواری پر نفل کی نیت کرے اور اشارہ سے رکوع وسجود کرتا جاوے اور اسیطرح حالت خوف میں جس طرف موقع پاوے اُسی طرف اسکا قبلہ ہے۔ سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ابن عمرؓ کا اونٹ جس طرف جاتا اُسی طرف نماز پڑھتے جاتے اور بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کی یہی تاویل بیان کرتے تھے (رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ) اور اصل حدیث صحیحین میں بدون تاویل آیت کے مروی ہے۔ اور ابن عمرؓ سے جب نماز خوف کا حال پوچھا جاتا تو اُسکو بیان کرنے کے بعد کہتے کہ اگر اس سے زیادہ خوف ہو تو سوار یا پیدل خواہ کعبہ کا رخ ہو یا نہو ادا کریں۔ نافع نے کہا مجھے ایسا ہی یاد پڑتا ہے کہ اسکو ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ (مسئلہ) سواری پر نفل جائز ہے خواہ ایسا سفر ہو جسمیں قصر نماز جائز ہے یا اس سے کم ہو۔ یہی قول ابی حنیفہ ومشہور قول شافعیؒ وابو یوسف وغیرہ کا ہے اور اسمیں امام مالکؒ وانکے اصحاب نے اختلاف کیا رہا وطن مقیم میں سواری پر نفل پڑھنا تو ابو یوسف وابو سعید الاصطخری وابو جعفر الطبری نے جائز مختار رکھا بلکہ امام ابو جعفر الطبری نے تو پیدل کیواسطے بھی وطن میں جائز رکھا۔ پھر امام ابن جریرؒ نے کہا کہ جماعت چہارم کے نزدیک یہ آیت ایسے لوگوں کے حق میں ہے جنکو جنگل و تاریکی وغیرہ کی وجہ سے جہت قبلہ معلوم نہو اور اُنھوں نے تحری سے مختلف جہات میں نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے اُنکے واسطے اجازت دیدی کہ تم سب کی نماز جائز ہے پھر عامر بن ربیعہؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں اندھیری رات میں ایک مقام پر اترے تو آدمیوں نے پتھروں کی آڑ بنا کر نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ ہم لوگوں نے قبلہ کے سوا دوسری جانب نماز پڑھی ہیں ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھی یہ آیت نازل ہوئی (ابن جریر والترمذی وابن ابی حاتم واسنادہ ضعیف) اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کا ایک سریہ بھیجا تو ہم پہنچے وہاں رات میں سخت تاریکی کی وجہ سے قبلہ نہ پہچانا اور ہم نے غیر قبلہ کی جانب خطوط کھینچکر نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ خطوط بجانب غیر قبلہ ہیں پس جب ہم واپس آئے تو اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا مگر آپ خاموش رہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (ابن مردویہ ودارقطنی ورواہ ابن مردویہ عن ابن عباس ایضاً وفی الاسناد مقال) پھر ابن جریرؒ نے فرمایا کہ پانچویں جماعت علماء کا یہ قول ہے کہ یہ آیت در بارۂ نجاشی بادشاہ

ف بیان نماز خوف کی آیت میں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر آوے گا ۱۲ م

حبش کے نازل ہوئی چنانچہ اپنی اسناد کے ساتھ قتادہؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی مرگیا پس تم لوگ اُسپر نماز پڑھو (یعنے مدینۂ منورہ میں غائبانہ اُسپر نماز پڑھو) پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا ایسے شخص پر نماز پڑھیں جو مسلمان نہیں تھا تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ ۔ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لا یشترون بآیات اللہ ثمنا قلیلا الآیۃ ۔ خاتمہ آل عمران ۔ قتادہؒ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو قبلہ کی جانب نماز نہیں پڑھتا تھا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ۔ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب ہے مترجم کہتا ہے کہ اس کے راوی سب ثقات اثبات ہیں لیکن تفرد کی وجہ سے بیشک غریب ہے ۔ اور واضح ہو کہ نجاشی بادشاہ حبش صدق دل سے مسلمان ہو گیا تھا حتی کہ جو صحابہؓ وہاں ہجرت کر گئے تھے وہ لوگ بعد مرنے کے اُسکی قبر سے نور دیکھتے تھے اور آپس میں اسکا ذکر کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا باسناد صحیح مروی ہے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو یہ کہا کہ مسلمان نہیں تھا ظاہراً اس گمان سے کہا کہ اس وقت ہجرت فرض تھی حالانکہ وہ ہجرت کر کے مدینہ نہیں آیا اور اُسکا عذر یہ ہو سکتا ہے کہ اُسکے ساتھ انتظام سلطنت متعلق تھا اور اُسکے عائد سلطنت کبھی مسلمان ہو گئے تھے تو اُسکے ذمہ سے ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی تھی بخلاف ہرقل بادشاہ روم کے کہ جب اُسکی سلطنت والے مسلمان نہیں ہوئے تو اُسپر ہجرت کرنا فرض تھا حالانکہ وہ ایلچیوں کو بھیجتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو اُسنے بھی اسلام کا اقرار کیا اگرچہ ہمکو اُسکی نسبت بھی اسلام کا گمان ضرور ہوتا کیونکہ ہجرت ترک کرنے سے صرف کبیرہ گناہ لازم آوے گا لیکن ابن حبان وغیرہ کی صحیح روایت میں وارد ہوا کہ جب مقام تبوک میں اُسنے اپنا ایلچی واپنا عریضہ بھیجا تھا اور کچھ سونا بطور نذر بھیجا تھا اور کہلا بھیجا کہ میں حضور پر ایمان لایا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جھوٹا ہے یہ اپنی نصرانیت پر باقی ہے چنانچہ اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالےٰ اپنے مقام پر آوے گی رہا یہ کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ قبلہ کی جانب نماز نہیں پڑھتا تھا تو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ اُسکو خانۂ کعبہ کی جانب قبلہ کی تحویل کا حکم پہونچنے نہیں پایا تھا کہ اُسنے انتقال کیا ۔ اور قرطبی نے اسکو قتادہؒ سے نقل کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ نجاشی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا صحیح روایات صحاح سے مرفوع ثابت ہے لیکن اُن روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا سوال کرنا و نزول آیات کا کچھ ذکر نہیں ہے شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے یہاں یہ مسئلہ لکھا کہ اسی سے ایک جماعت علماء کے نزدیک غائب میت پر نماز جنازہ جائز ہے شیخ قرطبیؒ نے کہا کہ ہمارے اصحاب مالکیہ کے نزدیک یہ واقعہ بطور تشریع کے عام نہیں تھا بلکہ یہ تین وجہ سے مخصوص ہے مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک بھی خاص ہے ۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نجاشی کے جنازہ سے پردہ اُٹھا دیا گیا تھا حتی کہ جب آپنے نماز پڑھی تو وہ آپکے سامنے موجود تھا دوم یہ کہ جب نجاشی کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا جو اُسکے جنازہ کی نماز پڑھے تو آپنے اُسکی نماز پڑھی اور اسکو ابوبکر بن العربی نے اختیار کیا لیکن قرطبی نے اعتراض کیا کہ یہ بات بہت بعید ہے کہ ایسے بادشاہ مسلمان کی قوم میں سے کوئی اُسکے پاس مسلمان نہو لیکن امام ابوبکر بن العربی نے خود اسکا یہ جواب دیا ہے کہ شاید اُنکے نزدیک میت پر نماز مشروع نہو اور یہ جواب جید ہے مترجم کہتا ہے کہ جید اس وجہ سے ٹھہرایا کہ یہ طریقہ نماز کا صرف اسلام میں خاص ہے اور حبش تک ہنوز یہ حکم نہیں پہونچا تھا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اسکو نسخ قبلہ کی خبر نہ پہونچی وجہ سوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ پر اسواسطے نماز پڑھی تاکہ دوسرے بادشاہوں کی تالیف قلب ہو واللہ تعالیٰ اعلم ۔ مترجم کہتا ہے کہ بہرحال نجاشی کے حق میں یہ فضیلت ظاہر ہے اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ اُسنے سلطنت دنیا کا کچھ خیال نہ کیا پس یہ امر مشکور ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ احبار یہود نے باوجود عالم ہونے کے ایک خفیف خیرات کے پیچھے جو انکو عام یہود لوگ

ملتی تھی اسلام لانا چھوڑ دیا باوجودیکہ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت ہر طرح توریت سے یقینی معلوم ہوگئی تھی پھر بادشاہ
نجاشی کو کس قدر فضیلت ہے کہ اسنے سلطنت کی پروانہ کی لہذا اللہ تعالی نے اسکو یہ کرامت عطا فرمائی کہ اپنے پیغمبر خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم
کی نماز سے مشرف فرمایا اور بعض احادیث صحاح سے ثابت ہوا کہ آپ کی نماز سے اللہ تعالے میت کی قبر میں نور عظیم نازل فرماتا ہے پس
اگر دوسرے بادشاہون کو سمجھ ہوتی تو وہ اس نعمت عظمی کو جان دیکر حاصل کرتے لیکن انھون نے دنیائی جو مرتے ہی فنا ہوگئی نعوذ باللہ
من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یہان حدیث ابو ہریرہ مناسب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدینہ
واہل شام واہل عراق کے واسطے درمیان مشرق ومغرب کے قبلہ ہے (ابن مردویہ ونحوہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح) مترجم کہتا ہے
کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قبلہ کا استقبال کرنے مین یہ شرط نہین ہے کہ ضرور ایسے طور پر کھڑا ہو کہ اگر اس سے ایک خط کھینچا جائے تو ٹھیک
خانۂ کعبہ پر متصل ہو بلکہ جس جہت مین خانہ کعبہ ہے وہ جہت ٹھیک ہو مثلاً ہندوستان سے خانۂ کعبہ جانب مغرب واقع ہے اور زیادہ درستی یہ کہ
کسی قدر جنوب کی جانب جھک جاوے لیکن اگر کوئی شخص سیدھا مغرب کی جانب کھڑا ہوگیا تو کافی ہے بشرطیکہ استقبال قبلہ کی نیت ہو اور اہل مدینہ
وعراق وشام والون کے واسطے یہی جہت ہے جو حدیث مین منصوص ہے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تو مغرب کو اپنے دائین طرف کرے
اور مشرق کو بائین طرف کرے تو انکے بیچ مین قبلہ ہے جبکہ تو قبلہ کا استقبال کرے یعنے نیت استقبال ہو (الترمذی) اور یہ آپ نے اہل مدینہ اور
انکے رخ والون کے واسطے فرمایا وعلی ہذا اہل ہند مین سے جب کسی نے شمال کو دائین اور جنوب کو بائین کیا تو انکے درمیان مین قبلہ ہے لیکن بہتر یہ ہے
کہ جہانتک ہوسکے ایسے طور پر جہت ٹھیک کرے کہ مصلے سے قبلہ تک خط مستقیم ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کابل تک اپنے زمانہ مین ملک
فتح کیے اور قبلہ کی جانب محرابین بنائین پس وہ محرابین نہایت ٹھیک ہین مترجم کہتا ہے کہ یہان فلسفی دہریون کے واسطے عجیب تنبیہ ہے کہ
دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم ان فنون ہیئت وریاضی وغیرہ مین عمر برباد نہین کرتے تھے بلکہ معرفت قلبی حاصل کرتے تھے جسکی یہ شان ہے کہ ٹھیک خط
مستقیم پر محراب بنائی جہان بڑے بڑے مہندس حیران ہین اور علم درحقیقت یہی علم ہے جو حواس قلب ومعرفت عقل سے حاصل ہوا اور یہ نہین ہے
کہ جو جسم کے فانی حواس مین مرتکز ہو کہ یہ تو عنقریب اسی جسم کے ساتھ خاک ہوجائیگا اور علم معرفت جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ عین اتباع شریعت
وسنت طریقت پر بغیر قیل وقال کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم بقدم چلے اور یہی ہر سعیدازلی کو نصیب ہے ورنہ بدبخت شقی تو ہمیشہ اوہام
وشکوک مین گرفتار ہوکر یقینیات سے بھاگتا ہے اور عجب کہ شیطانی اوہام پر جم جاتا ہے نعوذ باللہ من الضلال ف بعض اشارات عرائس
مین ہے کہ قولہ تعالے ۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ۔ یعنے جدھر منہ کرو وہین جہت آلہی واسکا قبلہ موجود ہے ۔ جیسے یہ توجہ اس جسم وحواس جسمانی سے
ہوتی ہے اسیطرح قلب وحواس روحانی سے ہوتی ہے پس اگر قبلہ کی جانب حواس جسمانی وجسم سے متوجہ ہوا اور اسکے ساتھ ہی قلب حواس قلبی سے
متوجہ ہوا تو دونون جمع ہوگئے اور کبھی فقط توجہ جسمانی ہوتی ہے اور وہ دو طرح ہے ایک یہ کہ منافق ہو اور دوم یہ کہ دنیا کی ہوسات مین غافل ہو جیسے لب پر
تسبیح ودل مین گاؤخر ۔ اس تری تسبیح کا کیا ہوا اثر ۔ اور کبھی جسمانی توجہ نہین ہوتی اور دلی توجہ موجود ہوتی ہے چنانچہ اگر ایک شخص مشرق کی جانب سفر مین جاتا ہے اور
سواری پر نماز نفل پڑھتا جاتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہے اگرچہ جسم ظاہر بجانب مشرق ہو اسی طرح جیسے کسی مومن صالح کی زیارت مین خالص اللہ تعالی
کے واسطے قصد کیا تو وہ اللہ تعالی ہی کی جانب متوجہ ہے اگرچہ کسی جانب جاتا ہو ۔ اسی طرح اشارہ ہے کہ اسرار کی آنکھون سے جدھر دیکھو ادھر انوار مکاشفہ
موجود ہین اسی طرح ان موجودات کو اگر بطور مخلوقات ومصنوعات کے دیکھو کہ یہ چیز خوبصورت ہے اور یہ چیز بدصورت ہے تو یہ غفلت ولغویت ہے
اور اگر اس نظر سے دیکھو کہ یہ کوئی چیز اپنی طاقت وقدرت مین نہین بلکہ صانع عزوجل کی صنعت ہین تو انہین قدرت آلہی عزوجل ع ۲۰/۵

مشاہدہ ہے اور یہ کشف فعلی ہے اور اس سے خاص لوگون کو کشف صفت کا نور بھی حاصل ہوتا ہے واضح ہو کہ ہر مشہود مین موافق استعداد و محل کے مشاہدہ
ہوتا ہے یعنی اگر مثلاً اونٹ ہو تو اُسمین تنبیہ فرمائی کہ۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت ۔ اور اگر آسمان و زمین کے عجائب قدرت دیکھو تو اُسکی
نسبت فرمایا۔ لآیات لاولی الالباب ۔ اور بعض مین فرمایا۔ لآیات لقوم یعقلون ۔ اور بعض مین فرمایا حتی یتبین لہم انہ الحق پس انسانی مشاہدہ
مین کمال مزید ہے اسیواسطے انسانی تسبیح بھی اکمل ہے اسیوجہ سے چرند و پرند جو اپنے رب عزوجل کی تسبیح کرتے ہین باوجود اسکے اجازت فرمائی کہ
انسان اُنکو اللہ تعالےٰ کے نام پر ذبح کرکے کھاوے لہذا اگر کھانے والے نے کفر کیا تو یہ اُسکے حق مین وبال شدید ہے مگر تسبیح الٰہی بر وجہ کمال موجود
ہے اور یہ بھید اکثر عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور یہی بھید تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت قبلہ بیت المقدس کے خانہ کعبہ کا قبلہ زیادہ پسند فرماتے تھے
اسیوجہ سے علما نے کہا کہ حقیقت قبلہ نامعلوم ہے اور اسی جہت سے انبیا علیہم السلام اسی کے گرد طواف کرتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اکثر اوقات بعضے انبیا کا طواف بیان فرمایا چنانچہ صحاح کی احادیث مین بیان آیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر کچھ بیان
آویگا پس بندہ سالک کو چاہیے جو اس دنیا سے حقیر سے ہمت اُٹھا کر معالی درجات کی جانب کوشش کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم
شیخ نے کہا کہ جسنے نظر چشم سے دیکھا اُسکا قبلہ ظاہری ہے اور اسی حالت مین اگر ترقی کے ساتھ نظر قلبی و عقلی سے متوجہ ہوا تو اُسکا قبلہ آیات ہین
اور اگر زیادہ عروج ہے کہ روح کی آنکھ سے دیکھا تو قبلہ اُسکا صفات ہین ۔ ابن منصور نے کہا کہ جہان تو توجہ کرے وہین وجہ اللہ ہے اور جہان گم ہو وہین
گم ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین آیا کہ نمازی جب تک تجھ سے متوجہ رہتا ہے تو رحمت الٰہی سے مواجہہ ہوتا ہے اور جب خیالات مین پڑجاتا ہے تو
رحمت سے اعراض ہوتا ہے پھر جب متوجہ ہوجاتا ہے تو پھر توجہ پاتا ہے کما فی السنن ، بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف تیری توجہ تیری
صدق نیت سے ہے اور اُسکی جانب راہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس سے تجھ کے ساتھ ادھر اُدھر مائل ہونے سے حد پر قائم رہ ۔ اور ہر چیز کو اُسکی ضد کے ساتھ
باندھ رکھے اور خود اکیلا منفرد ہوجاتا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے جسکے واسطے لطیف سمجھ درکار ہے واللہ تعالےٰ ہو الموفق ۔ اسیواسطے
جو لوگ حد پر قائم نہین رہے وہ قبلہ نورانی سے نکلکر اوہام شیطانی مین پڑگئے اور طرح طرح کے بہتان باندھنے لگے کیونکہ یہی مقتضا ہے حواس
جسمی سے جبکہ دونون عقلی سے منقطع ہوجاوین چنانچہ ان لوگون کی شک و گمراہی کے بعض اوہام کو حق عزوجل نے بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ

اور کہتے ہین اللہ رکھتا ہے اولاد وہ سب سے نرالا ہے بلکہ اُسکا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین مین سب اُسکے آگے ادب سے جھکے

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝

نیا نکالنے والا آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اُسکو کہ ہو وہ ہوتا ہے

اللہ تعالےٰ نے اپنی وحدانیت اُلوہیت ذات و صفات کا اعتقاد بندون پر فرض کیا بلکہ اگر اُنھون نے یہی نہ پہچانا تو اپنے خالق عزوجل کو
بالکل نہ پہچانا اور جس مخلوق نے اپنے خالق کو نہ پہچانا وہ بدتر گمراہ ہے پس اہل ایمان صحیح معرفت سے پہچانتے ہین کہ خالق عزوجل جمیع صفات
کمال سے موصوف ہے اور کسی مخلوق سے مشابہ نہین اور نہ کوئی مخلوق اُس سے مشابہ ہوسکتی ہے اور وہ جسم و جہت و شکل و صورت وغیرہ
اور ہر ایسی چیزون سے جو مخلوق ہین یا مخلوق کے تصور و خیال و قیاس و گمان و وہم مین آتی ہین سب سے پاک ہے کیونکہ جو مخلوق کے تصور اور وہم
مین آویگا وہ اس مخلوق کے اندر مخلوق ہوا اور اللہ تعالیٰ جبکہ خود مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے تو جو چیز کہ اس مخلوق کے خیال مین آوے
اُس سے بدرجہ اولیٰ پاک ہے اسیواسطے اوپر تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جہت نہین ہے بلکہ قبلہ تو اُنھین اپنے بندون کے لیے

بندگی کی جہت معین فرمائی ہی پس جو شخص اسطرح ایمان لایا وہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور جو اس راہ سے بھٹکا تو وہ اپنے تصورات پر ایمان لایا
کیونکہ جو کچھ اسکے تصور مین بندھا اُنکو اُسنے اپنا خدا بنایا جیسے نصرانی نے تصور باندھا کہ مسیح بیٹا ہی اور اُنکی دیکھا دیکھی یہود گمراہون نے بھی
اپنے یہان عُزیر کو بیٹا بنایا اور اُنکی باتین سُنکر عرب کے مشرکون نے ظاہر البطون سے لفظ ملائکہ کو مؤنث دیکھکر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ
کی بیٹیان ہین گویا یہود و نصاریٰ کو احمق بنایا کہ یہ لوگ اللہ کے پیغمبر بتلاتے ہین پھر کہتے ہین کہ اللہ کا بیٹا ہی تو جب بیٹا ہو سکتا ہی تو بیٹیان بھی
ہونگی تو پھر ملائکہ کو بیٹیان کہو۔ مترجم کہتا ہی کہ اس سے عرب کی ذاتی صفائے عقل ظاہر ہی اور یہود و نصاریٰ کی حماقت بھی ظاہر ہی کیونکہ یہودی
تو علاوہ عزیر کو بیٹا کہنے کے کمبخت کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن تک سب مخلوقات پیدا کی جب تھک گیا تو ساتوین روز تخت عرش پر پاؤن
پھیلا کر لیٹا اور یہ ان ملعون کی حماقت شدید و کفر قبیح ہی غرضکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے تصور مین خدا کے معنے متصور کیے اور اُسکو خدا سمجھا کہ اُسکا
بیٹا وغیرہ ہی پس انمین اور بت پرستون مین صرف یہ فرق تھا کہ بت پرست نے تو ظاہر مین وہ صورت بنائی اور یہود و نصاریٰ نے تصور مین بنائی
بلکہ عرب کے بت پرست تو اللہ تعالیٰ کو اسقدر پاک کہتے کہ اپنا وہان لگاؤ غیر ممکن جانتے تھے تو نیک بندون کی صورت بنا کر اُس کے
واسطے سے رسائی سمجھتے اور یہ بھی شان الٰہی سے جہالت و کفر ہی اور یہ یہود و نصاریٰ تو اپنے ذہن مین خدائے تعالیٰ کی تصویر بناتے ہین یعنی
جو صورت اُنہون نے خیال کی اُسکو خدا سمجھے چنانچہ بعضے نصرانیون نے کہا کہ اہل اسلام کا اعتقاد بہت صاف و پاکیزہ ہی لیکن وہ لوگ جو کچھ خدا کے معنے
بیان کرتے ہین وہ میرے خیال کے باریک تصور مین بھی نہین آتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ عجب حماقت ہی کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ جو امر اُسکے دماغ مین جم
ہو وہ خدا ہو پس تعجب ہی کہ یہ بدیہی دلیل اُسکے سمجھ مین نہ آئی کہ جو چیز مخلوق ہی یا مخلوق کے اندر اُسکے خیال وغیرہ مین پیدا ہو یہ سب بھی مخلوق
ہوگی تو یہ خالق کیونکر ہو سکتی ہی اسیواسطے بعض علمائے عارفین نے کہا کہ ہر تصور جو تیرے خیال مین آوے اللہ تعالیٰ اُس سے پاک ہی اور یہ
بیان سے ثابت ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ تمام فرقہ ہائے گمراہ صرف زبان سے خدا کا اقرار کرتے ہین اور اس لفظ کے معنے وہ لیتے ہین جو اُنہون
نے اپنے تصور مین باندھے ہین یعنی نصرانی اُسکو خدا کہتا ہی کہ جو عیسیٰ کا باپ ہی یا کہو کہ جسکا عیسیٰ بیٹا ہی اسیطرح یہودی کو سمجھو اسیطرح مشرکین عرب اُسکو خدا
سمجھتے تھے کہ جسکی مخلوقات مین لات و عزیٰ وغیرہ اپنی مرضی کے موافق اپنے پوجنے والون کو رزق و آل اولاد دیتے پھر چاہے اللہ تعالیٰ کو آگاہ کر دیں
یا نکرتے اسیطرح مجوسی سمجھا کہ خدا وہ ایزد ہی کہ اُسکی مخلوقات مین اہرمن اُسکا دشمن حملہ کر کے تباہ کرتا ہی اور آگ کو پوجتے تھے اسیطرح بہت سی
گمراہ قومین بزرگون کی قبرون کی پرستش و تعظیم اس اعتقاد سے کرتی ہین کہ یہ چاہے تو ہمکو اولاد و رزق و نوکری دیدے کیونکہ جو کچھ یہ کریگا
اللہ تعالیٰ اسکو نہین روکیگا گویا اُسکو اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے قبضہ سے باہر سمجھتے تھے جیسے بعضے جاہل اس شیطان کو خود مختار تصور کرتے
ہین اور انمین سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا اور زبانی لفظ کہنے سے کچھ فائدہ نہین ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب نصرانی نے کہا کہ اے میرے
خدا مجھکو رزق دے اور اُسکی مراد یہ ہی کہ اے عیسیٰ کے باپ مجھکو رزق دے یا یہودی کی مراد یہ ہی کہ اے عزیر کے باپ مجھکو رزق دے تو اُسنے
اپنی خیالی تصویر کو پکارا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ اور اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ کی نسبت
صاف فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے ہین بقولہ تعالیٰ۔ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و
رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب الآیۃ۔ یعنے اُن اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر جہاد کرو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے
آخر تک۔ ھ۔ اور یہان اُنکا مقولہ کفر نقل فرمایا۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ اور کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے فرزند
بنایا ف چنانچہ نصرانی تو عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بہتان باندھتے اور یہودی اُنکی دیکھا دیکھی حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت ع ۱۵

اور بعضے ملائکہ کو بیٹیان کہکر ایسا کلمہ کفر وافترا بکتے ہین جس سے آسمان وزمین تھراتے ہین کما قال تعالے۔ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق
الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا۔ یعنے قریب ہی کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائین اور زمین پارہ پارہ ہوجائے اور پہاڑ گر پڑین اس کلمہ سے
کہ یہ لوگ حق عزوجل کے واسطے فرزند لگاتے ہین۔ ھ۔ پس اس آیت مین یہود ونصاریٰ ومشرکین عرب وغیرہ سب پر رد ہی جنہون نے ایسا
ناگوار کلمہ کہا۔ سبحٰنہ۔ پاک ہی اللہ عزوجل ف ایسے افترا وکلمات کفر وبے ادبیون سے جو ان کمبختون کی زبان سے نکلتا ہے
بل لہ ما فی السموات والارض۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون وزمین مین ہی ف سب اسی کی
ملک ومخلوق ہین وہی انکا خالق ہی اور وہی انکو رزق عطا فرماتا ہی اسی نے ہر ایک کی تقدیر وانداز مقدر فرمایا اور سب اسی کے قبضہ قدرت
مین مسخر ہین اور وہی انہین جسطرح چاہتا ہی تصرف فرماتا ہی پس سب ہی تو اسکے مخلوق ومملوک وبندے ہین۔ کل لہ قٰنتون۔
سب ہی تو اسکے لیے سرجھکائے ہین ف اور کل مخلوقات اس امر کو اچھی معرفت سے جانتی ہی سوائے انس وجن کے کہ حکمت کاملہ الٰہی
سے جو بندے مومن ہین وہ تو دیگر مخلوقات سے بھی زیادہ اس معرفت کو پہچانتے ہین لیکن جو ان مین کافر ہین انکے حواس سمجھتے نہین اور
یہ دائرہ امتحان صرف موت تک ہی پھر یہ بھی پہچان جائینگے چنانچہ فرمایا۔ ان کل من فی السموات والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا۔ یعنی آسمانون
وزمینون مین جو کوئی ہی سب ہی حضرت حق عزوجل کے حضور مین بندہ بنے ہوئے حاضر ہونگے۔ ھ۔ پس حضرت خالق عزوجل جلکہ وحدہ لاشریک
ہی نہ اسکی نظیر ہی نہ شبیہ ہی نہ مثل ہی نہ مانند ہی تو پھر اسکا فرزند کہان سے آیا۔ حدیث مین آیا کہ بدگوئی سنکر حلم فرمانے والا اللہ تعالی سے بڑھکر
کوئی نہین کہ نالائق بندے اسکے واسطے فرزند بناتے ہین حالانکہ اللہ تعالی انکو رزق وعافیت دیے جاتا ہی (الصحیحین) اور یہ کلمہ جناب
باری عزوجل کی شان مین شتم یعنے دشنام ہی چنانچہ صحیحین کی حدیث ابوہریرہؓ مین مصرح ہی کیا نہین سمجھتے ہو کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کو چمار کا
خطاب دے تو بھلا یہ اسکے حق مین خطاب ہی یا دشنام ہی پھر اس سے زیادہ غور کرو کہ بادشاہ وچمار درحقیقت دونون آدمی ہین اور یہان حضرت
باری تعالی جل شانہ اور مخلوق مین ہرگز برابری کیسی کہ مشابہت بھی نہین ہی پھر ذرا سمجھو کہ یہ کسقدر زشت کلمہ ہوا جو شان حق عزوجل سے
کسیطرح مناسبت ہی نہین رکھتا۔ قولہ کل لہ قانتون۔ سدیؒ نے کہا کہ سب اسکے واسطے مطیع ہین۔ مجاہدؒ نے کہا کہ بالکل مطیع ہین کہ حق عزوجل
نے جب فرمایا کہ انسان ہوجا تو وہ ہوگیا اور جسکی نسبت فرمایا کہ گدھا ہوجا وہ ہوگیا اور کافر کا سایہ سجدہ مین رہتا ہی۔ اسی کو ابن جریرؒ نے اختیار کیا
اور بعض سلف نے قانتین یعنے نماز پڑھنے والے اور عبودیت کا اقرار کرنے والے اور خالص بندے وغیرہ بیان کیا پس شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ
اس کی تحقیق یہ ہی کہ قنوت دو طرح ہوتا ہی کہ ایک شرعی طاعت ہی اور دوم تقدیری طاعت۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالی نے کل مخلوقات کیواسطے اپنی
تقدیر مقدر فرمائی پس ہر مخلوق اسی تقدیر پر اپنے اعمال کماتے ہین بعض مشائخؒ نے کہا کہ نافرمانی کے معنے یہ سمجھے جاتے ہین کہ زید تو چاہتا تھا کہ اسکا
غلام یہ کام کرے مگر غلام نے اپنی قوت سے نافرمانی کرکے دوسرا کام کیا اور زید چاہتا تھا کہ اسکا گھوڑا آہستہ کی چال سے چلے مگر اسنے نافرمانی کی اور غالب ہوکر
تیز لے بھاگا کہ اسکو گرادیا پھر یا کوئی شخص حضرت خالق عزوجل کی جناب مین کسی مخلوق کی نافرمانی مین یہ معنے سمجھتا ہی۔ ہرگز نہین بجز نہ مخص احمق کافر
ہوجاتے اسیواسطے کہا گیا کہ جیسے حق طاعت جولائق جناب باری تعالی ہو غیر ممکن ہی اسی طرح ہرگز نافرمانی کرنا محال ہی بلکہ نماز وروزہ وغیرہ احکام الٰہی جن کی
کمائیان ہین پس نمازی روزہ دار نیکوکار تو مطیع وفرمانبردار کہلاتا ہی اور جسنے فسق وفجور وبدکاریان کمائین وہ عاصی نافرمان کہلاتا ہی اور یہ دونون کی کمائیون کو پیدا
کرنے والا وہی عزوجل وحدہ لاشریک ہی پس سب ہی اسکے واسطے قانتین مطیعین ہین رہا جو کچھ حکمت بالغہ الٰہیہ کا بھید یہان متعلق ہی وہ مخلوق کے اندازہ فہم
سے باہر ہی کیونکہ وہ علم باری تعالی عزوجل کا ظہور ہی اور علم صفت باری تعالی ہی تو مخلوق سے اسکا ادراک کرنا محال ہی اور اسکو مترجم نے ذکر بیان کیا ہے

پس مومن عاقل تو بنور معرفت پہچانتا ہے اور کافر جاہل صرف جدال کرتا ہے اور قبضۂ قدرت الٰہیہ سے کوئی خارج نہیں ہے۔ بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ
وَالۡاَرۡضِ۔ وہی آسمانوں و زمین کا پیدا فرمانے والا ہے۔ ف اُسی نے ان سب کو عدم سے ظاہر فرمایا پس اُسی نے ان تمام اشیا کو اپنی
وحدانیت پر دلیل بنایا اور اُسی نے مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا (ابن جریر) پس جس نصرانی نے فقط اتنی بات پر کہ
عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے فرزند ہونے کا بہتان لگایا وہ عجیب جاہل ہے۔ خطیب نے لکھا کہ نصارا سے روم کے جہاد میں ایک عالم
قید ہو گئے پس نصرانیوں نے اس قیدی عالم سے مباحثہ کیا اور یہی دلیل پیش کی تو عالم ربانی نے جواب دیا کہ پھر تم لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی
نسبت سب سے پہلے بیٹا ہونے کے قائل ہو جاؤ کیونکہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے اور ملائکہ نورانی کے حق میں تم کو بھی زیادہ کہنا ہو گا کہ وہ بڑے فرشتے ہیں اور
کھانے پینے و بیٹا بیٹی و اولاد و جورو و بچہ وغیرہ سے بھی پاک ہیں اور جبرئیل نے ایک دم میں تختہ قوم لوط الٹ دیا یہ جواب سنکر ان کے عقلوں کو شرم آئی اور خاموش ہو گئے
اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان اوہام پر ایسا کفر صریح و شرک صریح اختیار کرنا عقلاً و نقلاً محال ہے سوا بدبختی کے کچھ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ قدرت الٰہی عزوجل
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہزاروں بغیر باپ کے پیدا فرما دے بلکہ بغیر ماں باپ کے پیدا فرما دے سو وہ سب طرح قادر ہے۔ وَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ
لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ۔ اور جب کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس کو یہی فرماتا ہے کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔ ف پس اس کی کمال قدرت و عظمت خالقیت
واسطے اسباب یا وہ مخلوقات کی ضرورت نہیں ہے اور جس جاہل نے مخلوقات پر قیاس کیا وہ محض احمق ہے کہ خالق کو مخلوق پر قیاس کرتا ہے
بے واسطے فرمایا۔ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسے آدم
کہ اُس کو مٹی سے پیدا کرکے فرمایا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔ م۔ یاد رکھو اس آیت قدسی میں چار وجہ سے ایسے گمراہوں کی تردید ہے کہ جو راہ حق
[illegible] ضلالت سے فرزند ٹھہراتے ہیں کیونکہ جو نور حق سے محروم ہوتا ہے وہ تاریکی اوہام کے سوا [illegible]
سمجھے گا جہاں تک اس کے اوہام کی رسائی ہے [illegible] دلیل حق [illegible]
و گمانی باطل باتیں کرتا رہے گا۔ وجہ اول [illegible] پس جو کچھ [illegible] کی
حاجت و لوازم میں سے پاک ہے اور دوم بَلۡ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ یعنی جو چیز آسمان و زمین میں ہے وہ سب اُسی کی ملکیت و مخلوق ہیں
اور ملکیت اور اولاد ہونے میں باہم منافات ہے اور سوم كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ۔ یعنی ہر ایک سے جو ارادہ کیا جاوے وہ اُسکا مطیع ہے اور اُسکی
ربوبیت کا معترف ہے پس یہ اولاد ہونے کے منافی ہے اور اسی واسطے فقہاء نے کہا کہ جو شخص اپنی اولاد کو خریدے تو اُسکی ملکیت سے آزاد ہو گی
خواہ وہ آزاد کرے یا نہ کرے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ملکیت ثابت کرکے اولاد کی نفی کی ہے تو ثابت ہوا کہ ملکیت اولاد کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہے
چہارم بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو بنایا پیدا فرمایا اور [illegible] ہم نوع و ہم جنس [illegible] ہوتا ہے
قولہ وَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا۔ یعنی اذا اراد و قضی امر ہیں مراد ہے کہ جو اشیاء علم الٰہی میں موجود ہیں جب انکے جاری کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ کن سے موجود ہو جاتا
ہے۔ قولہ فَیَكُوۡنُ۔ جمہور کے نزدیک یکون بالرفع یعنی فہو یکون [illegible] کلام یہ ہے کہ کلمہ کن [illegible] سبب ہوتا ہے اگرچہ اسکی ضرورت نہیں بلکہ ارادہ الٰہی سے
ہر چیز موجود ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین وغیرہ کو چھ دن میں پیدا فرمایا حالانکہ اگر چاہتا تو فقط موجود ہو جاتا [illegible] اشارہ ہے اس
میں ہے قولہ تعالیٰ۔ بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اسمیں بعض آیات قدرت کا بیان ہے [illegible] عزوجل کے [illegible] اہل فکر کے واسطے نشانیاں ہیں
چنانچہ فرمایا یَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ یعنی پیدائش آسمان و زمین میں عجائب صنعت الٰہی کو دیکھکر اس ۱۱ ر
ع ۱۵ کی حقیقت قدرت کا اقرار کرتے ہیں کہ اے رب عزوجل تونے یہ باطل نہیں پیدا کیا اسی سے بعض مشائخ نے کہا کہ صنع الٰہی ہر مصنوع کے واسطے صانع ہے

اور پھر مخلوق ہے واسطے خالق ہوا اور اسکی صنعت کے واسطے کوئی علت نہیں ہے پس مترجم کہتا ہے کہ اس میں دو فائدے بیان فرمائے اول یہ کہ صفت
الٰہی عزوجل کی عظمت اسکے مصنوعات سے حاصل کرے اور یہاں صنعت جو صفت الٰہی ہے اسکی کنہ کے تصور میں نہ پڑے کیونکہ جو کچھ تصور
میں آویگا وہ اسکا گھڑا ہوا بنتا ہوگا دوم یہ کہ اس مقام پر وسوسہ شیطانی ملا ہوا ہے جس سے بخوبی پرہیز رکھے چنانچہ تمام مکاروں پر شیطان قابو پاکر
انکو موجودات کی علتیں تلاش کرنے میں ہلاک کرتا ہے حتیٰ کہ زمین کی علتیں پڑھاتا ہے آسمان تک لیجاتا ہے خصوصاً ان لوگوں کو جو فلاسفہ
کی باتوں میں پڑتے ہیں کہ آسمان کی پیدائش کیونکر ہے پس وہ خود شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہیں چنانچہ حدیث میں آیا کہ آدمی کے پاس
شیطان آکر کہتا ہے کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ چیز کس نے بنائی یہاں تک کہ کہتا ہے کہ پھر تیرے رب کو کس نے پیدا کیا تو جب یہاں تک پہونچے تو چاہیے
کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے (الحدیث) اور وسوسہ سے باز رہے بلکہ یہی خود شیطان کا فتنہ ہے کہ فرقۂ فاسق فلاسفہ وغیرہ اسکی راہ میں پڑے اور بعض فرقوں
کو اثبات وحدانیت میں دلائل پیش کرنے کے لیے بہت لگے اور وسوسوں کا دفعیہ کیا یہاں تک کہ امام رازی علیہ الرحمۃ نے آخر عمر میں کہا کہ ایک ہزار دلیلیں
یہ خود وسوسہ شیطانی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے انسان و اسکی عقل کو دلائل وغیرہ سے اثبات کو اپنی ذات پر جو بنا ہے وہ بھی اسی کی
ایجاد و اثبات سے قائم ہے پس ممکن نہیں کہ کوئی چیز اس کا اثبات کرے کیونکہ اثبات تو ایک قسم کا ایجاد ہے اور وہ خالق عزوجل کی شان کے واسطے
محال ہے چنانچہ مقدمہ میں اسکی تحقیق کردی گئی اور واضح ہو کہ وحدانیت الٰہی عزوجل خود اسقدر بدیہی ظاہر ہے کہ جو کوئی مخلوق اس میں شک کرے
اور جو کچھ اسکے واسطے دلیل قائم کرنا بعض فضول ہوگا ہاں یہ کہ اسکو معجزات انبیاء علیہم السلام کا منکر پایا جاتا ہے تو بیشک قال تعالیٰ
وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ
اور کہنے لگے جو لوگ علم نہیں رکھتے کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا ہم کو آوے کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہیں ان سے
قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝
اگلے انہیں کی سی بات ایک سے ہیں دل انکے ہم بیان کر دیں نشانیاں واسطے ان لوگوں کے جو یقین رکھتے ہیں۔
مفسرین کے بیان میں اقوال ہیں چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رافع بن حریملہ یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ
رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ ہم سے کلام کرے یا کوئی ایسی نشانی دے (محمد بن اسحٰق) مجاہد نے کہا کہ یہ نصاریٰ نے کہا اور اسی کو ابن جریر نے
اسکو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا کیونکہ سیاق آیات انہیں یہود و نصاریٰ کے حق میں ہیں۔ ابو العالیہ وغیرہ نے فرمایا کہ یہ قول
یہ کفار عرب کا قول تھا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ
اور جو لوگ علم نہیں رکھتے ہیں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیوں نہیں ہم سے کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی آیت آتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ
یہ چاہتے تھے کہ ہمارا رسول ہو القرطبی یا ہمارے پاس کوئی معجزہ آوے جس سے ہم لوگ یقین کریں اور یہ قول ان لوگوں کا
بالکل بیہودہ تھا کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہایت کثرت کے ساتھ واقع ہوئے گویا آپکی ذات بابرکات خود معجزہ تھی اور درختوں و
پتھروں وغیرہ نے صاف آواز بلند السلام علیک یا رسول اللہ کہکر آپکو سلام کیا تھا اور شق القمر یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اور مانند اسکے آسمانی
معجزات جو آپکو عطا ہوئے وہ بے مثل ہیں کیونکہ عالم ارضی میں مانند عصائے موسیٰ وغیرہ کے کافروں کو سحر کا شبہہ ہو سکتا تھا
اور آسمانی چیزوں میں سحر کا دخل بالکل غیر ممکن ہے چنانچہ ساحرین بلا خلاف اسکا اقرار کرتے ہیں اور باوجود ان معجزات کے کافروں نے
آیت مانگی یہ محض عناد و حسد تھا اور ایسے معاندین کفار کو معجزات نہیں دکھلائے جاتے ہیں کیونکہ رسول و ہدایت کا بھیجنا تو اللہ عزوجل

کی طرف سے احسان ہے حالانکہ یہ معاندین اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے پس جو لوگ ازلی کافر ہون اُنکے حق مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وان یروا کل آیۃ لایومنوا بہا یعنے اگر کل معجزات دیکھ لین تو بھی ہرگز ایمان نہین لائینگے۔ اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قل انما الآیات عند اللہ۔ یعنے تو کہدے کہ آیات تو اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہین یعنے مجھے کوئی اختیار نہین ہے۔ وانما انا نذیر مبین۔ اور مین تو صاف ڈر سنانے والا ہون۔ یعنے ہدایت کے واسطے کافی معجزات پہونچ گئے جو اہل سعادت کو نافع ہوئے اور بدبختون پر حجت ہو گئے اب کسی آیت کی ضرورت نہین واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ و سیوطیؒ نے یہی اختیار کیا کہ اس قول مین مشرکین عرب مراد ہین اور مترجم کہتا ہے کہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہدؒ بھی صحیح اسناد سے ثابت ہے پس تحقیق واللہ اعلم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب نے یہ قول اس معنے مین کہا کہ یہ لوگ معنے نبوت نہین جانتے تھے تو انکی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ ہمسے کلام کرے کہ مین نے پیغمبر بھیجا ہے اور یہودی و نصرانیون کی غرض یہ تھی کہ بیشک ایک پیغمبر خاتم المرسلین مبعوث ہونگے پس اگر وہ تم ہی ہو تو اللہ تعالےٰ ہمسے کہدے تو ہم مان لین پس قول ابن عباسؓ و مجاہدؒ بھی ٹھیک ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان یہودیون و نصرانیون کو باوجود توریت و انجیل جاننے کے لایعلمون اسواسطے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا نام پاک مع حلیہ مبارک و علامات نبوت کے اسقدر توضیح کے ساتھ توریت و انجیل مین موجود تھا کہ انکی معرفت مین کچھ تردد کا مقام ہی نہ تھا لہذا انکو جاہل فرمایا کہ کتاب الٰہی پر عمل نکرتے یا عمداً جاہل بنتے یا آخرت سے بد اعتقاد ہو کر جہالت کی باتین کرتے پس اللہ تعالےٰ نے ان سبکو ایکبار رد کر دیا اور فرمایا۔ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ۔ اسی طرح ان لوگون کے قول کے مثل اُن لوگون نے کہا تھا جو اُن سے پہلے تھے ف یعنے اگلے انبیا کی قومون نے بھی اپنے پیغمبرون سے یون ہی سرکشی و تکبر کیا کہ اگر ہم سے اللہ تعالےٰ کہدے کہ تم رسول ہو تو ہم مانین حتیٰ کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ یعنی ہم ہرگز تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کو کھلی آنکھون دیکھین۔ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ ان لوگون کے قلوب باہم متشابہ ہین ف یعنے موجودہ کفار عرب و یہود و نصاریٰ کے دل اور ان سے پہلون کے دل باہم کفر و عناد و سرکشی مین متشابہ واقع ہوئے ہین قال تعالےٰ۔ کذلک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون۔ یعنی اسیطرح ان موجودہ لوگون سے پہلے والون کے پاس کوئی رسول نہین آیا مگر انکو اُن لوگون نے بھی یہی کہا کہ ساحر ہے یا مجنون ہے۔ ھ پس یہ ٹیڑھے دل کسی آیت و معجزہ سے ایمان نہ لاوینگے کیونکہ جس نے انکو پیدا کیا وہ خوب جانتا ہے اسیطرح ایسے بندون کو بھی جانتا ہے جنکے قلب سلیم ہین چنانچہ فرمایا۔ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ ہمنے تو آیات ایسی قوم کے واسطے ظاہر کر دین جو یقین رکھتے ہین ف یعنے صدق رسالت پر ایسے معجزات دیدیے کہ اس کے بعد کسی آیت کی ضرورت نہین ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالےٰ۔ وقال الذین لایعلمون لولا یکلمنا اللہ الآیۃ۔ اُنھون نے قلب سلیم سے کلام اللہ کو نہ سنا تو طلبا پنچہ گمراہی سے انکے کان بہرے پڑ گئے اور پھر اُنھون نے گمان کیا کہ ہم ایسے لوگون سے ہین جو اللہ تعالےٰ کے خطاب کے لائق ہین اور مقام مشاہدہ سے جاہل تھے حالانکہ اُنھون نے اپنے گمان مین بہت خطا کی اسلیے کہ انکو درمیانی واسطہ دیکھنے کی طاقت نہوئی یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہ دیکھ سکے اور نہ آپکا خطاب اُنکی سمجھ مین آیا تو جب یہ حال تھا تو حضرت ذوالجلال سے خالص خطاب کیونکر سن سکتے تھے اور واسطیؒ نے معنے کو بزبان حق یون تقریر کیا کہ مین نے اُسسے کلام کیا جسکے دل پر اپنا کلام اُتارا اسکو نہ سمجھے اور کون سی آیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہے اور حال یہ کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر ظاہر کیا قال المترجم یہ نکتہ شریف ہے اہل اسرار نے کہا کہ قرآن مجید کے معنے قدیم ہین اور وہ ان الفاظ کے پردہ مین موجود ہین پس جب لیاقت کو پہونچا تو وہ ظہور کرتے ہین اور قرآن کے ظہر و بطن کی حدیث کو بغیر تاویل کے انھین معنے پر محمول کیا اور سابق مین مترجم نے اشارہ کیا کہ شاید آثار مشہورہ کے واسطے حد اور مطلع جدا جدا مستند ہین پس اہل دل کے واسطے حدیث

ع صاحب عرائس ... [illegible] ۱۲

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شاہد تھے کہ آپ سے جو شاہد حق حاصل ہوتا تھا وہ کسی سے ممکن نہیں گویا شاہد ہونے کے لیے کامل فرد تھے
اسی واسطے حضرت عزوجل نے فرمایا ۔ انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ۔ اور اس آیت کریمہ میں آیات ہیں اُن لوگوں کے
واسطے جو خلق سمٰوات وارض میں فکر کرتے ہیں فتفکر ۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ

ہمنے تجھکو بھیجا ہے ٹھیک بات ایکر خوشی اور ڈر سنانے کو اور تجھسے پوچھ نہیں دوزخ والوں کی

جب مشیت الٰہی بعض مخلوقات کے حق میں جہنمی ہونے کے واسطے مقدر ہوئی تو انسے ایمان لانا کسی طرح ممکن نہیں ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل خاتم المرسلین وافضل الخلق اجمعین کو پاویں لیکن اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی بقولہ تعالی ۔ اِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۔ ہمنے تجھکو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بھیجا ف حق سے مراد قرآن ہے کقولہ تعالےٰ ۔ بل کذبوا بالحق لما جاءہم یعنی ان کافروں نے حق کو جھٹلایا جب انکے پاس آیا ۔ ھ ۔ اور یہی ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا ہے ۔ اور شیخ سیوطیؒ نے یہی مراد لیا یعنے قرآن وحدیث جامع شریعت اور یہ بھی صحیح ہے گویا یہ قرآن کی تفسیر ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشیر ہوں یعنے جنت کی بشارت سنانے والا اور دوزخ سے نذیر یعنے ڈر سنانے والا (محمد بن اسحٰق) یعنی جو شخص ایمان لایا اُسکے حق میں جنت کی بشارت سنانے والے ہیں اور جسنے کفر کیا اُسکو عذاب جہنم کا ڈر سنانے والے ہیں ۔ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ ۔ اور تو اصحاب جہنم سے نہیں پوچھا جائے گا ف یعنے جو لوگ کفر کر کے جہنمی ہوئے اُنکی پوچھ گچھ تجھسے نہوگی بلکہ خالق عزوجل خود دیکھتا پہچانتا ہے ۔ یہ گویا بشیر و نذیر ہونے کی تاکید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغام الٰہی پہونچاویں رہا بندوں کا ماننا یا نماننا تو اسکا حساب حضرت خالق عزوجل خود فرماویگا اور جنہوں نے نمانا و کفر کیا کہ اُنکے واسطے قطعی جہنم ہے تو اُنکے سمجھانے کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی ہدایت میں کچھ کمی نہیں فرمائی ۔ واضح ہو کہ ۔ لاتسئل جمہور کی قرأت ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ سے ۔ ماتسئل ۔ مروی ہے اور معنے واحد ہیں لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے لن تسئل وارد ہوا اور اسکے معنے بھی وہی ہیں اگرچہ اسمیں تاکید زائد ہے یعنے جہنمیوں کی پوچھ گچھ تجھسے ہرگز نہوگی کقولہ تعالی ۔ فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب یعنی تجھپر تو صرف پیغام پہونچانا ہے اور انکا محاسبہ سو وہ ہمارے ذمہ ہے ۔ ھ ۔ جیسے فرمایا ۔ لست علیہم بمصیطر ۔ یعنی تو ان لوگوں پر کچھ محافظ نہیں مقرر کیا گیا ہے ۔ ایک قرأت یہاں دوسری بھی ہے وہ ۔ لاتسأل عن اصحٰب الجحیم ۔ یعنی بصیغہ نہی معروف یعنی تو جہنمیوں کا حال مت پوچھ ۔ گویا جہنمی لوگوں کے بارہ میں آپکو سعی و سفارش سے منع فرمایا یعنے جو لوگ یہود و نصاریٰ میں سے ایسے حالات پر تھے جنکا نمونہ اوپر مذکور ہوا ہے اُنکے بارہ میں ایمان کی دعا کرنے سے منع فرمایا اور یہاں ایک عجیب روایت ہے قال عبد الرزاق اخبرنا الثوری عن موسی بن عبیدۃ عن محمد بن کعب القرظی قال قال رسول اللہ ۔ ھ ۔ یعنی عبد الرزاق نے اسناد مذکور کے ساتھ محمد بن کعب القرظیؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکروز فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین کا کیا حال ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ ولاتسئل عن اصحٰب الجحیم یعنی مجھسے جہنمیوں کے بارہ میں مت پوچھو ۔ پس آپنے بعد اسکے کبھی والدین کا ذکر نہ کیا یہانتک کہ وفات فرمائی (رواہ ابن جریر من طریق موسی بن عبیدۃ وقال حدثنا القاسم قال حدثنا الحسین عن حجاج عن ابن جریج عن داؤد بن ابی عاصم مرسلا) اور شک نہیں کہ موسی بن عبیدہ راوی ضعیف ہے ۔ قرطبی نے یہی قول ابن عباسؓ سے نقل کیا اور کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ جیسے محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کا کچھ حال مت پوچھو یعنے وہ تو تمہارے خیال سے زیادہ

بڑھی ہوئی حالت میں ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ محمد بن کعب وغیرہ سے جو یہ قول مروی ہے یہ وہم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارہ میں کوئی شک نہیں ہوسکتا تھا اور قرأت وہی ہے جو جمہور صحابہ و تابعین سے ماثور ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ وجہ تو نہیں ہوسکتی کیونکہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے والدین کے حق میں استغفار کا قصد کیا اُسوقت ایسا کہا ہو پھر جب آپکو معلوم ہوا تو سکوت کیا جیسا کہ صحیح کی حدیث میں ایک شخص کو فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار۔ علاوہ بریں وہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے اور قرطبی نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب التذکرہ میں بیان کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو اتنی دیر کے واسطے زندہ فرمایا کہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائے پھر بدستور مردہ ہو گئے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار یعنی میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہے۔ تو یہ اُسوقت فرمایا تھا کہ جب تک اُنکا ایمان متحقق نہیں ہوا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے اس مسئلہ میں ایک خاص رسالہ لکھا اور روایات کو مستکمل جمع کیا ہے لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی روایت صحاح ستہ یا کسی معتمد کتاب میں نہیں ہے اور طبقہ متاخرین کی کتابوں میں آئی اور اُسکی اسناد بھی ضعیف ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح ملا علی قاری حنفی نے بھی ایسی ہی مانند اعتراض کیا اور سیوطیؒ کے رسالہ کا رد لکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ کسی اصول اعتقادی یا فروع عملی سے کچھ بھی متعلق نہیں ہے۔ اے کاش جانبین سے سکوت کیا جاتا اور یہ مقام خوف و حسرت کا مقام ہے اور جبکہ بفضل ارحم الراحمین بطفیل حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مترجم کا خاتمہ ایمان صادق پر بخیر ہو تو اس رحمت کاملہ حق عزوجل کا کچھ اندازہ ہو نہیں سکتا کہ جو اس مترجم کے ساتھ رحمت فرمائی گئی اور پھر ایک اہل ایمان کے واسطے ایمان کی شان غور کرنی فرض ہے کہ وہ اس ایمان کی بدولت کس مرتبہ پر ہے اور اگر ہم لوگ اسکے شکر میں طہارت کر کے ایک سجدہ میں اپنی تمام عمر ختم کریں تو بھی شرمندگی سے سر اس قابل نہو گا کہ اُٹھا دیں سبحان اللہ عزوجل کہ ہم سے ناچیز بندوں کو بطفیل اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نعمت سے سرفراز فرمایا جسکا شکر ادا کرنا غیر ممکن ہے اللھم تمم نعمتک علینا بفضلک العظیم وانت ارحم الراحمین واللھم صل وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمدؒ نے باسناد صحیح عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی کہ اُنسے عطا بن یسار نے پوچھا کہ آپنے بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زبان عبرانی سیکھ لی ہے آپ مجھکو بتلائیے کہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کیونکر ہے حضرت عبد اللہؓ نے فرمایا کہ ہاں واللہ جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپکی صفات بیان فرمائیں اس سے بڑھکر توریت میں آپکی صفات اس طرح مذکور ہیں کہ اے میرے نبی میں نے تجھکو شاہد و مبشر و نذیر و امیوں کا حرز بھیجا اور تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے میں نے متوکل تیرا نام رکھا تو سخت زبان نہیں اور نہ سخت دل ہے اور نہ بازاروں میں آواز بلند کرے گا اور نہ بدی کے عوض بدی کرے گا بلکہ عفو و مغفرت فرماویگا اور میں اُسکو ہرگز اپنے پاس نہیں بلاؤنگا یہانتک کہ ٹیڑھی راہ کو سیدھی کر دوں باینطور کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگیں پس میں اُسکے ذریعہ سے اعین عمیاء و آذان صم و قلوب غلف کو کھول دونگا (رواہ البخاری والترمذی) اور بخاری نے ثابت فرمایا کہ یہ حدیث بدرجہ مشہور ہے اور فرمایا کہ اسکو عطا نے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اعاظم علمائے یہود میں سے معروف و مشہور ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لاتے ہی آپ پر بڑے شوق سے ایمان لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُنسے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علمائے یہود و نصاریٰ اس طرح پہچان لینگے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں پس یہ کیونکر ہے تو عبد اللہ بن سلامؓ نے کہا کہ واللہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا یعنی بوجہ صفات توریت کے میں نے فوراً پہچان لیا بلکہ بیٹے سے بڑھکر پہچانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کیونکر ہوا عبد اللہ بن سلامؓ نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ مجھے اپنے بیٹے کے حق میں یہ بھی شک ہو سکتا ہے

کہ شاید اُسکی ماں نے در پردہ کوئی فجور کیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین کچھ بھی شبہہ نہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاباش
اے عبد اللہ تجھکو مبارک ہو (الصحیح) واضح ہو کہ کعب احبار بھی زبردست علماء یہود مین سے تھے حتی کہ احبار اُنکا لقب ہوا یعنی جامع علماء
گویا جو کچھ علماء سے یہود کو حاصل ہوا اُن سب کا مجموعہ انکو حاصل تھا اور یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ حافظ ابو بکر
بن مردویہ نے حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کو روایت کر کے عطاؒ سے روایت کیا کہ عطاؒ نے کہا کہ پھر مین کعب الاحبار کے پاس گیا
اور مین نے اُنسے توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کو دریافت کیا تو واللہ اُنھون نے حرف بحرف وہی بیان کیا جو حضرت
عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا تھا سوائے اتنی بات کے کہ کعب احبار نے اپنی زبان کے موافق اعینا عمومیا و اذانا صمومیا و قلوبا
غلوفیا۔ کہا مترجم کہتا ہے کہ اسکو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور عمدہ توضیح قولہ تعالیٰ۔ یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل
الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا اور مین کہتا ہون کہ خبردار کوئی شخص ان اردو وغیرہ ترجمون پر جو آجکل توریت و انجیل
کے نام سے یہود و نصاریٰ لاتے ہین ہرگز اعتماد نکرے کیونکہ قطعی آیات و مشاہیر روایات کے مقابلہ مین انکی تحریف و تبدیل بخوبی
کھل گئی ہے اور عنقریب معلوم ہوگا کہ ہرقل شاہ روم نے فورًا پہچانا اور تمام نصارائے شام و روم کا عالم سردار ضغاطر فورًا ایمان لایا
اگرچہ نصرانیون نے اُسکو اسقدر مارا کہ وہ شہید ہوگیا اور اُسکے مانند ابن قناطر نے بھی اسی طرح ایمان کے ساتھ جان دی پھر جب لشکر اسلام
نے ملک شام پر جہاد کیا تو ہزارون علماء و امرائے نصاریٰ اسلام لاکر اہل اسلام کی حمایت مین آ گئے کہ یہ وہ لوگ ہین
کہ جنکو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا ورنہ بدبخت کا کوئی علاج نہین ہے ونعوذ باللہ من الضلال۔ قال اللہ تعالیٰ

وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ
اور ہرگز راضی نہونگے تجھسے یہود اور نہ نصاریٰ جبتک تابع نہو تو انکے دین کا تو کہہ جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ
اور کبھی تو چلا انکی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھکو پہونچا تو تیرا کوئی نہین اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا
وَلَا نَصِيرٍ ۝ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ
اور نہ مددگار وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب پڑھتے اس کو جو پڑھنے کا حق ہے وہی لوگ ایمان لاتے
بِهِ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝
اسکے ساتھ اور جسنے انکار کیا اس سے سو وہی لوگ ہین خسارہ والے

بعض نے لکھا کہ ان آیات مین مقصود یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ مین جو لوگ کتاب حق یعنی توریت و انجیل کی تعظیم و پابندی کرتے ہین انکو تو
انجیل و توریت ہی کی بشارت کافی ہے اور ہر ایک معجزہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھتے ہین وہ انکے واسطے بڑا بینہ ہے اور یاسوا انکے جنھون
نے توریت و انجیل ہی سے منہ موڑا اور اپنی ہوا و ہوس کی پابندی اختیار کی تو وہ اپنی خیالی باتون کی پیروی نہین چھوڑینگے لہذا فرمایا۔ وَلَن تَرْضَىٰ
عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔ یہود و نصاریٰ تجھسے کبھی راضی نہونگے یہانتک کہ تو انکی ملت
کی پیروی کرے۔ ف یعنی یہ معجزات و آیات جو درخواست کرتے ہین کچھ اسواسطے نہین ہین کہ ان آیات و معجزات کو دیکھنے کے بعد یہ لوگ
راہ حق کی جانب رجوع کرینگے بلکہ اُنکا مقصود محض تعنت و عناد ہے اور یہ راہ حق کی پابندی نہین چاہتے بلکہ جو راہ اُنھون نے اپنے خیالات

کے موافق اختیار کی ہی کج راہ کو چاہتے ہین پس اگر اس گمراہی مین انکی موافقت کرے تو راضی ہونگے حالانکہ وہ عین گمراہی ہے پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلاغت کے ساتھ آگاہ فرمایا کہ آپ ایسی چیزون کی خواہش چھوڑ دیجیے جس سے یہ لوگ موافق ہو کر راضی ہوجاوین بلکہ رضائے الٰہی
عزوجل کی پیروی فرمائیے اور جو پیغام رسالت آپکو دیا گیا وہ پہونچا دیجیے (ابن جریر) لہٰذا فرمایا - قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى
کہدے جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے - ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہدے کہ جس ہدایت پر اللہ تعالیٰ نے مجھکو بھیجا وہی تو
حقیقی ہدایت ہے اور وہ دین اسلام ہے اور ماسوا اسکے جو کچھ تم بیان کرتے یا سمجھتے ہو سب گمراہی ہے - مترجم کہتا ہے کہ ہدی اللہ تعالیٰ جمیع عقائد
و شرائع کو شامل ہے اور ہو الہدیٰ سے انحصار فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ ماسوا اسکے جو کچھ ہے سب گمراہی ہے - قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ
مناظرہ حق کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمایا کہ اسی طریقہ کے ساتھ جمیع گمراہون سے مباحثہ
فرماوین اور قتادہؓ نے فرمایا کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت مین سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر قتال کرتا ہوا
غالب رہیگا کہ جو کوئی اُنسے مخالف ہو وہ اُنکو کچھ ضرر نہین پہونچا سکیگا یہانتک کہ حکم الٰہی عزوجل آوے - شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیحین
مین عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوع متصل صحیح موجود ہے - مترجم کہتا ہے کہ حق پر قتال کرنا دو طرح ہوتا ہے اول تلوار سے جہاد کرنا اور
دوم دلائل سے جہاد کرنا پس قتادہؒ نے یہان اسکو دلائل سے جہاد کرنے پر محمول کیا - ترمذی وغیرہ نے بعد روایت اسکے ایک جماعت ائمہ سے نقل کیا
کہ یہ گروہ یہی علماء حدیث کا گروہ ہے جو حدیث کے ذریعہ سے گمراہون کو رد کرتے ہین - مترجم کہتا ہے کہ صحیح کی روایت مین آخری جملہ اس طرح واقع ہوا کہ
جو کوئی اس گروہ کی مددگاری نکرے تو بھی اُنکو کچھ مضر نہوگا اور وہ برابر غالب رہینگے یہانتک کہ جب امر الٰہی عزوجل واقع ہوگا تو بھی وہ غالب ہونگے -
مترجم کہتا ہے کہ امر الٰہی سے ظاہر آ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ مراد ہے اور واضح ہو کہ اس سے یہ لازم نہین آتا کہ تلوار سے جہاد کرنے والا گروہ نہو بلکہ
دونون فریق کو شامل ہے تو اس بشارت سے یہ معلوم ہوا کہ زمانہ امام مہدی و نزول حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک دین اسلام مین ضرور ایک فرقہ ایسا ہوگا
کہ جب وہ حق اسلام کے واسطے قتال کرینگے تو برابر غالب رہینگے اور ایسا فرقہ بھی ہوگا جو حجت کے ساتھ غالب رہے اور خلاصہ یہ کہ دین اسلام مانند
ملت یہود و نصاریٰ کے متغیر و محرف ہو کر خلط و خبط نہوگا کہ کالعدم ہو جاوے کیونکہ ملت یہود و نصاریٰ اسطرح متغیر و محرف ہو گئی تھی کہ کسی طرح امر حق
دریافت نہین ہو سکتا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے آگاہ فرمایا کہ دین اسلام مین یہ بات نہوگی یعنے اگرچہ امت اسلامیہ بگڑ کر
معاصی و بدعات مین مبتلا ہوجاوے اور بہتر فرقے ہو جاوین لیکن انمین ایک فرقہ ضرور صحیح سنت پر ثابت قدم رہیگا اور روئے زمین پر کفار و مبتدعین ہین
کوئی اُنکو مغلوب نہین کر سکتا اگرچہ سب متفق ہو جاوین تو بھی وہ مغلوب نہونگے اگرچہ فرقہائے اسلام مین سے کوئی اس فرقہ حق کا مددگار نہو
اور یہ لوگ برابر باقی و غالب رہینگے یہانتک کہ حضرت مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کا زمانہ آوے کیونکہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مین بقوت قہری تمام
روئے زمین کے کفار بقہر اسلام مین داخل کیے جاوینگے پس قتادہؒ کا مطلب یہ ہے کہ حجت الٰہی عزوجل یعنے قرآن عین معجزہ ہے تو بعد اس اثبات کے
کوئی یہودی یا نصرانی جو اسکے سوا اسے معجزہ طلب کرے وہ گمراہی ہوگی تو یہود و نصاریٰ پر صریح حجت قائم ہوگئی کہ تم لوگ توریت و انجیل کو چھوڑ کر
اپنی اہوا کے مطیع ہو - اہواء جمع ہوی یعنے خواہش نفس و گمان باطل اور چونکہ ان لوگون کی ملت صرف اہواء ٹھہری تو اُسکی اتباع غیر ممکن ہے
لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ اگر تو ان لوگون کو راضی کرنا چاہتا ہے تو یہ لوگ کسی طرح راضی نہونگے سوا اس طریقہ کے کہ
تو انکی ہوا کی پیروی کرے - وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ
اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اور اگر تو بعد اس علم کے جو تجھے حاصل ہو چکا ہے ان لوگون کے اہوا کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ

لکم

کی طرف سے تیرے واسطے کوئی ولی نہوگا اور نہ کوئی ناصر ہوگا ف یعنے بعد اس علم ثبوت کے جو تجھکو حاصل ہوچکا ہے اگر بفرض محال
تو ان گمراہوں کی پیروی کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرا کوئی مددگار و ناصر نہوگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین خاتم النبیین
خالص معصوم تھے اور معصوم رکھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے تو ان گمراہوں کی پیروی آپ کی جانب سے غیر ممکن تھی پس یہ آپ کی امت کے
واسطے تنبیہ ہے کہ جب اُسکو امر حق کا علم حاصل ہوگیا تو وہ یہود و نصاریٰ کی طرح تابع اہواء نہو افسوس ہے کہ اسلام میں ہوا کے پابند بہت فرقے
ہوگئے جیسے خوارج کہ اُنہوں نے یہودیوں کی مشابہت سے خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انحراف کیا اور قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنے خیال
وگمان سے دلائل نکالکر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں گستاخی کی حالانکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم بالاجماع حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے فضل و کمال کے قائل تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُنکا گروہ اگرچہ آپسے لڑا لیکن یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کا منکر
نہ تھا بلکہ ایک مسئلہ اجتہادی میں اختلاف کرتے تھے۔ اسیطرح خوارج کے مقابل فرقہ روافض ہوا انہوں نے نصاریٰ کی مشابہت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی شان میں یہانتک غلو کیا کہ خلفاء سابقین رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے لگے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مع جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے اُنکے
فضائل و کمالات کے قائل ہیں اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ صریحہ اُنکی بزرگی پر ناطق ہیں۔ کاش یہ لوگ معرفت حقہ تک پہنچے ہوتے کہ حضرت علی
رضی اللہ عنہ کو جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے ہیں اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کی بزرگی کے قائل ہیں اور ترتیب خلافت میں کچھ انکار نہیں
کرتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ پہلے خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو خلافت عطا ہوئی تاکہ آئندہ سلسلہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باقی رہے۔ قول الخ جنھوں
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدعتی ہیں مگر اُسقدر بدتر نہیں ہیں جسقدر یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے والوں نے راہ مستقیم سے انحراف کیا اسیطرح
فرقہ معتزلہ و جہمیہ وغیرہ نے کفار فلاسفہ کی مشابہت میں سواد اعظم سے انحراف کر کے دوسری راہ اختیار کی حالانکہ ان سب پر واجب تھا
کہ ہمیشہ اللہ عز و جل پر ثابت قدم رہتے اور عدل پر قائم رہتے اور بہت پھونک پھونک کر قدم رکھتے کیونکہ اسی صراط المستقیم
کی حقیقت وہ پل صراط ہے جو جہنم پر قیامت میں قائم ہوگا کہ وہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ اسیطرح دنیا میں راہ حق و عدل پر قائم رہنا
بہت باریک ہے کہ اگر ذرا بھی تجاوز کیا تو گمراہی میں قدم پڑیگا۔ (مسئلہ) آیت میں قولہ تعالیٰ حتی تتبع ملتہم لفظ ملت کو مفرد فرمایا حالانکہ
یہود و نصاریٰ کی ملتیں ہیں لیکن یہ ملتیں سب باہم کفر ہیں اور کفر باوجود مختلف ہونے کے ایک ہی ملت کفر ہے جسکی عقوبت واحد جہنم ہے
جیسے کافروں کے واسطے قولہ تعالیٰ لکم دینکم میں ایک ہی دین فرمایا اور یوں نہیں فرمایا کہ لکم ادیانکم پس اسی مقام سے بعض فقہا نے استدلال
کیا کہ کافروں و مشرکوں کی ملتیں سب ایک ہی ملت ہیں اور اس سے یہ نکالا کہ اگر ایک خاندان میں بعضے یہودی و بعضے نصرانی اور بعضے مسلمان ہوں
تو مسلمان و کفار میں باہم میراث جاری نہوگی بخلاف باقیوں کے کہ اُنمیں میراث جاری ہوگی اگرچہ بعض یہودی و بعض نصرانی ہوں کیونکہ
تو ایک ہی ملت ہے اور یہی مذہب ابو حنیفہ و شافعی کا ہے اور امام مالک نے کہا کہ کافروں کی باہمی ملتیں مختلف ہوں تو باہمی توارث جاری نہوگا
اور ایک حدیث میں بھی ایسا ہی وارد ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک قول موافق قول ابی حنیفہ اور دوسرا موافق قول مالک ہے …
الحاصل یہود و نصاریٰ و انکے مانند جو فرقہ اپنی ہوا و ہوس کا تابع ہو جاوے اور … اسکو کوئی معجزہ و کرامت کافی نہوگا اور وہ …
لامحالہ سے ہمیشہ متردد ہوگا پس اسکے واسطے کسی معجزہ کی تدبیر مفید نہوگی سو واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گمراہوں سے … طلب کرنے …
اور فرمایا الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ۔ ایسے لوگ جنکو ہمنے کتاب عطا فرمائی يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ۔ وہ جو لوگ ہیں وہ اس
کتاب کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھا کرتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ۔ تو ایسے ہی ہمت والے بندے اُسپر ایمان لاتے ہیں

ف اور انکو کوئی شک و اشتباہ نہین ہوتا اور نہ اپنے اہوا کے پابند ہوتے ہین - واضح ہو کہ یہ آیت قدسی بیچ اعجاز بلاغت کے ساتھ
خوب جامع ہے اسکا بیان یہ ہے کہ کتاب الٰہی توریت و انجیل و قرآن مجید ہے پس یہود مین جو لوگ توریت کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھتے
تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید پر بدون شک و تردد کے ایمان لائے جیسے عبد اللہ بن سلام و کعب احبار وغیرہ اور اسیطرح نصاریٰ
مین جو لوگ انجیل کو بدون تحریف و تبدیل کے حق طور پر پڑھتے تھے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسے بادشاہ حبش اور وہان
کے علماء نصاریٰ و ضغاطر رومی وغیرہ اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم جو قرآن مجید پر ایمان لائے وہ کبھی منافقون وغیرہ کی طرح مشکوک نہین ہوئے
پس یہ آیت قدسی جامع ہے اسیواسطے معمرؒ نے حضرت قتادہؒ سے روایت کی کہ یہ لوگ جنکے یہود و نصاریٰ ہین (عبدالرزاق) اور یہی عبدالرحمن بن زید
بن اسلم کا قول ہے اور اسکو شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا - اور سعیدؒ نے حضرت قتادہؒ سے روایت کی کہ یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حق تلاوت یہ ہے کہ جب ایسی آیت پر پہونچتے ہین جسمین جنت کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتے ہین اور جب ایسی آیت
پڑھتے ہین جسمین دوزخ کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ سے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہین (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ جن بندون کی یہ کیفیت ہو وہ حکم الٰہی پر
بالضرور عامل ہونگے - ھ - ابوالعالیہ نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے
کہ کتاب الٰہی کا حق تلاوت یہ ہے کہ اُسکے حلال کو حلال رکھے اور اُسکے حرام کو حرام رکھے اور جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اُسی طرح پڑھے اور کلمات کو اپنی جگہ
سے تحریف نکرے اور بیجا موقع اُسکی تاویل نکرے (عبدالرزاق) اور یہی حضرت قتادہ و منصور بن المعتمر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا -
اور یہی سدیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا (ابن ابی حاتم) اور یہی حسن البصری و عکرمہ و عطاء و مجاہد و ابو رزین و ابراہیم نخعی کا
قول ہے اور اسکا حاصل یہ ہے کہ جسنے قرآن مجید کی اتباع پوری کی اُسنے حق تلاوت ادا کیا چنانچہ سفیان الثوریؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن مسعودؓ
سے یہی تفسیر روایت کی اور ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ جس شخص نے قرآن کی اتباع کی تو وہ اُسکو لیجا کر باغ جنت مین اُتارے گا (قرطبی)
شیخ ابن کثیرؒ نے کہا حاصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ ہین سے جسنے توریت و انجیل کی سچی اتباع کی تو خواہ مخواہ موافق بشارت توریت و انجیل کے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیگا اللہ نے فرمایا - قل یا اہل الکتاب لستم علیٰ شیٔ حتیٰ تقیموا التوریٰۃ والانجیل - یعنی کہدے کہ اے اہل کتاب تم کسی چیز پر
نہین ہو جبتک کہ توریت و انجیل پر ٹھیک قائم نہو - ھ - اور فرمایا - الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوریٰۃ
والانجیل - یعنی یہ رحمت انھین بندون کا ہے جو فرمانبرداری کرتے ہین رسول نبی امّی کی جسکو اپنے پاس توریت و انجیل مین لکھا پاتے ہین - ھ -
اور فرمایا - الذین اٰتینٰھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون - یعنی قرآن مجید سے پہلے ہمنے جن لوگون کو کتاب عطا فرمائی وہ تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہین - ھ - کیونکہ جو کتاب پر ٹھیک قائم ہے وہ کتاب کی کسی آیت سے منکر نہوگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اُسپر ایمان لاویگا
وَمَنْ يَكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اور جو کوئی اس قرآن سے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو تو ایسے ہی لوگ
خوار ہونے والے ہین - ف چنانچہ فرمایا - ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ - یعنی ان گروہون مین سے جو کوئی اسکا منکر ہو تو جہنم
اُسکا ٹھکانا ہے - ھ - اور اس سے بڑھکر کون خواری ہوگی کہ جہنم مین دائمی برباد ہوا اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُس
پاک ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ اس امت مین کوئی یہودی یا نصرانی جو مجھکو سنے پھر مجھپر ایمان نلاوے اسکے کچھ نہوگا کہ وہ جہنم مین جاوے
(الصحیح) (تنبیہ) شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ - الذین اٰتینٰھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ الآیۃ - کا سبب نزول اہل حبش کے نصاریٰ ہین
مترجم کہتا ہے کہ بعض مین مذکور ہے کہ یہ آیت بقایائے اہل کتاب کے حق مین نازل ہوئی جنکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مین بشارت دی تھی کہ

میرے بعد ایک پیغمبر آویگا جسکا نام احمد ہے چنانچہ قرآن مجید مین بھی مصرح ہے پس وہ لوگ اسی ایمان پر نسلاً بعد نسل چلے آئے یہانتک کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو جو لوگ انجیل کے سچے اعتقاد پر باقی تھے وہ آپ پر ایمان لائے۔ ظاہراً اس اجمال کی تفصیل وہی ہے
جو شیخ سیوطیؒ نے ذکر فرمائی کہ کفار مکہ کے ایذاء دینے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ملک حبش کی جانب ہجرت فرمائی وہان
کے بادشاہ کا نجاشی لقب تھا اور اسکا نام اصحمہ تھا اور کفار مکہ نے اسکے یہان تحفے دیکر ایک سفارش پہونچائی تاکہ بادشاہ ان لوگون کو
اپنے یہان سے نکال دے مگر اسنے نمانا بلکہ ان لوگون کو بلاکر اطمینان دلایا کہ تم لوگ یہان بے کھٹکے رہو اور ان لوگون کے حال دریافت کیا
اور مہاجرین مین حضرت جعفر بن ابی طالب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی بھی تھے پس انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور
اپنے ایمان لانے کا سب حال بیان کیا تو اسنے درخواست کی کہ جو کلام الٰہی انپر نازل ہوا ہے وہ پڑھو پس جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم تلاوت کی
جسکو سنکر بادشاہ مع ان علماء کے جو موجود تھے رونے لگے اور کہا کہ یہ کلام بالکل ویسا ہی ہے جیسا حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اور کہا کہ بیشک
یہ وہی پیغمبر ہیں جنکی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مین دی ہے اور اسنے اپنی طرف سے چالیس آدمی واسطے تحقیق حال کے بھیجے
اور اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرماکر مدینہ مین آگئے تھے پس وہ لوگ مکہ سے مدینہ مین آئے اور فوراً پہچان کر بغیر تجربہ کے وہ لوگ
مسلمان ہوئے اور بادشاہ کی طرف سے بھی پیغام پہونچا کہ مین آپ پر ایمان لایا اور کاروبار ملک کی وجہ سے حاضر نہین ہوسکتا ہون
اور نیابت کے طور پر بیعت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ آیت نازل فرمائی کہ۔ الذین آتیناہم الکتاب الآیۃ۔ اور یہی نجاشی بادشاہ ہے کہ جب
اسنے انتقال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور غیب کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگاہ فرمایا کہ تمہارے بھائی نجاشی نے انتقال کیا تو انکو اسکے
جنازہ کی نماز پڑھنی چاہیے چنانچہ میدان مین جاکر اسکے جنازہ کی نماز پڑھی۔ علماء حنفیہ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا جنازہ آپ پر کشف فرمایا تھا
چنانچہ سابق مین یہ مسئلہ مفصل بیان ہوا ہے اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے جو حبش مین ہجرت کر گئے تھے اس بادشاہ کے فضائل مین یہ بھی
روایت ہے کہ ہم لوگون مین باہم تذکرہ ہوا کرتا تھا کہ جب یہ بادشاہ مرا برابر اسکی قبر پر ایک نور دیکھا جاتا تھا اسناد صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تذکیر فرمائی

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے تمپر کیا اور وہ کہ بڑا کیا تمکو سارے جہان پر اور بچو اس دن سے کہ

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ

نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کے ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اسکی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے اسکو سفارش اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

نہ انکو مدد پہونچے

اکثر اہل تفسیر مانند بقاعی وغیرہ نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اول سورہ مین بنی اسرائیل کو نعمتین یاد دلائین پھر درمیان مین انکے
عیوب و بدکاریان مذکور ہوکر طول ہوگیا لہذا یہان مکرر انعامات کو یاد دلایا۔ اور حرالیؒ سے نقل کیا کہ اس آخر خطاب کو اول سے التیام ہو گیا
ہے لیکن بعض علماء نے اس توجیہ کو تکلف خیال کیا۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس سے بنی اسرائیل کو اس امر کی تاکید فرمائی کہ حضرت خاتم النبیین
جامع کمالات الرسول النبی الامی پر ایمان لاوین جنکی صفت اپنی کتابون مین پاتے ہین اور جنکی بابت عہد لیا گیا ہے اور یہی انعامات کثیرہ کا ذریعہ
ہیں اپنے چچیرے بھائیون عرب پر حسد مکرین کہ خاتم المرسلین کو اللہ تعالیٰ نے عرب مین پیدا کیا اور تکذیب و مخالفت سے باز آوین اور اللہ تعالیٰ کی

نعمتون کو یاد کرین لہذا فرمایا۔ یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ
اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتون کو جو مین نے تمپر انعام فرمائین اور اس بات کو کہ مین نے تمکو عالمین پر فضیلت دی ف یعنے تمھارے
زمانہ کے عالمون پر تمکو فضیلت عطا فرمائی پس ان نعمتون کا نتیجہ یہ ہے کہ شکرگذاری کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ کیونکہ تمھارے
جمیع انبیا علیہم السلام وصالحین سب ایمان لا چکے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اسکی رضامندی کے خواہان تھے حالانکہ تم نافرمانی کرتے ہو
پس یہ گمان ہرگز مت کرو کہ جو لوگ اپنے رب عزوجل کی خوشی چاہتے ہین وہ اسکی نافرمانی کرنے والون سے راضی ہون یا سفارش کرین بلکہ
قطعًا انکے دشمن ہوجاوینگے لہذا فرمایا۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا ۔ اور ڈرو ایسے دن سے کہ کوئی نفس کسی کے
ایک ذرہ کام نہ آویگا ف کیونکہ کوئی نفس خود مختار نہین ہے جب تک اللہ عزوجل نچاہے اور نیک بندے اپنے رب عزوجل کے خلاف رضا ہرگز کچھ
نہین چاہینگے۔ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ ۔ اور کسی نفس سے فدیہ قبول نہوگا ف حالانکہ اس دن فدیہ میسر ہی نہین ہے اور اگر میسر بھی ہوتا یا
کسی احمق نے اعتقاد کرلیا کہ مجھے میسر ہوگا تو بھی فدیہ قبول نہوگا لیکن شیطان نے یہودیون کے دل مین جمادیا تھا کہ تم لوگ جو چاہو ایسے برے اعمال کرو تمھارے
باپ دادون مین انبیاء علیہم السلام گذرے ہین وہ تمھاری سفارش کرینگے جیسے نصرانیون کے ذہن مین اس سے بھی زیادہ جمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام تم لوگون
کی بدکاریون کا کفارہ ہوگئے حالانکہ یہ ایسے احمقون کے خیالات ہین جنکو معرفت الٰہی مین سے ذرہ بھی نصیب نہین ہے لہذا صریح تہدید فرمائی ۔
وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ اور نہ کسی نفس کو کوئی سفارش نفع کریگی اور نہ وہ مدد پہونچائے جاوینگے
ف کیونکہ کفر کے ساتھ سواے عذاب جہنم کے جنت حرام ہے تو سفارش بیکار ہے اسیواسطے دوسری آیت مین فرمایا۔ فما لنا من شافعین ۔ یعنے کفار کہینگے
کہ ہمارے واسطے سفارشیون مین سے بھی کوئی نہین ہے پس یہان عظمت وجبروت الٰہی عزوجل کا حکم دیا کہ کوئی سفارش کام نہ آویگی یعنے درحقیقت
سفارش ہی نہوگی لیکن اگر کسی نے وہم شیطانی سے اسکو اپنے دل مین جمایا تو قطعًا وہ سفارش مردود ہے رہی نصرت و مددگاری تو خود ظاہر ہے کہ بھلا اسکی
کی مجال ہے کہ حکم الٰہی عزوجل یعنے کافرون کے واسطے عذاب کا حکم روک سکے پھر کافرون کا مددگار بنے حالانکہ تمام مخلوق اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے
(مسئلہ) معتزلہ اسی آیت سے کہتے ہین کہ کسی نفس کو شفاعت نصیب نہوگی جواب یہ ہے کہ بیشک کوئی نفس اپنے اختیار سے شفاعت ہی نہین کرسکتا
تو مفید ہی کیا ہوگی لیکن اسمین اس امر کی نفی نہین ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسیکو شفاعت کی اجازت دے تو وہ قبول نہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جو شفاعت ہے
وہ حق ہے اور نافع ہے رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کسی بندۂ مکرم کو شفاعت کی اجازت فرماویگا یا نہین تو ہمکو قطعی متواترات سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے اللہ تعالیٰ نے شفاعت کبریٰ و شفاعات خاصہ کا وعدہ دیا ہے اور وعدۂ الٰہی مین کبھی خلاف نہین ہوتا لہذا فرمایا۔ ولا یشفعون
الا لمن ارتضی ۔ یعنے سفارش نہین کرینگے مگر ایسے بندے کے واسطے جسکے حق مین اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے ۔ اور جب کفار کے حق مین شفاعت
محض بیکار فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ شفاعت صرف مؤمنین کے واسطے خاص ہے پس اگر ایسا بندۂ مومن ہے جو بخشا گیا تو اسکے حق مین یہ شفاعت
عظمیٰ اسکے درجات بلند ہونیکو مفید ہوگی کیونکہ بہشت مین ہے کہ جنت مین سو درجات ہین ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فرق ہے
جتنا زمین و آسمان مین ہے (الصحیحین) اور اگر مومن گنہگار ہے تو اسکی مغفرت ہوجاویگی کیونکہ اصل ایمان ہے اور اعمال تابع ہین تو وہ اصل ایمان
مین پایا گیا مگر اعمال مین گنہگار ہوگیا پس حق عزوجل نے اپنی رحمت سے عفو فرمایا۔ (نکتہ) چونکہ طاعت وعبادت الٰہی عزوجل کا حق ادا ہونا
غیر ممکن ہے تو انبیا علیہم السلام اس دن نفسی نفسی کہینگے اگرچہ حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین سب پورے ہین لیکن بخوف عظمت وجلال
الٰہی عزوجل اس دن مواخذہ کا ادب کرینگے کیونکہ بندہ کی یہ شان نہین ہے کہ اسکی عظمت کے مقابلہ مین دلیر ہو کیونکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے

کریں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مغفرت کاملہ عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ - لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آپ کو قطعاً مواخذہ سے بری کر دیا لہٰذا آپ ہی شفاعت پر قیام فرماوینگے (تنبیہ) اسلامیہ فرقہا سے مبتدعین نے گمان کیا کہ پیغمبروں سے بھی گناہ ہوتے ہیں حالانکہ یہ معارف آلہیہ میں جہالت ہے ع چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند - بلکہ یہ مسائل درجات کے آداب ہیں اور شان پاک خالق عزوجل کے لائق عبادت حاضر کرنا محال ہے کیونکہ بشر حادث ہے اور بشر کی عبادت حادث در حادث ہے اور حضرت القدس سبحانہ تعالیٰ تعلق حوادث سے پاک ہے پس اُسکی شان کے لائق عبادت غیر ممکن ہے اور سابق میں بھی یہ تحقیق مذکور ہوئی ہے اور قولہ تعالیٰ - ومن عصانی فانک غفور رحیم الآیۃ - کی تفسیر میں دیکھو پس بلحاظ ایسے معاصی کے جنکی سزا جہنم ہو انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں پھر واضح ہو کہ بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کی نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی اولاد میں سے کافروں کو عہد سے خارج فرمایا تو بنی اسرائیل کا اعتماد باوجود کفر کے باطل ہوا فقال تعالیٰ

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اُسکے رب نے کئی باتوں میں پھر اُسنے وہ پوری کیں فرمایا میں تجھکو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ

بولا اور میری اولاد میں بھی کہا نہیں نہیں پہونچتا میرا قرار بے انصافوں کو

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کا شرف یاد دلایا جبکہ توحید میں ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا پس جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب ہو اُسکی نسبت جب ہی ٹھیک ہوگی کہ اُنکی توحید پر قائم ہو چنانچہ فرمایا - وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ - اور جب ابراہیم کو اُسکے رب نے چند کلمات کے ساتھ امتحان فرمایا پس ابراہیم نے انکو پورا کیا ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ کو جو ابراہیم علیہ السلام کی جانب نسبت ملاتے ہیں تذکیر و نصیحت سنا دیجیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو چند احکام و کلمہ امتحان فرمایا پس ابراہیم علیہ السلام نے انکو پورا کیا - قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا - تو رب عزوجل نے فرمایا کہ میں تجھکو لوگوں کے واسطے امام بنانے والا ہوں ف اور یہ حکم تقدیر سابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ازل میں رکھی تھی لیکن اُسکا ظہور اس طرح ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بعد توحید کے احکام شرعیہ دیے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے کر چکے تو امامت کا خطاب بھیجا پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کا شمول چاہا - قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ - ابراہیم نے عرض کیا اور میری نسل سے ف یعنے میری اولاد میں سے بھی امام بنائے جاویں - چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام اولاد کے واسطے خطاب کو عام کیا فقط ابراہیم نے اپنا توحید سے اُنکے ذہن میں کفار کا خیال بھی نہوگا کہ ذریات کافر پیدا ہونگی پس اُنھوں نے مطلق ذریات کے واسطے درخواست کی تو حکم تفصیلی ہوا لیکن قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عہد تو ظالموں کو نہیں پہونچتا ف یعنے عہد امامت تیری اولاد میں سے کافروں کو نہیں پہونچیگا پس اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے جو لوگ کسی عہد آلہی سے کافر ہوئے وہ خارج ہو گئے جیسے یہود و نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا پھر یہود و نصاریٰ دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا یا مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا تو یہ سب خارج ہو گئے لہٰذا فرمایا - ماکان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما الآیۃ بخلاف انکے جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اُنکو شامل رکھا بقولہ تعالیٰ - ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المومنین چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے - رہا یہ بیان کہ وہ کلمات جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے کیا کلمات ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے کلمات کا

تعلق مقصود نہین رکھا ہے بلکہ ظاہر فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے حق توحید کے ساتھ اُنکو پورا کیا خواہ وہ کوئی کلمات ہون کیونکہ اللہ تعالیٰ
جس زمانہ مین جو حکم فرماوے وہی شریعت ہے تو ان کلمات کے جاننے سے ہمارا کوئی مطلب نہین ہے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے
شریعت تھے اور شریعت بدل جاتی ہے اور توحید نہین بدلتی ہے پس ہمکو اُس شریعت پر عمل کرنا چاہیے جو بالفعل حکم دی گئی ہے اور اُسی طرح پوری
کرنی چاہیے جسطرح ابراہیم علیہ السلام نے پوری کی لیکن علماے مفسرین نے اُن کلمات کی بھی تفتیش فرمائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے
تاکہ اُسکے ضمن مین کوئی فائدہ حاصل کرین لیکن وہ کلمات بعض تو متعلق فرائض وواجبات ہین وبعض متعلق فطرت وسنن ہین وبعض متعلق
معارف ہین لہذا ابن عباسؓ سے اس بارہ مین مختلف روایات ہین چنانچہ قتادہؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ اللہ تعالے نے ابراہیم
علیہ السلام کو مناسک حج تعلیم فرمائے (عبد الرزاق) اور طاؤسؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ طہارت کے دس احکام دیے از انجملہ پانچ
سر مین اور پانچ بدن مین ہین پس سر کے پانچ احکام مین مونچھون کا اچھی طرح کترنا اور کلی کرنا اور ناک مین پانی ڈالنا اور مسواک کرنا
اور بال مونڈنا یا بال ہون تو مانگ نکالنا اور بدن کے پانچ یہ ہین کہ ناخن کترنا اور زیر ناف کے بال مونڈنا اور ختنہ کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا
اور پاخانہ و پیشاب کے اثر کو پانی سے دھونا (عبد الرزاق) اور اسیکے مانند سعید بن المسیبؒ ومجاہدؒ وشعبیؒ ونخعیؒ وابو صالح سے مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور اسیکے قریب
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس خصلتین از قسم فطرت ہین مونچھین کترنا اور داڑھی چھوڑنا اور مسواک کرنا
اور ناک مین پانی ڈالنا اور ناخن کترنا اور انگلیون کے جوڑ صاف کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا اور زیر ناف کے بال مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا۔ راوی نے کہا کہ
دسوین بات مین بھول گیا اور شاید وہ کلی کرنا تھی (صحیح مسلم) اور حدیث ابو ہریرہؓ مین ختنہ کرنا مذکور ہے (کما فی الصحیحین) اور ابن عباسؓ سے
حنش صنعانی کی روایت مین آیا کہ ختنہ وموے زہار یعنی موے زیر ناف صاف کرنا وناخن کترنا اور مونچھین کترنا اور مسواک وغسل جمعہ اور مناسک
حج مین سے طواف وسعی صفا ومروہ ورمی الجمار وافاضہ عرفات (ابن ابی حاتم) عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ احکام دین مین جو شخص
مبتلا کیا گیا سواے ابراہیم علیہ السلام کے کوئی پورا نہین اُترا (ابن کثیر) ظاہرا ابن عباسؓ نے انبیاء علیہم السلام کا استثنا کر لیا ہے۔ وہم عکرمہ نے
کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شرائع اسلام تیس سہام ہین از انجملہ دس کا ذکر سورۂ براءۃ کی آیت التائبون العابدون الآیہ مین ہے اور دس کا ذکر
اول سورۂ قد افلح المومنون وسورۂ سأل سائل بعذاب واقع مین ہے اور دس کا ذکر سورۂ احزاب قولہ تعالیٰ ان المسلمین والمسلمات الآیہ مین
ہے پس ان سبکو ابراہیم علیہ السلام نے پورا کیا اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا۔ ابراہیم الذی وفی الآیہ۔ (الحاکم ابن جریر ابن ابی حاتم) اور
ابن عباسؓ سے آیا کہ جن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو امتحان فرمایا یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی قوم کو چھوڑ کر
ہجرت کرین اور نمرود ملعون سے حجت توحید پر مناظرہ کرین باوجودیکہ اُسکی جانب سے آگ مین ڈالنے کا خوف تھا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے
اس ہول عظیم کی کچھ پروا نہ کی پھر مہمانداری پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیا اور ہر بات مین ابراہیم علیہ السلام نے بدون
خلاف کے اطاعت کی (ابن اسحق) حسن البصریؒ کہا کرتے تھے کہ واللہ حضرت ابراہیمؑ نے خوب صبر کیا کہ پہلے کواکب وشمس وقمر مین امتحان کیا
اور پہچان لیا کہ میرا رب عزوجل دائم قائم ہے تو شرک سے بیزار ہوئے پھر آگ سے امتحان لیا تو ثابت رہے پھر وطن وقوم چھوڑ کر ملک شام مین ہجرت کا
حکم دیا تو پورے ہوے پھر ختنہ کرنے و ذبح فرزند کا حکم دیا تو پورا کیا (ابن جریر واختصرہ عبد الرزاق) مجاہدؒ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام سے
رب عزوجل نے امتحان لیا اور فرمایا کہ مین تجھکو امام بنانا چاہتا ہون عرض کیا کہ بہت اچھا اور میری ذریات مین سے بھی امام بنائیے فرمایا کہ ظالمین
لینے کافرون کو میرا عہد نہین پہونچیگا۔ عرض کیا کہ خانہ کعبہ کو لوگون کا مرجع بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اسکو امن بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ ہمکو اور
مقام امن

اسمٰعیل کو اور ہماری ذریت مین سے ایک گروہ کو مسلمان بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اہل مکہ کو ثمرات سے رزق دیجیے جو انمین سے
اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا فرمایا کہ ہان (ابن ابی حاتم و ابن جریر) سعید بن مسیبؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہین جنہنے پہلے ختنہ کیا اور پہلے
مہمانداری کی اور پہلے ناخن کترے اور پہلے مونچھین کترین اور یہی پہلے بوڑھے ہوئے ہین پھر جب بڑھاپا دیکھا تو عرض کیا کہ یہ کیا ہے حکم ہوا کہ
وقار ہے عرض کیا کہ ای رب میرا وقار بڑھا دیجیے (الموطا وغیرہ) شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ کلمات کی جو تفاسیر مذکور ہوئین شاید یہ سب ہون یا بعض ہون
مگر کسی پر خاص جزم نہین ہو سکتا ہے - ابن کثیرؒ نے کہا کہ اقوی یہ ہے کہ جمیع امور مذکورہ کو شامل ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی
ذریت مین ظالم کفار بھی ہونگے پس وہ لوگ اس قابل نہین ہین کہ پیشوا بنائے جاوین و بحکم قولہ تعالےٰ - وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیہ
صاف معلوم ہوا کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے جو پیغمبری و کتاب آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد مین ہوئی (فائدہ) حدیث
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین مرفوع روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسّی برس کی عمر مین قدوم مین ختنہ کیا (الصحیحین) اور شاید قدوم
یہی آلہ معروف ہو جسکے ذریعہ سے ختنہ کیا - م - رزینؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو سو برس کی عمر پائی
قریش مین دستور تھا کہ قریب بلوغ ختنہ کرتے تھے اور عورتون کے ختنہ کی روایت مرفوع جو سنن ابوداؤد و رزین مین ہے اسکو ابوداؤد نے
ضعیف کہا اِنشاوی مین ہے کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہے - آیات سے جو شرائع نکالے گئے انکو بعض علما نے تفصیل وار بیان کر دیا کہ سورۂ برأۃ مین توبہ و
عبادت و حمد و سیاحت و رکوع و سجود و امر معروف و نہی منکر و حفاظت حدود آلہی ایمان ہے - سورۂ احزاب مین اسلام و ایمان و قنوت و صدق و صبر و خشوع
و تصدیق و روزہ و حفاظت شرمگاہ و ذکر آلہی ہین - اور سورۂ مومنون مین ایمان و خشوع نماز و پرہیز لغو و زکوٰۃ و حفاظت شرمگاہ و عہد و امانت
و محافظت نماز ہے - ابراہیم لفظ عجمی ہے اور بقول صحیح وہ آزر کے بیٹے ہین اور انکی پیدایش صوبہ اہواز کے مقام سوس مین واقع ہوئی اور بعض نے حرانی کہا
ولیکن انکے باپ انکو نمرود بن کنعان کی دار السلطنت بابل مین لے گئے - امام اُس شخص کو کہتے ہین جسکی اقتدا کیجاوے - بیضاوی نے کہا کہ آیت
مین دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبل نبوت کے بھی گناہون سے محفوظ ہوتے ہین ف ۲ اشارات عرائس مین ہے کہ خاصان حق مانند ابراہیم علیہ السلام
کے ازل ہی مین خطاب خاص سے سرفراز ہوتے ہین اور دنیا مین بھی انکا مرجع وہی ہوتا ہے اگرچہ امتحان مین ڈالے جاوین اور منجملہ امتحانات
ابراہیم علیہ السلام کے ایک مقام التباس تھا کما قال تعالیٰ - کذلک نری ابراہیم ملکوت السمٰوٰت والارض - پھر اسکا انجام تمکین تھا بدلیل
قولہ تعالیٰ - ولیکون من الموقنین - اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا - انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض الآیہ - بعض مشائخ نے کہا کہ امامت
کے واسطے یقین کامل ہونا پہلا درجہ ایمان ہے پھر اسکے بعد ولایت مین ترقی ہوتی ہے لہذا کہا گیا ع ہے ولایت اور صلاحیت تو دور پہلے تو مومن تو
ہوا ہے شعور + شیخ ابوعثمان نے کہا کہ امام وہ ہے جو ظاہر مین پہنسا رہے اور جو نسبت اسکو بارگاہ عزوجل مین حاصل ہے اسمین کچھ خلل نہو
جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک سے ظاہر ہے اور قولہ تعالیٰ - لاینال عہدی الظالمین صریح نص سے بتلا دیا کہ جو موہبت عظمیٰ کہ حق تعا
کی طرف سے انبیا و اولیا کو حاصل ہوتی ہے وہان سبب و نسب کی جڑ کٹی ہے ورنہ ابراہیم علیہ السلام کی کل ذریات کو قبولیت حاصل ہوتی کیونکہ یہ
قبولیت جن بندون کو عطا ہوئی وہ ازل ہی مین عطا ہوئی جبکہ انکی طاعت بلکہ وجود ہی نہ تھا تو سبب یا نسب کیونکر ہو سکتا تھا جعفر صادقؒ کی روایت ہے
کہ جو شخص محبت و مشاہدۂ آلہی سے مڑ کر کسی جانب راحت و سکون پاوے وہ ظالم ہے عیس بعض نے فرمایا کہ منجملہ کلمات کے یہ بھی ہین جو آیندہ آیات مین مذکور ہین کما قال تعالیٰ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۖ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى

اور جب ٹھہرایا ہمنے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہ لوگون کی اور پناہ اور کر رکھو جہان کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہہ

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ۔ **وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ**۔ اور جب ہمنے بیت کو لوگون کے واسطے مثابہ کردیا الف یعنے یہ نصیحت کر کہ تم یاد کرو وہ وقت جب ہمنے خانۂ کعبہ کو لوگون کے لیے مرجع بنا دیا کہ خانہ کعبہ سے مومنون کی آرزو کبھی سیر نہین ہوتی لوٹ جاتے ہین پھر شوق سے اُسکی جانب رجوع کرتے ہین اسیکے مانند علی بن ابی طلحہ نے روایت کی ہے (ابن جریر) ابن ابی حاتم نے بذریعہ مجاہدؒ کے اسیکے مانند ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ یہی ابو العالیہ وعطاء وحسن وغیرہ سے مروی ہے اور عکرمہ و قتادہ وغیرہ نے فرمایا کہ بیت اللہ لوگون کے واسطے مثابہ یعنی جمع ہونے کی جگہ ہے اور وہ مقام امن ہے حتی کہ زمانۂ جاہلیت مین مکہ کے گرد جو شہر و مقامات تھے وہان کے لوگ آپسمین کشت و خون کرتے لیکن اہل مکہ سے کوئی تعرض نہین کرتا تھا اور کبھی پردیسی آدمی کسیکے باپ کو مار کر حرم مکہ مین چلا آتا تھا پھر مقتول کا بیٹا اپنے باپ کے قاتل کو یہان پاتا لیکن کچھ بھی جنبش نہین دیتا تھا اور اسیکے مانند ایک جماعت تابعین سے روایت ہے ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا شرف بیان کیا کہ اللہ تعالےٰ نے اُسمین یہ قدرتی آیات و شرعی آیات رکھی ہین از انجملہ یہ کہ وہ لوگون کے واسطے مرجع اشتیاق ہے حتی کہ مومنون کی روحین اُسکی جانب محبت سے جھکتی ہین اور اگر ہر سال اُسکا طواف کرین تو بھی اُنکا دل سیر نہین ہوتا ہے چنانچہ دعائے خلیل اللہ علیہ السلام مین آیا کہ۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ من الناس صرف بعض یعنے مومنین ہیں اور کل نہین رکھے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا۔ یعنے بیت اللہ مین آیات بینات مین مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اُسمین آگیا وہ مامون ہوگیا۔ ھ۔ اس مقام کی آیت مین بھی حکم دیا۔ **وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى**۔ اور مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ۔ ف۔ مقام ابراہیم کی دو تفسیرین روایت کی گئی ہین چنانچہ مجاہد نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ مقام ابراہیم تمام حرم ہے (ابن ابی حاتم) دوم مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جسپر اُنکے قدم کا نشان ہے چنانچہ عطاء نے کہا کہ مین نے ابن عباسؓ سے سنا کہ آیت مین جو مقام ابراہیم کو ذکر ہے وہ تو یہی مقام ابراہیم ہے جو مسجد الحرام مین ہے اور اس سے زیادہ تمام حج بھی مقام ابراہیم شمار ہوتا ہے پھر عطاء نے اسکی تفصیل بیان کی کہ عرفات مین وقوف کر اور وہان نماز ظہر وعصر کو جمع کرنا اور مشعر الحرام و منیٰ و رمی جمار و صفا و مروہ کے درمیان سعی ہے (ابن ابی حاتم) سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے رحمت قرار دیا یعنی ابراہیم علیہ السلام اُسپر کھڑے ہوتے اور اسمعیل علیہ السلام اُنکو پتھر پہونچاتے تھے۔ سدیؒ نے کہا کہ ایسا نہین بلکہ اس پتھر پر بٹھلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُنکی بہو یعنے زوجۂ اسمعیل علیہ السلام نے نہلایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قرطبیؒ نے اُسکو ضعیف کہا کیونکہ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو اُنکے پاؤن مختلف واقع ہوتے لیکن دیگر علما نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ ابن ابی حاتم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین طواف سے فراغت فرمائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہی تو ہمارے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو عرض کیا کہ پھر ہم اسکو مصلی بناوین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ (رواہ ابن مردویہ وغیرہ) یہ مضمون تو صحیحین کی احادیث مین ثابت ہے چنانچہ خود عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین اپنے رب عزوجل سے تین باتون مین موافق پڑا ایک تو مین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگ مقام ابراہیم کو مصلی بناوین پس نازل ہوا قولہ تعالےٰ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ الحدیث (البخاری و مسلم وغیرہ) شیخ ابن کثیرؒ نے بعد ذکر روایات کے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم سے یہی مراد ہے جو مسجد الحرام مین ہے اور یہ پتھر تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام دیوار کعبہ کو اونچی کرتے تو اسی پتھر پر کھڑے ہوتے اور اسمعیل علیہ السلام نیچے سے پتھر پہونچاتے تھے اور اس پتھر مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم بہت ظاہر تھے لیکن لوگون کے چھونے سے اُسکے نشان کچھ مٹ گئے ہین باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بہت واضح نشان موجود تھا چنانچہ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین صریح موجود ہے

(ابن وہب) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مقام ابراہیم پہلے دیوار کعبہ سے ملحق تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں جبکہ جمیع صحابہ
متوافر موجود تھے اُسکو ہٹا کر اس مقام پر کیا جہاں اب موجود ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود خلفاء راشدین میں سے ہیں بلکہ دو خلیفہ
سابقین میں سے جنکے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے بعد تم لوگ ان دونوں کی اقتدا کیجیو جو میرے بعد ابوبکر
و عمر ہیں۔ ھو۔ اور حضرت عمرؓ ہی کے موافق اس مقام پر نماز کے واسطے قرآن مجید نازل ہوا اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے
کسی نے دیوار سے ہٹانے میں انکار نہیں کیا عطاء و مجاہد وغیرہ نے کہا کہ اول اسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی دیوار سے ہٹا کر
یہاں رکھا جہاں بالفعل موجود ہے (عبد الرزاق) (مسئلہ) خلف المقام بعد طواف کے دو رکعت پڑھنا ائمہ حنفیہ و مالکیہ کے
نزدیک واجب ہیں اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک مستحب ہیں۔ ف بعض اشارات ہو اس میں ہے کہ بیت اللہ امیدواروں کا
مرجع اور خائفوں کا امن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں آیات ہیں جس سے خائف کو سکون ہوتا ہے اور ظالم کو جرأت نہیں ہوتی
اور امیدواروں کو حسن تجلی سے سکون ہوتا ہے۔ بعض نے کہا کہ مقام طہارت ہونے سے سکون و رحمت طاری ہوتی ہے اسیواسطے آگے فرمایا

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ
اور کہہ دیا ہمنے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف والوں کے اور اعتکاف والوں کے
وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ
اور رکوع اور سجدہ والوں کے اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اسکو شہر امن کا اور روزی دے اسکے لوگوں کو
مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ
میوے جو کوئی اُن میں یقین لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اسکو بھی فائدہ دونگا
قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ
تھوڑے دنوں پھر میں اسکو قید کر بلاؤنگا دوزخ کے عذاب میں اور بری جگہ پہونچے وہ اور جب اٹھانے لگا ابراہیم
الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝
بنیادیں اس گھر کی اور اسمٰعیل اے رب قبول کر ہمسے تو ہی ہے اصل سنتا جانتا
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا
اے رب اور کر ہمکو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور جتا ہمکو
مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝
دستور حج کرنے کے اور ہمکو معاف کر تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان

اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی پاکی میں نشان قدرت و نشان شریعت کو جمع فرمایا کیونکہ چوپائے وہاں بیٹ و نجاست نہیں کرتے اور
اوپر بھی کوئی ایسا نہیں گذرا اور باوجود اسکے حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ
طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ اور ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل کو حکم فرمایا کہ میرے
بیت اللہ کو طواف کرنے والوں کے لیے اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو

یعنی نجاست و گندگی میں سے کچھ بھی اسکو نہ پہونچے یہ تفسیر حسن بصری کی ہے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاؒ سے پوچھا کہ یہاں عہد کے
کیا معنے ہیں فرمایا کہ حکم دیا اور یہی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ محاورہ عرب مقتضی ہے کہ یہاں اس سے وحی مراد ہو یعنی
ہمنے ابراہیم و اسمعیل کو وحی فرمائی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ پاک رکھو یعنی بتوں سے پاک رکھو۔ مجاہد و سعید بن جبیر نے کہا کہ بتوں و فحش کلام و کلمہ
کفر و بہتان اور ہر قسم کی گندگی سے پاک رکھو۔ عبید بن عمیر و ابوالعالیہ و سعید بن جبیر و مجاہد و عطاء و قتادہ نے کہا کہ توحید کے ساتھ اسکو شرک سے
پاک رکھو (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر پر وحی کا حاصل یہ ہوگا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے وقت سے حکم الٰہی چلا آتا ہے کہ بیت اللہ کو
شرک و نجاسات سے پاک رکھا جائے پھر جس شخص نے اسمیں بت لایا اور شرک پھیلایا اسی نے حکم الٰہی سے مخالفت کی اور سنت ابراہیم علیہ السلام سے پھر گیا
اسواسطے حدیث میں ہے کہ میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں اوجھ کے ساتھ گھسیٹتا پھرتا ہے جیسے چکی کو گدھا گھماتا ہے اور اسی نے
پہلے سانڈ چھوڑنے کی رسم نکالی اور اسی طرح جو شخص پہلے بت لایا اسکو بھی آپ نے جہنم میں دیکھا۔ وہم۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ طواف کرنے والے
تو معروف ہیں لیکن سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ عاکفین وہ لوگ ہیں جو پردیس سے زیارت بیت اللہ کے لیے آویں اور عاکفین وہ لوگ جو مکہ میں
رہتے ہیں۔ اور عطاء نے کہا کہ جو شخص پردیس سے آکر مکہ میں ٹھہر جاوے وہ عاکفین میں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر جو شخص مکہ میں رہتا ہو اسکا نام مجاور رکھا
اور وکیع نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جو شخص مسجد الحرام میں بیٹھے وہ عاکفین میں ہے یعنی اعتکاف والا ہے اور ثابت البنانی رحمہ اللہ نے
عبداللہ بن عبید بن عمیر سے کہا کہ میں امیر مکہ سے کہنے والا ہوں کہ جو لوگ مسجد الحرام میں سوتے ہیں انکو روکا جائے کیونکہ وہ احتلام سے جنب
ہوجاتے ہیں اور ریاح وغیرہ سے حدث ہوجاتا ہے تو عبداللہ بن عبید نے کہا کہ ایسا مت کر اسواسطے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انکا حال
پوچھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ عاکفین ہیں (ابن ابی حاتم و عبد بن حمید باسناد صحیح) شیخ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہوا
کہ جس زمانہ میں ابن عمرؓ بالغ کنوارے تھے تو مسجد نبوی میں سویا کرتے تھے (کذا فی الصحیح) ابن عباسؓ نے کہا کہ جو شخص مسجد الحرام میں نماز پڑھے وہ رکع السجود
میں ہے لیکن اسکی اسناد ضعیف ہے۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں و انکی عبادت و شرک سے پاک رکھنے کا حکم دیا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ بنا کعبہ
خالص توحید الٰہی عزوجل کے واسطے ہو۔ (مسئلہ) طواف افضل ہے یا وہاں نماز پڑھنا جمہور علماء نے کہا کہ نماز مطلقاً افضل ہے۔ اور امام مالکؒ نے کہا کہ
جو لوگ پردیس سے آویں انکے لیے طواف افضل ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس آیت میں مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ کی تردید ہے کیونکہ مشرکین تو اسمیں بت پرستی
کی نجاست سے پلید کرتے اور یہ ابراہیم علیہ السلام سے خلاف تھی اور یہود و نصاریٰ نے اسکا حج نہیں کیا باوجودیکہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کی فضیلت جانتے ہیں
مگر کچھ بھی اقتداء نہ کی حالانکہ حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ مسجدوں کے پاک رکھنے کا حکم اسی آیت سے لیا گیا ہے اور
ساتھ ہی احادیث کثیرہ بھی وارد ہیں پھر شیخ ابن کثیرؒ نے صحیحین وغیرہ سے وہ احادیث نقل کیں جن سے ثابت ہوا کہ مکہ حرم محترم ہے اور اسکا
درخت کاٹنا جائز نہیں اور وہاں کے وحشی جانور و صید کو بھگانا جائز نہیں اور وہاں گرا ہوا لقطہ کسی کو حلال نہیں ہے کہ اٹھاوے سوا اسکے
ایسے شخص کے جو اس غرض سے اٹھاوے کہ شناخت کر کے مالک کو پہونچاوے تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے کے وقت
سے مکہ کو حرم محترم قرار دیا اور اسکے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسکو بلد الحرام کہا یعنی حکم الٰہی پہونچادیا پس اسمیں قتال وغیرہ جائز نہیں
ہے اور فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میرے واسطے صرف ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی پھر وہ بدستور
حرام ہو گیا اور آپ نے تنبیہ فرمائی کہ آئندہ اگر کوئی شخص یہاں اس دلیل سے قتال کرنا چاہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں
قتال کیا ہے تو تم لوگ اس سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی اور تمکو کوئی اجازت نہیں ہے چنانچہ الفاظ حدیث

صحیحین میں مصرح ہے اور حدیث جابرؓ میں ہے کہ مکہ میں کسیکو ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے (صحیح مسلم) لہذا فرمایا وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ
رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا - اور ذکر کر جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب اسکو امن کا شہر کر دے - ف جو کوئی اسمیں داخل
ہو امن ہو جاوے - وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ - اور اسکے لوگوں کو پھلوں سے رزق دے - ف لیکن چونکہ اسکے
لوگوں میں بعضے کافر بھی ہونگے اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالے نے متنبہ فرمایا تھا کہ ظالموں کافروں کو میرا عہد نہیں پہونچیگا تو ابراہیم علیہ السلام
نے کمال ادب کے ساتھ رزق کی دعا میں بھی کافروں کو نکال ڈالا اور کہا - مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ - یعنی انمیں سے جو
شخص کو جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا - ف یعنی مکہ کے لوگوں میں سے انکو ثمرات کا رزق عطا فرما جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر
ایمان لاویں لیکن اللہ تعالے نے رزق میں کافروں کو شامل رکھا قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى
عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ - اللہ تعالے نے فرمایا اور جسنے کفر کیا تو اسکو تھوڑے دنوں تک متاع عطا کرونگا پھر اسکو
مجبور کرکے عذاب دوزخ میں لاؤنگا - اور وہ برا مرجع ہے - ف یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے حسن ادب سے دعا سے رزق میں کافروں کو
نکال لیا یعنی کافروں کے واسطے رزق کی دعا نہیں فرمائی بلکہ یہی کہا کہ مومنوں کو عطا کر تو گویا مومنوں کے حق میں قبول فرما کر یوں کہا کہ
ہاں مومنوں کو عطا کرونگا اور کافروں کو بھی چند روز تک انکی زندگی بھر رزق دونگا پھر ان سرکشوں کو مجبور کرکے دوزخ میں ڈالونگا …
یہ بات ظاہر ہے کہ ہر شخص موت سے لاچار ہو کر آخرت میں جاتا ہے اگرچہ زندگی میں سرکشی … فرمائی کہ دوزخ … برا مرجع ہے … کافر کی
شامت سے دنیا فانی کو چھوڑ کر جہاں لوٹ جائیگا وہ ٹھکانا بہت برا ہے - ابن عباسؓ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسکو صرف مومنوں ہی کے
واسطے مخصوص فرمایا تھا لیکن اللہ عز وجل نے نازل فرمایا کہ میں کافروں کو بھی کچھ رزق دونگا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں مخلوق کو پیدا
کرکے اسکو بے رزق چھوڑ دوں لیکن یہ مدت قلیل ہوگی تو پھر اسکی سرکشی کے موافق اسکو عذاب النار کی جانب مجبور کرونگا پھر ابن عباسؓ نے
یہ آیت پڑھی - كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۤءِ وَهٰٓؤُلَاۤءِ مِنْ عَطَاۤءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَاۤءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا - یعنی فریق مومنین و فریق کافرین ہر ایک کو عطاء الٰہی … سے
مدد دینگے اور تیرے پروردگار کا عطیہ ممنوع نہیں ہے - ف - اسی واسطے حدیث میں آیا کہ بدگوئی سننے میں اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی صابر نہیں ہے
کہ یہ لوگ اسکے لیے فرزند بتلاتے ہیں حالانکہ وہ انکو رزق و عافیت دیتا ہے (الصحیحین) اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب
اسکو گرفتار فرماتا ہے تو وہ چھوٹ نہیں سکتا ہے اور یہ آیت پڑھی - وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ - یعنی تیرے پروردگار
کی گرفت یوں ہی ہے جب وہ ظالم قریات کو بحالت انکے ظلم کے گرفتار فرماتا ہے بیشک اسکا گرفتار کرنا سخت … ہے - الخ (الصحیح) اور نیز
ہے کہ مومن کو اسکے جان و مال میں آفات پہونچتی رہتی ہیں جو اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں حتی کہ وہ دنیا سے پاک نکلتا ہے اور کافر …
مانند درخت صنوبر کے جب اکھڑتا ہے تو یکبارگی جڑ سے جاتا ہے (کما فی الصحیح) وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ
اور ذکر کر جب ابراہیم اس بیت کی بنیاد دیواریں اٹھاتا تھا اور اسمعیل - ف کیونکہ اسمعیل علیہ السلام بھی شریک ہونگے … اور
… نیک بندوں کا قاعدہ ہوتا ہے کہ اپنے اعمال مردود ہو جانے سے ڈرتے رہتے ہیں … یہ دونوں بزرگ … بناتے اور دعا کرتے جاتے کہ رَبَّنَا
تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ - اے رب ہمسے قبول فرما تو ہی سننے والا جاننے والا ہے - ف کہ بندوں کی حاجتوں … اور انکے اخلاص
بندگی کو جانتا ہے وہیب ابن الورد جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے اور کہتے کہ خلیل اللہ … بیت اللہ … پھر بھی خوف تھا کہ … شاید قبول نہ ہو
(ابن ابی حاتم) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے مومنین صادقین کا یہی حال بیان فرمایا … وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ

الآیۃ۔ یعنے راہ الٰہی میں صدقات دیتے حالانکہ اُنکے دل تھرتھراتے کہ ایسا نہو جو قبول نہو اور یہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں
بروایت صحیح وارد ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بنیاد اُٹھاتے تھے اور اسمٰعیل علیہ السلام یہ دعا کرتے جاتے تھے
لیکن صحیح یہ ہے کہ دونون بنیاد اُٹھاتے اور دونون دعا کرتے تھے اور تتمہ دعا یہ ہے رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا
أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ ہمارے
رب اور ہم دونون کو اپنی خدمت کے واسطے مطیع کرے اور ہم دونون کی ذریات میں سے بھی ایک امت کو اپنے واسطے مطیع کرے اور ہمکو ہمارے
مناسک دکھلا اور ہمپر مغفرت سے رجوع فرما بیشک تو رجوع فرمانے والا رحیم ہے۔ یہ اگرچہ دعاے اول کا تتمہ ہے لیکن درمیان میں ربنا یعنے
(اے ہمارے رب) بڑھانے میں اپنے رب عزوجل کے ترحم کی آرزو ہے اسیواسطے دعاؤں میں مستحب ہے کہ جتنی باتیں ہون یہ اور یہ آخر تک ان سب کے بیچ میں
رب عزوجل کی حمد وثنا و اپنی بندگی کا اشارہ لاوے مثلاً اے رب میرے میں بہت گنہگار ہون اپنے گناہون کا معترف ہون مجھے اپنے فضل
ورحمت سے بخش دے اور اے رب میرے میں ضعیف عاجز ہون اپنی طاقت وقوت کے گمان سے بیزار ہون تیری ہی حول وقوت پر بھروسا کرتا ہون
تو ہی مجھے اپنی قوت سے اپنی خدمت میں قبول کرلے اور اے رب میرے میں اپنی ذات سے اس لائق نہیں ہون مگر تو اپنے فضل ورحمت سے
مجھے اپنے نیک بندون کے ساتھ ملادے اور یہ طریقہ سورہ بقرہ وسورۂ آل عمران کے آخری رکوع میں انشاء اللہ تعالیٰ بخوبی معلوم ہو جائیگا
اور یہان مسلمین سے مطیعین مراد ہے کیونکہ اُن دونون کو ایمان بنبوت حاصل تھا تو رفع درجات کے واسطے خدمات وطاعات کی دعا فرمائی اور
یہ دلیل ہے کہ خالق افعال حق عزوجل ہے جیسے ایمان کو بندے کے دل میں پیدا کرنے والا بھی وہی حق سبحانہ تعالیٰ ہے اور یہان اس نکتہ
لطیفہ پر غور کرنا چاہئے کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ایک امت ہونیکے لیے اہتمام عجیب فرمایا کہ اُنکے واسطے اول خانہ کعبہ بنوایا
اُسکے بعد دو پیغمبرون سے یہ دعا کرائی اور چونکہ خانہ کعبہ کو تمام مساجد پر شرف حاصل ہے تو جو امت مسلمہ کے واسطے اس پر نظر
کو قبلہ بنایا اُسکی شرافت خود دیکھ لینا چاہئے اور یہ قیاس نہیں ہے بلکہ حدیثون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر
تا ظہور مبارک اپنے حق میں فرمایا ہے کہ ہمیشہ اللہ عزوجل نے مجھکو دو فریق میں سے بہتر فرقہ میں رکھا یعنے آپکا نطفہ مبارک ہر زمانہ میں ایسی
قوم میں منتقل ہوتا آیا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر تھا یعنی حضرت اسمٰعیل و اسحٰق علیہما السلام میں سے حضرت اسمٰعیل افضل ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ
تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا لیکن یہ مسئلہ اسواسطے احتیاطاً مختصر ذکر کیا جاتا ہے کہ عوام
لوگ دو پیغمبرون کی نسبت کوتاہ نظر سے دیکھتے ہیں حالانکہ کسی پیغمبر کی شان میں ذراسی بھی نقص کی نگاہ کرنا کفر ہے لہذا اُنپر فرض ہے کہ جب
اسطرح دو پیغمبرون میں ذکر آوے تو پہلے مفضول کو کمال تعظیم کی نظر سے دیکھیں گویا آفتاب کامل ہے پھر جب اُنسے افضل پیغمبر بتلایا جائے
تو قدرت الٰہی کی راہ سے خوشی و تعجب کے ساتھ سبحان اللہ کہیں اور عظمت حق عزوجل کے تحت میں نیست ہو جاوین کہ حضرت خالق عزوجل کی شان کبریائی
وہ ہے کہ جسنے اپنے بندون میں ایسے ایسے بزرگ پیدا فرمائے جنکی شان ہمارے قیاس سے باہر ہے۔ بالجملہ یہ امت مسلمہ ایک مدت تک اولاد اسمٰعیل
علیہ السلام سے چلی آئی پھر وہ لوگ مشرک ہوگئے پھر اللہ عزوجل نے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماکر اس دعا
ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کو کامل فرمایا کیونکہ اگلی آیت میں اس دعا کا تتمہ ربنا وابعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم آیاتک الآیۃ۔ مخصوص
بشان پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ خانہ کعبہ بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالحرام لکھا ہوا مقدر رہا جیسے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھے حالانکہ ہنوز آدم علیہ السلام کا قالب خاکی بھی تیار نہیں ہوا تھا

مصرح ومشہور ہے اور دعاے ابراہیم یعنی ۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیہ ۔ مین محقق مذکور ہے لہٰذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی ابتداے شان کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مین اپنے پدر اعلیٰ حضرت ابراہیم کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسی بن مریم کا
بشری ہون اور جب مین پیدا ہوا میری والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے مکانات روشن ہوگئے (ابن کثیر) مترجم کہتا ہے کہ بچپن مین جب
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت مین تھے اور آپ جنگل کی جانب مع فرزند حلیمہ یعنی رضاعی بھائی کے تشریف لے گئے
اور آپ نے برادر رضاعی کو کسی مقصد سے گھر بھیجا تو آپنے دیکھا کہ دو پرند سفید اُڑتے آتے ہین پس ایک نے کہا کہ یہ وہی ہین تو دوسرے نے کہا کہ
ہان پس دونون اُتر پڑے حالانکہ وہ دونون فرشتے تھے اور اُنھون نے آپکا سینہ شق کر کے اسمین سے حظ شیطان نکال ڈالا اور نور سے معمور کر دیا
اور جب برادر رضاعی آیا تو آپ کو سب طرح تندرست پایا لیکن شق الصدر کا نشان ظاہر تھا اور آپکا چہرہ کسیقدر متغیر تھا پس اُس مرد سید نے
اپنی والدہ حلیمہ سے ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حال بیان کر دیا حضرت حلیمہ متردد ہو کر آپ کو ہمراہ لیکر مکہ معظمہ مین لاکر
آپکی والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا اور یہی عذر بیان کیا تو آپ کی والدہ ماجدہ کو اس بات سے کچھ بھی تعجب نہوا بلکہ فرمایا کہ ہان مین نے تو اسکی پیدایش
وقت عجیب نور دیکھا کہ مجھے ملک شام کے قصور نظر آتے تھے (رواہ الدارمی) رہا یہ امر کہ شام کے قصور خاصۃً ظاہر ہوئے مین کیا حکمت تھی تو
عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ یہ نکتہ بیان ہوگا اور چونکہ شیخ امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا یہان رہنا بروایت بخاری
بیان کیا اور بیشک اُسکا ذکر موزون ہے لہٰذا مترجم چاہتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی مختصر حال ابتدا سے بیان کر کے اس روایت صحیح سے
مربوط کرے چونکہ مقدمہ مین اور نیز ان آیات کی تفسیر مین فی الجملہ ذکر ہو چکا ہے تو انکے اعادہ سے تطویل و نیز بیفائدہ ہوگا پس مختصر بیان یہ ہے کہ
بعض مورخین نے لکھا کہ قدیم زمانہ مین بابل تا بغداد بت زرخیز ملک شاہ نمرود بت پرست کی سلطنت مین تھا جو حماقت سے خدائی کا
دعوے کرتا تھا اُسکو نجومیون نے آگاہ کیا کہ امسال تیری سلطنت مین ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے تیرا زوال ہوگا لہٰذا نمرود نے ہر مولود کو قتل
کرنا شروع کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے پوشیدہ جاکر پہاڑ کے غار مین وضع حمل کے بعد چھوڑ دیا کہ آنکھون کے سامنے قتل ہونے سے
بہتر ہے کئی دن کے بعد بیتاب ہو کر وہان روتی گئین تو دیکھا کہ بچہ زندہ پڑا ہوا اُنگلیان چوستا ہے اللہ تعالیٰ نے انکو اسی طرح رزق دیا اور
دنون ایسا بڑھتے تھے جیسا کوئی بچہ سالون بڑھتا ہے حتی کہ ایک برس کے بعد باہر آکر عجائب قدرت الٰہی مین فکر کرنے لگے پہلے تارا پھر چاند پھر سورج کو
خدا مانا لیکن ہر ایک اپنی حالت سے متغیر ہو کر ڈوب گیا تو پہچانا کہ یہ سب مخلوقات ہین اور میرا رب وہی جو ان سب کا خالق ہے
بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انکی والدہ اُنکو غار کے اندھیرے سے نکال کر گھر لائین چونکہ پندرہ برس کے جوان معلوم ہوتے تھے تو کسی نے انکو
سال گذشتہ کی پیدایش نجانا آخر جب چالیس برس مین نبوت ہوئی تو اپنی قوم دیکھا کہ ستارے پوجتے ہین تو اُنکی فہمایش کے واسطے ایک
ستارہ کو چمکتا ہوا دیکھکر فرمایا کہ یہی رب ہے جب وہ صبح کو نابود ہوا تو چاند کو رب بنایا وہ بھی غروب ہوا تو کہا کہ سورج سب سے بڑا ہے پھر جب
وہ بھی ڈوبا تو حجت قائم کی کہ ایسی متغیر و ڈوبنے والی چیزین کیونکر رب ہو سکتی ہین بلکہ رب وہی ہے جسنے سب کو پیدا کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ انکی
قوم کفار نہین ستارہ پرست تھے چنانچہ صابئین کے بیان مین ذکر ہو چکا ہے اسیطرح یہ لوگ ان ستارون کے موافق بت بنا کر ارباب الانواع و معبود
سمجھتے تھے اور سال مین ایک روز عید کے لیے جنگل مین جمع ہوتے اُس دن فہمایش کا موقع پا کر لوگون سے کہا کہ مین بیمار رہون جب
لوگ باہر گئے تو انکے بت خانہ مین گھسکر تبرسے سب چھوٹے بتون کے ہاتھ پانون توڑ ڈالے اور بڑے بت کی شکل بگاڑ کر کلہاڑی اُسکے
کندھے پر رکھدیا جب یہ لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو غوغا ہوا کہ یہ کسنے کیا آخر چرچا ہوا کہ وہ جوان جسکا نام ابراہیم ہے وہی انکے عیوب بیان کیا کرتا تھا

آخر انکو پکڑ کر لے گئے تو آپ نے فرمایا بلکہ انھیں میں سے جو بڑا بت ہے اس نے کیا ہے پس تم انسے پوچھو اگر بول سکتے ہوں (مطلب یہ تھا کہ اسی بت
کی شامت نے ایسا کرایا اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ خود بت کیونکر کرتا اسی واسطے فرمایا کہ انسے پوچھو اگر بولتے ہیں) کہنے لگے کہ یہ تو خوب معلوم ہے
کہ یہ بول نہیں سکتے ہیں فرمایا کہ پھر تم ایسی چیزوں کو اپنا خدا بناتے ہو کہ جسکو بولنے کی بھی طاقت نہیں اور جو اپنی ذات سے ہاتھ پاؤں سے بھی
دور نہ کر سکا وہ تمکو کیا نفع و ضرر پہونچا دیگا پس لوگ شرما گئے اور راہ ضلالت سے توحید کی جانب جھکے لیکن ازلی کافروں کے قلوب پر مہر
ہوتی اور راہ بند ہوتی ہے پس نور نہ پایا۔ ونکسوا علیٰ رؤسہم یعنی سر کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم ہمکو ہمارے باپ دادوں کے
دین سے پھیرنا چاہتے ہو حضرت نے فرمایا۔ انتم وآباؤکم فی ضلال مبین۔ یعنی تم اور تمہارے باپ سب ہی کھلی گمراہی میں پڑے ہو نمرود بولا کہ میں ہی
معبود میں ہوں اور یہ تو میرے تابعین ہیں اور میں کیا نہیں کر سکتا ہوں جو تمہارا خدا کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میرا پروردگار زندہ کرتا اور مارتا ہے
نمرود احمق نے دو قیدی لوگوں کو بلایا جن میں ایک بری تھا اور دوسرا پھانسی کے قابل تھا پس خطا کو پھانسی دیدی اور جو پھانسی کے قابل تھا اسکو چھوڑ دیا
اور کہنے لگا کہ دیکھو میں بھی زندگی و موت دے سکتا ہوں حضرت نے اسکو سخت احمق دیکھکر فرمایا کہ میرا رب تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہے پس تو
اسکو مغرب کی طرف سے تو نکال پس یہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا اور ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو دعوت توحید شروع کی مگر ان لوگوں نے بجائے ایمان کے
نمرود سے بتوں کا قصاص چاہا اور متفق ہوئے کہ اپنے بتوں کی مدد کرو اور ابراہیم کو آگ میں جلا دو کہ یہ اپنے خدا کی بہشت میں پہونچے پس نمرود نے بہت
لکڑیوں کا انبار جمع کر کے آگ لگائی کہ جس کا شعلہ پہاڑ تک بلند ہوتا حتی کہ پرند اسکے اوپر سے نہیں اڑ سکتا تھا تو کسیکو اسکے قریب جانے کی مجال نہیں تھی
حیران ہوئے کہ ابراہیم کو آگ میں کیونکر ڈالیں آخر ایک پہاڑ پر گوپھن لگا کر اس میں بٹھا کر پھینکنا چاہا۔ حالانکہ ملائکہ آسمانوں میں تڑپ گئے کہ الٰہی تیرے خلیل
اپنے بندہ صالح ابراہیم علیہ السلام پر رحم فرما حکم ہوا اگر تمہارا جی چاہے تو ابراہیم سے دعا مانگو اسکو مدد پہونچاؤ پس کوئی خوشی سے باری باری [illegible]
ملائکہ آئے کہ حکم ہو تو ہم پانی سے آگ بجھا دیں کسی نے کہا کہ ہوا سے آگ کو اڑا دیں مگر آپ نے سکوت کیا آخر جبرئیل علیہ السلام نے کہا
کہ آپ کیوں نہیں کہتے تا کہ میں مستغیث ہوں تب آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل مجھے تمہاری حاجت نہیں ہے کیونکہ میرا رب عز وجل کافی ہے اور
ملائکہ آپ کے کمال یقین پر تعجب کرنے لگے لیکن جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اچھا آپ اپنے رب عز وجل ہی سے دعا مانگیں آپ نے فرمایا کہ
جبرئیل کیا وہ میرے حال کو نہیں جانتا ہے جبرئیل نے کہا کہ کیوں نہیں تو فرمایا کہ پھر اسکا جاننا میرے واسطے بہت کافی ہے اتنے میں کافروں نے
آپکو پھینکا تو حضرت رب عز وجل نے اپنی قدرت سے آگ کو حکم دیا [illegible] کہ اے آگ تو ابراہیم کے واسطے ٹھنڈک و سلامتی ہو جا
پس اس نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی گود میں لے لیا اور لوہے کی زنجیر و بند سب پانی کر دیئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں تخت پر
[illegible] بہشتی [illegible] نماز میں مشغول ہوئے کیونکہ کافروں نے آپکو برہنہ کر کے آگ میں پھینکا تھا [illegible]
اور انگارے ہو گئے تو نمرود اپنے محل سے کوٹھے پر دیکھنے بیٹھا اور اسکا دل خائف تھا ناگاہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مشغول
ہیں یہ ہولناک منظر دیکھ کر قریب تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے آخر سنبھل کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام ہیں اور آواز دیکر پکارا یا
حضرت ابراہیم علیہ السلام ان انگاروں کو طے کرتے ہوئے باہر آئے نمرود خوفناک متحیر ہو کر [illegible] سے باہر نہیں نکلا اور [illegible] کہ اسلام لاؤں
لیکن بدبختی سے اسکا نفس [illegible] آخر کار ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تمہارا رب بیشک بڑا زبردست بادشاہ ہے میں اسکے واسطے قربانی کرونگا
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک تو کفر نہ چھوڑے تیری طاعت قبول نہ ہوگی۔ روایت ہے کہ اسنے چار ہزار گائیں قربانی کیں نمرود
پوشیدہ تھوڑے لوگ ایمان لائے از انجملہ حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور حضرت سارہ جو انکے چچا کی بیٹی تھیں

مسلمان ہو گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے نکاح کر لیا جب نمرود کو کچھ خفیہ حال معلوم ہوا تو اُسنے حکم دیا کہ تم میری رعایا کو
تباہ کرو گے تم یہاں سے نکل جاؤ آپ نے بحکم الٰہی عزوجل ہجرت اختیار کی اور چلتے وقت اپنے باپ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو میں تم کو راہ راست بتلاؤنگا
ہر چند سمجھایا مگر اُسنے ازلی بدبختی سے جواب دیا کہ اے ابراہیم تو میرے بتوں کی مذمت اور مجھکو بہکانے سے درگذر ورنہ میں تجھے پتھروں سے مار ڈالونگا
اور میرے تیرے درمیان ہمیشہ کے لئے جدائی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہارے واسطے دعا کرونگا کیونکہ میرا رب مجھ پر بہت مہربان ہے
اور حضرت لوط نے کہا کہ میں ایمان لایا اور اپنے رب عزوجل کی جانب ہجرت کرتا ہوں اور حضرت سارہ بھی ساتھ ہو لیں حضرت ابراہیم علیہ السلام
مع سارہ کے جاتے جاتے ملک مصر میں پہونچے وہاں کے بادشاہ فاسق نے سنا کہ ایک مسافر کے ساتھ نہایت حسین عورت ہے تو اُسنے اپنے آدمی
بھیجے اگر اُسوقت ظاہر کیا جاوے کہ ابراہیم علیہ السلام شوہر ہیں تو شاید وہ فاسق انکو قتل کرے حضرت سارہ کو طلب کیا [illegible]
سے کہا کہ تو میری دینی بہن ہے اور اس زمین پر سوائے میرے اور تیرے کوئی مسلمان نہیں ہے پس ان لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ میری بہن ہے پھر جب
وہ لوگ حضرت سارہ کو لیکر آئے کہ یہاں کا بادشاہ بلاتا ہے تاکہ حال دریافت کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبر کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے اور حضرت
سارہ جب اس بادشاہ کے یہاں پہونچیں تو اُسنے ظاہر حال دریافت کیا اور تنہا مکان میں مکر کا قصد کیا حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی
کہ ناگاہ اس شاہ فاسق کو مرگی نے دبوچا چنانچہ صدمہ سے اسکی آنکھیں نکل آئیں اُسنے اشارہ سے کہا کہ میرے حال پر رحم کر میں پھر ایسا نہیں
کرونگا لیکن جب اُس حالت سے چھوٹا تو پھر تھوڑی دیر کے بعد مکر کا قصد کیا اور اسکی مرتبہ اول سے بھی زیادہ [illegible] اور اُسنے پھر
عاجزی کی اور رہائی کے بعد پھر وہی مکر کا قصد کیا اور اس مرتبہ قریب ہلاک ہو گیا اور بہت عاجزی [illegible]
کوئی جنّیہ ہے اور خوف سے ہاجرہ یا آجر نامی کنیز انکے حوالہ کی اور کہا کہ ہمارے ملک سے ان سب کو خارج کرو [illegible]
زادی تھی اور فاسق مذکور نے قید کی تھی [illegible] لہذا اُسنے جنّیہ سمجھکر دونوں کو نکال دیا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سلام پھیرا تو ان سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مکر کافر کو رد کیا اور یہ ہاجرہ خدمتگاری کے واسطے حاصل ہوئی پھر
تمام واقعہ بیان کیا اور شاہ فاسق کے [illegible] کہ تم لوگ یہاں سے نکل جاؤ ورنہ قتل کیے جاؤ گے حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں
سے واپس ہو کر ملک شام میں فلسطین [illegible] اترے اور اللہ تعالیٰ نے انکی زراعت میں برکت عطا فرمائی اور گائے بکریاں [illegible]
مہمان نوازی فرض فرمائی اور یہیں سے لوط علیہ السلام کو دیہات سدوم کی جانب روانہ کیا [illegible]
وہاں پہونچے اور بعد ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو حال نمرود کا ہوا وہ [illegible] حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ایک
روز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ مجھے تمہاری اولاد نہیں ہوتی اگر چاہو تو ہاجرہ کو [illegible]
اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے لیکن آخر میں حضرت سارہ کو رشک ہوا [illegible]
نکلوا دیا صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ عورتوں میں پہلے پٹکا باندھنا ہاجرہ [illegible]
کہ سارہ رضی اللہ عنہا پر اثر حمل ظاہر نہو پھر ابراہیم علیہ السلام انکو اور اسمٰعیل علیہ السلام کو [illegible] ملک شام سے [illegible] اسمٰعیل
علیہ السلام اُسوقت دودھ پیتے تھے پس انکو لاکر بیت العتیق کے پاس ایک [illegible]
تھے اس زمانہ میں صرف اس درخت کا نشان تھا اور مکہ میں اسوقت کوئی آدمی [illegible] پانی [illegible]
ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی چھوہاروں کی رکھی اور منہ پھیر کر جانب شام [illegible]

اے ابراہیم آپ ہمکو کہاں چھوڑے جاتے ہیں کہ اس وادی میں نہ کوئی چیز ہے اور نہ کوئی مونس وغمخوار ہے آجرہ نے یہ کلمہ بار بار کہا مگر حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے کچھ جواب نہ دیا تب پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا آپ کو یہ حکم دیا ہے فرمایا کہ ہاں تو آجرہ نے کہا کہ اچھا آپ تشریف لیجائیے اللہ تعالیٰ
ہمکو ضائع نہیں فرماویگا جب ابراہیم علیہ السلام نکلکر ثنیۃ الوداع تک پہونچے (اور آپکو بتلا دیا گیا تھا کہ یہیں بیت العتیق ہے) تو خانہ کعبہ کی طرف
منھ کر کے دعا مانگی کہ الٰہی میں نے اپنی بعض ذریات کو بے زراعت وادی میں تیرے بیت الحرام کے پاس بسایا۔ھ پھر جانب شام فلسطین روانہ ہوگئے
اور اس بیابان بے آب میں آجرہ رضی اللہ عنہا تنہا رہتیں اور جب تک اس مشک میں پانی رہا پیا کرتی تھیں پھر جب پانی چک گیا تو پیاس
غالب ہوئی اور لڑکے کا دم بھی تلے اوپر ہونے لگا آجرہ نے آنکھوں سے یہ حالت دیکھنا گوارا نکیا اور کوہ صفا کو سب سے نزدیک پہاڑ پاکر چڑھیں
اور جنگل میں دور دور نظر ڈالی مگر کوئی نظر نہ آیا پھر صفا سے اُتر کر وادی سے دامن اُٹھا کر مروہ کی جانب دوڑیں جیسے مرد پریشان دوڑتا ہے
حتی کہ مروہ پر چڑھکر نظر کی تو کوئی نظر نہ آیا اور سات مرتبہ یہی حالت ہوئی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ
اسیوجہ سے لوگ ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں پھر جب آجرہ کوہ مروہ پر تھیں تو ناگاہ ایک آواز سنی تو اپنے جی میں کہا کہ چپ رہ کان لگا
تو وہی آواز سنی تب کہا کہ تو نے آواز سنائی اگر مددگار ہے تو میری مدد کر پس ناگاہ جبرئیل علیہ السلام کو وہاں دیکھا جہاں چاہ زمزم ہے پس
جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے یا بازو سے وہ مقام کھود دیا تو آجرہ نے اسکو بطور حوض بنانا شروع کیا اور اسکا پانی لیکر مشک میں
بھرتی تھیں حالانکہ بعد اُلچنے کے وہ جوش کرتا تھا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالیٰ
رحم کرے کہ اگر وہ اُسکو بہتا چھوڑتیں تو زمزم ایک عمیق چشمہ ہو جاتا ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر آجرہ نے پانی پیا اور اپنے فرزند کو پلایا اور
فرشتہ نے اُنسے کہا کہ تم اپنے ضائع ہونیکا خوف نکرو کہ یہاں بیت اللہ ہے جسکی عمارت یہ لڑکا اور اسکا باپ بناوینگے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو
ضائع نہیں فرماتا ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ بیت العتیق اُس زمانہ میں ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھا اور جب سیل آجاتی تو اُسکے دائیں بائیں ہو کر
نکل جاتی تھی پھر چند روز یہی حال رہا یہانتک کہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ یا ایک خاندان جرہم کے لوگ جانب کدا سے آکر اسفل مکہ میں
اُترے بیٹھے راہ میں بسیرا کیا تو اُنھوں نے دیکھا کہ اُنکے ہاں پرند اُڑتے ہیں تب آپس میں کہنے لگے کہ یہ پرند تو پانی کے گرد اُڑا کرتے ہیں ۱۲
اور ہم تو بارہا اس وادی میں آئے اور کبھی پانی نہیں پایا پس اُنھوں نے ایک یا دو آدمی دوڑائے کہ ناگاہ اُنھوں نے دیکھا کہ پانی کا
ایک چشمہ ہے پھر جب اُنھوں نے یہ خوشگوار پانی پایا اور دیکھا کہ پانی کے پاس آجرہ مادر اسمٰعیل ہیں تو اُنسے عرض کیا کہ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم بھی اس پانی کے
پاس اُتریں آجرہ نے کہا کہ اچھا لیکن اس پانی میں تمہارا حق نہوگا کہنے لگے کہ ہمکو منظور ہے ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
کہ یہ اتفاقی بات تھی کہ مادر اسمٰعیل خود چاہتی تھیں کہ یہاں کوئی مونس ہو پھر جرہمیوں نے اپنے گھر والوں کو بلایا وہ سب آکر یہیں اُترے
یہانتک کہ مکہ میں اُنکے چند گھر ہو گئے اور یہ لڑکا بڑا ہوا تو جوانی میں اُن سب سے نفیس واعجب تھا اور اُنھیں سے زبان عربی سیکھی پھر آجرہ نے
انتقال فرمایا حالانکہ جرہم نے اپنی لڑکی حضرت اسمٰعیل کو بیاہ دی تھی اسکے بعد ابراہیم علیہ السلام دیکھنے آئے (مشہور یہ کہ اٹھارہ برس کے
بعد آئے تھے) جب گھر میں پہونچے تو اسمٰعیل علیہ السلام کو نہ پایا اور اپنی بہو سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہیں
(تیر سے شکار مار لاتے تھے) پھر ابراہیم نے اس عورت سے بسر اوقات کا حال پوچھا تو اُسنے عرض کیا کہ ہم لوگ بُری طرح سختی وتکلیف میں ہیں
یعنے اپنی بسر اوقات کی شکایت کی ابراہیم نے فرمایا کہ جب تیرا شوہر آوے تو کہیو کہ ایک بوڑھے نے سلام کہا اور یہ کہہ گیا ہے کہ اپنے دروازہ
کی چوکھٹ بدل دے پھر جب اسمٰعیل آئے گویا کچھ کسی کی آہٹ مل جاتی ہے اپنی زوجہ سے پوچھا کیا کوئی آیا تھا بولی کہ ہاں ہمارے یہاں ایک ایسا بوڑھا آیا تھا ع

اور ہمسے تمہارا حال پوچھا تو ہمنے کہدیا اور ہمسے بسر اوقات کو پوچھا تو مین نے کہا کہ ہم لوگ سختی و تکلیف مین ہین اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا کہ تجھے
کچھ وصیت کی ہے کہنے لگی کہ ہان مجھے کہا کہ تو اپنے شوہر کو سلام کہیو اور اس سے کہیو کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دے اسمٰعیلؑ نے کہا کہ وہ
میرے باپ ہین اور مجھکو حکم دیا کہ مین تجھے جدا کر دون پس اُسکو طلاق دیکر اُسکے گھر والون مین بھیجدیا پھر جرہم مین سے دوسری عورت سے نکاح
کیا اور ابراہیم علیہ السلام ایک مدت تک نہین آئے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا تب آئے اور اسمٰعیلؑ کو نہ پایا اور اُنکی بی بی سے اپنی بہو سے
پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہین فرمایا کہ تم لوگ کس حال مین ہو وہ بولی کہ ہم اچھی طرح آسائش مین ہین اور اللہ تعالی کی
شکر بیان کیا آپ نے کھانے پانی کو پوچھا تو اُسنے عرض کیا کہ گوشت و پانی ہماری غذا ہے آپ نے دعا کی کہ الٰہی انکے گوشت و پانی مین برکت دے
(اور ایک روایت مین ہے کہ اُسنے خدمتگزاری سے ایک پتھر پر بٹھلا کر سر دُھلایا اور نہلایا) ابن عباسؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے تھے کہ اس زمانہ مین اہل مکہ کے یہان اناج نہ تھا اور اگر ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اسمین بھی برکت کی دعا فرماتے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے مکہ کے اگر کہین کوئی شخص خالی گوشت و پانی پر اکتفا کرے تو موافق نہوگا پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ
جب تیرا شوہر آوے تو اُسکو سلام کہیو اور حکم دیجیو کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا کہ کیا تمہارے یہان
کوئی آیا تھا زوجہ نے کہا کہ ہان ایک بزرگ نورانی صورت آئے تھے اور اُنکی تعریف بیان کی پھر ہمارا حال پوچھا تو مینے بیان کیا پھر
ہماری بسر اوقات دریافت کی مین نے کہا کہ ہم لوگ اچھی طرح ہین اسمٰعیلؑ نے پوچھا کہ تجھے کچھ وصیت فرمائی کہا کہ ہان وہ تمکو سلام کہہ گئے
اور حکم دے گئے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیو فرمایا کہ یہ میرے باپ ہین اور وہ چوکھٹ تو ہے کہ مجھے حکم دے گئے کہ تجھے اپنے نکاح مین رکھون
پھر جتنے روز تک ابراہیم علیہ السلام نہین آئے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا تب آئے اور اُسوقت اسمٰعیل علیہ السلام ایک درخت کے نیچے زمزم کے
قریب بیٹھے اپنے تیر درست کرتے تھے پھر جب اسمٰعیل علیہ السلام نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور جس طرح باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا اپنے باپ کے
ساتھ کرتا ہے وہ مراسم پورے کیے پھر فرمایا کہ اے اسمٰعیل اللہ تعالے نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے اسمٰعیل نے کہا کہ آپ حکم رب عزوجل پورا فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ تو میری اعانت کریگا کہا کہ جی ہان فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین اس بلند ٹیلے پر بیت بناؤن پس دونون
نے قواعد بیت کو اٹھانا شروع کیا پس اسمٰعیل علیہ السلام تو پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام اُسکو بناتے جاتے تھے جب عمارت اونچی ہوگئی
تو اسمٰعیلؑ نے یہ پتھر لاکر رکھا اور ابراہیمؑ نے اُسپر کھڑے ہوکر بنانا شروع کیا اور اسمٰعیلؑ پتھر لاتے اور دونون کہتے جاتے تھے —
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم یہانتک کہ اُسکا دور پورا کیا۔ (رواہ عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و ابن جریر و غیرہم) اور بخاری کی
دوسری روایت مین اسیکے مانند مذکور ہے اور اسمین آیا کہ جب ہاجرہ نے کہا کہ تم مجھے کس پر چھوڑتے ہو تو ابراہیم نے فرمایا کہ اللہ کے بھروسہ
پر ہاجرہ نے کہا کہ مین اپنے رب عزوجل کے بھروسہ پر راضی ہون اور اس روایت مین ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری
تو پانی اُبل آیا اور اس روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کی برکت بدعاء ابراہیم علیہ السلام ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ [illegible]
آئی کہ ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوکر ہجرت کے ساتھ مکہ مین ان لوگون کی زیارت کو آتے تھے پھر شام مین لوٹ جاتے تھے شیخ ابن کثیرؒ [illegible]
علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اول ہی مرتبہ بیت بنا کر اسمٰعیلؑ اُنکی والدہ کو چھوڑ گئے تھے اور شاید مراد یہ ہے
کہ وہان [illegible] جبرئیل علیہ السلام [illegible]
اور [illegible]

کیا اور یہین سے زمین بچھائی گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابن جریر وقول سدی وغیرہ مین ہے کہ ریح الخجوج نے حضرت ابراہیم کو
بیت العتیق کی جگہ بتلائی اور سدیؒ نے کہا کہ حجر اسود تو جنت سے آدم علیہ السلام ساتھ لائے تھے اور جبرئیلؑ نے ہند سے لاکر ابراہیم علیہ السلام کو
سپرد کیا اور امام احمدؒ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قواعد البیت پہلے سے موجود تھے پھر ابراہیم علیہ السلام نے انکو بلند کیا اور عبدالرزاق
کی روایت عطاؒ مین ہے کہ اللہ تعالے نے ایک یاقوت جنت کو مقام بیت العتیق مین اتارا جو طوفان مین اٹھا لیا گیا۔ اور عبدالرزاق نے
عطا سے روایت کی کہ بناے کعبہ پانچ پہاڑ ہوں۔ حرا وطور زیتا وطور سینا وجودی و احد سے ہے اور یہ بناء آدم علیہ السلام تھی اور اسی پر
ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد اگرچہ صحیح ہے لیکن اسمین بعض نکارت ہے اور بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حطیم بھی بیت اللہ سے ہے لیکن قریش نے جب خانہ کعبہ بنایا تو تنگی خرچ کی وجہ سے اسکو قواعد ابراہیم سے کم کر دیا
اگر تیری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہوتا تو مین توڑ کر بناتا اور اسکے واسطے باب شرقی و باب غربی بناتا اور اسکی چوکھٹ زمین سے برابر کرتا (رواہ مسلم
وغیرہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنین متصل حجر کا استلام اسیواسطے چھوڑا کہ قواعد ابراہیم پر بیت کی بنا نہین ہوئی
(الصحیحین) (**ذکر بناے خانہ کعبہ**) بعد بناے ابراہیم علیہ السلام کے ابرہہ نے ہاتھیون کا لشکر لیکر خانہ کعبہ گرانے کا قصد کیا جب قریب
پہونچا تو قریش بہت پریشان ہوے اور عبدالمطلب اُسکے پاس گئے تو اُسکو عبدالمطلب سے ہیبت معلوم ہوئی اور عبدالمطلب نے اُس سے بیان کیا
کہ اس خانہ کا ایک رب ہے وہی اُسکی حفاظت فرماتا ہے اور اُسکے پاس سے چلے آئے پھر اللہ تعالے نے طیر ابابیل کو مسلط کیا کہ انکی
کنکریون سے ہاتھی مع لشکر ہلاک ہو گئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی پھر جب آپکی عمر پینتیس برس کی تھی
یعنی نبوت سے پانچ برس پہلے قریش نے چاہا کہ سیل وغیرہ سے خانہ کعبہ کی بنیاد سست ہو گئی ہے اُسکو گرا کر دوبارہ بناوین۔ محمد بن
اسحق نے بیان کیا کہ قریش اُسکی چھت بھی بنانا چاہتے تھے مگر اُسکے گرانے سے خوفناک تھے اور بلندی صرف قدر آدم تھی تو اُسکو بلند کرنا
چاہتے تھے اور اسکی وجہ یہ واقع ہوئی کہ خانہ کعبہ کے چڑھاوے کا خزانہ جوف کعبہ کے کنوئین مین رہتا تھا اُسکو بعض لوگون نے چرا لیا اور یہ خزاعہ
کے آزاد کیے ہوے دُوَیک نام غلام کے پاس پایا گیا تھا پس قریش نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور لوگ کہتے ہین کہ دُوَیک خود چور نہ تھا بلکہ چورون
نے اُسکے پاس رکھ دیا تھا ابن اسحق نے بیان کیا کہ تاجران روم مین سے ایک شخص کی کشتی مقام جدہ مین ٹوٹ گئی تو اُسکی لکڑیان پڑی ہوئی
تھین انہین لکڑیون کو لیکر قریش نے چاہا کہ چھت بناوین اور مکہ مین ایک قبطی بڑھئی رہتا تھا جسنے انسے وعدہ کیا کہ مین پاٹنے کا سامان درست کرونگا لیکن
کعبہ کے کنوئین مین سے روز ایک سانپ نکلکر دیوار پر بیٹھتا اور قریش اُس سے خوفناک ہوتے تھے کیونکہ جو شخص اُسکے قریب جاتا وہ پھن پھیلا کر منہ پھاڑ کر دوڑتا
اسیطرح چند روز گذر گئے ناگاہ وہ اپنے معمول کے موافق دیوار پر بیٹھا تھا کہ اُسپر ایک پرند ٹوٹا اور پنجہ مین دبا کر لیگیا تب قریش نے کہا کہ ہمکو امید ہے کہ
اللہ تعالی ہمارے کام سے راضی ہے کیونکہ اسوقت ہمارے پاس لکڑی کا سامان بھی موجود ہے اور بڑھئی بھی مل گیا اور اللہ تعالی نے سانپ کو
بھی دور کر دیا پس سب لوگ اُسکے بنانے پر متفق ہوے تو عبداللہ بن وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم نے جا کر ایک پتھر اُکھاڑا
لیکن وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنے مقام پر گرا تو اُسنے قریش سے کہا کہ تم لوگ اس عمارت مین سوائے پاکیزہ کمائی کے کچھ بھی داخل نکرنا
حتی کہ اسمین زنا یا سود یا کسی آدمی کا ظلم سے لیا ہوا مال نہو پھر قریش نے کعبہ کے ٹکڑے بانٹ لیے پس دروازہ کی جانب بنی عبد مناف
اور زہرہ نے لیا اور رکن اسود سے رکن یمانی تک بنی مخزوم نے لیا اور اُنکے ساتھ چند قبائل قریش مل گئے اور پشت کعبہ واسطے بنی سہم
و جمح کے قرار پائی اور جانب حجر واسطے بنی عبد الدار بن قصی و بنی اسد بن عبد العزی بن قصی و بنی عدی بن کعب کے [illegible]

اُسکے گرانے سے خوف کیا تو ولید بن المغیرہ نے کہا کہ پہلے مین پیشقدمی کرتا ہون پس اُسنے کدال لیکر ایک پتھر گرایا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ ہوا
بہتری کے ہمارا ارادہ نہین ہے پھر لوگون نے اس رات انتظار کیا کہ دیکھین کیا ہوتا ہے اگر ولید کو کچھ صدمہ پہونچا تو نہین گرائینگے ورنہ ہم جان لینگے
کہ اللہ تعالےٰ ہمارے فعل سے راضی ہے پھر صبح کو ولید بدستور اپنے کام پر پہونچا اور گرانا شروع کیا تب لوگون نے بھی گرانا شروع کیا یہانتک کہ بنیاد
ابراہیم علیہ السلام تک نوبت پہونچی تب وہان ایک سبز پتھر نکلا جو دانت کی طرح آپس مین دور تک جٹا ہوا چلا گیا تھا ابن اسحٰق نے کہا کہ بعض راویون نے
مجھسے بیان کیا کہ جو شخص گراتا تھا اُسنے دو پتھرون کے درمیان اوزار ڈالکر جدا کرنا چاہا تو پتھر کی جنبش ہونے سے تمام مکہ ہل گیا تو لوگون نے
اس بنیاد کو ویسا ہی چھوڑ دیا پھر قریش کے ہر گروہ نے اسکے بنانے کے واسطے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کیے پھر بنایا یہانتک کہ حجر اسود تک عمارت
پہونچ گئی پس حجر اسود کو اُٹھا کر رکھنے مین تمام قبائل عرب نے مخالفت کی ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ مین ہی اسکو اُٹھا کر رکھون یہانتک کہ گفتگو
طویل ہوئی اور لوگ قتال کے واسطے آمادہ ہوئے حتی کہ بنو عبد الدار و بنو عدی بن کعب بن لوی نے ایک خون بھرے پیالے مین ہاتھ ڈبوئے
اور باہم موت پر معاہدہ کیا یعنے دونون لڑکر مرجائینگے اسیواسطے قریش نے انکو خون چاٹنے والے کہنا شروع کیا غرضکہ چار یا پانچ روز تک قریش اسی حال پر رہے
پھر مسجد مین اتفاق کرکے یہ مشورہ قرار دیا کہ جو شخص اس مسجد مین پہلے آوے وہی تم مین فیصلہ کرے اور اُسکے فیصلہ پر راضی ہوجاؤ پس صبح کو سب سے
پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے جب قریش نے آپکو دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک یہ امین ہین ہم انکے فیصلہ پر راضی ہین ورسہون آپ کے سامنے
یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ جب وہ لوگ لائے تو آپ نے حجر اسود کو اُٹھا کر اُس چادر مین رکھا پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ اسکے ایک کونے کو
پکڑے اور سب لوگ اُٹھا کر اپنی جگہ پر لیچلو پھر جب یہ لوگ اُس مقام تک لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے
رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض روایت مین ہے کہ آپ نے قریش سے فرمایا کہ تم سب قبائل ملکر مجھکو وکیل کردو بالجملہ قریش اس فیصلہ پر بہت راضی ہوئے
ابن اسحٰق نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین خانہ کعبہ اٹھارہ ہاتھ تھا اور قباطی لباس اُسپر پہنایا جاتا تھا پھر اُسکے بعد لباس برود
پہنایا گیا پھر حجاج بن یوسف نے اُسکو پہلے پہل دیباج پہنایا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ برابر اسی عمارت قریش پر باقی رہا یہانتک کہ عبد اللہ بن الزبیرؓ کے
زمانہ خلافت مین سنہ ساٹھ ہجری کے بعد کچھ منہدم ہوا پس ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جسطرح اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین سنا تھا اُسیطرح موافق قواعد ابراہیمؑ کے بنایا کہ حجر و حطیم کو اُسمین داخل کرلیا جسکو قریش نے بوجہ کمی نفقہ کے خارج کردیا تھا اور اُسکا
ایک دروازہ شرقی اور دوسرا غربی اسطرح بنایا کہ زمین سے ملصق ہے پھر جب عبد اللہ بن الزبیرؓ نے شہادت پائی تو حجاج مذکور نے بحکم عبد الملک بن مروان کے
اسکو توڑکر بنائے قریش کے موافق بنایا کیونکہ عبد الملک بن مروان کو یہ حدیث نہین پہونچی تھی پھر جب عبد الملک کو تحقیق ہوئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
یہ حدیث بیشک روایت فرمائی ہے تو کہنے لگا کاش مجھکو پہلے خبر پہونچتی تو جو کچھ ابن الزبیرؓ نے بنایا تھا اُسی پر چھوڑ دیتا کما رواہ عبد الرزاق و مسلم وغیرہما پھر
اسکے بعد جب خلفاے عباسیہ مین سے مہدی و ہارون الرشید کا زمانہ ہوا تو انھون نے امام مالکؒ و دیگر علماء رحمۃ اللہ علیہم سے اس بارہ مین مشورہ کیا کہ خانہ کعبہ کو
موافق بنائے ابن الزبیرؓ کے بنادین تو امام مالکؒ نے مشورہ دیا کہ ایسا مت کرو کہ آیندہ سلاطین اُسکو کھیل بنا دینگے کہ ہر ایک اُسکو توڑکر اپنی خواہش کے
موافق بنانا شروع کریگا لہذا مہدی ورشید نے اُسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا (ذکرہ القاضی والنووی) ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر ہوا برابر اسی حال پر رہیگا
یہانتک کہ قیامت کے سامنے آخر زمانہ مین جبکہ روے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہیگا اُس زمانہ مین حبشہ سے ذو السویقتین اُسکو بالکل منہدم کردیگا
صحیحین مین [illegible] حدیث مین ثابت ہے ظاہر اوا اللہ اعلم یہ امر یاجوج و ماجوج کے خروج کے بعد [illegible] ہونے کے بعد ہوگا کیونکہ حدیث البخاری مین [illegible]
[illegible] علیہ وسلم نے فرمایا کہ [illegible] کیا جائیگا صحیح البخاری [illegible]

علیہما السلام نے باوجود تحقیق ایمان ونبوت کے یہ دعا فرمائی۔ کہ ربنا واجعلنا مسلمین لک۔ تو اسکے کیا معنے ہین جواب یہ ہے کہ مسلم سے لغوی
معنے مطیع ومخلص مراد لیے اور خود ہر چند مطیع ومخلص تھے لیکن تبرک کے طور پر اپنے اخلاص وطاعت کے ذیل میں اپنی ذریات مین ایک امت
کے واسطے دعا کی بقولہ۔ ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک یعنے ہماری ذریت مین سے بھی ایک گروہ کو اپنی طاعت کے واسطے مخلص فرما اور ابن
ابی حاتم نے سلام بن ابی مطیع سے روایت کی کہ دونون پیغمبر اگرچہ مسلم تھے لیکن ادب کے ساتھ جناب باری تعالیٰ مین اسلام اخلاص پر ثابت رہنے کی
دعا فرمائی۔ عکرمہ نے کہا کہ جب دونون پیغمبرون نے دعا کی کہ ہم دونون کو اپنے واسطے مسلم فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا اور جب
دعا کی کہ ہماری ذریات مین سے بھی ایک امت کو مسلمہ فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا شیخ ابن جریر نے کہا کہ ذریات سے عرب وغیرہ سب کا
شمول مراد ہے کیونکہ ذریات ابراہیم علیہ السلام مین اولاد اسحٰق علیہ السلام بھی ہین لیکن سدی سے روایت ہے کہ مراد عرب ہین شیخ ابن کثیر نے کہا
کہ اولاد ابراہیم جو اسحٰق علیہ السلام سے پیدا ہوئی اسکے اسلام کی نفی نہین ہے مگر اس مقام پر سیاق باولاد اسمٰعیل ہے گویا اولاد اسمٰعیل کے لیے دعا
فرمائی اسیواسطے آیندہ آیت مین۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیہ۔ مین ایک رسول معظم کا اشارہ ہے اور بالاتفاق اس سے حضرت سرور عالم
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے مترجم کہتا ہے کہ تمام ذریات کے واسطے اسلام کی دعا نہین فرمائی کیونکہ
قولہ تعالیٰ لا ینال عہدی الظالمین۔ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشعار ہو چکا تھا کہ ذریات مین بعض ظالم مشرک ہونگے لہذا اختیار کی کہ جملہ
مین ایک امت کو شرک وغیرہ سے مخلص فرما کر مسلمہ کردے اور واضح ہو کہ اولاد صالح بھی نعمت غیر مترقبہ ہے کیا نہین دیکھتے کہ وہ ایسے وقت کام آتی
ہے کہ انسان مجبور ومعذور ہو حدیث مین ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوا تین کے ایک صدقہ جاری مانند وقف وغیرہ کے
جو برابر جاری رکھا جاوے اور دوم علم جس سے انتفاع حاصل کیا جاوے اور سوم فرزند صالح جو اسکے لیے دعا کرتا ہے (صحیح مسلم من حدیث ابی ہریرہ رضی)
اگر کہا جاوے کہ قولہ ارنا مناسکنا۔ (ہم کو ہمارے مناسک دکھلا) سے کیا مراد ہے عطاء نے کہا یعنے ہمکو مناسک کا علم دیدے۔ مجاہد نے قربانیان
مراد لین مترجم کہتا ہے کہ مجاہد نے مناسک مین ذبح کو شامل کیا ہے یا اعمال حج سب درحقیقت اپنے ارکان کی قربانی ہین لہذا شیخ ابن کثیر
نے لکھا کہ مانند قول مجاہد کے عطاء وقتادہ سے بھی روایت ہے اور سعید بن منصور نے بسند جید روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے مناسک
دکھلانے کی دعا کی تو جبرئیل علیہ السلام آکر ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ پاس لائے اور کہا کہ قواعد اٹھائیے پھر ہاتھ پکڑ کر صفا کو لیگئے
اور کہا کہ یہ شعائر اللہ مین سے ہے پھر وہان سے مروہ پر لائے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ مین ہے پھر وہان سے منا کو لے گئے جب مقام عقبہ پر پہونچے
تو درخت کے قریب شیطان کو کھڑا دیکھکر فرمایا کہ تکبیر کہکے اسکو مار دیں ابراہیم علیہ السلام نے تکبیر کہکر اسکو رمی کیا پھر ابلیس ہٹ کر جمرۃ الوسطیٰ
کے پاس کھڑا ہوا پھر جب جبرئیل وابراہیم علیہما السلام وہان پہونچے تو ابراہیم سے کہا کہ اسکو تکبیر کہکر رمی کرو پس انھون نے تکبیر کہکر رمی کی تو ابلیس
خبیث چل دیا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ حج مین کچھ دخل پیدا کرے مگر اسنے قابو نہ پایا پھر جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو ہاتھ پکڑ کر مشعر الحرام
پر آئے اور بتلایا کہ یہ مشعر الحرام ہے پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر عرفات پر آئے اور کہا کہ جو کچھ مین نے دکھلایا وہ تمنے معرفت کے ساتھ پہچانا
تو ابراہیم نے کہا کہ ہان۔ یہ کلمہ تین مرتبہ کہا (سعید بن منصور) اور اسکے مانند ابو مجلز وقتادہ رضی سے مروی ہے۔ ابوداؤد الطیالسی نے اپنی اسناد کے
ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک دکھلائے گئے تو سعی مین صفا ومروہ کے درمیان شیطان
شیطان معارض ہوا لیکن ابراہیم علیہ السلام نے سبقت فرمائی پھر جبرئیل علیہ السلام انکو لیکر منیٰ میں آئے اور کہا کہ یہ لوگون کے اترنے کی جگہ ہے
جمرۃ العقبہ پر پہونچے تو شیطان معترض ہوا تو انکے ساتھ کنکریان [illegible]

تو پھر شیطان متعرض ہوا پس اُسکو سات کنکریوں سے مارا کہ وہ چلدیا پھر اُنکو جمرۃ القصوی پر لائے تو پھر وہاں شیطان متعرض ہوا پھر اُسکو
سات کنکریوں سے مارا تو بھاگ گیا پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر مزدلفہ میں آئے اور کہا کہ یہ مشعر الحرام ہے پھر لیکر عرفہ میں آئے اور کہا کہ تم نے معرفت
پائی یہی عرفہ ہے (الطیالسی) (تنبیہ) حدیث میں ہے کہ حجر اسود سفید تھا اُسکو بنی آدم کی خطاؤں نے سیاہ کیا۔ (اصح) صراح میں ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے موضع بیت کو زمین کی پیدایش سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے وہ پانی پر سفید تھا پھر اُسکے نیچے زمین بچھائی گئی
اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو اُنکے رفع وحشت کے واسطے بیت المعمور کو جو ایک یاقوت کا تھا جسکے دو دروازے
شرقی و غربی زمرد سبز کے ہیں جنت سے اُتارا اور وہ اسی مقام پر تھا جہاں بیت اللہ ہے اور آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ میں نے [illegible]
ایک بیت اُتارا ہے تو اُسکے گرد طواف کیا کر جیسے میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اُسکے پاس نماز پڑھ جیسے میرے عرش کے گرد نماز
پڑھی جاتی ہے اور اُسمیں حجر اسود اُتارا جو سفید تھا پھر زمانہ جاہلیت میں حائضہ عورتوں کے چھونے سے سیاہ ہو گیا پھر آدم علیہ السلام نے
زمین ہند سے ایک فرشتہ کی رہبری میں پیادہ اس بیت کے حج کا قصد کیا اور وہاں پہونچکر مناسک کو پورا کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ آدم علیہ السلام نے ہند سے پیادہ چالیس حج ادا کیے۔ کہتے ہیں کہ بیت تا طوفان نوح علیہ السلام موجود رہا پھر اللہ تعالیٰ نے [illegible]
طوفان کے ساتھ اُسکو چوتھے آسمان پر اُٹھا لیا ہے ہر روز اُسمیں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں پھر دوبارہ اُسمیں آنا نصیب نہیں [illegible]
حاصل ہوتی اور حجر اسود کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کوہ ابو قبیس میں امانت رکھا تھا جب ابراہیم علیہ السلام نے بنا کیا تو لا دیا
گیا۔ روایت ہے کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے قوم عمالقہ نے عمارت کعبہ کو بنایا پھر جرہم نے پھر قریش نے اور جب قریش نے بنایا تو حضرت
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پتھر لانے میں شریک تھے مترجم کہتا ہے کہ آپ اپنے کاندھے پر پتھر لاتے تھے تو آپ کے چچا حضرت عباس بن
عبد المطلب نے فرمایا کہ اے فرزند اگر تو بھی دوسروں کی طرح اپنی ازار اپنے کاندھے پر ڈال لیتا تو راحت ہوتی (قریش میں برہنگی کا حاکم تھا) پس آپ نے
اُنکے کہنے سے ایسا ہی کیا پس ستر کھلنا تھا کہ آپ غش کھا کر گرے اور آنکھیں آسمان کی طرف پھرا گئیں پس جلدی سے آپ کا بدن ڈھانکا گیا
تو آپ کو ہوش آیا پھر آپکو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا (رواہ الدارمی وغیرہ) قولہ تُب علینا۔ اسی میں توبہ کی درخواست بطریق تواضع و تعلیم [illegible]
شکر ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے واسطے اگلے و پچھلے گناہ معاف فرمائے پھر آپ کیوں اسقدر [illegible]
اُٹھاتے ہیں تو فرمایا کہ کیا میں بندہ شاکر نہ ہوں مترجم کہتا ہے کہ توبہ در حقیقت رجوع الٰہی عزوجل ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے [illegible]
رجوع فرماوے تو یہ ہر شخص کے واسطے نعمت ہے اور اسمیں گناہ ہونا ضرور نہیں ہے بلکہ اگر گناہ ہوں تو معاف ہو جائینگے اور اگر نہ ہوں تو درجات
بلند حاصل ہونگے (ف) بعض اشارات جو اس میں ہیں قولہ تعالیٰ ربنا واجعلنا مسلمین لک - واضح ہو کہ اسلام ظاہر و باطن [illegible]
یہ ہے کہ جیسے اعضاء ظاہر خدمت خالق عزوجل میں جھکے ہوں اسی طرح حواس باطنی بھی [illegible] کی جانب رجوع ہوں تو [illegible]
بندہ تابع فرمان حق عزوجل ہو جائیگا اور محبت کے واسطے حضرت خالق عزوجل [illegible]
بندہ کا [illegible] موافق [illegible] الٰہی عزوجل ہو تو کمال اسلام کا حاصل یہ ہوا کہ بندہ کی [illegible] خارج ہوں [illegible] عزوجل [illegible]
اسکو فنا [illegible] حاصل ہو حضرت جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہری اسلام یہ ہے کہ [illegible] ساقط ہو جاتی ہیں
یا وہ طاعت میں کوئی کلفت باقی نہیں رہتی [illegible] طاعت بتکلف نہیں بلکہ [illegible] شوق ہوتی ہے شیخ فارسی نے کہا
منجملہ اسلام کے یہ ہے کہ اسباب و حیل و تدابیر سے نظر ساقط ہو اور جمیع تابع فرمان حق ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور [illegible]

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اے رب ہمارے اور اُٹھا اُن مین ایک رسول اُنھین مین کا پڑھے اُن پر تیری آیتین اور سکھاوے اُنکو کتاب اور پکّی باتین

ع ۱۵/۸ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور اُنکو سنوارے تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریات مین سے ایک امت مسلمہ کے ساتھ اُنکے حق مین یہ بھی دعا فرمائی کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ۔ یعنے ہمارے پروردگار ایک دعا اور بھی یہ ہے کہ ان ذریات مین ایک رسول اُنھین مین سے مبعوث فرمائیو یعنے وہ رسول کسی غیر قوم مین سے نہو بلکہ اسی قوم مین سے ہو جسکی شان یہ ہو کہ۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ ان ذریات پر تیری آیات کو تلاوت کرے اور اُنکو کتاب و حکمت تعلیم فرماوے اور اُنکو پاکیزہ کرے ف یعنے شرک و کفر وغیرہ نجاسات جنم سے پاک کرے اور نیز ہر ایسی ونارت سے پاک کرے جو جنت کے لائق نہین ہے جیسے بداخلاقیان وظلم وفسق وفجور وغیرہ بداعمال سے پاک کرے۔ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ بیشک تو عزیز حکیم ہے۔ ف عزیز غالب جسکو کوئی چیز مانع نہو پس اللہ عزوجل کی جناب مین دعا کے ساتھ یہ ثنا کی تو عزیز غالب ہے کہ جو چاہے کرے تجھے کوئی چیز مانع نہین ہے پس ہم بندون کی دعا قبول کرنے مین ہمکو پورا بھروسا ہے کہ اگر تیری حکمت عالی کے ساتھ یہ دعا قابل قبولیت ہو تو ضرور قبول ہو گی کیونکہ جو کچھ تو چاہے وہ واقع ہوتا ہے کیونکہ کوئی چیز ایسی نہین ہو سکتی جو تجھکو مانع ہو اسیواسطے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالی سے دعا مانگو تو قبولیت کا یقین کیئے رہو کیونکہ جناب باری تعالی کو کوئی چیز مانع نہین ہو سکتی ہے (الصحیح) یعنے بندہ جب کوئی دعا مانگے تو ہرگز یہ خیال نکرے کہ یہ دعا کیسی ہو گی کیونکہ باری تعالی جل شانہ کی قدرت عالی مین کوئی چیز گران نہین ہے کیونکہ جو کچھ وہ چاہے فوراً ہو جاوے اور جس بندے کو چاہے جس لائق کردے لہذا حدیث مین ہے کہ آپ نے جنت الفردوس کی تعریف فرمائی کہ وہ سب سے اعلی ہے پھر صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ اللہ تعالی سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو (الصحیح) کیونکہ جس بندہ کو اللہ تعالی نے جنت الفردوس عطا فرمائی تو یہ اُسکے قبضہ قدرت مین ہے اور جب اُسنے جنت الفردوس دی تو اُسکو جنت کے لائق کر دینا بھی اُسیکے اختیار مین ہے اسیواسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حمد وثنا کی کہ اے رب تو عزیز حکیم ہے ہماری دعا قبول کرلے۔ ابوالعالیہؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی تو حکم ہوا کہ تیری دعا قبول کی گئی اور یہ آخر زمانہ مین ہو گا یہی سدیؒ وقتادہؒ سے روایت ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ دعا مستجاب موافق تقدیر الٰہی عزوجل کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین واقع ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالی نے نسل ابراہیم علیہ السلام سے پیغمبر خاتم النبیین تمام عرب و عجم یعنے کل بنی آدم و جن سب کے واسطے مبعوث فرمایا حتی کہ جو آپ پر ایمان نہ لاوے اُسکو جہنمی کیا کیونکہ معرفت قبولیت و پاکیزگی جنت تو آپ ہی کی تعلیم حکمت پر منحصر فرمائی پس جو شخص آپ پر ایمان نہ لایا وہ جاہل ناپاک رہا تو جنت ایسے ناپاک جاہلون کا ٹھکانا نہین ہے۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تو اللہ تعالے کے نزدیک اُسوقت خاتم النبیین تھا جب آدم خاکی گوندھی ہوئی مٹی تھا اور مین تمکو ابتدائے حال سے آگاہ کرون کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسی علیہ السلام کی بشارت ہون اور اپنی والدہ کا خواب ہون جو اُنھون نے دیکھا تھا اور پیغمبرون کی مائین یونہین دیکھتی ہین (رواہ احمد) خواب سے مراد یہ ہے کہ آپ کی ولادت مبارک سے کچھ پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا کہ مجھسے نور ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے مکانات روشن ہو گئے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک میرا خاتم النبیین ہونا تقدیر ازلی سے محقق تھا

جبکہ آدم علیہ السلام کا جسم خاکی تیار بھی نہیں ہوا تھا پھر اس تقدیر کو اول جس شخص نے ظاہر کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں مترجم کہتا ہے کہ ظاہر اس دعا میں اگرچہ ابراہیم علیہ السلام نے صاف نام نہیں لیا لیکن غالباً اپنے امیتون کو آپ کے فضائل شریفہ سے آگاہ فرمایا تھا اور صابیہ و کشرانیہ جہان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہی وہ لوگ برابر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے اور سال مین ماہ رمضان کا روزہ رکھتے تھے کہ یہی قبلہ ابراہیم و قبلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی شیخ نے کہا کہ اسوقت سے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر انبیاء ان نبوت مین معروف و مشہور رہا حتی کہ توریت و انجیل مین نازل کیا گیا حتی کہ نبی اسرائیل کے خاتم انبیاء یعنے حضرت عیسی علیہ السلام نے تصریح نام بیان فرمایا چنانچہ بنی اسرائیل مین کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور کہا کہ مین اللہ تعالی کی جانب سے تمہارے واسطے رسول ہون درحالیکہ کتاب توریت کی جو میرے سامنے موجود ہی تصدیق کرنے والا ہون اور تمکو ایک رسول مکرم کی خوشخبری سنانے والا ہون جو میرے بعد آویگا جسکا نام مبارک احمد ہے - ۞ - اور یہ امر برابر متواتر ثابت ہی اور کثیر جماعت بادشاہ حبش و قیصر روم وغیرہم نے برابر اسکی گواہی دی حتی کہ اب کسی شخص کو توریت و انجیل کے بنائے ہوئے ترجمے لاکر مجال انکار نہین باقی رہی شیخ نے لکھا کہ علما نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایام حمل مین یہ خواب دیکھا کہ مجھسے ایک نور ظاہر ہوا کہ جس سے مکانات شام روشن ہوگئے آپکی والدہ نے یہ خواب اپنی قوم سے بیان کیا اور وہ انمین شائع و مشہور ہوگیا علما نے کہا کہ ملک شام کی خصوصیت مین اشارہ ہی کہ ملک شام مین آپکی نبوت مستقر ہوگی - مترجم کہتا ہی کہ کتب سابقہ مین اس طرح مذکور ہی کہ مقام ظہور حجاز اور مقام ہجرت طیبہ ہوگا اور ملک آپ کا شام ہوگا یعنے ہر نبوت کے بعد جو سلطنت ہوتی ہی وہ ملک شام مین ہوگی - شیخ نے لکھا کہ اسیواسطے آخر زمانہ مین ملک شام ہی تمام اہل اسلام کا مرکز ہوگا اور وہین حضرت عیسی جامع مسجد دمشق کے سفید منارہ شرقی پر نازل ہونگے اسیواسطے حدیث صحیحین مین آیا کہ میری امت مین سے برابر ایک گروہ حق پر غالب رہیگا چاہے کوئی انکی نصرت نکرے یا جو انکی مخالفت کرے وہ انکو کچھ بھی ضرر نہین پہونچا ویگا یہانتک کہ حکم الٰہی آوے درحالیکہ وہ اسی طرح غالب ہونگے (الصحیحین) اور وہ لوگ شام مین ہونگے (صحیح البخاری) ابن عباسؓ نے فرمایا - ویزکیہم - یعنے طاعت توحید و اخلاص کے ساتھ انکو پاک فرماوے - قتادہؒ نے کہا کہ حکمت - یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی - ابن قتیبہ نے کہا کہ حکمت جب ہی حاصل ہوتی ہی کہ علم کے ساتھ عمل کو جمع کرے - بالجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونون بیٹون اسمعیل و اسحق کی نسل کے واسطے ایک پیغمبر عام کی دعا فرمائی جو انکو تعلیم حکمت فرماوے اور یہ سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہین آتا ہی کیونکہ انبیاء سے بنی اسرائیل صرف نسل اسحق علیہ السلام کے واسطے مخصوص تھے اور رسالت ابراہیم علیہ السلام صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہی تو نسل ابراہیم علیہ السلام مین سے کسیکو انکار کی مجال نہین ہی اور سابق مین بشارت گذری کہ اسی پیغمبر کی جانب تمام نسل ابراہیم کے احمد پیچھے ہو نگے لہذا فرمایا

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ

اور کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بیوقوف ہوا اپنے جی سے اور ہمنے اسکو خاص کیا دنیا مین

وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞

اور وہ آخرت مین نیک ہی جب اسکو کہا اسکے رب نے حکم بردار ہو بولا مین حکم مین آیا جہان کے صاحب کے

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ

اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹون کو اور یعقوب اے بیٹو اللہ نے چن کر دیا ہی تمکو دین پھر نہ مریو

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞

مگر مسلمان

جب یہ بات متعین ہوئی کہ ذریات ابراہیم علیہ السلام تابع توحید ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ امر بھی مکرر بیان ہو چکا کہ توحید ایسی چیز نہیں ہے
جسمیں نسخ جاری ہو تو ملت ابراہیم علیہ السلام تمام ذریات پر لازم ہے لہذا فرمایا۔ وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ
إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ۔ کوئی نہیں کہ ملت ابراہیم سے منہ موڑے سوائے اُس شخص کے جو اپنے نفس سے سفیہ ہو۔ ف
یعنے اُسنے اپنے نفس کو نہ پہچانا کہ وہ مخلوق ہے اور اللہ عزوجل اُسکا خالق ہے بلکہ اُسنے کفر و شرک کیا تو کافر و مشرک ہی ملت ابراہیم علیہ السلام
سے بیزار ہوگا اور یہ قطعی انحصار ہے کہ مومن کبھی سفیہ نہیں ہوتا ہے اور کافر ہمیشہ سفیہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ احمق کون ہوگا جسنے اپنے خالق
عزوجل کو نہ پہچانا لہذا یہود و نصاریٰ بدرجہ اولیٰ ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہیں کیونکہ جس احمق نے کہا کہ مسیح ابن اللہ ہے یا عزیر ابن اللہ ہے
اُسنے پروردگار تعالےٰ شانہ کو نہ پہچاننے کی حماقت ہی نہیں کی بلکہ بجائے توحید کے اُسنے باری تعالیٰ کی شان میں بدگوئی کی ہے جبکہ اُسمیں
مخلوق کے صفات ثابت کیے چنانچہ سابق میں اسکی توضیح بیان ہو چکی ہے کہ یہ سخت بدگوئی ہے یہیں سے بعض علماء تابعین نے استنباط کیا کہ جو شخص
اپنے نفس سے جاہل نہو بلکہ اُسکو پہچان لے تو وہی اپنے رب عزوجل کو پہچان لیگا۔ خطیب وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب اُسنے نفس کو مخلوق
و مجبور جانا تو خالق عزوجل کو پہچانا اور جب اُسنے تمام مخلوقات کو اپنے مثل مخلوق و محتاج دیکھا تو وہ شرک سے بیزار ہوا اور اُسنے خالق
عزوجل کو مشابہت مخلوق سے پاک و برتر دیکھا اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمیع صفات کمال کا اقرار کیا اور یہی معنے قل ہو اللہ احد کے
ہیں جو عین معرفت ہے اور اسکی توضیح بہت طول الاستدلال چاہتی ہے بالجملہ یہ بھی ہے کہ ملت توحید یعنے ملت ابراہیم علیہ السلام سے وہی منہ موڑیگا جو
اپنے نفس سے جاہل ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ سفہاء احمق اور ملت ابراہیم سے خارج ہیں اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما کان ابراہیم
یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ یعنے ابراہیم کچھ یہودی نہ تھے اور نہ نصرانی تھے ولیکن حنیف مسلم تھے۔ اور بیان فرمایا۔ وَلَقَدِ
اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا۔ اور ہمنے ابراہیم کو دنیا میں برگزیدہ فرمایا ف یعنے نبوت اور خلت عطا فرمائی اور اُنکی ذریات
میں قیامت تک نبوت دی۔ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ۔ اور وہ آخرت میں صالحین سے ہے۔ ف یہی نعمت
کمال ہے کیونکہ سفہائے یہود و نصاریٰ اپنی دنیاوی ثروت کی وجہ سے اپنے آپ کو اچھا جانتے ہیں جیسے بہت سے مشرکین بھی ایسا
وہم ہوتا ہے پس رد کر دیا کہ نعمت وہ ہے جو آخرت میں ثابت ہو پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے صفات اسلام کو بیان فرمایا
إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیجیے کہ جب ابراہیم سے اُنکے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لا۔ ف یعنے
اطاعت و فرمانبرداری کر تو ابراہیم نے صرف یہی نہیں کہا کہ اچھا بلکہ نہایت خوشی سے عرض کیا۔ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ
الْعَالَمِينَ۔ کہا کہ میں رب العالمین کے واسطے اسلام لایا۔ ف یعنے سراپا میں نے اپنے آپ کو اپنے رب عزوجل کے سپرد کر دیا
جو رب العالمین ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ یہ بات امتحان ہوگئی کہ جب آگ میں ڈالے گئے تو کسی فرشتہ سے مدد نہ مانگی۔ ابو السعود نے کہا
کہ اسمیں اشارہ ہے کہ اسی خوبی کے ساتھ حاضر ہونے سے اُنکو مراتب عالیہ حاصل ہوئے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک قوله تعالیٰ
اذ قال متعلق اصطفیناہ ہے یعنے ابراہیم کو برگزیدہ فرمایا جب وہ حکم کے موافق اس خوبی سے اسلام لایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ
جو صاحب کشاف وغیرہ محققین کا مختار ہے کہ آیت اس ترکیب سے ... کہ تقدیر سیاق کوئی چیز نہیں ہے بلکہ
سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ... ازل میں اُنکو نبوت و خلت کے واسطے برگزیدہ فرمایا تھا جسکا ظہور ...
پس حق یہی ہے کہ آیت کے ... محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان جاہلوں کو نصیحت فرمائیے جو ملت ابراہیم سے منہ موڑتے ...

ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ جب اُنسے پروردگار عزوجل نے توحید خالص کو فرمایا تو بخوشی اُنھوں نے رب العالمین کے واسطے سر جھکایا پس ملت ابراہیم علیہ السلام پر وہی ہے جو اسطرح عمل کرے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے مانند یعقوب علیہ السلام کے اپنی اولاد کو بھی تاکید فرمائی یعنے نسل ابراہیم علیہ السلام مین یہ طریقہ مستمر چلا آیا چنانچہ فرمایا ۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹون کو اس ملت کی وصیت فرمائی اور یعقوب نے ف پھر اسرائیل یعنے یعقوب کے بیٹے تو معلوم ہین اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹون کو وصیت فرمائی حالانکہ دو بیٹے اسمٰعیل و اسحٰق معروف ہین اور یعقوب پسر اسحٰق بھی بقول مشہور حضرت سارہ و ابراہیم کی حیات مین پیدا ہوگئے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ فبشرناها باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب ۔ یعنے ہمنے سارہ کو بشارت اسحٰق کی اور وراء اسحٰق کے یعقوب کی سنائی پس ظاہر یہ مراد ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پسر اسمٰعیل و اسحٰق کو اور اپنے پوتے یعقوب کو اس ملت توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی پھر یعقوب نے اپنی وفات کے وقت اپنے بارہ بیٹون کو اسی ملت توحید کی وصیت فرمائی وصیت کا بیان یہ ہے کہ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ اے میرے بیٹو خوب جان لو کہ اللہ تعالے نے تمہارے واسطے اس دین کو چن دیا ہے پس تم کسی حالت پر انتقال نہ کیجیو سواے اس حالت کے کہ تم مسلمان ہو ف یعنے مرتے مرتے اسی دین پر قائم رہیو اور کبھی نہ پھریو یہانتک کہ تمہاری جان نکل جائے کیونکہ جس حالت پر آدمی مرتا ہے اُسی حالت پر اُٹھایا جائیگا اور واضح ہو کہ یہ وصیت خیر ہے اور بیان تقدیر نہین ہے پس جو شخص اس طرح نصیحت کرنے مین بندونکی خیر خواہی کا قصد کرے وہ اپنے ثواب سے مستفید ہوگا اگرچہ وہ شخص جسکو نصیحت کی گئی اُسپر قائم نہ رہے کیونکہ تقدیر مین اگر کوئی شخص جنتی ہے تو اُسپر آخر مین جنت کے کام آسان ہوجاتے ہین بخلاف اسکے اگر دوزخی ہے تو آخر مین اُسپر دوزخ کے کام آسان ہوجاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آدمی اہل جنت کے کام کرتا ہے یہانتک کہ اُسکے اور جنت کے درمیان فقط ایک ہاتھ کا فرق رہتا ہے پس تقدیر اُسپر غالب ہوتی ہے اور اہل دوزخ کے کام کرکے جہنم مین داخل ہوتا ہے اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہے یہانتک کہ اُسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہے کہ اُسپر تقدیر غالب ہوتی ہے پس وہ اہل جنت کے کام کرکے جنت مین داخل ہوتا ہے (صحیح) بالجملہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط سب ہی اس ملت توحید پر قائم تھے اور برابر اسی ملت کی وصیت کرتے تھے اور یہ یہودیت و نصرانیت بعد ان انبیاء علیہم السلام کے پیدا ہوئی ہے کیونکہ یہودی بعد نزول توریت کے ایک مدت پیچھے پیدا ہوئے اور نصرانی بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہوئے جیسے ملت اسلامیہ مین فرقہ خوارج و روافض وغیرہ بعد قرن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرن صحابہ رضی اللہ عنہم کے ظاہر ہوئے ہین لہذا یہود و نصاریٰ کا یہ دعوی کہ ہم لوگ ملت ابراہیم پر ہین بلکہ یہود کہتے کہ ابراہیم بھی یہودی تھے اور نصرانی کہتے کہ ابراہیم بھی نصرانی تھے یہ سب محض افترا و کذب ہے چنانچہ رد فرمایا

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا

کیا تم حاضر تھے جسوقت پہونچی یعقوب کو موت جب کہا اپنے بیٹون کو تم کیا پوجوگے بعد میرے بولے

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

ہم بندگی کرینگے تیرے اور تیرے باپ دادون کے رب کو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق وہی ایک رب اور ہم اُسی کے حکم پر ہین

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْــَٔـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی گذر گئی اُنکا ہے جو کما گئے اور تمہارا ہے جو تم کماؤ اور تم سے پوچھ نہین اُنکے کام کی

ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب پر جو اولاد اسمٰعیل علیہ السلام ہین اور بنی اسرائیل پر جو اولاد یعقوب علیہ السلام ہین حجت قائم فرمائی

کہ - اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ کیا تم لوگ حاضر تھے جب یعقوب کی موت آئی - ف یہ تم کیونکر کہتے ہو کہ یعقوب نے مرتے وقت اپنی اولاد کو یہودی ہو جانے کی وصیت فرمائی تھی تم محض جھوٹے ہو تم اُسوقت موجود نہ تھے - اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ - جب یعقوبؑ نے اپنے بیٹون سے کہا کہ میرے بعد تم کسکی عبادت کروگے قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ - بیٹون نے کہا کہ ہم لوگ عبادت کرینگے تیرے پروردگار کی اور تیرے آبا کے پروردگار کی - ف آبا باپ دادون کو کہتے ہین اور چچا بھی بمنزلہ باپ ہوتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ عم الرجل صنو ابیہ - یعنے آدمی کا چچا اُسکے باپ کی گود کا جوڑا ہے (کما فی الصحیح) لہذا ان لوگون نے آبا کے بیان مین کہا - اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ - یعنے ابراہیم و اسمعیل و اسحق ف کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے باپ اسحاق ہین اور چچا اسمعیل ہین اور دادا ابراہیم علیہم السلام ہین پس کہا کہ ہم لوگ اُس پروردگار کی بندگی کرینگے جو تمھارا اور تمھارے آبا ابراہیم و اسمعیل و اسحق کا پروردگار ہے پھر تاکید فرمائی - اِلٰهًا وَّاحِدًا - یعنے ہم لوگ پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت کرینگے جو تم سبکا پروردگار ہے ف پشبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ بطور تقلید ہو تو کہا کہ تقلید نہین ہے بلکہ تحقیق ہے - وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ - اور ہم لوگ اسی رب عزوجل کے واسطے مومن مخلص ہین - ف چونکہ اسوقت مین حضرت یعقوب علیہ السلام مصر مین وارد تھے جہان یوسف علیہ السلام کو وزارت حاصل تھی لیکن سواے بادشاہ کے اکثر قوم قبط بت پرست تھے تو گویا بنی اسرائیل نے اپنے باپ اسرائیل علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ برابر اسلام پر مستقیم رہینگے بالجملہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف اخلاص توحید کی وصیت کی اور یہودیت کے بارہ مین کچھ ذکر نہین کیا حالانکہ یہودیت تو عرصہ دراز کے بعد زمانہ موسی علیہ السلام سے پیدا ہوئی تو یہودیون کا یہ کہنا محض غلط ہے کہ یعقوبؑ نے اپنے بیٹون کو یہودی ہونے کی وصیت کی تھی مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے جلالین مین یہ سبب نزول ذکر کیا لیکن اپنی کتاب لباب النقول مین کہا کہ مین نے کسی کتاب مسند مین یہ قول نہین پایا اور بیضاوی نے بھی یہ اعتراض کیا کہ یہان استفہام انکاری نہین بنتا ہے کیونکہ اس دعوی کے واسطے اُنکا حاضر ہونا ضروری نہ تھا کیونکہ ممکن ہے کہ خبر متصل پہونچی ہو لہذا التحقیق مقام یہ ہے کہ اوپر کی آیت مین یہ بیان تھا کہ ابراہیمؑ نے اپنے بیٹون کو توحید اسلام کی وصیت فرمائی اور یعقوبؑ نے بھی یہی وصیت فرمائی - ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت الخ یعنے بلکہ یعقوب کی موت کے وقت تو تم لوگ یعنے تمھارے باپ دادے خود حاضر تھے جب اُنھون نے اپنے بیٹون کو یہ وصیت فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہی اسلام سب انبیا علیہم السلام کی ملت واحدہ ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا - وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون یعنے تجھسے پہلے ہمنے کوئی رسول نہین بھیجا مگر یہ کہ ہم اُسکو یہی وحی بھیجتے رہے کہ کوئی الوہیت والا معبود نہین ہے سوا میرے پس تم لوگ میری ہی عبادت کرو - ھ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء ہین جو علاتی اولاد ہین کہ ہمارا دین واحد ہے اور شریعتین جدا جدا (کما فی الصحیح) اگر کہا جاوے کہ موت حاضر ہونے کے وقت یعقوب علیہ السلام نے کیونکر وصیت فرمائی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے جب کسی پیغمبر کو وفات دینا چاہتا ہے تو اُسکو دنیا مین رہنے یا آخرت مین آنے کا اختیار دیتا ہے (کما فی الصحیح) لہذا جب یعقوب علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا تو اُسوقت اُنھون نے وصیت فرمائی (مسئلہ) اگر پوتا ہو اور اُسکا باپ موجود نہین بلکہ اُسکا دادا موجود ہے تو وہ بجاے باپ کے میراث پاویگا چنانچہ اس آیت مین اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو آبا مین شمار کیا حالانکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے دادا ہین اور یہی مذہب حضرت ابوبکر الصدیق و ام المومنین عائشہ و قول حسن بصری و طاؤس و عطاء و ایک جماعت سلف و خلف کا ہے اور یہی ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے اور باقی فقہا کے نزدیک دادا اُسکے بھائیون کا شریک ہوگا اور یہ بھی ایک جماعت صحابہ و تابعین کا قول ہے (تنبیہ) قولہ تعالی - الٰہا واحدا - بدل الٰہک ہے جیسے قولہ تعالی - بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ - مین ہے پھر یہود اپنی جہالت سے دعوی کرتے

کہتے کہ یہ لوگ ہمارے باپ دادے ہیں تو ہماری بداعمالیوں سے ہمکو بچا دینگے پس اللہ عزوجل نے اُنکا زعم توڑ دیا اور فرمایا۔ تِلْكَ اُمَّةٌ
قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی کہ گذر گئی۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ۔ جو کچھ اس امت صالحہ نے کمایا وہ انہیں کے واسطے تھا۔ ف پس تمکو اُنکی
نیکیوں سے نفع نہیں ہوگا نہ اُنکی طرف نسبت لگانے سے کوئی فائدہ ہے۔ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ۔ اور تمہارے واسطے خاص کروہی ہوگا
جو تمنے کمایا۔ ف پس اگر تمنے اپنے اعمال میں رضاے الٰہی عزوجل کا وسیلہ پایا ہے تو ممکن ہے کہ بحکم قولہ تعالےٰ۔ الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ۔ ان
اولیاء کے ساتھ لاحق کیے جاویں جیسے حدیث صحیح میں آیا۔ المرء مع من احب۔ آدمی اُس شخص کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ محبت رکھتا تھا۔
(الصحیح) یعنے ایمانی محبت جسکے ساتھ رکھتا ہو اُسکے ساتھ کردیا جاویگا اگرچہ اعمال میں اُسکے برابر نہو چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا کرتے
تھے کہ بعد ایمان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنی خوشی کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی جتنی اس حدیث مبارک سے ہوئی اور فرمایا کرتے تھے
کہ مجھے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت ہے اگرچہ میرے اعمال اُنکے مثل نہیں ہیں (رواہ الترمذی) لیکن یہ بات اسوقت حاصل ہے
کہ اُسنے ایمان توحید میں خلاف نکیا اور یہ سب محض فضل الٰہی عزوجل ہے اور یہود ونصاریٰ نے توحید واسلام چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس یہ لوگ منقطع ہو گئے اور اس آیت میں اُن لوگوں کا رد ہے جو اپنے نیک بزرگوں پر تکیہ کرکے خود فسق وفجور
میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ تکیہ کرنا خود قریب بکفر ہے جبکہ اپنے باپ دادوں کو اسلیے بچانے میں قادر سمجھنے لگتے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان
لیس للانسان الا ما سعی۔ یعنے آدمی کے واسطے وہی ہے جو اُسنے کوشش کرکے کمایا۔ ھ۔ پھر اگر اُسنے اپنی کوشش سے اسقدر کمایا ہو جس سے
اُسکی مغفرت ہو جاوے تو البتہ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ ان ذریات کو اُنکے آباء صالحین کے ساتھ لاحق کرینگے۔ پس یہود ونصاریٰ جب کفر وشرک
میں مبتلا ہو گئے تو اس لائق نہیں رہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیۃ یعنے اللہ تعالیٰ اس امر کو نہیں بخشتا کہ اُسکے ساتھ شرک
کیا جاوے ھ۔ تو معلوم ہوا کہ جب یہ لائق مغفرت نہیں تو لائق شفاعت والحاق بھی نہیں ہے لہٰذا ان مشرکوں کو فرمایا۔ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے اُس سے تم لوگ نہیں پوچھے جاؤگے۔ ف پس صاف معلوم ہو گیا کہ تم اُنکی نیکیوں سے
نفع نہ پاؤگے اور نہ وہ تمہاری بدکاریوں کے ذمہ دار ہونگے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ساتھی ہے کما قال تعالیٰ۔ وکل انسان الزمناہ
طائرہ فی عنقہ الآیۃ۔ یعنے ہمنے ہر آدمی کے ساتھ اُسکا نامۂ اعمال لازم کردیا کہ وہ کبھی جدا نہوگا اور فرمایا۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ
یعنے کوئی گناہ اُٹھانیوالا دوسرے کے گناہ نہیں اُٹھاویگا ھ پس حاصل یہ نکلا کہ میدان قیامت میں اول تو اسلام وکفر میں امتیاز ہوگا
پس حضرت ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب واسباط ودیگر انبیاء علیہم السلام سب اپنے اپنے سایہ میں ہونگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو
لواء الحمد عطا کیا جائیگا جمیع انبیاء مع آدم علیہم السلام کے اُسکے سایہ میں ہونگے پھر اُسکے بعد جو لوگ ایمان پر مرے ہیں اگرچہ وہ گنہگار ہوں وہ بھی
انبیاء علیہم السلام کی تبعیت میں رکھے جائینگے اور جو لوگ کفر وشرک میں مبتلا ہوئے خواہ اسطرح کہ وہ اسلام ہی نہیں لائے جیسے نمرود وفرعون
واُنکی قومیں یا اسلام سے نکلکر مشرک ومرتد ہو گئے جیسے یہود ونصاریٰ وغیرہ تو یہ سب خارج کرکے شیطان لعین کے ساتھ کیے جائینگے کیونکہ کافر
ومشرک کے واسطے کوئی حساب وکتاب نہیں ہے اگرچہ قصاص وسزا ہو پس یہ لوگ بلاحساب کے جہنم میں بھیجے جائینگے اور جو لوگ کہ انبیاء
علیہم السلام کے تابع رہے ہیں اُنمیں بعضے گروہ مثل چاند وسورج کے بغیر حساب کے جنت میں بھیجے جائینگے مگر سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپکے ایسے امتی داخل ہونگے کیونکہ حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سب پر ممنوع کیا ہے یہانتک کہ میں داخل ہوں (الصحیح) پھر دوسرا
گروہ اہل ایمان وہ ہے کہ بعد حساب وکتاب کے مغفور ہو یعنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مغفور ہے تو اُنکے سامنے صرف نامۂ اعمال پیش کیا جائیگا اور

حساب میں کچھ مناقشہ نہو گا پھر یہ لوگ اگرچہ اعمال کی راہ سے نیچے درجہ کے لائق ہوں لیکن اللہ تعالیٰ بذریعۂ شفاعت و اپنے فضل کے
اُنکو اُنکے بزرگوں کے ساتھ لاحق فرمائیگا رہا تیسرا گروہ جو حساب کے مناقشہ میں پڑا تو انمیں سے بہتیرے بذریعۂ شفاعت انبیاء و صالحین
و ملائکہ کے عفو فرمائے جاوینگے اور بعضوں کے گناہ بذریعۂ آگ کے پاک کیے جاوینگے لیکن بہرحال یہ لوگ جنتی ہیں اور دوزخی نہیں ہیں اور بعد مغفرت
کے امید ہے کہ یہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ لاحق ہوں خواہ کل یا بعض - بہرحال ایمان اسمیں اصلی مدار ہے پس جو لوگ کہ اسلام و توحید سے
غافل ہوکر کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ جب مغفور ہی نہوں تو ہرگز اپنے بزرگوں کے ساتھ لاحق نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ
تو صالحین سے منقطع ہوکر مشرکین و کفار میں داخل ہو گئے تو انکا پیشوا وہی انکا بزرگ ہے نعوذ باللہ من الکفر والضلال (تنبیہ) حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے بیٹے بقول مشہور دو ہیں - اسمعیل و اسحٰق اور مقاتل نے مدین و مدائن کو زیادہ کیا اور بعض نے کہا آٹھ اور بعض نے کہا چودہ مگر یعقوب انکے
پوتے یعنی اسحٰق کے بیٹے ہیں اور اُنکے بیٹے بارہ ہیں روبیل و شمعون و لاوی و یہودا و اشسوخور - زبولون دونی نفتولی لووا - آوشیر
بنیامین یوسف واللہ تعالیٰ اعلم (ف۲) اس میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اسلام یعنی اپنے آپ کو تسلیم و تفویض کرنا یہانتک پورا ہو گیا تھا کہ جب
فرزند کے ذبح کا حکم دیا گیا تو اُسکو پورا کیا اور فرزند کا اسلام بھی کامل تھا کہ اپنی گردن جھکائی اور وہ اسمعیل علیہ السلام تھے لہذا جو شخص اقتدا کرے اُسکا
اسلام جب ہی ٹھیک ہوگا کہ غیر حق کا لگاؤ چھوڑے اور جو چیز حق سے مانع ہو اُس سے منہ موڑے اور امر قضا و قدر کے آگے سر جھکا لے اور
نفس سرکش سے مقابل ہو کہ اُسکو مخالفت سے محفوظ رکھے اور خلق خدا پر شفقت کرے اور دینی بھائیوں کے ساتھ صادق ہو اور اُنکے ساتھ
انصاف کا برتاؤ کرے اور کسی سے معارضہ نکرے اور نہ بدلہ لے اگرچہ حق پر ہو اگر کہا جاوے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت میں اسمعیل و اسحٰق
اُنکے بیٹوں کے ساتھ میں اُنکے پوتے یعقوب بھی داخل تھے بلکہ یعقوب نے اپنے بیٹوں کو خود اسلام کی وصیت فرمائی پھر کیا بھید تھا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کی جدائی میں کہا کہ یا اسفیٰ علی یوسف - جواب دیا گیا کہ یہ جسمانی تعلق کے لحاظ سے تھا کیونکہ اہل ایمان کی شان ہے کہ
اُنکو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہے کما قال تعالیٰ - والذین آمنوا اشد حبا للہ الآیہ - پھر شان نبوت اس سے بہت بلند ہے کیا نہیں
دیکھتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے دوسرے بھائی بنیامین کو گم کرنے کے بعد یہ کلمہ فرمایا تھا حالانکہ وہ بھی فرزندی میں
اُنکو شامل نہیں کیا پس مقام اسرار میں یہ خاص بھید فقط یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھا ورنہ اُنکی محبت خالص اللہ عزوجل کے واسطے
کامل تھی اور اسلام میں وہ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی وصیت پر قائم تھے واللہ تعالیٰ اعلم - مترجم کہتا ہے کہ تمام مدارک آیات و تحقیق اسلام سمجھ لینے
کے بعد صاف متحقق ہو گیا کہ یہود و نصاریٰ کو معنی اسلام سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور بنی اسرائیل کے نسب پر مغرور ہونا عین جہالت ہے
اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا کہ آخرت میں جسکے عمل نے کوتاہی کی اُسکا نسب کچھ کام نہ آویگا - مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر یہ تحقیق یاد
رکھنا چاہیے کہ خود اسلام و ایمان بھی عمل ہے پس اگر اسلام صحیح ہو تو آخر وہ جہنم سے نجات پاویگا کیونکہ اسلام و ایمان کے فقط یہ معنے نہیں ہیں کہ دل
میں کسی چیز کا یقین بیٹھ جاوے کیونکہ یہ تو بے اختیاری ہوتا ہے اسمیں آدمی کے فعل کا کچھ دخل نہیں ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ بہت سے یہود نصاریٰ کے دل میں
صاف بیٹھ گیا تھا کہ محمد صلعم بیشک پیغمبر ہیں حالانکہ وہ کافر جہنمی رہے جبکہ اُنہوں نے انکار کیا پس ایمان کے واسطے ضرور ہے کہ اپنے دل میں یقین جما دے
اور امور غیبی پر ایمان لاوے اگر اسکا نفس اُسکے ساتھ جھگڑا کرے اور شک ڈالے مگر وہ ہمیشہ اپنے نفس کو مارے اور دلائل عقلیہ کو نچوڑے آور واضح ہو کہ
کیفیت بھی چند ہی روز رہتی ہے پھر جب دل منور ہو گیا تو خود ہی اُسکو حق نظر آنے لگتا ہے اور اس روشنی میں پھر شیطان و نفس عنود ہی تباہ ہو جاتا ہے
پس معلوم ہوا کہ دل کو حق پر جمانا یہی اسلام ہے اور یہ فعل قلبی بہت اعلیٰ فعل ہے بلکہ جب وہ دل سے یقین لایا اور دل کو اسی پر جمایا تو قطعاً قصد کیا کہ جو کچھ فرائض و واجبات اسلام ہیں

سبکو اپنے اپنے وقت پر ادا کریگا اور جسقدر ممنوعات ہین سب سے باز رہیگا تو اس نیت کے موافق اُسنے تمام شرائع اسلام ادا کرنیکا ثواب
پایا اور تمام ممنوعات سے بچنے کا ثواب پایا پھر جب اُسپر کسی نماز فرض کا مثلاً وقت آیا اور اُسنے ادا کی تو دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ بلکہ زیادہ تک
ثواب پاتا رہیگا پس معلوم ہوا کہ اسلام لانا خود بھی عمل ہے حتی کہ اگر اسلام صحیح ہو لیکن شامت نفس سے بدکاریون مین مبتلا ہو کر مرا مگر دل مین یقین
اسلام ٹھیک رکھا تو وہ دائمی جہنمی نہوگا بلکہ خواہ عفو کیا جاوے یا بدکاریون کی سزا پا کر چھوٹے بہرحال وہ اہل جنت سے ہے کیونکہ اُسکے ساتھ عمل یقین موجود ہے
برخلاف یہود و نصاریٰ و منافقین کے کہ اُنمین ایمان نہین ہے تو عمل بھی نہ دارد ہے اور تعجب ہے کہ باوجود اسکے لوگون کو اپنی گمراہی کی جانب بلاتے تھے کما قال تعالے

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اور کہتے ہین ہو جاؤ یہود یا نصاریٰ تو راہ پر آؤ تو کہہ نہین ہم نے پکڑی راہ ابراہیم کی جو ایکطرف کا اور نہ تھا شریک والون مین

معالم مین ابن عباس رضی اللہ سے روایت کی کہ یہ آیت قدسی مدینہ کے یہودیون کعب بن الاشرف و مالک بن صیف و وہب
بن یہودا و ابو یاسر بن اخطب وغیرہ کے حق مین اور نصارائے نجران یعنے عاقب وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی جنمین سے ہر ایک اپنی حقیت کا
دعویٰ کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ بات یہ واقع ہوئی کہ نجران کے نصاریٰ مدینہ مین آئے اور یہودی بھی آکر مجتمع ہوئے پس پہلے تو دونون فریق نے
باہم مخاصمہ کیا حتی کہ یہودیون نے نصرانیون کی تکفیر کی و عیسیٰ علیہ السلام و انجیل سے انکار کیا اور اسکے جواب مین نصرانیون نے یہودیون کی تکفیر کی چنانچہ
سابق مین مفصل مذکور ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ انکے قلوب پر شیطان و کفر مستولی تھا پس اُنہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین دلیری کی
چنانچہ محمد بن اسحق نے اسناد جید کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابن صوریا اکشم جو خیبر کے یہود یونکا عالم تھا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ جس مذہب پر ہین اُسکے سواے کوئی ہدایت نہین ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس شیطان نے کہا کہ تم بھی اسکو مانو تو ہدایت پاؤ
نصارائے نجران نے اسکے معارضہ مین اپنے حق مین ایسا ہی بیان کیا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ
نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا۔ یعنے ان گمراہون نے کہا کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔ ف مراد یہ ہے کہ یہودیون نے
کہا کہ یہودی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے اور نصاریٰ نے کہا کہ نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤ گے پس اللہ عزوجل نے ان دونون گمراہون
کو ایک مین شامل کر کے رد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا۔ کہدے کہ نہین بلکہ ملت
ابراہیم کی جو حنیف تھا۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ۔ بل نتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ اور دوسرون نے کہا کہ بل اتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا
یعنے اُنکے قول سے انکار کیا کہ اُس سے ہدایت نہین پاؤ گے بلکہ اتباع کرو ملت ابراہیم حنیف کی تو ہدایت پاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ یعنی زیادہ
بلیغ ہے کہ اسمین زیادہ خصوصیت نہین فرمائی بلکہ تحقیق کر دیا کہ تم لوگ دعوی ہدایت مین جھوٹے ہو اور ہدایت وہی ہے جو حضرت
عالم الغیب عزوجل نے حکم دیا کہ ملت ابراہیم کی اتباع کرو پس ہم لوگون نے اُسکی اتباع کی پس جو کوئی اُسکی اتباع کریگا وہی ہدایت پر
ہوگا کیونکہ حنیف یعنے مستقیم و ہمہ تن جانب حق اسی ملت ابراہیم کی صفت ہے اور خود ابراہیم علیہ السلام کی بھی یہی صفت ہے۔ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور ابراہیم کچھ بھی مشرکین مین سے نہ تھا۔ ف پس شرک و کفر کبھی ملت ابراہیم مین داخل نہوگا اور
یہ ان یہود و نصاریٰ پر تعریض ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دین توحید سے مرتبہ خلیل اللہ پایا اور برابر اپنے بیٹون کو اسکی وصیت فرماتی
اور اُنکے بیٹے پوتون نے برابر اسکی تاکید فرمائی پس تم لوگ جو کھلے ہوئے مشرکین مین سے ہو بالکل ملت ابراہیم سے خارج ہو گئے کیونکہ وہ
بالکل مشرک نہ تھے اور تم بالکل مشرک ہو۔ ابو قلابہؒ نے فرمایا کہ حنیف وہ ہے جو اول سے آخر تک سب رسولون پر ایمان لاوے اور ابن کثیرؒ و ابو العالیہ

مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سہل ملت حنیفیہ کے ساتھ بھیجا گیا ہون (احمد وسنن) اور فرمایا کہ سہل ملت حنیفیہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے (احمد وادب المفرد للبخاری وغیرہ) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات مین وارد ہوا کہ ایمان اُنکے دلونمین پہاڑ سے زیادہ بھرا ہوا تھا مگر آسانی دینے والے بے تکلف لوگ تھے (کما رواہ الدارمی) اسی مقام سے کہا گیا کہ بعضے لوگ جو بوجہ وہم وغیرہ کے اپنے اوپر سختی لیتے ہین وہ نادانی سے شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہین اور اسیواسطے علمائے حقانی نے ایسے اوہام سے سخت ممانعت فرمائی ہے اور واضح ہو کہ جو شخص ابتدا سے انتہا تک جمیع رسولون پر ایمان لایا اُسنے اپنے دین کو خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے کر دیا اور معرفت سے آگاہ ہو گیا پس وہ شرک سے بیزار ہوگا لہذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے واسطے آئندہ ایک حکم صاف مصرح نازل فرمایا جس سے تمام مشرکون وگمراہون کے وساوس سوختہ ہوگئے اور کسیکو وسوسہ دلانے کی مجال نہین رہی چنانچہ یہود ونصاریٰ وغیرہ کو رد کرنے کے بعد حکم فرمایا قولہ تعالیٰ

قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور جو اُتارا گیا ہماری طرف اور جو اُتارا گیا ابراہیم اور اسمعیل اور اسحٰق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور اُسکی اولاد کی طرف اور جو کچھ ملا ہے موسیٰ اور عیسیٰ کو اور جو کچھ سب پیغمبرون کو دیا گیا ہے اپنے رب کی طرف سے ہم انکے درمیان مین

اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

کسی پیغمبر مین بھی تفریق نہین کرتے ہین اور ہم تو اُسی کے حکم پر گردن جھکائے ہین

اللہ تعالےٰ نے پہلے تو مومنون کو ملت ابراہیم کا حکم دیا اور نصرانیون ویہودیون کو اس سے خارج کر دیا اور تعریض فرمائی کہ ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام سے یہود ونصاریٰ کیونکر خارج نہونگے کہ یہ لوگ تو مشرک ہین حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کبھی مشرک نہین تھے پھر یہودیون ونصرانیون کے خارج ہونے کی توضیح دراز کی ضرورت نہین بلکہ مومنون کو حکم دیا کہ اپنا عقیدہ حقہ جو عین ملت ابراہیم ہے ظاہر کرین تاکہ خود یہود ونصاریٰ خارج ہون اور اسی عقیدۂ حق بھی ظاہر ہو گیا پس یہ بلیغ اعجاز ہے کہ اصل مقصود یعنی ایمان مومنین کی تحقیق ہوگئی اور درمیان سے اہل باطل یعنی یہود ونصاریٰ ومشرکین خود بخود خارج ہوگئے اور آئندہ انہین جسکو راہ راست کی ہدایت وتوفیق ہو وہ خود ادراک کرے اور یہ آیتین بکثرت فوائد ہین چنانچہ فرمایا۔ قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ تم کہو کہ ہم لوگ ایمان لائے اللہ تعالےٰ کے ساتھ۔ اور ایمان مجمل یہ ہے کہ ہمنے دل سے مان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہمارا اور سب کا رب اپنی ذات وصفات کے ساتھ حق ہے اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے بندہ ورسول حق ہین اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا سب حق ہے کیونکہ کسی شخص کا ایمان وحدانیت صحیح نہین ہوتا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کو یقین نکرے کیونکہ حدیث ابن عباسؓ مین وفد عبد القیس کے بارہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو چار باتونکا حکم دیا از انجملہ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہ پر ایمان لاوین پھر آخر مین فرمایا کہ یہ تمنے جانا کہ اللہ وحدہ پر ایمان کیا ہے انھون نے عرض کیا کہ اللہ ورسول ہی کو خوب علم ہے فرمایا کہ یہ کہنا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ پس ثابت ہوا کہ توحید الٰہی کے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالیٰ کو ایک کہے یعنے جیسے گنتی مین ایک دو کا شمار ہوتا ہے کیونکہ شمار وگنتی تو اللہ تعالےٰ نے مخلوق فرمائی ہے تو اسکی ذات پاک کو ایک کی گنتی کیونکر لاحق ہو سکتی ہے بلکہ معنے یہ ہین کہ وہ اکیلا الوہیت والا ہے یعنے الوہیت سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی فرد کے واسطے نہین ہے یعنی جمیع صفات حق عزوجل اُسی کے لیے خالص رکھے تو لامحالہ رسول مبعوث کرنا اُسی کے افعال الوہیت سے ہے پس جسنے کسی رسول کا انکار کیا اُسنے الوہیت توحید الٰہی سے انکار کیا تو وہ

کافر مشرک ہے اور جسنے کسی مخلوق کو نفع یا ضرر پہونچانے والا مستقل جانا وہ مشرک ہوگیا جیسے یہود نے اپنے انبیاء و اولیاء کی نسبت اور نصاریٰ نے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت خیال کیا لہٰذا مشرک ہوئے بلکہ یہودی بوجہ کفر عیسیٰ علیہ السلام کے اور نصاریٰ بوجہ انکار محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے الوہیت سے کافر ہوگئے حتی کہ اس زمانہ میں جو کوئی مسلمانوں میں جاہلانہ اعتقاد کرے وہ خارج ہوجائیگا اگرچہ وہ کسی ولی معرفت
کی نسبت اعتقاد کرے کیونکہ ولی مقبول تو خالص بندہ حق عزوجل ہے تو وہ ایسے مشرک سے خود بیزار ہوگا جیسے عیسیٰ علیہ السلام ان مشرک
نصرانیوں سے بیزار ہیں۔ پھر بیان ایمان تفصیلی اسطرح ہے کہ اللہ تعالیٰ و ملائکہ و انبیاء و کتب و روز آخرت و جنت و دوزخ وغیرہ جمیع …
اعتقاد کرے۔ پھر بیان بمقابلہ یہود و نصاریٰ کے بعض وہ امور ذکر فرمائے جنکے انکار سے یہ لوگ کافر و مشرک ہوکر ملت حنیفیہ سے خارج
ہوگئے تھے اور یہ تو معلوم ہوچکا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ٹھیک ایمان لایا وہ اسکی کل الوہیت پر ایمان لایا لہٰذا جب اہل اسلام کو حکم دیا کہ تم
اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقین لائے تو جمیع حقائق اسمیں آگئے حتی کہ تقدیر بھی قطعاً حق ہے اور وہی ہمارے افعال کا بھی مثل ہمارے خالق عزوجل ہے
اور یہ وہم نہو کہ آدمی تو زنا و چوری وغیرہ کرتے ہیں - جواب یہ کہ جب بندہ نے زناکاری کرانی چاہی تو اسکے عزم پر اللہ تعالیٰ اسمیں فعل
پیدا کردیتا ہے جیسے بندے دعا میں آرزو کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دیدیتا ہے پھر یہ بندہ چور و زانی ہوگیا جیسے رنگریز نے کپڑا اسطرح رنگا تو وہ
رنگریز گلگون نہیں بلکہ کپڑا ارغوانی ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ خالق ہے اور مخلوق اس وصف نیک یا بد سے متصف ہوتا ہے پس ہم یقین لائے
اور وسوسہ شیطانی کو دور کیا اور دل صاف خالص جانا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ تو جمیع عقائد حقہ پر یقین لائے۔ پھر اسکے ساتھ …
امور جنکے انکار سے یہود و نصاریٰ کافر مشرک ہوکر خارج ہوگئے تھے بیان فرمائے کہ۔ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا۔ اور یقین لائے اس چیز پر
جو ہمارے جانب نازل فرمائی گئی ف اور وہ قرآن مجید ہے اور حدیث بھی اسمیں اسوجہ سے شامل ہے کہ وہ بھی بوحی خفی نازل ہے پس ہم ایمان
لائے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف لائے سب حق ہے۔ وَمَآ اُنۡزِلَ اِلٰٓی اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ
وَالۡاَسۡبَاطِ۔ اور ساتھ ہی یقین لائے اس چیز پر بھی جو اتاری گئی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط کی جانب ف اسباط جمع سبط کا
جسکا اطلاق اکثر پوتوں پر ہوتا ہے اور یہاں اولاد یعقوب علیہ السلام کی نسل مراد ہیں جو خود حضرت ابراہیم و اسحٰق کے پوتے پروتے تھے …
لوگ اسباط کہلاتے ہیں شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے تھے شیخ ابن …
فرمایا کہ اسباط بارہ اولاد یعقوب ہیں اور ہر ایک کی اولاد میں ایک گروہ کثیر ہوا تو ہر گروہ کو سبط اور ان بارہ کو اسباط کہنے لگے مترجم کہتا ہے …
حضرت یعقوب کے ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے ہیں خلیلؒ نے کہا کہ بنی اسرائیل میں اسباط اسی طرح کہلاتے ہیں جیسے بنی اسمٰعیل میں قبائل عرب …
اسکے مانند امام بخاریؒ کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت میں ظاہر یہ ہے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی و صحائف نازل ہوئے اسی طرح …
و اسحٰق و یعقوب انکی اولاد اور پوتوں پر بھی نزول ہوا ہے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی نبیوں انبیاء کا ہونا محتمل ہے اور قول موسیٰ علیہ السلام بھی …
کہ اذ جعل فیکم انبیاء الآیۃ یعنی نعمت الٰہی یاد کرو کہ اسنے تم میں انبیاء کیے اور محتمل ہے کہ آئندہ کے لیے ہو اور سابق میں بارہ اولاد یعقوب ہوں …
کہ اسباط بنی اسرائیل کا ذکر کیا اور قبائل بنی اسمٰعیل کا ذکر نہیں کیا تو یہ دلیل ہے کہ حضرت اسمٰعیل کی جانب ہی کا نزول ہوا اور قبائل عرب میں کوئی نبی
نہیں گذرا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انمیں مبعوث فرمایا۔ بالجملہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان سب پر نازل کیا ہم
ایمان لائے اور انمیں سے خاص طور پر حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی تصریح فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وَمَآ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی وَعِیۡسٰی۔ اور ہم یقین لائے اس پر جو کچھ موسیٰ
و عیسیٰ کو دیا گیا۔ ف کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت دی گئی اور ساتھ میں جو کچھ دی گئی ہے پھر درمیان

مین داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی لیکن کہا گیا کہ زبور صرف حمد وثنا ہے جسکو داؤد علیہ السلام خوش الحانی سے ادا کرتے تھے اسیواسطے جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کو نماز تہجد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ جاکر سنا تو فرمایا کہ اسکو مزامیر آل داؤد سے ایک مزمار عطا ہوا ہے۔ اور احکام تو اُسوقت بھی برابر وہی واجب تھے جو توریت مین نازل ہوئے اور برابر توریت کا حکم مستمر رہا یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اسوقت انجیل نازل ہوئی جسمین بعض احکام توریت منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت محکم رہے اسیواسطے نصاریٰ توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہین اور جو احکام کہ توریت مین سے اُسوقت منسوخ ہوئے ازانجملہ حرمت شتر اور چربی و گوشت شتر وغیرہ ہے کہ یہ انجیل مین حلال کردیے گئے اور جہاد کا حکم منسوخ ہوگیا حالانکہ برابر دو ہزار برس تک بنی اسرائیل مین جاری رہا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سلیمان بن حبیبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو یہی حکم دیا کہ ہم توریت وانجیل کے حق ہونے پر ایمان لاوین اور یہ نہین حکم دیا کہ ہم انکے احکام پر عمل کرین مترجم کہتا ہے کہ جمیع اہل اسلام اسی پر متفق ہین کہ اللہ تعالیٰ نے جو توریت وانجیل نازل فرمائی تھی وہ بیشک کتاب الٰہی و برحق ہے ولیکن جو ترجمے کہ زبان اُردو یا فارسی وغیرہ مین اسوقت ہمکو دیے جاتے ہین ہم انکی تصدیق یا تکذیب کچھ نہین کرتے ہین کیونکہ جب یہود ونصاریٰ سے کتب الٰہی مین تحریف کرنا بدلائل قاطعہ ثبوت ہوچکا تو ہم نہین کہہ سکتے کہ کون حکم اصلی اور کون محرف ہے بلکہ اسوقت خود یہود ونصاریٰ کو بھی یہ تحقیق نہین معلوم ہے اور ہزارون الفاظ مین جو اختلاف معنوی موجود ہے اسکی نسبت وہ لوگ کہتے ہین کہ یہ پڑھنے والون کی غلطی ہے۔ ہم کہتے ہین کہ اچھا وہ پڑھنے والون ہی کی غلطی سہی لیکن آخر یہی نتیجہ نکلا کہ یہ امر نہین معلوم ہوسکتا کہ اصل کون لفظ اور کیا حکم ہے پس جب ایک قوم کے پاس ایسی کتاب ہو کہ جسمین یہ معلوم نہو سکے کہ اصلی حکم کیا ہے تو یہی شریعت کا ٹُنا کہلاتا ہے اور خود نصاریٰ منتظر ہین کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ایک روح مقدس آنے والا ہے تو دیدۂ انصاف سے دیکھیے اور جانیے کہ وہ یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع شریعت حقہ قرآن مجید ہین۔ بہرحال ہم ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوا تھا حق ہے۔ وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ اور ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ پیغمبرون کو اُنکے رب عزوجل کی طرف سے عطا ہوا ہے ف سب حق ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالیٰ کی سب کتابون اور سب رسولون کی تصدیق کرین۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ توریت وزبور وانجیل پر ایمان لاؤ لیکن قرآن مجید تم کو کافی ہو۔ (رواہ ابن ابی حاتم) خلاصہ یہ کہ بنظر اختلاف یہود ونصاریٰ کے حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بعضے انبیا علیہم السلام کو مفصل بیان فرمایا پھر جمیع انبیا علیہم السلام کو مجمل ذکر کیا تو ہم ان سب پر ایمان لاتے ہین۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ہم انمین سے کسی ایک مین بھی تفریق نہین کرتے ف اور کسی پیغمبر یا کتاب آسمانی کو نہین جھٹلاتے ہین۔ کیونکہ الوہیت خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس اسنے جمیع انبیا علیہم السلام کو کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ بھیجا اور احکام عملی مین البتہ اپنی حکمت ومشیت کے ساتھ ہر عہد مین اسکے موافق احکام دیے اور یہ اسکو ہر وقت اختیار ہے۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اور ہم سب تو اسی کے واسطے مخلص مطیع ہین ف وہ جو کچھ چاہے حکم فرماوے مثلاً شریعت توریت مین شراب حرام تھی پھر انجیل مین مباح کی گئی پھر شریعت اسلام مین بعد ہجرت مدینہ کے ایک مدت گذرے اسکو حرام کردیا۔ اس آیت ہی سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی عین شریعت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھی کہ ہر حال مین اللہ تعالیٰ کے حکم پر گردن جھکاتا اور جمیع انبیاء وکتب پر ایمان لاتا اور ہم اسی شریعت پر ہین اور یہی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا برخلاف مشرکین عرب کے کہ اُنھون نے صریح بت پرستی کی اور نبوت سے انکار کیا اور برخلاف یہودیون کے کہ اُنھون نے باوجود تحریف توریت وشرک وغیرہ کے صریح فضیحت یہ کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت

ابراہیم

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل و فرقان سے کفر کیا اور برخلاف نصرانیون کے کہ باوجود شرک تثلیث و بہتان صریح و تحریف کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا بلکہ یہودی و نصرانی نصاری نے باہم ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کی تو یہ سب ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہین اور الحمد للہ کہ ہم لوگون کو جسطرح اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالے الوہیت والا وحدہ لاشریک لہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے بندے و رسول ہین جو کچھ انپر نازل کیا گیا قرآن و وحی خفی سب حق ہوا و جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق علیہم السلام و جمیع انبیاے بنی اسرائیل و جمیع انبیا حضرت آدم سے لیکر آخر تک خواہ ہمکو انکا نام معلوم ہو یا نہ معلوم ہو سب حق ہین اور جو کچھ عیسی پر اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہو سب حق ہے ہم کسی مین تفرقہ نہین کرتے کہ بعض پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین یا قرآن مجید کے بعض حکم کو مانین اور بعض سے انکار کرین جیسے یہود و نصاری نے کیا ہے بلکہ ہم بغیر تفرقہ کے سب پر ایمان لاتے ہین اور ہم اللہ تعالی ہی کے واسطے دین کو خالص کرنے والے ہین اللہ تعالی نے اہل ایمان کو ارشاد فرمایا کہ ان یہود و نصاری کو جو باہم تکفیر کرتے ہین یہی بتاؤ اور کہو کہ اگر تم [illegible]

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ

پھر اگر وہ لوگ یقین لاوے اسی پر جسپر تم یقین لائے ہو تو بیشک راہ راست پر آگئے اور اگر انھون نے منہ موڑا تو انکے سوا کچھ نہین کہ وہ کھوٹ مین پڑے ہین سو عنقریب ہی تیری طرف سے

اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝

اللہ تعالی انکو کفایت کریگا اور وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور وہ کون ہے جو اللہ تعالی سے بہتر ہو رنگ مین اور ہم تو اسی کے لیے عبادت کرنیوالے ہین

یہ خطاب بھی مومنون کو عطا ہوا اور اسمین انکی تقویت و فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و معجزہ اخبار غیب ہے پس فرمایا۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۔ پھر اگر انھون نے بیشک اسی کو یقین کیا جو تمنے یقین کیا ہے تو راہ پا گئے یعنی اگر یہود و نصاری جو باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین اور راہ حق سے یعنی راہ مستقیم سے دائین بائین پھوٹ نکلے ہین یا اگلی اسی طرح مانین جیسے تمنے یقین کیا ہے تو راہ راست پر آگئے اور ایک راہ اختیار کی۔ حاصل یہ کہ اگر یہود و نصاری نے اللہ تعالی کے سب رسولون و سب کتابون کا اقرار کیا تو راہ راست پائی وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۔ اور اگر انھون نے منہ موڑا تو وہ لوگ شقاق ہی مین پڑے ہین ف یعنی راہ مستقیم سے ایک شق اختیار کی ہے جو دوسری جانب ہے [illegible] معراج مین ایک روایت مین مذکور ہے کہ جب آپ روانہ ہوے تو راہ راست کے دائین [illegible] ایک شخص نے دو مرتبہ پکارا کہ [illegible] ادھر بھی اسطرف ہی جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلیں اور اسکو کچھ جواب نہ دین پھر [illegible] بائین شق مین ایک شخص نے آواز دی کہ ادھر [illegible] دوسری طرف راہ ہے جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلیں اور کسیکو جواب نہ دین پھر [illegible] ایک عورت [illegible] نظر پڑی اور آپنے متوجہ کرنا چاہا تو جبرئیل نے فرمایا کہ چلے چلیے اور اسکی طرف التفات نہ فرمایئے پھر جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ وہ راہ سے دائین شق والا تو یہودی تھا کہ اپنی طرف بلاتا تھا اور بائین طرف والا نصرانی ہے اور یہ عورت دنیا ہے۔ رواہ الطبرانی مرسلا من طریق محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیحین کی بعض احادیث مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط مستقیم کے دائین بائین خطوط کھینچکر فرمایا کہ مستقیم تو راہ حق ہے اور [illegible] الخ۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ شقاق یعنی فراق مین پڑے ہین۔ ابن عباس و عطاء نے کہا کہ شقاق یعنی خلاف و منازعت مین۔ معالم مین کہا کہ آمنوا بمثل ما آمنتم مین کلمہ مثل زائد ہے اور معنے یہہین کہ۔ فان آمنوا بما آمنتم بہ یعنی جس چیز کے ساتھ تم ایمان لائے ہو اگر اسی چیز کے ساتھ یہ لوگ ایمان لاوین تو راہ راست پا وین معالم و تبیان مین کہا کہ یہی قرات ابن عباس ہے اور کہا [illegible] قرات ابن مسعود ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مومنین کا اعتقاد دین اسلام ہے اور [illegible]



اسلام کے کہاں پاوینگے بلکہ بعینہ اسلام پر اعتقاد کریں۔ کشاف و بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مثل کو بغیر با کے بھی حجت تعجیز قرار دیا یعنی اس سے ان لوگوں کو عاجز ٹھہرانا منظور ہوا اور حجت کی تقریر یہ ہے کہ تمام انبیاء سابقین و انکی متون متواتر چلا آتا ہے کہ انہیں نے توحید ہی اتارا کہ لوگ اللہ عزوجل کے ساتھ ایمان لاویں مع اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالیٰ کے سب رسول خواہ سابق ہوں یا لاحق ہوں اور سب کتابیں و احکام کل حق ہیں اور یہ سب بتواتر ثابت ہوا تو یہی حق اور یہی ملت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و اسباط و موسیٰ و عیسیٰ ہے پس اہل اسلام قطعاً اسی ملت میں ہیں پس اگر لوگ اگر اسکے مثل لاویں تو البتہ ہدایت پر ہوں حالانکہ یہ امر معلوم ہے کہ اسکا مثل نہ اور ہے بلکہ خود یہی ایک صراط المستقیم ہے تو یہ لوگ مثل کہاں سے لاوینگے پس جبھی حق پر ہونگے کہ بعینہ اسلام لاویں اور اپنے دعوے و انکار سے توبہ کریں۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یہ حجت جمیع فرقہائے گمراہ پر ہے خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا عرب کے بت پرست ہوں جو اپنے آپ کو ملت ابراہیم و اسمٰعیل پر سمجھتے تھے۔ فان تولوا فانما ہم فی شقاق۔ یعنی پھر اگر بعد اس حجت واضح کے بھی اسلام سے منہ موڑیں تو یہ لوگ راہ حق سے چھوٹ کر مخالفت میں پڑے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی کہ ان مخالفوں کی کچھ پروا مت کیجیو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات پر قاہر ہے اور انکا فی الحال چھوڑ دینا کچھ اس وجہ سے نہیں کہ معاذ اللہ یہ لوگ قبضہ قدرت سے باہر ہیں بلکہ ارادہ الٰہی انکے حق میں یونہی متعلق ہے کما قال تعالیٰ۔ انما یرید اللہ ان یعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا وتزہق انفسہم وہم کافرون یعنی اللہ تعالیٰ کی ارادت کاملہ متعلق ہے کہ ان لوگوں کو اس دنیاوی زندگی میں بھی بوجہ مال و اولاد دنیاوی کے عذاب میں ڈالے اور یہی کفر کی حالت میں انکی جانیں نکل بھی جاویں۔ پس تو اپنے وقت تک جب تک انکو چھوڑیگا پھر آخر اپنے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق کو سب پر غالب فرماویگا انشاء اللہ فرمایا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ پس عنقریب اللہ تعالیٰ تیری طرف سے انکو کفایت فرماویگا اور وہی خوب سننے جاننے والا ہے۔ ف یعنی عنقریب تجھکو انپر فتح و نصرت کے ساتھ غالب فرماویگا چنانچہ یہی ہوا کہ ہجرت کے تیسرے سال میں آپ نے یہود کے فرقہ بنی نضیر کو ملک شام کی جانب نکالدیا اور آخر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وہاں بھی انپر خواری کا جزیہ باندھا گیا اور ہجرت کے پانچویں سال غزوہ احزاب سے فراغت کے بعد آپ نے فوراً کمر نہیں کھولی تھی کہ آپکو بنی قریظہ پر جہاد کا حکم ہوا حتی کہ یہ مغرور لوگ مجبور ہو کر خوف کے مارے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر اترے اور سعد رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ جوان مرد اور لڑکے سب قتل کیے جاویں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ اے سعد تمنے حکم الٰہی عزوجل کے موافق پایا۔ اور نصاریٰ نجران سب مطیع ہوئے چنانچہ سورۂ آل عمران میں انکا عجیب واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا اسی میں آنحضرت صلعم کے واسطے معجزہ واضح ہے جیسے سورۂ آل عمران کی آیت میں قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم الآیہ۔ میں بھی صاف معجزہ ہے جبکہ ان بدبخت احمق یہودیوں نے کہا تھا کہ اے محمد آپ نے قریش کے چند اوباش کو جو فن جنگ سے واقف نہیں ہیں مغلوب کیا تو یہ کچھ نہیں ہے کیونکہ کبھی ہمارا مقابلہ ہو تو معلوم ہو کہ مرد ہم ہیں لوگ ہیں پس آپ کو حکم ہوا کہ ان لوگوں کو کہدیجیے کہ اے کافرو عنقریب تم لوگ مغلوب ہوکر جہنم کو حشر کیے جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض خیر خواہی ان لوگوں کے حق میں دین و دنیا کی بہتری چاہی اور خود دنیا محض ہیچ ہے تو دائمی حیات و نعیم جنت میں پہنچانے کی کوشش بلیغ فرمائی حالانکہ اسکے جواب میں ان بدکاروں کی طرف سے بدگوئی و عداوت کا عوض تھا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت پاک سمیع علیم سے تسکین فرمائی۔ اور یہ ہر عادل نیکوکار کے واسطے مقام تسکین و مسرت ہے کہ حق عزوجل اسکے افعال و اقوال کا سمیع علیم ہے تو رحمت سے محروم نہیں۔ اور اسکے مخالفین کے اقوال و افعال کا سمیع علیم ہے تو وہ لوگ بالضرور اپنی سزا کو پہنچینگے اور یہاں ایک نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہود و نصاریٰ دونوں پر فتح و نصرت و غلبہ اسلام کی بشارت دی حالانکہ نصرانیوں پر علیحدہ حضرت ابوبکر و عمر کے زمان

رضی اللہ عنہم کی خلافت میں پورا ہو گیا تو ان المامون کے غلبہ کو بھی آپکا غلبہ قرار دیا اسیواسطے حضرت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم
کی خلافت بالاجماع خلافت نبوت ہے نہ خلافت سلطنت - اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلامی غیوں تک تک کا حکم تسلیم ہو گیا (تنبیہ)
روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور تلاش کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم پہونچے اور پہلے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ ایک سے پہنچے سے داخل ہوئے انکے میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص پہلے آوے اسکو جنت کی بشارت دے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اجازت دے اور اسکو جنت کی بشارت دے پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا
کہ اجازت دے اور جنت کی بشارت دے پھر عثمان آئے تو فرمایا کہ اجازت دے اور ایک بلوی پہونچیگا کہ اسپر جنت کی بشارت دے الحدیث
(الصحیح وغیرہ) اور وقت وفات شریف کے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر خفیہ فرمایا اور عثمان کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا کما فی الصحیح وغیرہ - یہ سب اس طرح کا
اشارہ ہے جو باغیوں نے آپکے زمانہ خلافت میں اٹھایا تھا حتی کہ آپ شہید ہوئے اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپنے حضرت عثمان کو ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے
کبھی قمیص خلافت پہنائے اور لوگ چاہیں کہ تو اسکو اتار دے تو ہرگز اسکو نہ اتاریو (ابن ماجہ وغیرہ) حضرت عثمان نے محاصرہ کے دنوں میں اسقدر اظہار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا کہ میں اسپر صابر ہوں (بعض الصحاح) اور روایت ہے کہ جب باغی مجمع ہو کر شہید کرنے لگے تو اول باغیوں پر حجت قائم کی اور انسے قسم لی کہ تم
جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فلاں و فلاں و فلاں بشارات جنت دی ہیں - باغیوں نے ہر ایک پر اقرار کیا کہ اللہم نعم یعنی ہاں بشارت دی اللہ گواہ ہے
پھر یاد دلایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مع حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے [illegible] پر تھا کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی تو آپ نے اسکو ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر تجھ پر نبی
و صدیق اور دو شہید ہیں تو پہاڑ ٹھہر گیا - باغیوں نے کہا کہ ہاں واللہ ٹھیک ہے پس آپنے باواز بلند تکبیر کہی اور فرمایا اللہ اکبر واللہ یہ لوگ مجھے گواہی دیتے ہیں کہ میں
شہید ہوں (الصحیح وغیرہ) پھر [illegible] عشاء کے [illegible] خواب سے بیدار ہو کر لوگوں سے کہا کہ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے حضور میں کی بشارت دے گئے
(باسناد صحیح) حتی کہ آخر رات شہید ہوئے تو اسوقت مصحف مجید آپکی گود میں تھا حتی کہ قطرہ خون ٹپکا کہ قولہ تعالیٰ فسیکفیکہم اللہ الآیہ پر گرا [illegible]
چنانچہ اہل بغاوت پر انواع محنت کے پیدا ہو گئے باوجودیکہ بظاہری فساد [illegible] لیکن اہل بغاوت نے جب حضرت سیدنا علی
رضی اللہ عنہ کی اطاعت کر لی تو اسکی شرکت پر اسے مواخذہ میں لیا جاتا ہے - ابن ابی حاتم نے کہا کہ مجھ سے یونس بن عبدالاعلیٰ نے خبر دی کہ ہم کو ابن
وہب نے خبر دی کہ [illegible] زیاد بن یونس نے فرمایا کہ نافع بن ابی نعیم نے بیان فرمایا کہ [illegible] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مصحف [illegible]
انکی جلد وغیرہ درست کر دوں - زیاد نے کہا کہ میں نے نافع سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو مصحف انکی
گود میں تھا حتی کہ فسیکفیکہم اللہ الآیہ پر انکا خون ٹپک پڑا - تو نافع نے فرمایا کہ واللہ میری ان دونوں آنکھوں نے اس آیت پر یہ خون مبارک دیکھا ہے
پورا نشان [illegible] تھا مترجم کہتا ہے کہ حاصل تفسیر یہ ہوا کہ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے یکرنگ توحید کا حکم دیکر ارشاد کیا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ یا تو یہی رنگ
اختیار کرینگے یا اللہ تعالیٰ تمکو کفایت فرماویگا - نصرانیوں نے اصطباغ شرک بدل [illegible] کہ جب کوئی نصرانی ہوتا تو [illegible]
میں داخل ہوتا وہ لوگ اسکو اپنے رنگ میں اصطباغ دیتے تھے لیکن ہر ایک شرک بے اصل ہے لہٰذا مومنوں کو موافق حکم الٰہی عزوجل کے [illegible] شرک
سے بالکل جدائی کر لی چنانچہ فرمایا - صِبْغَةَ اللّٰهِ - یعنی صبغنا اللہ صبغۃ - اللہ تعالیٰ نے ہمکو رنگ دیا یعنی رنگ توحید [illegible] قولہ آمنا باللہ
کا مضمون ہے اور قولوا - کے تحت میں داخل ہے اسیواسطے حذف فعل واجب ہے کیونکہ ایمان توحید کا یہی حاصل ہے کہ [illegible]
سوا کچھ داغ شرک نہو - اور حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ کہدو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو رنگ توحید الٰہی سے یکرنگ کر دیا - وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
صِبْغَةً اور اللہ تعالیٰ سے بہتر کون اصطباغ دینے والا ہے یعنی کوئی نہیں پس نصرانیت یا یہودیت کا اصطباغ باطل [illegible]

لَهٗ عٰبِدُوْنَ - اور ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں ف کسی کو اسکے ساتھ شریک نہیں لاتے بخلاف مشرکین
یہود و نصاریٰ و عرب کے - یہ بھی - قولوا - کے تحت میں داخل و مربوط ہے یعنے کہو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے مخلص موحد ہیں -
پس صبغۃ اللہ منصوب بربناء مفعول مطلق ہے کہ وہ جملۂ آمنا باللہ - کا حاصل ہے اور یہی قول امام سیبویہ کا ہے اور اسی کو زمخشری نے کشاف
میں اختیار کیا اور اسکی خوبی خود ظاہر ہے لہٰذا دیگر اقوال کو مترجم نے ترک کر دیا اور امام ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن عباس و مجاہد نے کہا کہ صبغۃ اللہ
سے مراد فطرت الٰہی ہے یعنے دین توحید فطری کہ وہ یکرنگ صاف بدون داغ ہے - اور ایسے مانند - ابوالعالیہ و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن و قتادہ و ضحاک
و عطیہ و ربیع و سدی وغیرہم سے مروی ہے - ھ - اور یہ تشبیہ لطیف ہے کہ جیسے کپڑے پر رنگ ہوتا ہے اسیطرح ہر ملت والے پر اسکے دین کا
رنگ ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ گویا اسکا قولہ تعالیٰ - لباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ الآیۃ - یعنے لباس تقویٰ ہی بہتر ہے اور
وہ آیات الٰہی سے ہے - ھ - مترجم کہتا ہے کہ اسیوجہ سے لباس تقویٰ ہر کافر و فاسق کو نظر نہیں آتا جو آیات الٰہی سے اندھے ہوتے ہیں
مومن صادق کی پیشانی کا نور ایک چھپا رہتا ہے بیش وی شعور، یہ نور بعد موت کے عموماً ظہور کریگا جسکے آگے چاند سورج کی روشنی بے حقیقت
اور حدیث میں لباس تقویٰ کی توضیح آئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ لباس التقوی کی تفسیر میں احادیث و آثار کا ذکر آویگا - اور واضح ہو کہ طفیل
بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ ذی النور کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی اسپر اسکا نور ظاہر کر دے تو انکی پیشانی سے مانگ تک ظاہر ہو گیا
کہ اندھیری رات میں انکو کسی چاندنی کی ضرورت نہ تھی لیکن طفیل رضی اللہ عنہ نے جو صادق الایمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید لوگ داغ کا شبہ کریں تو آپ نے
چابک میں اشارہ کیا تو وہ دونوں گیسو و منور تھا اسیواسطے ذی النور لقب ہو گیا معالم میں ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ نصاریٰ میں جب لڑکا
پیدا ہو کر سات روز کا ہوتا ہے تو شریعت توریت کی عقیقہ و ختنہ کے بجائے اسکو زرد رنگ میں جسکو آب معمودیہ کہتے ہیں غوطہ دیکر رنگتے ہیں کہ اب نصرانی
ہو گیا پس اللہ عزوجل نے رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگا ہوا مقبول نہیں بلکہ مقبول وہ ہے جو دین الٰہی عزوجل سے منور ہوا اور وہ اسلام ہے - ھ -
حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تعلیم دیا کہ تم ان خیالی دعوے والوں سے کہو کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ سے رنگا جو مثل تمہارے رنگنے کے نہیں ہے
اور وہ طہارت اسلام سے پیدا رنگ ہے جیسے حضرت نوح و ہود و ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب وغیرہ انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں ابن ابی حاتم و ابن مردویہ
نے اپنی تفسیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپکا
پروردگار رنگ دیتا ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ تم ایسے کلمات سے ڈرو پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تو کہدے کہ ہاں میرا رب عزوجل رنگتا ہے
سرخ و سفید و سیاہ و دیگر رنگ سب میری طرف سے رنگنے سے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قولہ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ الآیۃ نازل فرمائی شیخ ابن کثیر رح
نے کہا کہ ابن مردویہ نے اسکو مرفوع حدیث روایت کیا لیکن ابن ابی حاتم کی روایت میں ابن عباس کا قول ہے اور یہی اشبہ ہے بشرطیکہ اسناد صحیح
ہو مترجم کہتا ہے کہ گویا اشارہ ہے کہ اسناد میں تردد ہے بعض علماء نے کہا کہ معمودیہ کی تردید تو فقط نصاریٰ سے متعلق ہوگی حالانکہ یہ کلام تو
یہود بلکہ مشرکین عرب کی بھی تردید ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہو سکتے ہیں اول یہ کہ تردید کا ہر جملہ ضرور نہیں کہ دونوں سے متعلق ہو -
دوم صبغۃ اللہ سے درحقیقت رنگ مراد نہیں بلکہ مقصود تشبیہ ہے یعنے تم لوگ تو اپنے رنگ میں ہو جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسولوں کے مخالف ہے
حتیٰ کہ تم میں سے نصاریٰ انہوں نے معمودیہ کو سچی نصرانیت ہونیکی رسم نکالی ہے اور ہم لوگ اپنے اللہ تعالیٰ کے رنگ سے موحد خالص مطیع ہیں
یہ بطور تشبیہ ہے اور اس استعارہ کی تقریر مفتاح و شرح مطول میں مفصل مذکور ہے پس ہم لوگ اس فطرت پر ہیں جس پر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں
اور تم اپنے خیالی رنگ پر مشرک ہو لہٰذا آئندہ آیت میں انکے اس خیال کی تردید فرمائی کہ تم اپنے خیال میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب

واسباط کو اپنے رنگ یہودیت یا نصرانیت پر کہتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم جھوٹے ہو بلکہ ہر شخص پر ظاہر ہے کیونکہ یہودیت تو بعد توریت کے اور نصرانیت بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہوئی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ بہت مقدم گذرے ہیں (تنبیہ) کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب رنگوں کا حقیقی خالق ہے لیکن بالاجماع اسپر رنگریز کا اطلاق کرنا روا نہیں ہے اسوجہ سے کہ بول چال میں یہ لفظ یک حقارت کے معنے میں پیشۂ رذیل ہو گیا ہے ف۲ شیخ الصوفیہ محقق محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا کہ وہ ایمان فرعون کے قائل ہیں حالانکہ درحقیقت یہ غلط فہمی ہے انھوں نے ایمان نافع میں کلام نہیں کیا جیسے کوئی کہے کہ تمام کفار قیامت میں یا موت کے وقت ایمان لاتے ہیں جب روح نکل جاتی ہے تو یہ صحیح ہے حالانکہ وہ ایمان نافع نہیں ہے۔ بالجملہ اس گفتگو کو چھوڑ کر میں اس شیخ کے کلام کو اس مقام پر بلخص نقل کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ صبغۃ اللہ کے معنے یہ ہیں کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے اپنے رنگ سے رنگ دیا۔ بات یہ ہے کہ ہر اعتقاد و مذہب والے کا باطن اسکے اعتقاد و مذہب کے موافق رنگین ہوتا ہے جیسے طریقۂ اجتہاد والے کا مقلد اپنے امام کے رنگ پر رنگین ہو گا اور جیسے فلاسفہ اپنے اوہام سے مصبوغ ہیں جنکو عقل سمجھتے ہیں۔ غرضکہ ہر فرقہ اپنے رنگ اعتقاد پر ہے اور موحدین خاصۃ اللہ تعالیٰ ہی کے رنگ سے مشہور ہیں جس سے خوبتر رنگ نہیں ہے یعنے درحقیقت یہی رنگ مقبول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ فرش علیہم من نورہ فمن اصاب من ذلک النور اھتدی ومن اخطاہ ضل۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے خلق کو اسکی تاریکی میں پیدا فرمایا پھر اپنے نور سے چھڑکا تو جس خلق کو اس نور سے کچھ پہونچا اُسنے راہ پائی اور جو کوئی چوک گیا وہ گمراہ ہوا رواہ احمد والترمذی (المشکوۃ وغیرہ مترجم) پس یہی نور یہاں مراد ہے جسکو رنگ فرمایا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہانتک شیخ ابن العربی رحمہ اللہ کا کلام تمام ہوا۔ و شیخ رکن الدین رحمہ اللہ نے عرائس میں اس سے نور صفات کا اشارہ لیا ہے اگرچہ یہی حاصل کلام شیخ ابن العربی رحمہ اللہ بھی ہے۔ چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے عرائس میں کہا کہ یہ رنگ صفت خاصہ ہے جسپر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حدیث میں ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ مترجم پس یہی لباس صورت خاصہ ہے جو رنگ فطرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اکابر مشائخ کے نزدیک خلقت انسانیہ جامع مظاہر صفات ہے حتیٰ کہ صفات رحمت و غضب دونوں ہیں پس جسنے موافق فرمان الٰہی عزوجل کے دونوں میں عمل رکھا وہ صراط مستقیم میں برنگ الٰہی عزوجل ہے اور جسنے مظہر غضب کو خالص کر لیا خواہ عمدا سرکشی سے جیسے یہود میں غضب پر غضب ہے یا جہالت سے ہو جیسے نصاریٰ میں ضلالت ہے تو یہ راہ مستقیم سے خارج ہو کر گمراہ ہیں۔ اور اپنے رنگ نفس سے رنگے ہیں واضح ہو کہ حدیث خلق آدم جو صحیحین میں واقع ہے ائمہ علماء اسکی تاویل میں مرجع ضمیر جانب آدم ٹھہراتے ہیں یعنے اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا۔ یعنے ایسی صورت پر پیدا کیا جو آخر آدم کی صورت ہوئی اور مشائخ اسمیں صفت خاصہ کے معنے لیتے ہیں یعنے صورت ایک صفت خاصہ ہے جسکا رنگ ظاہر ہیں یہ صورت یعنے شکل ہے اور وجہ یہ کہ آدم علیہ السلام کیواسطے کوئی صورت سابق نہیں تھی کہ جس صورت پر پیدا کیا ہو یعنے مشائخ والائمہ علماء دونوں متفق ہیں کہ یہ صورت جو یعنے تصویر و شکل ہے اس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے کیونکہ اسکی شبیہ و مثال محال ہے پس جیسے خلقت بیدی آیا ہے۔ یا قولہ ہو السمیع البصیر۔ یا قولہ ید اللہ فوق ایدیہم آلآیہ وغیرہ میں۔ ید و سمیع و بصر سے یہ اعضاء جسمی مراد نہیں بلکہ متاخرین علماء تاویل بصیغہ کرتے ہیں اور متقدمین و سلف صالحین رضی اللہ عنہم یہاں صفات حق عزوجل مراد لیتے ہیں اسیطرح صورت کا اطلاق ایک صفت خاصہ پر ہے اور علماء نے اسکے واسطے وہ روایت صحیحین بحدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے مار پیٹ کرے تو اسکے چہرہ کو بچتا رہے یعنے اسکے بگاڑنے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو علی صورتہ پیدا فرمایا ہے (رواہ مسلم) یہاں ظاہر ہے کہ اگر ضمیر راجع بجانب آدم ہو تو یہی شکل مراد ہو تو تعلیل غیر مفید ہوئی جاتی ہے اور جو تاویلیں بیان کی گئی ہیں غایت تکلف ہیں اسیواسطے اکثر علماء نے اسکو احادیث صفات متشابہ میں داخل کیا ہے اور یہ خوب

مؤید کلام مشائخ ہے۔ بلکہ مشائخ تو خود ہی اسکو متشابہات مین داخل کرتے ہین۔ اور امام احمد وغیرہ کی روایت مین آیا کہ۔ ان اللہ خلق آدم طولہ ستون ذراعا فی سبعۃ اذرع عرضا۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اس صفت سے کہ آدم کا طول ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا۔ ھ اسکو بیان سابق سے منافات نہین ہے کیونکہ یہ بھی ظہور صفت کا بیان ہے۔ بالجملہ مشائخ وائمۂ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ مین درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے کیونکہ مشائخ بھی ہرگز نہین کہتے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے واسطے صورت بمعنی شکل وہیأت ہے بلکہ صفت خاص ہے جسکا ظہور ان مخلوقات مین بطریق صورت ہے اور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ بھی صفات الٰہیہ سے انکار نہین کرتے ہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حدیث کے یہ معنے، کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا، بلا خلاف معنے صحیح ہین لیکن مشائخ رح نے اسمین معنے دقیق کا اشارہ کیا جسکا ظہور اس مظہر آدم مین بشکل وصورت ہوا ہے اور یہان سے معلوم ہوا کہ حق عزوجل نے امت محمدی کے علماء کو کس شان کے ساتھ سداد وصواب پر مستقیم فرمایا ہے کہ حفظ شریعت کے ساتھ معنی حقیقت جمع ہین اور آگے نظیر عالم آخرت مین جنت کی نعمتین ہین کہ باغ وحور وقصور واکل وشرب کی نعمتون کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین الآیۃ یعنے کسی نفس کو نہین معلوم جو اسکے لیے اسکی آنکھون کی ٹھنڈک سے مخفی رکھی گئی ہے۔ ھ اور حدیث مین آیا کہ ''ان نعمتون کو نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر خطور ہوا'' اور دونون صحیح ہین۔ اسی طرح یہان بھی دونون معنے صحیح۔ بالجملہ مشائخ رح نے اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ کا ظہور آدم کے ظاہر مین بروجہ صورت فرمایا۔ اور باطن مین رنگ تجلی ہے جسکے ظہور پر ملائکہ کے لیے سجدہ کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ تجلیات صوری سے کوئی انکار نہین کر سکتا لیکن عوام کو بہت احتیاط سے ہوش بجا رکھنا واجب ہے یعنے تجلی صوری کو بمعنی شکل نہ سمجھین بلکہ ظہور تجلی بلحاظ اُس صفت خاصہ کے جسکا نام صورت ہے اور جسکا مظہر آدم مین بطریق شکل ہے اور دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب عزوجل کو نہایت خوب صورت مین دیکھا'' تمام حدیث جامع ترمذی مین ہے وقال حدیث حسن وفی نسخۃ صحیح۔ اور ابن الجوزی رح نے مسند احمد سے نقل کرکے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے کما فی العلل المتناہیۃ۔ یہ خواب مین دیکھا تھا اور خواب انبیاء علیہم السلام تحقیق عین الوحی ہے پس معنے یہ ہے کہ اس صفت صورت کی تجلی مین دیکھا۔ اور اسی طرح احوال قیامت کے متعلق حدیث مین ہے کہ حکم ہوگا کہ ہر امت اپنے پیشوا کے پیچھے روانہ ہو۔ حتی کہ سب چلے جاوینگے سوائے مؤمنین کے تو اللہ تعالیٰ انپر تجلی فرماویگا اور کہیگا کہ تم لوگ کیون نہین اتباع کرتے جیسے لوگون نے کیا۔ مؤمنین کہینگے کہ ہمین ہمارا تو یہی مقام ہے یہانتک کہ ہمارا رب عزوجل آوے پھر انپر دوبارہ تجلی فرماویگا اور بعد سوال وجواب کے فرماویگا کہ اچھا مین تمہارا رب ہون۔ مؤمنین اس تجلی کو نہین پہچانینگے تو کہینگے کہ معاذ اللہ ہم تو اپنے رب عزوجل کے منتظر ہین۔ پھر انپر معروف تجلی فرماویگا تو مؤمنین سجدہ مین گر پڑینگے۔ ھ جیسا کہ قولہ تعالیٰ یوم یکشف عن ساق الآیۃ۔ وغیرہ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ حدیث مذکور با ترجمہ نقل ہوگا۔ پس اہل السنۃ جو اہل الحق اہل المعارف ہین سب اسرار تجلیات پر متفق ہین پس جیسے حضرت باری تعالیٰ کی صفت قدس وکمال کا نام صورت ہے تو اسی صفت قدس کا مظہر آدم مین ظاہر وباطن ہے پس ظاہر تو یہ شکل ہے اور اسمین مؤمن وکافر سب مشترک ہین اور باطن وہ رنگ فطرت ونورانی لباس ہے جو قلب پر خلعت ہے لیکن مطلع ظہور یہ مظہر صورت ظاہری نہین بلکہ باطنی ہے اسیواسطے حدیث مین آیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکلون ومالون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون واعمالون کو دیکھتا ہے۔ ھ صحیح مسلم وغیرہ۔ شیخ رح نے کہا کہ یہ دونون صفتین جنکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آدم ع کو اختصاص دیا تھا انکی اولاد مین میراث دیا چنانچہ اسکو انبیاء واولیاء علیہم السلام نے پایا۔ مترجم کہتا ہے کہ مؤمنین کامل اولیاء ہین اور صرف انھین کی خصوصیت اسوجہ سے ہوئی کہ میراث آدم تو انھین کو ملیگی جو آدم ع کی ذریات ہون کیا نہین دیکھتے ہو کہ میراث مین دینی اتحاد شرط ہے حتی کہ کافر کی میراث بھی اسکے مؤمن اولاد نہین پاتے ہین چنانچہ ابوطالب کے چار بیٹے تھے طالب وعقیل وعلی وجعفر۔ اور جسوقت ابوطالب کا انتقال کیا تو جعفر وعلی رضی اللہ عنہما مؤمن تھے لہذا طالب وعقیل نے ابوطالب کی میراث پائی اور حضرت علی وجعفر نے کچھ نہین پایا اگرچہ بعد برکت کے عقیل بھی مسلمان ہوگئے جیسا

معلوم ہوا تو آدم علیہ السلام کی اولاد میں جو لوگ کافر و مشرک و یہود و نصاریٰ ہو کر توحید سے خارج ہوئے تو آدم علیہ السلام سے
منقطع و میراث سے محروم ہو کر اپنے پیشوا ابلیس کے اتباع میں داخل ہوئے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نوح علیہ السلام کا پسر کافر ہو کر نکالا گیا حالانکہ
نوح علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب وہ میرا بیٹا ہے تو حکم ہوا کہ انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح یعنی وہ تیری آل میں سے نہیں کیونکہ مشرک
بدکار ہے۔ اسی طرح کفار جب ذریات آدم سے خارج ہوئے تو اس میراث سے محروم ہو گئے اور فقط انبیا علیہم السلام و مومنین رحمہم اللہ تعالیٰ نے
حسب حصہ اس میراث کو پایا اور جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم خود حق تعالیٰ نے اپنے حکم پر رکھی ہے کہ قرآن میں حکم نازل کر دیا اسی طرح اس ترکہ باطنی
میں خاص اپنا اختیار رکھا حتی کہ عالم کو قدرت نہیں کہ اپنی اولاد کو عالم کرے اور ولی کو قدرت نہیں کہ اپنی اولاد کو ولی کر دے بلکہ اکثر اوقات
دوسروں کو خلافت نصیب ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات ولی کی اولاد جاہل بدکار ہو جاتی ہے اور کافر فاجر کے نطفہ سے پیغمبر جیسے ابراہیم خلیل اللہ پیدا ہوتا ہے
اور شان حق عزوجل ہے یہاں کسی مخلوق کی مجال نہیں ہے کہ دم مارے شیخ نے کہا کہ یہ بات اس طرح ہے کہ حق عزوجل نے ازل ہی میں ارواح کو پیدا فرما کر اپنی تجلیات
میں سے جلال و جمال سے مشرف فرمایا اور یہ عطاء نور اپنی مشیت کے موافق بروجہ استعداد ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر جسکو نور نہیں ملا وہ یہاں گمراہ ہوا چنانچہ حدیث شریف
ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ فالقی علیہم من نورہ الحدیث (رواہ احمد والترمذی) میں بیان ہو چکا اور عجائب قدرت سے بغور دیکھو کہ باوجود مشابہت
شکل کے باطن میں باہم آسمان و زمین کا تفاوت ہے بلکہ غور کرو کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون ملعون میں مباینت ہے۔ اسیواسطے اہل الحق نے کہ رحمہم اللہ
کی کہ یہ شکل جسمانی و اسکے متعلق احکام کا کچھ اعتبار نہیں ہے حالانکہ ایک جماعت نے اسمیں دھوکا کھایا اور فرقہ رافضیہ کو برباد کیا شیخ نے کہا کہ یہی الباس
نور ہے خصائص علوم و معارف کا اظہور ہے اور یہی بندگان مخلصین رنگ توحید و فردانیت میں رداء کبریائی کے تحت میں مستور ہیں کہ کسی غیر ایما اوصیت کا نام
ونشان کبھی ثابت نہیں کرتے اور حق عزوجل ہی کی وجہ ذوالجلال میں فانی اور اسی کے کمال میں ساکن و خوشوقت ہیں تو ان پر رنگ صفات ظاہری
اور رنگ ذات باطنی سے خلعت فطرت و توحید ہے مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ نکلا کہ ارواح اہل سعادت کو بحکم قولہ تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم۔ ازل ہی
میں نور صفات سے منور فرمایا اور یہی رنگ حقیقت انکی اس دار دنیا میں ظاہر ہوا جیسے اہل شقاوت اس سے محروم ہو کر یہاں ہر ایک اپنے
خیالی رنگ سے رنگ برنگ ہیں اور اہل سعادت میں ظہور بشہود اتباع اسلام ہے گویا یہی رنگ ہے ہمارے شیخ صاحب نے کہا کہ جس شخص کا باطن رنگ
اخلاص و توحید سے آراستہ ہوتا ہے اسکا ظاہر پابندی شریعت و اتباع سنت سے مجاہدات سے آراستہ ہوتا ہے بخلاف مشرکین یہود و نصاریٰ کے کہ انکا ادعاء باطل ہے انکا دعویٰ دروغ ہے

۱۴۰ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ

کہہ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑتے ہو شان الٰہی میں حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم تو اسی کے لیے خالص ہیں

أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ قُلْ أَأَنْتُمْ

یا تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور اسباط یہ سب یہود یا نصاریٰ تھے تو کہہ کیا تم زیادہ

أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ ۗ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ اور اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جس نے وہ گواہی چھپائی جو اسکے پاس اللہ تعالیٰ کیطرف سے موجود تھی اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں اس سے

۱۶ ع ۱۴ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

جو تم کرتے ہو یہ تو ایک امت تھی کہ گذر چکی اس امت کے لیے ہے جو اسنے کمایا تھا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا اور تم سے اسکا سوال نہ ہوگا جو وہ کرتے تھے
واضح ہو کہ یہاں اکثر اہل تفسیر متاخرین نے ایک سبب نزول بیان کیا ہے جسکی نسبت شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے لباب النقول میں کہا کہ میں نے اسکو نہیں پایا۔

حدیث و آثار مین نہین پایا اور نہ کسی ایسی تفسیر مین دیکھا جسمین روایات اسباب نزول کے لیے اسانید لاتے ہین یعنے مانند تفسیر امام
ابن ابی حاتم و تفسیر ابن جریر وغیرہ کے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اپنی تفسیر مین ذکر نہین کیا لیکن محی السنۃؒ نے معالم مین
البتہ ذکر کیا اور ابتداے معالم مین مجمل اسانید کا حوالہ دیدیا ہے تو غالبًا انھین مین سے کسی اسناد کے ساتھ پہونچی ہو گی و شیخ سیوطیؒ نے باوجود اس
قول لباب النقول کے اپنے تکملہ جلالین مین اس شان نزول کو بیان کر دیا کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ یہودیون نے مسلمانون سے کہا کہ ہمکو کتاب الٰہی
(توریت) تمسے اول ملی و ہمارا قبلہ (بیت المقدس) کعبہ تمسے مقدم ہے اور ہمین لوگون یعنے بنی اسرائیل ہی مین انبیا ہوتے آئے ہین اور عرب
مین کوئی پیغمبر نہین ہوا پس اگر محمد صلعم پیغمبر ہوتے تو ہمین سے ہوتے۔ پس اللہ تعالے نے یہ آیات نازل فرمائین یعنے کیا تم اللہ تعالے کی
شان مین ہمسے جھگڑتے ہو کہ وہ کہین سواے تمہارے پیغمبر نہین کر سکتا ہے یا تمنے انبیاے سابقین ابراہیم و اسمعیل آخر تک سب کو یہود یا
نصارے مین سے ٹھہرایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادات صریحہ کو تمنے چھپایا اور خود ابراہیم و اسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے موحد ہونے کو
چھپا کر یہود و نصاری ہی بنایا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبب نزول دو طرح کا ہوتا ہے۔ اول یہ کہ ظاہر آیت سے جو مفہوم ہے وہ سبب نزول معلوم کر کے کچھ تغیر
خواہ نفس کلام یا حکم یا نوع حکم مین ہو یعنے درحقیقت تو کلام کے یہی معنے ہین جو سبب نزول معلوم ہو کر ظاہر ہے لیکن پہلے سمجھنے مین فہم خطا کرتا تھا
قسم دوم یہ کہ جو ظاہر آیات ہو وہی سبب نزول سے ظاہر ہو پس قسم اول کے واسطے تو اسناد صحیح ہونا ضرور ہے اور قسم دوم مین فی الجملہ چشم پوشی
جائز ہے اور یہان محتمل ہے کہ یہود و نصاری کے سابق مخاصمہ سے جو قولہ۔ قالوا کونوا ہودا او نصاری تہتدوا الآیۃ۔ سے معلوم ہوا ہے اسکے بعض
روایات مین یہ امر زائد ہو یا اسی سے مفہوم ہو لیکن معالم وغیرہ سے سبب نزول فقط یہودیونکا مقولہ مذکور ہے حالانکہ آیت مین یہود و نصاری
دونون کا رد ہے۔ شاید یہود مدینہ کے ساتھ مین نجرانی نصاری بھی یون ہی مدعی ہون۔ یا بطور شمول کے نصاری کا مقولہ در بارہ حضرت ابراہیم
و اسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے رد کر دیا گیا۔ پھر جب مان لیا جاوے کہ یہی سبب نزول ہوا اور یہود نے مسلمانون سے یہ مکر باندھا تو مترجم پہلے ان
کے کلمات کا صدق و کذب ظاہر کرتا ہے۔ اول انھون نے کہا کہ ہمکو توریت پہلے عطا ہوئی ہے۔ مین کہتا ہون کہ ہان چنانچہ خود حدیث مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ دنیا مین سب سے پیچھے ظاہر کیے گئے و آخرت مین سب سے سابق ہین بغیر اسکے کہ یہود و نصاری کو کتاب ہمسے پہلے دی گئی۔ کما فی الصحیحین وغیرہما
مگر یہودیون کو اس دعوی مین کچھ فضیلت کی وجہ نہوئی اسواسطے کہ بلا خلاف یہودی و نصرانی خود ایک پیغمبر آخر الزمان کے منتظر ہین اور انکار تو انھون
حضرت محمد صلعم سے یہی کیا کہ وہ پیغمبر آپ نہین ہین بلکہ وہ ہم مین سے ہوگا۔ پھر خوب معلوم ہے کہ خود اسکے افضل ہونے کے معتقد ہین تو کھل گیا کہ اول کتاب والون
کو اسپر فضیلت کچھ نہوگی۔ پس یہ محض تعصب و نفسانیت کا دعوی تھا۔ دوم انھون نے دعوی کیا کہ ہمارا قبلہ بیت المقدس مقدم ہے۔ یہ محض دروغ ہے
اسواسطے کہ خانہ کعبہ قبلہ ابراہیم بلکہ اُنسے بھی قدیم ہے اور خود توریت وغیرہ مین منصوص ہے۔ سوم یہ دعوی کہ عرب سے کوئی پیغمبر نہین ہوا۔ محض فریب ہے
اسواسطے کہ حضرت ہود و صالح کی قوم عرب بلکہ اس قوم کے کھنڈر آج تک موجود تھے اور ابن عباسؓ وغیرہ نے عرب سے دس انبیا شمار فرمائے ہین
اور یہان عرب اولاد اسمعیل علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور عجب کہ نصرانی بھی منکر ہین کہ قریش ولاد اسمعیل نہین ہین۔ مترجم کہتا ہے
کہ یہ کہتے ہوے شرم نہ آئی کہ جسکو ذرہ برابر بھی عقل ہے وہ اس دروغ پر نفرت کریگا اسواسطے کہ عرب مین نسب ایک جزو اعظم تھا اور کروڑون عرب
و سیکڑون قبائل اپنے نسب کے شاہد موجود تھے تو اسقدر متواتر قطعی کو اجنبی آدمی کا جھٹلانا خود اسکے بدیہی دروغ کی قطعی دلیل ہے جیسے کوئی کاذب بھی ہو
کہ عیسیٰ تو مریم کے بیٹے نہین تھے۔ چہارم انکا دعوی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے تو بنی اسرائیل مین سے ہوتے۔ مین کہتا ہون کہ اپنے منہ
میان مٹھو بھلا اسپر کوئی دلیل ہے کہ بنی اسرائیل کے سواے بنی اسمعیل سے ہونا غیر ممکن ہے یا اللہ تعالی پر دروغ باندھا ہے اور تمام بشارات توریت و انجیل مین

تحریف کر کے بھلا دیا کہ صحیح نبی اسمٰعیل سے بمقام حجاز سے ظہور ہوگا اور خانہ کعبہ سے نور حق باعلان ظاہر ہوگا۔ اسیواسطے حق تعالیٰ نے
ان جھوٹوں کو رد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللَّهِ۔ کہہ کہ کیا تم شان الٰہی میں ہم سے مخاصمہ کرتے ہو حالانکہ وہ رب العزت
قادر قوی عزیز حکیم ہے جسطرح چاہتا ہے اپنی مخلوقات میں تصرف کرتا ہے اور اسکے قبضہ قدرت میں برابر تمام مخلوقات ہیں جسکو چاہتا ہے مختار و
برگزیدہ فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے نصرت و توفیق سے محروم فرما کر خوار کرتا ہے لہذا تمام بندے جب اسکی مخلوقات ہیں تو سب ہی اسکے فضل
کے امیدوار ہیں۔ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ۔ وہی ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ف پس ہم تم دونوں اسکے بندے اور اسکے
قضا و قدر میں مسخر ہیں۔ ہر ایک بندہ اسکی بندگی میں مطیع و مقہور ہے وَلَنَا أَعْمَالُنَا۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں ف ہم امیدوار ہیں
اگر اسکے فضل رحمت سے ہمارے اعمال و ہماری بندگی قبول ہو تو وہ ہمکو اپنی رحمت سے سرفراز فرماوے کیونکہ اسکی عادت ہے [illegible]
وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ۔ اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں ف اور جب تم برادر حق نہیں مانتے ہو تو ہم تمہارے اعمال سے بری ہیں [illegible]
آیت میں فرمایا۔ فان کذبوک فقل لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بریء مما تعملون۔ یعنی اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاویں تو کہہ کہ میرے لیے
میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے تم میرے عمل سے بری ہو اور میں تمہارے عمل سے بری ہوں۔ ف۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال
بیان فرمایا وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ الآیہ۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص نے کسی پیغمبر سے انکار و کفر کیا تو وہ اپنے نفس کا [illegible] ہوا
پس اسکا عمل قطعاً اسی قابل ہے کہ مومن اس سے بیزار ہو کر پناہ مانگے اسیواسطے اُن لوگوں کے اعمال سے پناہ مانگی مجھ کو معاذ اللہ انکے اعمال [illegible]
خبیث ہیں۔ اور فقط اپنے اعمال پر واسطے رکھے اور کہا۔ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ۔ اور ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اخلاص کرتے [illegible]
ہیں ف اُسی وحدہ لاشریک کی عبودیت کرتے ہیں اور اسکے ساتھ کسیکو شریک نہیں بناتے ہیں نہ اعتقاد میں اور نہ اعمال میں [illegible]
زعم کیا کہ ہم لوگ ہدایت پر نہیں ہوسکتے ہیں سوائے یہود یا نصاریٰ کے حالانکہ تم دونوں توحید و اخلاص [illegible]
اللہ تعالیٰ نے یہ حکم لگانا شروع کیا۔ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ۔ یا تم کہتے ہو کہ ابراہیم ف بعض [illegible] (أم)
بمعنی (بل) ہے یعنی بلکہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم۔ ف۔ اور حاصل یہ ہوگا کہ تم لوگ [illegible]
افترا باندھتے ہو۔ یا تم اخلاص توحید سے منحرف ہی نہیں ہو بلکہ جان بوجھ کر کتاب الٰہی میں [illegible]
یہود یا نصاریٰ تھے بعض مفسرین نے کہا کہ۔ أم معادلہ ہمزہ۔ أتحاجوننا۔ واقع ہوا یعنی کیا تم شان الٰہی میں [illegible]
کہ ابراہیم وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ اور اسمٰعیل و اسحٰق ف یعنی ابراہیم کے فرزند کلان اسمٰعیل [illegible]
إسحاق وَيَعْقُوبَ۔ اور یعقوب ف فرزند اسحٰق جنکا نام اسرائیل بھی ہے جنکے بارہ بیٹے [illegible]
وَالْأَسْبَاطَ اور اسباط ف جمع سبط یعنی اولاد یعقوب [illegible] علیہم السلام۔ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ
یہود تھے یا نصاریٰ تھے ف یعنی تم میں سے یہودی کہتے ہیں کہ یہ سب یہودی تھے [illegible]
فرقہ تھی اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ یہ سب نصرانی تھے۔ قُلْ أَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ۔ کہہ کیا تم زیادہ دانا ہو یا اللہ تعالیٰ [illegible]
ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی دانا علیم خبیر ہے۔ اور اسی نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ ابراہیم دین اسلام توحید پر تھا اور مرتے وقت اپنے بیٹوں کو
اسی کی وصیت کی اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو سخت تاکید کی اور یہی برابر انکا دین تمام رہا۔ پھر ایک [illegible] موسیٰ علیہ السلام [illegible]
ظاہر ہے اور انہیں میں گروہ اسلام تو شرک پر نہیں تھا پھر [illegible] کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] حکم [illegible]

اور انجیل سے بعض احکام توریت منسوخ کیے تو لازم تھا کہ حکم حق پہچانتے اور ایمان لاتے مگر منکر ہو گئے حتی کہ ان کافروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی کفر کیا۔ یہی نصرانی جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا یہاں تک بڑھے کہ انکو الوہیت میں شریک بنانے لگے اور باہمی تعصب یہودیت و نصرانیت
میں مبتلا ہو کر فسق و فجور کے مرتکب ہوئے اور دین کو ہی ایک کھیل بنایا اور عام راہ حق و معارف توحید سے گم ہو گئے۔ یہ سب تاریخ صاف بتلاتی ہے
تو عجب دروغ تھا کہ حضرت ابراہیم وغیرہ علیہم السلام کو یہودی یا نصرانی بتاتے تھے لہذا حق عزوجل نے تشنیع فرمائی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ
كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ اور اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہے جو ایسی گواہی چھپا دے جو اسکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف
سے موجود ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ توریت وغیرہ میں پڑھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین پسندیدہ دین
جو دین اسلام ہے اور وہ خالص توحید جیسے ابراہیم علیہم السلام تھے اور پڑھتے تھے کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ہیں جنکا حلیہ یہ ہے اور انکے صفات یہ ہیں
اور انکی بزرگیاں یہ ہیں اور انکے بعد جانشین خلیفہ ہونگے جنکے اوصاف یہ ہیں اور انکی امت کے اوصاف یہ ہیں چنانچہ مترجم انشاء اللہ تعالیٰ آثار
واحادیث کو قولہ تعالیٰ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ الآیۃ کی تفسیر میں لاویگا۔ اور یہ لوگ پڑھتے کہ ابراہیم و اسمٰعیل
و اسحٰق و یعقوب و اسباط خالص توحید پر تھے تو صاف معلوم ہوا کہ یہودیت و نصرانیت انکے القاب نہیں بلکہ مترجم کہتا ہے کہ یہودیت و نصرانیت تو بعد
حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے ان لوگوں نے ایجاد کی پھر ابراہیم علیہ السلام بھلا کیونکر یہودی یا نصرانی ہوتے حسن بصری نے کہا کہ یہ لوگ جو دین
اسلام کا صحیح و شہادت صحیح کتب جیسے ایمان لانے کا دعوی کرتے تھے اس شہادت الٰہی تعالیٰ کو چھپاتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ صرف شہادت الٰہی تعالیٰ
و تعدد الالہ کو فقط چھپاتے ہی نہیں تھے بلکہ اسکے ساتھ میں برعکس شہادت دیتے تھے۔ چنانچہ اسلام توحید پر حضرت ابراہیم وغیرہم علیہم السلام
انکو یہودی و نصرانی بتاتے اور صفات حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو برعکس بتلاتے تھے الا انکہ باوجود اس گناہ عظیم کے اس تعصب شیطانی کو کچھ
تسلیم نہیں ہوا چنانچہ سابق میں یہ قصہ مفصل مذکور ہوا کہ ابن [illegible] رضی اللہ عنہ نے یہود کو تشنیع کی کہ پہلے تم لوگ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے فضائل بیان کرتے تھے اب کیا ہو گیا اور انکار کرتے ہو تو کہنے لگے کہ وہ پیغمبر نہیں ہیں بلکہ انکی شکل یہ ہو گی پھر برعکس سے نام وغیرہ بیان کیا
تو انصار نے فرمایا کہ [illegible] تم جھوٹ کہتے ہو [illegible] چہرہ [illegible] کا [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک گویا آئینہ سورج روشن ہے
اور ایسا تم ہمیشہ دروغ بکتے ہو۔ بالجملہ یہود وغیرہ باوجود جاننے کے برعکس اظہار کیا اور یہ سبب بڑا ظلم ہے اپنے نفس کو تباہ کرتے ہیں الا انعوذ باللہ
من ذلک (مسئلہ) حدیث مشہور میں وارد ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں ایسی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ کما فی الصحیحین حتی کہ حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو دیکھا کہ مسجد میں حلقے سے بیٹھے اور ایک کہتا کہ سبحان اللہ کہو تو سب لوگ شمار کرکے پڑھتے پھر اسی طرح الحمد للہ وغیرہ
کہتے تو آپ نے انکو منع فرمایا کہ اے لوگو تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن نہیں ٹوٹے کہ تم نے یہ بدعت نکالی۔ انھوں نے کہا کہ یا حضرت ہم نے تو اس سے بجز نیکی کچھ ارادہ
نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بجائے اسکے اپنے گناہ شمار کرکے استغفار کرتے تو میں تمہارے واسطے ضامن تھا پھر آپ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے اور فرمایا کہ جس چیز کو مومنوں نے خوب دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوب ہے اور بعض روایات میں ہے
کہ جسکو انھوں نے برا دیکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری ہے۔ رواہ الدارمی وغیرہ۔ اس روایت میں دلالت ہے کہ آپ نے مومنوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم
کو مراد لیا ہے اور یہی صحیح ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کو منع فرمایا تھا یہی تو مومنوں میں شمار تھے مگر انکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں کیا کیونکہ صحابہ
رضی اللہ عنہم تو خیر الامم اور اللہ تعالیٰ کی شہادت سے مومنین ہیں اور دوسروں کا حال کون جانتا ہے چنانچہ اسی روایت میں مذکور ہے کہ راوی
کہتا ہے کہ میں نے انھیں لوگوں کو دیکھا کہ ایک زمانہ کے بعد یہ لوگ خوارج کے ساتھ مقتول ہوئے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔ اور حدیث میں ہے کہ جس نے کوئی بدعت نکالی

وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا وے۔ صحیحین وغیرہ حدیث قریب متواتر ہی سے لکھا کہ اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ ایسا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے
کہ ایسا نہیں ہے تو وہ کافر ہوا (الفتاوی) حدیث میں ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو کہ
میں تجھے حکم الٰہی عزوجل کی کفایت نہیں کر سکتا ہوں چنانچہ حدیث انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر ترجمہ ہو گی۔ اور مراد یہ کہ شرک سے بیزار ہو کر فقط اس
توحید حضور وسعی ہاں بعد ایمان و اسلام کے البتہ گناہوں کے لیے رحمت الٰہی عزوجل سے شفاعت ہے چنانچہ سوالات میں اسکی تحقیق مذکور ہوئی ہے اب یہ
دیکھنا چاہیے کہ یہ یہود و نصاریٰ کس قدر بیباک تھے جو مدعی تھے کہ ہمارے اکابر انبیاء و صالحین علیہم السلام پر ہمارا افتخار ہے اور وہ ہم کو [illegible]
بچا لینگے پس گویا ہمیں اس سے معارضہ واللہ تعالیٰ پر افترا اور ہر طرح کے فواحش و کبیرہ کرنے میں بے تکلف و دلیر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے [illegible] فرمائی اور فرمایا
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی تمہارے اعمال سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی غافل نہیں ہے۔ ف۔ یعنی خوب دیکھتا اور جانتا ہے تو عنقریب تم کو
سزا دیگا۔ [illegible] رنگ کے کوڑے ہو اور وہ خوب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بیباک یہود و نصاریٰ [illegible]
[illegible] کافر کا اعتقاد کرتے تھے لہذا ارشاد فرمایا تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۔ یہ ایک امت تھی جو گذر چکی ف۔ یعنی حضرت ابراہیم و اسمعیل و اسحٰق و یعقوب
علیہم السلام ایک گروہ خالص بندگان الٰہی سبحانہ تعالیٰ سے تھا اور وہ گذر چکے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ ۔ وہ انکو ملے گا جو انہوں نے کمایا ف۔ یعنی تم کو
انکے اعمال سے کچھ نہیں مل سکتا حتی کہ مشرکین عرب جو حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام [illegible] ہو کر اپنے آپ کو انکی راہ پر جانتے تھے اگر چہ انکو
تو نہیں بتایا کہ وہ ہمارے واسطے کفارہ ہیں مگر سفارشی جانتے تھے تو انکو بھی تنبیہ ہو گئی کہ تم اس گذری امت سے [illegible] کرو کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا
وہ انکے ساتھ ہے وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۔ اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا ف یعنی یہ اعمال تمہارے ہو گئے۔ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
اور تم سے نہیں پوچھا جائیگا اس فعل سے جو وہ لوگ کرتے تھے ف حتی کہ اگر کسی کا باپ مثلاً فاسق فاجر تھا اور بیٹا ایمان دار صالح ہے
تو کیا وہ خوفناک رہے کہ اس سے قیامت میں اسکے باپ کے اعمال فجور کی پرسش و گرفت ہو گی حتی کہ اسکا کافر چچا یا جد اعلیٰ کے کفر سے یہ بھی جہنم میں
ڈالا جائیگا نہیں۔ ہرگز نہیں [illegible] اس وقت سے موجود ہی نہیں تھا جب جد اعلیٰ نے کفر کیا تو [illegible]
خود صاف ظاہر ہے ہاں۔ اب تم سمجھ دیکھو کہ بالکل اسی طرح وہ بھی تمہارے اعمال سے نہیں پوچھے جاوینگے کیونکہ وہ اس وقت موجود ہی
نہیں تھے جب تم اپنے فسق و فجور و کفر یا شرک کے مرتکب ہوئے پس اصل تمہارا مدار حضرت باری تعالیٰ عزوجل ہے [illegible]
اور نور سے منور کرو جب تمہارے اعمال کفر و شرک میں [illegible] تو تم جہنم کو بھیجے جاؤ گے۔ ارے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اگر خالی بزرگوں پر مدار ہوتا تو حضرت
آدم علیہ السلام جیسے بزرگ ہیں پھر کوئی کافر بھی جہنم کو نہ جاتا۔ اگر بزرگوں ہی پر مدار رہتا تو حضرت نوح اپنے کافر بیٹے کو دنیا ہی میں غرق [illegible] سبحان اللہ کیسا
بھلا ہوا کہ قیامت میں کیونکر کوئی کسی کو بچا سکتا ہی ہاں۔ جب بندہ اپنے رب عزوجل پر ایمان خالص رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کو کامل
[illegible] اور آخرت کو برحق جانتا و مانتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام سے ظاہر و باطن منور ہو کر حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہو گیا لیکن کمزوری
اقتضاء بشریت سے گناہ میں مبتلا ہو گیا تو قطعاً وہ بے حساب جہنمی نہیں اور وہ کافر نہیں [illegible] لیکن خوفناک [illegible] اپنے رب ارحم الراحمین کی [illegible]
امیدوار [illegible] ہو گا تو امید ہے کہ ارحم الراحمین کی رحمت خاص اسکی دستگیری فرماوے اور حضرت سرور عالم رسول کریم حبیب اکرم [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی شفاعت کا اشارہ ہو یا جیسے کہ انبیاء و صالحین علیہم السلام میں کسی کو اشارہ ہو [illegible]
ذوالجلال والاکرام سے ایک ذرہ بھی کسی میں الوہیت نہیں ہے جو کوئی ایسا [illegible] کرے کافر مردود ہے اور بزرگان حق تو ان بارگاہ کبریائی
حضرات انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے رب ارحم الراحمین کے سایہ رحمت میں [illegible]

نہین کرسکتا اور یہ تمام دنیا وما فیہا جسکہ ملعونہ وخوار ہے تو مترجم کی حیرانی دیکھو کہ کس چیز سے مثال لاوے فسبحان الذی اعطاہم مالا یدرکہ العقول
ولا یصل الیہ الاوہام - اسی پاک جل جلالہ کے واسطے حمد بے انتہا ہے جسنے انکو وہ مرتبہ عطا کیا کہ کسی عقل کو ادراک کی مجال نہین اور کسی وہم کو
وہانتک پہونچنے کی سبیل نہین ہے - اللہم یا ارحم الراحمین ادخلنی معہم برحمتک یا حی یا قیوم یا احد یا صمد یا اللہ الذی لا الہ الا انت بدیع السموات والارض
یا ذا الجلال والاکرام وانت علی کل شئ قدیر والحمد للہ رب العالمین (التنبیہ) ان آیات مین اللہ تعالے نے مومنون کو ذمائم
اخلاق یہود ونصاری ومشرکین سے بہت کچھ بتلائے اور آیندہ بھی معلوم ہونگے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ تم لوگ بھی ان یہود ونصاری
کے قدم بقدم چلوگے یہانتک کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے بل مین گھسے ہون تو تم بھی گھسوگے - اور ایک روایت مین ہے کہ جتنے
انہین سے کبھی ماں سے علانیہ زنا کیا تم مین بھی وہ ہوگا جو اسیطرح کرے (السنن وغیرہ) اور حدیث سے مستنبط ہے کہ تم بھی
دنیا مین تنافس کر کے ہلاک ہوگے - پس اہل ایمان واسلام خصوصا علما کو لازم ہے کہ پھونک پھونک کر قدم رکھین اور وہ اخلاق وتہذیب جو
یہود ونصاری مین تھا چھوڑین - اور قولہ تعالی - یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ
مین مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے مومنو بہتیرے احبار یہود اور رہبان نصاری دیکھو کہ لوگون کے اموال بطور باطل کہاتے ہین
تو تنبیہ شدید ہے کہ تمہین یہ لوگ مین تم مت ہو جیو - افسوس کہ اسلام مین بھی رشوت قاضی ومفتی کا بازار گرم ہوا اور عالم
ودرویش بنکر باطل طریقہ سے مال کہاتے ہین وبین آلتی ہوا اسقدر اختلاف کثیر کیسا اوقات کا فرون کو اپنے
درمیان پنچ وحکم بناتے ہین - یا للہ العجب یہ مقام ہے کہ اہل اسلام کو رونگٹے کھڑے ہوتے ہین ذمائم اخلاق
گویا کرائم ہین - جہالت فخر ہے - ایمان قلبی کا علم تو اللہ تعالے ہی کو ہے مگر اعمال ایسی قوم کے
مانند ہین جنکو آخرت پر یقین نہین ہے - جیسا کہ محاسبہ مین سخت ممانعت تھی وہ بہرہ
نفس پرستی کی اصل ہے علما ربانی کا یہ حال ہو کہ علما ربانی فی زمانہ کالعدم ہوئے
اور حدیث شریف مین تنبیہ فرمائی کہ ارے ان یہود ونصاری کے پاس کتاب تو ہے
پھر کچھ بھی اس سے نفع پاتے ہین (بعض السنن) پاکیزہ اول ایمان خوف وامید ہے
اور دنیا ول سے نکالے آخرت محبوب ہوا اور کہا ہے کہ آخرت بہتر ہے
علین ہدایت قرآن وحدیث کی قدر کرے اور فیوض کی کی
وجہ ساہا ہم خود ساری ہے اور بجا وقر تہ اہل اللہ کی اصل
قرآن وحدیث ہے ہندوستان مین پاکستان مین نہین ہے
وغیرہ کے ساتھ کبھی دشمنی کی باقی نہ ہوگی
اور انشاء اللہ تعالی سورہ مبارکہ
کے خاتمہ پر تنقیح کیساتھ
اصول

بیان ہونگے واللہ تعالے ہو الموفق للصدق والصواب - والحمد للہ رب العالمین - تم الجزء الاول ویتلوہ الثانی بفضل اللہ تعالے

متبرک کتاب کو بہت تصحیح کے ساتھ شائع کیا ہے
اسکی تہذیب اس طور پر رکھی گئی ہے کہ
متن بخط نسخ اور شرح امام نووی بخط نستعلیق
ہے حاشیہ پر مولانا مولوی سید امیر علی
صاحب مرحوم کے فوائد مزید درج ہیں
اسکی تصحیح میں خاص اہتمام کیا گیا ہے
اول اسکو ایک مصری نسخہ سے ملایا اور
بعد کو اور کئی نسخوں سے مقابلہ کرنے کے
بعد شائع کرایا گیا اور جملہ اختلافات بھی
درج کیے گئے ہیں - چونکہ مطبوعہ سابق کا
سائز بہت بڑا تھا اسلیے انہیں ترمیم کر کے
اسکو ٢٢/١٨ (١/٨) پیمانہ پر طبع کیا ہے -
کتاب کے نایاب ہونے کی وجہ سے
اسکی فرمائشات بہت کثرت سے آرہی ہیں
لہذا آپ کو جسقدر خریداری منظور ہو جلد
آرڈر دیجیے کہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے
کاغذ سفید - خط پاکیزہ -

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو دُرِّ مختار
بہتر جمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن
کامل چار جلد ہیں -

راہ نجات - ضروری مسائل نماز
و روزہ وغیرہ -

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی
جونپوری -

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ
بے نمازان -

ترجمہ فتاوی عالمگیری - کامل
ہر چار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمہ
مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع
مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی -

کشف الحاجات - ترجمہ اُردو مالابدمنہ
از مولوی محمد نور الدین -

عدد الآثام - یہ ایک جدید الطبع
کتاب ہے جسمین مصنف نے تمام اُن
باتوں کا تفصیل ذکر کر دیا ہے جنکا مرتکب
ہونے والا گنہگار قرار پاتا ہے یعنی صغائر
و کبائر تمام گناہوں کا بیان ہے اور اسکا
پڑھنے والا ان تمام باتوں سے متنبہ ہو جاتا ہے
جو شرعاً ناجائز ہیں -

مرآۃ الصلوٰۃ - یہ بھی کتاب جدید الطبع
ہے جسمین وضو اور نماز کے تمام مسائل
نہایت عمدگی سے بیان کیے ہیں - از مولوی
محمد مرتضیٰ صاحب بندوی اعظمی -

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (١) ہزار
مسئلہ (٢) مسائل ثمانیہ (٣) صد و سی مسئلہ
(٤) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (٥)
حلیہ شریف (٦) نور نامہ (٧) چہل مسائل -
مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از
محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -

حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از
مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - بطور استفتا -

کنز الدقائق - اُردو ترجمہ از مولوی
محمد سلطان خان -

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین
بنگلوری -

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علی خان -

رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں
ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت
سے متداول ہے دو مجلد کامل -

شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق
دہلوی معروف -

تحجر الحجر مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -

تبیان - در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین -

بدائع منظوم - مسائل فقہ بنظم فارسی
از ملا ناظم علی رح -

نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری رح

مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر
از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسالک المتقین - مرغوب علمائے ولایت
از مولوی الہ یار خان -

فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین

قدوری - مترجمہ مولانا ابو القاسم -

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین گرامی محشی مع فرہنگ -

مالابدمنہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -

شرح مختصر وقایہ کو سیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -

رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

شرح [illegible] - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی [illegible] معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -

فتح القدیر [illegible] [illegible] ہدایہ [illegible] [illegible] [illegible] کمال الدین بن الہمام [illegible] [illegible] شرح [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہدایہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مولانا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تفصیل ذیل -

۱ - جلد [illegible] اولین [illegible] [illegible] -

۲ - جلد [illegible] آخرین [illegible] -

فتاوی [illegible] عالمگیری - [illegible] چار جلد کامل [illegible] ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین [illegible] [illegible] معروف مستند متداول چار جلد [illegible] [illegible] شرح ہدایہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تفصیل ذیل -

ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح -

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل -

شرح وقایہ مختصر و مع واشی حاشیہ مطالعہ -

ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -

اشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول -

[illegible] - [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] -

کنز الدقائق [illegible] متداول [illegible] [illegible] -

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -

عینی شرح کنز الدقائق - عینی [illegible] [illegible] جلد مستند معروف متداول [illegible] [illegible] -

(۱) جلد [illegible] اولین [illegible] [illegible]

(۲) جلد [illegible] آخرین [illegible] [illegible] -

مختصر [illegible] - از امام [illegible] [illegible] [illegible] متداول -

[illegible] البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی [illegible] [illegible] مرحوم -

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی -

[illegible] دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش -

ارشادات عزیزی - از سید غلام [illegible] [illegible] ترجمہ عوارف المعارف مشہور کامل [illegible] [illegible] مترجمہ مولانا ابو الحسن فرخ آبادی -

خزینہ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش -

بحر الحقیقت - اصلاح نفس [illegible] -

آہ [illegible] - اخلاقی و موعظت میں مصنفہ منشی [illegible] [illegible] -

کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان [illegible] علم و ادب -

تہذیب الاخلاق - مولفہ مولوی نجم الحق -

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم [illegible] شعر [illegible] اردو [illegible] [illegible] مطلب مع فوائد [illegible] [illegible] [illegible] تفصیل ذیل -

۱ - جلد اول [illegible] [illegible] [illegible] -

۲ - جلد دوم [illegible] [illegible] -

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] -

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نظم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] -

[illegible] الاسرار - ترجمہ اردو نظم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مثنوی از مولوی [illegible] غلام [illegible] [illegible] -

[illegible] [illegible] [illegible] اردو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] از مولوی عبد [illegible] [illegible] -

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین [illegible] [illegible] کامل [illegible] [illegible] -

تہذیب [illegible] [illegible] - مولفہ [illegible] [illegible] [illegible]